علمی ادبی تاریخی تحقیقی مقالات و مضامین کتابوں پر تبصرے تاثرات تقریظات
و مقدمات تعزیت نامے اور سوشل میڈیا کی متفرق تحریرات کا مجموعہ

نگارشاتِ نعیمی





رشحاتِ قلم

خلیفہ حضور تاج الشریعہ و حضور محدث کبیر محقق اہل سنت حضرت مولانا

مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککراوی

ناشر

نوری دارالافتاء مدنیہ مسجد محلہ علی خان کاشی پور اتراکھنڈ

نگارشاتِ نعیمی

خلیفہ حضور تاج الشریعہ و حضور محدث کبیر محقق اہل سنت حضرت مولانا

مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککراوی

علمی ادبی تاریخی تحقیقی مقالات و مضامین کتابوں پر تبصرے تاثرات تقریظات
و مقدمات تعزیت نامے اور سوشل میڈیا پر متفرق تحریرات کا مجموعہ

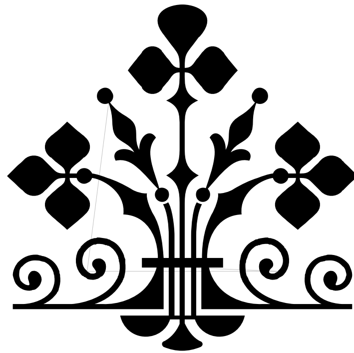
نگارشاتِ نعیمی

رشحاتِ قلم
خلیفہ حضور تاج الشریعہ و حضور محدث کبیر محقق اہل سنت حضرت مولانا
مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

ناشر
نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خان کاشی پور اتراکھنڈ

نگارشاتِ نعیمی

تصنیف، کمپوزنگ	محمد ذوالفقار خان نعیمی
سیٹنگ وتزئین کاری	نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خان کاشی پور اتراکھنڈ
اشاعت	رجب المرجب ۱۴۴۵ھ۔ فروری ۲۰۲۴ء
رابطہ	9759522786....9719620137
صفحات	684
ناشر	نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ



نذرِ عقیدت

ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس دہر میں تھک جاؤ گے
ایسا مرشد نہ زمانے میں کہیں پاؤ گے

مرشد برحق، مرشد ربانی، مرشد مجازی، ولی کامل، عارف باللہ، غواص بحر طریقت، تاج شریعت، چشم و چراغ خاندان اعلیٰ حضرت، نبیرہ حجۃ الاسلام، شہزادہ مفسر اعظم ہند، خلیفہ وجانشین مفتی اعظم ہند

حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان،

کی بارگاہ اقدس میں

جن کی نسبت ارادت وشرف خلافت کی برکتوں نے فقیر کا نصیب چمکا دیا۔

جن کی بارگاہ سے اس ذرہ ناچیز کو تمغہ ترقی عطا ہوا۔

جن کے فیضان کرم سے عوام وخواص میں مقبولیت حاصل ہوئی۔

دعا ہے اللہ پاک حضرت کے درجات بلند فرمائے اور فقیر سمیت جملہ اہل سنت کو آپ کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

یکے از فدایان تاج الشریعہ

نیاز مند:۔ محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی
نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

شرف انتساب

فقیر اپنی اس کاوش کو

اپنے جملہ اساتذہ کرام خصوصاً اپنے نہایت ہی کرم فرما استاد گرامی، امام العلما، استاذ العلما، افقہ الفقہا، جامع معقول و منقول حضرت علامہ

مفتی محمد شبیر حسن رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

کی بارگاہ سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

وہ امام العلما جن کی شفقت آمیز دعاؤں کے سہارے فقیر لکھنے پڑھنے کے قابل ہوا۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے فقیر کی والہانہ محبت میں آپ کی تربیت ہی کار فرما ہی۔

آپ ہی کو غیر درسی اوقات میں لکھتا دیکھ لکھنے کا ذوق و شوق پیدا ہوا۔

مذہبی خلوص، مسلکی تصلب آپ ہی کی دین ہے۔

اللہ پاک حضرت علیہ الرحمۃ کے درجات بلند فرمائے۔ اور ان کے فیوض و برکات سے ہمیں مالا مال فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

امام العلما کا کفش بردار و نیاز مند:۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مشمولات کتاب

توفیقِ الٰہی

خدمت دین کے لیے علمی قابلیت وصلاحیت نہیں بلکہ توفیق الٰہی اور فضل الٰہی کی ضرورت ہوتی ہے۔اگر اللہ کی توفیق نہ ہو تو علم موجب ضلالت بھی بن جاتا ہے اور اگر وہ توفیق بخشے تو بغیر علم والے بھی دین کی خدمت میں بڑے سے بڑے کارنامے انجام دے دیا کرتے ہیں۔اور یہ نعمت توفیق بھی اللہ تعالیٰ انہیں کو بخشتا ہے جن پر اس کے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ کرم رہا کرتی ہے۔

فقیر حقیر ذرہ ناچیز اپنی حیثیت کے مطابق جو کچھ بھی خدمت دین میں حصہ لے رہا ہے یہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی توفیق سے ہی ہے جو فقیر کو اپنے آقا و مولیٰ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اللہ کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔رہا معاملہ علمی قابلیت وصلاحیت کا تو من آنم کہ من دانم!

اللہ کے فضل واحسان،اس کے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے بزرگوں کے فیضان،اساتذہ ووالدین کی دعاؤں کے طفیل فقیر نے دور طلب علمی سے ہی لکھنا شروع کر دیا تھا۔سب سے پہلے نماز سے متعلق مضمون لکھا اور اسی حوالے سے پہلی کتاب معراج المومنین"تحریر کی۔اور درجہ فضیلت میں "علمائے کرام اور موجودہ سیاسی تقاضے" کے عنوان سے مضمون لکھا جو ماہنامہ اشرفیہ میں شائع ہوا۔اور پھر اس کے بعد جو سلسلہ شروع ہوا الحمد للہ اب تک جاری ہے۔اور اللہ اور اس کے حبیب نے چاہا تو آخری دم تک جاری رہے گا۔

فقیر نے مضامین لکھنے میں عموماً ایسے عناوین کا انتخاب کیا جو نایاب ہوں یا کم یاب ہوں۔اور یہی وجہ رہی ارباب علم نے فقیر کے مضامین کو شرف قبولیت سے نوازا۔بڑوں کی طرف سے حوصلہ افزائی رہی اس لیے لکھنے کا تسلسل اب تک برقرار رہا۔اور ان شاء اللہ آگے بھی رہے گا۔

فقیر کے لکھے ہوئے مستقل مقالات ومضامین،علمائے کرام کی کتابوں پر تقریظات،تقدیمات وتاثرات اور سوشل میڈیائی متفرق تحریریں اور تعزیتی تاثرات جو محفوظ رہیں فقیر نے اپنے کچھ احباب

خصوصاً،مخلص عالم دین،ماہر شاعر وادیب،باوقار وذمہ دار مفتی،محب گرامی قدر،حضرت علامہ مفتی محمد قیصر علی رضوی مصباحی خطیب وامام مسجد خالد بانی دار العلوم اعلیٰ حضرت،صدر مفتی امجدی دار الافتاء چیسٹور تھ ڈربن ساؤتھ افریقہ،

کے حکم کی تعمیل میں ان سب کو جمع کر کے کتابی شکل میں تیار کیا ہے تاکہ احباب کرام فقیر کی متفرق تحریروں کو ایک جگہ ملاحظہ فرماسکیں۔

مضامین کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(۱) عبادات،

(۲) سوانحات، خدمات، تحریکات، معمولات، علمی وفنی کاوشات

(۳) اصلاح، رد، تصوف، سیاسیات، معاملات

(۴) صحافت، کتابیات، اشاریات

(۵) کتابوں، رسالوں پر تبصرے، تقریظات، مقدمات، تاثرات

(۶) تعزیتی مضامین وتاثرات

(۷) متفرقات

اس مجموعہ میں ایک دو مضامین ایسے بھی ہیں جنہیں افادہ عام کی غرض سے کتابی شکل میں بھی شائع کر دیا گیا ہے۔ مجموعہ میں شامل کرنے میں بھی ان کی اہمیت ملحوظ رہی ہے۔

کتاب پر ایک مبسوط مقدمہ راقم کے عزیز مکرم، نازش قرطاس وقلم، حضرت مولانا مفتی توفیق احسن برکاتی صاحب زید اقبالہ استاد جامعہ اشرفیہ مبارکپور، نے تحریر فرمایا ہے جس کے لیے احقر ان کا شکر گزار وممنون ہے۔

کتاب کی اشاعت ہمارے ایک نہایت ہی کرم فرمانے اپنے ذمہ کرم پر لی ہے۔ فقیر ان کا شکر گزار وممنون ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ پاک ان کو اور ان کے اہل خانہ وجملہ رفقاے کار ومعاونین حضرات کو بہترین صلہ عطا فرمائے۔ اور دنیا وآخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائے۔ آمین۔

التماس:۔ اس مجموعہ میں چوں کہ وہ مضامین بھی شامل ہیں جو دور طالب علمی لکھے گئے ہیں، ان میں ضرور اسلوب ومعیار وغیرہ کی کمی رہی ہے۔ فقیر اپنے تمام قارئین کرام سے ملتمس ہے کہ مضامین ملاحظہ فرماتے ہوئے جو خامیاں نظر آئیں میری کم علمی وکوتاہ فہمی پر نظر کرتے ہوئے مجھے طعن وتشنیع کے بجاے مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ومثاب ہوں۔

نیز مجھے اور میری بیوی بچوں، میری ہمشیرہ عزیزہ اور ان کے اہل خانہ کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے۔ خصوصاً والدین مرحومین کے لیے دعاے مغفرت کی درخواست ہے۔

نیاز کیش:۔ محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ: ۲۱/ رجب المرجب ۱۴۴۵ھ، بروز جمعہ

نگارشاتِ نعیمی: ایک تجزیاتی مطالعہ

حضرت مولانا مفتی توفیق احسن برکاتی زید اقبالہ، استاد جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

"قلم" اللہ عزوجل کا عظیم انعام اور ایک بڑی امانت ہے اور ارباب قلم اس کے امین ہیں۔ قرآن مجید میں "ن والقلم ومایسطرون" کے ذریعے اللہ نے قلم اور نوشتہ قلم کی قسم یاد فرمائی ہے، اس سے بھی قلم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ انسان نے اپنے دورِ اول میں جہاں مختلف قسم کی بولیاں سیکھیں، وہیں زمین پر، ریت پر، درختوں پر، چمڑوں پر، پتروں پر کچھ علامتی نشانات بھی بنائے جس نے آگے چل کر تحریر کی شکل اختیار کرلی اور پھر یہ سلسلہ اتنا توانا ہو گیا کہ اس کے لیے باقاعدہ کاغذ ایجاد ہوا، خطوط لکھے جانے لگے، مرقع نگاری ہونے لگی، روزنامچہ تحریر کیا جانے لگا اور پھر یہ عمل مضمون نگاری اور کتابوں کی تصنیف میں دہرایا جانے گا۔ تحریر وقلم نے ہر عہد میں اپنی شہنشاہیت منوائی ہے، قلم نے انقلابات زمانہ میں بڑا رول ادا کیا ہے، شخصیت کی تعمیر اور اذہان کی تطہیر میں بھی اس کی اثر پذیری مسلم رہی ہے، ذہنوں کو بالیدگی، مزاجوں کو عمدگی اور خیالوں کو وسعت دینے میں قلم نے اپنا لوہا منوایا ہے۔ شاعری ہو، نثر نگاری ہو، حاشیہ آرائی ہو، تحقیق وتنقید ہو، فکشن ہو، ترجمہ ہو، قلم ہر جگہ موجود ہے اور اس کی توانائی ارتقا پذیر ہے۔

یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ انبیا ومرسلین کے بعد جن مفکرین ودانش وران نے اپنی تعلیمات وافکار کو تحریری شکل میں محفوظ کر دیا تھا تاریخ میں وہ آج بھی زندہ ہیں اور ان کے افکار بحث کا موضوع بنتے ہیں، ان پر ریسرچ ہوتی ہے، انہیں مدون کیا جاتا ہے، لیکن جنہوں نے ایسا نہیں کیا تاریخ انہیں بھول گئی، ان کے افکار کی موت ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ صدیوں پرانے علمی وقلمی خزانوں کی دریافت ہو رہی ہے، ان کی تحقیق وتدوین ہو رہی ہے، وہ تاریخ کا حصہ بن کر زندہ ہیں کتابوں میں، لائبریریوں میں، بلکہ اب تو انہیں ڈیجیٹل کر دیا گیا ہے جس سے ان کی عمر میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔

بیسویں صدی کا ربع اخیر اور اکیسویں صدی کا سائنسی انقلاب کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، یہ سائنسی ارتقا کا دور ہے، کمپیوٹر کے "کی بورڈ" پر تھرکتی انگلیاں، موبائل کی اسکرین پر انگلی کے پوروں سے بنتا تاج محل اب بالکل عجوبہ نہیں لگتا، آن کی آن میں دنیا بھر سے انسانی رابطہ حد درجہ آسان ہو گیا ہے۔ یہ طلسماتی کائنات اپنا رازہائے سربستہ کھول چکی ہے، لیکن اب بھی بہت کچھ باقی ہے، جو مستقبل میں اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہو گا۔ سائنس وٹیکنالوجی کی ہوش رُبا ترقیوں کے باوجود تحریر وقلم کی اہمیت کم نہ ہو سکی ہے، تحریر کی اثر انگیزی آج بھی باقی ہے۔ دنیا یہ حقیقت تسلیم کرتی ہے کہ مطبوعہ مواد آج بھی اوریجنل مانا جاتا ہے اور جو افراد تحریر وقلم کے

سپاہی ہیں ان کے کام وافکار بڑی سرعت کے ساتھ دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیل جاتے ہیں اور گہرا اثر مرتب کرتے ہیں۔

”اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ“ کی حقیقت سے دنیا کو روشناس کرانے والا مذہب حق اپنے تمام تر دستاویز کو تحریری شکل میں محفوظ رکھتا ہے، جس میں صداقت ہی صداقت ہے، یہاں فرضی داستانوں کا کوئی وجود نہیں، جو کچھ ہے اصلی ہے، حقیقی ہے، تحریری خزانوں سے مالامال اس کے قوانین غیر متبدل ہیں، مآخذ انتہائی معتبر و مستند ہیں، صرف ضبطِ صدر پر اس کا انحصار نہیں، بلکہ وہ ضبطِ تحریر کی خوبیوں سے آراستہ ہیں، یہاں نقل پہ عقل کو فوقیت نہیں دی گئی ہے، بلکہ شواہد کے ساتھ منقول کو اہمیت حاصل ہے اور اہل حق ہر عہد میں اس بارِ گراں کو سنبھالتے رہے ہیں۔ صحابہ کرام کا ایک گروہ وحی الٰہی کی کتابت پر مامور رہا ہے اور پورا قرآن عہد رسالت ہی میں کتابت کے ذریعے محفوظ کر لیا گیا تھا، ان کے بعد تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، مجددین، محدثین، فقہا و علما نے عہد بہ عہد اس ذمے داری کو ادا فرمایا ہے اور یہ سلسلہ آج تک قائم و باقی ہے۔ یہی نہیں، بلکہ زمانہ جاہلیت کا شعری و نثری ادب آج بھی محفوظ ہے اور دانش گاہوں میں ان کی تدریس ہوتی ہے، ابوطالب سے لے کر ازواج مطہرات اور نعت گو صحابہ شاعروں کے نعتیہ قصائد اور متفرق مدحیہ اشعار بھی کتابوں کا حصہ ہیں۔ علوم وفنون کی تدوین بھی تحریر و قلم سے ہم رشتہ رہی ہے اور وہ سارا علمی و فنی سرمایہ کتابوں میں مخزون ہے۔ اہل حق نے ہر زمانے میں جہاد بالسیف کے ساتھ جہاد بالقلم کیا ہے اور یہ کام دنیا کی تمام زبانوں میں انجام پایا ہے۔ موضوع تحقیق ہو یا تدوین، تاریخ نگاری ہو یا فتویٰ نویسی، مضمون نگاری ہو یا خطوط نویسی، تصنیف کتب و رسائل ہو یا روزنامہ نگاری، شاعری ہو یا نثر نگاری، تحریر و قلم کا شغل جاری ہے۔

ارباب کمال یہ بھی جانتے ہیں کہ تحریر دیرپا اثر چھوڑتی ہے اور قلم کار و مصنف کا قلمی و علمی کام ایک زمانے تک باقی رہتا ہے، اگرچہ یہ بڑا خشک میدان ہے، جس میں قدم قدم پر طنز و تنقید برداشت کرنی پڑتی ہے اور زرخیز تو بالکل بھی نہیں ہے، ہاں ایسا بندۂ خدا انعامات الٰہیہ کا ضرور حق دار ہوتا ہے اور اسے روحانی تسکین ملتی ہے، دین و ادب کی خدمت بھی ہوتی ہے اور قلمی ذوق بھی پروان چڑھتا ہے۔ یہ کام انتہائی مشکل ہے، اس لیے کم لوگ ہی اس میں دل چسپی لیتے ہیں، محنت طلب بھی ہے اور وقت بھی بہت خرچ ہوتا ہے، اس لیے سستی اور کاہلی کا عادی شخص یہاں ایک پل ٹک نہیں پاتا، اس کام میں بلند ذوق و شوق درکار ہے اس لیے جن کے دلوں میں جذبہ جنوں ہوتا ہے، جو محنت کش ہوتے ہیں، جن کا عزم انتہائی محکم اور امید اعلیٰ ترین ہوتی ہے وہ اس راہ کے راہی بنتے ہیں، بادیہ پیمائی و صحرانوردی میں انہیں مزہ آتا ہے، یہی لوگ فاتح عالم بنتے ہیں۔ انہی باکمال افراد میں ”نگارشاتِ نعیمی“ کے قلم کار **فاضل گرامی مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی** بھی ہیں، جن کا ذوق جنوں

انہیں ہر لمحہ بے چین کیے رہتا ہے، احوالِ زمانہ پر ان کی گرفت مضبوط ہے، جہاں فساد دیکھتے ہیں جذبہ اصلاح انہیں مہمیز کرتا ہے اور وہ قلم اٹھا لیتے ہیں، یہ جذبہ زمانہ طالب علمی سے ان کے اندر موجود ہے۔

موصوف نوجوان عالم دین ہیں، تحقیق کا قابل رشک جذبہ رکھتے ہیں، فقہ وافتا کا بلند ذوق ہے، مصنف، حاشیہ نویس، تخریج نگار اور سنجیدہ لب ولہجے کے خطیب ہیں، کاشی پور اتراکھنڈ کی مشہور مدینہ مسجد میں امام وخطیب ہیں، نوری دارالافتا کے مفتی ہیں۔ فتویٰ نویسی، مضمون نگاری، تصنیف کتب، تحشیہ اور تحقیق ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ ان سے ایک مختصر ملاقات ہوئی ہے، البتہ ٹیلی فونک رابطہ بڑا گہرا ہے اور ان کی کتابیں پڑھی ہیں، جس کی روشنی میں ان کے اخلاق واطوار اور فکر ونظر پر گفتگو کر سکتا ہوں۔ ان کی کتابیں اپنے موضوع، اسلوب نگارش اور مواد کے اعتبار سے بھرپور دعوتِ مطالعہ پیش کرتی ہیں۔ ہندوپاک کے جن چنندہ ارباب قلم نے راقم کو متاثر کیا ہے موصوف ان میں سے ایک ہیں۔ راقم ان کی علمی وتاریخی کتاب ''فتوحات رضویہ'' میں ان کی علمی تحقیق ملاحظہ کر چکا ہے، مزید ان کی کئی کتابیں نگاہوں سے گزر چکی ہیں، ان کا مہتم بالشان تحقیقی کام دو جلدوں میں ''سوانح صدرالافاضل'' کی تصنیف وتدوین ہے جو صدرالافاضل، فخرالاماثل حضرت علامہ مفتی سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کی حیات وافکار وآثار پر اب تک کا سب سے مبسوط اور تحقیقی کام ہے۔

قارئین کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جامعہ اسلامیہ، روناہی [فیض آباد] میں جماعت ثالثہ کے ایک طالب علم محمد ذوالفقار نے ''معراج المومنین'' نامی کتاب لکھی اور مفتی قاضی شہید عالم رضوی نے اس کی تصحیح کی اور تقریظ بھی رقم کی تو علمی دنیا کو حیرت ہوئی کہ بچے چھوٹی چھوٹی تحریروں اور مختصر مضامین سے اپنے قلمی سفر کا آغاز کرتے ہیں اور اس نے تو کتاب ہی لکھ ڈالی اور پھر لکھتا چلا گیا، مضامین بھی لکھے اور کتابیں بھی لکھیں۔ اس بچے نے جامعہ اسلامیہ کے بعد جامعہ نعیمیہ مرادآباد یوپی کے جید اساتذہ سے درس لیا، فراغت بھی حاصل کی اور فتویٰ نویسی بھی سیکھی۔ اس نے جو کچھ سیکھا، پڑھا وہ رائیگاں نہ گیا۔ اپنے علم وادب کا فیضان تقسیم کرنا اپنی زندگی کا مشن بنا چکا ہے۔ درجنوں کتابیں تحریر کر چکا ہے، بالکل ہی تازہ دم ہے۔ مجلاتی صحافت کے میدان میں اترتا ہے تو ''جام شرافت'' سہ ماہی کے روپ میں نکالتا ہے۔ ''فتوحات رضویہ'' میں تو اس نے کمال دکھایا ہی تھا۔ ''فتاویٰ اتراکھنڈ'' کے ذریعے اتراکھنڈ کی ناموری کا سبب بنا۔

فتاویٰ اتراکھنڈ [جلد اول]:

یہ فتاویٰ ان کے دو ڈھائی سال کی فتویٰ نویسی اور تحقیق کا حاصل ہیں جس کا اصلی نام ''الفیوضات النبویۃ فی الفتاویٰ الحنفیۃ'' ہے جو فتاویٰ رضویہ کے اصلی نام سے کافی مشابہت رکھتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے فتاویٰ کے دو مجموعے ''فتاویٰ افریقہ'' اور ''فتاویٰ ممبئ'' سے نام سے چھپ چکے ہیں۔ ''فتاویٰ

اتراکھنڈ“ کا عرفی نام شاید انہی ناموں سے ماخوذ ہے۔

یہ کتاب ۴۰۴؍ صفحات پر مشتمل ہے اور ۲۰۱۳ء میں مجلد اس کی طباعت ہوئی ہے۔ یہ فتاویٰ فقہی انداز میں مرتب ومدون ہیں، یعنی کتاب الایمان والکفر سے باب المیراث تک۔ اخیر کے نو صفحات میں حروف تہجی کی ترتیب کے اعتبار سے ماخذ ومراجع کی فہرست دی گئی ہے جس سے کتاب کی وقعت مزید بڑھ گئی ہے۔ اس کتاب کے تقریظ نگاروں میں مفتی شبیر حسن رضوی، مفتی صالح قادری بریلوی، مفتی سید شاہد علی رضوی، مفتی محمد مکرم نقش بندی، مفتی محمد سلیمان نعیمی، قاضی شہید عالم رضوی، مولانا محمد عاقل رضوی، اور مفتی مطیع الرحمن قادری نظامی جیسی بلند پایہ شخصیات موجود ہیں۔

تقدیم کراچی پاکستان کے عالم و مفتی محمد حسین رضوی نے تحریر کی ہے اور ”فتاویٰ نویسی ایک جائزہ“ کے عنوان سے مفتی محمد کاشف رضوی [بنگلور] کی ایک جامع تحریر شامل ہے۔ قاضی شہید عالم رضوی لکھتے ہیں:

”اس نوعمری میں ہی موصوف نے اس منزل کو پالیا ہے جہاں تک پہنچنے کے لیے کسی ماہر فقیہ کے زیر سایہ ایک طویل مدت تک مشاقی کی ضرورت پڑتی ہے۔ مجموعہ فتاویٰ ایک بیش قیمت علمی خزانہ ہے، سوال فہمی، سوال کے ہر پہلو کا احاطہ، قوت استدلال، استحضار جزئیات ہر پہلو سے موصوف کا مجموعہ فتاوی قابل ستائش ہے۔“

(فتاویٰ اتراکھنڈ، ص:۲۷)

فتاویٰ اتراکھنڈ [جلد دوم]:

یہ کتاب ۴۴۰؍ صفحات میں ۲۰۱۹ء میں شائع ہوئی، ابتدائیہ میں مفتی شبیر حسن رضوی، مفتی محمد سلیمان نعیمی، مفتی اختر حسین علیمی، مفتی مقصود عالم فرحت ضیائی اور مفتی محمد راحت خان قادری کی تقاریظ اور قیمتی آرا شامل ہیں، اس کے بعد ”فقہ وفتاویٰ کی اہمیت وافادیت“ پر مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ کا ایک تفصیلی مقالہ شامل کیا گیا ہے جو دس صفحات میں پھیلا ہوا ہے، یہ بہت تحقیقی اور علمی تحریر ہے جو اپنے موضوع پر لاجواب ہے۔ اور مندرج فتاویٰ کو احکامِ ایمان وکفر، احکامِ نماز، احکامِ جنائز، احکامِ روزہ واعتکاف، احکامِ حج وعمرہ، احکامِ نکاح، طلاق، خلع، مہر، عدت وغیرہ، احکامِ تجارت، احکامِ وقف، مسجد، مدرسہ، قبرستان، احکامِ قربانی، حظر واباحت اور احکامِ وراثت کے خانوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور اخیر میں مآخذ ومراجع کی فہرست دی گئی ہے۔ تقریباً تمام فتاویٰ معتبر کتب اور نقلی وعقلی شواہد سے مزین ہیں جو ایک محقق مفتی کی شان ہوتی ہے۔

ان کی مزید چند کتب کا تعارف ملاحظہ فرمالیں اور اندازہ لگائیں کہ مفتی محمد ذوالفقار نعیمی کس برق رفتاری کے ساتھ اپنا قلمی سفر جاری رکھے ہوئے ہیں۔

احادیث عمامہ پر شبہات کا ازالہ:

کتاب کا اصل نام ”دفع الحمامۃ عن أحادیث العمامۃ“ ہے۔کتاب کے کل صفحات ۹۲؍ ہیں جسے مکتبہ نعیمیہ دہلی نے مارچ ۲۰۰۸ء میں شائع کیا ہے، یہ کتاب در حقیقت مولانا ارشد جمال اشرفی کی کتاب ”عمامہ اور ٹوپی کی شرعی حیثیت“ کا جواب ہے جس میں ثابت کیا گیا تھا کہ عمامہ اور ٹوپی مستوی العمل ہیں اور عمامہ کی فضیلت اور اس کے استحباب پر دلالت کرنے والی تمام احادیث موضوع و باطل اور نا قابل عمل ہیں۔فاضل مصنف نے ان کا تنقیدی محاکمہ کیا ہے۔(۲۰۲۰ء میں اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے۔نعیمی)

اسانید صدر الافاضل:

یہ کتاب دراصل صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کی تصنیف ”ثبت نعیمی“ کی بزبان عربی واردو تحقیق پر مشتمل ہے۔ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے اپنے استاذ گرامی شیخ الکل مولانا محمد گل خاں کابلی جلالی علیہ الرحمہ سے عرب کے جید علما کی اسانید و مرویات کو حاصل کر کے اسے عربی زبان میں ترتیب دے کر ”ثبت نعیمی“ کے نام سے شائع فرمایا تھا اور اپنے مخصوص تلامذہ کو عطا فرمایا تھا۔ یہ مجموعہ اسانید ایک نادر و نایاب خزانہ تھا جس کی بازیافت کا سہرا مفتی محمد ذوالفقار نعیمی کے سر سجتا ہے جنہوں نے کڑی محنتوں کے بعد اسے حاصل کر کے تحقیق و تخریج کے بعد بزبان عربی ایک مقدمہ تحریر کیا اور پھر اس کی افادیت کے پیش نظر اس کا ترجمہ بھی کیا۔اب یہ اسانید ایک جلد میں جمع ہو کر منظر عام پر آئی ہیں۔ شروع کے ۱۱۳؍ صفحات میں عربی اسانید ہیں اور ۱۴۰؍ صفحات میں ان کا اردو ترجمہ ہے۔اس طرح اس کتاب کی ضخامت ۲۵۳؍ ہو جاتی ہے۔

دونوں حصوں میں صاحب اسانید کی مختصر سوانح درج کی گئی ہے۔ اردو اسانید میں حضرت صدر الافاضل سے علامہ طحطاوی و علامہ شرقاوی تک مشائخ کے مختصر احوال بھی اجمالاً بیان ہوئے ہیں۔کتب حدیث، فقہ، اصول، تفاسیر، سیرت و شمائل، کتب بلاغت، تصوف، نحو و لغات، اذکار، مسلسلات اور خلافت واجازت کی اسانید کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بلند قامت ذات واقعی صدر الافاضل اور فخر الاماثل ہے۔

(۲۰۱۳ء میں عربی واردو دونوں کو الگ کتابی شکل میں شائع کیا جا چکا ہے۔نعیمی)

فاتحہ کا شرعی ثبوت:

حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کے مرشد و استاذ شیخ الکل مولانا محمد گل خان کابلی علیہ الرحمہ نے ”دعاے برکت بر طعام ضیافت“، ”دعاے اموات بوقت جمعرات“ کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی تھی، جو پہلی بار ۱۸۹۸ء مطبع گلزار ابراہیم، مرادآباد سے طبع ہوئی۔بعد میں اس کے کئی ایڈیشن نکلے جس سے اس کتاب کی عوامی مقبولیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ لاجواب کتاب مخالفین واعدا کی آنکھوں کا شہتیر بن کر انہیں غیض و غضب

پر آمادہ کر رہی تھی تو منشی شمس الدین مرادآبادی نے اپنی دانست میں اس کا ایک جواب لکھ مارا جو ''اتباع سنة خیر الامة، افاضة الخیرات فی کل احیان و اوقات '' کے نام سے مطبع شمس المطابع، مرادآباد سے چھپ کر منظرعام پر آیا۔ یہ کتاب کیا تھی افتراپردازیوں اور بے بنیاد الزاموں کا ایک پلندہ تھی جو ''مگرمچھ ''کی مانند کڑی دھوپ میں تنہا آنسو بہا رہی تھی ۔ منشی جی کے زعم میں یہ کتاب جواب لاجواب تھی مگر اس کی اصل سچائی کیا ہے ، کتاب ''فیضان رحمت بعد از دعا و برکت ''میں دیکھا جاسکتا ہے ۔ صدرالافاضل علیہ الرحمہ نے ان کی آنسو بہاتی آنکھوں میں ایسا تیر چبھویا کہ اس کے آنسو ہی خشک ہوگئے ۔ مفتی محمد ذوالفقار نعیمی نے اس تاریخی کتاب پر حاشیہ تحریر فرمایا، تخریج بھی کی اور ایک مقدمہ بھی زیب قرطاس کیا ہے جو کتاب اور صاحب کتاب کو سمجھنے میں کافی معاون ہے ۔ پوری کتاب ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ہے ۔ پہلا ایڈیشن ۱۹۰۲ء میں چھپا تھا، جدید ایڈیشن ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا ہے ۔ دوسرا جدید ایڈیشن ۲۰۲۰ء میں جامعہ نعیمیہ کے طلبہ تخصص و فضیلت کی طرف سے شائع ہوا۔ اس ایڈیشن میں حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری علیہ الرحمة کا ایک مبسوط و مفصل مضمون بشکل تقریظ شامل ہے ۔

حق کی پہچان:

یہ حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ کا ایک جامع مقالہ ہے جو مفتی محمد ذوالفقار نعیمی کی تقدیم و تخریج کے ساتھ شائع ہوا ہے ۔ ابتدائیہ میں ہے :

'' اس کتاب میں سیدی صدالافاضل نے قرآن واحادیث اور دیگر دلائل شرعیہ و عقلیہ کی روشنی میں مذہب اہل سنت اور دیگر فرقہاے باطلہ ناریہ کے مابین خط امتیاز کھینچتے ہوئے مذہب اہل سنت کی حقانیت کو ثابت فرمایا ہے ۔ .... اس کتاب کے معتبر ہونے کے لیے کسی شہادت کی ضرورت نہیں ہے بس اتنا کافی ہے کہ یہ حضور صدرالافاضل کی تصنیف ہے اور آپ کی ذات گرامی علمی حلقے میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ۔ آپ اپنے ہم عصر علما میں نمایاں حیثیت کے حامل تھے ۔''

یہ کتاب ۳۲؍ صفحات میں مکتبہ نعیمیہ نے ۲۰۱۳ء میں شائع کی ہے ، کتاب کی وقعت کے پیش نظر اسے بار بار چھپنا چاہیے ۔

انبیاے کرام گناہ سے پاک ہیں:

یہ دراصل مجدد اعظم ، فقیہ اسلام ، امام احمد رضا قادری قدس سرہ کا ایک نایاب فتویٰ ہے جو ماہ صفر ۱۳۲۳ھ میں ہندستان کے معروف جریدہ ''تحفہ حنفیہ ''پٹنہ میں طبع ہوا تھا۔ یہ فتویٰ فتاویٰ رضویہ کی کسی جلد میں شامل نہیں تھا، فاضل مرتب مفتی محمد ذوالفقار نعیمی کو اس فتوے کا سراغ محترم محمد ثاقب رضا قادری اور محمد ابرار عطاری

پاکستان سے ملا۔ موصوف نے اس کی ترتیب، تخریج اور تقدیم وتحشیہ کا کام کیا ہے۔ یہ نایاب فتویٰ پہلی بار کتابی شکل میں ”ادارہ تحفظ عقائد اہل سنت پاکستان“ سے دسمبر ۲۰۱۳ء میں طبع ہوا اور پھر جون ۲۰۱۳ء میں نوری مشن مالیگاؤں سے اس کی اشاعت ہوئی۔

رکعات نماز کا ثبوت:

یہ درحقیقت نماز کا ایک اہم باب ہے، جس پر کوئی تفصیلی کتاب اب تک راقم کی نگاہ سے نہیں گزری تھی، ایک عزیز کی نظر التفات سے یہ موضوع فاضل مصنف کے ہاتھ آیا اور انہوں نے ۱۲۰؍ صفحات کو محیط ایک مفصل ومحقق کتاب ہی لکھ ڈالی، جس میں فقہ حنفی کے مطابق ادا کی جانے والی نمازوں کی جملہ رکعات کی مستند احادیث سے تائید وتوثیق ہے اور فقہ حنفی کی روشنی میں ان کا بھرپور ثبوت۔ احادیث نبویہ کی روشنی میں فرض نمازوں کا اجمالی بیان بھی ہے اور فرض نمازوں کی رکعتوں کا ثبوت بھی۔ نوری دالافتاء، مدینہ مسجد، محلہ علی خاں، کاشی پور، اتراکھنڈ سے یہ کتاب ۲۰۱۳ء میں شائع ہوئی ہے۔

ماہ نامہ تحفہ حنفیہ، پٹنہ: [تعارف واشاریہ]

۴۲۴ ؍ صفحات کی ایک تاریخی وتحقیقی کتاب ہے جو ۲۰۱۹ء میں طبع ہوئی ہے۔ اس میں مذہبی مجلاتی صحافت کی یادگار ”ماہ نامہ تحفہ حنفیہ“ کا تاریخی تعارف، مضامین ومندرجات کا اشاریہ اور مدیران کے احوال وکوائف کو بیان گیا ہے۔ یہ جریدہ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ میں پٹنہ سے حضرت مولانا مفتی قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی کے زیر ادارت جاری ہوا اور ۱۳۲۷ھ تک جاری رہا۔ ابتدا میں قاضی عبدالوحید فردوسی، اس کے بعد مولانا حکیم یوسف حسن حنفی عظیم آبادی، پھر مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی اس کے مدیر رہے اور شہر بریلی سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری اور بدایوں سے حضرت تاج الفحول ودیگر علما ومشائخ اس کی سرپرستی فرماتے تھے، وقت کے جید علما وارباب ادب اس کے مضمون نگاروں اور خریداروں میں شامل تھے۔

حجاز مقدس پر نجدی تسلط: اسباب ونتائج:

یہ تحقیقی کتاب سرزمین حجاز پر آل نجد کے ظالمانہ قبضہ اور حرمین شریفین میں سعودی مظالم کی روح فرسا اور انسانیت سوز داستان، نیز تحریک التوائے حج کی مکمل تاریخ کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ کتاب اول بار رضا اکیڈمی، ممبئی سے ۶۲۴؍ صفحات میں نومبر ۲۰۱۸ء میں شائع ہوئی، پھر معتد بہ اضافے کے ساتھ ۶۶۰؍ صفحات میں یکم مئی ۲۰۲۰ء کو ادارہ تحفظ عقائد اہل سنت [پاکستان] سے شائع ہوئی۔ انیس ابواب (۱۹) میں منقسم یہ علمی وتحقیقی کتاب ایک مکمل تاریخی دستاویز ہے جو محض چند کتابوں سے اخذ واستفادہ کرکے نہیں لکھی جا سکتی۔ جب تک کہ اس عہد کے تاریخی حقائق اور چشم دید روداد پر مشتمل رسائل وجرائد اور اخباروں کی بوسیدہ فائلوں کو نہ تلاش کیا

جائے اور نجد وحجاز کی تاریخ پر لکھی گئی درجنوں کتابوں کا بہ نظر عمیق مطالعہ نہ کیا جائے۔ مفتی محمد ذوالفقار نعیمی نے تیشہ فرہاد چلایا ہے اور پتّہ پانی کیا ہے جب جا کر ایسی کتاب پیش کر سکے ہیں۔ مآخذ ومراجع کی فہرست میں دیگر کتب کے ساتھ ماہ نامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ)، ماہ نامہ السواد الاعظم (مرادآباد)، یادر گارِ رضا (بریلی)، ماہ نامہ اشرفی (کچھوچھہ)، ہفتہ وار اخبار الفقیہ (امرتسر)، دبدبہ سکندری (رام پور)، ہفتہ وار اخبار اہل حدیث (امرتسر)، روزنامہ زمیندار (لاہور) اور روزنامہ خلافت جیسے اخبار ومجلات شامل ہیں۔ یہ کتاب ایک تاریخ مرقع ہے جو ابن سعود کے ذریعہ حرمین شریفین کی بے حرمتی اور اسلامی آثار کے انہدام اور جگر خراش حادثات وواقعات کی حقیقی داستان بیاں کرتی ہے۔ یہ ایک آئینہ ہے جس میں آل نجد کی ہر پُر تشدد پالیسی اور کارروائی صاف نظر آتی ہے۔

مقالات صدرالافاضل:

ممتاز سیاسی مدبر، مذہبی مفکر، زمانہ شناس عالم ومفتی، بے مثال خطیب، ماہر استاذ، باکمال منتظم اور نابغہ عصر قائد، صدرالافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ تحریر وقلم کے بادشاہ تھے اور کتب ورسائل کی تصنیف وتالیف کے ساتھ وقتاً فوقتاً سماجی، سیاسی، مذہبی، اصلاحی مضامین بھی قلم بند کرتے تھے۔ امت مسلمہ کے مسائل پر کھل کر اپنی رائے رکھتے تھے اور اخباروں اور رسالوں میں انھیں نمایاں جگہ دی جاتی تھی۔ اسلوب پختہ، زبان انتہائی علمی اور سہل اور انداز بیان میں اثر انگیزی کا عنصر تھا۔ یہ مضامین ومقالات ملک وبیرون ملک کے مختلف رسائل واخبار کی بوسیدہ فائلوں میں تھے، جس کی تدوین وتحقیق مفتی محمد ذوالفقار نعیمی نے کی ہے۔ یہ کتاب ۶۳/ مضامین کا مجموعہ ہے اور ۶۰۸/ صفحات میں جامعہ نعیمیہ، مرادآباد کے درجہ فضیلت [۲۰۱۸ء] کے فارغین نے شائع کرایا ہے۔ پڑوسی ملک سے بھی اس کتاب کی اشاعت ہو چکی ہے۔

مکاتیب صدرالافاضل:

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ مکاتیبِ صدرالافاضل بنام مشاہیر علما ومشائخ اور دوسرا حصہ مکاتیبِ مشاہیر بنام صدرالافاضل۔ اس کتاب میں مجموعی طور پر حضرت صدرالافاضل کے ۶۳/ خطوط اور مشاہیر علما کے ۵۳/ مکاتیب شامل ہیں۔ اخیر میں کچھ دعوت ناموں اور مراسلات ومخطوطات کو جگہ دی گئی ہے۔ یہ مکاتیب علمی، فکری، سیاسی، تاریخی، مذہبی، معاشرتی وتمدنی موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں اور مکتوب نگاروں کے علمی وفکری احوال وآثار کی نقاب کشائی کرتے ہیں۔ یہ مجموعہ نوری دارالافتاء، کاشی پور، اتراکھنڈ سے مئی ۲۰۱۷ء میں شائع ہوا ہے، کل صفحات ۲۴۸/ ہیں۔ فاضل مرتب کی جد وجہد لائق ستائش ہے۔

مقدمہ بدایوں وبریلی، تاریخی حقائق:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ نے تقریباً ۱۳۳۲ھ میں مسئلہ اذانِ ثانی پر معتبر دلائل اور علمی

وفقہی شواہد کی روشنی میں ایک فتویٰ تحریر فرمایا کہ جمعہ کی اذانِ ثانی [اذانِ خطبہ] خارجِ مسجد ہونی چاہیے۔ معاصرین علما و محققین نے اس تحقیقی فتویٰ کو قبول کیا اور اس سنت کے مطابق عمل شروع ہوا، خانقاہ برکاتیہ کے مشائخ نے اس فتویٰ کی تائید کی اور اپنی مسجد میں اذانِ ثانی مسجد سے باہر شروع کرادی۔ بدایوں اور رام پور کے چند علما اس فروعی مسئلے میں الگ موقف رکھتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ جمعہ کی اذانِ ثانی داخلِ مسجد، منبر کے پاس ہونی چاہیے۔ بدایونی علما کی جانب سے اس فتویٰ کے رد میں کچھ تحریریں شائع ہوئیں جن میں علمائے بریلی پر نازیبا حملے بھی شامل تھے، ان تحریروں اور افترا پردازیوں کے جواب میں حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے "سد الفرار علی الصید الفرار" لکھی۔ اخبار ذوالقرنین [بدایوں] نے اس پر انتہائی تلخ تنقیدی تبصرہ شائع کیا، جس پر اخبار دبدبۂ سکندری نے سخت محاسبہ کیا اور اپنا اعتراض چھاپا اور اخباروں کو علما و مفتیانِ کرام کے اختلافی بحثوں میں نہ الجھنے کا مشورہ دیا۔ کیوں کہ ان کا کام محاکمہ یا فیصلہ کرنا نہیں ہے، انہیں فقط رپورٹنگ کرنی چاہیے۔

مسئلۂ اذانِ ثانی پر فریقین نے خوب تحریری بحثیں کیں لیکن اسی دوران بدایوں کے ایک غیر معروف شخص نے امام احمد رضا قادری، مولانا حامد رضا قادری اور مفتی امجد علی اعظمی علیہم الرحمہ کے خلاف بدایوں کی عدالت میں "ہتک عزت عرفی" کا مقدمہ دائر کر دیا اور اہل بدایوں نے پوری کوشش کر ڈالی کہ اعلیٰ حضرت کو کچہری میں حاضر کرایا جائے لیکن وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہوئے، مقدمہ چلا اور تقریباً ایک ڈیڑھ سال میں اعلیٰ حضرت کی فتح پر ختم ہو گیا۔

اس مقدمے کی تفصیلی روداد اس دور کے اخباروں اور رسالوں میں شائع ہوئی، ان میں دبدبہ سکندری [رام پور] اور اخبار ذوالقرنین [بدایوں] نمایاں تھے۔ اور کچھ حقائق چند کتب و رسائل میں مخزون تھے۔ وہ اہل سنت کی ایک تلخ تاریخ ہے جسے چھیڑنا قطعی مناسب نہیں تھا۔ لیکن مقدمہ بدایوں پر جب عصر جدید کے کچھ فرضی اور نام نہاد محققین نے تاریخ سازی اور حقیقت سوزی شروع کر دی اور امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کا سلسلہ شروع ہوا، تو سچی تاریخ سے پردہ اٹھانا ضروری ہو گیا۔ یہ تاریخ دستاویز اسی لیے تلاش کی گئی اور مستند و معتبر حوالوں سے حقائق انصاف پسندوں کے روبرو لائے گئے تاکہ کردار کشی کرنے والوں کو آئینہ دکھایا جائے اور ان کی فرضی تحقیق کو حواس باختہ کر دیا جائے۔ مفتی محمد ذوالفقار نعیمی نے ایک محقق کا کردار نبھایا ہے۔ ان اخباروں کی بوسیدہ فائلوں کی تلاش اور معتد بہ مواد کی چھان پھٹک اور انتہائی سلیقہ مندی سے اس کی ترتیب کوئی آسان کام ہرگز نہیں تھا۔ ہاں جو جنون شوق رکھتے ہیں اور کوہ کنی کے رسیا ہوتے ہیں وہ ہر مشکل کام کو آسان بنا ڈالتے ہیں۔ ذرا نگاہِ انصاف ڈالیں اور حقیقتوں کے اجالے میں مقدمۂ بدایوں و بریلی کا جائزہ لیں اور خود فیصلہ

کریں، تب اندازہ ہوگا کہ اس کتاب کی تدوین و تحقیق کتنی ضروری تھی اور فاضل محقق نے کس قدر معروضی انداز میں یہ سچائیاں بیان کی ہیں۔ یہ کتاب ۱۶۰/صفحات میں المختار پبلی کیشنز، مالیگاؤں نے ستمبر ۲۰۲۳ء میں شائع کیا ہے۔

نگارشات نعیمی:

کتابوں کی تصنیف و تحقیق اور فتویٰ نویسی کے ساتھ وقتاً فوقتاً مفتی محمد ذوالفقار نعیمی نے بیش قیمت مضامین و مقالات بھی تحریر کیے ہیں جو ملک و بیرون ملک کے رسائل و مجلات میں شائع ہوئے، ان میں سال نامہ یاد گار رضا، ممبئی، ماہ نامہ جام نور، دہلی، ماہ نامہ اعلیٰ حضرت، بریلی شریف، افق، کراچی، ماہ نامہ نور الحبیب، پاکستان، دوماہی الرضا، پٹنہ اور سہ ماہی سواد اعظم، دہلی قابل ذکر ہیں۔ یہ مضامین تحقیق و ادب کے عصری معیار اور تاریخ شناسی کے اصول سے ہم آہنگ ہیں، یہ مضامین تاریخی و سوانحی، فقہی و اصلاحی، علمی و ادبی، تنقیدی و تبصراتی قسم کے ہیں۔ کچھ بلند پایہ علما و مشائخ پر خاکہ نما مضامین بھی ہیں، بالکل ہی تازی ترین مواد پر مشتمل کچھ مضامین ایسے ہیں جن کی دریافت کا سہرا فاضل مضمون نگار کے سر سجتا ہے، یہ رنگ: ''حضور حجۃ الاسلام کی علالت و وصال پر چند تاریخی حوالے''، ''رسالہ السواد الاعظم: ایک جائزہ''، ''عرس اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل'' وغیرہ مقالات میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ ''کار پاکاں را قیاس خود مگیر'' ایک اہم موضوع پر تحریر کیا گیا ہے جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، یہ ایک تنقیدی و تحقیقی مقالہ ہے اور شطحیات صوفیہ کے مندرجات سے بحث کرتا ہے، یعنی صوفیاے کرام سے عالم سکر میں جو بظاہر خلاف شرع امور سرزد ہوتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے؟ ان کا محل کیا ہے؟ اس کے مطالعے سے مقالہ نگار کی اخاذ ذہنیت، وسعت مطالعہ، فکری تعمق اور تحقیقی مزاج کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ ''عصر حاضر میں امامت: ایک جائزہ'' اور ''علماے کرام اور موجودہ سیاسی تقاضے'' موصوف کی عصری آگہی اور دینی دردمندی کی عکاسی کرتے ہیں۔

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے حوالے سے کئی مضامین شامل ہیں۔ مثلاً ''شدھی تحریک کے سد باب میں صدر الافاضل کا قائدانہ کردار''، ''صدر الافاضل اور پنڈت شردھانند'' اور ''حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ اور زیارت حرمین شریفین''۔ فاضل مقالہ نگار جامعہ نعیمیہ سے فارغ ہیں، یہ ادارہ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی یاد گار ہے، اس لیے بانی ادارہ سے ان کی قلبی وابستگی اوروں سے زیادہ ہے اور ''نعیمیات'' ان کا خاص موضوع ہے، جس کا ثبوت یہ مضامین ہیں۔ ان مقالات میں جہاں حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ سے ان کی عقیدت، مادر علمی سے ان کی محبت اور سنیت کی راہ میں مجاہدانہ کردار ادا کرنے والی انقلاب آفرین تاریخی شخصیات سے گہری وابستگی کا عکس جھلکتا ہے، وہیں ان کا تاریخی حوالوں کو دنیا کے روبرو پیش کرنے کا جذبہ

دروں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی سرپرستی اور مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ کی ادارت میں مراد آباد سے شائع ہونے والا جریدہ ''السواد الاعظم'' مذہبی سنی صحافت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور ہندوستانی مذہبی صحافت کی کوئی تاریخ اس کے ذکر کے بغیر ادھوری مانی جائے گی، ایک مضمون ''رسالہ السواد الاعظم: ایک جائزہ'' اسی کے تعارف پر مشتمل ہے، جس میں تاریخی مواد بھی ہے اور تجزیاتی بحثیں بھی، یہ مضمون بڑی محنت سے لکھا گیا ہے، دیگر مضامین بھی قابل مطالعہ ہیں۔

مقالہ نگار کا انداز تحریر معروضی و استدلالی ہے، مواد میں تحقیق و تنقید صالح کا رنگ جھلکتا ہے، بلا وجہ کا الجھاو اور ژولیدگی بالکل بھی نہیں ہے، زبان بھی صاف ستھری ہے، البتہ کہیں کہیں اسلوب ذرا تیکھا ہو گیا ہے جو شاید موضوع کی دین ہے، لیکن انہوں نے تنقید میں بھی اصلاح کے پہلو کو نظر انداز نہیں کیا ہے جو بہت بڑی خوبی ہے، امید ہے کہ یہ مضامین باذوق قارئین کو پسند آئیں گے، اللہ مزید علمی و قلمی ترقیاں عطا فرمائے، آمین۔

توفیق احسن برکاتی

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

۲/ رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۵/ جنوری ۲۰۲۴ء



عبادات

اہمیت نماز

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آج ہمارا معاشرہ برائیوں اور بے حیائیوں کی آماجگاہ بن چکا ہے۔کذب، افترا،فریب، دھوکہ، غیبت، عیب جوئی، ریاکاری، لہوولعب، لعن طعن، سب وشتم، بغض وحسد، تضییع اوقات، جیسی تمام خرابیاں معاشرے میں پائی جارہی ہیں، جس کی وجہ سے زندگی کا لمحہ لمحہ اضطراب مسلسل کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے، ایسے عالم میں اگر کوئی شی سبب تسکین ہے تو وہ نماز ہے۔

اہمیت نماز:۔

ایمان وتصحیح عقائد کے بعد تمام فرائض میں نماز ہی سب سے اہم وافضل ومفید ہے۔یوں تو خدائے قدوس نے قرآن مقدس میں بے شمار احکامات کا ذکر فرمایا ہے مگر جتنی کثرت اور اہتمام وتاکید کے ساتھ نماز کا ذکر فرمایا کسی اور کا نہیں۔ارشاد ہوتا ہے:

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ۔

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔"

[القرآن الکریم: پارہ،۱۔ سورہ بقرہ آیت ۴۳۔ ترجمہ کنزالایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ۔

نگہبانی کرو سب نمازوں اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔"

[مرجع سابق۔پارہ۲ آیت ۲۳۸]

خدائے قدوس نے بے شمار احکام کا بندوں کو مکلف بنایا مگر کہیں بھی حافظوا، کا لفظ بیان نہیں فرمایا لیکن تمام نمازوں خاص کر نماز عصر کی محافظت کا حکم دے کر یہ بتادیا کہ اس کے نزدیک نماز نہایت ہی اہم ہے۔

اور ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔"[مرجع سابق: آیت ۱۵۳]

اس آیت کریمہ سے بھی نماز کی اہمیت خاص طور سے نمایاں ہے کیوں کہ اسلام نے مختلف مواقع پر نماز کی تعلیم دی ہے۔سورج گہن لگ جائے تو نماز کسوف پڑھو، چاند گہن ہو نماز خسوف پڑھو، بارش نہ ہو تو نماز استسقا پڑھو، کوئی دینی ودنیاوی حاجت درپیش ہو تو نماز حاجت پڑھو، غرض کہ نماز سے مدد چاہو۔

سوال یہ پیدا ہوا کہ ان مذکورہ امور کو نماز کی مدد کے ساتھ ہی کیوں خاص کیا حج، روزہ، زکوۃ وغیرہ فرائض

کے ساتھ کیوں نہیں خاص کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کے علاوہ تمام عبادات میں مدد کی صلاحیت کم ہے۔ اولاً اس لیے کہ ساری عبادتیں صرف فرش پر ہوتی ہیں مگر نماز وہ عبادت ہے جو فرش و عرش ہر جگہ ہوتی ہے، کیوں کہ اجزاے نماز یعنی رکوع و سجود وغیرہ حاملین عرش کے فرشتوں سے لے کر پہلے آسمان کے فرشتوں تک مقرر کر دیے گئے ہیں، فرشتوں کی کوئی جماعت رکوع میں ہے کوئی سجدہ میں گویا اس کے کل اجزا آسمانی ہیں جن کی ہم ترتیب کر لیتے ہیں۔ نیز دنیا بننے سے لاکھوں سال پہلے نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہ، نور برابر عبادت میں مشغول رہا کون سی عبادت تھی؟ وہ نماز ہی تھی۔

ثانیاً اس لیے کہ نماز عبادات قلبی و بدنی دونوں قسموں کو جامع ہے اس میں طہارت ہے، ستر عورت ہے، صرف مال ہے، توجہ قلب ہے، عبادت کے لیے محبوس ہونا، اعضا و جوارح کے ذریعہ خشوع کا اظہار ہے، دل کی نیت کو خالص رکھنا، شیطان سے مجاہدہ ہے، حق تعالیٰ سے شرف مناجات کا حصول ہے، قراءت قرآن ہے، شہادتین کی ادائیگی ہے۔" [تفسیر بیضاوی پہلا پارہ، صفحہ ۱۷]

معلوم ہوا کہ جو خوبیاں نماز کے اندر پنہاں ہیں کسی اور عبادت میں یہ خوبیاں موجود نہیں، اسی لیے نماز سے مدد طلب کرنے کا حکم دیا گیا۔ قرآن مقدس میں نماز کا اس درجہ اہتمام یہ بتاتا ہے کہ نماز کا حکم احکام میں سب سے زیادہ مؤکد ہے۔ یوں تو بے شمار آیات مقدسہ اہمیت نماز کے تعلق سے قرآن میں موجود ہیں مگر انہیں دو چند آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اور اب نماز کی اہمیت سے متعلق چند احادیث بیان کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

"عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها"

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنھما اپنے والد، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو مار کر نماز پڑھواؤ۔"

[سنن ابوداؤد: کتاب الصلاۃ۔ ج ا ص ۱۳۳۔ رقم الحدیث ۴۹۵]

نابالغ بچے احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں۔ قرآن و حدیث میں کہیں بھی یہ نہیں آیا کہ بچے اگر مال دار ہوں تو حج ادا کریں یا زکاۃ دیں اگر صاحب استطاعت و مالک نصاب ہونے کے باوجود وہ حج یا زکاۃ ادا نہ کریں تو مار کر ان سے حج کرواؤ یا زکوۃ دلواؤ یا روزہ رکھواؤ۔

صرف نماز کے بارے میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان، کہ جب بچے دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر مار کر نماز پڑھواؤ۔ یہ نماز کی اہمیت ثابت کرتا ہے، سواے نماز کے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے کسی بھی فرض کے ترک کرنے پر بچوں کو مارنے کا حکم نہیں دیا۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان بھی اہمیت نماز کی غمازی کر رہا ہے۔

آپ نے اپنے والیوں کے پاس فرمان بھیجا کہ تمہارے سب کاموں سے اہم میرے نزدیک نماز ہے جس نے اس کی حفاظت اور اس پر محافظت کی اس نے اپنا دین محفوظ رکھا اور جس نے اسے ضائع کیا وہ اوروں کو بدرجہ اولیٰ ضائع کرے گا۔" بہار شریعت جلد اول حصہ سوم، ص۷]

اس بات سے بھی نماز کی اہمیت خاص طور سے نمایاں ہے کہ اللہ عزوجل نے سب احکام اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین پر بھیجے مگر جب نماز فرض کرنی منظور ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس عرش اعظم پر بلا کر اسے فرض کیا شب اسریٰ میں اس عظیم تحفہ سے آپ کو نوازا۔" [مرجع سابق]

یہ نماز کی اہمیت کا ذکر تھا اب نماز کی افضلیت کے تعلق سے مختصر بیان قلم بند کیا جاتا ہے۔

افضلیت نماز:۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"جعلت قرۃ عینی فی الصلاۃ"

یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔" [معجم کبیر للطبرانی: ج۲۰ ص۴۲۰۔ رقم الحدیث ۱۰۱۰]

نماز کی تخصیص اس نظریے سے ہے کہ نماز جمیع عبادات کو مشتمل اور سب سے اعلیٰ و افضل ہے۔

اس حدیث پاک سے نماز کی افضلیت بایں طور ثابت ہوتی ہے کہ کسی شخص کے چند لڑکے ہوں اور وہ کسی ایک کو خاص کر کہ دے کہ یہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو اس کے یہ کہ دینے سے اس کے اس لڑکے کی افضلیت اس کی نظر میں دوسرے تمام لڑکوں پر ثابت ہوتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سرکار پہ جو احکام فرض کیے گئے تمام یکساں ہیں مگر سرکار نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک فرما کر دیگر تمام عبادات سے خاص کر لیا اور بتا دیا کہ میرے نزدیک نماز تمام عبادات میں افضل ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"إن اللہ عزوجل لا یفترض شیئاً أفضل من التوحید والصلاۃ ولو کان شیء أفضل منہ لافترضہ علی ملائکتہ منھم راکع وساجد۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے توحید و نماز سے افضل کوئی چیز فرض نہیں فرمائی۔ اگر اس سے افضل کوئی چیز ہوتی تو وہ ضرور فرشتوں پر فرض کرتا کہ ان میں کوئی رکوع کی حالت میں ہے کوئی سجدے کی حالت میں۔"

[الفردوس بماثور الخطاب للدیلمی: ج۱ ص۱۶۵۔ رقم الحدیث ۶۰۸]

مذکورہ بالا احادیث سے پتہ چلا کہ تمام فرائض میں افضل نماز ہے۔

نماز کی افادیت:۔

جو شخص اچھی طرح نماز ادا کرے گا اللہ پاک اس کو بہشت بریں میں انعامات واکرامات سے نوازے گا۔ اللہ پاک خود قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

”وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔

اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

[القرآن الکریم: پارہ ۱۸۔ سورہ مومنون۔ آیت ۹، ۱۰، ۱۱۔ ترجمہ کنزالایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”أرأیتم لو أن نهرا بباب أحدكم یغتسل فیه كل یوم خمسا، ما تقول: ذلك یبقی من درنه، قالوا: لا یبقی من درنه شیئا، قال: فذلك مثل الصلوات الخمس، یمحو الله به الخطایا۔

یعنی بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو اور وہ روزانہ اس نہر میں پانچ مرتبہ غسل کرے کیا اس میں کچھ میل رہے گا؟ عرض کیا نہیں فرمایا یہ مثال ان پانچوں نمازوں کی ہے کہ ان کے سبب اللہ پاک نمازی کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔“

[صحیح بخاری: ج ۱ ص ۱۱۲۔ باب الصلوات الخمس کفارۃ۔ رقم الحدیث ۵۲۸]

اس حدیث پاک میں گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں۔ کبیرہ گناہ اور حقوق العباد اس سے علاحدہ ہیں کہ وہ نماز سے معاف نہیں ہوتے۔

خیال رہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پنجگانہ کو نہر سے تشبیہ دی نہ کہ کنوئیں سے اس تشبیہ کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ کنویں میں اگر داخل ہوا تو اکثر اس کا پانی نہانے کے لائق نہیں رہتا، کیوں کہ وہ پانی جاری نہیں۔ اور نہر کا پانی جاری ہے، ہر ایک کو ہر طرح پاک کر دیتا ہے۔ یوں ہی نماز ہر طرح پاک کر دیتی ہے کیسا ہی گندہ ہو۔

دوسرے یہ کہ کنویں کا پانی تکلف سے حاصل ہوتا ہے رسی ڈول کی ضرورت پڑتی ہے، کمزور آدمی پانی کھینچ نہیں سکتا، مگر نہر کا پانی بے تکلف حاصل ہوتا ہے، ایسے ہی نماز بے تکلف ادا ہو جاتی ہے جس میں کچھ نہیں کرنا پڑتا اور جب دروازے پر نہر ہو تو غسل کے لیے دور بھی نہیں جانا پڑتا۔“ [مرآۃ المناجیح، جلد اول، ص ۳۶۱]

خیال رہے گناہ دل کا میل ہے اور نماز دل کے میل کے لیے پانی ہے۔

حاصل کلام نماز کے فوائد بے شمار ہیں اگر آدمی عمر بھر لکھے تمام نہ کر سکے۔ لہٰذا اسی پر اکتفا کر کے آخر میں تارک نماز کے سلسلے میں قرآن واحادیث میں بیان کردہ چند وعیدیں قلم بند کیے دیتے ہیں۔

تارک نماز کے لیے وعیدیں:۔

اللہ پاک قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

''فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ۔

تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔''

[القرآن الکریم: پارہ ۳۰۔ سورہ ماعون۔ آیت ۴،۵۔ ترجمہ کنزالایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

نماز میں سستی اور کاہلی کرنے والوں کا یہ حال ہے تو نماز چھوڑنے والوں کا کیا حال ہوگا۔ ان کے حال کا بیان بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ۔

تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے۔''

[مرجع سابق: سورہ مدثر پارہ ۳۰۔ آیت ۴۲،۴۳]

اور فرماتا ہے:

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْکَعُوْا لَا یَرْکَعُوْنَ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ۔

اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔''

[مرجع سابق: پارہ ۲۹، سورہ مرسلات۔ آیت ۴۸،۴۹]

احادیث نبویہ میں بے نمازی سے متعلق بہت سی وعیدوں کا ذکر ہے ہم یہاں دو چند بیان کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی فرماتے ہیں:

أوصاني خليلي صلى الله عليه وسلم أن لا تشرك بالله شيئا، وإن قطعت وحرقت، ولا تترك صلاة مكتوبة متعمدا، فمن تركها متعمدا، فقد برئت منه الذمة۔

یعنی مجھے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت کی کہ تو کسی کو خدا کا شریک نہ کر اگرچہ تیرے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں۔ اور ایک بھی فرض نماز مت چھوڑ کہ جو شخص عمداً نماز چھوڑے اس کی بخشش خدا کے ذمے نہیں۔'' [سنن ابن ماجہ: ج۲ ص۱۳۳۹۔ رقم الحدیث ۴۰۳۴۔ باب الصبر علی البلاء]

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی:

"یا رسول اللہ أی شیء أحب عند اللہ فی الإسلام؟ قال: الصلاۃ لوقتھا، ومن ترک الصلاۃ فلا دین له، والصلاۃ عماد الدین۔

یعنی اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم !اسلام میں ایسی کون سی چیز ہے جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے ؟تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کو وقت پر ادا کرنا۔اور جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس کا کوئی دین نہیں اور نماز دین کا ستون ہے۔"

[شعب الایمان للبیہقی: ج۴ص۳۰۰۔رقم الحدیث۲۵۵۰]

عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے سوائے نماز کے۔ بہت سی ایسی حدیثیں آئی ہیں جن کا ظاہر یہ ہے کہ قصداً نماز کا ترک کفر ہے۔اور بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت فاروق اعظم ،عبداللہ بن عوف اور عبداللہ بن مسعود وغیرہم رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین کا یہی مذہب تھا، بعض ائمہ مثلاً امام احمد بن حنبل ،راہویہ وعبداللہ بن مبارک وامام نخعی علیھم الرحمہ کا بھی یہی مذہب تھا۔اگرچہ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ودیگرائمہ کرام نیز بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا مذہب عدم تکفیر ہے۔ پھر بھی یہ کیا تھوڑی بات ہے کہ جلیل القدر حضرات کے یہاں ایسا شخص کافر ہے۔"[بہار شریعت جلد اول حصہ سوم ص۹]

در مختار میں ہے کہ ائمہ ثلاثہ حضرت امام مالک،امام شافعی،امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک سلطان اسلام کو اس کے قتل کا حکم ہے۔"[جلد اول ص۳۲۶]

بے نمازی کے تعلق سے بے شمار وعیدیں آئی ہیں مگر افسوس لوگ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں۔ جو شخص نماز کی حقیقت سے واقف ہے بخوبی جانتا ہے کہ دنیا ومتاع دنیا ایک رکعت کی قیمت نہیں ہو سکتی ہیں اور روز محشر اگر خون کا دریا آنکھوں سے بہایا جائے تب بھی ایک رکوع اور سجدہ کی اجازت نہیں ہوگی۔ جو تاکید نماز کی وارد ہے کسی اور کام کی نہیں اور جس قدر مذمت نماز چھوڑنے والے کی شریعت مطہرہ میں ثابت ہے کسی گنہگار کی نہیں۔

اے مسلمانو!نماز تمہارے کام اور تمہارے دین میں مفید ہے۔ جو شخص ایسے عمدہ کام میں سستی اور کاہلی کرے اس سے زیادہ بے وقوف ونادان کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا نماز کی پابندی کرو،اپنے رب کی رضا وخوشنودی میں لگ جاؤ،اس کے عذاب سے نجات پاؤ اور دنیا وآخرت کی بھلائیاں کامیابیاں وترقیاں حاصل کرو!!!

[ماہنامہ الجامعہ رونمائی: جنوری ۲۰۰۵ء ص۴۰ تا ۴۳]

بعدِ نماز، امام کے انحراف کعبہ کی مشروعیت مفتی صالح صاحب قبلہ کی تحقیق انیق کے تناظر میں

نماز اہم العبادات ہے۔ اس کی ادائیگی میں حتی الامکان احتیاط برتنا لازمی ہے۔ شریعت نے جہاں نماز کے آداب بجالانے کا حکم دیا ہے وہیں نماز سے قبل شرائط وغیرہ اور نماز کے بعد کے آداب کی تعمیل کا حکم بھی دیا ہے۔ یوں تو سلام پھیرنے کے بعد امام اور مقتدی حضرات فرائض وواجبات سے بری الذمہ ہوجاتے ہیں، البتہ سنن اور آداب و مستحبات کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جو نماز کا حصہ تو نہیں البتہ نماز کے حسن و نکھار میں کارگر ضرور ہیں۔ انہیں آداب اور سنتوں میں سے ایک سنت نماز باجماعت میں سلام پھیرتے ہی امام کا قبلہ سے منحرف ہونا ہے۔ یعنی سلام کے بعد امام کعبہ رو نہ بیٹھے کہ یہ عمل مکروہ و خلاف سنت ہے۔ بلکہ دائیں، یا بائیں، یا مقتدیوں کی طرف، جب کہ سامنے کوئی نماز نہ پڑھتا ہو، منہ پھیر لے۔ اور اس کی مختلف علتیں علما نے بیان فرمائی ہیں:

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

"الحكمة فيه تعريف الداخل بأن الصلاة انقضت اذلو استمر الامام على حاله لأوهم أنه فى التشهد،
یعنی نماز سے انحراف میں حکمت یہ ہے کہ داخل ہونے والا پہچان لے کہ نماز پوری ہوگئی۔ کیوں کہ اگر امام اسی حال پر قائم رہے تو اسے وہم ہوگا کہ امام تشہد میں ہے۔"

[عمدۃ القاری شرح بخاری، جلد ۴ ص ۶۱۸، ابواب صفۃ الصلاۃ]

فتاوی شامی میں ہے:

"المقصود من الانحراف وهو زوال الاشتباه اى اشتباه انه فى الصلاة
یعنی انحراف کا مقصد اشتباہ یعنی امام کے نماز میں ہونے کے شبہ کو دور کرنا ہے۔"

[ردالمختار، باب صفۃ الصلاۃ، ۲/۲۴۸]

بعض فقہانے اس سنت کو ان نمازوں کے ساتھ خاص کیا جن نمازوں کے بعد سنتیں وغیرہ نہیں ہیں، جیسا کہ حاشیہ طحطاوی کی درج ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔ امام طحطاوی لکھتے ہیں:

"أن الامام مخير بعد الفراغ من التطوع أو المكتوبة اذا لم يكن بعدها تطوع ان شاء انحرف عن يمينه وان شاء عن يساره وان شاء ذهب الى حوائجه وان شاء استقبل الناس بوجهه،
یعنی نماز نفل یا فرض سے فارغ ہونے کے بعد جب کہ اس کے بعد نفل نماز نہ ہو امام کو اختیار ہے کہ چاہے

دائیں پھرے اور اگر چاہے تو بائیں اور اگر چاہے تو اپنے کاموں کو چلا جائے اور اگر چاہے تو لوگوں کی طرف منہ کر لے۔" [حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ ۳۱۴]

لیکن اکثر فقہانے اس کو مطلق رکھتے ہوئے تمام نمازوں کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ حضور اعلیٰ حضرت جد الممتار میں، رد المحتار کی درج ذیل عبارت:

"یکرہ مکثہ قاعدا فی مکانہ مستقبل القبلۃ فی صلاۃ لاتطوع بعدھا"

امام کا اپنی جگہ قبلہ رو ہو کر بیٹھا رہنا مکروہ ہے اس نماز میں جس کے بعد نماز نہ ہو۔"

کے تحت رقم طراز ہیں:

"بل فی کل الصلوات کما صرح بہ غیر واحد فی الحلیۃ"

بلکہ تمام نمازوں میں جیسا کہ بہت سو نے صراحت کی ہے حلیہ میں۔" [جد الممتار، ۲/۴۷۳]

شارح بخاری نزہۃ القاری، میں لکھتے ہیں:

"ان احادیث میں اس کی تخصیص نہیں کہ صرف انہیں نمازوں کے بعد مڑتے تھے جن کے بعد نوافل نہیں مطلق ہیں جس سے ظاہر ہے کہ ہر نماز کے بعد مڑتے تھے خواہ اس کے بعد نوافل ہوں خواہ نہ ہوں۔"

اور اس کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس میں لِم یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرف بلا ضرورت پیٹھ کرنا، مسلمانوں کو ایذا پہنچانا اور ان کی بے ادبی ہے یہ بات ہر نماز کے بعد پائی جاتی ہے۔ نماز میں تو بحکم شریعت اجازت ہے مگر نماز کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کی طرف پیٹھ جائے۔" [نزہۃ القاری شرح بخاری، ۳/۳۰۷، کتاب الاذان]

زیر نظر فتویٰ مبارکہ جو مقدام العلما والفقہا حضور مفتی صالح صاحب قبلہ شیخ الحدیث، وزینت مسند افتا، جامعۃ الرضا، بریلی شریف۔ دامت معالیھم کے علمی وقیمتی فتاویٰ میں سے ایک ہے، اسی سنت مبارکہ سے متعلق ہے۔

حضور مفتی صاحب قبلہ نے اس عمل مشروع کے چند غیر مشروع گوشوں کی نشاندہی فرماتے ہوئے چند اہم پہلوؤں پر علمی زاویوں سے بحث فرمائی ہے۔

فقیر نے بالاستیعاب مطالعہ کا شرف حاصل کیا۔ اور خوب خوب استفادہ کیا۔ محب گرامی قدر مولانا نسیم القادری صاحب کے توسط سے مفتی صاحب قبلہ کا حکم ملا کہ اس فتوے پر نظر ثانی کی جائے اور اسے تنقیدی نگاہ سے دیکھا جائے، مگر من آنم کہ من دانم، اس فتویٰ مبارکہ پر نظر ثانی اور تنقیدی نظر مجھ جیسے کم علم و کوتاہ بین کے بس سے باہر تھی۔ اس لیے بس حکم کی تعمیل میں کوشش کر سکا اور آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ مفتی صاحب قبلہ کا موقف

حق وصحیح ہے۔

فقیر نے فقہ وفتاویٰ کی بیشتر کتابوں میں وہی حکم پایا جو مفتی صاحب قبلہ نے بیان فرمایا ہے۔اس قدر دقیق اور علمی بحث کو طوالت کے بار سے بچاتے ہوئے اختصار کے ساتھ پیش کرنا یقیناً آپ کا ہی حصہ ہے۔

فقیر ذیل میں اپنے اور عام قارئین کے استفادہ کی غرض سے فتوی مبارکہ کا لب لباب بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

عموماً مساجد میں نماز جماعت کے بعد امام قبلہ سے قدرے دائیں جانب یعنی اتر کی طرف پھر جاتا ہے۔ لیکن اس طرح بس معمولی سا انحراف سنت کی تکمیل کے لیے کافی ہے یا نہیں ؟اس تعلق سے مفتی صاحب قبلہ رقم طراز ہیں:

"جب یہ معلوم ہولیا کہ مطلوب شرع ایسا انحراف ہے جس کے سبب مقتدیوں کی طرف سے امام کی پشت پھری رہے تو ان اماموں کا یہ ادھورا انحراف (یعنی داہنی طرف کو ذرا سا ترچھا ہوجانا خواہ کسی "مقصد" کے تحت ہو یا یوں ہی محض دیکھا دیکھی کے اثر سے بلا مقصد ہو) شرعاً کیوں کر درست اور ادائے مطلوب کے لیے کیسے کافی ہوسکتا ہے ؟ ہرگز کافی نہیں ہوگا نہ ایسا کرنے کی کسی امام کو شرعاً چھوٹ (رخصت) مل سکتی ہے۔یہ ڈھرّا ان کا بے شک غلط ہے خلاف سنت ہے مطلوب شرع سے کوسوں دور ہے کیوں کہ من چاہی روش ہے نہ کہ امتثال حکم شرع۔"

یعنی امام کا بس تھوڑا سا ترچھا ہوجانا کافی نہیں ہے کیوں کہ اس طرح انحراف کا مقصد فوت ہورہا ہے۔اس لیے امام کو چاہیے کہ پورب اتر دکھن جس طرف بھی پھرے پورا پھرے اس کی مکمل کیفیت مفتی صاحب قبلہ سے ملاحظہ کریں۔ مفتی صاحب رقم طراز ہیں:

"بے علموں کو معلوم ہو کہ صورت انحراف اختیار کرنے میں امام، شرعاً مخیر و مختار ہے کہ جیسا چاہے کرے یعنی چاہے داہنی طرف مڑے چاہے بائیں طرف مگر مڑے پورا تا کہ اِدھر والا رخسار مقتدیوں کی جانب اور اُدھر والا جہت قبلہ کو ہوجائے یا پورا گھوم جائے کہ پشت، قبلہ کی طرف ہوجائے اور چہرا مقتدیوں کی طرف۔ بشرطیکہ اس کی سیدھ میں کوئی نمازی نماز نہ پڑھتا ہو۔ مزید بیان ابھی آگے آتا ہے۔"

ایک چیز اور ہماری مساجد میں عموماً دیکھنے میں آتی ہے کہ امام حضرات دائیں طرف ہی انحراف کرتے ہیں شاید ہی کوئی ہو جو بائیں طرف بھی منہ پھیرتا ہو۔ شاید اس لیے کہ کتب فقہ وفتاویٰ میں عموماً لکھا ہے کہ دائیں طرف انحراف مستحب و افضل ہے۔جیسا کہ درمختار میں فتاوی قاضی خاں کے حوالے سے ہے:

"یستحب للامام التحول لیمین القبلۃ"

یعنی امام کے لیے قبلہ سے دائیں جانب کو پھرنا مستحب ہے۔" [الدرالمختار، باب صفۃ الصلاۃ، ۲۴۸/۲]

لیکن یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ بائیں طرف انحراف بھی سنت ہے۔ اور اس پر بھی کبھی کبھی عمل کرنا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی دائیں طرف انحراف فرماتے کبھی بائیں طرف، امام نووی فرماتے ہیں:

"یجمع بینھما بانه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کان یفعل تارۃ ھٰذا وتارۃ ھٰذا

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں کو (دائیں طرف اور بائیں طرف انحراف) بایں طور جمع کرتے تھے کہ کبھی یہ کرتے کبھی یہ کرتے۔" [عمدۃ القاری شرح بخاری، جلد ۴ ص ۶۲۹، ابواب صفۃ الصلاۃ]

ہمیشہ دائیں طرف کا التزام اور اسی جانب پھرنے کی عادت بنانا اور اسی کو ضروری سمجھنا دوسری کسی جانب التفات نہ کرنا اور اسے سنت نہ سمجھنا بلاشبہ غلط و ناجائز ہے۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

"وانما کرہ ابن مسعود أن یعتقد وجوب الانصراف عن الیمین

یعنی ابن مسعود نے دائیں جانب انحراف کو واجب ماننے کو ناپسند فرمایا۔"

[عمدۃ القاری شرح بخاری، جلد ۴ ص ۶۳۰، ابواب صفۃ الصلاۃ]

مفتی صاحب قبلہ ائمہ حضرات کی اس عمومی روش پر گرفت فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"یہ سوال ایک کڑوا سچ ہے نرا سچ۔ بے شک اماموں کا یہ یک طرفہ انحراف، ترکِ سنت کی خطا کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ افسوس! اس خطا کا ابتلا وارتکاب عام ہے اور بہت پرُانا ہے، بائیں جانب کی سنت (کہ صحیح و ثابت ہے) غفلت وغیرہ کی دبیز چادر سے بالکل ڈھک گئی، پوری طرح چھپ چکی ہے۔"

دائیں جانب انحراف کی افضلیت کو مطلق ماننے پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ارے بھائی! انحراف بجہت یمین کی افضلیت یا اولَویّت جو اردو، عربی کتابوں میں مذکور ہے وہ علی الاطلاق ہرگز مراد نہیں۔ وہاں قرائن عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں "اکثر وبیشتر" کا لفظ محذوف ہے۔ حضور علیہ السلام کا طرز عمل، صحابہ کا طریقہ اور فقہا وعلما کے ارشادات کے پیش نظر اس "افضلیت مطلقہ کا، فقیہ تو فقیہ کوئی عام عالم بھی بلکہ کوئی سمجھ دار غیر عالم بھی قائل نہیں ہو سکتا۔ کوئی اِس بے تکی بات کا قائل ہو ہی کیسے سکتا ہے؟ جب کہ وہ خام خیالی وغلط فہمی یقیناً ترک سنت کو بلکہ خلاف سنت کو بلکہ اہانت سنت کو اور ارتکاب طور مکروہ کو مستلزم ہے حتی کہ "نیکی برباد گناہ لازم" والی سورت موجود ہے۔ کوئی عقل صحیح وسلیم اس کی قائل نہیں ہو سکے گی۔ غرض ان الفاظ واردہ در کتب سے اطلاق افضلیت پر تمسک واستدلال غلط ہے خطا ہے ہرگز لائق تصحیح وتحسین نہیں چہ جائے کہ لائق پیروی؟

بالجملہ:۔ جن بزرگوں نے انحراف بجہت یمین کو(بلا قید اکثر و بیشتر) مطلقاً ''افضل'' یا ''اولی''(یا اسی معنیٰ کا دیگر لفظ) لکھا ہے ان کے نزدیک بھی یہ افضلیت وغیرہ علی الاطلاق ہر گز مراد نہیں ورنہ تعارض و تخالف کا الزام دفع نہیں ہو سکے گا۔ کیوں کہ مقام بیان میں سیاق و سباق کا قرینہ بھی حذف پر دال ہے اور انحراف مسنون کی دونوں صورتوں کو نقل کرنے کا قرینہ بھی ان کی مراد پر دلالت کرنے کے لیے کافی ہے یعنی کہنا چاہتے ہیں کہ

''افضل یہ ہے کہ اکثر و بیشتر داہنی طرف انحراف کرے''

تو ان کی مراد ہرگز یہ نہیں ہو سکتی ''افضل یہ ہے کہ ہمیشہ صرف داہنی ہی جانب انحراف کیا کرے''

کیوں کہ اس سے لازم آئے گا کہ بائیں طرف مڑنے والی سنت، بالکل مٹ جائے۔ حالاں کہ یہ مطلوب شرع سے کس قدر دور ہے سب جانتے ہیں۔ تو ایسی بات کوئی فقیہ کیسے کہہ سکتا ہے ؟

ائمہ حضرات کا فقط دائیں طرف ہی انحراف کا التزام اور بائیں جانب انحراف کی سنت سے یکسر بے اعتنائی پر احادیث وغیرہ دلائل کے تناظر میں اپنا موقف واضح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''غرض:۔ احادیث مبارکہ و اقوال شرّاح اور سلف سے خلف تک فقہا و مفتیان کرام کے ارشادات سب کے سب بیان حکم انصراف میں ہم نوا ہیں کہ حکم انصراف جہت یمین کے ساتھ مقید نہیں۔ بے شک نوعیتِ سنیتِ انحراف عام ہے۔ علی الاطلاق ہے کسی ایک متعیّن صورت کے ساتھ ہرگز مخصوص نہیں ہے۔ تخصیصِ جہت نہ شرع کو مطلوب ہے نہ تخصیص کی اماموں کو شرع نے چھوٹ دی ہے۔ جب صورت حال عند الشرع ایسی ہے تو غور فرمائیے! صرف دہنی ہی جانب مڑنے کا تعمد و التزام یا بالفاظ دیگر انحراف بجہت یسار کے ترک کا تعمد و التزام کیوں کر درست یعنی خالی از کراہت ہوگا۔؟

نیز جب باوثوق و لائق اعتماد ذرائع ثبوت سے اچھی طرح ثابت و متحقق ہو لیا کہ انحراف بجہت شمال بھی سنت ثابتہ ہے معمول بہا اور غیر منسوخہ ہے تو کیا اہل سنت اور اہل عشق و محبت کو یہ زیبا ہوگا کہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس ''ادا'' کو حرف غلط کی طرح بالکل نظر انداز کر دیں۔ اس سے پوری طرح دامن جھاڑ لیں ؟''

دائیں جانب ہی انحراف کرنے اور بائیں جانب نہ پھرنے والے اماموں کے تعلق سے حکم شرعی بیان کرتے ہوئے مفتی صاحب قبلہ نے جس طرح احتیاط پسندی کا مظاہرہ فرمایا ہے اس سے حضرت کی تبحر علمی اور فقہی گہرائی و گیرائی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

''رہا اماموں کا حکم ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عام ابتلا کے پیش نظر ان کا یہ عمل شرعاً فسق و معصیت یا بدعت وغیرہ نہیں ٹھہرے گا، کیوں کہ ان کی یہ خطا محض غفلت یا نادانی یا ذہول و بے حسی کی وجہ سے ہے یا دیکھا دیکھی (گویا بھیڑ چال) کا اثر ہے یا پھر کج فہمی یا غلط فہمی ہی کی دین ہے۔ نہ کے سنت کا استخفاف یا بے توقیری وغیرہ کے

سبب سے۔ جب صورت حال یہ ہے تو انہیں گنہگار یا فاسق یا بدعمل یا بدمذہب وغیرہ ٹھہرانا بے جا ہوگا۔
ہاں اب اگر مسئلہ و حکم کی صحیح نوعیت سے آگاہی ہو چکنے کے باوجود اُسی پُرانے طریقہ پر کوئی اڑا رہے اصرار کرے یعنی حکم شرع کی تعمیل نہ کرے حتیٰ کہ اصلاح حال و تبدیل روش کی طرف بالکل توجہ نہ کرے تو ضرور گنہگاری کا خطرہ نقد موجود اور کج روی و بے اعتدالی کے ابتلا میں وہ مبتلا ضرور۔
رہی توبہ کی بات تو جب وہ صورت حال میں گنہ گار نہیں ہیں تو مفتی کو نہیں پہنچتا کہ ان پر توبہ و استغفار لازم کرے۔ ویسے کسے نہیں معلوم کہ توبہ کی کثرت کس قدر مفید؟ اور اللہ توّاب و رحیم کو کتنی پسند؟ اور تقرب الی اللہ کے لیے کیسی معین ہے؟"
علاوہ ازیں وہ امام جو نماز کے بعد کسی طرف منہ نہیں پھیرتے اور قبلہ رو ہو کر دعا وغیرہ کراتے ہیں ان کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
"بے شک اُن کا یہ طریقہ غلط ہے من گڑھت ہے، من مانی روش ہے، شرعاً ہرگز درست نہیں، کیوں کہ سنت ثابتہ و سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔ مطلوبِ شرع کا غیر ہے لہذا شرعاً سخت ناپسندیدہ و مکروہ ہے۔ ایسے اماموں پر لازم کہ وہ اپنی اس خلافِ شرع روش کو چھوڑیں اور اسلاف و اخلاف کی طرح سنت معروفہ پر، عمل کریں۔"
الحاصل:۔ مفتی صاحب قبلہ کے فتوے سے صاف ظاہر ہوا کہ نماز کے بعد امام کو دائیں بائیں یا مقتدیوں کے سامنے، بشرطیکہ سامنے کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو، منہ پھیر لینا سنت ہے۔ اور دائیں بائیں جس طرف بھی ہو انحراف کامل ہو قدرے ترچھا ہو جانا سنت کی تکمیل کو کافی نہیں ہے۔ نیز جان بوجھ کر ہمیشہ صرف دائیں جانب ہی کا التزام اور اسی جانب منہ پھیرنے کا عادی ہونا اور بائیں طرف انحراف کی سنت کو بالکلیہ چھوڑ دینا خالی از کراہت نہیں۔ ائمہ حضرات کو چاہیے کہ خواہ دائیں جانب اکثر متوجہ ہوں لیکن کبھی کبھار بائیں طرف اور رو بہ شرق بھی انحراف کریں تاکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر مکمل طور پر عمل ہو جائے اور اس طرح سنت متروکہ پر عمل کرنے کا ثواب بھی مل جائے۔
حکم کی تعمیل میں یہ چند سطور ہی لکھ سکا اگر وقت کی قلت دامن گیر نہ ہوتی تو مزید تفصیل پیش کرتا۔
الغرض:۔ مفتی صاحب قبلہ کا پیش نظر فتویٰ یقیناً علمی تحقیق سے مزین، دلائل عقلیہ و نقلیہ سے مدلل، براہین قاطعہ سے مبرہن اور ھٰذا ھوالحق کا مصداق ہے۔ اللہ پاک مفتی صاحب قبلہ کے علم سے ہم سب کو مستفیض فرمائے۔ اور حضرت والا درجت کا سایہ شفقت ہم پر دراز فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

عصر حاضر میں امامت ایک جائزہ

فساد كبير عالم متهتك
واكبر منه جاهل متنسك
ما فتنة فى العالمين عظيمة
لمن بهما فى دينه يتمسك

(بدکردار عالم ایک بڑا فساد ہے اور اس سے بھی بڑا فساد ایک جاہل عابد یہ دونوں دنیا اور آخرت کے عظیم فتنے ہیں ان لوگوں کے لیے جو انہیں اپنے دین میں مقتدا بنائے ہوئے ہیں)[دیوان امام شافعی]

امام شافعی کے مذکورہ بالا دونوں اشعار میری تحریر کا محور ہیں۔ امام شافعی نے بالوضاحت بدکردار عالم اور عابد جاہل کی اقتدا کو دنیا وآخرت کے عظیم فتنے سے تعبیر کیا ہے۔ بلفظ دیگر عصر حاضر میں بے سند یا سند یافتہ جہلا اماموں کی امامت کی مکمل عکاسی فرمائی ہے۔ اور بھولی بھالی عوام کو ان کی اقتدا سے اجتناب کا حکم دیا ہے۔ اور ان کو یہ باور کرایا ہے کہ ان کی اقتدا نہ دنیا میں کارگر نہ آخرت میں مفید۔

احقر مذکورۃ الصدر اشعار کی اس مختصر سی وضاحت کے پس منظر میں عہد حاضر میں مسئلہ امامت سے پیدا شدہ ناگفتہ بہ حالات کو ضبط تحریر کرنے کی جرأت کر رہا ہے۔ خدا قلم کی اس جسارت کو درگزر فرمائے۔

عہد حاضر میں یوں تو ایسے بے شمار مسائل ہیں جن پر اگر قلم اٹھایا جائے تو اوراق کے اوراق سیاہ ہو جائیں۔ لیکن ان کا حل تجویز نہ ہو سکے۔ لیکن مسئلہ امامت ان سارے الجھے ہوئے مسائل میں سرِ فہرست ہے، کہ اگر یہ مسئلہ سلجھ جائے تو ان سارے پیچیدہ مسائل کی عقدہ کشائی بآسانی ہو جائے۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ آج ہماری بے شمار مسجدیں ایسے اماموں کے زیر اثر ہیں جو مسائل سے ناآشنا علم سے بے بہرہ جاہل مطلق ہیں۔ گویا ان کا حال اس شخص کی طرح ہے جس کے پاس ایک مسئلہ لوگوں نے رکھا کہ گلہری کنویں میں گر پڑی ہے پاک کرنے کے لیے کتنے ڈول نکالے جائیں؟ تو جواباً اس نے اپنا جہل چھپانے کے لیے کہا کہ یہ بتاؤ کہ گلہری جو گری ہے وہ دو حال سے خالی نہیں خود گری ہے یا کسی نے گرادی؟ پھر اگر خود گری ہے تو دو حال سے خالی نہیں دوڑ کر گری یا آہستہ گری؟ اور اگر کسی نے گرائی ہے، تو دو حال سے خالی نہیں آدمی نے گرائی۔ یا جانور نے؟ ہر ایک کا جدا حکم ہے۔ تو اب بتاؤ کہ کون سی صورت کا حکم بیان کروں۔؟

لوگ پریشان ہو گئے اور مسئلہ جوں کا توں رہ گیا۔ اور اس کی جہالت پر بھی پردہ پڑ گیا۔

فرقہائے باطلہ کے مشن کے فروغ میں اِنہیں جہلا اماموں کا لالچ و بددیانتی کی نجاست سے بھرا ہوا ہاتھ

ہے۔ یہ انہیں نام نہاد اماموں کے پیٹ بھرو جیب بھرو مشن کا نتیجہ ہے، کہ آج عوام کی اکثریت بے راہ روی وبدمذہبیت کی زد میں آکر حق و باطل کو سمجھنے کی صلاحیت ختم کر چکی ہے۔ یعنی وہ فرقہاے باطلہ سے منسلک مرتدین اور مسلک اہل سنت سے وابستہ مسلمین کے مابین فرق وامتیاز سے قاصر ہے۔ شکایت غیروں سے کم ان اپنوں سے زیادہ ہے جو اپنے پیٹ بھرنے اور اپنی ٹوپی اونچی کرنے کے چکر میں شریعت کو بالاے طاق رکھ کر غلط مسائل عوام تک پہنچا رہے ہیں۔ اور عوام ان کو اپنا پیشوا اور امام سمجھ کر مسائل کی تہ میں پہنچے بغیر من وعن اسے تسلیم کر لیتی ہے۔ اور آخر اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ علماے کرام یا وہ ائمہ جو شریعت کی پاسداری میں مصروف ہیں عوام کے سامنے جب اصل مسئلہ کو پیش کرتے ہیں تو عوام ان کے بتائے ہوئے مسائل کو یکسر مسترد کر کے ان کے خلاف محاذ قائم کر لیتی ہے۔ جس میں وہ لوگ بھی شرکت کر لیتے ہیں جنہیں مسائل سے آشنائی تو بہت دور اپنے نام کے معنی بھی صحیح طور سے نہیں معلوم۔

قطع نظر اس سے کہ غلط مسائل بتانے والے اور اس کی حمایت کرنے والے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے رجوع کریں اور توبہ کریں اس مسئلہ کو سمندرِ انانیت میں غرق کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے لوگوں میں آپسی انتشار پیدا ہوتا ہے۔ اور دھیرے دھیرے یہی انتشار قتل وغارت گری، ایمان فروشی وغیرہ مفاسد کے دلدل میں مسلمانوں کو لے جاتا ہے۔ حق گو عوام اور حق پرست علماے کرام اور حق پسند ائمہ اس کوشش میں مصروف ہو جاتے ہیں کہ یہ گتھی کسی طرح سلجھے اولاً تو سلجھتی نہیں اور سلجھ بھی جاتی ہے تو اس کے لیے کافی محنت درکار ہوتی ہے۔

اگر رہبرانِ قوم سنجیدگی سے اس مسئلہ پر غور وخوض کریں اور آغازِ سفر سے ہی احتیاط سے کام لیں۔ بایں طور کہ مساجد جو مسلمانوں کا مرکز ہیں، جہاں روز نہ سہی ہفتہ میں ایک بار تو ہر آدمی آتا ہی ہے وہاں ایسے اماموں کا انتخاب کریں جو عالم، مفتی نہ سہی اتنا تو علم آشنا ہوں کہ عقیدے کی درستگی کے ساتھ فرائض وواجبات سے عوام کو آشنا کرا سکیں اور ان کے لیے صحیح راہ عمل متعیّن کر سکیں۔ اور ان میں کفر وشرک، حرام وناجائز کے غیر مرئی گھسے ہوئے کیٹاڑوں کو شریعت کی مجرب دوا کے ذریعہ نیست ونابود کر کے ایمان وعمل کی صحت وتوانائی عطا کر سکے۔

علاوہ ازیں عوام بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا تعلیم فرمودہ یہ حکم پیش نظر رکھے اور اس کے تناظر میں ہی آدمی کو منصب امامت پر منتخب کرے۔ آپ فرماتے ہیں:

”امام قرآن کا قاری ہو، دین کا فقیہ ہو، اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بصیرت رکھنے والا ہو، کیوں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اپنے دینی معاملات فقہا کے سپرد کرو..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں

سے بہترین لوگ تمہاری امامت کرائیں، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے نمائندے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس لیے مخصوص فرمایا کہ وہ دین دار اور علم وفضل والے نیز خوف خدا رکھنے والے لوگ ہیں۔ وہ اپنی اور مقتدیوں کی نماز کو سمجھتے ہیں۔ اور نماز میں غلطی ہونے کی وجہ سے ان پر اپنا اور مقتدیوں کا جو بوجھ ہوگا اس سے بچتے ہیں۔"

چند سطور کے بعد فرماتے ہیں:

"امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کی عیب جوئی اور ان کی غیبت سے اپنی زبان کو محفوظ رکھے البتہ بھلائی کی باتیں کرے نیکی کا حکم دے۔ اور خود بھی عمل کرے، دوسروں کو برائی سے روکے اور خود بھی اجتناب کرے۔ نیکی اور نیک لوگوں سے محبت کرے۔ برائی اور بدکار لوگوں سے دشمنی رکھے۔ اوقاتِ نماز کا جاننے والا اور ان کا محافظ ہو۔ اپنی اصلاح کرے، پیٹ اور شرم گاہ کی حفاظت کرے، حرام سے اپنے ہاتھوں کو دور رکھے، اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے علاوہ دوسرے کاموں کے لیے کم کوشش کرے۔ ایک جگہ بیٹھنے والا، ایذا اور تکلیف پر صبر کرنے والا ہو۔ حق بات کہے اگرچہ تلخ ہو، بلکہ اپنے ہاتھ، زبان اور دل کے ساتھ اہل حق کی مدد کرے۔ سچ بولے اگرچہ کڑوا لگے۔"

نیز فرماتے ہیں کہ

"امام کو مناسب نہیں کہ بری اور تہمت کی جگہوں میں جائے۔ اور لوگوں میں صرف نیک لوگوں سے دوستی اور میل جول رکھے۔ فتنہ فساد اور اہل فتنہ کو دوست رکھنے والا شخص امام نہیں ہوسکتا۔"

الحاصل:۔ فقیر کی فہم ناقص کے مطابق اگر اس مسئلہ پر قابو پالیا جائے تو یقیناً معاشرہ کی قریب قریب ساری برائیوں کا سدِّباب ہوجائے گا۔ کیوں کہ عوام کی اصلاح کا بہترین ذریعہ امامت ہے۔

ہر گز میری گفتگو سے یہ نتیجہ نہ اخذ کیا جائے کہ میں اماموں کے خلاف ناروا تشدد کی دعوت دے رہا ہوں، بلکہ میری تحریر کا مقصد صرف اس قدر ہے۔ ؎

مقصود ہے اس بزم میں اصلاح مفاسد
نشتر جو لگاتا ہے وہ دشمن نہیں ہوتا

[سہ ماہی جام شرافت، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء ص ۳ تا ۵]

سوانحات، خدمات، تحریکات، معمولات، علمی وفنی کاوشات

سیرت رسول عربی تاریخ کے آئینے میں

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے، اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔" [القرآن الکریم مع ترجمہ کنزالایمان: پارہ ۲۱ سورہ احزاب، آیت ۲۱]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا تاریخی خاکہ بشکل سوال و جواب پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نسب شریف:۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قُصی بن کلاب بن مُرہ بن کَعب بن لُوی بن غالب بن فِہر بن مالک بن نَضر بن کِنانہ بن خُزیمہ بن مُدرِکہ بن اِلیاس بن مُضَر بن نِزار بن مَعد بن عدنان۔

ولادت سے اعلان نبوت تک:۔

(سوال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کب ہوئی؟

{جواب} ہجرت سے ۵۳ سال پہلے ربیع الاول کے مقدس مہینے مطابق ۲۰/اپریل ۵۷۱ء بروز دوشنبہ صبح صادق کے وقت حضور کی ولادت ہوئی۔" [فتاوی رضویہ قدیم: جلد ۱۲ صفحہ ۲۷، مدارج النبوۃ ۲/۲۳]

(سوال) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد اور والدہ کا وصال کب ہوا؟

{جواب} حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس وقت شکم مادر میں تھے والد محترم کا وصال ہو گیا، اور آپ جب چھ سال کی عمر کو پہنچے تو والدہ محترمہ نے انتقال فرمایا۔" [سیرت ابن اسحاق: ۱/۱۴۸، دلائل النبوۃ صفحہ ۱۴۵]

(سوال) کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد اور والدہ مسلمان تھے؟

{جواب} ہاں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین مسلمان تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔"

[فتاوی رضویہ قدیم: ۱۱/۱۶۳]

(سوال) آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کب ہوئی؟

{جواب} حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کے آٹھویں (۸) سال۔" [سیرت ابن اسحاق: ۱/۱۴۸]

(سوال) آقا علیہ السلام نے پہلا سفر کب، کس کے ساتھ اور کہاں کے لیے فرمایا اور وہاں کیا واقعہ پیش آیا؟

{جواب} بارہ (۱۲) سال کی عمر شریف میں اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ملک شام کا سفر فرمایا اور جب آپ بصریٰ تک پہنچے تو یہ واقعہ پیش آیا کہ وہاں ایک عیسائی عالم بحیرہ نام کا تھا اس نے آپ کو دیکھا تو اپنے علم کے ذریعہ

آپ کی نبوت سے آگاہ ہوگیااورآپ کی خوب خاطر تواضع کی،آپ کی قدم بوسی کی اور آپ کی نبوت کوتسلیم کیااورابوطالب کوآپ کے تعلق سے کچھ نصیحتیں کیں۔"[سیرت ابن اسحاق:۱/۱۵۰]

(سوال) حضورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام کاسفرکس عمرمیں فرمایا؟

{جواب} پیدائش کے پچیسویں(۲۵)سال۔"[مدارج النبوۃ:۲/۴۲]

(سوال) حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایااس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاکی عمرکتنی تھی؟

{جواب} حضورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمرشریف پچیس(۲۵)سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاکی عمرچالیس سال(۴۰)تھی۔"[انوار محمدیہ:ص ۵۴،سیرت مصطفی ص۷۴]

(سوال) خانہ کعبہ کی تعمیر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شریک ہوئے اور حجراسود کودیوار میں نصب کرنے کے سلسلے میں لوگوں کے آپسی اختلافات کوآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دور فرمایااس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمرشریف کتنی تھی؟

{جواب} اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرشریف پینتیس(۳۵)سال تھی۔"[سیرت ابن اسحاق:۱/۱۵۸]

(سوال) نبوت کی بشارت اور نزول وحی کاآغاز کہاں اور کب ہوا؟

{جواب} مکہ مکرمہ سے تقریباًتین میل دور حرانامی پہاڑکے اوپرایک غارجس کوغار حرا کہتے ہیں ولادت کے چالیسویں(۴۰)سال سترہ(۱۷)تاریخ دوشنبہ کے دِن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کونبوت کی بشارت عطاہوئی اور اسی دن نزول وحی کاآغاز ہوا۔"[انوار محمدیہ:ص۵۶۔سیرت مصطفی:ص۸۶]

(سوال) حضورصلی اللہ علیہ وسلم پرسب سے پہلے کون ایمان لایا؟

{جواب} آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر،عورتوں میں حضرت خدیجہ،بچوں میں حضرت علی،آزاد کردہ غلاموں میں زیدبن حارثہ اورغلاموں میں حضرت بلال۔"رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔"[مدارج النبوۃ:۲/۵۸،انوار محمدیہ ص۶۰]

(سوال) بعثت کے بعدکیاہوا؟

{جواب} تین سال تک حضورصلی اللہ علیہ وسلم خفیہ تبلیغ فرماتے رہے اور پھرچوتھے سال اللہ تعالیٰ کے حکم پر علی الاعلان تبلیغ شروع فرمائی۔"[مدارج النبوۃ:۲/۵۹]

(سوال) کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اورآپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کیساسلوک کیا؟

{جواب} کفارنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اورآپ کے جاں نثاروں پرخوب خوب ظلم کیا،آپ پرخاک ڈالتے،کنکرپتھر

پھینکتے، آپ کے جسم پر اونٹ کا گوبر، خون اور اوجھ وغیرہ غلاظت و نجاست ڈالتے، دوران نماز آپ کی گردن پر پاؤں رکھ کر دباتے، یہاں تک کہ حضور کی مقدس آنکھیں باہر کو نکل آتیں۔ آپ کے صحابہ کو بھی بے حد تکلیف پہنچاتے، کسی کو تپتے ریت پر لٹاکر اس کے سینے پر وزنی پتھر رکھ دیتے، کسی کے گلے میں رسی ڈال کر گلیوں میں گھسیٹتے، انگاروں پر لٹاتے، چٹائیوں میں لپیٹ کر ناکوں میں دُھواں دیتے، حتیٰ کہ ہر طرح ستاتے۔

[مدارج النبوۃ:۲/۶۲۔ انوار محمدیہ:ص۶۲۔ سیرت مصطفیٰ:ص۹۰،۹۳]

(سوال) حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کب ایمان لائے؟

{جواب} نبوت کے چھٹے (۶) سال حضرت حمزہ ایمان لائے اور تین دن کے بعد حضرت عمر ایمان لائے۔"

[مرجع سابق:۲/۷۰]

(سوال) نبوت کے ساتویں سال حضور پر کافروں نے کیا ظلم کیا اور اس ظلم کا اختتام کیسے اور کب ہوا؟

{جواب} نبوت کے ساتویں سال ماہِ محرم کی چاندرات کو کافروں نے ایک معاہدہ لکھا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبیلے بنو مطلب اور بنو ہاشم سے میل جول اور مناکحت اور خرید و فروخت اور اُن سے مصالحت نہیں کریں گے، جب تک کہ وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے نہ کر دیں تا کہ ہم ان کو قتل کریں۔ اس معاہدہ کے سبب آپ اپنے اہل خاندان کے ساتھ پہاڑ کی گھاٹی شعب ابی طالب میں پناہ گزیں ہو گئے اور تین سال تک آپ نے اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے انہوں نے درختوں کے پتے، سوکھے چمڑے پکا پکا کر کھا کر اپنا وقت گزارا۔ آخر کار قریش کے کچھ رحم دل لوگوں کی جانب سے اس معاہدہ کو توڑنے کی تحریک چلی، لوگ جمع ہوئے اس میں ابوطالب بھی تھے، انہوں نے کہا کہ میرے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ اس معاہدہ کو دیمک کھا گئی ہے، جب دیکھا گیا تو ایسا ہی نکلا جیسا کہ ابوطالب نے کہا تھا اور پھر نبوت کے دسویں (۱۰) سال کی ابتدا میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ باہر تشریف لائے۔" [مدارج النبوۃ:۲/۷۵،۷۴]

(سوال) ابوطالب کا انتقال کب ہوا اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کتنی تھی۔

{جواب} نبوت کے دسویں (۱۰) سال ہجرت مدینہ سے تین (۳) سال پہلے ستاسی (۸۷) سال کی عمر میں ابوطالب کا انتقال ہوا۔ اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف انچاس (۴۹) برس آٹھ (۸) مہینے گیارہ (۱۱) دن تھی۔" [مدارج النبوۃ:۲/۷۷، انوار محمدیہ:ص۶۸]

(سوال) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال کب اور کتنی عمر میں ہوا؟

{جواب} ابوطالب کے انتقال کے تین (۳) یا پانچ (۵) روز کے بعد رمضان کے مہینے میں پینسٹھ (۶۵) سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔" [مرجع سابق:۲/۸۰، انوار محمدیہ:ص۶۹ سیرت مصطفیٰ ۱۱۲]

(سوال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہما سے نکاح کب فرمایا؟
{جواب} نبوت کے دسویں (۱۰) سال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد۔" [مرجع سابق:۸۰/]
(سوال) معراج کا واقعہ کب پیش آیا اور پانچوں (۵) نمازیں کب فرض ہوئیں؟
{جواب} نبوت کے بارہویں (۱۲) سال ہجرت سے ایک (۱) سال قبل ستائیس (۲۷) رجب المرجب کو معراج کا واقعہ پیش آیا اور اسی موقع پر نمازیں فرض ہوئیں۔"

[تفسیر خزائن العرفان: پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل، مدارج النبوۃ:۲/۸۴،۸۵]

(سوال) کفار نے جس جگہ شیطان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی تھی اس جگہ کا کیا نام ہے؟
{جواب} دار الندوہ۔" [مواہب لدنیہ مترجم:۱/۲۶۲]

ہجرت سے وصال تک:

(سوال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کب ہجرت فرمائی اور غارِ ثور میں کتنے دِن رہے؟
{جواب} نبوت کے تیرہویں (۱۳) سال ۲۷/ صفر المظفر بروز دوشنبہ مکہ سے ہجرت فرمائی اور تین شبانہ روز غارِ ثور میں اقامت فرما کر پہلی ربیع الاول جمعرات کی صبح کو مدینہ کی جانب کوچ فرمایا۔" [مدارج النبوۃ:۲/۱۰۷،۱۰۶]
(سوال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں کب رونق افروز ہوئے اور کس کے مکان کو شرف بخشا؟
{جواب} نبوت کے تیرہویں (۱۳) سال بارہ (۱۲) ربیع الاوّل بروز دوشنبہ گرمی میں دوپہر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں داخل ہوئے اور حضرت ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کو شرف اقامت سے سرفراز فرمایا۔" [مدارج النبوۃ:۲/۱۰۹، سیرت ابن اسحاق:۲/۳۷۹]
(سوال) سن ہجری کی ابتدا کب سے ہوئی؟
{جواب} حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر جب مدینہ میں داخل ہوئے، اسی سال اسلامی سال یعنی سن ہجری کا آغاز ہوا۔" [مرجع سابق:۲/۱۰۷]
(سوال) ہجرت کے بعد سب سے پہلے کون سی مسجد تعمیر ہوئی؟
{جواب} مسجد قبا شریف۔" [مرجع سابق:۲/۱۱۰]
(سوال) مسجد نبوی کی تعمیر کب ہوئی اور اس وقت کون سا قبلہ متعیّن ہوا؟
{جواب} پہلی سن ہجری ۲۲/ ربیع الاوّل کو مسجد نبوی تعمیر ہوئی اور قبلہ بیت المقدس متعیّن ہوا۔"

[مرجع سابق:۲/۱۱۵، نور سے ظہور تک:۲۹۶]

(سوال) کعبہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم کب ہوا؟

{جواب} مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رونق افروزی کے سترہ(۱۷) مہینہ کے بعد نصف شعبان سن ۲ ہجری میں۔'' [مدارج النبوۃ ۱۲۵/۲، مواہب لدنیہ مترجم ۳۱۲/۱]

(سوال) پہلی ہجری کے مشہور واقعات بتائیں؟

{جواب} اذان کی مشروعیت، ہجرت سے پہلے نماز دو(۲) رکعت تھی، ہجرت کے پہلے سال فجر اور مغرب کے علاوہ نمازوں میں دو دو(۲) رکعتوں کا اضافہ ہوا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی، عاشورہ کے روزہ کا حکم، انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارگی قائم کی گئی، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایمان لائے، نماز جمعہ کی فرضیت، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ولادت، اہل بیت نبوت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مدینے میں تشریف آوری۔'' [مرجع سابق:۲/۱۱۰تا۱۲۳]

(سوال) دوسری ہجری میں کیا واقعات پیش آئے؟

{جواب} زکاۃ، رمضان کے روزے، جہاد، نماز عید الفطر، نمازِ عید الاضحیٰ اور صدقہ فطر کا حکم اسی سال ہوا، تحویل قبلہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح، جنگ بدر جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور ستر کافر جس میں ابو جہل، عتبہ، شیبہ، اُمیہ بن خلف جیسے نامور کفار بھی تھے قتل کیے گئے، آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ابو طالب کے بیٹے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ ایمان لائے، غزوہ ابوا، غزوہ بواط، غزوہ عشیرہ، غزوہ سفوان، غزوہ قرقرۃ الکدی، غزوہ قینقاع، غزوہ سویق، سریہ دار ارقم، سریہ حمزہ بن عبد المطلب، سریہ سعد بن ابی وقاص، سریہ عبد اللہ بن جحش، سریہ عمر بن عدی، سریہ سالم بن عمیر واقع ہوئے۔''

[مرجع سابق:۲/۱۲۵تا۱۸۱]

(سوال) ہجرت کے تیسرے سال کونسے واقعات رونما ہوئے؟

{جواب} اس سال پندرہ رمضان کو حضرت حسن کی ولادت ہوئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما سے نکاح فرمایا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحب زادی اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا، غزوہ غطفان، غزوہ نجران، سریہ قردہ، رجیع، ابو سلمہ مخزومی، عبد اللہ بن انس واقع ہوئے اسی سال ۱۲ر شوال کو جنگ اُحد واقع ہوئی، جس میں مسلمانوں کا جانی و مالی نقصان ہوا، ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے، حضرت امیر حمزہ، حضرت حنظلہ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہم بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے۔''

[مرجع سابق:۲/۱۸۲تا۲۴۸]

(سوال) سن ۴ھ کیسے گزری؟





{جواب} ہجرت کے چوتھے سال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے صاحب زادہ نواسہ رسول حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہعنہ کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، اسی سال شراب کی حرمت کا حکم ہوا، زنا کرنے پر رجم اور چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کے قوانین عمل میں آئے، غزوہ بدر صغریٰ، غزوہ بنی نضیر، سریہ بیر معونہ واقع ہوئے۔" [مرجع سابق:۲/۲۴۹تا۲۶۸]

(سوال) سن پانچ (۵) ہجری کے مشہور واقعات بتائیے ؟

{جواب} آیتِ تیمم نازل ہوئی، چاند گہن ہوا، نمازِ خسوف پڑھی گئی، حضور علیہ السلام نے حضرت جویریہ بنت حارث اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما سے نکاح فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوا۔ اور واقعہ افک یعنی آپ پر الزام تراشی کا واقعہ پیش آیا، اور سورہ نور کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کی براءت ظاہر کی گئی، غزوہ خندق، مریسیع، دومۃ الجندل اور سریہ ابو عبیدہ بن جراح واقع ہوئے۔" [مرجع سابق:۲/۲۶۸تا۳۲۰]

(سوال) سن ٦ھ کے خصوصی واقعات بیان کیجیے ؟

{جواب} اس سال بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ واقع ہوئی، سونا پہننے کی حرمت کا حکم ہوا، بادشاہ روم، ایران، مصر اور دیگر سلاطین عرب وعجم کی جانب دعوت اسلام کے خطوط اور لوگوں کے وفود روانہ کیے گئے، آیات ظہار نازل ہوئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے، اور اسی سال حج فرض ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاے استسقا فرمائی، مصر کے بادشاہ نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور کچھ باندیاں آپ کو تحفہ میں بھیجیں، ان میں سے آپ نے ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے خاص فرمایا، اور آپ ہی سے شہزادہ رسول حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے، اور اسی سال اُم حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما آپ کے نکاح میں آئیں، اور چند غزوات و سرایا واقع ہوئے۔" [مرجع سابق:۲/۳۲۲تا۳۹۹]

(سوال) سن ۷ ہجری میں کیا واقعات رونما ہوئے ؟

{جواب} جنگ خیبر ہوئی، تمام درندہ جانوروں پنجہ دار پرندوں گدھا اور خچر کی حرمت کا اعلان ہوا، چاندی وسونے کی خرید وفروخت میں کمی وبیشی کی حرمت اور متعہ کی حرمت کا حکم ہوا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محفوظ رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے حضور نے سورج کو پلٹایا، حضرت صفیہ بنت حیی اور حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہما سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نکاح ہوا، عمرۃ القضا، اور چند غزوات واقع ہوئے۔" [مدارج النبوۃ:۲/۴۰۰تا۴۴۸، سیرت مصطفی ۲۸۶تا۳۰۲]

(سوال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کی جانب کب روانہ ہوئے، اور مکہ معظمہ کب فتح ہوا؟

{جواب} ۱۰/ رمضان ۸ ھ مطابق ۶۳۰ء جنوری کو بروز بدھ بعد نماز عصر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینے سے روانہ ہوئے اور ۲۰/ رمضان کو مکہ معظمہ فتح فرمایا۔" [مرجع سابق:۲/۵۰۸، سیرت مصطفی ۳۰۹]

(سوال) سن ۸ ھ کے مشہور واقعات کیا ہیں؟

{جواب} فتح مکہ، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبہ پر چڑھ کر اذان دی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ مقدسہ کو بتوں سے پاک وصاف فرمایا، حضرت ابو سفیان، اور عکرمہ بن ابو جہل رضی اللہ عنہما ایمان لائے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی اور صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، مسجد نبوی میں منبر بنایا گیا، جنگ حنین اور دیگر غزوات وسرایا واقع ہوئے۔" [مرجع سابق:۲/۴۴۹ تا ۵۵۲، سیرت مصطفی ۳۰۳ تا ۳۵۵]

(سوال) سن ۹ ھ کو کیا واقعات پیش آئے؟

{جواب} اس سال آیت تخییر وایلا نازل ہوئی، زکاۃ وصدقات کے لیے عاملین کا تقرر ہوا، حاتم طائی کا بیٹا اور بیٹی دامن اسلام میں آئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد ضرار کو منہدم کرایا، اور اسی سال جو غیر مسلم قومیں اسلامی سلطنت کے تحت تھیں ان کے لیے جزیہ کا حکم نازل ہوا، سود کی حرمت کا حکم ہوا، غزوہ تبوک واقع ہوا، ماہ شوال میں عبداللہ بن ابی منافق کی موت ہوئی، نجاشی بادشاہ کا انتقال ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ اور اس سال ہر چہار جانب سے کثرت سے وفود آئے اور دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔" [مرجع سابق:۲/۵۵۳ تا ۶۴۵، سیرت مصطفی ۳۵۵ تا ۳۹۴]

(سوال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری حج کے لیے کب روانہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنے مسلمان تھے؟

{جواب} ۲۵/ ذی قعدہ بروز ہفتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے حجۃ الوداع کے لیے روانہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان تھے۔" [مدارج النبوۃ:۲/۶۵۶]

(سوال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اقدس کب ہوا؟

{جواب} قول مشہور کے مطابق (۱۲) ربیع الاوّل شریف ۱۱ھ بروز دوشنبہ مطابق (۷) جون ۶۳۲ء کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری پردہ فرمایا۔" [فتاوی رضویہ قدیم:۱۲/۲۷]

(سوال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی؟

{جواب} حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ کسی نے نہیں پڑھائی بلکہ جب تک سیدنا صدیق اکبر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس ہاتھ پر لوگوں نے بیعت نہ کرلی، لوگ فوج در فوج آتے اور جنازہ انور پر اپنی اپنی نماز پڑھ کر چلے جاتے، جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہولی اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولی شرعی ہوگئے تو انہوں نے جنازہ مقدسہ پر بغیر جماعت نماز پڑھی اور پھر ان کے بعد کسی نے نہیں پڑھی۔"

[مرجع سابق:۵۴/۴]

(سوال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار پر انوار کہاں ہے؟

{جواب} شہر مدینہ میں مشہور مسجد (مسجد نبوی) میں آپ کا مزارِ اقدس ہے، جہاں ہر وقت جن وانس کے علاوہ ہزاروں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور درود وسلام کے تحائف پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کی حاضری نصیب فرمائے، آمین۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے مزار پرانوار کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔" [شعب الایمان:۴۹۰/۳]

علامہ محمد بن احمد بن علی فاسی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب مطالع المسرات میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"جس کے لیے روضہ مبارکہ کی زیارت ممکن نہ ہو وہ روضہ پاک کے عکس یعنی تصویر کی زیارت کرے، اُسے دیکھے اور بوسہ دے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور حضور کا شوق اس کے دِل میں بڑھے گا"

[شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ،۵۶: مدارج النبوۃ ۷۵۰/۲]

ازواج مطہرات:

(۱) حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفیہ ۱۰ نبوی

(۲) سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت زمعہ متوفیہ ۵۴ھ

(۳) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفیہ ۵۷ھ

(۴) سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفیہ ۴۵ھ

(۵) سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خزیمہ متوفیہ ۴ھ

(۶) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفیہ ۵۹ھ

(۷) زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت جحش متوفیہ ۲۰ھ

(۸) سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حارث متوفیہ ۵۰ھ

(۹) سیدہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفیہ ۴۰ھ

(۱۰) سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حیی متوفیہ ۳۶ھ

(۱۱) سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حارث متوفیہ ۵۱ھ

اولادِ کرام:

(۱) سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفیہ ۸ھ

(۲) سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفیہ ۲ھ

(۳) سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفیہ ۹ھ

(۴) سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا متوفیہ ۱۱ھ

(۵) حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی قبل ہجرت

(۶) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی قبل ہجرت

(۷) حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی ۱۰ھ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند مشہور معجزات:

معراج میں اللہ رب العزت کا دیدار، چاند دو ٹکڑے ہوگیا، سورج کو پلٹایا، مردوں کو زندہ کیا اور اُن سے کلام فرمایا، اندھوں کو بینائی عطا کی، پہاڑوں اور درختوں نے سلام کیا، تھوڑا کھانا بہت سے لوگوں نے کھایا، اُنگلی سے پانی کے چشمے جاری فرمائے، لکڑی کی شاخ کو تلوار بنادیا، بغیر دودھ والی بکری دودھ والی ہوگئی، کنکریوں نے کلمہ پڑھا، لعاب دہن سے کنویں کا پانی میٹھا ہوگیا اور اس کے علاوہ بے شمار معجزات ہیں۔

حلیہ مقدسہ:

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

جسم پرانوار

اللہ رے ترے جسم منور کی تابشیں
اے جانِ جاں میں جانِ تجلا کہوں تجھے

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

جسم انور کا رنگ گورا سفید تھا۔ دلائل النبوۃ میں ہے کہ

''آپ کے ظاہری اعضا دھوپ اور آب و ہوا سے متاثر ہوکر سرخی مائل سفید تھے مگر کپڑوں کے نیچے والے جسم کا رنگ صرف سفید اور چمک دار تھا آپ کا جسم نہایت نرم و نازک اور خوشبودار تھا۔ حضرت انس رضی اللہ

عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ کے جسم کی خوشبو سے زیادہ اچھی خوشبو نہیں سونگھی۔"

شفا شریف میں ہے کہ:

"آپ کے جسم کا سایہ نہ دھوپ میں پڑتا تھا اور نہ چاندنی میں، اس لیے کہ آپ سراپا نور تھے اور نہ ہی آپ کے جسم پر مکھی مچھر بیٹھتے۔ آپ کی بغل شریف مکمل سفید تھی، آپ کی بغل شریف کے پسینے سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔" [بخاری شریف:۱/۵۰۳، مدارج النبوۃ:۱/۳۵، دلائل النبوۃ:۵۶۳، شفا شریف:۱/۵۵۲]

تو ہے سایہ نور کا، ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

پسینہ مقدسہ

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دُلہن پھول

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

آپ کا پسینہ مبارک بے حد خوشبودار تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے اپنی لڑکی کے لیے خوشبو مانگی تو آپ نے ایک شیشی منگائی اور اپنا مقدس پسینہ اس شیشی میں بھر کر دے دیا اور فرمایا کہ اسے اپنی لڑکی کے جسم پر مل دو، جب اسے ملا گیا تو پورا گھر مہک گیا۔" حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"میں نے کوئی عنبر یا کستوری حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پسینے سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھی۔"

[مسلم شریف:۲/۲۵۷، مدارج النبوۃ:۱/۴۷]

چہرہ انور

یا الٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات
اُن کے پیارے منہ کی صبح جاں فزا کا ساتھ ہو
ک گیسو ہ دہن یٰ ابرو آنکھیں ع ص
کھیعص ان کا ہے چہرہ نور کا

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

آپ کا چہرہ انور نہایت خوبصورت چودھویں کے چاند سے زیادہ روشن، پورا چہرہ گوشت سے بھرا ہوا اور کسی قدر گولائی لیے ہوئے تھا، گال بہت پھولے ہوئے نہ تھے بلکہ رُخسار مبارک ہموار اور نرم و نازک تھے، آپ

مسکراتے تو چہرہ شیشہ کی طرح دمک اُٹھتا تھا، کائنات میں آپ جیسا حسین وجمیل اللہ تعالیٰ نے کسی کو پیدا نہیں فرمایا۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''میں نے سرکار سے زیادہ حسین وجمیل کوئی شی نہیں دیکھی۔''[بخاری شریف:۱/۵۰۲، سیرۃ مصطفیٰ:۴۲۶]

نور رخ سرور کا عجب جلوہ ہے
آٹھوں پہر اس کوچے میں دن رہتا ہے

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

مقدس قدو قامت

ترا قد مبارک گلبن رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر ترے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے
شاخ قامت شہ میں زلف و چشم و رخسار و لب میں
سنبل، نرگس، گل، پنکھڑیاں، قدرت کی کیا پھولی شاخ

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قد مبارک معتدل تھا، آپ نہ زیادہ لمبے تھے، نہ پستہ قد بلکہ آپ کے قدِ مقدس کی کیفیت یہ تھی کہ اکیلے چلتے تو درمیانہ قد نظر آتے اور جب آپ کے ساتھ کوئی دوسرا چل رہا ہوتا تو آپ اس سے اونچے ہی دکھائی دیتے تھے۔ خواہ وہ کتنا ہی لمبا ہی کیوں نہ ہوتا اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہی نہ تھی کہ کسی کا سر آپ سے اونچا ہو۔''[بخاری شریف:۱/۵۰۲، دلائل النبوۃ مترجم:۵۶۳]

سارے اونچوں میں اونچا سمجھیے جسے
ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

پشت مبارک اور مہر نبوت

حجرِ اسود کعبہ جان و دِل
یعنی مہر نبوت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

آپ کی مقدس پیٹھ جیسے پگھلی ہوئی چاندی پاک وصاف اور ہموار تھی اور اس میں دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی، اس کی کیفیت کے تعلق سے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے بیچ میں مہر نبوت کو دیکھا جو کبوتر کے انڈے کی مقدار میں سرخ اُبھرا ہوا ایک غدود تھا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ مہر نبوت انڈے کے برابر تھی اور اس پر ''اللہ وحدہٗ لاشریك لہٗ بوجہ حیث کنت فانك منصور۔
یعنی اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جہاں بھی رہیں گے، آپ کی مدد کی جائے گی'' لکھا ہوا تھا۔'' [ترمذی وحاشیہ ترمذی شریف:۲/۲۰۶، نصب الرایہ ۴/۳۴۲]

سر مبارک

جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں
اس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سرِ مبارک بڑا تھا، نہ اتنا بڑا کہ حد اعتدال سے متجاوز ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے سرِانور کو ''ضخم الراس'' یعنی عظیم سر فرمایا۔ سر کا بڑا ہونا ذی شان اور سردار ہونے کی علامت ہے جیسا کہ کہاوت مشہور ہے ''سر بڑا سردار کا، پیر بڑا گنوار کا'' [ترمذی شریف:۲/۲۰۶]

موے مبارک

ہم سیاہ کاروں پہ یا رب تپشِ محشر میں
سایہ افگن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک گھنگریالے نہ تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے تھے بلکہ ان دونوں کے درمیان تھے۔ آپ کے مقدس بال پہلے کانوں کی لو تک تھے، پھر شانوں تک اور حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اپنے بالوں کو اُتروا دیا تھا۔ آپ بالوں میں اکثر تیل ڈالتے تھے اور کبھی کبھی کنگی بھی کرتے تھے اور بیچ سر میں مانگ نکالتے تھے۔ آپ کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں سفید بال بیس سے کم تھے، آپ کے بال انتہائی نرم تھے۔'' [بخاری شریف:۱/۵۰۲، سیرۃ مصطفیٰ:۴۲۵]

مقدس بھنویں

جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی
ان بھنوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)





آپ کی بھنویں کمان کی طرح لمبی، باریک اور گھنے بال والی تھیں اور دونوں بھنویں دور سے دیکھنے میں ملی ہوئی معلوم ہوتی تھیں، حالاں کہ ملی ہوئی نہ تھیں۔ دونوں بھنوؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کی حالت میں اُبھر آتی تھی۔" [شمائل ترمذی: ص ۲، شفا شریف: ۱/۲۳۲]

پیشانی پرانوار

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس پیشانی نورانی وکشادہ اور چوڑی تھی۔ حضرت ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کی پیشانی کو "واسع الجبین" یعنی کشادہ پیشانی فرمایا۔ اور جب آپ کی پیشانی شکن آلود ہوتی تو چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتی تھی۔" [شمائل ترمذی: ص ۲، مدارج النبوۃ ۱/۱۸]

نورانی آنکھیں

جب آگئی ہیں جوشِ رحمت پہ اُن کی آنکھیں
جلتے بجھا دیے ہیں روتے ہنسا دیے ہیں

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

آپ کی مقدس آنکھیں بڑی اور قدرتاً سرگیں تھیں، پلکیں گھنی اور دراز تھیں پُتلی کی سیاہی خوب سیاہ تھی اور آنکھ کی سفیدی خوب سفید جن میں باریک باریک سرخ ڈورے تھے آپ زیادہ تر اپنی نگاہوں کو جھکائے رکھتے تھے آپ کی آنکھوں کا یہ اعجاز تھا کہ رات کے اندھیرے میں بھی دیکھ لیتی تھیں اور آگے پیچھے نزدیک و دور ظاہر و باطن سب دیکھ لیتی تھیں۔ [شمائل ترمذی ص ۲، انوار محمدیہ ۲۵۸]

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم و النجم میں ہے آپ کی بینائی کی

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

کان مبارک

پانچ سو سال کی راہ ایسی ہے جیسے دو گام
آس ہم کو بھی لگی ہے تری شنوائی کی

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

آپ کے کان معتدل تھے، نہ زیادہ بڑے اور نہ زیادہ چھوٹے۔ آپ کے مقدس کانوں کا یہ اعجاز تھا کہ دورو نزدیک کی کوئی بات یکساں طور پر سن لیتے تھے۔" [سیرۃ مصطفیٰ:۴۳۰]

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

نورانی ناک

بینی پر نور پر رخشاں ہے بکہ نور کا
ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

آپ کی نورانی ناک خوب چمک دار لمبی اور باریک تھی، اس پر ایک نور چمکتا تھا جو شخص آپ کو بغور نہ دیکھتا تو وہ یہ سمجھتا کہ آپ کی مبارک ناک بہت اونچی ہے حالاں کہ آپ کی ناک اونچی نہ تھی لیکن اس نور کے سبب وہ اونچی محسوس ہوتی تھی۔" [مدارج النبوۃ:۱/۱۹]

دہن شریف، ہونٹ، دانت

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منہ مبارک کشادہ اور حلقہ دہن مبارک نازک تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سرکار "ضلیع الفم" یعنی فراخ دہن تھے۔ اور آپ کے رخسار نرم ونازک اور ہموار تھے اور آپ کے دانت توموتیوں کی لڑی تھی، ہر دانت جدا جدا چمک دار، اگر آپ مسکراتے تو دانت کی چمک سے اندھیرے میں روشنی ہوجاتی اور ہونٹ نرم ونازک کشادہ نہایت حسین بلکہ بقول اعلیٰ حضرت "گلِ قدس کی پتیاں تھے"۔ [مدارج النبوۃ:۱/۲۰، سیرۃ مصطفیٰ:۴۳۱]

وہ گل ہیں لب ہائے نازک اُن کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

مقدس زبان، آواز، کلام

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک فصاحت وبلاغت کا منبع تھی، آپ کی زبان سے جو بات بھی نکل جاتی ہوکر رہتی۔ بڑی بڑی زبان والے آپ کی زبانِ اقدس کے سامنے خاموش ہو جاتے تھے آپ کی زبان سے ایسا کلام جاری ہوتا کہ سننے والے دنگ رہ جاتے آپ کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات وحی خدا ہوتی تھی اور اس میں مٹھاس اس قدر ہوتی کہ سننے والا متاثر ہوکر رہ جاتا تھا آپ کی آواز انتہائی پیاری حسین ودلکش تھی جہاں کسی کی آواز نہ پہنچ پاتی وہاں آپ کی آواز بے تکلف پہنچ جاتی تھی، آپ سے زیادہ خوش آواز اور شیریں کلام کوئی نہ گزرا۔ ‘‘

[مدارج النبوۃ:۱/۲۲۔ مواہب لدنیہ مترجم:۲/۴۸۷]

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

لعاب دہن

جس کے پانی سے شاداب جان و جناں
اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب (تھوک) ہر بیماری کے لیے شفا اور ہر زہر کے لیے تریاق تھا، کنویں کا کھارا پانی لعاب کی برکت سے میٹھا ہوجاتا تھا۔‘‘[مدارج النبوۃ:۱/۲۰]

مقدس داڑھی و مونچھ

ریش خوش معتدل مرہم ریش دِل
ہالہ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی میں کثرت سے بال تھے جس کی وجہ سے آپ کا مقدس سینہ بھر گیا تھا اور آپ کی مونچھ پست رہتی تھی۔‘‘[مدارج النبوۃ:۱/۳۱]

شب لحیہ و شارب ہے رخِ روشن دن
گیسو و شب قدر و براتِ مومن
مژگاں کی صفیں چار ہیں دو ابرو ہیں
والفجر کے پہلو میں لیالٍ عشرٍ

شکم وسینہ

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا
کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اور پیٹ دونوں ہموار اور برابر تھے، نہ سینہ پیٹ سے اونچا اور نہ پیٹ سینے سے۔ آپ کا سینہ چوڑا تھا اور سینہ کے اوپری حصہ سے ناف تک مقدس بالوں کی ایک لکیر بنی ہوئی تھی مقدس چھاتیاں اور پورا پیٹ بالوں سے خالی تھا ہاں شانوں اور کلائیوں پر تھوڑے سے بال تھے۔"[سیرۃ مصطفیٰ ۴۳۴]

پر نور گردن

تمہاری شرم سے شانِ جلال حق ٹپکتی ہے
خمِ گردن ہلالِ آسمانِ ذوالجلالی ہے

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کی گردن مبارک سفید تھی گویا چاندی سے بنائی گئی تھی۔"[مدارج النبوۃ:۱/۳۳]

دست رحمت

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

آپ کی مقدس ہتھیلیاں چوڑی پر گوشت تھیں کلائیاں لمبی اُنگلیاں مضبوط بازو دراز اور گوشت سے بھرے ہوئے تھے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ

میں نے ریشم ودیباج کوبھی آپ کے ہاتھوں سے زیادہ نرم نہیں پایا۔
یزید بن اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ
میں نے آپ کے ہاتھ برف سے زیادہ سرد اور مشک سے زیادہ خوشبودار پائے اور آپ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہوتا تھا لوگ سیراب بھی ہوا کرتے تھے۔" [مدارج النبوۃ:۱/۳۹، دلائل النبوۃ:۲۷۰]

انگلیاں پائیں وہ پیاری پیاری جن سے دریائے کرم ہیں جاری
جوش پر آتی ہے جب غم خواری تشنے سیراب ہوا کرتے ہیں

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

پاؤں شریف

گورے گورے پاؤں چمکا دو خدا کے واسطے
نور کا تڑکا ہو پیارے گور کی شب تار ہے

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس پاؤں چوڑے، پر گوشت ایڑیاں کم گوشت والی اور تلوہ اونچا جو زمین میں نہ لگتا تھا، دونوں پنڈلیاں قدرے پتلی اور صاف وشفاف، پاؤں کی نرمی کا یہ عالم کہ ان پر ذرا سا پانی بھی نہیں ٹھہرتا تھا، جب آپ زمین پر چلتے تو پورے قدم رکھ کر چلتے، آپ چلتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ آپ چڑھائی سے ڈھلان کی طرف اُتر رہے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے بڑھ کر تیز رفتار کوئی آدمی نہیں دیکھا گویا زمین خود لپٹی چلی آتی ہے۔" [مدارج النبوۃ:۱/۴۰، انوار محمدیہ:۲۸۰]

نعلین پاک

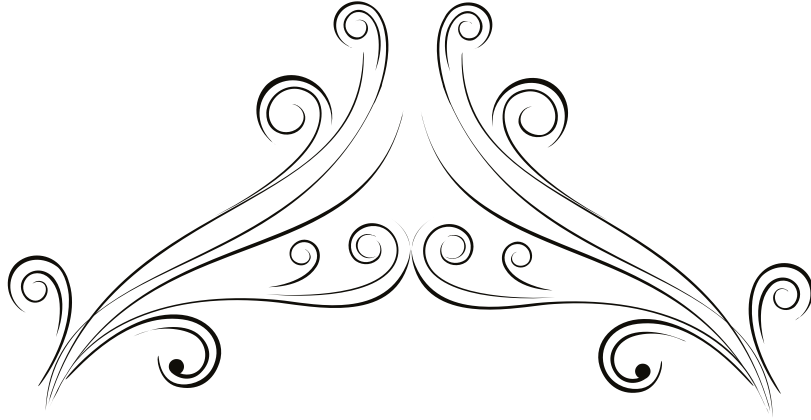
جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاکِ حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاج دار ہم بھی ہیں

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین پاک کا نقشہ بالکل ایسا ہی تھا، جیسا کہ ہمارے یہاں چپل ہوتی ہیں، آپ کی نعلین پاک میں چمڑے کا ایک تلا ہوتا تھا جس میں تسمے لگے ہوتے تھے۔ آپ کی مقدس جوتیوں میں دو تسمے تو عام طور پر لگے ہوئے تھے جو کروم چمڑے کے ہوتے تھے۔ علمائے کرام نے نعلین پاک کے نقشہ کو اصل نعلین پاک کے قائم مقام بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ جو اس کو اپنے پاس رکھے گا بیشمار برکتیں حاصل کرے گا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

امام قسطلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ الشیخ ابوالقاسم بن محمد کا فرمان ہے کہ
"نعلین مبارک کی آزمائی ہوئی برکتوں سے ہے کہ جو شخص بہ نیت تبرک اسے اپنے پاس رکھے، ظالموں کے ظلم اور دشمنوں کے غلبہ سے امان پائے اور وہ نقشہ مبارک ہر شیطان سرکش اور ہر حاسد کے چشمِ زخم سے اس کی پناہ ہو جائے اور زنِ حاملہ شدّتِ دردِ زہ میں اگر اسے اپنے دہنے ہاتھ میں لے بعنایت الٰہی اس کا کام آسان ہو۔"

[شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ و نعالہ: ص ۳۴، سیرۃ مصطفی: ۴۳۶]



اعلیٰ حضرت کا سفرِ حج اور وہابیانِ ہند کی شر انگیزیاں

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ احقاق حق وابطال باطل کے حوالے سے کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ شر پسند عناصر، باطل جماعتیں، مخالف طاقتیں، آج بھی آپ کے نام سے خائب وخاسر ہیں۔ باطل عناصر میں یوں تو بہت سے نام آتے ہیں مگر فرقہ وہابیہ ودیابنہ ان میں سرفہرست ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اعلیٰ حضرت کے زبان وقلم کی زد پر خاص یہی جماعت رہی۔ اور تاحیات آپ باطل جماعتوں خاص کر وہابیہ ودیابنہ کی بیخ کنی میں مصروف رہے۔ ان کی ہر فتنہ انگیزی کو مٹانا، ان کے باطل وفاسد عقائد ونظریات کی بخیہ دری آپ کا وطیرہ خاص تھا۔ اور یہ بات وہابیہ و دیابنہ کے لیے دردِ سر بن گئی تھی۔ ان کے باطل افکار ونظریات کی ترویج میں رکاوٹیں آنے لگیں، تو انہوں نے منظم طور پر اپنے باطل افکار کی ترویج واشاعت سے زیادہ آپ کی مخالفت پر زور دیا۔ انہیں مخالفتوں اور ریشہ دوانیوں کی ایک مثال ۱۹۰۶ء میں اعلیٰ حضرت کے دوسرے حج کے موقع پر وہابیان نجد کی بے سروپا افواہیں ہیں جن کی قدرے تفصیل ہم باذوق قارئین کی نذر کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

۱۳۲۳ھ میں اعلیٰ حضرت دوسری بار سفرِ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ اور چند ضروری مصروفیات (ہم ان مصروفیات کا اجمالی ذکر آخر میں کریں گے ان شاء اللہ) کے سبب وہاں سے آنے میں تاخیر ہوئی، تو وہابیہ ودیابنہ ہند نے افواہیں اڑانا شروع کر دیں، کہ آپ کو مکہ معظمہ میں گرفتار کر لیا گیا ہے، جیل میں ڈال دیا گیا ہے۔ آپ سے علم غیب کی بابت استفسار کیا گیا تو جواب نہیں بن پڑا۔ اسی سلسلے میں روکا گیا ہے۔ الغرض جتنی منہ اتنی باتیں۔ ہفت روزہ اخبار پیسہ، لاہور کے ۱۹/ مئی ۱۹۰۶ء یوم شنبہ کے پرچہ میں ایک خبر شائع کی گئی جس میں اعلیٰ حضرت کے سفرِ حج کی تفصیل جاننے والوں سے تفصیل بیان کرنے کا مطالبہ کیا گیا نیز مثبت ومنفی دونوں خبروں کا ذکر کیا گیا۔ ملاحظہ ہو اخبار کی درج ذیل خبر:

”پیسہ اخبار کے کثیر التعداد ناظرین میں سے بہت سے اصحاب ایسے بھی ہوں گے، جو امسال حج کو گئے ہوں گے یا ان کے احباب ومتعلقین میں سے کوئی صاحب سفرِ حج سے واپس آئے ہوں گے ایسے حضرات سے استفسار ہے کہ اگر ان کو مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کی نسبت (جو کہ امسال حج کو گئے ہوئے ہیں اور ابھی تک حج سے واپس نہیں آئے ہیں) کچھ حال معلوم ہو تو مطلع فرماویں۔ بعض لوگ کہتے ہیں مولوی صاحب موصوف کی شریف مکہ نے بہت توقیر کی اور ان کو روک لیا ہے۔ بعض کا بیان ہے کہ بوجہ تاخیر علمائے اسلام کے مولوی صاحب وہاں گرفتار ہو گئے ہیں۔ اور ان کی تصانیف کی تحقیقات ہو رہی ہے۔ جو صاحب اصل حال سے واقف ہوں مطلع فرماویں۔ (ای ڈبلیو از بریلی)۔“ [بحوالہ ماہنامہ تحفہ حنفیہ]

اخبار النجم لکھنؤ اور اخبار اہل حدیث میں بھی مزخرفات درج ہوئے ہم یہاں اہل حدیث میں نقل مکروفریب سے بھرے ہوئے دو خط اور اس پر مدیر اہل حدیث مولوی ثناء اللہ امرت سری کا تعصب و تنگ نظری پر مبنی کذب آمیز تبصرہ پیش کرتے ہیں، اس کے بعد اس کے جواب کی طرف رجوع کریں گے۔ مدیر اخبار اہل حدیث نے اعلیٰ حضرت کا تعارف بڑے ہی بھونڈے انداز میں کرایا ہے اور خیر وہ تو ان کا کام ہے جس ذات نے ان کی دکان داری چوپٹ کردی ہو، ان کا کارخانہ شرک وبدعت مقفل کررکھا ہو، ان کی بولتی بند کردی ہو، ان کا جینا حرام کردیا ہو، ان کی علمی لیاقت کی قلعی کھول کررکھ دی ہو، ان کے خود ساختہ مذہب ومسلک کے تانے بانے بکھیر کرر کھ دیے ہوں، اس کے خلاف ریشہ دوانی، فتنہ انگیزی، غوغا بازی، کذب بیانی اور افواہ تراشی کے علاوہ ان کے پاس مزید کوئی کام بچا ہی کب تھا۔ اصحاب علم ارباب دانش مدیر اخبار کی درج ذیل تحریر سے مدیر کی اہلیت، حیثیت، قابلیت اور اوقات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"ہمارے ناظرین ان مولوی صاحب کو جانتے ہوں گے جو نہ جانتے ہوں انہیں اتنی خبر تو ہوگی کہ ندوہ کے مقابلے میں ایک جدوہ ہوا کرتا ہے جن کا فتویٰ ہے کہ ندوہ میں شریک ہونے والے کافر ہیں۔ اس جدوہ کے بانی مبانی یہی حضرت ہیں آپ کے نزدیک مسلمان وہ ہے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب جانے وغیرہ پس یہ ہے ان حضرت کا مختصر سا تعارف" [اخبار اہل حدیث]

مدیر اخبار اپنی بات کو باوزن کرنے کے لیے اپنے معتقد و مرید مولوی عبد الرحمن گیلان ضلع مونگیر، کا ایک خط نقل کرتے ہیں۔ خط کیا ہے جھوٹ اور مکروفریب کی زندہ تصویر ہے۔ ملاحظہ ہو:

"بخدمت شریف محی السنہ قامع البدعۃ جناب مولانا مولوی ابوالوفا محمد ثناء اللہ صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ملتمس ہوں کہ آپ مہربانی فرماکر اس خبر کو جسے میں اب لکھتا ہوں اپنے پرچہ میں جگہ دیں۔ وہ خبر یہ ہے کہ مولوی عبد الغفور صاحب لکھتے ہیں کہ مکہ معظمہ سے چلتے وقت ایک واقعہ ہوا کہ احمد رضا خاں بریلوی نے مفتی کمال کو جواب معزول ہیں بلایا اور عبد القادر شیبی کو اپنے ساتھ متفق کرکے شریف مکہ کے یہاں یہ استغاثہ پیش کرایا کہ مولوی خلیل احمد سہارنپوری جنھوں نے رسالہ براہین قاطعہ بجواب براہین ساطعہ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جھوٹا ہونا یعنی امکان کذب فعلی اور مدینہ جانے کو حرام اور درود پڑھنے کو ناجائز کہتا ہے۔ شریف نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ جو مسلمان ہوگا اس کا ہرگز عقیدہ ایسا نہ ہوگا۔ اتفاق سے ملا شعیب مغربی مالکی شریف کے یہاں موجود تھے انہوں نے کہا کہ اگر بیان مستغیث سچ ہے تو قائل کے کلام کا مطلب فلاں فلاں ہوسکتا ہے مولوی خلیل احمد کو ملا شعیب سے نہ دید ہے نہ شنید ہے مگر یہ تائید غیبی ہوگئی۔

اسی اثنامیں ایک خط ہندوستان سے اس وقت بذریعہ شیبی بنام شاہ محمد معصوم صاحب آیا جب کہ شاہ صاحب شیبی کے پاس بیٹھے تھے، شیبی نے کہا یہ خط کیسا ہے؟ شاہ صاحب نے کہا کہ اس کا مضمون یہ ہے۔احمد رضا آگیا ہوا ہے اس کا شیوہ بزرگان دین واکابر اسلام کو برا کہنے اور کافر بنانے کا ہے۔وہ مولوی رشید احمد گنگوہی، اور مولوی محمد قاسم صاحب مغفور نانوتوی حتی کہ مولوی اسماعیل شہید اور شاہ ولی اللہ کو کافر کہتا ہے۔اس خط کو سن کر شیبی نے شریف کے یہاں پیش کیا اس میں یہ بھی تھا کہ جو شخص رسول اللہ کو مثل باری تعالیٰ کے عالم الغیب عالم الکلیات والجزئیات ماکان ومایکون نہیں کہتا ہے اس کو بھی کافر کہتا ہے۔لہٰذا شریف نے احمد رضا کو طلب کر کے کہا کہ تم شاہ ولی اللہ کی تکفیر ثابت کرو۔دکھانے تک نظر بندر ہو، کہیں جانے نہ پاؤ گے۔

مولوی خلیل احمد نے اپنا رسالہ مفتی کو دیا اور کہا کہ اس کا ترجمہ کسی شخص معتمد سے کرا کے غور کریں۔چناں چہ انہوں نے اس کام کے لیے مولوی کوثر علی کو تجویز کیا۔مولوی خلیل احمد یہاں مدینہ میں موجود ہیں۔روز چہار شنبہ ان کی ملاقات کو گئے۔وہ ابن ماجہ تین چار عرب کو پڑھا رہے تھے انہوں نے کہا کہ واقعہ صحیح ہے کہ ہمارے آنے کے بعد دو قافلے مکہ سے آچکے ہیں مگر احمد رضا خاں ہنوز نہیں آیا۔اس زمانہ میں ایک شیوہ ہو گیا ہے کہ جب کوئی اہل حق مکہ آتا ہے تو خواہ مخواہ اس کو ایذا پہنچانے میں ہمارے حنفی بھائی مکہ تک تعاقب کرتے ہیں:

اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون۔ انتھی بلفظہ۔

اس کے بعد مولوی صاحب نے ایک خط.....سے روز جمعہ ۲۶؍ صفر کو لکھا جس میں واقعہ مذکورہ کے متعلق یہ ہے کہ مکہ معظمہ سے آتے ہوئے لوگوں سے جو جدہ سے آگبوٹ پر ہمراہ ہوئے، معلوم ہوا کہ شریف مکہ نے احمد رضا خاں سے دربارہ سمیع ہونے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب طلب کیا۔انہوں نے دلائل لکھ کر جو دیے ہیں شریف صاحب کے بکس میں بند ہیں۔ملا شعیب مغربی مالکی سے شریف نے تردید پوچھی تو ملا نے ۴۰؍ حدیثیں وچند آیات قرآنی جو یاد تھیں شریف کے سامنے پڑھیں۔حرمین شریفین میں ایسے عقیدہ پر نفریں کرتے ہیں حتی کہ بدولوگوں نے جو سنا، استغفر اللہ پڑھا ؏

مجھے الزام دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری ہماری واپسی کے بعد ایک ہفتہ اور مدینہ طیبہ میں ٹھہر کر ینبوع میں پہنچ گئے تھے، دوسرے آگبوٹ میں آتے ہوں گے۔احمد رضا خاں جو ان کے پھنسانے کو گیا تھا خود ہنوز مکہ معظمہ میں پھنسا ہوا ہے۔(مولوی عبد الرحمن از گیلان ضلع مونگیر)"

[اخبار اہل حدیث امرت سر:۱۸؍ مئی ۱۹۰۶ء ۲۳؍ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ، ص ۸،۷]

قارئین خط ملاحظہ کریں کس طرح کذب بیانی اور دروغ بافی سے کام لیا گیا ہے۔اعلیٰ حضرت کی کتابیں

پڑھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ جو عقائد و نظریات جس انداز میں خط میں نقل کیے گئے ہرگز ہرگز اہل سنت کے نہیں۔اور نا کہیں اعلیٰ حضرت نے یہ لکھا ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب و سماعت نبوی پر جس قدر تحریریں اعلیٰ حضرت کی منصہ شہود پر آئیں لاکھ بار پڑھ لی جائیں کہیں بھی علم نبوی یا کسی اور صفت نبوی کا صفات باری سے موازنہ قیامت تک نہیں ملے گا۔جس نے تاحیات اس عقیدہ کی ترویج کی ہو کہ ؏

خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

وہ بھلا صفات نبوی کو صفات باری کے برابر کیسے کہہ سکتا ہے۔جس نے اپنی تحریروں سے یہ باور کرایا ہو کہ ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے اپنے فضل سے علم غیب عطا فرمایا ہے۔جو عطائی کو ذاتی بتا کر الزام تراشی کر سکتے ہیں وہ کیا نہیں کر سکتے۔ان سے پوچھا جائے کہ اگر اعلیٰ حضرت کا مکہ سے جانا اور نظر بند سے رہائی پانا اپنا مدعا ثابت کرنے پر ٹھہرا ہوا تھا تو کیا وجہ بنی کہ اعلیٰ حضرت ہندوستان واپس آئے؟ آیا اپنا مدعا ثابت کیا تب آئے؟ یا ثابت نہیں کیا بغیر ثابت کیے آگئے؟ دوسری صورت میں آنے کی کیا سبیل رہی۔؟ شریف حسین نے بغیر ثبوت دیے کیوں رہا کرایا؟ بہت سے سارے سوالات ہیں جن کے جوابات وہابیہ دیابنہ تاقیامت نہیں دے سکتے۔

خیر اس پر مزید بحث ہم آگے کریں گے فی الحال ایک خط اور ہم نقل کرتے ہیں جو اس خط کے فوراً بعد اخبار اہل حدیث میں نقل کیا گیا ہے۔ملاحظہ ہو:

جناب ایڈیٹر صاحب! السلام علیکم!

عاجز مع الخیر والعافیت ۶/ مئی ۱۹۰۶ء روز یکشنبہ کو سفر حج سے غربت کدہ پہنچا ہے بعض وقائع صادقہ مکہ معظمہ کو درج اخبار کے لیے تحریر کرتا ہوں۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے مفتی کمال مکی سے (جو اب عہدہ افتا سے معزول ہیں) ربط حاصل کرکے بوساطت ان کی جناب شریف حسین صاحب کے یہاں اطلاع کی کہ خلیل احمد سہارنپوری جناب باری عزاسمہ کی کذب فعلی کا قائل ہے۔اور عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولا کرتا ہے۔شریف صاحب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہماری دانستہ مسلمان خصوصاً جو حج کرنے کو آیا ہو ہرگز ایسا عقیدہ نہیں رکھتا ہوگا۔اتفاقاً اس مجلس میں مولانا محمد شعیب صاحب مغربی مالکی جو امام و خطیب حرم محترم ہیں، موجود تھے۔اگرچہ وہ مولوی خلیل احمد کو جانتے بھی نہ تھے مگر بہ تائید مولوی صاحب کے شریف صاحب سے کہا کہ اگر بالفرض کوئی قائل بھی ہو تو اس کا مطلب اور اس کی غرض کذا و کذا ہوگی۔الغرض شریف صاحب نے خبر رساں و تہمت دہندہ معاند کا ذب سمجھا اور جھوٹے اتہام کی طرف توجہ نہ کی۔بے چارے مولوی خلیل احمد کو قبل سے کوئی خبر نہ تھی جب خبر ہوئی تب مفتی کمال

کے یہاں جاکر اپنی براءت کے لیے اپنا رسالہ براہین قاطعہ پیش کیا۔ چوں کہ وہ رسالہ اردو زبان میں تھا مفتی صاحب نے مولوی کوثر علی صاحب سے جو ان کے نزدیک معتمد اور زبان عربی و اردو کے ماہر تھے تمامی مضمون رسالہ کو لفظ بلفظ سن کر و سمجھ کر خاموش ہو رہے اور مولوی صاحب سے معافی چاہی۔ اور اخیر ذی الحجہ میں مولوی خلیل احمد روانہ مدینہ طیبہ ہوئے اور پچیس روز وہاں قیام رکھ کر روانہ وطن براہ ینبع ہو گئے۔ بعد چند روز کے اتفاقاً جناب شاہ محمد معصوم صاحب مجددی حنفی سید عبد القادر شیبی کے یہاں بیٹھے تھے کہ ایک خط ہندوستان سے بنام شاہ صاحب موصوف بذریعہ شیبی صاحب کے پہنچا۔

شیبی صاحب نے پوچھا کہ یہ کیسا خط ہے؟ شاہ صاحب نے کہا کہ اس میں چند مسائل اعتقادیات کے درج ہیں۔ از آں جملہ یہ ہے کہ احمد رضا خاں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سمیع ہونے کا قائل ہے اور وہ اعتقاد راسخ رکھتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دور اور نزدیک سے یکساں سنا کرتے ہیں شیبی صاحب کو اس عقیدہ پر بہت تعجب ہوا اور اس خط کو شریف صاحب کے یہاں پیش کر دیا۔

شریف صاحب نے مولانا محمد شعیب سے اس عقیدہ کی تحقیق کی۔ آپ نے اس عقیدہ کی بطلان میں چالیس دلیلیں فی البدیہ زبانی پیش کیں۔ شریف صاحب نے سنتے ہی احمد رضا خاں کو باضابطہ طلب کر کے اولاً اس عقیدہ جدیدہ کی تصدیق کرائی۔ بعدہ اس کی دلیل پوچھی اور اس عقیدہ کی اصل اور اس کا ثبوت طلب کیا۔ جب خان صاحب بروقت دلیل و ثبوت دینے سے مجبور ہوئے، تو نظر بند کرنے کا حکم نافذ کیا کہ تا پیش کرنے دلیل اور دکھلانے ثبوت اپنے عقیدہ کے خان صاحب نظر بند رہیں اور مکہ معظمہ سے باہر جانے نہ پائیں۔ اس عقیدہ جدیدہ کو جب اہل عرب حتی کہ بدو لوگوں نے سنا تو سبھوں نے نفریں کیا اور کر رہے ہیں۔ از آں جا کہ راقم ۱۶/ اپریل کو جدہ ہو کر غریب خانہ چلا آیا۔ مابعد کی مجھ کو خبر نہیں کہ آیا خان صاحب نے دلائل پیش کیں یا نہ۔ والسلام۔

راقم زیادت حسین بہاری تازہ وارد از عربستان۔"

[مرجع سابق: ص ۸]

قارئین! اس خط میں بھی وہی کچھ ہے جو پہلے خط میں تھا۔ مفہوم بھی ایک سا اور الفاظ بھی اکثر مقامات پر ایک سے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک منظم سازش کے تحت لکھے گئے خط ہیں۔ خط میں لکھا گیا ہے کہ مولوی خلیل صاحب کے حوالے سے جب بتایا گیا تو شریف حسین نے یہ کہہ کر ماننے سے انکار کر دیا کہ ایک مسلمان اور حج پر آنے والا یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔ مگر جب اعلیٰ حضرت کی بات آئی اور ان کے تعلق سے عقیدے بیان کیے گئے تو باضابطہ طلبی ہوئی۔ کیا وہابیہ ہند بتا سکتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا۔ شریف حسین نے پہلے والا جواب یہاں کیوں نہیں دیا اور فوراً ردِ عمل ظاہر کیوں کیا؟ کیا شریف حسین مولوی خلیل کے رشتہ دار تھے؟ اعلیٰ حضرت کے دشمن

تھے؟ بات ایک جیسی تو ردعمل ایک جیسا کیوں نہیں؟ ان سارے سوالات کے جوابات میں پوری زندگی گزر جائے گی مگر وہابیہ جواب دینے سے قاصر رہیں گے۔ دراصل ایسا کچھ ہوا ہی نہیں تھا جو ہوا تھا اس کی تفصیل ان شاء اللہ ہم آگے پیش کریں گے۔

ہم بس یہاں اس قدر عرض کر دیں کہ یہ سب اعلیٰ حضرت کو بدنام کرنے، ان کی عظمت و شان کم کرنے، ان کی جلالت علمی کو مطعون کرنے، اور ہتک عزت جیسی گھنونی کوشش کے نتیجہ میں ہو رہا تھا۔ مگر شاید انہیں یہ نہیں پتا تھا کہ ؎

مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند
مہ را چہ جرم خاصیت سگ ہمیں بود

اخبار اہل حدیث امرت سر، اخبار النجم لکھنؤ وغیرہ اخبارات وہابیہ ہند کے مطابق اعلیٰ حضرت کو گرفتار کر لیا گیا تھا اس لیے مکہ معظمہ میں دیر لگ گئی۔ اس طرح کی ساری افواہوں کا دنداں شکن جواب دیتے ہوئے اور حقیقت واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مدیر ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ، مولانا ضیاء الدین صاحب پیلی بھیتی رقم طراز ہیں:

"ایک صاحب نے اپنا معائنہ یہ بیان کیا کہ اخبار النجم لکھنؤ رقم طراز ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب سے مکہ معظمہ میں درباب علم غیب باز پرس ہوئی اور ان سے کچھ بات بنائے نہ بنی۔ انتہی۔

علیٰ ھٰذا اخبار اہل حدیث امرتسر وغیرہ میں بھی اسی قسم کے مضمون سے کاغذ سیاہ کیا گیا۔ ہم کو جیسے ہی یہ خبریں دریافت ہوئیں بلا پس و پیش سمجھ میں آگیا کہ ان کی بنا محض نفسیات پر ہے۔ جو کچھ اخباروں میں درج ہوا وہ خلاف واقع بلکہ عکس لکھا گیا۔ حسن کو قبح، خوبی کو برائی بنانے میں تو کوئی بات اٹھا نہیں رکھی مگر بنائے نہ بن پڑی۔ واقعات ایسے لکھے ہیں کہ وہ خود اپنے لکھنے والوں کی تکذیب کر رہے ہیں۔ اور ان کی خلاف ورزی کا پورا یقین دلا رہے ہیں۔ چوں کہ یہ بات ان کی تحریروں سے بلا تعمل سمجھ میں آتی تھیں۔ لہٰذا ہم چپ سادھے بیٹھے تھے۔ اور اس بحث کو چھیڑنا نہیں چاہتے تھے۔ ؎

چو کاری بے فضول من بر آید
مراد روی سخن گفتن نشاید

کیا کہیں بعض صاحبوں نے تحریر پر آمادہ کر ہی دیا اور فرمایا کہ طبیعتیں یکساں نہیں۔ ہر شخص کے خیالات جدا، حالات علاحدہ مصلحت اسی میں ہے کہ احقاق حق و ابطال باطل کیا جائے اور احوال واقعی کو رنگ تحریر دیا جائے۔ بنا براں بطور اختصار حالات اصلی کا اظہار کرتا ہوں۔ مفصل کیفیت ان شاء اللہ تعالیٰ چند روز کے بعد شائع کی جائے گی۔

ڈبلو صاحب کی تحریر جس امر کو ظاہر کر رہی ہے اس کے سمجھنے میں زیادہ غور کی حاجت نہیں۔ تاہم ایں جانب کا خامہ پر زور ازالہ حجاب اور مقصود دلی و خواہش قلبی کو واشگاف و بے حجاب کیے دیتا ہے۔ ڈبلو صاحب نے ہوشیاری تو بہت کی کہ امر خلاف واقع کو جامہ سوال سے چھپایا واقع میں اگر ایسی نہ سوجھتی تو قانون ازالہ حیثیت عرفی نہ معلوم کہاں سے کہاں پہنچا دیتا۔

ڈبلو صاحب نے گرفتاری کی جو وجہ بیان کی اولاً لفظ تاخیر اس محل پر ان کی قابلیت کی نہایت توقیر اور لیاقت کی تشہیر کر رہا ہے۔ اور سادگی و بزرگی کی تصویر کھینچ کر صاف دکھا رہا ہے۔ اگر آپ کا تاخیر علما سے یہ مراد ہے کہ اپنے زمانے کے علما کو بسبب ازدیاد علم و فضل کے پیچھے چھوڑ دینے اور اس مرتبہ عظمیٰ و منصب اعلیٰ میں سب سے بڑھ جانے اور سب پر گویا سبقت لے جانے کی وجہ سے گرفتار ہوئے تو اس میں ان پر کون سا جرم عائد ہوا۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء و الله واسع عليم و يختص برحمته من يشاء و هو العزيز الحكيم۔

یہ وجہ گرفتاری اگر ہوگی تو محکمہ مجانین میں ہوگی۔ آپ تو ماشاء اللہ عاقل و فہیم ہیں اور جس کو تھوڑی بھی عقل و فہم ہوگی وہ اس کو مزید تعظیم و تکریم کی وجہ قرار دے گا اور حقیقت میں وہاں یہی امر پیش آیا۔ سچ فرمائیے کہ آپ ہی کے قول سے امر حق مثل نہار آشکار ہوا یا نہیں۔

ثانیاً اگر تاخیر کو غلط بتائیے اور اس کی جگہ تکفیر بنائیے جیسا کہ آپ کی تحریر کا منشا اور طبیعت کا مقتضا ہے، تو یہ بھی وجہ گرفتاری نہیں کہ سلف سے لے کر آج تک علمائے ربانیین و مفتیان دین متین کا یہی دستور کہ جو کوئی از روئے قانون شریعت مطہرہ و بحکم سنت سنیہ قابل تکفیر ہوا اس کی تکفیر فرمائی۔ اور ارشاد دین کی بجا آوری میں ذرا بھی کوتاہی کو راہ نہ دی۔ خود علمائے حرمین طیبین جو لائق تکفیر ہوتا ہے اس کی تکفیر فرمایا کرتے۔ فرمان شرع اقدس کے آگے مخالفین و متعصبین کی بیہودہ صداؤں پر کان نہیں دھرتے ہیں جب خود ان کا یہ عمل ہے تو اس فعل کی وجہ سے دوسرے علما کو کیوں گرفتار کرنے لگے۔ اس کو بھی سوائے مخبوط الحواس کے اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔

اس صورت میں اگر آپ کا یہ مقصود مردود و مطلوب معیوب ہو اور ضرور ہوگا جیسا کہ بدمذہبوں بے ایمانوں کا خیال خام ہے کہ خواہ نخواہ علما کو کافر بنانے اور زبردستی ان پر حکم تکفیر لگانے کی وجہ سے مورد عتاب ہوئے تو یہ بھی پادر ہوا اور بالکل بے جا ہے۔ دشمنان دین و ایمان کی رٹ اور اہل طغیان و بطلان کی گپ اور بیخ کنانِ اسلام کا جیتا جاگتا اتہام ہے۔ اہل حق و انصاف بخوبی جانتے ہیں کہ دربارہ تکفیر فی زماننا ایسا محتاط آدمی معدوم۔

منجملہ تصنیفات کثیرہ آں علامہ کے صرف رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ اور سل السیوف الہندیہ ہی کو دیکھا جائے، کہ مولوی اسماعیل دہلوی پر اسی کے اقوال کفریہ شائع شدہ سے متعدّد کفریات کو بدلائل قاطعہ بیان فرمایا اور بیسیوں وجہ سے اس پر لزوم کفر کو ببراہینِ قاہرہ ثابت کر دکھایا مگر اللہ اکبر یہ احتیاط کہ کافر نہ فرمایا۔

البتہ جس کے اقوال میں کوئی ضعیف وجہ بھی اسلام کی نہ نکلی بدرجہ ناچاری اس پر حکمِ کفر لگایا اور محتاط علما و فضلا نے ساتھ دیا۔ ہاں اصول نیا چرہ وندویہ کے موافق کفار کو اپنا دینی بھائی نہ بنایا۔ منکران ضروریات دین کو دائرہ اسلام میں داخل نہ فرمایا۔ امکان کذب باری تعالیٰ گڑھنے والوں، امکان نظیر ماننے والوں سے رشتہ اُخوت دینی قائم نہ کیا۔ آپ کے اصول دینی وخیال واہی کی رو سے بے شک اس جرم شدید کے مرتکب ہوئے۔ جناب من اگر آپ کی شریعت باطلہ وملت مردودہ وہاں جاری ہوتی تو وہ اس جرم کا مواخذہ کرتی۔ وہاں تو بلا شبہ دین باطل والوں کی حقیقت ظاہر ہونے پر اس طور خدمت کی جاتی ہے کہ وہیں کے تبرک ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی وجہ سے تبرک نہ ہوئے تو اُس خدمت واجبی کا مزہ عمر بھر یاد رہتا ہے۔ چناں چہ آپ کی ملت والوں سے بعض چشیدہ بھی ہیں۔ خیر اس کو آپ جانیں اور آپ کے ہم مشرب۔ میں اس میں طول دینا نہیں چاہتا۔ آپ کے حال زار پر رحم کر کے چھوڑ دیتا ہوں۔ سینیے میں نے جو اُس فاضلِ اجل کی مزید احتیاط حکم کفر لگانے میں بیان کی ہے اگر آپ کو اس میں ذرا بھی تردد ہو تو وہ دونوں رسائل مذکورہ مطبوعہ ملاحظہ فرمالیجیے۔

یہ تو جو کچھ ہوا وہ اس سے بڑھ کر آپ کی راست گوئی و نیک خوئی کا یہ علاج ہے کہ چند سال ہوئے اُس چودھویں صدی کے مجدد نے ایک فتویٰ تحریر فرمایا، جس میں ندوۃ العلماء کا ہو بہو نقشہ اتارا۔ اس کی کارروائیوں کا سچا فوٹو لیا۔ اس کے اقوال کو اسی کی مطبوعہ روداد وں و دیگر مضمونوں سے مع نام کتاب و نشان صفحہ نقل فرما کر ملت قاہرہ کی کسوٹی پر کسا۔ شریعت مطہرہ نے جو کچھ ان پر حکم لگایا اس کو لباس تحریر پہنا کر حرمین شریفین کے علمائے کرام و مفتیان عظام کے ملاحظہ میں پیش کیا۔ اُن بزرگان ملت و پیشوایان شریعت نے علاوہ تصدیق وتصحیحِ جواباتِ مسطورہ آں مفتی عالی صفات کے بے شمار مدائح و مناقب مجیب لبیب مدظلہ تحریر فرمائے۔ اور جلالت و تبحر علمی میں ایسی ایسی پر زور عبارتیں لکھیں اور وہ وہ دعائیں دیں اور القاب جلیلہ مرحمت فرمائے کہ جن کا تعلق دیکھنے سے ہے۔ یہ کرامت و شرافت بے نہایت آج تک کسی عالم و فاضل کے لیے معرض ظہور میں نہ آئی۔ چوں کہ اُن بزرگان دین و مقتدایان مسلمین نے اس قدر انکشاف حالات واقعہ حضرت مجیب فرمایا اور تصدیق جوابات میں تحقیقات کو بڑھایا کہ اصل عبارتِ جوابات سے اُن کی عبارت نے طول پایا، لہٰذا ان فتاویٰ کا نام نامی واسم تاریخی فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین (۱۳۱۷ھ) میدان ظہور میں آیا۔

سنیے تو سہی ان فتاویٰ میں حضرت مجیب نے کون سی بات اٹھا رکھی، جنھوں نے احاطہ شرعیہ سے خروج کیا اُن کو کافر قرار دیا اور جنھوں نے اپنی ٹنگڑی لگی رکھی اُن کو ضال مضل وغیرہ ثابت فرمایا، اگر علمائے حرمین مکرمین کے نزدیک اس پیشوائے اسلام ومسلمین کی یہ بات قابل مواخذہ ہوتی تو وہ خود کیوں اسی جرم کے مرتکب ہوتے؟ اور اِن فتاویٰ کی تصحیح میں کیوں بے ساختہ اپنے اپنے دستخط اور مہریں فرماتے اور حضرت مجیب کی لمبی

چوڑی تعریفیں لکھتے۔ پس صبح صادق کی طرح روشن ہوگیا کہ آپ کا خیال کسی طور صحیح نہیں۔ جو کچھ آپ نے لکھ کر پیسہ اخبار کا کالم کالا کیا وہ سراپا آپ کی ذاتی و دینی خوبی و صدق گوئی کا سراپا کھینچ رہا ہے ع

مزن بے تامل بگفتار دم

جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی

پا پوش میں لگائی کرن آفتاب کی

بد مذہبی و بے دینی کا برا ہو کہ وہ انسان کو کسی کام کا نہیں رکھتی۔ عقل و فہم سے خالی۔ حیا سے معرا۔ عزت و کرامت سے بر طرف کر دیتی ہے۔ نشانہ تیرِ ملامت بناتی۔ جامہ رسوائی و ذلت پہناتی ہے۔ جہاں کسی نے مذہب کو چھوڑا صراط مستقیم سے منہ موڑا پھر انسانیت سے بھی سرو کار نہ رکھا۔ بے تکی ہانکنے بے پر کی اُڑانے میں نہ کچھ شرم نہ ڈر۔ دروغ گوئی خلاف ورزی میں نہ کسی کا خوف نہ خطر۔ جو منہ میں آیا وہ کہہ ڈالا۔ جو دل میں ہوا وہ لکھ مارا۔ ؎

بنطق آدمی بہتر ست از دواب

دواب از توبہ گر نہ گوئے صواب

ایسا ہی النجم والے صاحب کا بھی صریح اتہام اور بے سر پیر کا کلام ہے کہ جس کی داد سوائے مدہوشوں اور عقل و فہم کے دشمنوں کے اور کوئی نہیں دے سکتا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالحق صاحب الہ آبادی مہاجر مکہ مکرمہ نے تو وہیں مکہ معظمہ میں بیٹھ کر عالم ماکان و مایکون علیہ الصلاۃ والسلام کے علم غیب کے متعلق ایک رسالہ تحریر فرمایا جو چھپ کر علاوہ عرب کے ہندوستان میں بھی شائع ہوا اُن سے تو کچھ مواخذہ نہ کیا گیا اور حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب متع اللہ المومنین بطول حیاتہ و اعزالاسلام والمسلمین بدوام فیوضہ و برکاتہ سے گرفت کی گئی ماشاء اللہ! آپ کی سادگی اور حق گوئی قابل مدح و آفرین و لائق قدر و تحسین ہے۔ ایسی بے پر کی اُڑانا آپ ہی کا کام ہے۔ مدک خانے کی گپ سے کسی طرح کم نہیں۔ واہ واہ سبحان اللہ کیا کہنا چہ خوش گفت ست سعدی در زلیخا۔ الا یا ایہا الساقی ادھر بھی جام دیتا جا۔ حضرات ہم نے ڈبلو صاحب کی تحریر کی صداقت کسی قدر تفصیل سے بیان کر دی ہے اسی پر اخبار النجم و اخبار اہل حدیث وغیرہ کی بھی حق گوئی کا اندازہ کر لیجیے آپ ایسی بے سر پیر کی پائیں گے کہ بے ساختہ قہقہہ لگائیں گے۔ ؎

فرض ہے ایسی ابلہی سے حذر

عیب کرنے کو چاہیے ہے ہنر

صاف بے پر کی جو اُڑاتا ہے

اس سے احمق نہیں کوئی بڑھ کر
روز روشن کو رات کر دینا
ہے دلیلِ قوی خُرافت پر

جن بزرگوں نے اس بارے میں کاغذ سیاہ کرکے اپنی لیاقت و حقیقت کی شہرت دی۔ ان کی ذاتی خوبیوں کے علاوہ دینی حالت تو حضرات ناظرین کو دریافت ہوگئی ہوگی، یا پہلے سے معلوم ہوگی اور یہ بات بھی طشت از بام ہے کہ فی زمانہ احیاے سنت و اماتت کفر و بدعت میں حضرت فاضلِ بریلوی مدظلہ العالی وقف ہو رہے ہیں۔ آپ جیسا ناصر و حامی دین متین آج کل کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ جتنے اہل باطل ہیں وہ سب کے سب اسی وجہ سے آپ کے سخت مخالف ہیں، اپنے بخارات نکالنے کے لیے موقع کے منتظر رہتے ہیں، مگر بحمد للہ تعالیٰ آج تک ان کی دال نہیں گلی۔ صرف دو ایک مرتبہ ولولہ طبیعت دکھایا تو وہ خود انہیں کے گلے کا ہار بن گیا۔ اس سے پیچھا چھڑانا مشکل پڑ گیا، نہایت ذلیل و خوار ہوئے۔ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے، بالفعل کچھ نہ سوجھی تو یہی بے تکی اُڑائی۔ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَیَاۡبَی اللّٰہُ اِلَّاۤ اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَہٗ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
ہر آں کس تف زند ریشش بسوزد

حرمین طیبین کے علما و فضلا نے حضرت فاضل بریلوی مدظلہ العالی کی جس قدر وہم و خیال سے باہر تعظیم و تکریم فرمائی اور جو جو واقعات عجیبہ پیش آئے اور برکات حاصل ہوئے ان کا اظہار ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ کیا جائے گا۔ اے بیخ کنان اسلام! کیوں گھبراتے ہو۔ اس شہسوارِ میدان احیاے سنت غضنفر بیابان اماتت کفر و بدعت نے بعافیت و صحت بتاریخ ۹؍ جمادی الاولیٰ بمبئ کو رونق افروز فرمایا۔ اہل بمبئ تین ماہ پہلے سے آپ کی تشریف آوری کی خوشیاں منا رہے اور طرح طرح کے سامانِ فرح و سرور و تکلفات فرما رہے تھے۔ چناں چہ نہایت اہتمام سے ایک مکانِ عظیم الشان بکرایہ لیا اور اس کو خوب آراستہ و پیراستہ کرکے رکھا صرف تشریف لے جانے اور تشریف لانے کے وقت وہ وہ مراسم تعظیم و آئینِ تکریم بجالائے کہ اگر انہیں کو تفصیل سے لکھا جائے تو واقعی ایک مستقل تحریر ہو جائے۔ اس کو بھی آئندہ پر چھوڑا جاتا ہے ؎

اب تو جاتے ہیں مے کدے سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

ابوالمساکین ضیاء الدین مہتمم تحفہ حنفیہ پٹنہ بخشی محلہ۔ ۲۶؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ۔

[ماہنامہ تحفہ حنفیہ: جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ ص ۴۳ تا ۴۴]

قارئین! مولانا ضیاء الدین صاحب مدیر تحفہ کی تفصیلی تحریر سے وہابیہ ہند کی دروغ گوئی، کذب بیانی، الزام تراشی، اتہام بازی، کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی۔ جاء الحق وزھق الباطل کے بموجب حق وباطل کا فرق واضح ہوگیا۔

مولانا ضیاء الدین صاحب نے اس تحریر کے ایک ماہ بعد رجب المرجب میں وہابیہ کی جھوٹی، متناقض خبروں کی تردید اوران کی افواہوں کا مسکت جواب دیتے ہوئے ایک طویل تحریر ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ میں شائع کی جسے ہم من وعن نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: ؎

مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند
مہ را چہ جرم خاصیت سگ ہمیں بود

حضرت عالم اہل سنت عالی جناب مولانا مولوی حاجی احمد رضا خان صاحب مدظلہم الاقدس کے سفر حجاز کے ہر مخالفین نے میدان خالی پاکر اخباروں اشتہاروں کے ذریعے سے جو گنوردند مچایا اور اس صدائے بے ہنگام پر اہل سنت کثرہم اللہ تعالیٰ نے جیسا جیسا ضبط وصبر فرمایا اس سے کون واقف نہیں۔ رات دن بے اصل بے بنیاد اور طرفہ یہ کہ متناقض خبریں شائع ہوتی رہیں۔ سفر دریا کے زمانے میں جہاز کے ڈوب جانے کی وحشت ناک خبر اڑائی گئی۔ جب اعلیٰ حضرت مدظلہ کا مکہ معظمہ پہنچ جانا معلوم ہوگیا تو یہ رنگ بدل کر دوسرا پہلو اختیار کیا کہ وہاں مسئلہ علم غیب اور حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سمیع کہنے پر شریف صاحب نے جواب طلب کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ جب تک جواب نہ دیں یا توبہ نہ کریں زیر حراست رکھے جائیں۔

دوسرے صاحب کہتے ہیں مولوی رشید احمد و مولوی اسمٰعیل و جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو کافر کہنے کا استغاثہ شریف سے ہوا۔ شریف صاحب نے شاہ ولی اللہ صاحب کی تکفیر کی وجہ پوچھی ہے گویا اسمٰعیل دہلوی وغیرہ خود حضرت شریف صاحب کے نزدیک کافر تھے۔ لہٰذا انہیں سے ایک کی وجہ دریافت کی حالاں کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا تو مرتبہ ارفع واعلیٰ ہے۔ حضرت عالم اہل سنت مدظلہ نے باآں کہ طرح طرح سے بوجوہ کثیرہ بقول فقہائے کرام اسمٰعیل دہلوی پر لزوم کفر قاہر دلیلوں سے ثابت فرمایا جن کا جواب آج تک کسی وہابی صاحب سے نہ ہوسکا۔ باایں ہمہ یہی تصریح فرمائی کہ ہم احتیاط کرتے ہیں کافر نہ کہیں گے۔ دیکھو رسالہ سبحٰن السبوح جس کو طبع ہوئے ۱۵ سال گزرے اور رسالہ سل السیوف اور رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ جن کے طبع کو آٹھ نو سال ہوئے۔ خیر جب ان مفتری حضرات کو مدینہ منورہ کی حاضری تحقیق ہوئی پھر نہ وہ حراست رہی اور نہ جواب وتوبہ کی ضرورت۔ ایک ہندی کی سفارش پر نجات ملنے کا اظہار فرمایا کہ شریف صاحب کو بھی کورا نہ چھوڑا گیا دو حال سے خالی نہیں یا تو معاذ اللہ علم غیب ماننے والے شریعت مطہرہ کے خلاف فتنہ انگیزیوں کے ہادی تھے یا ان کے

مخالف شر برپا کرنے اور ہندوستان بھر کے طبائع کو اشتعال دینے والے کذب وافترا کے عادی۔

اگر پہلی صورت تسلیم کی جائے تو شریف صاحب نے ایسے عظیم دینی معاملے میں ایک ہندی کی سفارش پر توجہ پاکر اپنی ذات کو پچھلے دن کے لیے سخت مواخذے میں ڈال دیا تو کسی ادنیٰ درجے کے آدمی کا کام بھی نہیں ہو سکتا۔

اب نہ رہا مگر دوسرا پہلو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ حقانی علمار بانی کملا اپنے مخالفین کی طرف سے ہمیشہ ایسے ہی انعام پایا کیے ہیں بلکہ حقانی اور ربانی ہونے کے لیے اعلیٰ درجے کی شناخت یہی ہے کہ دین کے مخالف مذہب سے آزاد ایسے حضرات کو گالیوں سے یاد کریں۔ اگر ہمارے مسلمان بھائی اس مشت نمونہ از خروارے کو ملاحظہ کر کے اس مجہول فقرہ: ایک ہندی پر توجہ فرما کر قہری آیات لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی تلاوت فرماتے تو بیجا نہ تھا مگر صبر احسن واجمل ہے ہم اس قسم کے فضولیات و خرافات سننے کے ساتھ برابر اس کی جانچ کرتے رہے کہ ہزل کا اہل حق کے قلوب پر کیسا اثر ہوتا ہے الحمدللہ علی احسانہ ذی علم تو ذی علم ہمارے عوام بھائی بھی جس نفرت سے اس سڑے ہوئے ناپاک مادہ کو دیکھتے تھے اس کا اندازہ ہماری قوت سے باہر ہے۔

اس سفید جھوٹ کی سلسلہ جنبانی کو تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا کہ مسافران حجاز کی واپسی ہونے لگی اور ان کے باوقعت مشاہدے حرم محترم مکہ مکرمہ میں عالم اہل سنت کے اعزاز و احترام کو ظاہر کر کے مخالفین کی خباثت پر خاک ڈالنے لگے۔ ہماری عادت ہی نہیں کہ ہم معاندین کی خرافات وہرزہ گوئی پر توجہ کریں۔ اور ادھر حاجیوں کے بیان نے کامل اطمینان دلا دیا تھا، مگر بعض بھائیوں کے اسرار سے بعض عظمائے اہل سنت نے حضرت قبلہ وکعبہ مولانا مولوی عبدالحق صاحب مہاجر الہ آبادی مدظلہ وأبد فضلہ سے جو چھیالیس ۴۶ سال سے مکہ معظمہ میں بکمال زہد وقناعت وورع وعبادت وحرمت وعزت مقیم اور آج حرم محترم میں شیخ الدلائل اور بہت سے موجودین علمائے مکہ معظمہ کے استاذ واجب الاعتماد ہیں اور جن کو تمام اکابر حرمین طیبین اعلیٰ درجے کی عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، شہادت چاہا کہ اعلیٰ حضرت عالم اہل سنت وجماعت تشریف لے گئے ہیں اور مخالفین نے ایسی خبریں مشہور کر رکھی ہیں، ان کے نیاز نامہ کے جواب میں حضرت موصوف کا جو محرر والا نامہ تشریف لایا ہے اور اسے اسی پرچے میں آپ ملاحظہ کر چکے۔ اور ابھی کیا ہوا ہے ان شاء اللہ العزیز بہت کچھ حالات پرچہ ہائے شعبان ورمضان المبارک میں ملاحظہ کریں گے۔ سردست تحریر پرچہ اہل فقہ امرتسر بغور پڑھیے جس کو اعتبار نہ ہو وہ ہمارے مہری گرامی نامہ کو دیکھ لے اور اس پر بھی تذبذب ہو تو خود حضرت کی خدمت والا میں مکہ معظمہ متّصل حمیدیہ محل کے پتے سے دریافت کر لے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔ (ضیاء الدین مہتمم تحفہ)

[تحفہ حنفیہ پٹنہ: رجب، ۱۳۲۴ھ ص۴۵ تا ۴۷]

ہم یہاں اہل حدیث کی مزید ریشہ دوانی اور اس پر اخبار اہل فقہ میں زبردست بخیہ دری بھی پیش کردیں تو بحث مزید مزیدار اور دلچسپ ہوجائے گی۔ اخبار اہل حدیث نے لکھا کہ:

”مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی مکہ شریف سے وطن میں آگئے ہیں لیکن آج تک خان صاحب نے مواخذہ مکہ کی تکذیب نہیں کی اور نہ کرسکتے ہیں۔ جب تک مولوی صاحب خود تکذیب نہ کریں کسی دوسرے ایرے غیرے کی بات کا اعتبار نہیں۔ فقط نامعلوم“ [غالباً ۱۰/ اگست ۱۹۰۶ء، بحوالہ اہل فقہ ۳۱/ اگست ۱۹۰۶ء ص۶]

ایڈیٹر اخبار اہل حدیث کی مزخرفات وبکواس کا دنداں شکن جواب دیتے ہوئے مولانا غلام رسول مدرسہ تعلیم القرآن بالتجوید القرآن متعلق صدر جامع مسجد کراچی لکھتے ہیں:

”اڈیٹر صاحب کو ان سے ذاتی خصومت ہے یا کیا واللہ اعلم کہ کس عنایت سے اڈیٹر صاحب نے اس شہسوار میدان احیاے سنت وغضنفر بیابان اماتت کفر وبدعت کی بہ عافیت وصحت وطن میں آنے کی خبر بھی تحریر کی۔ ناظرین اندازہ کرسکتے ہیں کہ قبل ازیں بھی جتنی کچھ تحریریں یا خطوط وعلیٰ ہٰذا دیگر مضامین جو بہ نسبت مواخذہ مولانا احمد رضا خان صاحب شائع ہوکر یہاں تک زیادتی کی کہ حضرت مولانا صاحب علم غیب کے متعلق نظر بند یا مقید ہیں بجز تعصب اور نفسانیت کے اور کیا پایا جاتا تھا۔ جب کہ مولانا شاہ عبد الحق صاحب الہ آبادی مہاجر مکہ مکرمہ نے تو وہیں مکہ معظمہ میں بیٹھ کر عالم ماکان ومایکون علیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق ایک رسالہ تحریر فرمایا جو علاوہ عرب کے ہندوستان میں بھی شائع ہوا۔ تو ان سے کچھ مواخذہ نہ کیا گیا اور مولانا احمد رضا خان صاحب سے گرفت کی گئی۔ ماشاء اللہ ایسی ناقابل ثبوت گفتار اڑانا اہل حدیث ہی کا کام ہے۔ غالباً مولانا صاحب کے نظر بند و مواخذہ کیے جانے کی خبر سن کر حضرات اہل حدیث پھولے نہیں سماسکتے ہوں گے (مگر جب کبھی نظیر حسین مولائی کا واقعہ یاد آجاتا ہوگا تو سر بگریبان تو ضرور ہی ہوتے ہوں گے) لیکن جب بعافیت وصحت وطن لوٹ آنے کی خبر شنید میں آئی اور شائع کرنا پڑی تو کچھ نہ کچھ خوے غیر مقلدیت ظاہر کرنی پڑی۔ بجز اس کے اور کیا کہہ سکتے کہ مولانا صاحب نے آج تک اس خبر کی تکذیب ہی نہیں کی اور نہ کرسکتے ہیں۔ واہ رے تعصب مگر اڈیٹر صاحب نے آج تک خلاصہ واقعہ مولانا صاحب کا نہ لکھا بلکہ اس آخری لفظ میں بھی تعصب کو نہ چھوڑا باوجودیکہ دیگر اخبارات ورسائل نے بخوبی تکذیب وتردید کی مثل تحفہ حنفیہ ومعزز وطن واہل فقہ وغیرہ (مثل دبدبہ سکندری رامپور، پیسہ اخبار)۔

آج غالباً آٹھ روز کا عرصہ ہوا ہے کہ مولانا الحاج القاری محمد صدیق صاحب افغانی محدث نقشبندی تشریف لائے ہوئے ہیں جن سے بالتحقیق معلوم ہوا آپ فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے فاضل صاحب بریلوی کو بچشم خود دیکھا مکہ معظمہ میں اور خود بھی وہیں مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں عرصہ دو سال سے مقیم تھا اور جو کچھ پنجابی

اخبارات نے شائع کیا بے شک خلاف واقع تھا۔ نہ ان سے کسی قسم کا مواخذہ ہوا نہ تنقید۔ یہ سب کچھ صریح الحاد تھا الاو ہی علم غیب کے متعلق غوغا اور شریف کی باز پرس پر فاضل بریلوی کا جواب تھا۔ فقط ۱۲ منہ۔

چناں چہ مولوی حکیم حافظ محمد عبدالحمید صاحب فرخ دہلوی اڈیٹر سلطان اخبار و بمبئ پنچ بہادر اپنے اخبار بمبئ پنچ بہادر زمین جو ہفتہ وار شائع ہوتا ہے مولانا صاحب فاضل بریلوی کے متعلق مضمون شائع کیا ہے وہ خود مولانا صاحب کے کلام ہی کا خلاصہ ہے، جس سے ناظرین بخوبی اندازہ کر سکیں گے اصل واقعہ کیا تھا اور اخباروں کے طومار نے کیا کچھ کر دکھایا تھا۔ خصوصاً اڈیٹر پنچ بہادر صاحب صفحہ ۴ کالم ۳ میں اول سرخی سے یہ مصرع مرقوم فرماتے ہیں ع

باطل است آں چہ مدعی گوید

مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب کے متعلق جو پنجاب کے اخبارات میں یہ افواہیں اڑی تھیں کہ علم غیب کی بدولت وہ نظر بند کیے گئے ہیں۔ اس واقعہ کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے ہم خود بے چین تھے، اس لیے ہم مولانا صاحب ممدوح کی خدمت میں گئے باوجودیکہ ان کے خلاف پنجابی اخبارات کے حوالے سے پنچ بہادر میں بھی مضمون شائع ہو چکا تھا مگر وہ ہم سے باخلاق و کرم پیش آئے۔ اس واقعہ کے متعلق انہوں نے فرمایا یہ سب دشمنوں کا افترا ہے جب میری تحریر کا جواب نہیں دے سکتے تو جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لیے بد خبریں اڑاتے ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میرے رسالہ علم غیب کے متعلق مکہ معظمہ میں غوغا ضرور ہوا اور شریف صاحب نے باز پرس ضرور کی تھی مگر میں نے اپنی تحریر کو بخوبی ثابت کر دیا یعنی رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل ذاتی و علم غیب عارضی کو بخوبی واضح کر دیا۔ اس پر شریف صاحب وجد میں آگئے اور غصہ کے ساتھ مخالفوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اللہ یعطی و ھٰؤلاء یمنعون (اللہ دیتا ہے اور یہ لوگ مانع ہوتے ہیں)

اس پر مخالفین شرمندہ ہوئے اور پھر طرح طرح کے شگوفے کھلانے لگے۔ مولوی صاحب نے وہاں بھی ایک رسالہ عجلت کے ساتھ لکھا جس میں مخالفوں کو دنداں شکن جواب دیے گئے وہ بھی شریف مکہ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اس رسالے نے مخالفوں کے دانت کھٹے کر دیے۔ علم غیب کی بابت بھی ہم نے مولانا صاحب سے استفسار کیا کہ آپ جیسا عالم و فاضل خدا اور رسول کی حد امتیاز کو خاک میں ملا دے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا بات ہے انہوں نے فرمایا کہ لوگوں کی غلط فہمی ہے میں نے یہ ضرور لکھا ہے کہ ماکان ومایکون کا علم رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے مگر اس سے کب یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا علم اس سے بڑھا ہوا نہیں ہے!

معترضین اندھے ہیں کم ظرف ہیں کوتہ اندیش ہیں، جو کہ خدا کے علم کو ماکان ومایکون (ماکان ومایکون کے معنی ہیں جو ہوا اور ہو گا۔ کون ہونا وقت کو ظاہر کرتا ہے حالاں کہ جب کچھ نہ تھا تب بھی خدا علیم کل تھا اور جب سب کچھ فنا ہو جائے گا تب بھی خدا علیم کل ہے اس کا علم ازلی وابدی ہے۔ مولانا کی مراد یہ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا کو ماکان ومایکون کا علم ہے وہ خدا کے علم بسیط کو محدود کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم محدود ہے اور خدا کا عطا کیا ہوا ہے پس شرک کس طرح ہوا۔ اڈیٹر) کی چار دیواریوں میں بتایا کرتے ہیں وغیرہ۔

اس کی بابت آپ لوگ خود فیصلہ کر لیں کہ ماکان ومایکون کا اجمالی فقرہ غیر محدود علم سے تعلق رکھتا ہے یا محدود علم سے۔ فقط یہی پورا اور سچا واقعہ فاضل بریلوی صاحب کا اور کہاں مواخذہ کیے جانے ومقید ونظر بند کیے جانے کا ناقابلِ ثبوت طومار۔ فافہم۔ اس پر بھی اگر مخالفین مطمئن نہ ہوں تو باقی آئندہ مکرر ہے کہ اگر کسی حنفی دوست کو مولانا صاحب کے تمام سفر کے واقعے سے زیادہ دل چسپی ہو تو تحفہ حنفیہ پٹنہ عظیم آباد محلہ لودیکٹرہ مطبوعہ جمادی الاولیٰ ملاحظہ فرمائیں اور آئندہ پرچہ جات تحفہ حنفیہ شعبان رمضان کا انتظار کریں ؎

عرفی تو میندیش ز غوغاے رقیبان
آواز سگاں کم نکند رزق گدا را

خادم اہل سنت والجماعۃ خاکسار ابن العلیم احقر، غلام رسول عفی عنہ
مدرسہ تعلیم القرآن بالتجوید القرآن متعلق صدر جامع مسجد کراچی

[اخبار اہل فقہ: ۳۱/ اگست ۱۹۰۶ء مطابق ۱۰/ رجب ۱۳۲۴ھ ص ۶، ۷۔ تحفہ حنفیہ: رجب ۱۳۲۴ھ ص ۴۷، ۴۸]

اخبار اہل حدیث میں مکہ معظمہ کے حوالے سے دو خط نقل ہوئے جن میں کذب بیانی اور سنی سنائی باتوں کو بیان کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں وہ خط لکھنے والے دونوں ناقل تھے اور ہندی وہابی تھے البتہ ہم یہاں مکہ معظمہ کے معتمد و معتبر عالم دین جو تھے تو ہندی مگر برسوں سے مکہ معظمہ میں مقیم تھے اور علماے عرب میں نمایاں حیثیت کے حامل بھی۔ حضور اعلیٰ حضرت نے ان کا تعارف کچھ اس طرح پیش فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"حضرت مولانا عبد الحق الہ آبادی کو چالیس سال سے زائد مکہ معظمہ میں گذرے تھے۔ کبھی شریف کے یہاں بھی تشریف نہ لے گئے۔ قیام گاہِ فقیر پر دو بار تشریف لائے۔ مولانا سید اسماعیل وغیرہ ان کے تلامذہ فرماتے تھے کہ یہ محض خرق عادت ہے۔ مولانا کا دم بسا غنیمت تھا۔ ہندی تھے، مگر ان کے انوار مکہ میں چمک رہے تھے۔ التزاماً ہر سال حج کرتے۔ مولانا سید اسماعیل فرماتے تھے کہ ایک سال زمانہ حج میں حضرت مولانا عبد الحق صاحب بہت علیل اور صاحبِ فراش تھے۔ نویں تاریخ اپنے تلامذہ سے کہا مجھے حرم شریف میں لے

چلو۔ کئی آدمی اٹھاکرلائے، کعبہ معظمہ کے سامنے بٹھایا۔ زمزم شریف منگاکرپیااوردعاکی کہ الٰہی! حج سے محروم نہ رکھ! اسی وقت مولیٰ تعالیٰ نے ایسی قوت عطافرمائی کہ اٹھ کراپنے پاؤں سے عرفات شریف گئے اورحج اداکیا۔‘‘

[الملفوظ: حصہ دوم، ص۱۹۸]

ظاہرہے جواس بلند پایہ کاعالم ہواس سے کذب کاصدوربعیدازقیاس ہے۔

علاوہ ازیں مکہ کے حالات ساکن مکہ سے زیادہ بہترکون جان سکتاہے۔ جب وہابیہ نے غوغابازی اورشورمچانا شروع کیاتوہندوستان سے بہت سے لوگوں نے تحقیق حال کی کوششیں کیں۔ انہیں میں سے ایک مولاناعبدالرحیم تھے جواحمدآبادگجرات سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے حقیقت واقعہ جاننے کے لیے حضرت مولاناعبدالحق مہاجرالہ آبادی سے بذریعہ خط رابطہ کیااوروہابیہ ودیابنہ کی سازشوں، اتہام بازیوں اور بے سروپاافواہوں کاذکرکر کے حضوراعلیٰ حضرت کے مکہ معظمہ میں رک جانے کی وجوہات کی تفصیل کامطالبہ کیا، جس کے جواب میں حضرت مہاجرالہ آبادی نے مولاناعبدالرحیم گجراتی صاحب کے نام ایک خط ارسال فرمایا، جس میں حضوراعلیٰ حضرت کے مکہ معظمہ میں ٹھہرنے کے وجوہات اوروہاں آپ کی سرگرمیوں کے حوالے سے مثبت اور مدح آمیزانداز میں ذکرفرمایا۔

مولاناعبدالرحیم صاحب نے منتظم تحفہ مولاناقاضی عبدالوحیدفردوسی صاحب کے نام ایک خط لکھاجس میں واقعہ سے متعلق باتیں تحریرکیں اورساتھ ہی مہاجرالہ آبادی کاخط بھی روانہ کیا۔ ہم یہاں قاضی صاحب کے نام مولاناعبدالرحیم صاحب کاخط اور مولاناعبدالرحیم صاحب کے نام حضرت مہاجرالہ آبادی کاخط نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

حامداو مصلیاو مسلما۔ امابعد! مجی مخلصی حامی دین متین، جناب قاضی عبدالوحیدصاحب دام محبتکم!

بعدالسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے واضح رائے عالی ہوکہ راقم الحروف نے حضرت مولانامولوی حاجی محمد احمدرضاخان صاحب بریلوی عم فیضہ الجلی والخفی کی نسبت وحشت اثرخبریں سنیں۔ نیزبعض اخباروں میں بھی دیکھاکہ مکہ معظمہ میں ان کے ساتھ لوگ بےلطفی سے پیش آئے۔ چندروزتک اسی طرح کی خبروں کی نہایت گرماگرمی رہی۔ ایسی حالت میں بندہ کومناسب یہ معلوم ہواکہ مکہ معظمہ سے حالت اصلی دریافت کی جائے۔

چناں چہ تاریخ ۳۰/ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ مطابق ۲۳/ جون ۱۹۰۶ء کوایک عریضہ رجسٹری کراکے بنام نامی حضرت مولانامولوی محمدعبدالحق صاحب مہاجرمکی عم فیضہ کی عالی خدمت میں روانہ کردیاجس کی رسید بمبئی کے ڈاک خانہ کی میرے پاس موجودہے۔

راقم نے یہ مضمون لکھاتھاکہ مخالفین نے مولانابریلوی عم فیضہ الجلی والخفی کی نسبت ایسی غلط خبریں اخباروں

میں چھپوائی ہیں، لہٰذا جو کیفیت سچی وہاں ہوئی ہے اور آپ اُس سے واقف ہوں اُس کو لکھ کر ضرور میری جانب روانہ فرمائیے تا کہ مخالفین کی زبانِ باطل بند ہو جائے۔ اور مجھ کو بھی حالت اصلی معلوم ہو جائے۔ مولانا ممدوح نے اس عریضے کے جواب میں ایک محبت نامہ تاریخ ۲۳/ ماہ جمادی الثانی ۱۳۲۴ھ میرے نام پر روانہ کیا ہے۔ بندہ اس کی نقل مطابق اصل کے خدمت میں بھیجتا ہے آپ اس کو اپنے تحفہ حنفیہ کے کسی رسالے میں چھپوا دیجیے، تا کہ اظہارِ حق وازہاق باطل بخوبی ہو جائے۔ ممنون و مشکور ہوں گا۔ فقط۔

از احمد آباد گجرات، دکن، محلہ جمال پور متّصل مسجد کانچ رقیمہ عبد الرحیم بن پیر بخش عفی عنہما

تاریخ ۲۵/ جمادی الثانی ۱۳۲۴ھ روز جمعہ۔ نقل سرنامہ خط مکہ معظمہ۔

احمد آباد گجرات، دکن، محلہ جمال پور متّصل مسجد کانچ رسیدہ بخدمت شریف مولانا مولوی عبد الرحیم بن پیر بخش سلمہما اللہ تعالیٰ۔

محمد عبد الحق عفی عنہ از مکہ معظمہ زادہا تعظیما و تشریفا محررہ اول جمادی الآخرہ ۱۳۲۴ ہجری نبوی۔

ٹکٹ چسپاں است۔

حامدا و مصلیا!

از محمد عبد الحق عفی عنہ بخدمت شریف جناب مولانا بالفضل اولانا جناب مولوی عبد الرحیم صاحب عم فیضہ!

بعد وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ عرض آں کہ عنایت نامہ مع اشتہار پہنچا احوال سب معلوم ہوا یہ جو خبر بہ نسبت حضرت مولانا جناب مولوی محمد احمد رضا خان صاحب بد دینوں نے اڑائی ہے محض کذب ہے۔ و لا اصل له نعوذ بالله منه ثم نعوذ بالله عنه، حضرت مولانا صاحب عم فیضہ کو وہ عزت و آبرو حرمین شریفین میں حاصل ہوئی کہ شاید و باید اور مخالفین مرجضین نے دونوں جگہ بہت کچھ کوشش ذلت دینے میں کی، مگر خود ہی ذلیل و خوار ہوئے۔ خابوا و خسروا تمام فضلا و کملا دونوں بقعہ شریفہ کے آپ کے فضل و کمال کے قائل ہوئے۔ اور آپ کے رسالہ شریفہ پر تقریظیں لکھیں۔ اور مہروں سے مزین فرمایا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عن قریب بعد چھپنے اس رسالہ منیفہ کے سب پر یہ امر منکشف ہو جائے گا۔ عیاں را چہ بیاں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ حضرت مولانا صاحب کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ متع المسلمین بطول بقائه آمین بمنه و كرمه۔

حرر اول جمادی الآخرہ ۱۳۲۴ ہجری نبوی۔ بخدمت جملہ احباب سلام مسنون۔

(محمد عبد الحق ۱۳۱۸)

[تحفہ حنفیہ پٹنہ: رجب، ۱۳۲۴ھ ص ۴۳ و ۴۴]

ساتھ ہی مولانا ضیاء الدین صاحب کے نام حضرت مہاجر قدس سرہ کا یہ خط بھی ملاحظہ فرمالیں:

حامداً و مصلیاً!

از محمد عبدالحق عفی عنہ بخدمت شریف جناب مولانا بالفضل اولانا جناب مولانا مولوی ضیاءالدین سلمہ اللہ المتین۔

بعد وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ! عرض آں کہ عنایت نامہ لکھا ہوا یکم ربیع الآخر بیسویں رجب روز آخر قریب مغرب کو پہنچا۔ احوال مرقومہ سب معلوم ہوا یہ جو خبر بہ نسبت حضرت مولانا جناب مولوی محمد احمد رضا خان صاحب سلمہ اللہ الواہب بد دینوں نے اُڑائی ہے محض کذب ہے لا اصل لہ نعوذ باللہ منہ ثم نعوذ باللہ منہ، حضرت مولانا صاحب عم فیضہ کو وہ عزت و آبرو حرمین شریفین زادہما اللہ تعظیماً و تشریفاً میں حاصل ہوئی کہ شاید و باید اور مخالفین مرجفین نے دونوں جگہ بہت کوشش وسعی ذلت دینے میں کی مگر خود ہی خوار و ذلیل ہوئے۔ خابواو خسروا تمام فضلا و کملا دونوں بقعہ شریفہ کے آپ کے فضل و کمال کے قائل ہوئے۔ اور آپ کے رسالہ شریفہ پر تقریظیں لکھیں اور مہروں سے مزین فرمایا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عن قریب بعد چھپنے اس رسالہ منیفہ کے سب پر یہ امر منکشف ہو جائے گا۔ عیاں راچہ بیاں۔ اور حال آپ کی مقبولیت رسالہ موصوفہ کا تحریر و تقریر جناب حضرت شیخ الاسلام سلمہ اللہ ذوالجلال والاکرام سے بھی جو کہ بالفعل دارالسلطنت قسطنطنیہ میں اس مرتبہ عالیہ پر مشرف ہیں بہت ہی جلد سب پر واضح ولائح ہو جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ حق سبحانہ و تعالیٰ حضرت مولانا صاحب کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ متع اللہ المسلمین بطول بقائہ آمین بمنہ و کرمہ۔

حضرت جناب مولانا بعد تشریف لانے کے یہاں چند بار علیل ہو گئے۔ علی الخصوص وقت روانگی قافلہ بعد از فراغ حج یہاں تک اس باعث و بباعث اشتداد گرما عزم ہونے لگا کہ طائف شریف تا بقاے اشتداد گرما برعایت رفقا قیام ہووے من بعد سفر زیارت جناب حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا جائے مگر۔

وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ ؎

بود ہر کسے را دگر گو نہ رائے
نباشد مگر آں چہ خواہد خدائے

یکا یک سامان سفر مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام ہو گیا اور اعلانیہ حضرت جناب موصوف بے طواف الوداع بعد اشراق کیا اور جم غفیر کے ساتھ مکہ معظمہ زادہا اللہ تعالیٰ تعظیماً و تشریفاً سے مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام تشریف لے گئے۔ اور بعد حصول زیارت حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متوجہ بطرف ہندوستان ہوئے۔ در حقیقت یہ امر ہے اور مخالفوں نے بباعث خبث باطن جو خلاف اس کے مشہور کیا ہے وہ سب کذب و افترا ہے۔ نعوذ باللہ منہ سبحانک ھذا بھتان عظیم والسلام مع التعظیم والاکرام۔

مہر (محمد عبدالحق ۱۳۱۸ھ)

نیز اسی مضمون کا خط قاضی عبدالوحید صاحب کے نام بھی ارسال کیا گیا جس کی عبارت تحفہ حنفیہ میں بس اس قدر زیادہ درج ہے۔

''بخدمت شریف جناب مولانا مولوی محمد وحید صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مضمون واحد۔ مکرر آں کہ اس عنایت نامہ میں لکھا تھا ٹکٹ ۳/ ارسال ہے۔ اس میں کوئی ٹکٹ دستیاب نہ ہوئے اور اطلاعاً عرض ہے ٹکٹ ہند یہاں مروج نہیں ہے بے کام ہے۔'' [تحفہ حنفیہ: شوال المکرم، ۱۳۲۴ھ ص ۴۳، ۴۴]

حضرت مہاجر الہ آبادی کے دونوں خطوط سے یہ بات صاف ظاہر ہوگئی کہ اعلیٰ حضرت دینی مصروفیات کے سبب مکہ معظمہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ گرفتار نہیں کیے گئے تھے بلکہ علمائے مکہ سے حسام الحرمین پر تصدیقات حاصل کر رہے تھے۔

علاوہ ازیں کتاب ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ'' جو علم غیب نبوی پر ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، عربی میں لکھ کر علمائے عرب سے داد وتحسین وصول کر رہے تھے۔ لاجواب نہیں تھے بلکہ جواب دینے ہی کے لیے ٹھہرے ہوئے تھے اور مولوی خلیل جیسوں کو مکہ معظمہ سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر رہے تھے۔

ہم یہاں ایک خط اور نقل کرتے ہیں جس سے مزید واقعہ کی شبیہ نکھر کر سامنے آجائے گی۔

مولانا عبدالرحمن صاحب محجیؒ ساکن پوکھریروی، کے بلاوے پر تحفہ حنفیہ کے منتظم قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی، ایک جلسہ میں تشریف لے گئے تو وہاں مولانا محمد اسحاق صاحب سے ملاقات ہوئی، جنہوں نے واقعہ مذکورہ کی بابت تفصیل معلوم کی تو قاضی صاحب نے کچھ باتیں بیان کیں۔ مزید فرمایا کہ آپ حج کو جا رہے ہیں مزید تفصیل وہیں سے معلوم کرلیں۔ مولانا محمد اسحاق صاحب نے حج سے مراجعت کی تو قاضی صاحب کے نام درج ذیل خط تحریر فرمایا، جس میں انہوں نے لکھا کہ جب میں نے احناف وشوافع علما ومفتیان کرام سے اعلیٰ حضرت کی بابت اور ان کے عقیدے کی بابت دریافت کیا تو سب نے تعریف وتحسین فرمائی۔ اور جب میں نے وہابیہ کی افواہوں کا ذکر کیا تو انہوں نے 'لعنۃ اللہ علی الکاذبین' کہ کر وہابیہ کی الزام تراشیوں اور اتہام بازیوں کی تردید فرمائی۔ خط پیش ہے ملاحظہ فرمائیں:

بعالی خدمت جناب مولانا مولوی قاضی عبدالوحید صاحب!

بعد سلام مسنون عرض ایں کہ بحمد اللہ والمنہ بندہ سفر حج سے بخیریت تمام مقام جالہ (غریب خانہ) پہنچا۔ حسب الحکم حضرت فاضل بریلوی کی نسبت کما حقہ دریافت کیا۔ شیخ الدلائل مولانا استاذنا عبدالحق صاحب مدظلہ، شیخ العلماء مولانا بابصیل مفتی شافعیہ، شیخ الفقہاء والخطبا مولانا ابوالخیر مفتی حنفیہ، حافظ امام الدین صاحب سیالکوٹی یکے از مشائخ مشہورین وغیرہم سے خود جا کر قدم بوس ہوا اور ہر ایک کو ان کی تعریف میں دفتر بیان کرتے سنا۔

جو جو خبریں ہندوستان میں سنی تھیں ہر ایک کو میں ظاہر کرتا تھا۔ اور وہ حضرات لعنۃ اللہ علی الکاذبین یا ہذا کذب کذب یا حاشا و کلا، فرماتے جاتے تھے۔ جب میں نے پوچھا کہ آپ حضرات کے نزدیک عقائد ان کے کیسے تھے ؟ مفتی شافعیہ نے طیب طیب فرمایا۔ بقیہ الفاظ مدحیہ بعینہا یاد نہیں رہے۔ مفتی حنفیہ کے یہ الفاظ بعینہا یاد ہیں:

واللہ ما رأیت رجلاً مثلہ نحن معشر العلماء کنا متمنین ان یقیم مولانا سنتہ او ر سنتین۔ انت یا اخی اذا وصلت بریلی اقرأ سلامی بالاشتیاق التام علیہ و علی ابنہ مولانا حامد رضا انتھی۔

جناب! میں نے نقل بالمعنیٰ مناسب نہیں جانا اور شیخ الدلائل کے بیان کے بعد تطبیق خط سابق کی ضرورت نہ دیکھ کر اسی پر اکتفا کیا۔ جس کو اس کے حق ہونے میں اب بھی کلام ہو وہ مجھ سے اور بین بین ثبوت طلب کرے میں جس جس مستند علما فضلا کے پاس جاتا تھا...... تاہم دوسرے دوسرے لوگوں کو بھی لے جاتا تھا تاکہ شہادت علی الشہادۃ کا کام دے۔ افسوس بوجہ عدم تندرستی و کمی زاد راہ بریلی نہ جاسکا۔ بذریعہ عریضہ سلام پہنچاتا ہوں جس قدر پرچے رمضان شریف سے ربیع الاول تک باقی ہیں سب عنایت فرمائیے۔

خادم محمد اسحاق۔ موضع جالہ ڈاک خانہ جوگیارہ، ضلع دربھنگہ۔"

[تحفہ حنفیہ: جمادی الاخریٰ ۱۳۲۵ھ ص ۳۶]

حاصل یہ کہ اعلیٰ حضرت کی نسبت وہابیہ ہند نے جو الزام تراشیاں کیں تھیں سابقہ خطوط نے سب کی تردید کردی۔ اور یہ باور کرادیا کہ اعلیٰ حضرت مکہ معظمہ میں ضرور تار کے تھے، اور از خود رکے تھے، کسی نے روکا نہیں تھا، وہ وہاں اپنی مرضی کے مالک تھے، جہاں چاہتے جاتے کسی طرح کی کوئی پابندی یا نظر بندی نہیں تھی۔

اعلیٰ حضرت جب سفر حج سے واپس تشریف لے آئے تو کوئی ماہ تو ملنے ملانے میں لگ گئے اور دیگر مصروفیات میں۔ اس کے بعد معتقدین کا اصرار ہوا کہ سفر حج کی روداد خود بھی بیان فرمادیتے تو وہابیہ کے منہ بالکل بند ہوجاتے اور اغیار کے ساتھ معتقدین و محبین کو بھی واقعات کی تفصیل معلوم ہوجاتی۔ تو اعلیٰ حضرت نے سفر حج کے واقعات بہت ہی تفصیل سے قلم بند کرائے۔ جسے یہاں بعینہٖ نقل کرنا طوالت کا سبب بنے گا اور اوراق اس تطویل کے متحمل نہیں۔ ہم یہاں پوری بحث کا نچوڑ جو بڑے کمال فن کے ساتھ مولانا غلام جابر شمس مصباحی صاحب نے سفر نامہ اعلیٰ حضرت میں تحریر فرمایا پیش کیے دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"بغیر کسی تیاری کے اچانک روانگی، غیر متوقع طور پر والدہ کریمہ کی اجازت، وضو کا پانی رکھا رہا، جب تک واپسی نہ ہوئی، بریلی سے روانگی، راستے میں پریشانی اور سہولت، بمبئی میں استقبال اور تمام تر سہولت، آناً فاناً ٹکٹ کا مہیا ہونا، بمبئی سے روانگی، کامران میں دس دن قیام، اور مسائلِ شرع کا بیان، ترکی افسران کا حسنِ انتظام، مزار مبارک

کی زیارت، مرض و علالت، سرکارِ غوثیہ میں استغاثہ اور فوری افاقہ، جدہ میں ورود، خواتین ساتھ، مرد و زن کا ازدہام، مردِ غیب کی آمد اور مدد، جدہ میں بھی سخت علالت، بارگاہِ الٰہی میں دعا، بارگاہِ نبوی میں استغاثہ، مناسکِ حج ادا کرنے تک مکمل راحت و آرام، بعدِ حج کتب خانہ حرم میں حاضری، علما و فقہا، سادات و مشائخ سے ملاقات و تعارف اور علمی مباحثے و مذاکرے، ہندی وہابیوں کی ریشہ دوانی، گورنر مکہ تک رسائی، قاضی مکہ شیخ صالح کمال سے ملاقات، کامل دو گھنٹے دلائل سے لبریز علمِ غیب کے موضوع پر پر مغز تقریر، شاہ سلامت اللہ رام پوری کا رسالہ اعلام الاذکیا پر سوال و جواب کی گونج، اعلیٰ حضرت سے شیخ صالح کمال کا شوق ملاقات، کتب خانہ حرم کی سیڑھی پر ساتھ ساتھ، الدولۃ المکیہ کی تقریبِ تصنیف، قاضی مکہ شیخ صالح کمال مکی کی فرمائش، اعلیٰ حضرت کی آمادگی، دو دن کا وقفہ، سخت بخار کی حالت، کتاب کی تصنیف اور حجۃ الاسلام کی تبییض، شیخ الخطبا شیخ احمد مرداد کی طلبی، اعلیٰ حضرت کی حاضری، علومِ خمسہ پڑھانے کی فرمائش، اعلیٰ حضرت کی منظوری، اعجاز و اکرام کے ساتھ واپسی، ملک مغرب کے شیخ کبیر صاحبِ تصانیف کثیرہ علامۃ السید عبد الحی کا اشتیاق ملاقات، ان کو مدینہ جانے کی جلدی، اعلیٰ حضرت کو کتاب کی تکمیل کی تعجیل، آخر تشریف لائے اور اجازتیں لکھوائیں،

الدولۃ المکیہ کی تکمیل، شیخ صالح کمال مکی کا کامل مطالعہ و کمالِ فرح، گورنر مکہ کے دربارِ عام پیش، وہابیہ کا اعتراض، قاضی مکہ کی تنبیہ، پھر اعتراض، پھر تنبیہ، گورنر مکہ کا عتاب و پھٹکار، آدھی رات تک آدھی کتاب ختم، وہابیہ نابکار پر اوس پڑ گئی، ساری تدبیر الٹی، مکہ کے نوجوان لڑکے وہابیہ کا مذاق اڑانے لگے، اب دھوم دھام سے تقریظیں لکھی جانے لگیں، وہابیہ کی شیطانی چال، شیخ احمد مرداد کو دھوکہ، فضیلۃ السید اسماعیل خلیل نے یہ چال بے کار کر دی، وہابیہ کا ایک اور وار، یہ وار بھی بے کار، سفید جھوٹ کا سہارا، خود احمد راتب پاشا نے پانسہ پلٹ دیا، الدولۃ المکیہ کے ساتھ ساتھ حسام الحرمین پر بھی تقاریظ کا طویل سلسلہ، خلیل احمد انبیٹھوی سے قاضی مکہ شیخ صالح کمال کا مکالمہ، تقدیس الوکیل پر قدیم تقریظ میں زندیق لکھ چکے تھے، قاضی مکہ کی سخت گرفت اور خلیل احمد انبیٹھوی مکہ سے فرار، قاضی مکہ نے محافظِ کتب حرم فضیلۃ السید اسماعیل خلیل کو خط لکھا اور خلیل احمد کے فرار ہونے کی اطلاع دی، قاضی مکہ کا عربی خط اور اس کا اردو ترجمہ، علما و مشائخ مکہ کی دعوتیں اور ضیافتیں، مقامی و آفاقی ملاقاتیوں کا ہجوم، علالت و علاج کا ماحول، سید اسماعیل کو اشعار کا ہدیہ اور ان کا سرور و اشتیاق، شیخ الدلائل علامہ عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی کی جلالتِ شان اور علمی مقام، مفتی حنفیہ مکہ مکرمہ شیخ عبد اللہ بن صدیق کے ملنے کی کیفیت، رسالہ کفل الفقیہہ کی تصنیف و تبییض، شیخ جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی کا استعجاب و انبساط، شدید علالت و مرض اور ہندی و ترکی ڈاکٹروں کا علاج، زمزم شریف کی خوبیاں، باسی پانی پینے کی حکیم وزیر علی کی ممانعت، تین مہینے قیامِ مکہ میں چار من زمزم شریف کا استعمال،

سید اسماعیل خلیل مکی کی بریلی آمد، زمزم شریف کا ذکر، مکہ سے زمزم بھیجنے کی پیش کش، سیدِ عالی کا بابِ عالی ترکی کا سفر اور وصال، علالت و نقاہت کا زور، ملاقاتیوں کا ازدہام، علماے مکہ کی طرف سے پلنگ کا انتظام، اجازات و سندات لینے والوں کی بھیڑ، تصنیفی سرگرمیاں، اجازت ناموں کی تسوید، مدینہ منورہ جانے کی شدید تڑپ، مرض و بیماری کی حالت اور ضعف و کمزوری، مشائخِ مکہ کی کچھ رکنے اور افاقہ ہونے کی خواہش و گذارش، شیخ صالح کمال مکی کا پایہ علم و ادب، اجازت و خلافت سے سرفراز، اپنے عہدِ قضا کے فیصلوں کا سنانا، اعلیٰ حضرت کی اصلاح و ترمیم سے خوش ہونا، اذان و اقامت اور تکبیرات و انتقالات میں لحن و ترنم پر بحث، خطبہ میں اعمامِ کرام حضرت امیر حمزہ و عباس کے ساتھ ابو طالب کی شمولیت، پاسِ شرع کی خاطر بھرے دربارِ الٰہیہ میں اعلیٰ حضرت کا جراَت مندانہ احتجاج،

اعلیٰ حضرت کی زیارتِ مدینہ کی شدید تڑپ اور علماے مکہ کی طولِ قیام کی شدید خواہش، والد ماجد علیہ الرحمہ کا خواب میں تشریف لانا اور باون برس فرمانا، خواب میں پیر بھائی کی زیارت، ان کی قبر میں اترنا اور لازوال خوشبو کا محسوس کرنا، والدِ ماجد کے فرمان ابھی تو باون برس مدینہ میں کی وجہِ جمیل اور تعبیرِ جلیل، فضیلۃ السید اسماعیل خلیل کی طرف سے طائف میں قیام کی پیش کش، شیخ صالح کمال مکی کی طرف سے شادی کی تجویز، اعلیٰ حضرت کا جواب، مرض کی شدت و نقاہت اور چالیس زینے چڑھنا، اترنا، مسجدِ حرام میں مردِ غیب کا خیریت معلوم کرنا اور پانی دم کر کے دینا اور شفایاب ہونا، نمازوں کا اہتمام اور حنفی وقتوں کا التزام، ہم حنفی ہیں، نہ کہ یوسفی اور شیبانی، علما و مشائخ کا امامت کے لیے مجبور کرنا، اس ضمن میں کثیر مسائل و جزئیات کا بیان کرنا، شیخ عمر صبحی کا مکان کرایہ پر لینا، پھر عمر رشیدی بن ابو بکر رشیدی کا اپنے مکان پر لے جانا، بالاخانہ پر وسطانی در میں نشست، کبوتروں کی آمد و رفت، دروازوں اور طاقچوں پر قبضہ جمائے رہنا، تنکے لانا اور گرانا، کبوتروں کا لحاظ کرنا، کبوتروں سے صلح و جنگ، پرندہ اور جانور، کون سا فاسق اور کون سا غیر فاسق، حرم شریف میں ان پرندوں اور جانوروں کا حکم، ایک جملہ تمنائی کا، سلطانی حمام میں نہانا، باہر نکلنا، ابر کا چھانا اور برستے مینہ میں طوافِ کعبہ کرنا، ایک مردِ غیب کا برآمد ہونا اور عورتوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنا، جی بھر کر سنگِ اسود کا باطمینان بوسہ لینا، منیٰ سے آمد اور منیٰ کو روانگی، علومِ حدیث کی سندِ عالی و جید کی تلاش، مگر آپ ہی کی سندِ حدیث سب سے عالی و جید،

یوں ہی جفار و جفرداں کی جستجو، مگر جو ملے، آپ ہی سے سیکھنے لگے، بلکہ بریلی تک تشریف لائے اور کئی کئی مہینے قیام کیا، علمِ جفر سے توجہ ہٹانے کی غرض، ایک امیر و کبیر کا سوال، سید شاہ مہدی میاں مارہروی کی سفارش، ایک مریضہ کی موت کی نشاندہی، جب کہ اس فن میں کوئی استاذ نہیں، سوائے ایک قاعدہ کے، جو حضرت نوری میاں مارہروی نے تذکرۃً تعلیم فرمائی، شیخ اکبر کی کتابوں سے استفادہ، سفر السفر عن الجفر بالجفر کی تصنیف، شیخ عبد

الغفار بخاری بریلی میں، حضرت نوری میاں قبلہ مارہروی کی ہدایت، بخاری صاحب کا آٹھ مہینے قیام، سنگاپور سے یاد آوری کا خط، چین کو روانگی، شیخ حسین شامی مدنی جیسا بے طمع عرب، شیخ ابراہیم شامی مدنی کی آمد، شیخ سید احمد خطیب کے خطوط، شیخ سید محمد مدنی کی تشریف آوری، اب مدینہ طیبین روانگی، مرض و ضعف و کمزوری سے نڈھال، علمائے مکہ مکرمہ کی ممانعت، حمال اونٹ اور اشرفیاں لے کر روانہ، ڈاکٹر رمضان آفندی کا علاج، صفر المظفر کو کعبہ تن سے کعبہ جاں کی طرف کوچ، سرکار ابد قرار سے استعانت و دستگیری، مرض و ضعف میں دفعتًا افاقہ، اہلِ مکہ کی آنکھیں بھر آئیں، جنگل کی تاریک رات روشن، حبشی ملاح کا سیدنا غوثِ اعظم سیدی احمد کبیر، سید احمد رفاعی، سیدی اہدل، پکارنا، چوتھے دن رابغ، رابغ کے سردار شیخ حسین کے بھائی کا مقدمہ کا شرعی فیصلہ، خادمِ خاص حاجی کفایت اللہ سے سامان رہ گیا، بئیرِ شیخ پر وقتِ فجر، کرمچ کا ڈول اور رسی ندارد، عمامہ باندھ کر پانی نکال کر وضو کرنا اور نماز کی ادائیگی، من جانب اللہ سواری کا انتظام، سردارِ رابغ، حمال اور اونٹ، سب مہربان، چھٹے دن مدینہ طیبہ، عربی لباس میں حاضری، چھوٹے ہوئے سامان دوسرے ہی دن مدینہ طیبہ پہنچ گئے، اہلِ مدینہ سراپا مشتاق و مہربان، مدینہ پاک میں دن قیام، بارھویں ربیع النور یہیں ہوئی، ملنے والے وعظما کی قطار در قطار، مولانا کریم اللہ مہاجر مدنی کی حاضری، مصر و شام و بغداد کے علما و مشائخ نے الدولۃ المکیہ کی نقلیں لیں اور تقاریظ لکھیں، اجازت و خلافت لینے والوں کی بے تابی، شیخ الدلائل حضرت سید محمد سعید مغربی کا اشتیاق، حضرت مولانا سید عباس رضوان، حضرت تاج الدین الیاس مفتی حنفیہ سابق، حضرت شیخ عثمان بن عبد السلام داغستانی، حضرت مولانا سید مامون البری، حضرت مولانا احمد جزائری، حضرت مولانا ابراہیم خربوطی مفتی حنفیہ وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم، کا اشتیاق، الدولۃ المکیہ اور حسام الحرمین کی تقاریظ کی دھوم دھام، سید احمد برزنجی کی تقریظ، قبا شریف میں تقاریظ، سید عبد اللہ کے مکان پر مجلس، اعلیٰ حضرت کا مسکت جواب، شیخ سید کے دل میں غبار، شیخ عبد القادر طرابلسی کا سوال، مولانا حامد رضا خان کا جواب، قبا شریف کی حاضری، سید الشہدا حضرت امیر حمزہ کے مزار پر، دن قیام کے بعد وطن واپسی، علما و مشائخ کا دور تک مشایعت کرنا، ہندوستان آنے کے بعد بھی سند و اجازت ناموں کی درخواستیں آنا اور روانہ کرنا، حجاز اقدس کا گرم ماحول، تپتا ہوا ریت اور موسم، علامہ نذیر احمد اور حاجی کفایت اللہ یاد رکھی جانے والی خدمت و محبت، مدینہ، جدہ، عدن، کراچی ہوتے ہوئے ساحلِ بمبئی پر پر جوش خیر مقدم، نوساری، احمد آباد، اجمیر شریف ہوتے ہوئے ایک ماہ بعد بریلی ورود، ہر جگہ مخلصانہ استقبالیہ، خیر مقدم، جوش و خروش، جشنِ فتح کا سماں، اپنوں کا دل باغ باغ، غیروں کا دل داغ داغ، مگر کچھ اپنے بھی حسد و جلن اور آتشِ مخالفت میں جل کر راکھ۔" [سفرنامہ اعلیٰ حضرت: ص۹ تا ۱۳]

آخر میں خود اعلیٰ حضرت سے وہابیہ کی ریشہ دوانیوں، فتنہ انگیزیوں، الزام تراشیوں سے متعلق بیان اور آپ

کی فتح و نصرت کی داستان بابرکت ملاحظہ ہو:

”وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ کو بفضلہ تعالیٰ شدید ذلتیں اور ناکامیاں ہوئیں۔ المرجوفون فی المدینہ کی وراثت سے یہاں یہ اڑا رکھی تھی کہ معاذ اللہ فلاں قید ہوگیا۔ بمبئی آکر یہ خبر سنی۔ احباب نے مجلس بیان منعقد کی اور چاہا کہ اس کی نسبت کچھ کہہ دیا جائے۔ واحدِ قہار نے ان کا کذب خود ہی سب پر روشن فرمادیا تھا، مجھے کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہاں اتنا ہوا کہ آیہ کریمہ: انافتحنا لك فتحاً مبيناً کا بیان کیا اور اس میں فتحِ مکہ مکرمہ اور اس سے پہلے صلح حدیبیہ کی حدیث ذکر کی۔ اس میں کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام فرما کر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ معظمہ بھیجا۔ یہاں انہیں دیر لگی۔ کافروں نے اڑادیا کہ وہ مکہ میں قید کر لیے گئے۔

میرے آنے سے پہلے ہی اطراف سے لوگوں نے مولانا عبدالحق (الہ آبادی مہاجر مکی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو استفسار واقعات کے خطوط لکھے، جس کے جواب انہوں نے وہ دیے کہ سنیوں کا دل باغ باغ ہوگیا اور وہابیوں کا کلیجہ داغ داغ۔ والحمد للہ رب العالمین۔

ان میں سے بعض جواب میرے دیکھنے میں آئے، جن میں فرمایا ہے کہ یہ خبیث کذابوں کا کذبِ خبیث ہے۔ اس کو تو مکہ معظمہ میں وہ اعزاز ملا۔ جو کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔ وہابیہ کی تو کیا شکایت کیا وہ پورے اعدا ہیں اور کیوں نہ میرے دشمن ہوں کہ میرے مالک و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ ان کے افتراؤں نے بعض جاہل کچے سنیوں کو بھی میرا مخالف کر دیا تھا۔ یہ بہتان لگا کر کہ یہ معاذ اللہ حضرت شیخ مجدد کو کافر کہتا ہے اور جب مکہ معظمہ میں علمِ غیب کا مسئلہ بفضلہ تعالیٰ باحسنِ وجوہ روشن ہوگیا، علمِ الٰہی اور علمِ نبوی کا غیر متناہی فرق میں نے واضح کر دیا، تو اب یہ جوڑی کہ عیاذاً باللہ یہ قدرتِ نبوی قدرتِ الٰہی کے برابر کہتا ہے۔ کچے ناسمجھ لوگ آیہ کریمہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۔

پر عمل نہ کرنے والے ان کے داؤں میں آگئے۔ مدینہ طیبہ میں ایک ہندی صاحب شیخ الحرم عثمان پاشا کے یہاں کچھ دخیل تھے۔ ایک مدرسہ کے نام سے ہندوستان وغیرہ سے چندہ منگاتے۔ یہ بھی انہیں کذابوں کی باتوں سے متاثر ہوئے۔ میں ابھی مکہ معظمہ ہی میں تھا۔ یہاں جو فتح و ظفر مولیٰ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی اور پھر میرے عزمِ حاضری سرکارِ اعظم کی خبر مدینہ طیبہ پہنچی، ان صاحب نے اپنے زعم پر کہ مجازی حاکمِ شہر کے یہاں رسائی ہے۔ یہ لفظ فرمائے کہ وہاں تو اس نے اپنا سکہ جمالیا۔ آنے تو دو۔ یہاں آتے ہی قید کرادوں گا۔ مولیٰ عزوجل کی شان، میری سرکار سے ان کو یہ جواب ملا کہ میں ابھی مکہ معظمہ ہی میں ہوں، ان کی نسبت دھوکے سے چندے

منگانے کا دعویٰ ہوا اور جیل خانے بھیج دیے گئے۔ جب میں حاضر ہوا ہوں، وہ میعاد کاٹ کر آچکے تھے۔ مسجدِ کریم میں مجھ سے ملے اور فرمایا میں تنہائی میں ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا علما و عظما کی تشریف آوری کا ہجوم آپ دیکھتے ہیں۔ مجھے تنہائی نصف شب کو ملتی ہے۔ کہا میں اسی وقت آؤں گا۔ میں نے کہا اس وقت بندش ہوتی کہا میری بندش نہ ہوگی۔ تشریف لائے اور کلماتِ اشتمالت واستعفا کے فرمائے۔ میں نے معاف کیا اور میرے دل میں بحمدہٖ تعالیٰ اس کا کچھ غبار بھی نہ تھا۔ پھر ہندوستان تشریف لاکر بھی مجھ سے ملے۔ اظہارِ نام کی ضرورت نہیں۔ ع

چوں باز آمدی ماجرا در نوشت

[الملفوظ: حصہ دوم، ص۲۲۳ تا ۲۲۵]

الحاصل: وہابیہ ہند نے اعلیٰ حضرت کے خلاف جو افواہیں اڑائیں، بے سروپا الزام تراشیاں کیں اور جو ناپاک منصوبے بنائے، بحمد اللہ تعالیٰ وہ سب خاک میں مل گئے۔ اعلیٰ حضرت کو رسوا کرنے والے خود رسوا اور ذلیل وخوار ہو گئے۔ مگر اعلیٰ حضرت کے اقبال، شان، شوکت، دبدبہ، عزت، جلالت علمی، وقار اور مقبولیت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ شاید اسی موقع کے لیے عرفی نے کہا تھا ؎

عرفی تو میندیش ز غوغای رقیباں
آواز سگاں کم نکند رزق گدا را

اللہ پاک ہمیں اعلیٰ حضرت کی سچی محبت عطا فرمائے۔ اور مذہب امام اعظم، مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت دے۔ اور اسی پر خاتمہ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

[ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف کا صد سالہ عرس رضوی نمبر۔
ص۳۰۰ تا ۳۲۳۔ نومبر، دسمبر جنوری ۲۰۱۸ء۔۲۰۱۹ء]



علامہ حسن رضا بریلوی کی تاریخ گوئی ایک جائزہ

تاریخ گوئی کے حوالے سے شہر محبت بریلی شریف کو تمغہ امتیاز حاصل ہے۔ حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے تاریخ گوئی کو عروج بخشا۔ اور یہ بات مبالغہ آرائی نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے جس پر اعلیٰ حضرت کی تصانیف شاہد ہیں جو کتاب بھی اٹھائیں تاریخی ہے۔ کتاب کا نام پڑھنے سے سن تصنیف معلوم ہوجاتی ہے۔ نظم و نثر ہر پیرایہ میں تاریخ گوئی کی مثالیں موجود ہیں۔ اور یہ فن پھر کچھ اس طرح عام ہوا کہ خاندان کے علمی افراد کے لیے تو جیسے کہ یہ ایک معمولی سا فن بن گیا تھا۔

اعلیٰ حضرت کے دونوں صاحبزادوں نے تاریخ گوئی کی بہت سی مثالیں چھوڑیں۔ اعلیٰ حضرت اور اعلیٰ حضرت کے خاندان سے وابستہ حضرات نے بھی فن تاریخ گوئی میں کمال حاصل کیا۔

الغرض اعلیٰ حضرت کی برکتوں سے فن تاریخ گوئی کو عروج ملا یہ بات بلا شبہ سچ ہے۔ اعلیٰ حضرت کی برکتوں سے مستفیض ہونے والوں میں ایک نام اعلیٰ حضرت کے فوراً بعد آتا ہے جسے دنیا، اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی، استاد زمن علامہ حسن رضا خان قدس سرہ کے حوالے سے جانتی ہے۔ تاریخ گوئی میں کمال کی مہارت رکھتے تھے، برجستگی سے تاریخی مادے نکالنے میں عبور حاصل تھا۔ کتابوں کے نام، ابیات متعلقہ وفیات ، اور دیگر موضوعات پر نظم و نثر میں آپ کی تاریخی کاوشیں یقیناً سراہے جانے کے قابل ہیں۔

ہم یہاں آپ کی تاریخ گوئی کے حوالے سے چند مثالیں سپرد قرطاس کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کتب و رسائل کے تاریخی نام:۔

آپ عموماً کتابوں کے نام تاریخی تجویز فرماتے تھے۔ کچھ حوالے ملاحظہ کریں۔

نگارستانِ لطافت

نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش تمام عالم کی پیدائش کا اصلی سبب ہے۔ اسی لیے حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک جملہ انبیاے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت پاک کے تذکرے کرتے رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے طور پر ولادت پر تذکرے کیے۔

اولیاے کرام ائمہ عظام علماے ذوی الاحترام علیہم الرحمۃ نے ولادت پاک کے تذکرے کیے، شعرا نے قصیدے لکھے اصحاب قلم نے کتابیں لکھیں، الغرض نبی پاک سے محبت کرنے والوں نے ہر دور میں اپنے اپنے طور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک پر اظہار مسرت کیا۔ استاد زمن نے بھی میلاد پاک صلی اللہ علیہ

وسلم کے حوالے سے بہت ہی معرکۃ الآرا کتاب مستطاب رقم فرمائی۔ اوراس کا نام تاریخی تجویز فرمایا۔ نگارستان لطافت "کتاب کے نام سے سن تصنیف ۱۳۰۳ھ برآمد ہوتی ہے۔

"الرائحۃ العنبریہ من المجمرۃ الحیدریۃ" معروف بہ تزکِ مرتضوی

یہ کتاب حضرت علی مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں جہاں مولیٰ علی کے مناقب، فضائل اور خصائص بیان کیے ہیں وہیں حضرت سیدنا صدیق اکبرو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر بھی خوب کلام کیا ہے۔ اور منکرین افضلیت شیخین کی خوب خبر گیری فرمائی ہے۔

اس کتاب کے دو نام ہیں۔

ایک نام "الرائحۃ العنبریہ من المجمرۃ الحیدریۃ" جس سے سن ہجری ۱۳۰۰، نکلتی ہے۔

اوردوسرا نام "تزک مرتضوی" ہے، جس سے سن عیسوی ۱۸۸۳ء برآمد ہوتی ہے۔ مطلب دونوں ناموں سے تصنیف کی سن ہجری اور سن عیسوی کا پتہ چلتا ہے۔

فتاوی القدوۃ لکشف دفین الندوۃ

یہ کتاب ندوہ کے حوالے سے دس سوالات کے جوابات میں اعلیٰ حضرت کے ایک تفصیلی فتوے پر مشتمل ہے۔ اس میں استاد زمن نے ہندوستان کے مشاہیر علمائے کرام کی تصدیقات کو بھی جمع کر دیا ہے اور ساتھ ہی موقع بموقع حاشیہ نگاری بھی فرمائی ہے۔ شوال ۱۳۱۳ ہجری میں کتاب مکمل ہوئی اوراسی کے حساب سے اس کتاب کا نام رکھا گیا۔ یعنی کتاب کا نام تاریخی ہے۔ کتاب کے نام سے ۱۳۱۳ ہجری سن برآمد ہوتی ہے۔

سوالات حقائق نما بروؤس ندوۃ العلما

۱۳۱۳ھ میں اراکین ندوہ کی درخواست پر ندوہ سے متعلق شکوک وشبہات کے حوالے سے ستر سوالات اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمائے، جسے استاد زمن نے رسالہ کی شکل میں ترتیب دیا اوراس کا نام "سوالات حقائق نما بروؤس ندوۃ العلما" رکھا۔ رسالہ کے نام سے جو عدد برآمد ہوتے ہیں ان سے رسالہ کی سن تالیف ظاہر ہوتی ہے، جو کہ ۱۳۱۳ھ ہے۔

ندوہ کا نتیجہ رُودادِ سوم کا نتیجہ

ندوہ سے شائع ہوئی تیسری روداد میں درج مزخرفات کے جوابات کے حوالے سے نہایت ہی معقول ومہذب انداز میں استاد زمن نے ۱۳۱۴ھ میں ایک رسالہ بنام "ندوہ کا نتیجہ رُودادِ سوم کا نتیجہ "تحریر فرمایا۔ اس رسالہ کا نام بھی تاریخی ہی تجویز فرمایا۔ رسالہ کے نام سے ۱۳۱۴ھ برآمد ہوتا ہے جو کہ کتاب کی تصنیف کا سال ہے۔

اِظہار رُوداد (روداد مدرسہ منظر اسلام)

دارالعلوم منظر اسلام دنیائے سنیت کا مشہور ادارہ ہے۔ اور اس کی شہرت کی وجہ اصلی حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ذات بابرکات ہے۔ یہ مدرسہ زمانہ بھر میں اعلیٰ حضرت کے حوالے سے پہچانا گیا اور آج بھی پہچانا جارہا ہے۔

اس مدرسہ کا نام ”منظر اسلام“ تاریخی نام ہے جسے استاذ زمن نے تجویز فرمایا۔ منظر اسلام ۱۳۲۲ ہجری میں قائم کیا گیا۔ منظر اسلام کے عدد تاریخی ۱۳۲۲، برآمد ہوتے ہیں، جس سے مدرسہ کے قیام کی سن پتہ چلتی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ آپ ہی اس مدرسہ کے پہلے منتظم ومہتمم مقرر ہوئے۔ آپ نے مدرسہ کے پہلے سال کی روداد مرتب فرمائی اور اسے بھی تاریخی نام ”اظہار روداد“ سے موسوم کیا۔ اظہار روداد سے سن ہجری ۱۳۲۲ھ برآمد ہوتا ہے۔

کوائف اخراجات: (روداد مدرسہ منظر اسلام)

منظر اسلام کے دوسرے سال کی روداد جس میں آپ نے مدرسہ کے اخراجات اور آمد وغیرہ کی تفصیلات درج فرمائیں، نیز نصاب تعلیم اور مدرسہ کے دیگر امور کی تفصیلات بھی شامل ہیں۔ اور اس روداد کا نام بھی آپ نے تاریخی رکھا۔ کوائف اخراجات“ سے ۱۳۲۳ھ سن برآمد ہوتی ہے۔ جو مدرسہ کے دوسرے سال کا سن ہے۔

بے موقع فریاد کے مہذب جواب

قربانی کے حوالے سے پنڈت بشن نراین کی کتاب ”انگریزوں سے ہندوستانیوں کی فریاد“ کے رد میں استاد زمن نے بہت ہی معقول ومدلل رسالہ تحریر فرمایا، جس میں قربانی کی تاریخ، قربانی کے مخالفین کے مستند مراجع سے قربانی اور خاص کر گائے قربانی کا ثبوت اور مخالفین کے بے سروپا الزامات اور شکوک وشبہات کے معقول ومدلل جواب دیے ہیں۔ اس رسالہ کا نام بھی تاریخی تجویز فرمایا ہے ”بے موقع فریاد کے مہذب جواب“ جس کے عدد، ۱۳۱۲، بنتے ہیں جس سے رسالہ کے تصنیف کا سال معلوم ہوتا ہے۔

ذوقِ نعت: صلہ رحمت

استاذ زمن کی شاعرانہ عظمت ورفعت سے اہل علم وذوق بخوبی واقف ہیں۔ آپ نے ہر صنف میں طبع آزمائی فرمائی ہے۔ نعت گوئی میں تو آپ کو کمال کا ملکہ حاصل تھا۔ دشوار ترین ردیف کو سہل انداز میں بیان کرنے میں مہارت حاصل تھی۔ بابائے ادب داغ دہلوی کے آپ شاگرد تھے مگر نعتیہ شاعری کے سلسلے میں تو داغ جیسے استاد سخن کو بھی آپ سے شرف تلمذ کی خواہش تھی۔ ذوق نعت آپ کی نعتیہ شاعری کی ایک ادنی سی مثال

ہے ۔ذوق نعت میں یوں تو عموماً نعتوں کا ہی التزام کیا گیا ہے البتہ اس کے ساتھ حمد باری تعالیٰ اور صحابہ واولیا کے قصائد ومدائح بھی اس میں شامل ہیں۔

علاوہ ازیں راز کشف نجدیت کے نام سے باطل جماعتوں کے تعلق سے ذم نامہ بھی شامل ہے۔جس نے ذوق نعت کے لطف کو دوبالا کردیا ہے۔اس نعتیہ دیوان کے دو تاریخی نام ہیں۔ایک ذوق نعت "اور دوسرا "صلہ رحمت "جس کے عدد ۱۳۲۶، برآمد ہوتے ہیں، جو کہ دیوان کا سال اشاعت ہے۔

وسائل بخشش

یہ رسالہ حضور پیران پیر غوث اعظم دستگیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے مناقب وفضائل محامد وخصائل حالات وکوائف اور آپ کی مقدس کرامتوں پر مشتمل ہے۔استاذ زمن نے حضور غوث اعظم قدس سرہ کی بارگاہ میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے۔اس رسالہ کا نام بھی تاریخی ہے۔وسائل بخشش کے ۱۳۰۹، برآمد ہوتے ہیں، جوکہ وسائل بخشش کی تکمیل کا سال ہے۔

نغمہ روح

علاوہ ازیں اس رسالہ کے آخر میں بارگاہ غوثیت میں استمداد واستغاثہ کے طور پر ایک معرکۃ الآرا تاریخی قصیدہ بنام "نغمہ روح" شامل ہے۔جس کے عدد بھی ۱۳۰۹ھ نکلتے ہیں۔

نظم معطر

اور دوسرا تاریخی قصیدہ بنام نظم معطر ہے، جو حمد ونعت اور بارگاہ غوثیت میں خراج عقیدت ونذرانہ محبت اور استمداد واستغاثہ پر مشتمل ہے۔لطف کی بات تو یہ ہے کہ قصیدہ حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس سے قصیدہ کی تکمیل کا سن ۱۳۰۹ھ برآمد ہوتا ہے۔

صمصامِ حسن بردابرِ فتن: آمال الابرار والام الاشرار

یہ فارسی زبان کی مثنوی ہے۔جس میں حمد باری تعالیٰ، نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ دین حق کے لیے کوشاں وسرگرداں حضرات کے لیے ہدیہ تہنیت اور بارگاہ الٰہی وبارگاہ رسالت کے گستاخوں کی مذمت وبخیہ دری کی گئی ہے۔خاص کر ندوہ کی بیخ کنی کی گئی ہے۔اس فارسی مثنوی کے دو نام تجویز ہوئے۔"صمصامِ حسن بردابرِ فتن "اور "آمال الابرار والام الاشرار"اور دونوں ناموں سے مثنوی کی سن اشاعت ۱۳۱۸ھ برآمد ہوتی ہے۔

ثمر فصاحت

آپ نے حمد ونعت کے علاوہ بہاریہ غزلیں بھی خوب لکھی ہیں۔ ثمر فصاحت میں حمد ونعت کے بعد اکثر حصہ

غزلوں پر مشتمل ہے اوراس غزلیہ دیوان میں آپ نے ردیف میں حروف تہجی کا اہتمام کیا ہے۔اس دیوان کا نام بھی تاریخی ہے۔ ثمر فصاحت سے سن ۱۳۱۸ھ برآمد ہوتا ہے جوکہ سال اشاعت کا پتہ دیتا ہے۔

اکسیر معظم

بار گاہ غوثیت میں اعلیٰ حضرت نے ۱۱۰، اشعار پر مشتمل فارسی قصیدہ منظوم فرمایا، جس کا نام اکسیر اعظم ہے۔ اور یہ نام تاریخی ہے، جس سے سن ہجری ۱۳۰۲ برآمد ہوتی ہے۔ یہ نام استاذ زمن ہی کا رکھا ہوا ہے۔ جیسا کہ خود اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا۔

”ایں قصیدہ مبارکہ کہ جان برادر حسن رضاخان حسن صین عن المحن بنام تاریخی اکسیر اعظم (۱۳۰۲ھ) موسوموش نمود۔

یعنی یہ قصیدہ مبارکہ جسے جان برادر حسن رضاخاں حسن جو مصیبتوں سے محفوظ رہیں، نے تاریخی نام ”اکسیر اعظم“ سے موسوم کیا۔

شکست سفاہت

فیروزپور کے علاقہ میوات میں دیابنہ سے اہل سنت کے سرخیل علماخاص کر ملک العلما کا مناظرہ ہوا، جس میں وہابیہ کو بری طرح شکست ہوئی۔ملک العلمانے اس مناظرہ کی روداد مرتب فرمائی۔استاذ زمن نے اس روداد کا تاریخی نام ”شکست سفاہت “تجویز فرمایا: جس کے عدد ۱۳۲۶ بنتے ہیں جو کہ روداد مناظرہ کی تاریخ پر مبنی ہے۔

مذکورۃ الصدر مثالوں سے واضح ہو گیا ہو گا کہ استاذ زمن عموماً کتابوں کے نام تاریخی رکھا کرتے تھے۔

منظوم تاریخ گوئی

اس کے علاوہ آپ منظوم تاریخ گوئی پر بھی مہارت رکھتے تھے۔ مخصوص ایام واوقات، اہم امور ومعاملات ولادت ووفیات کے سلسلے میں تاریخ گوئی کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں ہم یہاں دو چند پیش کیے دیتے ہیں۔

تاریخ ہائے ولادت

بچوں کی پیدائش پر آپ نے نے بہت سی تاریخیں کہیں دو چند ملاحظہ کریں:

ولادت باسعادت مفسر اعظم جیلانی میاں

حضرت مفسر اعظم ہند علامہ ابراہیم رضاخاں جیلانی میاں علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ۱۰ ربیع الغوث ۱۳۲۵ھ میں ہوئی۔ استاذ زمن نے اپنے اس مقدس پوتے کی آمد پر بتیس (۳۲) اشعار پر مشتمل تاریخی کلام قلم بند فرمایا۔ہم یہاں بس تاریخی مناسبت سے اشعار درج کرتے ہیں۔ آخری مصرعہ سے تاریخ ولادت ۱۳۲۵ ہجری

نکل رہی ہے۔

شکر خالق کس طرح سے ہو آدا
اک زباں اور نعمتیں بے اِنتہا
آفریں طبعِ رواں کو اے حسنؔ
قطعہ لکھنا تھا قصیدہ ہو گیا
سن ولادت کے دعائیہ لکھو
علم و عمر اقبال و طالع دے خدا

۱۳۲۵ھ

تاریخ ولادت فرزند دل بند بخانہ نور چشم لخت جگر حسین رضا خان سلمہما اللہ تعالیٰ

استاذ زمن کے صاحب زادے حضرت حسین رضا خان کے گھر ۱۳۲۲ھ میں بیٹے کی پیدائش ہوئی اس موقع پر استاذ زمن نے تاریخی اشعار و قطعات کہے۔ ملاحظہ ہو:

میرے فرزند کو فرزند دیا خالق نے
اے حسنؔ اس کو ملے دولتِ دین و دنیا
عمر و علم و عمل و عزت و جاہ و منصب
دے اسے اپنے کرم اپنی عنایت سے خدا
مددِ خسروِ عالم ہو مددگار مدام
غوثِ اعظم کا رہے سر پہ ہمیشہ سایہ
پنج تن پاک کی اِمداد سے تاریخ کہی
عید کا چاند خدا نے ہمیں روزوں میں دیا

۱۳۲۲ھ

آخری مصرعہ سے سال ولادت ۱۳۲۲ھ برآمد ہو رہا ہے۔

رضا حسین کو حق نے عطا کیا فرزند
الٰہی دولت عیش دوام حاصل ہو
حسنؔ دعائیہ تاریخ ہے ولادت کی
کمالِ فخر و جمالِ سلام حاصل ہو

اس قطعہ کے آخری مصرعہ سے ۱۳۲۲ کا عدد نکل رہا ہے جو کہ استاذ زمن کے پوتے کا سال ولادت ہے۔

پسر منشی محمد حسن صاحب اثر بدایونی

جناب منشی محمد حسن متخلص بہ اثر بدایونی صاحب کے یہاں ۱۸۹۱ء میں بیٹے کی پیدائش ہوئی تو استاد زمن نے درج ذیل تاریخی اشعار تحریر فرمائے۔

ہیں محمد حسن جو میرے شفیق	روز ان پر عطا نصیب کرے
ان کو حق نے دیا ہے اک فرزند	خالق اس کا بڑا نصیب کرے
حشمت و جاہ و طولِ عمر کے ساتھ	علم بے اِنتہا نصیب کرے
خیر سے آئے وہ بھی دن کہ خدا	مجھے اس کی لقا نصیب کرے
گود میں لے کے یہ کہوں تاریخ	تجھ کو سطوت خدا نصیب کرے

۱۸۹۱ء

آخری مصرعہ سے سن ولادت ۱۸۹۱ء برآمد ہو رہی ہے۔

نیز چھ اشعار پر مشتمل ایک اور تاریخی کلام قلم بند فرمایا مطلع اور تاریخی شعر پیش ہے۔

حق نے میرے دوست کو بیٹا دیا
خوش ہوئے اُمید وار خورمی
پوچھے تاریخ ولادت گر کوئی
ہے گل فصل بہارِ خورمی

آخری شعر کے دوسرے مصرعہ سے تاریخ ولادت نکل رہی ہے۔ ۱۳۰۸ھ

شہزادہ حکیم احمد رضا خان صاحب رامپوری

حکیم احمد رضا خان رامپوری کے گھر بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ تو اس موقع پر ننھے میاں کی فرمائش پر استاد زمن نے درج ذیل تاریخی قطعات کہے۔

حکیم احمد رضا خاں کو خدا نے
دیا ہے کیا ہی فرخِ فال طالع
ملا ہے ان کو فرزند خوش اقبال
ہوا ہے نیر اجلال طالع
حسنؔ تاریخ بھی ہے یہ دعا بھی
خدا دے عمر و علم اقبال طالع

دیگر:-

حکیم احمد رضا خاں خوش سیر کو
دیا خالق نے فرزند دل افروز
حسنؔ تاریخ کی تھی فکر مجھ کو
کہا ہاتف نے پایا بخت فیروز

پہلے قطعہ کے آخری مصرعہ سے تاریخ ولادت ۱۳۱۹ھ برآمد ہورہی ہے۔جب کہ دوسرے قطعہ کے مصرعہ آخر کے الفاظ ”پایابخت فیروز“ سے ولادت کاسال۱۳۱۹ھ نکل رہاہے۔

ولادت پسر بخانہ منشی فضل حق صاحب پیش کار

منشی فضل حق صاحب پیش کار کے بیٹے کی پیدائش پر اپنے برادر عزیز مولانا محمد رضاخان علیہ الرحمہ کی فرمائش پر درج ذیل قطعہ قلم بند فرمایا:

فضلِ حق کو پسر دیا حق نے
کیوں نہ آئے خوشی کی دل میں موج
اے حسنؔ ہے دعائیہ تاریخ
سایہ فضلِ حق رہے با اَوج

آخری مصرعہ سے سال ولادت ۱۳۲۲ہجری نکل رہاہے۔

ولادت پسر نوراحمد صاحب

سید نوراحمد بن قاضی سید مہربان علی صاحب تحصیل دار کے صاحبزادے کی ولادت پر سید وہاج احمد صاحب محشر جو قاضی سید مہربان علی صاحب کے دوسرے بیٹے ہیں ان کی فرمائش پر درج ذیل قطعہ قلم بند فرمایا:

میر نور احمد کو خالق نے دیا نورِ بصر
اے حسنؔ دل کا تقاضا تھا کوئی تاریخ دو
مہرباں ہو کر علی کے فیض نے مجھ سے کہا
نورِ چشم نورِ احمد نورِ بزمِ یمن ہو

آخری مصرعہ سے سید نوراحمد صاحب کے بیٹے کاسال ولادت باعتبار سن ہجری ۱۳۲۴ھ نکل رہاہے۔

تاریخ ہائے وفات منظوم بزبان فارسی

آپ نے بہت سے مشائخ واعاظم ،اورافراد اہل سنت کی تاریخ ہائے وفات پرفارسی اوراردودونوں زبانوں میں تاریخی قطعات ومادے تخریج فرمائے۔ہم پہلے فارسی اس کے بعد اردو سے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

تاریخ وصال خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول قدس سرہ

حضور سیدی اعلیٰ حضرت کے پیر و مرشد حضرت سید آل رسول مارہری قدس سرہ کا وصال ۱۸۷۹ سن عیسوی مطابق سن ہجری ۱۲۹۶ میں ہوا۔ استاذ زمن نے آپ کے وصال پر درج ذیل تاریخی قطعات رقم فرمائے۔

آں آلِ رسول آں ماہِ مبیں	چوں رفت ز دنیا زیرِ زمیں
گفتیم حسنؔ تاریخ چنیں	اللہ معک در خلد بریں

۱۲۹۶ھ

(یعنی وہ آل رسول وہ روشن چاند جب دنیا سے زمین کے اندر تشریف لے گئے تو اے حسن ہم نے اس طرح تاریخ کہی "اللہ معک در خلد بریں" (یعنی اللہ آپ کے ساتھ ہے خلد بریں میں)

اس قطعہ کے چوتھے مصرعہ سے تاریخ وصال باعتبار ہجری ۱۲۹۶ برآمد ہو رہی ہے۔

درج ذیل قطعہ سن عیسوی پر مشتمل ہے۔

کرد عزمِ آخرت چوں شاہِ ما آلِ رسول
خلق در روزِ سیہ بنشست با بخت سیاہ
ہاتفِ غیبی بمن فرمود وقتِ فکرِ سال
با خدا پیوست جان عالم ملکوت آہ

یعنی جب ہمارے شاہ آل رسول نے آخرت کا ارادہ فرمایا تو اس کالے دن میں مخلوق کالا نصیب لے کر بیٹھی۔ ہاتف غیبی نے مجھ سے سال کی فکر کے وقت فرمایا کہ "با خدا پیوست جان عالم ملکوت آہ" (یعنی عالم ملکوت کی جان خدا سے مل گئی۔ آہ۔

اس قطعہ کے آخری مصرعہ سے سن عیسوی ۱۸۷۹، برآمد ہو رہی ہے، جو حضرت خاتم الاکابر کی سن وصال ہے۔

سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں قدس سرہ

استاذ زمن کے پیر و مرشد حضرت سیدنا نوری میاں قدس سرہ کا وصال اقدس ماہ رجب تیرہ سو چوبیس ہجری کو ہوا۔ آپ کے وصال پر استاذ زمن تاریخی منظوم فارسی کلام پیش فرمایا جو گیارہ اشعار پر مشتمل ہے۔ ہم یہاں بس مطلع اور مقطع پیش کرتے ہیں۔

مرشد ما شیخ اقطاب زمانہ بوالحسین
نور آگیں نور اَفزا نورِ رب نوری لقب

اے حسنؔ گفتیم صوری معنوی تاریخ نقل
بست و چار و سیزدہ صد دورۂ ماہِ رجب

کس خوبی کے ساتھ استاد زمن نے صوری اور معنوی یعنی لفظی اور عددی اعتبار سے تاریخ وصال بیان فرمائی ہے صاحب ذوق یقیناً بغیر محظوظ ہوئے نہیں رہ سکتے۔ ''بست و چار و سیزدہ صد دورہ ماہِ رجب'' سے لفظوں میں تاریخ وصال بیان کی اور اسی سے عدد تاریخ وفات کا استخراج بھی فرمایا۔ جو کہ ۱۳۲۴، سن ہجری ہے۔

قطعہ کا مفہوم بھی ملاحظہ فرمالیں۔

یعنی ہمارے مرشد اقطاب زمانہ کے شیخ ابوالحسین نور سے منور، روشنی بڑھانے والے رب کے نور، نوری لقب والے اے حسن ہم نے ان کے وصال کی صوری اور معنوی تاریخ کہی۔ بست و چار و سیزدہ صد دورہ ماہِ رجب (یعنی رجب کا مہینہ اور تیرہ سو چوبیس)

اس کے علاوہ ایک فارسی تاریخی قطعہ اور بھی رقم فرمایا۔

چوں بگل گشت خلد رفت زدہر	سیدی بوالحسین احمد نور
سن نقلش حسنؔ بگوش رسید	نَوَّرَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْمَسْتُوْر

۱۳۲۴ھ

اس قطعے کے چوتھے مصرعے سے تاریخ وصال ۱۳۲۴ھ برآمد ہوتی ہے۔ قطعہ کا مفہوم بھی ملاحظہ فرمالیں:

یعنی جب سیدی ابوالحسین احمد نور قبر میں تشریف لے گئے تو دنیا سے جنت میں چلے گئے، تو حسن ان کے جنت منتقل ہونے کی سن کان تک پہنچی۔ نور اللہ سرہ المستور (اللہ ان کی روح کو منور فرمائے)

محبوب خان شاہجہانپوری

محبوب خان صاحب کی وفات پر درج ذیل تاریخی قطعہ رقم فرمایا:

بست چو محبوب خان رخت سفر اے حسنؔ
بر رخ بابائے خود صد در زحمت کشاد
ہاتف غیبی ز من گفت دعائیہ سن
تربت محبوب خان منزل محبوب باد

۱۸۰۳ء

یعنی اے حسن جب محبوب خان صاحب نے رخت سفر باندھا تو اپنے بابا کے چہرہ پر تکلیف کے سو دروازے کھول دیے تو ہاتف غیبی نے مجھ سے دعائیہ سن بیان کیا: ''تربت محبوب خان منزل محبوب باد''محبوب خان کی قبر محبوب کی منزل رہے۔ اس قطعہ کے چوتھے مصرعہ سے محبوب خان صاحب کی سن وفات ۱۹۰۳عیسوی بر آمد ہو رہی ہے۔

تاریخ وفات حکیم عبد السلام

حکیم عبد السلام صاحب کا وصال، ۱۳۲۰ھ میں ہوا استاد زمن نے حکیم جی کی وفات پر درج ذیل تاریخی اشعار قلم بند فرمائے۔

آں نوجواں طبیب کرم پیشہ مہرباں
کز فیض عام خاص خواص و عوام شد
بر بست رخت خویش ازیں دہر بے ثبات
بگزشت زیں حضیض و معلی مقام شد
تاریخ فوت گفت حسنؔ از سر بکا
عبد السلام رہرِو دار السلام شد

۱۳۲۰ھ

یعنی وہ نوجوان مہربان کرم پیشہ حکیم جس کے فیض عام سے ہر خاص و عام مستفیض ہوا۔ اس دار فانی سے اپنا رخت سفر باندھ کر اس پستی کو چھوڑ کر عالی مقام ہو گئے۔ وصال کی تاریخ حسن نے بچشم تر کہی ''عبد السلام رہرِو دار السلام شد''(عبد السلام دار السلام کے مسافر ہو گئے)

آخری مصرعہ سے تاریخ وفات ۱۳۲۰ھ بر آمد ہو رہی ہے۔

تاریخ انتقال سید محفوظ علی صاحب

سید محفوظ علی صاحب کے انتقال پر آپ نے درج ذیل تاریخی قطعہ تحریر فرمایا:

محفوظ علی چو رفت زین دار | از منظر خلد گشت محظوظ
گفتیم حسنؔ سن وفاتش | با امن مقام اوج و محفوظ

۱۳۲۵ھ

یعنی محفوظ علی جب اس دنیا سے گئے تو جنت کے منظر سے محظوظ ہو گئے ہم نے حسن ان کی سن وفات کہی ''با امن مقام اوج و محفوظ''(وہ مقام بلند و محفوظ میں امن کے ساتھ ہیں)

اس قطعہ کے چوتھے مصرعہ سے مرحوم کی تاریخ وصال ۱۳۲۵ھ بر آمد ہو رہی ہے۔

انتقال سید فضل غوث صاحب ساقی بریلوی

چوں قضا کردند سید فضل غوث | در جہاں رسمِ خوش اخلاقی نماند
جان و دل از بادہ شد اے مے کشاں | آں قدح بشکست آں ساقی نماند

۱۳۰۷ھ

یعنی جب سید فضل غوث نے وفات پائی دنیامیں خوش اخلاقی کی رسم نہ رہی۔جان ودل شراب سے دور ہوگئے اے مے کشو!وہ جام ٹوٹ گیاوہ ساقی نہ رہا۔

آخری مصرعہ سے تاریخ وفات تخریج فرمائی ہے،جوکہ سن ہجری ۱۳۰۷،ہے۔

تاریخ انتقال حکیم محمود خان صاحب مرحوم مغفور دہلوی

زیں دہر بے ثبات چو محمود خاں حکیم
بربست رخت خویش سوئے دارِ آخرت
چوں فکر سال دامن طبع حسنؔ گرفت
گفتا سروش ”رحلت محمود عاقبت“

۱۳۰۹ھ

یعنی اس دارفانی سے جب حکیم محمود خاں صاحب نے آخرت کی طرف رخت سفرباندھاتوحسن کوسال وفات کی فکردامن گیرہوئی توہاتف غیبی نے کہا:”رحلت محمود عاقبت“(اچھے انجام والے کی رحلت)

اس چوتھے مصرعہ میں”رحلت محمود عاقبت“سے حکیم محمود خاں کی تاریخ وفات ۱۳۰۹ھ برآمد ہورہی ہے۔

وفات مولانا حکیم عبدالقیوم شہید قادری بدایونی

علامہ حکیم عبدالقیوم شہید قادری بدایونی علیہ الرحمہ کاوصال ۱۳۱۸ھ میں ہوا۔ان کے وصال پراستاد زمن نے فارسی میں درج ذیل تاریخی اشعار قلم بند فرمائے:

عالم کامل طبیب نامدار | نوحہ خواں اندر فراقش روزگار
عبد قیوم آں وحید روزگار | تابہ کہ ایں گریہ نالہ تابہ کہ
از شہادت منصب اعلیٰ گرفت | تابہ کے باشی حسنؔ تو اشکبار
روحِ پاکش رفت در دار القرار | صبر کن تاریخ رحلت خوش نویس
ماتمے از فوت اُو اہل جہاں | شد بجنت عالم عالی وقار

۱۳۱۸ھ

یعنی عالم، کامل، نامور حکیم قیوم کے بندے یکتائے زمانہ، شہادت کے ذریعے بڑے مرتبہ پر فائز ہو گئے ان کی روح پاک جنت کی طرف کوچ کر گئی دنیا والے ان کی وفات پر ماتم کناں اور نوحہ خواں ہیں، کب تک آہ و گریہ و اشک باری کرو گے حسن صبر کرو اور حسن اچھی سی تاریخ وصال لکھو "شد بجنت عالم عالی وقار"، یعنی عظیم مرتبہ والے عالم جنت میں پہنچ گئے۔ آخری مصرعہ سے ۱۳۱۸ھ سال شہادت برآمد ہو رہا ہے۔

تاریخ ہائے وفات منظوم بزبان اردو

حضرت سیدنا و مولانا شاہ آل رسول

جب آلِ رسول بحرِ عرفاں | رونق دہِ خاندانِ برکات
وہ واقفِ رمزِ لَا و اِلَّا | وہ کاشفِ سرِ نفی و اثبات
عازم ہوئے سوئے دارِ عقبیٰ | اِس غم کی گھٹا سے دن ہوا رات
رضواں نے کہی حسنؔ سے تاریخ | اب خلد میں دیکھیے کرامات

۱۲۹۶ھ

آخری مصرعہ میں لفظ خلد اور کرامات سے تاریخ وصال برآمد ہو رہی ہے۔

اس کے علاوہ نو اشعار پر مشتمل منظوم تاریخی کلام بھی آپ نے رقم فرمایا ہم مطلع اور مقطع پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں: مقطع کے مصرعہ ثانی سے سن وصال (۱۲۹۶ھ) برآمد ہو رہی ہے۔

اچھے کے پیارے میرے سہارے | باہر بیاں سے اُن کے مناقب
میں نے کہی یہ تاریخ رحلت | قطب المشائخ اصل مطالب

۱۲۹۶ھ

مزید تاریخی قطعات بھی قلم بند فرمائے۔ وہ بھی ملاحظہ ہوں:

عالم وصالِ حضرتِ آلِ رسول سے | سوزِ غمِ فراق میں سینہ کباب ہے
تو عرض کر وصال کی تاریخ اے حسنؔ | آغوشِ مصطفی میں مقامِ جناب ہے

۱۸۷۹ء

مرشدِ مرشد کا ہوا جب وصال | آئی خزاں اُڑنے لگی خاک دھول
دیکھ کے فکر سن تاریخ میں | مجھ سے یہ رضواں نے کہا اے ملول
دیکھ وہ لکھا ہے درِ خلد پر | انجمن حضرتِ آلِ رسول

۱۸۷۹ء

اُس شاہوار گوہر جاں کو وصال نے
سے جب چھپا کے رکھا دُرج خاک میں نظروں
کہتا تھا آسمان یہ حسرت سے اے حسنؔ
تحویل مہر قدس نے کی بُرج خاک میں

۱۸۷۹ء

تینوں قطعات کے آخری مصرعہ سے باعتبار سن عیسوی سال وفات برآمد ہوتا ہے۔
علاوہ ازیں درج ذیل شعر کا مصرعہ ثانیہ ہجری سن وصال۱۲۹۶ھ کا پتہ دیتا ہے ۔
دیکھ کر جنت سنِ رحلت کہا
'خواب گاہِ مرشد کامل ہے وہ

۱۲۹۶ھ

حضرت نوری میاں

حضرت نوری میاں قدس سرہ کے وصال پر آپ نے اٹھارہ اشعار پر مشتمل تاریخی کلام تحریر فرمایا۔ہم مطلع اور تاریخی نسبت پر مشتمل اشعار نقل کررہے ہیں۔

شیخ زمانہ حضرت سید ابو الحسینؔ
جانِ مراد کانِ ہدیٰ شانِ اہتدا
خوش باش اے حسنؔ ترے دشمن ملول ہوں
جس کا گدا ہے تو وہ ہے غم خوار بے نوا
تاریخ اب وصالِ مقدس کی عرض کر
حاصل ہو پورے شعر سے خاطر کا مدعا
وہ سید ولا گئے جب بزمِ قدس میں
اچھے میاں نے اُٹھ کے گلے سے لگا لیا

آخری شعر کے دونوں مصرعوں سے ۱۳۲۴عدد برآمد ہورہے ہیں جوکہ حضور نوری میاں قدس سرہ کی سن وصال کے اعداد ہیں۔

تاریخِ انتقال اہلیہ اختر حسین خان صاحب

اختر حسین صاحب کی اہلیہ کے انتقال پر درج ذیل تاریخی اشعار تحریر فرمائے۔

افسوس مرگِ زوجہ اختر حسین نے
کی اُن کی بزمِ عیش و مسرت میں برہمی
دل سے ہو غم دو چار تو لطف طرب ہو کیا
غم سے ہو دل فگار تو پھر کیسی بے غمی
تاریخ کی جو فکر ہوئی اے حسنؔ مجھے
بولا سروش مل گئی "جنت میں خورمی"

آخری مصرعہ کے دوالفاظ "جنت" اور "خورمی" سے تاریخ وفات ۱۳۰۹ ہجری برآمد ہو رہی ہے۔

تاریخ انتقال مولوی برکات احمد صاحب مرحوم

مولانا برکات احمد صاحب کی وفات ۱۳۰۸ھ میں ہوئی۔ استاد زمن نے مرحوم کی تاریخ وفات درج ذیل اشعار میں کہی۔

مولوی برکات احمد خوش خلق و کریم
دارِ فانی سے گئے سوے دیار جنت
اے حسنؔ جلوہ نما جب ہوئی فکر تاریخ
تھا مرے پیش نظر حسن نگار جنت
اثر انداز سے کہتی ہوئی حوریں آئیں
مرنے والے کو مبارک ہو بہار جنت

۱۳۰۸ھ

آخری مصرعہ سے سن وفات ۱۳۰۸ ہجری نکل رہی ہے۔

تاریخ انتقال دختر حافظ تصدق حسین سلمہ

حافظ تصدق حسین صاحب کی بیٹی کے انتقال پر درج ذیل اشعار تحریر فرمائے۔

دخترِ نیک اختر حامی جو دُنیا سے گئی
مرغِ بسمل کر چلی ماں باپ کو دل کی تپش
اے حسنؔ مجھ کو ہوئی جب فکر تاریخ وفات
کہہ گیا ہاتف کنارِ حور میں ہو پرورش

۱۳۰۴ھ

آخری مصرعہ کے الفاظ "کنار حور میں ہو پرورش" سے تاریخ وفات نکلتی ہے جو کہ ۱۳۰۴ہجری ہے۔

تاریخ وفات ابن شیخ رضا حسین صاحب میر منشی لفٹنٹی

شیخ رضا حسین میر منشی لفٹنٹی کے بیٹے کی وفات پر بیالس اشعار پر مشتمل تاریخی نظم تحریر فرمائی مطلع و مقطع ملاحظہ ہو:

کچھ زمانے کے عجب انداز ہیں ایک پہلو پر نہیں اس کو قیام
ہے دعائیہ حسنؔ تاریخ فوت اے خدا فردوس میں دینا مقام
۱۳۱۲ھ

آخری مصرعہ سے تاریخ وفات ۱۳۱۲ھ برآمد ہو رہی ہے۔

وفات سید منور علی صاحب

سید منور علی ساکن اسٹیٹ آمود ضلع بھڑانچ گجرات کلاں، کے انتقال پر درج ذیل تاریخی قطعات تحریر فرمائے۔

محرم میں ہوئی حاصل شہادت منور کی لحد کیوں نہ ہو انور
حسنؔ تاریخ کہہ اس واقعے کی منور تاج شاہی منور
۱۳۱۲ھ

آخری مصرعہ سے ۱۳۱۲ھ تاریخ وفات برآمد ہو رہی ہے۔

نیز دوسرا قطعہ بھی ملاحظہ ہو:

جب منور علی شہادت پائیں لطف حق کا نہ کیوں ہو سر پر تاج
اے حسنؔ یوں سنِ وفات کہو میرے ربّ سے ملے منور تاج
۱۳۱۲ھ

اس قطعہ میں بھی آخری مصرعہ سے سن وفات ۱۳۱۲ھ نکل رہی ہے۔

انتقال والدہ ماجدہ سید پرورش علی صاحب

مطلع اہل سنت وجماعت بریلی شریف کے پریس مین سید پرورش علی صاحب کی والدہ کے انتقال پر استاد زمن نے درج ذیل تاریخی قطعہ قلم بند فرمایا:

سدھاریں سوے جناں پرورش علی کی ماں
بتولِ پاک کی اُن کو نصیب خدمت ہو




سن وفات کی مجھ کو ہوئی جو فکر حسنؔ
کہا ملک نے پیاپے خدا کی رحمت ہو

۱۳۱۹ھ

آخری مصرعہ کے الفاظ ”پیاپے خدا کی رحمت ہو“ سے سن وفات ۱۳۱۹ھ برآمد ہو رہی ہے۔

تاریخ وفات صبیہ شیخ حشمت علی چرمینہ فروش بریلوی

شیخ حشمت علی چرمینہ فروش بریلوی کی بیٹی کی وفات پر درج ذیل تاریخی قطعات لکھے:

ماہ شعباں کی اکیس تھی شب منگل کی
کہ حسنؔ دختر مرحومہ نے رحلت پائی
ملہم غیب نے مجھ سے کہی تاریخ وفات
حور کی گود میں آرام سے اب خواب آئی

۱۳۱۹ھ

آخری مصرعہ سے سال وفات ۱۳۱۹ھ ظاہر ہے۔

انتقال زوجہ حکیم عرفان علی صاحب ساکن بریلی

حکیم عرفان علی صاحب کی اہلیہ کی وفات پر درج ذیل تاریخی قطعہ لکھا۔

خاطر محزون عرفانِ علی یا خدا رنج و اَلم سے دُور ہو
اُن کی زوجہ کی لکھوں تاریخ فوت عیش منزل مرقد پُر نور ہو

۱۳۲۰ھ

آخری مصرعہ سے مرحومہ کی وفات کا سن ہجری ۱۳۲۰ برآمد ہو رہا ہے۔

وفات مرزا خان داغ دہلوی

استاد زمن کے استاد جناب نواب مرزا خان داغ دہلوی ۱۳۲۲ھ عرفہ کے دن ذوالحجہ کے مہینہ میں فوت ہوئے۔ استاد زمن نے اپنے استاد کی وفات پر ۱۲، اشعار پر مشتمل تاریخی کلام قلم بند فرمایا ہم بس مطلع و مقطع پر اکتفا کرتے ہیں:

گئے جنت کو حضرتِ اُستاد غم فرقت کا حال کیا کہیے
مرگِ اُستاد کی حسنؔ تاریخ داغ نواب میرزا کہیے

۱۳۲۲ھ

آخری مصرعہ کے الفاظ ”داغ نواب میرزا“ سے ۱۳۲۲ھ سال وفات نکل رہا ہے۔

تاریخ انتقال زوجہ ہدایت یار خان قیسؔ بریلوی تلمیذ مصنف

جناب ہدایت یار خاں متخلص بہ قیسؔ بریلوی جو استادِ زمن کے تلامذہ میں سے تھے ۱۳۲۵ھ میں ان کی اہلیہ کی وفات ہوگئی۔ استاد زمن نے سال وفات پر درج ذیل تاریخی قطعات تحریر فرمائے۔

زوجہ قیس نے جو رحلت کی ماہِ رمضان شور و شین ہوا
سَن حسنؔ نے لبِ اجل سے سنی خدمت فاطمہ سے چین ہوا

۱۳۲۵ھ

آخری مصرعہ سے تاریخ وفات ۱۳۲۵ ہجری نکل رہی ہے۔

مساجد و مکانات کی تعمیر پر تاریخیں

مسجد و مکان کی تعمیر پر بھی آپ نے تاریخی قطعات قلمبند فرمائے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

تعمیر مسجد، رامپور

رام پور میں حکیم احمد رضا صاحب نے ایک مسجد کی تعمیر کی اور استاد زمن سے تاریخی مادے کی فرمائش کی تو آپ نے حسب فرمائش یہ درج ذیل تاریخی قطعات رقم فرمائے۔

از کمالِ کوشش و سعیِ حکیم احمد رضا
خانہ پاکِ خدا تعمیر شد در رام پور
فکر سالِ ابتدائے کار دامن گیر بود
گفت رضواں اے حسنؔ فردوس ثانی بے قصور

۱۳۱۹ھ

اس قطعہ کے چوتھے مصرعہ میں فردوس ثانی بے قصور سے تاریخ تعمیر مسجد برآمد ہوتی ہے، جو کہ ۱۳۱۹ھ ہے۔ اس قطعہ کا مفہوم بھی ملاحظہ ہو:

یعنی حکیم احمد رضا کی انتھک جدوجہد سے رام پور میں اللہ پاک کا گھر تعمیر ہوگیا۔ تعمیری کام کے آغاز کی تاریخی سال کی فکر دامن گیر تھی رضوان نے کہا کہ اے حسن کہہ دو "فردوس ثانی بے قصور" یعنی یہ مسجد بغیر کمی کے جنت الفردوس کی ثانی ہے۔ یہ قطعہ بھی اسی مسجد کی تعمیر کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ فرماتے ہیں:

بانی مسجد حکیم احمد رضا مہبط اکرام و لطف سرمد ست
گر زمن تاریخ می پرسی حسنؔ مطلع انوار فیضِ ایزد ست

۱۳۱۹ھ

یعنی مسجد کے بانی حکیم احمد رضا اللہ پاک کی مہربانیوں کے مستحق ہیں۔ اگر حسن مجھ سے زمانہ تاریخ پوچھے (تو کہہ دوں) کہ اللہ پاک کے فیض کے انوار کے حامل ہیں۔ اس قطعہ کے چوتھے مصرعہ سے مسجد کی تعمیر کی تاریخ ۱۳۱۹ھ برآمد ہو رہی ہے۔

اسی مسجد کے سلسلے میں درج ذیل قطعہ بھی قابل ملاحظہ ہے:

زمینِ بیت رب بر خویشتن بالیدہ می گوید
کہ اے احمد رضا از سعی پاکت شد سعید ایں جا
حسنؔ مژدہ رساں گفت از دلش تاریخ تعمیرش
دلا بے زاد منشیں از کشایش نا امید ایں جا

۱۳۱۹ھ

یعنی بیت اللہ کی زمین اپنی سرسبزو شادابی پر کہتی ہے کہ احمد رضا تمہاری پاک کوشش سے یہ جگہ مبارک ہوگئی اے حسن خوش خبری دینے والے کہہ اپنے دل سے مسجد کی تعمیر کی تاریخ کہ اے بغیر توشہ کے دل اس جگہ کی وسعت سے ناامید مت ہو۔

اس قطعہ کے چوتھے مصرعہ سے بھی تاریخ تعمیر ۱۳۱۹ھ نکل رہی ہے۔

درج ذیل تاریخی قطعات واشعار بھی ملاحظہ ہوں:

مرے محسن حکیم احمد رضا خاں
ہوئے تعمیر مسجد سے طرب ناک
حسنؔ میں نے کہی تاریخ اُس کی
عبادت خانہ ایمانیاں پاک

۱۳۱۹ھ

آخری مصرعہ سے تعمیر مسجد کا سال ۱۳۱۹ھ برآمد ہو رہا ہے۔

یہ بھی ملاحظہ ہو:

احمد رضا کی سعی نہ کیوں کر جمیل ہو
خدمت گزار خانہ ربِّ وَدُود ہے
اس پاک نیتی سے بنایا خدا کا گھر
ہر دم خدا کے گھر سے کرم کا ورود ہے





تاریخ ابتداے عمارت کہو حسنؔ
بیت خداے پاک مقامِ سجود ہے

۱۳۱۹ھ

آخری مصرعہ مسجد کی تعمیر کا ابتدائی سال ۱۳۱۹ھ کا پتہ دے رہا ہے۔
علاوہ ازیں نثر میں بھی آپ نے مسجد کی تعمیر پر ایک دعائیہ تاریخ کہی ہے۔ اور وہ یہ
"جزاھم اللہ فی الدارین خیرا"۔ ۱۳۱۹ھ۔ اللہ ان کو دنیا وآخرت میں بہتر جزا دے۔ اس دعائیہ جملہ سے بھی تاریخ تعمیر ۱۳۱۹ھ بر آمد ہوتی ہے۔
۱۳۲۰ھ میں مسجد کی تعمیر مکمل ہونے پر پانچ اشعار رقم فرمائے۔ ہم بس مطلع و مقطع پیش کرتے ہیں:

بندہ شیر خدا خیبر شکن ڈر سے ترے
کج رووں کی کج روی اوسان اپنے تج گئی
اک تجلی سی لکھو تاریخ تم بھی اے حسنؔ
مسجد دین متین اہلِ سنت سج گئی

۱۳۲۰ھ

آخری مصرعہ سے مسجد کی تعمیر کی تکمیل کا سال ۱۳۲۰ھ بر آمد ہو رہا ہے۔

تاریخ تعمیر مکان منشی بشیر علی صاحب امروہوی

منشی بشیر علی صاحب امروہوی کے مکان کی تعمیر پر استاد زمن نے درج ذیل تاریخی قطعہ قلم بند فرمایا:

شفیق حالِ حسنؔ منشی بشیر علی
کیا ہے آپ نے تعمیر کیا نفیس مکان
جو فکرِ سالِ بِنا نے کیا دماغ میں گھر
صداے غیب سنی خوش نما نفیس مکان

۱۳۰۸ھ

قطعہ کے چوتھے مصرعہ کے الفاظ "خوش نما نفیس مکان" کے اعداد نکل رہے ہیں ۱۳۰۸ جو کہ منشی بشیر علی صاحب کے مکان کی تعمیر کے سال کا سن ہے۔ یعنی منشی بشیر صاحب کا مکان ۱۳۰۸ ہجری میں تعمیر ہوا۔

کتب، رسائل، دیوان، پر تاریخی قطعات

آپ نے مختلف کتابوں اور شعرا کے دیوان وغیرہ پر بھی تاریخی قطعات تحریر فرمائے ہیں ہم یہاں چند پیش

کر رہے ہیں۔

واسوخت، مصنفہ سید برکت علی نامیؔ

سید برکت علی صاحب متخلص بہ نامی نے ایک کتاب ''واسوخت'' کے نام سے تصنیف کی۔

کتاب کا سال تصنیف ۱۳۲۴ھ ہے اور سال طباعت ۱۳۲۶ھ ہے۔استاذ من نے تصنیف کی تکمیل پر اردو میں درج ذیل تاریخی قطعہ قلم بند فرمایا:

میر نامی نے لکھا 'واسوخت' خوب
رُوح بخش و دل کشا ہے بند بند
فکر ہے تجھ کو اگر تاریخ کی
لکھ حسنؔ واسوخت نامی دل پسند

۱۳۲۴ھ

آخری مصرعہ کے الفاظ ''واسوخت نامی دل پسند'' سے تاریخ تصنیف ۱۳۲۴ہجری برآمد ہو رہی ہے۔

سن ۱۳۲۶ہجری میں کتاب کی طباعت ہوئی، جس پر استاذ من نے درج ذیل فارسی قطعہ کہا:

نامی من خوش اَدا واسوختے تصنیف کرد
کز بہارش تازہ شد سرسبزی ریحانِ عشق
سال طبعش از دلم چوں آہ سر برزد حسنؔ
شمع بزم حسن و چاک سینہ سوزانِ عشق

۱۳۲۶ھ

یعنی میرے نامیؔ خوش ادا نے کتاب واسوخت تصنیف کی کہ اس کی بہار سے عشق کے باغ کی شادابی میں نکھار آگیا۔حسن میرے دل سے کتاب کی طباعت کے سال پر جب آہ نکلی، بزم حسن کا چراغ اور عشق کے مارے ہوؤں کے چاک سینے۔آخری مصرعہ سے سال طباعت ۱۳۲۶ھ برآمد ہو رہا ہے۔

ترقی و تنزلی کے سبب

مرحوم نواب عبدالعزیزخان صاحب کی کتاب ''ترقی و تنزلی کے سبب'' پر درج ذیل تاریخی اشعار رقم فرمائے:

دہ چہ کتاب عزیز آبروے طبع شد
کاشف استار خوش مظہر اسرارِ خوش

ملہم غیب اے حسنؔ کرد دو تاریخ بذل
شمع شبستان طبع 'نامہ افکار خوش'

یعنی دیکھیے عبدالعزیز صاحب کی کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہوگئی اچھے بہترین رازوں کو کھولنے اور ظاہر کرنے والی۔ غیبی الہام ہوا کہ اے حسن دو تاریخیں لکھو۔ "شمع شبستان طبع" (شبستان طبع کے چراغ) اور "نامہ افکار خوش" (اچھے افکار کا گرامی نامہ)

آخری مصرعہ سے دو تاریخیں برآمد ہو رہی ہیں۔ "شمع شبستان طبع" سے ۱۳۰۴ھ اور "نامہ افکار خوش" سے بھی ۱۳۰۴ھ۔

نگارستان لطافت

رسالہ نگارستان لطافت جس کا ذکر ہم تاریخی نام کے سلسلے میں پیچھے کر آئے ہیں اسی کتاب کی تکمیل پر آپ نے بطور شکر پروردگار درج ذیل تاریخی قطعات کہے ملاحظہ ہو:

ہو گیا ختم یہ رسالہ آج | شکر خالق کریں نہ کیوں کر ہم
سن تالیف اے حسنؔ سن لے | منبع وصف شہریارِ حرم

آخری مصرعہ سے رسالہ کی سن تالیف برآمد ہوتی ہے۔ جو کہ ۱۳۰۲ہجری ہے۔
نیز یہ اشعار بھی موزوں فرمائے، جس میں آخری مصرعہ سے رسالہ کی تاریخ تالیف ۱۳۰۲ھ نکلتی ہے۔

یہ چند ورق نعت کے لایا ہے غلام آج
اِنعام کچھ اس کا مجھے اے بحر سخا دو
میں کیا کہوں میری ہے یہ حسرت یہ تمنا
میں کیا کہوں مجھ کو یہ صلہ دو یہ صلہ دو
تم آپ مرے دل کی مرادوں سے ہو واقف
خیرات کچھ اپنی مجھے اے بحر عطا دو
ہیں یہ سن تالیف فقیرانہ صدا میں
والی میں تصدق مجھے مدحت کی جزا دو

۱۳۰۲ھ

گلستانِ رحمت

مدیر اخبار اہل فقہ مولانا غلام احمد اخگر امرت سری کے جاری کردہ رسالہ "گلستان رحمت" پر درج ذیل





تاریخی اشعار تحریر فرمائے۔

اخگر نے کیا نعت میں گلدستہ وہ جاری
بلبل کی طرح غنچہ و گل جس پہ ہوں شیدا
اللہ یہ گلزار پھلے پھولے جہاں میں
ہر پھول سے ہو رنگ ترقی کا ہویدا
نکلے گل تاریخ حسنؔ شاخِ قلم سے
انداز گلستاں کے ہیں گلدستہ سے پیدا

۱۳۲۵ھ

آخری مصرعہ سے دیوان کی تاریخ طباعت ۱۳۲۵ھ نکلتی ہے۔

یہ تاریخی قطعہ بھی ملاحظہ ہو:

اخگر نے کیا نعت میں گلدستہ وہ جاری
بلبل کی طرح غنچہ و گل جس پہ ہوں شیدا
اللہ یہ گلزار پھلے پھولے جہاں میں
ہر پھول سے ہو رنگ ترقی کا ہویدا
نکلے گل تاریخ حسنؔ شاخ قلم سے
انداز گلستاں کے ہیں گلدستہ سے پیدا

۱۳۲۵ھ

آخری مصرعہ سے رسالہ کا سال اجرا ۱۳۲۵ھ نکل رہا ہے۔

مثنوی شفاعت ونجات

مولانا محمد محسن صاحب کاکوروی وکیل مین پوری کی مثنوی کے حوالے سے استاد زمن نے زبردست دعائیہ تاریخ رقم فرمائی۔ ملاحظہ ہو:

حسنؔ اپنے محسنؔ کی ہو کچھ ثنا
جو احسان حسنِ طبیعت کا ہو
شفاعت کا لکھا ہے اَحوال خوب
بیاں کیوں کر اِس کی فصاحت کا ہو

دعائیہ تاریخ میں نے کہی
یہ اچھا ذریعہ شفاعت کا ہو

۱۸۹۳ء

آخری مصرعہ سے مثنوی شفاعت ونجات، کی تاریخ طباعت ۱۸۹۳ء ظاہر ہے۔

فقہی رسالہ مصنفہ، مولوی فدا حسین صاحب

مولانا فدا حسین صاحب کی فقہی عناوین پر مشتمل کتاب پر درج ذیل تاریخی اشعار قلم بند فرمائے۔

تالیف فقہ میں ہوئی وہ معتبر کتاب
ہر مسئلے کا جس نے کیا اِنفصال خوب
وہ خوبیاں ہیں اس میں کہ ایک ایک لفظ پر
کہہ اُٹھیں سامعین علی الاتصال خوب
دل نے کہا لکھوں سنِ تاریخ اے حسنؔ
تاریخ بھی ہو وہ کہ ہو بے قیل و قال خوب
بولا سروشِ غیب مؤلف سے عرض کر
فقہی رسالہ آپ نے لکھا کمال خوب

۱۳۰۹ھ

آخری مصرعہ سے سال ۱۳۰۹ ہجری برآمد ہورہا ہے۔

کتاب 'ارتباطِ مردوزن'

سید برکت علی نامیؔ بریلوی کی کتاب ارتباط مردوزن مباشرت کے حوالے سے لکھی گئی ہے۔ ۱۳۱۲ھ میں اس کتاب کی طباعت ہوئی۔ استاد زمن نے اس کی درج ذیل تاریخ لکھی:

مباشرت سے تعلق ہے اس رسالہ کو
مرض بڑھائے ہیں جس کی بد انتظامی نے
حسنؔ لکھو سر بقراط سے سن تالیف
نئی روش سے لکھی یہ کتاب نامیؔ نے

۱۳۱۲ھ

آخری مصرعہ سے تاریخ طباعت ۱۳۱۲ ہجری ظاہر ہے۔

ناول طلسم شرر

جناب صاحبزادہ محمد مصطفیٰ علی خان صاحب بہادر شرر پرائیویٹ سیکرٹری ریاست رامپور کی کتاب ''ناول طلسم شرر'' پر استاد زمن کا تاریخی کلام گیارہ اشعار پر مشتمل ہے۔ مطلع و مقطع پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

قیامِ شہرتِ تصنیف کیا ہی نعمت ہے
مصنفوں کی بقائے دوام کا ہے سبب
حسنؔ دعائیہ تاریخ کہیے ناول کی
گلاب شاخِ قلم سے سدا گلاب ہو اب

۱۳۲۶ھ

آخری مصرعہ سے ناول کی تاریخ طباعت نکل رہی ہے ۱۳۲۶ ہجری۔

دیوان محمد احسان خان صاحب احسانؔ شاہجہانپوری

جناب احسان خان احسان شاہجہانپوری، کے دیوان پر ان کے اصرار سے درج ذیل فارسی تاریخی شعر رقم فرمایا:

چو مصر شدند احسان پئے سال طبع دیواں
سخن شگرف، گفتم۔ سخن شگرف ،گفتم

۱۳۱۰ھ

یعنی جب احسان صاحب دیوان کی سن طباعت کے سلسلے میں اصرار کرنے لگے تو میں نے کہا ''سخن شگرف ''یعنی عمدہ شاعری۔

دوسرے مصرعہ کے ''سخن شگرف'' جملے سے دیوان کی تاریخ طباعت ۱۳۱۰ ہجری برآمد ہورہی ہے۔

دیوان منشی محمد الیاس صاحب برق ساکن شہر بمبئی

منشی محمد الیاس برق صاحب کے دیوان پر درج ذیل تاریخی فارسی قطعہ قلم بند فرمایا:

ز رنگینیِ برق رنگیں بیاں
بہار آمد و باغ دیگر شگفت
چو تاریخ جستم ز ہاتف حسنؔ
بیار است طور سخن برق گفت

۱۹۰۱ء

یعنی برق رنگیں بیاں کی رنگینی سے بہار آئی اور دوسرا باغ کھلا۔ جب حسن میں نے تاریخ تلاش کی ہاتف کے ذریعہ تو ہاتف نے کہا کہ برق نے شاعری کے طور کو آراستہ کیا۔

اس قطعہ کے آخری مصرعہ میں الفاظ "بیار است طور سخن برق" سے دیوان کی تاریخ طباعت سن ۱۹۰۱ عیسوی نکل رہی ہے۔

دیوان احمد رضا آثم بریلوی

جناب احمد رضا آثم بریلوی کے دیوان کی طباعت پر استاد زمن نے منظوم تاریخی کلام رقم فرمایا۔ جو نو اشعار پر مشتمل ہے، ہم مطلع و مقطع پر اکتفا کرتے ہیں۔ آخری مصرعہ سے سن طباعت ۱۳۰۴ھ برآمد ہوتی ہے۔

ہے یہ دیوان اُس کی مدحت میں
جس کی ہر بات ہے خدا کو قبول
اے حسنؔ کیا حسن ہے مصرعِ سال
باغ اسلام کے کھلے کیا پھول

۱۳۰۴ھ

نعتیہ دیوان شیخ امیر اللہ صاحب لئیقؔ بریلوی

شیخ امیر اللہ لئیقؔ بریلوی صاحب کے نعتیہ دیوان پر درج ذیل تاریخی اشعار قلم بند فرمائے:

شاعر نکتہ سنج ہیں جو لئیق
اُن کا دیوانِ نعت چھپتا ہے
اے حسنؔ تو بھی کہہ دے اک تاریخ
تیرے آگے یہ بات ہی کیا ہے
سر ایماں کی ہے قسم اے دل
نعت کا جو سخن ہے زیبا ہے

۱۳۰۴ھ

آخری مصرعہ سے دیوان کی تاریخ طباعت نکل رہی ہے جو کہ ۱۳۰۴ ہجری ہے۔

دیوان داغ دہلوی

داغ دہلوی استاد زمن کے خصوصی اساتذہ میں شامل ہیں۔ اپنے استاد کے دیوان پر تاریخی کلام قلم بند فرمایا جو ۱۹ اشعار پر مشتمل ہے۔ ہم مطلع و مقطع پر اکتفا کرتے ہیں۔

حسنؔ اُستاد سے اپنے مجھے یہ عرض کرنی ہے
کہ سایہ تم پہ ہو ٹیبن کی ساتوں مہینوں کا
سر بد ہیں کبھی کا اُڑ چکا تاریخ لکھو تم
پری روپوں کا جمگھٹ ہے یہ میلہ ہے حسینوں کا

۱۳۰۰ھ

آخری مصرعہ سے سن ۱۳۰۰ ہجری برآمد ہو رہی ہے۔

دیوان مولوی نواب عبدالعزیز خان صاحب مرحوم

مولانا نواب عبدالعزیز خان صاحب کے دیوان کی طباعت پر استاد زمن نے پانچ اشعار کہے۔ ہم یہاں مطلع و مقطع پیش کرتے ہیں:

کیا بیاں ہو مدحِ دیوانِ عزیز
ہر ورق ہے تختۂ گلزارِ نظم
تھی حسنؔ کو فکر سن بولا سروش
طبع کی تاریخ ہے معیارِ نظم

۱۳۱۱ھ

آخری مصرعہ کے الفاظ "معیار نظم" سے دیوان کی سن طباعت ۱۳۱۱ھ نکل رہی ہے۔

دیوان حکیم علی محمد صاحب شاغلؔ رئیس بمبئی

حکیم علی محمد شاغل رئیس بمبئی، کے دیوان کی طباعت پر درج ذیل تاریخی قطعہ لکھا۔

دیوان ہے کہ باغِ سخن کی بہار ہے
شانِ چمن کہوں اُسے جانِ چمن کہوں
تاریخ پوچھیں حضرتِ شاغلؔ تو اے حسنؔ
افسانہ جمال عروسِ سخن کہوں

۱۳۱۷ھ

اس قطعہ کے آخری مصرعہ سے سن ۱۳۱۷ھ جو کہ سن طباعت ہے برآمد ہو رہی ہے۔

دیوان مولوی نور محمد صاحب انور

مولانا نور محمد صاحب انور مدرس مدرسہ ہاشمیہ بمبئی کے دیوان پر استاد زمن کا درج ذیل تاریخی قطعہ ملاحظہ

ہو:

کیا ہی دل کش ہے کلام انور
شعرا کا اسے محبوب کہوں
مجھ سے تاریخ جو پوچھے کوئی
اے حسنؔ میں سخن خوب کہوں

۱۳۱۸ھ

آخری مصرعہ کے الفاظ ''سخن خوب'' سے ۱۳۱۸عدد برآمد ہورہے ہیں، جوکہ غالباً دیوان کی تالیف کا سال ہے۔

اس کے علاوہ درج ذیل تاریخی قطعہ بھی آپ نے قلم بند فرمایا جس سے دیوان کی طباعت کا سن عیسوی ظاہر ہے۔

زیبِ بزمِ شعرا یوں ہے کلامِ انورؔ
جس طرح ہو گلِ شاداب چمن کی رونق
اے حسنؔ اس کی چمکتی ہوئی تاریخ ہے یہ
شمع انور سے ہوئی بزمِ سخن کی رونق

۱۹۰۳ء

آخری مصرعہ سے تاریخ طباعت نکل رہی ہے۔

دیوان منشی محمد علی اختر شاہجہانپوری

حضرت داغ دہلوی مرحوم کے شاگرد جناب منشی محمد علی اختر شاہجہان پوری کے دیوان سے متعلق تاریخی قطعہ ملاحظہ ہو:

ہوئی گل فشاں طبعِ رنگینِ اخترؔ
بہار آئی پھولا گلستانِ مضموں
حسنؔ جب ہوئی فکر تاریخ دیواں
کہا دل نے مجھ سے 'عروسانِ مضموں'

۱۳۲۳ھ

آخری مصرعہ کے الفاظ ''عروسان مضموں'' سے سن ۱۳۲۳ھ ظاہر ہے۔

دیوان میر اختر نگینوی

حضرت داغ دہلوی مرحوم کے شاگرد جناب میر اختر نگینوی کے دیوان پر ۵، تاریخی اشعار قلم بند فرمائے۔ ہم مطلع و مقطع پر اکتفا کرتے ہیں:

اختر کا دیوان چھپا ہے اس کو سخن کا جوہر کہیے
فکر اگر تاریخ کی ہو کچھ شمع منور اختر کہیے
۱۹۰۷ء

شمع منور اختر" سے سن عیسوی ۱۹۰۷ برآمد ہو رہا ہے۔

"توضیح ملل و تذکرہ" مصنفہ مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی

مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی مدیر ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ، نے پوکھریرا اور بنارس میں اہل سنت کے دو جلسوں کی روداد اور ہندوستان میں موجود فرقہائے باطلہ کے عقائد و نظریات کا بیان اور علمائے حق کی مدح و ثنا پر مشتمل مسدس تحریر فرمایا۔ کتاب کا تاریخی نام باعتبار تصنیف "توضیح ملل" ۱۳۲۴ھ رکھا اور باعتبار طباعت تاریخی نام "تذکرہ" ۱۳۲۵ھ رکھا۔ یہ رسالہ تحفہ حنفیہ کے شماروں بابت ربیع الاول سے جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ میں قسط وار شائع ہوا۔ مکمل رسالہ ۳۸ر صفحات کا ہے۔ استاد زمن نے اس رسالے کی سن طباعت پر مشتمل درج ذیل تاریخی نظم تحریر فرمائی۔

قطعہ تاریخ طبع رسالہ از طبع رسائے واقف رموز شعر و سخن سرآمد شعرائے زمن جناب مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب حسنؔ بریلوی صین عن الفتن

وہ نظم لکھی ضیائے دیں نے ہوں جس کی چمک سے دل منور
ماتم ہے گروہ ماتمی میں ٹوٹا ہے پہاڑ نجدیوں پر
غم میں ہیں خبیث قادیانی آفت میں مقلدین نیچر
افتاد پڑی بڑے غضب کی ندوہ کا نکل گیا کچومر
ہاں طبع حسنؔ سنا سن طبع چمکا ہے ضیاؔ سے حق انور
۱۳۲۵ھ

مشتے نمونہ از خروارے چند تاریخی گہرپارے نقل کیے گئے ہیں۔ قارئین کو جس سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ استاذ زمن تاریخ گوئی میں کس درجہ عبور رکھتے تھے۔ اللہ پاک استاذ زمن کی تربت پاک پر رحمت و نور کی بارش نازل فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

حضور حجۃ الاسلام کی علالت ووصال پر چند تاریخی حوالے

شہزادہ حضور اعلیٰ حضرت شیخ الانام حجۃ الاسلام حضرت شاہ حامد رضاخاں رضی اللہ تعالیٰ عنھما شہر بریلی شریف کے محلہ سوداگران میں ماہ نور ربیع الاول ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء کو پیدا ہوئے۔ محمد نام اور حامد رضا عرف تجویز کیا گیا۔ والد گرامی کی آغوش محبت میں تربیت پائی اور انہیں کی بارگاہ علم میں رہ کر علوم وفنون کی جملہ منازل طے فرمائیں۔ اور عین عالم شباب میں آپ اسلامی دنیا میں ایک عظیم فقیہ، ایک نامور محدث، اور ایک فقید المثال مناظر اور ماہر مصنف کی حیثیت سے سامنے آئے۔ درسگاہ میں رہے تو مدرس خانقاہ میں درویش کامل، میدان میں زبردست مناظر، اسٹیج پر بے مثال خطیب، میدان تصنیف وتالیف میں قابل قدر مصنف، مجالس میں عظیم دانش ور، تحریکات وتنظیمات میں رہبر ورہنما، مسجد میں عبودیت کی زندہ تصویر، گھر میں محسن ومشفق، بیگانوں میں حیات نبوی کا مظہر، دشمنوں میں نبوی اخلاق کا پیکر، بے دینوں میں شمشیر برہنہ، الغرض گوناگوں اوصاف حمیدہ اللہ پاک نے آپ کے اندر ودیعت فرمائے تھے۔ آپ کے تذکرہ نگار حضرات نے خاطر خواہ آپ کے کارناموں کو اجاگر نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ نئی نسل آپ کی دینی وملی خدمات سے صحیح طور متعارف نہ ہوپائی۔ یہ اوراق تعارفی تفصیل کے متحمل نہیں ان شاء اللہ کسی اور موقع پر احقر حضرت کے کارناموں کا تفصیلی بیان قلم بند کرے گا۔ یہاں بس اپنے عنوان کے مطابق حضور والا قدس سرہ کی علالت اور آپ کے وصال سے متعلق چند تلخ تاریخی خبریں اور واقعات کو سپرد قرطاس کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

یوں تو کسی انسان کا بیمار ہونا اس کا انتقال کر جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے کیوں کہ ؏

یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

مگر جب کسی ایسی ذات کو بیماری لاحق ہو جس کی بیماری سے عالم بیمار ہوجائے، یا کوئی ایسی ذات دنیا سے انتقال کرجائے جس کی موت 'موتُ العالِمِ موتُ العالَم' کی مصداق ہو، تو یقیناً اس کی موت سے زمانہ کو افسوس ہوتا ہے اور لوگ اس کی موت کو ہی صحیح طور پر موت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ؏

موت اس کی کہ کرے جس کا زمانہ افسوس

حضور حجۃ الاسلام کی حیات طیبہ کے مکمل ستر سال کا احاطہ بہت مشکل امر ہے۔ ہم یہاں آپ کی علالت و وصال سے متعلق چند تلخیاں سپرد قرطاس کررہے ہیں۔

حجۃ الاسلام کی علالت:

آپ اپنی حیات طیبہ میں کئی بار مہلک بیماریوں کی زد میں آئے۔ ذیابیطس جسے شوگر کہتے ہیں یہ بیماری آپ

کو وصال سے قریب پندرہ سال قبل سے لاحق تھی۔ مزید اس پر سرطان یعنی کینسر کا ہوجانا آپ کے لیے اس کی کیا حیثیت تھی اسے تو آپ جانیں البتہ آپ کے چاہنے والوں کے لیے یہ کسی بڑی مصیبت سے کم نہ تھا۔ طرفہ تماشا یہ کہ آپ کو اس کی ذرہ بھر فکر نہ تھی کہ یہ مہلک مرض پھوڑے کی شکل میں پشت پر سوار ہے۔ احباب بے چین و مضطرب ہیں مگر آپ کے معمولات میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں آتی ہے۔

یادگار رضا کے مدیر محترم مفتی ابوالمعانی ابرار حسین صدیقی حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ کے اس مہلک مرض سے متعلق آپ کی شان بے نیازی کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"رشد و ہدایت کا وہ چمکتا ہوا آفتاب جس کی نورانی کرنوں نے پھیل کر اسلامی دنیا کی فضا کو نور سے بھر دیا اور جس کی تنویر ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں کو چاک کر کے ایک عالم کو صراط مستقیم پر چلانے کے لیے خضر راہ ثابت ہوئی اور علم و عمل کا وہ لہراتا ہوا دریا جس کی فلک بوس موجوں نے ارض ہند پر بکھر کر علم و عمل کے دریا بہا دیے آج اس کی مبارک حیات غیر معمولی کشمکش میں ہے، یعنی حضور حجۃ الاسلام محمد حامد رضا خاں صاحب مدظلہم الاقدس تقریباً ایک ماہ سے ایک خطرناک مرض میں مبتلا ہیں۔ پشت پر ایک پھوڑا ہے جسے ڈاکٹر اپنی اصطلاح میں کارنیکل کہتے ہیں اور ہماری بول چال میں اسے سرطان یا ڈھیٹ کہا جاتا ہے۔ یوں تو صرف سرطان ہی کا ہونا ایک انسان کو ناقابل برداشت آلام و مصائب میں مبتلا کر دینے کے لیے کافی ہے اور مزید براں یہ کہ حضرت اقدس مدظلہ العالی کی ذیابیطس کی پرانی شکایت ہے اور اس وقت بھی شکر آ رہی ہے جس کی وجہ سے مرض نے بظاہر ایک خطرناک صورت اختیار کر لی ہے۔

عشرہ محرم کے بعد سرطان نے زور پکڑا مگر حضرت اقدس مدظلہ کی بے نیازی نے اور توکل و تحمل کے اس مجسمہ نے اپنی توجہات کو اطبائے ظاہری کی طرف مبذول ہونے سے روکا"

[یادگار رضا: محرم الحرام، ۱۳۴۹ھ ص ۳]

تشخیص مرض:

مگر جب احباب نے اصرار کیا تو آپ احباب کی خوشی کے لیے علاج کے لیے تیار ہو گئے۔ اطبا نے مرض کی تشخیص کی اور اسے کینسر بتاتے ہوئے آپریشن کی تجویز رکھی، البتہ شوگر ہونے کے سبب آپریشن کے مشکل ہونے کی وجہ سے ڈاکٹروں نے اولاً شوگر کا علاج شروع کیا۔ انجیکشن اور دوائیوں کے ذریعہ شوگر کو کنٹرول کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی مگر انجیکشن کام نہ آئے، البتہ دواؤں سے شوگر کچھ حد تک کنٹرول کر لی گئی لیکن بعد میں پھر بڑھ گئی ازالہ نہ ہوا ڈاکٹروں نے آپریشن کیا لیکن پھوڑا پشت سے کوکھ کی طرف بڑھ گیا۔ آخر کو ڈاکٹر حضرات علاج میں کامیاب ہو گئے۔ مدیر موصوف لکھتے ہیں:

"مگر ہماری نظروں نے جب اس مرض کی اہمیت کا احساس کیا تو ہمارے اجزائے ذہن وفکر کے شیرازے کو ایک غیر معمولی تشویش نے منتشر کر دیا۔ اس وقت ہماری مشکلات کے دو مشکل باب تھے ایک تو حضرت اقدس مد ظلہ کا ایسے خطرناک مرض میں مبتلا ہونا اور دوسرے حضرت کا اس موقع پر شان بے نیازی اور انداز استغنا سے کام لینا اور معالجہ کی طرف توجہ نہ فرمانا۔ بالآخر ہماری متحدہ کوششیں باکار ثابت ہوئیں اور حضرت اقدس مد ظلہ کو علاج و معالجہ کے لیے مجبور ہونا پڑا۔ جب مزاج عالی علاج کی طرف مائل ہوا تو اطبا کو تشخیص و تجویز کا موقع دیا گیا۔ ڈاکٹروں سے مشورہ لیا گیا۔ کافی غور و خوض کے بعد اطبائے یونانی اور ڈاکٹروں کی یہی تشخیص ٹھہری کہ یہ پھوڑا کارنیکل ہے۔ سرطان ہے ڈھیٹ ہے۔ اس تشخیص کے بعد سب سے پہلے ڈاکٹر صاحبوں نے جس ضرورت کا احساس کیا وہ یہ تھی کہ ان تدابیر پر عمل کیا جائے، جس سے شکر کا آنا بند ہو۔ اس لیے کہ اس وقت قارورے میں شکر کا اوسط سولہ پرسینٹ تھا۔ چناں چہ فوراً عملی صورتیں اختیار کی گئیں دونوں وقت انسولین کے انجیکشن ہونے لگے اور شکر کے روکنے والی مفید، مجرب اور شاطر دوائیں استعمال کرائی جانے لگیں۔ انجیکشن کچھ زیادہ مفید ثابت نہ ہوئے، دواؤں نے اپنا اثر کیا شکر کچھ کم ہوگئی پھر بڑھ گئی ازالہ نہ ہوا، قابل ڈاکٹروں نے آپریشن کیا مگر پھوڑا ایک سمت کو نہایت تیزی و سرعت سے کوکھ کی جانب بڑھنے لگا حالت نہایت خطرناک تھی بالآخر بہتر تدابیر علاج سے سکون ہو گیا۔ ولہ الحمد۔" [مرجع سابق: ص ۴]

آپریشن کا عمل:

انسان کی فطرت ہے کہ مصیبت آنے کا اگر وقت سے پہلے پتہ چل جائے تو قلب بے چین ہو جاتا ہے دماغ فکر مند ہو جاتا ہے مگر حضرت کی ذات نے اس فطرت سے خود کو بے نیاز کر کے بتا دیا کہ اللہ والے ایسے حالات میں بھی مضمحل و بے چین نہیں ہوتے۔ انہیں ایسے کسی عارضہ کی فکر دامن گیر نہیں ہوتی جس کا تعلق خود ان کی ذات سے ہو۔ یہی وجہ رہی کہ آپریشن سے قبل کسی طرح کی کوئی نشہ آور دوا یا انجیکشن نہیں لیا اور کسی طرح کی بے صبری و بے چینی کا مظاہرہ نہیں فرمایا بلکہ مکمل آپریشن ہونے تک بارگاہ رسالت میں ہدیہ درود پیش کرتے رہے جس کی برکت سے چہرے سے سکون زائل نہ ہوا، دل میں گھبراہٹ نہ ہوئی، دماغ میں زلزلہ فکر برپا نہ ہوا، صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا، زبان سے اف اور آہ کی آواز نہ نکلی، آنسو کا کوئی قطرہ بحر چشم سے الگ ہو کر ساحل عارض تک نہ آیا اور جسم میں کسی طرح کی بے چینی کی تحریک نہ پائی گئی۔ بلکہ حضرت مکمل سکون واطمینان کا مجسمہ بنے آلات جرح کی آواز اور اس کے عمل قطع و برید سے بالکل بے فکر تھے۔ آپریشن کے وقت حضرت کی حالت و کیفیت پر ایمان افروز تبصرہ کرتے ہوئے مدیر موصوف لکھتے ہیں:

"ہر وہ انسان جس کے بشری احساسات میں خلل و نقصان پیدا نہ ہوا تکلیف والم کے احساس کے لیے اسے

فطرت مجبور کرتی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ نوک خار بدن انسانی کو مجروح کرے اور جسم انسانی پر اس کی تکلیف کا کوئی اثر نہ ہو یہ کسی طرح کی قیاس میں نہیں آتا کہ تیز نشتر کے وار کیے جائیں اور انسان پر کرب و بے چینی کی کیفیت نہ طاری ہو۔ یہ ضرور ہے کہ بعض تکلیفیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کو انسانی طاقتیں برداشت کر سکتی ہیں لیکن تکلیف جب حد سے گزر جاتی ہے اور دائرہ اعتدال سے اس کا قدم نکلتا ہے تو انسانی طاقتیں مضمحل ہو جایا کرتی ہیں۔ اور اس وقت ایک انسان میں ضبط و تحمل کا یارا باقی نہیں رہتا، یہی درجہ "تکلیف مالا یطاق" کا ہے اور یہی منزل ہر تکلیف کے عروج وارتقا کی انتہائی منزل ہے۔ تکلیف کے اس درجہ میں قدم رکھ کر ایک انسان میں اضطراب وارتعاش کا نہ پیدا ہونا اس کا جادہ استقلال سے نہ ہٹنا اس کا مرکز تحمل پر قائم رہنا اگر محال نہیں تو قریب بہ محال ضرور خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن حضور پُر نور حجۃ الاسلام مدظلہ نے آپریشن کے وقت ضبط و تحمل اور صبر واستقلال کی جو شان قائم فرمائی اس نے اس حقیقت کو ایک ناقابل انکار حقیقت بنا دیا کہ خدا کے وہ برگزیدہ بندے جن میں روحانیت کا عنصر غالب ہوتا ہے جسمانی تکالیف کی بجلیاں ان کے خرمن تحمل پر ذرہ برابر اثر نہیں کر سکتیں۔

میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس مقالے میں حضرت اقدس کے ضبط و تحمل اور صبر و استقلال کا ایک مختصر سا خاکہ ضرور کھینچوں تا کہ حضرت اقدس کا یہ اسوہ ہر موقع پر ہر مبتلاے مصائب وآلام کے سامنے ضبط و تحمل اور صبر واستقلال کا درس پیش کرتا رہے۔ محرم کی بیس تھی بدھ کا دن تھا صبح کے چھ بجے تھے، اس خبر سے آج حضرت اقدس کے پھوڑے کا آپریشن ہونے والا ہے آستانہ عالیہ رضویہ پر مخلوق کا ایک غیر معمولی ہجوم تھا۔ ڈاکٹر آئے آپریشن کی تیاریاں ہوئیں ڈاکٹروں نے رحم کا لباس اتارا بے رحمی کا جامہ پہنا یہ وہ نازک وقت تھا کہ حضار کے قلوب میں خوف ہیبت اور بیم وہراس سے ایک غیر معمولی لرزش تھی اس لیے کہ جس آپریشن کی تیاریاں ہو رہی تھیں یہ کوئی معمولی آپریشن نہ تھا۔ مگر حضرت اقدس مدظلہ پر اس آنے والی تکلیف سے جس کے تصور نے حضار کے دل ہلا دیے تھے ذرہ برابر ہراس نہ تھا۔ آپریشن کے وقت کسی مسکر یا نشہ آور دوا کا استعمال نہیں کیا گیا۔ آپریشن اور عمل جراحی کے لیے جب ڈاکٹروں کے ہاتھ پھوڑے پر پہنچے اس وقت حضرت اقدس پر ایک سکون طاری تھا۔ ڈاکٹروں نے پہلے پھوڑے کے ہر چہار طرف انجیکشن کیے اور ان کے بعد عمل جراحی شروع ہوا۔ جو لوگ انجیکشن کی تلخیوں اور بدمزگیوں سے آشنا ہیں وہ اس سے اچھی طرح واقف ہیں کہ تندرست انسان کے صحیح وسالم حصہ بدن پر انجیکشن کا ہونا روحانی اذیت کا باعث ہوتا ہے، مگر باوجود اس کے کہ پھوڑے میں متعدّد انجیکشن کیے گئے لیکن اس مجسمہ صبر و تحمل کی زبان سے ایک لفظ بھی ایسا نہ نکلا جو کرب و بے چینی یا اضطراب و تکلیف کی ایک ادنی سی ترجمانی کر سکتا۔

انجیکشن کے بعد آپریشن کا آغاز ہوا، شگاف کیے گئے گو یہ ضرور ہے کہ شگاف گہرے کیے گئے مگر شگاف کی

تکلیف کوئی ایسی تکلیف نہیں ہوتی جس کی تاب نہ لاکر ایک انسان اپنے جامہ صبرو قرار کو تار تار کردے، لیکن شگاف کے بعد جب پھوڑے کے اندرونی حصہ میں آپریشن کے آلات سے کام لیا گیا فاسد گوشت کی قطع و برید کی گئی اور پھوڑے کے ناقص اجزا کو تراش تراش کر باہر لایا گیا یہ تکلیف ایک ایسی تکلیف تھی جس کا تصور اس وقت بھی میرے دل ودماغ پر ایک پریشان کن اور وحشت افزا اثر کررہا ہے۔ اور یہ وہ تکلیف تھی جس کا تحمل ایک جری سے جری انسان کی جرات وشجاعت بھی کسی طرح نہیں کرسکتی تھی۔ لیکن حضرت اقدس کی روحانی طاقتوں نے اس شدید اور ناقابل برداشت تکلیف کا اس بے نیازی کے ساتھ تحمل کیا، کہ جسم نازک پر ایک خفیف سا تحرک اور ایک ہلکی سی بھی لرزش نہ پیدا ہوسکی۔ زبان سے اف تک نکالنا کرب وبے چینی کا ظاہر کرنا اس کا تو مذکور ہی کیا۔ آپریشن کے وقت یہ حیرت خیز منظر قابل دید تھا کہ حضرت اقدس پر ایک سکون مطلق طاری تھا اور آپ اطمینان کے ساتھ محو استراحت تھے۔ نہیں کہا جاسکتا کہ زخم پر نشتر عمل جراحت کررہا تھا یا کسی پھول کی ایک نرم ونازک رگ تھی جو پھوڑے سے مس کررہی تھی۔ دن رات کا مشاہدہ ہے کہ ایک معمولی سے آپریشن کے وقت مریض کے دست وپا کی گرفت کرلی جاتی ہے اور اسے بے قابو کردیا جاتا ہے، مگر حضرت اقدس کے دست وپا کو ہاتھ لگانے کی کوئی شخص جرات نہ کرسکا۔ آپریشن کے آغاز سے آپ کے مبارک لبوں پر درود شریف کے پیارے پیارے الفاظ جاری ہوئے۔ اور اختتام تک آپ برابر درود شریف کا شغل فرماتے رہے۔"

[مرجع سابق: ص ۴،۵]

آپریشن کی تکمیل:

آپریشن تو ہوگیا لیکن جس پھوڑے کا آپریشن ہونا تھا وہ پشت سے جانب کوکھ منتقل ہوگیا جس کے سبب آپریشن میں کافی دقت ہوئی۔ بالآخر ڈاکٹر آپریشن میں کامیاب ہوئے، مگر رب کو کچھ اور ہی منظور تھا آپریشن کے بعد زخم نے ناسور کی صورت اختیار کرلی اور پھر پندرہ دن تک روزانہ آلات جراحت سے قریب ایک گھنٹہ تک زخم کے فاسد مادے کے اخراج کی کوششیں جاری رہیں اور پھر جاکر زخم مندمل ہونے لگا اور حضرت کی حالت روبہ صلاح نظر آنے لگی۔ البتہ شوگر کے مرض کا خاطر خواہ ازالہ نہ ہوسکا۔ مدیر موصوف لکھتے ہیں:

"آپریشن مفید ثابت ہوا، آپریشن سے قبل پھوڑا ایک سمت کو بڑھ رہا تھا مگر آپریشن کے بعد اس کا درد زیادہ ہوگیا۔ ہمارا یہ خیال تھا کہ آپریشن اگرچہ ناقابل برداشت روحانی وجسمانی تکلیف کا باعث ہوگا، مگر آئندہ کے لیے آلام ومصائب کا کلیۃً سدباب کردے گا۔ لیکن ہمارا یہ خیال غلط ثابت ہوا، اس لیے کہ آپریشن کے بعد تقریباً پندرہ یوم آلات جراحت نے زخم سے کم وبیش ایک ایک گھنٹہ روزانہ چھیڑ چھاڑ جاری رکھی۔ ہر دن طرح طرح سے زخم پر عمل جراحی کیا گیا اور زخم سے فاسد اجزا کی قطع وبرید کی گئی۔ یہ عمل ہر دن اپنے ساتھ آلام ومصائب

کاایک پہاڑ لے کرآتا تھالیکن حضرت اقدس پر، اس جبل تحمل اور کوہ استقامت پر کبھی نام کو بھی سراسیمگی یااضطراب نہیں پایا گیاآپ نے نہایت مسرت واحترام کے ساتھ ہر تکلیف کاخیر مقدم کیا۔

ممکن ہے کہ میرے اس جملہ پر بعض ظاہر بیں نگاہیں دندان اعتراض تیز کرنے کی جرات کریں اور یہ کہیں کہ تکلیف کے وقت آزردہ ہونا سراسیمہ ہونا مضطرو بے قرار ہونا انسانی فطرت کا مقتضا ہے کوئی انسان مسرت کے ساتھ ایک ادنیٰ سی بھی تکلیف کے سامنے اپنے آپ کو پیش نہیں کیا کرتا۔ ایسے افراد کے جواب میں صرف اس قدر عرض کیا جانا کافی سمجھا جاتا ہے کہ ایسا کہنا نہ صرف بدیہات سے انکار کرنا ہے، بلکہ مشاہدات وتجربات کو بھی ناقابل تسلیم ٹھہرانا ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عشق و محبت خواہ حقیقی ہو یا مجازی جب انسان کے دل میں اس کا صادق جذبہ پیدا ہوجاتا ہے تو وہ وصل محبوب کی تمنامیں نہ صرف اپنے آپ کو ہر تکلیف ہی میں ڈالنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے بلکہ وہ محبوب کی جانب سے ہر آنے والی تکلیف کاایک غیر معمولی مسرت وانبساط کے ساتھ خیر مقدم کرتا ہے۔ آپ نے عشاق الٰہی کے افسانے سنے ہوں گے اور آپ نے اوراق تاریخ میں قیس عامری اور فرہاد کے واقعات دیکھے ہوں گے حضرت اقدس مدظلہ العالی کا ان 'مالا یطاق' تکالیف میں مبتلا ہونا پھر ہر تکلیف کا مسرت کے ساتھ احترام کرنا بجز اس کے اور کوئی معنی نہیں رکھتا کہ آپ سمجھتے تھے کہ ہر آنے والی تکلیف کو اس محبوب حقیقی سے نسبت ہے جس کے وصل کی ایک ادنیٰ سی تمنا پر جان عزیز سو بار قربان کردینا ایک معمولی سی بات ہے۔ باوجود اس کے کہ حضرت پر شدائد و تکالیف کا ہجوم رہا اور اب بھی ہے، مگر ان آلام و مصائب کے مقابلہ میں تسلیم ورضا کا یہ عالم ہے کہ جب آنے والے مزاجی کیفیت دریافت کرتے ہیں تو جواب میں بجز 'الحمد للہ رب العلمین' کوئی دوسرا لفظ نہیں کہا جاتا۔ اور نہ کسی تکلیف کو ظاہر فرمایا جاتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کا افسانہ حق ہے اور ہر زبان پر جاری ہے مگر آج ہماری آنکھوں نے حضرت اقدس کی ذات میں صبر ایوبی کی جھلک دیکھ لی۔ مقربین بارگاہ خداوندی کے تسلیم ورضا کے افسانے ہم نے سنے تھے مگر آج ہماری آنکھوں نے اس مقدس ذات میں اس کا مشاہدہ کرلیا۔

مرض کی موجودہ حالت:۔

آپریشن ہونے سے پھوڑے نے ایک بڑے زخم کی شکل اختیار کرلی تھی زخم کو ناقص گوشت چھپائے ہوئے تھا مگر آپریشن کے بعد زخم پر جو سلسلہ عمل جراحی نماجاری رہا اور برابر قطع وبرید اور تراش وخراش ہوتی رہی اس سے زخم نے اچھی صورت اختیار کرلی اور اب بفضلہٖ عزوجل زخم کی حالت دن بدن روبہ صلاح نظر آرہی ہے۔ اگر زخم میں کوئی جدید خرابی نہ پیدا ہوئی توان شاء اللہ تعالیٰ زخم کے اندمال کی جلد توقع کی جاتی ہے، مگر شکر کا سلسلہ اس وقت تک بند نہیں ہوا، یہی ایک ایسی بات ہے جو اس مرض کے لیے خطرناک خیال کی جاتی ہے

شکر کو روکنے کے لیے ہر امکانی تدبیر اختیار کی جارہی ہے صحت کا اختیار اللہ عزوجل کو ہے۔"[مرجع سابق:۵:۶]

معالجین کی ہمدردی پر اظہار تشکر:۔

علاج کرنا آسان ہے، لیکن علاج کی تشخیص از حد مشکل امر ہے۔ حضرت کا علاج وآپریشن جناب ڈاکٹر علوی صاحب اسسٹنٹ سرجن بریلوی، اور ڈاکٹر نوشہ علی خاں صاحب بریلوی نے کیا۔ پہلے انہوں نے مرض کی تشخیص کی پھر اس کے بعد آپریشن کا مشورہ دیا، نیز علاج کے ساتھ ساتھ اگر ادب، خلوص، اخلاق، ہمدردی اور محبت کا جذبہ بھی کار فرما ہو تو خطرناک سے خطرناک مرض معمولی صورت اختیار کرلیتا ہے، اور آخر کو اختتام کی منزل کو پہنچ جاتا ہے۔

یہاں بھی یہی صورت حال رہی اس مہلک مرض کی تشخیص کے بعد آپریشن تو ہونا ہی تھا مگر ان دونوں حضرات نے جس طرح اپنی ہمدردی اور محبتوں کا مظاہرہ فرمایا وہ یقیناً لائق صد ستائش تھا۔ اسی لیے مدیر موصوف ان کا شکریہ ادا کیے بغیر نہ رہ سکے۔ لکھتے ہیں:

"گو بسلسلہ علاج مشورے میں اطبائے یونانی بھی شریک ہوئے مگر علاج کا زیادہ تعلق ماہرین طب انگریزی سے رہا۔ جناب ڈاکٹر علوی صاحب اسسٹنٹ سرجن بریلی، ڈاکٹر نوشہ علی خاں صاحب بریلوی کے ہاتھ پر علاج کی ابتدا ہوئی ان ہر دو اصحاب نے جس ہمدردی اور خلوص کے ساتھ علاج کیا۔ اس کا اعتراف نہ کرنا ایک شدید اخلاقی جرم ہے۔

اس میں شبہہ نہیں کہ مرض کی صحیح تشخیص و تجویز ازالہ مرض کا ایک زبردست موجب خیال کی جاتی ہے اور نازک سے نازک مریض کو مرض کے خطرناک گرداب سے نکال کر صحت وعافیت کے ساحل پر پہنچادیتی ہے، مگر طبیب کا ہمدرد ہونا معالج کا خلوص وایثار کے ساتھ علاج کرنا یہ وہ کمیاب اور گرانقدر نسخہ ہے کہ مریض کی تکالیف کے ازالہ کے لیے اکسیر اعظم کا حکم رکھتا ہے۔ ان ہر دو اصحاب کا اگر خلوص وایثار نہ بھی ہوتا اور محض ان کی سرسری تشخیص و تجویز حضرت اقدس کے ازالہ مرض کا سبب قرار پاتی اس وقت بھی ہمارے قلم اور ہماری زبان سے موٹے موٹے الفاظ میں ان کے لیے شکریہ کے الفاظ نکلتے، لیکن اس صورت میں جب کہ ان ہر دو اصحاب کی ہمدردی خلوص اوران کے ایثار کا تماشا ہماری آنکھوں نے دیکھ لیا اوران کی ذہنی ودماغی کاوشوں کا ہم نے معائنہ کرلیا تو اس وقت نہ صرف ہماری زبان اور ہمارا قلم بلکہ ہمارے بدن کا ہر رونگٹا ان ہر دو اصحاب کے شکریہ میں رطب اللسان ہے۔ طب انگریزی کی ان دونوں مایہ ناز ہستیوں کا طریقہ علاج اس درجہ دل پذیر اور جاذب توجہ ہے کہ انہوں نے اس موقع اوراس مقام پر جہاں طب انگریزی پر ہمیشہ طب یونانی کو ترجیح دی جاتی ہے طب انگریزی کے اصول کے ماتحت علاج کا وہ اسلوب اختیار کیا کہ طب انگریزی کی لاج رکھ لی۔ اور صحت کی جلد سے

جلد توقع کی جانے لگی۔ ہمارا ضمیر ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم ڈاکٹر نوشہ علی خاں صاحب کا پھر خصوصیت کے ساتھ شکریہ ادا کریں اس لیے کہ معالج خصوصی ہونے کے لحاظ سے آپ کا ایثار خلوص اور آپ کی ذہنی و دماغی کاوشیں بہت زیادہ قابل ستائش ہیں اور لائق تحسین ہیں۔'' [مرجع سابق:ص۶،۷]

حضرت کی علالت اور اسلامی دنیا میں بے چینی:

حضرت کی علالت کو لے کر صرف اہل خانہ ہی فکر مند نہ تھے بلکہ ان کے لیے پوری جماعت فکر مند، بے چین و مضطرب ہو گئی تھی۔ اور جماعت کا فکر مند ہونا بلا وجہ نہ تھا بلکہ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ حضرت اہل سنت کا قیمتی سرمایہ تھے۔ اور سرمایہ کے ضائع ہو جانے کے ڈر سے جماعت کا بے چین و مضطرب ہونا لازمی تھا۔ حضرت کی صحت کے لیے بہت سے مقامات پر خصوصی دعاؤں کا انتظام کیا گیا۔ اخبارات و رسائل میں دعا کی درخواستیں پیش کی جانے لگیں۔ مدیر موصوف لکھتے ہیں:

''حضرت اقدس مدظلہ کی علالت سے ملک کے عرض و طول میں بے چینی کی ایک زبردست لہر پیدا ہو گئی ہے۔ ملک کے اطراف و جوانب سے لوگ بے چین ہو، ہو کر آرہے ہیں۔ تار اور خطوط کی یہ کثرت ہے کہ جواب میں دشواری ہوتی ہے۔ ہندوستان کے اکثر و بیشتر مقامات پر حضرت اقدس کی صحت کے لیے دعائیں ہوئیں اور بہت سے مقامات میں دعا کا اب بھی التزام ہے۔

ہم ناظرین یادگار رضا کی خدمت میں بھی پر زور اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس وقت تک حضرت اقدس کی صحت کے لیے دعا کرتے رہیں جب تک حضرت اقدس کی صحت کاملہ کا مژدہ نہ سن لیں۔''

[مرجع سابق:ص۷]

مسلمانان اہل سنت سے دعاے صحت کی درخواست:۔

مدیر موصوف نے حضرت کی صحت کے لیے اہل سنت سے دعا کی اپیل پر مشتمل ایک مراسلہ الفقیہ روانہ فرمایا، جس میں حضرت کے مرض کی قدرے تفصیل اور علاج وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے اہل سنت سے دعاؤں کی درخواست پیش کی ہے، ملاحظہ فرمائیں الفقیہ میں درج مدیر موصوف کا مراسلہ:

''حجۃ الاسلام حضور پُر نور مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب زیب سجادہ عالیہ قدسیہ رضویہ دامت برکاتھم ہفتہ عشرہ سے سخت مریض ہیں۔ پشت میں ایک پھوڑا جسے ڈاکٹر کارنیکل سرطان تجویز کرتے ہیں۔ مرض نے خطرناک صورت اس لیے اور بھی اختیار کر لی ہے کہ حضرت صاحب مدظلہ کو ایک مدت سے ذیابیطس کی شکایت چلی آرہی ہے۔ آپریشن کیا گیا مگر آپریشن کے وقت کوئی مضر اور نشہ آور دوا نہیں سنگھائی گئی۔ حضرت صاحب مدظلہ نہایت صبر و تحمل کے ساتھ مرض کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ تکالیف کی انتہا ہو چکی مگر ساتھ ہی ساتھ

حضرت صاحب کا صبر و تحمل....لائق ہزار ستائش ہے۔ معالجہ میں بعونہٖ تعالیٰ.....اسے اور ازالہ مرض ہر پنجگانہ نماز کے بعد عموماً اور جمعہ کی نماز کے بعد خصوصاً دعا کا التزام فرمایا۔ ائمہ مساجد کی خدمت میں خصوصیت کے ساتھ میری گزارش ہے کہ وہ بتاریخ ۳۰؍ جون ۱۹۳۰ء بروز دوشنبہ بعد نماز جماعت کے ساتھ حضرت اقدس مد ظلہ کی صحت وعافیت (کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ پاک حضرت اقدس کو صحت) تامہ عاجلہ کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔

مجھے اس امر کا بہت زیادہ افسوس ہے کہ ۲۳، ۲۴، ۲۵؍ صفر اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے عرس مبارک کا زمانہ قریب ہے۔ اور یہ رضوی برات کا دولھا ہے جس کے دم سے عرس کی ساری بہاریں ہیں، اس خطرناک مرض میں مبتلا ہے۔ ایسی حالت میں امید کرتا ہوں کہ برادران اہل سنت میری اس اپیل کو سماع قبول سے سنیں گے اور اس پر جلد از جلد عمل پیرا ہوں گے۔

مکلف: آپ کا نیاز مند ابوالمعانی محمد ابرار حسن صدیقی مفتی جماعت رضائے مصطفی محلہ سوداگران بریلی۔"

[۲۸؍ جون ۱۹۳۰ء ص ۸]

مندرجہ بالا مراسلہ پر مدیر الفقیہ دعائیہ نوٹ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہم بھی یہ درگاہ رب العزت دعا کرتے ہیں اور ناظرین الفقیہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ قبلہ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کو جلد صحت عطا فرمائے۔" [مرجع سابق]

اجلاس انجمن خدام الصوفیہ مراد آباد میں حضرت کے لیے دعاے صحت:

۲۷؍ جون ۳۰ء جمعہ کے دن جناب محمد طاہر صاحب سوداگر و صدر انجمن ہذا محلہ تمبا کو والا کے مکان پر انجمن خدام الصوفیہ کا ایک اجلاس منعقد ہوا، جس میں دو ریزولیوشن پاس کیے گئے، جس میں سے دوسرا ریزولیوشن حضرت حجۃ الاسلام کی دعاے صحت پر مشتمل تھا۔

ملاحظہ فرمائیں انجمن کے سیکریٹری محترم جناب شوکت حسین صاحب کی درج ذیل تحریر:

"حضرت عالی مرتبت حجۃ الاسلام مولانا مفتی شاہ حامد رضا خاں صاحب دامت برکاتھم کی صحت کے لیے شافی مطلق کے درگاہ میں یہ جلسہ دعا کرتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت موصوف کو شفاے تام مرحمت فرمائے، کہ ان کی ذات سے دین کو تقویت ہے۔ اور عوام اہل سنت کی جانب سے حضرت کی صحت کے لیے مراد آباد کی تمام سنی مساجد میں دعاؤں کا اہتمام کیا گیا۔ چناں چہ بعد نماز جمعہ بالحاح وزاری بارگاہ الٰہی میں دعائیں کیں۔

مرسلہ، شوکت حسین سیکریٹری انجمن خدام الصوفیہ مراد آباد۔

[الفقیہ: ۲۷؍ جولائی ۱۹۳۰ء ص ۶۔ یادگار رضا: محرم ۱۳۴۹ھ ص ۸۔ السواد الاعظم مراد آباد: صفر ۱۳۴۹ھ ص ۱۰]

اجلاس انجمن خدام الصوفیہ گجرات میں حضرت کے لیے دعاے صحت:

۱۱ر جولائی ۱۹۳۰ء بروز جمعہ بعد نماز جمعہ مسجد حاجی پیر بخش مرحوم لاہوری میں جناب قبلہ سید حافظ پیر ولایت شاہ صاحب جماعتی کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔اس میں بھی حضرت کی دعا سے متعلق ریزولیوشن پاس ہوا۔انجمن خدام الصوفیہ گجرات کے سیکریٹری منشی احمد الدین ٹھیکیدار صاحب کی تحریر ملاحظہ فرمائیں:

''یہ جلسہ حضرت قبلہ عالم،عالم باعمل،فاضل اجل جناب مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب بریلوی کے لیے بارگاہ ایزدی سے متدعی ہے کہ قادر مطلق اپنے فضل و کرم سے حضرت مولانا کو شفاے کلی عطا فرمائے۔ اور ہم مسلمانوں پر تا قیامت آپ کا سایہ عاطفت قائم رکھے۔آمین ثم آمین۔

خادم الفقراء منشی احمد الدین ٹھیکہ دار و سیکریٹری انجمن خدام الصوفیہ گجرات پنجاب۔

[۷ر اگست ۱۹۳۰ء ص ۱۰]

حضرت کی صحت کے لیے ہر جگہ دعائیں ہونے لگیں ۔اسی موقع پر جب کہ دعاؤں کا سلسلہ جاری تھا مولوی حبیب احمد صاحب مدنی تلہری نے حضرت کی صحت و شفایابی کے لیے ایک دعائیہ نظم لکھی، جو اکثر جلسوں میں پڑھی گئی،ہم یہاں اس نظم کو پیش کرتے ہیں،ملاحظہ ہو۔ ؎

دین کے پیشوا شاہ حامد رضا ۔۔۔ اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
وارث مصطفی شاہ حامد رضا ۔۔۔ اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
نائب مرتضیٰ شاہ حامد رضا ۔۔۔ اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
قادری رہنما شاہ حامد رضا ۔۔۔ اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
جان احمد رضا شاہ حامد رضا ۔۔۔ اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
تیرے بندے یہ کرتے ہیں تجھ سے دعا ۔۔۔ اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
نیش سرطاں کا مٹ جائے نام اور پتا ۔۔۔ اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
آئے طیبہ سے ایسی نسیم شفا ۔۔۔ اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بزم رضوی رہے تیرا روشن دیا ۔۔۔ اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
دشمنان نبی دیکھیں نیچا سدا ۔۔۔ اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
باغ سنت رہے یوں ہی پھولا پھلا ۔۔۔ اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پار بیڑا ہو دریاے غم سے مرا ۔۔۔ اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا

وہ مبارک گھڑی جلد سب کو دکھا	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
تیری رحمت سے ہم کو یہ ہے آسرا	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
گڑ گڑا کر ترے آگے ہے التجا	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
صدقہ عیسیٰ نفس پیارے محبوب کا	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بہر صدیق یار و رفیق حرا	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پئے فاروق و عثمان امام وریٰ	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بہر مولا علی شاہ ملک ولا	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پئے خیر النسا سیدہ فاطمہ	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بہر حسنین جان و دل مصطفیٰ	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پئے غوث ورا محی دین ہدیٰ	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
نوری سرکار مارہرہ کا واسطہ	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
سنیوں آؤ مل کر کہیں بر ملا	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
خیریت سے رہیں مصطفیٰ خاں رضا	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
شاہ اچھے میاں پیر کا واسطہ	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
ہے حبیب اپنی ہر لمحہ دل سے دعا	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا

دعاؤں کا اثر:

اہل سنت کی دعائیں رنگ لائیں اور اللہ پاک نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل حضرت کو کینسر کے مہلک مرض سے نجات عطا فرمادی۔ البتہ شوگر بدستور باقی رہی، لیکن اہل سنت کے لیے یہ کوئی معمولی بات نہ تھی کہ حضرت کو کینسر جیسے مہلک مرض سے نجات مل گئی تھی۔

مدیر موصوف حضرت کے اس مہلک مرض سے صحت یابی کی خوش کن خبر دیتے ہوئے یادگار رضا کے اداریہ میں لکھتے ہیں:

"پچھلی اشاعت میں حضور پر نور حضرت حجۃ الاسلام زیب سجادہ عالیہ قدسیہ رضویہ مدظلہ العالی کی علالت کے تفصیلی حالات میں بیان کر چکا ہوں۔ یہ بات میرے علم میں ہے کہ حضرت اقدس مدظلہ العالی کی وحشت اثر خبر نے مسلمانان اہل سنت کے دلوں میں بے چینی کی ایک زبردست لہر پیدا کر دی تھی۔ ایسی صورت میں میرا پہلا فرض ہے کہ میں آج خوش خبری مسلمانان اہل سنت کو سنادوں کہ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے

اس پیشوائے اسلام کو مسلمانان اہل سنت کے اس ماویٰ و ملجا کو اس خطرناک مرض سے جو انسانی حیات کے لیے فنا کا ایک مستقل پیام سمجھا جاتا ہے نجات بخشی۔ گویہ ضرور ہے کہ اس وقت تک کلیۃً ازالہ نہیں ہوا، بعض شکایات اس وقت بھی موجود ہیں۔ شکر کا سلسلہ اب بھی جاری ہے مگر الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ سرطان کا وہ زخم جس نے حضرت اقدس کی حیات مبارکہ کے سامنے خطرات کے پہاڑ لاکر کھڑے کردیے تھے وہ بالکل مندمل ہو گیا۔ مرض نو ایک بھی معمولی خطرے سے خالی نہیں ہوتا اور اس سے استغنا اور بے پروائی کبھی انسان کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے، مگر حضرت اقدس کی موجودہ شکایات ایسی شکایات نہیں جو زیادہ فکر و تشویش کا باعث ہو سکیں۔ جس رحیم و کریم مالک و خالق نے ہم پر یہ عظیم فضل کیا ہے کہ حضرت کو ایسے موذی مرض سے صحت بخشی عافیت عطا فرمائی۔ وہ قادر و حکیم (عزوجل) حضرت اقدس کی ان شکایات کا بھی جلد ازالہ فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ کا حضرت اقدس کو ایسے شدید مرض سے نجات بخشنا یہ اس کا اسلامی دنیا پر ایسا زبردست احسان ہے، جس کے ذمہ شکر سے جملہ کائنات اسلام عہدہ برآ نہیں ہو سکتی، مگر ہمیں اپنی دعاؤں کو حضرت کی صحت و عافیت کے لیے اس وقت تک جاری رکھنا چاہیے جب تک ہمارے کان یہ نہ سُن لیں کہ حضرت اقدس مدظلہ العالی کو کوئی ایسی شکایت باقی نہیں رہی جس کا تعلق کسی جسمانی مرض سے ہو۔"

حضرت کی سابقہ معمولات کی بجاآوری:

حضرت اس مہلک و موذی مرض کے سبب حاضری مسجد سے معذور تھے۔ لیکن ایک ماہ کی طویل غیر حاضری کے بعد حضرت نے پھر سے مسجد میں آمد و رفت شروع کردی۔

مدیر موصوف لکھتے ہیں:

"حضور پر نور حضرت حجۃ الاسلام زیب سجادہ عالیہ رضویہ مدظلہ کی علالت جس کا تفصیلی طور پر میں پچھلی اشاعت میں تذکرہ کر چکا ہوں، یہ علالت کوئی معمولی علالت نہ تھی، اس علالت نے حضرت اقدس کو نقل و حرکت سے بالکل مجبور کر دیا تھا۔ حضرت اقدس تقریباً ایک ماہ مسجد میں تشریف نہ لا سکے۔ جب فضل ایزدی سے حضرت اقدس کی مزاجی حالت روبہ اصلاح ہوئی اور اتنی تاب و طاقت پیدا ہوئی کہ حضرت اقدس آرام کرسی پر مسجد میں تشریف لا سکیں تو حضرت اقدس نے دفعتاً مسجد کی حاضری کا قصد فرمایا۔ اور اب کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو حضرت اقدس کو اس ارادے سے باز رکھتی۔"

حضرت کے کامیاب آپریشن پر احباب کی خوشی اور ان کی جانب سے ہدیہ تبریک:

اور جس دن حضرت نے حاضری مسجد کا ارادہ فرمایا محبین و معتقدین کی جانب سے ہدیہ تبریک کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسی موقع پر جماعت رضائے مصطفیٰ کے صدر حضرت منشی ہدایت یار خاں صاحب نوری نے

حضرت کی صحت یابی پر منظوم ہدیہ تبریک پیش کیا۔ ملاحظہ ہو یادگار رضا کا اداریہ:

”وہ دن جب کہ حضرت اقدس نے مسجد کی حاضری کا قصد فرمایا عقیدت مندانِ بارگاہِ حامدیہ کے لیے انتہائی مسرت و شادمانی کا دن تھا۔ فوراً مبارک باد کی تیاریاں ہوئیں عین اس وقت جب کہ عقیدت مندانِ بارگاہِ حامدیہ مبارک باد کی ڈالی نہایت تزک و احتشام کے ساتھ حضرت کی خدمت میں لاکر پیش کرنے والے تھے اس وقت حامی سنت ماحی بدعت جناب منشی ہدایت یار خاں صاحب نوری رضوی بریلوی صدر جماعت رضائے مصطفیٰ نے فی البدیہہ یہ چند اشعار مبارک باد میں لکھے، جو ہدیہ ناظرین ہیں۔ ؎

نوید دل و جان و ایماں مبارک	ہمیں شاہ حامد رضا خاں مبارک
ہے سایہ کناں ظل سبحاں مبارک	ترے سر پہ رحمت کا داماں مبارک
ابوبکر و فاروق و عثمان و حیدر	ہے سایہ فگن شاہِ جیلاں مبارک
یہ سب شاہِ برکات کی برکتیں ہیں	کہ گونج اُٹھیں شہروں کی گلیاں مبارک
تو اچھے کا اچھا ہے جب تو ہے اچھا	تجھے صحت جان و ایماں مبارک
یہ ہے فیض آلِ رسول احمدی کا	جبیں پر ہے نور درخشاں مبارک
رضا کی رضا جوئیاں کام آئیں	ہوا مسند آرائے دوراں مبارک
اعزہ ترے شاد و آباد و خرم	ترے دشمنوں کو ہو زنداں مبارک
ہمیں مدعائے دلی مل گیا ہے	تمہیں فتح نوشہ علی خاں مبارک
ملے قیسؔ کو غسلِ صحت کا صدقہ	مرے شاہ حامد رضا خاں مبارک

حضرت کی کلکتہ بغرض علاج روانگی:

حضرت کو کینسر سے نجات تو مل گئی تھی مگر جب تک اس مہلک مرض کے سبب اصلی سے چھٹکارانہ ملتا تب تک اس مرض کے عود کرنے کا اندیشہ باقی تھا، لہٰذا احباب کے مشورہ سے آپ نے کلکتہ کے ماہرین ڈاکٹر سے علاج کرانے کا ارادہ فرمایا۔ اور بغرض علاج آپ ۱۹۳۰ء اگست کے مہینے میں کلکتہ پہنچ گئے۔ جہاں پر اہل عقیدت نے محبت بھرے ماحول میں آپ کا زبردست استقبال کیا۔ آپ کے آنے کی خوشی میں شہر میں بڑے پیمانے پر جلوس نکالے، چند دن آپ نے احباب کے یہاں قیام فرمایا بعدہ کارمیکل ہسپتال میں آپ بغرض علاج داخل ہو گئے، جہاں ۲۰ دن سے زیادہ آپ زیر علاج رہے۔ ڈاکٹروں کے علاج سے آپ کی بیماری کے سبب اصلی میں کافی حد تک کمی واقع ہوئی۔ مدیر یادگار رضا محترم ابرار صدیقی صاحب سفر کلکتہ سے متعلق لکھتے ہیں:

”حضور پُر نور حضرت حجۃ الاسلام زیب سجادہ عالیہ رضویہ دامت برکاتہم سرطان کے جس مہلک مرض

میں مبتلا تھے الحمد للہ ثم الحمد للہ، کہ اس حکیم مطلق نے حضرت اقدس مدظلہ کو اس مرض سے نجات بخشی۔ مگر اصل وہ شکایت جو مرض کا اصل سبب تھی باوجود ہر امکانی تدابیر کے اس کا ازالہ نہ ہو سکا، جس وجہ سے حضرت اقدس مدظلہ کا مستقبل خطرہ میں تھا۔ بالآخر حضرت اقدس مدظلہ کو اس جانب توجہ دلائی گئی کہ کلکتہ میں بعض ماہرین ڈاکٹر ایسے ہیں، جن کے علاج سے اس مرض کے ازالہ کی توقع کی جاتی ہے۔ الحمد للہ کہ حضرت اقدس نے ہماری گزارشات پر کلکتہ کا قصد فرمایا۔

کلکتہ میں حضرت اقدس کا ورود ساکنان کلکتہ کے لیے ایک نعمت عظمیٰ تھا۔ اسٹیشن پر شاندار خیر مقدم ہوا بڑے بڑے جلوس نکالے گئے اور کلکتہ میں چند روز قیام کے بعد کارمیکل ہاسپٹل کلکتہ میں حضرت اقدس کا بحمدہٖ عزوجل نہایت احترام کے ساتھ داخلہ ہوا۔ تقریباً بیس یوم سے ہاسپٹل میں قیام ہے۔ علاج نہایت سرگرمی کے ساتھ جاری ہے۔ ہر روز کی ڈاک سے پتہ چلتا ہے کہ اب اس اصلی شکایت میں بھی بفضلہٖ عزوجل کمی ہے۔ دعا کی ضرورت ہے کہ اللہ عزوجل حضرت اقدس کے ظلِ ہمایوں کو ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ آمین۔

ہم جناب مولانا مولوی عبد العزیز خاں صاحب کی ان خدمات کو جنہیں وہ حضرت اقدس کے زمانہ قیام کلکتہ میں مخلصانہ طور پر پیش فرما رہے ہیں نہایت احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔“

[یادگار رضا:۱۳۴۹ھ ص۴]

کلکتہ میں آپ نے دو مہینے گزار کر اپنے وطن عزیز بریلی شریف مراجعت فرمائی۔ آپ یکم نومبر ۱۹۳۰ء کو شام سات بجے پنجاب میل سے بریلی شریف اسٹیشن پر پہنچے۔ جہاں پر عقیدت مند حضرات پہلے ہی سے پھولوں کے ہار ہاتھ میں لیے منتظر آمد تھے۔ بھیڑ اس قدر تھی کہ اسٹیشن کے باہر تک جگہ باقی نہ تھی۔ لوگوں نے حضرت کی آمد پر بہترین استقبال کیا۔ گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے گئے اور پھر جلوس کی شکل میں نعت ومنقبت پڑھتے ہوئے یہ رضوی قافلہ آپ کے ساتھ آستانہ عالیہ تک آیا۔ بعدہ لوگوں کی چائے نوشی کا دور چلا۔

مدیر مذکور حضرت کی بریلی تشریف آوری سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

حضرت حجۃ الاسلام زیب سجادہ عالیہ رضویہ مدظلہ کا بغرض علاج کلکتہ میں قیام تھا۔ اللہ برتر کا ہزار شکر ہے کہ اس نے حضرت اقدس مدظلہ العالی کو کلکتہ میں مسلسل دو ماہ کے علاج کے بعد صحت تامہ کاملہ عطا فرمائی۔ اور دفعتاً یہ خبر موصول ہوئی کہ حضرت اقدس یکم نومبر کو بریلی مراجعت فرمائیں گے، یہ ایسی خوش خبری تھی جس سے مسلمانان بریلی کی مسرت وانبساط کی کوئی حد نہ رہی۔ یکم نومبر ۳۰ء کو پنجاب میل سے مسلمانان بریلی نے حضرت اقدس مدظلہ کے استقبال کا انتظام کیا۔

حضرت اقدس نے شب کو ساتھ بجے کے بعد اسٹیشن جنکشن پر نزول اجلال فرمایا۔ مسلمانان بریلی کا ایک

بہت بڑا جلوس حضرت اقدس کے خیر مقدم کے لیے اسٹیشن پر موجود تھا۔ حضرت اقدس کا مسلمانان بریلی نے نہایت شان دار استقبال کیا۔ ہاروں اور پھولوں کی کثرت تھی۔ مجمع اس قدر تھا کہ پلیٹ فارم سے اسٹیشن کے باہر تک جگہ باقی نہ تھی۔ ایک بڑے جلوس کے ساتھ نعت ومنقبت کے حلقہ میں آستانہ عالیہ تک (آپ کو) لایا گیا آستانہ عالیہ پر پہنچ کر حضار نے چائے نوشی کی۔" [مرجع سابق: جمادی الاخری ۱۳۴۹ء ص ۵، ۶]

جماعت مبارکہ کی طرف سے جلسہ تہنیت:

۱۰ر جمادی الاخری دن کے چار بجے جماعت رضائے مصطفیٰ کے اراکین کی طرف سے ایک تہنیتی جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں حضرت محترم جناب ہدایت یار خاں صاحب قیس نوری صاحب کی جانب سے حضرت اقدس کی خدمت میں بتقریب صحت مزاج درج ذیل عقیدت ومحبت سے بھرا ہوا تہنیت نامہ پیش کیا گیا۔ بعدہ حاضرین کی بڑے ہی بہتر انداز میں شیرینی چائے نمکین اور پھلوں سے خاطر تواضع کی گئی۔ تہنیت نامہ ملاحظہ فرمائیں۔

تہنیت نامہ:

بخدمت حضور پُر نور شاہزادہ والا تبار حجۃ الاسلام شیخ الانام زیب سجادہ عالیہ قدسیہ رضویہ حضرت مولانا مولوی حاجی قاری مفتی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی!

حضور والا! ہم اس سبوح وقدوس خدائے برتر کے اس احسان عظیم کے ذمہ شکر سے اپنی ساری امکانی کوششوں کے باوجود بھی کسی طرح عہدہ برآنہیں ہوسکتے، کہ آج اس نے ہمیں یہ دن دکھایا کہ ہم حضور والا کی صحت پر اپنے نہ رکنے والے جذبات مسرت وانبساط سے مغلوب ومتاثر ہو کر بصد نیاز اور بہ ہزار مسرت وانبساط حضور والا کے روبرو تہنیت نامہ اور مبارکباد کے پھولوں کا مہکتا ہوا گلدستہ پیش کر رہے ہیں۔

حضور والا! ان ایام کی یاد ہمیں اس وقت بھی لرزہ براندام کیے دیتی ہے اور ہمارے قلوب میں ایک غیر معمولی لرزش واضطراب پیدا کر رہی ہے، جب کہ حضور والا سرطان جیسے شدید مرض میں مبتلا تھے۔ شیران طب آپریشنوں اور انجیکشنوں کی بھر مار کر رہے تھے۔ حضور والا تبار پر مالا یطاق مصائب وشدائد کا ہجوم تھا۔ مگر حضور والا کی روحانی طاقتیں بصد صبر وتحمل ان تکالیف کا مقابلہ کر رہی تھیں۔ اور ہمیں سب سے زیادہ بے چین کر دینے والی اور ہمارے اندر اضطراب وارتعاش کی ایک تازہ روح پھونک دینے والی جوبات تھی وہ یہ تھی کہ حضور والا کو بغرض علاج کلکتہ لے جانے پر مجبور کیا گیا۔ جب کہ اس جمال کی تنویریں کلکتہ کی فضاؤں کو منور کر رہی تھیں۔ اور جب کہ کلکتہ میں زندگی بسر کرنے والی خوش قسمت مخلوق اس جمال کی روح پرور تنویروں سے اکتساب نور کر رہی تھیں عین اس وقت بریلی کی فضا ایک تیرہ وتار چادر میں لپٹی ہوئی نظر آتی تھی۔ اس وقت ہمارا وہی حال

تھا جو کہ ایک جاں باز صادق کا اپنے محبوب سے بچھڑنے اور جدا ہو جانے پر ہو جایا کرتا ہے۔ اور اس وقت ہمارے دلوں میں اس آگ کی چنگاریاں شعلہ فشاں کر رہی تھیں جو آگ ایک حرماں نصیب اور مہجور وصال عاشق کے دل کو جلا جلا کر کباب بنادیا کرتی ہے۔ حضور والا کی علالت پر یہ اضطراب اور یہ بے چینی کچھ ہم خدام ہی کی ذات تک محدود نہ تھی بلکہ اس کے پریشان کن اثرات ہندوستان کے گوشہ گوشہ اور چپے چپے پر سورج کی روشنی اور چاند کے نور کی طرح پھیل گئے تھے۔ اس لیے کہ اسلامی دنیا پر حضور والا نے جو احسانات فرمائے ہیں نہ صرف اسلامی دنیا کو ان کا اعتراف ہی ہے بلکہ کائنات اسلام نے کافی رشد و ہدایت حاصل کرنے کے بعد حضور والا کو اپنا مرکز اور مستقر تسلیم کر لیا ہے۔ مزاج عالی کی صحت اور مرض کا ازالہ اللہ تعالیٰ کا اسلامی دنیا پر ایک ایسا زبردست احسان ہے جس کے شکریہ سے اسلامی دنیا کو عہدہ برآ ہونا دشوار ہے۔ آج اگر ایک جانب ہمارا ضمیر ہمیں اس پر مجبور کر رہا ہے کہ ہم حضور والا کی صحت پر اپنے رحیم و کریم مالک و خالق و تبارک و تعالیٰ کے حضور اس کے اظہار تشکر و امتنان کے لیے اپنی جبین نیاز کو جھکا دیں، تو دوسری جانب ہمارے وہ دلی جذبات جن کے اجزا میں مسرت و انبساط کے اجزا روح بن کر تحلیل ہو گئے ہیں۔ ان کا اقتضا ہے کہ ہم صحت مزاج عالی پر حضور والا پر چاروں طرف سے مبارک باد کے تازہ بتازہ اور خلوص و عقیدت کی خوشبو میں مہکتے ہوئے پھولوں کی کثرت سے نچھاور کریں، لہٰذا ہم حضور والا کو مزاج عالی کی صحت پر مبارک باد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ رب کریم حضور والا کے ظل ہمایوں کو اسلامی دنیا پر قائم رکھے اور مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ حضور والا کی ذات ستودہ صفات سے فیوض و برکات کا اکتساب کرتے رہیں۔" [مرجع سابق: جمادی الاخری ۱۳۴۹ھ ص۶، ۷، ۸]

حضرت کے دوبارہ علیل ہونے پر دعاؤں کی درخواست:

ہم سابقہ اوراق میں عرض کر چکے ہیں کہ حضرت کلیتہً شفایاب نہیں ہوئے تھے۔ بس کینسر جیسے مہلک مرض سے چھٹکارہ مل گیا تھا، مگر شوگر اور پھوڑے کا زخم ابھی تک باقی تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی جسمانی پریشانیاں لاحق تھیں، جس کی وجہ سے حضرت کا علاج بدستور جاری تھا۔ ساتھ ہی دعاؤں کا سلسلہ بھی۔ اس بات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت کے اس آپریشن کے آٹھ سال بعد اخبار الفقیہ کے نام جناب محمد اسد صاحب بھیڑوی نے حضرت کی علالت کی خبر سے متعلق ایک مراسلہ ارسال کیا، جس میں اہل سنت سے حضرت کی صحت و عافیت کے لیے دعا کی درخواست پیش کی گئی ہے۔ مراسلہ ملاحظہ فرمائیں:

"مخدوم و مکرم جناب ایڈیٹر صاحب الفقیہ دام ظلکم!

بعد سلام مسنون گزارش یہ ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا و مرشدنا مولوی قاری حاجی محمد حامد رضا خاں صاحب بریلوی بوجہ زخم داہنا عرصہ سے علیل ہیں۔ جملہ قارئین اخبار الفقیہ و جملہ اہل سنت سے التجا ہے کہ دعا فرمائیں

مولیٰ تعالیٰ جلد از جلد صحت کامل عطا فرمائے اور تا دیر ہمارے سروں پر ایسی بزرگ ہستیوں کا سایہ قائم رکھے آمین۔"(محمد اسد علی قادری رضوی قصبہ بہیڑی ضلع بریلی شریف)[الفقیہ:۷رنومبر ۱۹۳۸]

شہزادہ حجۃ الاسلام کی جانب سے دعا کی درخواست:

حضرت آخر وقت تک مختلف امراض میں مبتلا رہے۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ۱۳۴۹ سے وصال کے سن ۱۳۶۲ھ تک حضرت کا دور موت وحیات کی کشمکش کا دور رہا ہے۔

حضور حجۃ الاسلام کے چھوٹے صاحبزادے حضرت حماد رضا خاں نعمانی نوراللہ مرقدہ اپنے والد گرامی کے وصال سے چند روز قبل والد گرامی کی صحت کے لیے اہل سنت سے دعا کی اپیل کرتے ہوئے الفقیہ کے نام اپنے ایک مراسلہ میں لکھتے ہیں:

"حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہ العالی بعد عرس اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے سخت علیل ہیں۔ علالت روز بروز خطرناک صورت اختیار کرتی جارہی ہے۔ ارباب آستانہ علاج ومعالجہ میں ہر ممکن ذرائع اختیار کر رہے ہیں، مگر مرض پر اس وقت قابو نہیں بلکہ سخت صورت اختیار کرتا جارہا ہے۔ میں مسلمانان اہل سنت کو دعا کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور اس امر کی اپیل کرتا ہوں کہ جملہ مسلمانان اہل سنت عموماً اور رضوی حضرات خصوصاً ہر نماز کے بعد حضرت اقدس کی صحت کے لیے سچے دل سے دعا فرمائیں۔

المعلن: حماد رضا خاں نعمانی فرزند حضرت حجۃ الاسلام آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی۔

[مرجع سابق:۲۱،۲۸رمئی ۱۹۴۳ء ص ۱۱]

سفر آخرت:

بیماری کے اس تسلسل نے آخر وقت تک حضرت کا ساتھ نہ چھوڑا۔ بالآخر بیماریوں کے سبب ۱۷رجمادی الاولی ۱۳۶۲ھ ۲۳رمئی ۱۹۴۳ء بروز اتوار رات گیارہ بجے شب کو آپ نے جان جان آفرین کے سپرد فرمادی۔ آپ کی رحلت کی خبر وحشت اثر بڑی سرعت سے اسلامی دنیا میں پھیل گئی۔ اور اہل سنت اس حادثہ جانکاہ سے بے چین ومضطرب ہوگئے اور پھر ہر چہار جانب سے محلہ سوداگران میں عقیدت مندوں کی آمد ورفت شروع ہوگئی۔ یہاں تک کہ سوداگران میں قدم رکھنے کی جگہ باقی نہ رہی۔ اسی لیے دوسرے روز دوشنبہ مبارکہ کو بعد نماز مغرب اسلامیہ اسکول کے وسیع میدان میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ تقریباً پچیس ہزار لوگ نمازہ جنازہ میں شریک ہوئے۔ بعد ازاں جلوس کے ساتھ جنازہ کتب خانہ ہوتا ہوا دس بجے آستانہ عالیہ پہنچا اس کے بعد معتقدین ومحبین کو حضرت کے چہرہ پر انوار کی آخری زیارت قریب ڈھائی گھنٹہ تک کرائی جاتی رہی۔ اس کے بعد ساڑھے بارہ بجے حضرت کے والد گرامی حضور اعلیٰ حضرت کے احاطہ مزار کے دائیں جانب حضرت کی تدفین عمل میں آئی۔

تیسرے روز بدھ کے دن تیجہ کی فاتحہ کا اہتمام کیا گیا۔ تیجہ میں لوگوں کا اس قدر اژدھام تھا کہ آستانہ عالیہ، مسجد خانقاہ اور جماعت رضائے مصطفیٰ کا دفتر بھی ناکافی رہا۔ جس کے سبب شہر کی دیگر مساجد میں بھی قرآن خوانی وغیرہ کا اہتمام کیا گیا۔ اور اندازہ کے مطابق اوراد و وظائف سے قطع نظر قریب ایک ہزار قرآن پاک کے ختم ہوئے۔ وصال سے لے کر تیجے تک کی اجمالی روداد بعنوان موتُ العالِم موتُ العالَم حضرت کے دونوں صاحب زادگان حضرت جیلانی میاں اور نعمانی میاں کی طرف سے بذریعہ خط الفقیہ میں بغرض اشاعت روانہ کی گئی ہم ذیل میں وہ روداد نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

موتُ العالِم موتُ العالَم:

''حضرت اقدس حجۃ الاسلام جناب مولانا مولوی حاجی قاری شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قبلہ صاحب سجادہ عالیہ رضویہ قدس سرہ العزیز کی علالت ربیع الاول شریف ۱۳۶۰ھ کی تاریخوں سے شروع ہوئی اور اس کے باوجود علاج کی ہر ممکن صورت اختیار کی گئی۔ مگر مرض شدت کے ساتھ بڑھتا رہا اور علالت ترقی کی صورت اختیار کرتی گئی۔ بالآخر ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ر مئی ۱۹۴۳ء بروز یکشنبہ شب کے گیارہ بجے وہ وقت آ گیا جب کہ عشاقِ الٰہی ہجر و فراق کی کشمکش سے نجات حاصل کر کے محبوب حقیقی کے بادہ وصل سے سرشار ہو کر ابدی حقیقی حیات اور دائمی زندگی حاصل کیا کرتے ہیں۔ چناں چہ حضرت نے عین اس حالت میں جب کہ نماز کے لیے ہاتھ بندھے ہوئے تھے وصال فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت قدس سرہ العزیز کے وصال کی خبر ایک ساعت میں تمام شہر میں پھیل گئی۔ اور دوشنبہ کی صبح کو جب کہ آفتاب اپنی نورانی کرنیں کائنات ارضی پر ڈال رہا تھا بریلی کی فضاؤں پر غم و الم کی بھیانک گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ اور بریلی کا گوشہ گوشہ اس عالم ربانی کے غم میں خون کے آنسو بہا رہا تھا۔ چوں کہ سوداگران محلہ میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی اس قدر کثیر مجمع کے ساتھ نماز جنازہ ہو سکتی اس لیے قریب کی سب سے بڑی مسجد، مسجد نو محلہ کے قریب اسلامیہ ہائی اسکول کے عریض میدان میں لے جایا گیا۔ مسجد نو محلہ میں مغرب کی نماز ہوئی اور نماز مغرب کے بعد اسلامیہ ہائی اسکول کے میدان میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ جس میں تقریباً پچیس ہزار مسلمان شریک تھے۔ جنازہ ایک بہت بڑے جلوس کے ساتھ کتب خانہ کے نیچے سے بازار سے گزرتا ہوا شب کو دس بجے محلہ سوداگران خانقاہ عالیہ رضویہ میں پہنچا۔ مقامی و بیرونی مسلمان اس شمع رضوی پر پروانوں کی طرح ٹوٹ رہے تھے اور زیارت کے لیے مچل رہے تھے، اس لیے مزار اطہر میں اتارنے کے بعد زیارت کا موقع دیا گیا۔ اور زیارت کا سلسلہ تقریباً ڈھائی گھنٹہ رہا اور شب کو ساڑھے بارہ بجے جسم اطہر کو مواجہ اعلیٰ حضرت میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

تیسرے دن چہار شنبہ کو فاتحہ سوم ہوئی، جس میں بکثرت کلام پاک کا ختم ہوا۔ زائرین و متوسلین کا اس درجہ ہجوم تھا کہ آستانہ عالیہ رضویہ مسجد و خانقاہ شریف اور جماعت رضاے مصطفی کا دفتر ناکافی ثابت ہو رہا تھا۔ اسی تاریخ اور اسی وقت شہر کے دوسرے محلوں میں بھی فاتحہ سوم ہوئی۔ اور بکثرت کلام پاک کے ختم ہونے کی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں، کہ اس وقت تک ایک ہزار تک ختم قرآن پاک کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ اس امام اہل سنت کے سایہ ہی ہمارے سروں سے اٹھ جانا یقیناً ایک زبردست روحانی تکلیف کا باعث ہے۔ لیکن ہم سب کو دعا کرنا چاہیے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حضرت اقدس کے سلسلہ کو تا قیامت جاری رکھے۔ (آمین)

حضرت اقدس کے عرس چہلم کی تیاریاں ابھی سے ہو رہی ہیں۔ اس مبارک عرس میں متوسلین اور ملک کے علما و مشائخ کا زبردست اجتماع ہوگا، جس میں حضرت اقدس سے بیعت و ارادت کا تعلق رکھنے والے اصحاب خصوصاً حضرت اقدس کے خلفا کی شرکت لازمی ہے۔ عرس چہلم کی تاریخ سے ان شاء اللہ تعالیٰ مطلع کیا جائے گا۔"

خادمان:۔ ابراہیم رضا جیلانی، حماد رضا نعمانی، آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی۔

[مرجع سابق: ۷، ۱۴؍ جون ۱۹۴۳ء ص ۲، ۳]

مندرجہ بالا خط پر تاثراتی نوٹ کی شکل میں حضور حجۃ الاسلام کی رحلت موجب رنج و کلفت پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے اخبار الفقیہ کے مدیر محترم معراج الدین صاحب رقم طراز ہیں:

"ہم نے مندرجہ بالا خط کو جس رنج سے درج اخبار کیا ہے اور اس سے جس قدر صدمہ ہمارے دل کو ہوا ہے اس کا اظہار بذریعہ تحریر ناممکن ہے۔ موتُ العالم موتُ العالَم ایک سچا مقولہ ہے۔ ایسے علما کا دنیا سے اٹھ جانا درحقیقت دنیا کی موت ہے۔ اس پر فتن زمانے میں جب کہ فرقہ ہاے ضالہ دین اسلام کو خراب کرنے کے لیے بڑی جد و جہد سے کام لے رہے ہیں ایسے لوگوں کا ہم میں سے اٹھ جانا ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچانے والا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے فرزندان کو ان کا صحیح جانشین بنادے اور ان کو توفیق دے کہ وہ ان کے نقش قدم پر چل کر اور حمایت دین متین میں سرگرم ثابت ہوں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مدارج عطا فرمائے۔ اور پس ماندگان اور متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)

ابو الریاض معراج الدین عفی عنہ۔

[مرجع سابق: ۷، ۱۴؍ جون ۱۹۴۳ء ص ۳]

حضرت قدس سرہ کے وصال پر منظوم خراج:۔

حضرت کی رحلت پر نظام آباد دکن کے ایک شاعر محمد خواجہ معین الدین عارف صاحب نے درج ذیل کلام تحریر فرمایا جو اخبار الفقیہ میں شائع ہوا ہم یہاں اسے نقل کیے دیتے ہیں تاکہ قارئین محظوظ ہوسکیں۔ ؎

الوداع اے حجۃ الاسلام معراج کمال
الوداع اے حجۃ الاسلام سرتاج کمال

الوداع اے محسن اسلام و ایماں کے کمال
الوداع اے فخر دین احمد اے لا زوال

الوداع اے عالم و علامہ اسلام و دین
الوداع اے رہبر اے شیر اسلام امین

دشمن دین نبی پر تو گرجتا شیر تھا
قطع اعدا پہ تیرا خامہ شمشیر تھا

تو نے منہ توڑا تھا آکر دشمن توحید کا
بول بالا کردیا اس گلشن توحید کا

ہستی انمول گوہر تھی تری تجدید کو
اور درخشاں کردیا تھا شمع توحید کو

رافضی و قادیانی خارجی کے سر کٹے
تیرے سیف خامہ سے ظالم تھے جتنے مرمٹے

المسیح الکذب میں جو اعلیٰ حضرت نے کہا
کیسی ہے توصیف تیری کیسے تیرا گل کھلا

لکھ کے تو نے الصارم الربانی وا صد مرحبا
قادیانی کے دہن میں سخت پتھر رکھ دیا

حیف جب کہ اٹھ رہا تھا مشرقی غدار دیں
تو نے لی اس کی خبر اور ہوگیا جنت نشیں

موت کیا تیری ہوئی یہ موت عالم کی ہوئی
یہ مصداق سخن موت العالم موت العالم بن گئی

دیوبندی اور وہابی خارجی ناشاد تھے
یہ لٹیرے دین کے یوں خانماں برباد تھے

جانشین اعلیٰ حضرت تھا یہاں نعم البدل
موت نے بے وقت کی ہم پر کیا کیسا عدل

تھانوی نانوتوی چکڑالوی حیران تھے
قادیانی اور وہابی بھی یہاں ویران تھے

لوٹنے آئے تھے دین ان سے ہوا سینہ سپر
گلشن توحید سے ان کو نکالا شیر نر

سیف خامہ سے اڑائی دشمنوں کی دھجیاں
چشمہ اسلام کو تو نے کیا بحر رواں

آگ برسائی تھی تو نے ہاں فریبی دام پر
حجۃ الاسلام ہے احساں ترا اسلام پر

کیا قیامت کی مصیبت ہے دلوں پر آج کل
حجۃ الاسلام ہے تیرا نہیں نعم البدل

خون کے سیلاب چشم نم سے بہتے ہیں مرے
واصل رحمت ہوئے اور چشم عالم کے پرے

یہ مصیبت قوم کی آنکھیں بھلا سکتی نہیں
حیف کہ تجھ سے ہمیں پھر سے ملا سکتی نہیں

موت نے بے وقت کی تجھ کو کیا ہم سے جدا
کیا کریں جز صبر ہم اور چشم سے گوہر بہا

ہے دعا شہزادے جو کہ ہوں مسند نشیں
ہوں ترے نعم البدل وہ اور رہیں حامی دیں

قوم کی ہے یہ دعا عارفؔ ہوں وہ جنت نشیں | سایہ احمد ملے ان کو ملے خلد بریں
(آمین)

[مرجع سابق:۲۱، ۲۸ر جولائی ۱۹۴۳ء ص۹]

جلسہائے ایصال ثواب:

حضرت کی رحلت کی خبر وحشت اثر جہاں جہاں پہنچی لوگوں نے ایصال ثواب کا اہتمام شروع کر دیا۔ ہر طرف حضرت کی روح پُر فتوح کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی، فاتحہ خوانی اوراورادووظائف پڑھنے پڑھانے کا اہتمام ہونے لگا۔

اس سلسلے میں چند مقامات کی خبریں جو ہمیں دستیاب ہوئیں ہم یہاں سپرد قرطاس کرتے ہیں۔

جلسہ ایصال ثواب دھوراجی :

دھوراجی میں مفتی عبدالعزیز خاں صاحب کی صدارت میں حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ کی روح پُر فتوح کے ایصال ثواب کی غرض سے جلسہ کا انعقاد کیا گیا۔ مدرسہ مسکینیہ کے اساتذہ، طلبا، اراکین مدرسہ اور شہر کے دیگر افراد نے شرکت کی۔ ایک گھنٹہ تک قرآن خوانی ہوئی بعدہ حضرت قدس سرہ کے فضائل وکمالات بیان کیے گئے۔ آخر میں فاتحہ ودعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

اخبار الفقیہ میں مدرسہ مسکینیہ کے مدرس مولانا احمد میاں صاحب کی طرف سے جلسہ مذکورہ کی مختصر سی روداد شائع کی گئی ملاحظہ ہو:

”زیب مسند رضویہ سید العلماء قدوۃ الفضلاء حضرت حجۃ الاسلام مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب کی خبر ارتحال پر ملال سن کر دھوراجی میں زیر صدارت حضرت مولانا مولوی مفتی عبدالعزیز خاں صاحب جلسہ ایصال ثواب منجانب اراکین مدرسہ مسکینیہ میں منعقد کیا گیا۔ جلسہ مدرسہ مسکینیہ میں منعقد ہوا، جس میں تمام طلبہ واراکین ومدرسین مدرسہ مسکینیہ واحباب اہل سنت نے شرکت کی۔ صبح ساڑھے دس بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک قرآن خوانی ہوئی۔ پھر راقم الحروف نے آں مرحوم کے فضائل بطور اختصار بیان کیے۔ پھر حضرت مولانا مولوی مفتی عبدالعزیز خاں صاحب نے فاتحہ ودعاے خیر فرمائی۔ تمام احباب اہل سنت کے دلوں پر اس خبر وحشت اثر نے نہایت رنج پیدا کیا۔ خداوند کریم آں مرحوم کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اوراعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کے قدم بقدم چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العلمین۔“

کمترین جہاں احمد میاں مدرس مسکینیہ دھوراجی“

[مرجع سابق:۷، ۱۴ر جون ۱۹۴۳ء ص۱۰]

شہر فیروز پور میں فاتحہ خوانی:

فیروز پور شہر میں انجمن خدام المسلمین فیروز پور شہر کے ناظم محترم ڈاکٹر حاجی غلام رسول صاحب کی صدارت میں فاتحہ خوانی کی مجلس کا انعقاد کیا گیا۔ قریب ۱۳۰/ اراکین وممبران انجمن نے شرکت فرمائی۔ حضرت کے وصال پر اظہار رنج وغم کیا گیا۔ اور ایک قرآن پاک تین پارے زائد اور بارہ ہزار کلمہ شریف پڑھے گئے۔ بعدہ دعا کی گئی اور حضرت کے لیے ایصال ثواب کیا گیا۔ انجمن مذکور کے جنرل سیکریٹری جناب محمد عبد اللہ خاں صاحب اس محفل فاتحہ خوانی سے متعلق لکھتے ہیں:

”واقعہ ۲۹،۵،۱۹۴۳ء کو بوقت شب ساڑھے دس بجے سے ۲ بجے تک زیر صدارت حضرت قبلہ ڈاکٹر حاجی غلام رسول صاحب سول سرجن فیروز پور شہر ناظم انجمن ہذا جلسہ فاتحہ خوانی منعقد رہا، جس میں تقریباً ۱۳۰ اراکین وممبران انجمن حاضر تھے اور چند اشخاص غیر ممبران بھی شامل تھے۔ حضرت قبلہ حجۃ الاسلام مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں کے انتقال پر ملال کا اظہار افسوس کیا گیا۔ اور ایک قرآن پاک اور تین پارے زائد خواندہ کی طرف سے اور بارہ ہزار کلمہ شریف کا ناخواندہ کی جانب سے مولانا مرحوم کی روح پُرفتوح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ اور دعا کی گئی کہ خداوند کریم مولانا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ جملہ مسلمانان اہل سنت والجماعت کو ان کا نعم البدل بخشے۔“

محمد عبد اللہ خاں جنرل سیکریٹری انجمن خدام المسلمین فیروز پور شہر۔

[مرجع سابق:۷، ۱۴/ جون ۱۹۴۳ء ص ۱۰]

ڈیرہ غازی خاں پنجاب میں جلسہ ایصال ثواب:

حضرت قدس سرہ کی روح پرفتوح کے ایصال ثواب کی غرض سے ڈیرہ غازی خاں پنجاب کی جامع مسجد میں جلسہ منعقد کیا گیا، جس میں کثیر تعداد میں حفاظ حضرات نے شرکت فرمائی۔ بہت سے ختم قرآن ہوئے۔ محترم مولانا غلام جہانیاں صاحب نے فاتحہ اور دعا کرائی۔ اس جلسہ کی روداد مختصر لفظوں میں جناب حافظ محمد حبیب اللہ صاحب یوں تحریر کرتے ہیں۔

”چراغ مسجد رضویہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب کے فردوس نشین ہونے کی خبر پڑھ کر جامع مسجد شریف ڈیرہ غازی خاں میں جلسہ ایصال ثواب منعقد کیا گیا۔ حضرت مولانا غلام جہانیاں صاحب مدظلہ العالی نے فاتحہ ودعاے خیر فرمائی۔ حفاظ القرآن المجید کی کثیر جماعت شریک جلسہ تھی۔ بہت ختم قرآن موصول ہوئے۔ ایصال ثواب روح پرفتوح حضرت مرحوم کیا گیا۔

نیاز مند احقر حافظ محمد حبیب اللہ تاجر کتب ڈیرہ غازی خاں عفی عنہ۔“ [مرجع سابق:۲۱، ۲۸/ جون ۱۹۴۳ء ص ۱۰]

خانقاہ رضویہ بریلی میں عرس چہلم:

۲۹؍ جمادی الآخر ۱۳۶۲ھ مطابق ۴؍ جولائی ۱۹۴۳ء بروز اتوار آستانہ عالیہ رضویہ میں حضرت قدس سرہ کا عرس چہلم بڑے ہی اہتمام سے منایا گیا۔ مشاہیر علما و مشائخ نے شرکت فرمائی۔ قرآن خوانی اور منقبت خوانی ہوئی۔ اور اس موقع پر علمائے کرام کی موجودگی میں حضور مفتی اعظم کو حضور اعلیٰ حضرت کا جانشین اور شہزادہ اکبر حجۃ الاسلام حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں صاحب کو حضرت حجۃ الاسلام کا جانشین قرار دیا گیا۔ مزید منظر اسلام کی سرپرستی حضور مفتی اعظم کو سونپ دی گئی۔

اخبار الفقیہ میں عرس چہلم کی مختصر درج ذیل روداد شائع کی گئی، ملاحظہ فرمائیں:

''۴؍ جولائی ۱۹۴۳ء مطابق ۲۹؍ جمادی الآخر ۱۳۶۲ھ یوم یکشنبہ کو آفتاب شریعت وطریقت حجۃ الاسلام حضرت مولانا الحاج مولوی مفتی قاری شاہ حامد رضا خاں صاحب قادری رضوی علامہ بریلوی قدس سرہ کا عرس چہلم شریف خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی محلہ سوداگران میں نہایت اہتمام واحترام سے عمل میں آیا۔ نامور علمائے کرام و مشائخ عظام نے شرکت فرمائی۔ عرس چہلم کے اس شان دار اور مبارک اجتماع اور اپنی نمایاں خصوصیات سے واحد جلسہ میں قرآن خوانی و منقبت خوانی کے ساتھ اعلیٰ حضرت قبلہ امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سجادہ نشین حضرت مفتی اعظم جناب مولانا مولوی شاہ محمد مصطفی رضا خاں صاحب قادری مدظلہم کو قرار دیا گیا۔ اور حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ کا سجادہ نشین آپ کے فرزند اکبر حضرت جناب مولانا ابراہیم رضا خاں صاحب قادری عرف جیلانی میاں صاحب کو بنایا گیا۔ اور طے پایا کہ مدرسہ منظر الاسلام (جامعہ رضویہ) حضرت مفتی اعظم صاحب قبلہ کی سرپرستی میں رہے گا۔ مجھے ان مستحسن تجویزوں سے نہایت مسرت ہوئی، جن سے امید کی جاتی ہے کہ مستقبل تابناک و شان دار ثابت ہوگا۔

میں نہایت ادب سے دونوں اکابر کرام کو مبارک باد دیتا ہوں۔ اور خادمان عرس چہلم کو بھی مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے اپنی خدمات قابل تحسین طریقہ سے انجام دیں۔ آخر میں میری دعا ہے کہ اہل سنت وجماعت کا یہ واحد مرکز اپنی برکات گوناگوں میں ترقیات متکاثرہ حاصل کر کے متوقع طور پر فیض بار ثابت ہو اور چمنستان فضل و کمال رضویہ ہمیشہ تازہ بہار رہے۔ آمین۔'' [مرجع سابق: ۷، ۱۴؍ اگست ۱۹۴۳ء، ص ۸]

دھوراجی ضلع کاٹھیاواڑ میں جلسہ چہلم شریف:

مفتی عبد العزیز خاں صاحب دھوراجی کاٹھیاواڑ کو بریلی شریف خانقاہ رضویہ سے چہلم شریف میں شرکت کی دعوت بذریعہ تار دی گئی، مگر وہ اور دیگر احباب بریلی پہنچنے سے قاصر رہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے ہی شہر کی مسجد ناگاہ شاہ میں ۳۰؍ جمادی الاخری ۱۳۶۲ھ مطابق ۴؍ جولائی ۱۹۴۳ء اتوار صبح نو بجے چہلم شریف کے جلسہ

کا اہتمام کیا جس میں مدرسہ مسکینیہ کے اساتذہ، اراکین اور طلبا کے ساتھ شہر کی اکثریت نے شرکت کی۔ مدرسہ مسکینیہ کے صدر مدرس مفتی عبدالعزیز خاں صاحب نے حضور حجۃ الاسلام کی کے فضائل و کمالات پر مشتمل خطاب فرمایا۔ بعدہ فاتحہ خوانی ہوئی اور حضرت کی روح پر فتوح کے لیے ایصال ثواب کیا گیا۔ شیرینی تقسیم کی گئی مدرسہ کے طلبہ اور شہر کے فقرا کو کھانا کھلایا گیا۔ اس سارے اہتمام میں تمام احباب اہل سنت نے حصہ لیا۔ اس اجلاس کی مختصر کیفیت کو مولانا احمد میاں مدرس مدرسہ مسکینیہ نے درج ذیل الفاظ میں بیان کی ہے وہ لکھتے ہیں:

''بریلی شریف سے حضرت شاہ حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چہلم شریف کی اطلاع بنام حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز خاں صاحب آئی، جس میں تمام احباب اہل سنت کو دعوت شرکت دی گئی تھی۔ چوں کہ یہاں سے تمام احباب کی شرکت و حاضری بریلی شریف دشوار تھی۔ لہٰذا بمشورہ احباب اہل سنت جلسہ چہلم شریف دھوراجی میں منعقد کیا گیا، تاکہ غرض ایصال ثواب حاصل ہوجائے۔ اور آں جناب والا کی روح پر فتوح سے استفاضہ بھی ہوجائے۔ بتاریخ ۳۰ ماہ جمادی الاخری ۱۳۶۲ھ مطابق ۴؍ جولائی ۱۹۴۳ء بروز یکشنبہ بوقت صبح نو بجے سے جلسہ چہلم شریف رکھا گیا۔

جلسے میں شہر کے اکثر لوگوں نے شرکت کی، مسجد ناگاہ شاہ آدمیوں سے پر ہوگئی، مدرسہ مسکینیہ کے طلبہ و مدرسین واراکین واحباب اہل سنت نے اس جلسہ کو کامیاب کرنے کے لیے خصوصی حصہ لیا۔ آخر میں حضرت مولانا مولوی مفتی صدرالمدرسین عبدالعزیز خاں صاحب نے نہایت جامع تقریر فرمائی، جس میں اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت مولانا شاہ حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و کمالات مع تردید فرقہاے باطلہ نہایت دلچسپ انداز میں بیان فرمائے، جس سے مجمع نہایت محظوظ ہوا۔ بعدہ فاتحہ خوانی ہوئی اور تمام حضار مجلس کو شیرینی تقسیم کی گئی۔ اس کے بعد طعام فقرا، مساکین و طلباے مدرسہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ تقریباً ایک سو آدمیوں کا کھانا تیار کیا گیا تھا۔ اس جلسہ واطعام کے اخراجات میں تمام احباب اہل سنت نے شرکت فرمائی۔ مولانا عزوجل اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبول فرمائے۔ اور حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین یا رب العٰلمین۔''

فقیر حقیر احمد میاں غفرلہ ولابویہ ولاحبابہ الرحمان مدرس مدرسہ مسکینیہ دھوراجی کاٹھیاواڑ۔''

[مرجع سابق: ۲۱، ۲۸؍ جولائی ۱۹۴۳ء ص ۱۱]

مہروجپور کھاریاں گجرات میں ایصال ثواب کا اہتمام:

انجمن ارشادالاسلام چوہدوباڑی دلہاڑی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کے زیر اہتمام ۱، ۲؍ شعبان المعظم ۱۳۶۲ھ مطابق ۳، ۴؍ اگست ۱۹۴۳ء منگل کے دن میں مولوی فضل الدین صاحب و میاں رحم علی صاحب کی

صدارت میں جلسہ ایصال ثواب منعقد کیا گیا، جس میں حضرت قدس سرہ کے حالات حیات بیان کیے گئے۔ قرآن خوانی ہوئی قل شریف پڑھا گیا۔ اور حضرت کی روح پر فتوح کے لیے ایصال ثواب کیا گیا۔ انجمن مذکور کے سیکریٹری محترم میاں غلام رسول صاحب لکھتے ہیں:

"بتاریخ ۱، ۲ر شعبان المعظم ۱۳۶۲ھ مطابق ۳، ۴ر اگست ۱۹۴۳ء بروز منگل بدھ مقام چوہدوباڑی دلہاڑی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں زیر صدارت مولوی فضل الدین صاحب و میاں رحم علی صاحب حضرت حجۃ الاسلام مقتدائے انام مولانا الحاج قاری شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک زیر اہتمام انجمن ارشاد الاسلام نہایت تزک واحتشام سے منعقد کیے گئے۔ حضرات علمائے کرام نے سیرت سیدنا رسول عربی صحابہ کرام شہدائے کربلا سیرت غوثیہ فضائل عرس اور قبلہ حجۃ الاسلام کی زندگی کے پاکیزہ حالات بزرگان دین سلف صالحین کی تعلیمات کرامات اور ارشادات سے حاضرین کے قلوب کو منور فرمایا۔ اور نعت خوانوں نے نعت خوانی کرتے ہوئے مجمع کو متاثر کر کے صحیح العقیدہ اہل سنت والجماعت میں ہی شامل رہنے کی ہدایت کی۔ دیگر غیر مذاہب کی تردید بھی کی گئی۔ ختم قرآن مجید اور قل شریف پڑھا کر حضرت قبلہ حجۃ الاسلام اور دیگر بزرگوں کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ جلسہ ہر دو روز تقریروں اور مجمع کے لحاظ سے نہایت شان دار طریقہ پر بعد دعائے خیر اختتام پذیر ہوتا رہا۔"

المشتہر میاں غلام رسول سیکریٹری انجمن ارشاد الاسلام بٹی دلہاڑی بیگہ مہروچپور تحصیل کھاریاں ضلع گجرات۔

[مرجع سابق: ۷، ۱۴ر ستمبر ۱۹۴۳ء ص ۱۱]

پہلا عرس حامدی بمقام بریلی:

ٹھیک ایک سال کے بعد وصال کی تاریخ میں بریلی شریف میں آپ کے عرس پاک کا اہتمام کیا گیا۔ حضرت قدس سرہ کے شہزادہ اکبر حضرت مفسر اعظم جیلانی میاں کی جانب سے عرس حامدی کی اطلاع پر مشتمل درج ذیل تحریر اخبار الفقیہ میں شائع کی گئی۔ ملاحظہ فرمائیں:

"امام الاولیاء تاج الاتقیاء آفتاب شریعت وطریقت رئیس العارفین سراج الکاملین شیخ المحدثین راس المفسرین فقیہ اعظم قبلہ عالم شیخ الانام حجۃ الاسلام حضور پُر نور حضرت مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قبلہ قدس اللہ سرہ العزیز کا عرس سراپا قدس ۱۶، ۱۷ر جمادی الاولی ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۰ر مئی ۱۹۴۴ء بروز چہار شنبہ، پنجشنبہ فیض بخش عام ہوگا۔"

فقیر محمد ابراہیم رضا قادری رضوی حامدی گدا آستانہ وخادم سجادہ محلہ سوداگران بریلی۔

[مرجع سابق: ۷، ۱۴ر مئی ۱۹۴۴ء ص ۱۱]

عرس اعلیٰ حضرت میں حجۃ الاسلام قدس سرہ کے قل شریف کا اہتمام:

حجۃ الاسلام کے وصال کے ڈیڑھ سال بعد عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر حضرت کے قل شریف کا بھی اہتمام کیا گیا۔ اخبار الفقیہ کی درج ذیل خبر ملاحظہ ہو:

"۲۵/صفر ۱۳۶۴ھ ۹/فروری ۱۹۴۵ء جمعہ صبح خاص دن بعد نماز صبح تلاوت قرآن کریم اور اہتمام غسل شریف بھی اس وقت گیارہ بجے دن کے ہوا۔ ساڑھے نو بجے سے جلسہ شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد نعت شریف بعد ازاں مولوی صدیق اکبر شاہ اور پھر مولوی غلام محیی الدین مرادآبادی اور اس کے بعد مولوی غلام قادر صاحب اور سرطس رفتار خاں اور ایم ٹی احمد مالاباری، مولوی عبدالحمید صاحب انونوی، عبدالحق صاحب کاٹھیاواری، مولوی اجمل شاہ صاحب سنبھلی کی تقاریر ہوئیں۔ ڈھائی بجے سے منقبت ہائے کا سلسلہ شروع ہوا اور ٹھیک ۳/بج کر ۳۸ منٹ پر قل شریف اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ہو کر نماز جمعہ پڑھی گئی۔ شام بعد نماز مغرب حلقہ ذکر شریف بعد عشاء تلاوت قرآن پاک نعت شریف پھر تقریر مولوی صدیق اللہ شاہ صاحب اور شب کو ۱۰/ بج کر ۴۵ منٹ پر حضرت حجۃ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز کا قل شریف ہوا۔"

[مرجع سابق: ۷، ۱۴/مارچ ۱۹۴۵ء ص ۷]

عرس سے متعلق حجۃ الاسلام کی وصیت:

حضور حجۃ الاسلام نے اپنے عرس پاک سے متعلق یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرا عرس علاحدہ نہ کیا جائے بلکہ عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر ہی کیا جائے۔ اس لیے عرس اعلیٰ حضرت میں عرس حامدی کو بھی شامل کر لیا گیا، حجۃ الاسلام کی اس وصیت میں کیا راز پوشیدہ اور کیا حکمتیں مضمر تھیں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ سے ملاحظہ فرمائیں آپ لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام اہل سنت شیخ الاسلام والمسلمین محی سنن سید المرسلین وعلیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ وصحبہ الصلاۃ والتسلیم الی یوم الدین قدس سرہ العزیز کا عرس شریف ۲۳، ۲۴، ۲۵/صفر مظفر ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱/جنوری ۱۹۴۶ء بروز دوشنبہ سہ شنبہ چہار شنبہ فیض بخش عام ہوگا۔ اور ان ہی تاریخوں میں اعلیٰ حضرت کے فرزند اکبر حضرت حجۃ الاسلام کا عرس بھی حسب وصیت کہ میرا عرس علاحدہ نہ کیا جائے الخ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عرس شریف ہی میں شامل کر دیا گیا ہے، جس کا قل ۲۴ صفر کو شب کے وقت بعد ہر دو خرقہ پوشی ہوگا۔ وصیت حضرت مرحوم ان کی دور اندیشی اور معاملہ فہمی پر دال ہے۔ یقیناً ایک سال میں دو عرسوں کا کرنا عظیم اخراجات کا بار خود اٹھانا اور سال میں دوبار مخلصین کو زیر بار اخراجات کرنا اور اس دور دشوار گزار میں کہ تھوڑی دور سفر نہایت موجب تکلیف ہے دوبار زحمت سفر دینا ہرگز مناسب نہیں۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہوتا

کہ یاکوئی عرس بھی پر رونق اور شان دار اجتماع کا حامل نہیں ہوا کرتا، یا ایک ہی شان دار ہوتا دوسرا ناکامیاب۔ اس لیے ۲۴ر صفر حضرت حجۃ الاسلام کے قل کی مخصوص کردی گئی ہے۔

المکلفین: فقیر محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری برکاتی رضوی خادم وگدا آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی

وفقیر محمد ابراہیم رضا قادری رضوی حامدی خادم آستانہ عالیہ۔

[مرجع سابق: دسمبر ۱۹۴۵ء ص ۱۲]

عرس اعلیٰ حضرت میں عرس حامدی کا اہتمام:

حسب وصیت حضرت قدس سرہ کا عرس پاک عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر مقرر کردیا گیا۔ اور آپ کے عرس کی تاریخ ۲۴ر صفر مقرر کردی گئی۔ حضور مفتی اعظم اور حضور مفسر اعظم کی جانب سے ارسال کردہ درج ذیل خبر اخبار الفقیہ کے حوالے سے ملاحظہ ہو:

”بعونہٖ تعالیٰ حضور پُر نور امام اہل سنت مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا عرس سراپا قدس بتاریخ ۲۳، ۲۴، ۲۵ر صفر مظفر ۱۳۶۶ھ بروز جمعہ، شنبہ، یکشنبہ مطابق ۱۷، ۱۸، ۱۹ر جنوری ۱۹۴۷ء آستانہ عالیہ قدسیہ درگاہ رضویہ میں فیض بخش اہل عقیدت ہوگا۔ عرس حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ کی تاریخ ۲۴ر صفر مطابق ۱۸ر جنوری ۱۹۴۷ء یوم شنبہ مقرر ہے۔ جس کا قل اسی تاریخ کو شب کے وقت بعد خرقہ پوشی ہوگا۔ آپ کی شرکت حضور پُر نور سیدنا اعلیٰ حضرت و حضرت حجۃ الاسلام کی روحانی مسرت اور ہماری انتہائی خوشی کا باعث ہوگی۔“

المکلفان۔ فقیر محمد مصطفی رضا قادری نوری خادم سجادہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفقیر محمد ابراہیم رضا قادری رضوی حامدی سجادہ نشین حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز محلہ سوداگران بریلی۔

[مرجع سابق: ۷، ۱۴ر جنوری، ۱۹۴۷ء ص ۹]

تاریخ وصال کے مطابق عرس حامدی کا اہتمام:

گزشتہ سطور میں عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر ہی عرس حجۃ الاسلام کیے جانے سے متعلق ہم حضور مفتی اعظم کے حوالے سے حجۃ الاسلام کی وصیت نقل کر چکے ہیں۔ لیکن درج ذیل خبر سے اندازہ ہوتا ہے کہ وصال کے کئی سال بعد تک حضور حجۃ الاسلام کا عرس پاک عرس اعلیٰ حضرت کے علاوہ ان کی وصال کی تاریخ کے موقع پر بھی منایا جاتا رہا ہے۔ جس کا پتہ حضور مفتی اعظم اور مفسر اعظم کی اخبار الفقیہ میں شائع شدہ درج ذیل خبر سے چلتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

”امام اہل سنت شیخ المحدثین راس المفسرین فقیہ اعظم قبلہ عالم شیخ الانام حجۃ الاسلام حضرت مولانا مولوی شاہ

حامد رضاخاں صاحب قبلہ علامہ بریلوی قدس سرہ العزیز کاعرس سراپاقدس بتاریخ ۱۶،۱۷ر جمادی الثانی ۱۳۶۶ھ مطابق ۸،۹ر مئی ۱۹۴۷ء بروز پنجشنبہ جمعہ فیض عام ہوگا۔ ہندوستان کے اکابر مشائخ وعلمائے کرام مدعو کیے گئے ہیں جواپنے مواعظ حسنہ سے حضار کے قلوب کوایمانی انوار کی تابشوں سے لبریز فرمائیں گے۔اس مبارک اور شان دار اجتماع میں ضرور تشریف لاکر اپنی اور داعیان عرس کی مسرتوں کودوبالاکریں۔

اور 'وابتغوا الیہ الوسیلة' کے تمسک اور برکات عظیم سے دامن مراد بھرلیں۔

المکلفین فقیر محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری برکاتی رضوی خادم وگدا آستانہ عالیہ رضویہ۔

وفقیر محمد ابراہیم رضا قادری رضوی حامدی خادم آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی۔"

[مرجع سابق:۲۱،۲۸ر اپریل ۱۹۴۷ء ص۷[

آخر میں ہم حضرت قدس سرہ کے اسم گرامی میں مضمر تاریخ وصال جوزبربینہ کی صورت میں محترم عنایت محمد خاں غوری صاحب نے استخراج فرمائی ہے اوراخبار الفقیہ میں اسے شائع کیا گیا، نقل کیے دیتے ہیں۔محترم غوری صاحب لکھتے ہیں:

"تاریخ وصال حضرت اقدس حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے نام نامی میں مضمر اور یہ کرامت طاہرہ ہے۔

زبربینات کے حساب سے۔

حامد رضا

۱۳۶۲ھ

ح ـ حا ـ ۹ ـ	ا ـ الف ـ ۱۱۱ـ	م ـ می م ـ ۹۰ـ	د ـ دال ـ ۳۵	
ر ـ را ـ ۲۰۱ـ	ض ـ ضاد ـ ۸۰۵ـ	ا ـ الف ـ ۱۱۱ـ	(۱۳۶۲ھ)	

مستخرجہ عنایت محمد خاں غوری غفرلہ۔" [مرجع سابق:۷،۱۴ر جنوری،۱۹۴۴ء ص۱۱]

اللہ پاک کی بارگاہ میں دعاہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت قدس سرہ کے مرقد پر ہمیشہ نورافشانی فرمائے اور ہمیں حضرت کے فیوض وبرکات سے مالامال فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

[سالنامہ یادگار رضا ممبئی، ۲۰۱۵ء ص ۶۶ تا ۹۲،

ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف، ستمبر تا نومبر ۲۰۱۶ء۔

سہ ماہی رضا بک ریویو پٹنہ کا حجۃ الاسلام نمبر، اکتوبر ۲۰۱۶ء تا ستمبر ۲۰۱۷ء، ص ۱۷۴ تا ۲۰۷۔

شہزادگان اعلیٰ حضرت کے علمی کارنامے، مصنفہ پروفیسر سعید احمد قادری: ص ۴۸۵ تا ۵۲۱]

حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ اور زیارت حرمین شریفین

خوش نصیب ہے وہ مسلمان جو حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا وعظما کی زیارت، طواف کعبہ کی فرضیت، لبیک اللّٰھم لبیک کی کثرت، رمل کی سنت، بوسہ حجر اسود یاقوت جنت، مقلد وصاحب مذہب اہل سنت امام کی اقتدا میں مسجد حرم میں نماز باجماعت میں شرکت، مقام ابراہیم میں نماز دو رکعت، صفاو مروہ میں سعی کی سعادت، رمی جمار سے شیطان کی ذلت بنیت ادائے خلیلی سنت، عرفہ و مزدلفہ میں اقامت، منیٰ میں چند راتوں کی سکونت، حج کے جملہ فرائض وواجبات وسنن کی ادائیگی بحسن نیت، دنیا کی سب سے بڑی دولت حاضری بارگاہ رسالت، خدمت نبوی میں درود وسلام کا نذرانہ عقیدت، مسجد نبوی میں عبادت، گنبد خضری کی چھاؤں میں راحت، مدینہ کے ذرہ ذرہ سے حصول برکت، قبر اطہر کی زیارت، نعمتوں میں عظیم نعمت نبی رحمت سے مژدہ وجوب شفاعت بالوجاہت جیسی عظیم نعمتوں، رحمتوں وبرکتوں سے مشرف وسرفراز ہو۔

اور کم نصیب ہے وہ مسلمان جو زیارت حرمین شریفین خصوصًا مدینہ طیبہ کا مشتاق و متمنّی نہ ہو اور جسے مذکورہ نعمتوں، برکتوں، رحمتوں کی ضرورت وچاہت نہ ہو۔ مرد ہو یا عورت غریب ہو یا امیر بادشاہ ہو یا غلام مقتدی ہو یا امام ہر کوئی یہ تمنا وآرزو رکھتا ہے کہ اسے صرف ایک بار مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے۔ بلکہ بندہ حاضری طیبہ کا زیادہ مشتاق رہتا ہے کیوں کہ بقول مجدد اعظم ؎

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

کے پیش نظر سب کچھ سرکار کے دم قدم سے ہے۔ مکہ معظمہ میں حضوری اور حج کی ادائیگی یہ سب کچھ تو حاضری بارگاہ رسالت کے طفیل ہے لہٰذا بندہ مومن کے لیے مدینہ منورہ کی حاضری ہی سب کچھ ہوا کرتی ہے جیسا کہ حضور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرادیے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے
کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے





الحاصل: بندہ مومن مکہ سے زیادہ مدینہ کی زیارت کا مشتاق رہتا ہے اور بارگاہ خداوندی میں عموماً مدینہ کے دیدار ہی کی دعا کرتا ہے اور کہتا ہے ؎

دکھادے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں پر رات دن مولیٰ تیری رحمت برستی ہے

مدینہ پاک کی حاضری کی تمنا کرنے والوں اور بارگاہ مولیٰ میں حاضری طیبہ کی دعا کرنے والوں میں ایک نام صدرالافاضل فخرالاماثل سیدالمفسرین امام المناظرین استاذالعلماء حضور حضرت العلام سید محمد نعیم الدین مرادآبادی تغمدہ اللہ الہادی کا بھی آتا ہے آپ کے دل کے نہاں خانہ میں بھی مدینہ پاک کی حاضری کی خواہش و آرزو انگڑائی لیتی تھی آپ کی بھی تمنا تھی کہ دیار حبیب میں حاضری کا شرف حاصل کیا جائے آپ اپنی تمنا کا اس طرح اظہار کرتے ہیں ؎

مدینہ ہو یہ آنکھیں ہو وہ سنگ در یہ پیشانی
وہ آقا ہوں یہ بندہ ہو یہ دامن وہ گہر باری
یہ شیدا ہو وہ روضہ ہو یہ آنکھیں ہوں وہ جلوے ہوں
یہ طالب ہو وہ مطلب ہو یہ دل ہو اور وہ دل داری

لیکن جب ایک طویل عرصہ تک یہ آرزو پوری ہوتی دکھائی نہیں دیتی ہے اور دلِ بے چین کو کسی پہلو بھی چین نہیں آتا ہے تو پھر آپ اس طرح گویا ہوتے ہیں ؎

یہ بے سامانیاں یہ ضعف اور یہ دورئی منزل
دلِ بے صبر کی کب تک رہے گی ایسی ناچاری

چوں کہ ابھی تک یہ آرزو دل ہی دل میں تھی زبان پر نہیں آئی تھی اور اس کی وجہ صدرالافاضل نے جو بیان کی اسے ہم آپ کی انکساری پر ہی محمول کر سکتے ہیں ؎

میں کس منھ سے کہوں مجھ کو بلا لیجیے مدینے میں
میں خود نادم ہوں آقا دیکھ کر اپنی سیہ کاری
کہاں مجھ سا کمینہ اور کہاں وہ بقعہ طاہر
کہ جس میں جلوہ فرما ہیں حبیب حضرت باری

لیکن پھر یہ کہتے ہوئے ؎

ولیکن کیا تعجب ہے اگر اپنی کریمی سے

کرے وہ رحمت عالم خطا کاروں کی ستاری
ذرا بھی چشم رحمت ہو تو مٹ جائیں گنہ میرے
مرادیں سب بر آئیں نکلیں دل کی حسرتیں ساری

آپ بارگاہ نبی میں استغاثہ کردیتے ہیں ؎

راہ مدینہ دور ہے بندہ بہت رنجور ہے
اور حاضری منظور ہے امداد سلطان جہاں
طیبہ میں اپنے لطف سے اذن اقامت دیجیے
فرقت سے دل بے تاب ہے کب تک رہوں ہندوستاں
مدینہ کا دیدار مشکل نہیں
نگاہ عنایت اگر ہوگئی

آخر کار بارگاہ نبی سے آپ کو چھٹی مل جاتی ہے اور آپ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء کو یہ کہتے ہوئے مدینہ کی جانب رواں دواں ہوجاتے ہیں ؎

مدینے کے عاشق مدینہ چلا چل
مدینے کے رستے میں کعبے ملیں گے

آپ ۲۵/ جنوری ۱۹۳۶ء کو مرادآباد سے کلکتہ کے لیے روانہ ہوئے۔ شیربیشہ اہل سنت، شہزادہ دیدار علی الوری مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب مفتی اعظم لاہور، مولانا نذیر الاکرم صاحب وغیرھم مشاہیر علما اور شہر کے سرکردہ لوگ بھی آپ کے شریک سفر تھے۔

کلکتہ میں آپ نے ۳۰/ جنوری تک قیام فرمایا اور ۳۰/ جنوری کی دوپہر کو بذریعہ جہانگیر جہاز جدہ کے لیے سمندری سفر پر روانہ ہوگئے۔ ۱۶/ فروری کو آپ جدہ پہنچ گئے اور وہاں سے آپ اور آپ کا نعیمی قافلہ کار اور لاریوں کے ذریعہ مدینہ کے مبارک سفر کے لیے روانہ ہوگئے۔

یہاں یہ بات بے محل نہ ہوگی کہ علما کا موقف یہ ہے کہ پہلے مکہ جانا بعد میں مدینہ جانا افضل ہے لیکن اس کے برعکس صدرالافاضل علیہ الرحمہ کا موقف یہ تھا کہ پہلے مدینہ جائے بعد میں مکہ اور شاید اسی لیے صدرالافاضل نے جب ایک مقام پر اپنے حج کا ذکر کیا تو مدینہ کو مکہ سے مقدم کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

”امسال بمنہٖ وکرمہٖ حاضری مدینہ طیبہ وحج بیت اللہ کا ارادہ ہے اللہ رب العزت عزوعلی تبارک وتعالیٰ اس ارادے کو پورا فرمائے اور حسن اخلاص کے ساتھ یہ سعادت نصیب فرمائے۔“

آپ سے جب اس معاملہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ پہلے مدینہ جانا پھر مکہ جانا اس لیے ہے کہ زائر جب مدینہ سے واپس آئے تو گھر کے لیے نہ آئے جس سے یہ ثابت ہو کہ مدینہ گھر کے لیے چھوڑا ہے بلکہ مدینہ سے جدائی مکہ میں حج فرض کے لیے ہو جس سے پتہ چلے کہ مدینہ اللہ کے لیے چھوڑا ہے نہ کہ اپنے لیے۔

علاوہ ازیں اجمل العلماء مفتی اجمل حسین شاہ صاحب علیہ الرحمہ جب سفر حج کے لیے روانہ ہوئے تو سنبھل سے مرادآباد اپنے استاذ مکرم حضور صدر الافاضل کے در دولت پر حاضر ہوئے حضور صدر الافاضل نے آپ کو کچھ نصیحتیں فرمائیں اور دعاؤں سے نوازا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ پہلے مدینہ حاضر ہونا پھر مکہ جانا۔ آپ کے اس فرمان پر حضور اجمل العلماء نے آپ سے عرض کیا حضور پہلے مکہ جانا پھر مدینہ جانا افضل ہے تو صدر الافاضل نے فرمایا:

ہاں افضل تو یہی ہے لیکن انفع پہلے مدینہ جانا پھر مکہ جانا ہے۔ اور پھر آپ نے سفر حج میں مکہ پر مدینہ کی سبقت کے انفع ہونے پر سابقہ علت بیان فرمائی۔

مدینہ پہنچ کر آپ نے بارگاہ نبوی میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ آپ جب مزار پر انوار سے فیوض وبرکات حاصل کرنے کی غرض سے روضہ انور کی جالیوں کے قریب پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ ایک نجدی کارکن روضہ انور کی جالیوں کو بوسہ دینے والوں کو دھکا دے کر بھگا رہا ہے اور عورتوں کے سینے پہ ہاتھ مار کر پیچھے دھکیل رہا ہے، تو آپ نے بزبان عربی اس کو ڈانٹا اور فرمایا نامحرم کو ہاتھ لگانا ناجائز ہے۔ اور پھر ایسی بارگاہ میں تو اور بھی سخت ناجائز ہے، تو اس نے کہا کہ میں نے بقصد شہوت ہاتھ نہیں لگایا۔ تو آپ نے فرمایا اس میں شہوت یا بغیر شہوت کی قید نہیں ہے۔ وہ نجدی آپ کے تیور دیکھ کر گھبرا سا گیا اور کوتوال اور قاضی شہر کو بلا لایا آپ نے قاضی شہر سے ایسی مدلل گفتگو فرمائی کہ اسے تسلیم کرنا پڑا کہ یہ فعل شنیع ہے۔

مدینہ منورہ کی حاضری سے فارغ ہونے کے بعد آپ مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہو گئے اور وہاں تمام ارکین حج سے فراغت پا کر جدہ سے رضوانی جہاز کے ذریعہ روانہ ہو کر ۲۲؍ مارچ بروز اتوار صبح سات بجے آپ نے کراچی شہر میں نزول اجلال فرمایا، جہاں آپ کا ہندوستانی مسلم یونین کراچی اور اہل شہر کی طرف سے پر تپاک خیر مقدم کیا گیا، گل افشانی و گل پوشی بھی کی گئی نیز ہندوستانی مسلم یونین کراچی کے نائب صدر حافظ شریف حسین صاحب نے یونین کی جانب سے آپ اور آپ کے ساتھ آئے حجاج کی بارگاہ میں ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہوئے درج ذیل تقریر فرمائی:

''سالار قافلہ جناب مولانا محمد نعیم الدین صاحب و حضرات قافلہ! جمعیۃ ہندوستانی مسلمانان مقیم کراچی یعنی ہندوستانی مسلم یونین کراچی کے جیش رضاکاران کی طرف سے آپ حضرات کے فریضہ حج ادا کرنے اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو کر مع الخیر مراجعت پر کراچی کے بندر گاہ پر نزول اجلال فرمانے پر خیر مقدم

کرتے ہوئے ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرنے کی خدمت ادا کرتی ہے۔

حضرات! کراچی جس کو باب الاسلام کہلانے کا فخر اس لیے حاصل ہے کہ اسلام کا پہلا علم بردار غازی اعظم محمد بن قاسم پیغام وحدانیت و حریت اسی سرزمین میں لے کر پہنچا تھا۔ اور آج بھی کراچی اپنی قدیم روایات پر قائم ہے کہ ہر سال یہاں سے حجاج کے قافلے جاتے ہیں اور مسلمانان مشرق اپنے ایمانوں کو ارض حجاز میں تازہ کرکے پھر اخوت و وحدانیت کا پیغام اکناف عالم میں پہنچاتے ہیں۔ اور دوسری وابستگی کراچی کو ارض حجاز سے خصوصیت حاصل ہے کہ ہر وقت ارض پاک کے ساحل جدہ سے پانی کی لہریں اٹھ کر ساحل کراچی سے ٹکراتی ہوئی وہی پیغام وحدانیت پہنچاتی رہتی ہیں، اس لیے ہم ساکنان کراچی کا فرض ہے کہ دیار حبیب سے آنے والے بزرگوں کا خیر مقدم اور استقبال کریں۔ ہندوستانی مسلم یونین باشندگان یوپی اور ماورائے یوپی کے مہاجر مسلمانوں کی جماعت ہے جو کہ ارکان جمیعۃ کی مذہبی، اخلاقی، تعلیم و معاشرتی اصلاح کا کام کرتی ہے شادی و غمی خوشی و ماتم کے موقع پر باہمی امداد کے علاوہ اس کے مقاصد میں حجاج کی خدمت بھی شامل ہے۔ یونین نہ صرف حجاج کی خدمت کرتی ہے بلکہ ان تمام حجاج کی خدمت کرنا اپنا فرض خیال کرتی ہے جو اس بندر گاہ سے خواہ چین کے یا تاشقند کے یا افغانستان کے کہیں کے بھی کیوں نہ حج کے ارادے سے روانہ ہوں، اور آج تک نہایت انہماک اور مستعدی سے اس فرض خدمت کو ادا کرتی رہی ہے۔ اللہ کی مہربانی اور آپ بزرگوں کی دعا سے امید ہے کہ یہ جماعت اسی طرح سے اپنے فرائض ادا کرتی رہے گی۔ آمین۔"

بعدہ سالار قافلہ حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے ایک مختصر تقریر سامعین کے گوش گزار فرمائی جس میں آپ نے یونین اور دیگر تمام شرکائے جشن کا شکریہ ادا کیا نیز یونین کے جذبہ خدمت کو سراہتے ہوئے مبارک باد پیش کی اور یونین کی خیر و برکت کے لیے دعا فرمائی۔

جلسہ کے اختتام کے بعد آپ اور دیگر حجاج شہر میں اپنے اپنے احباب کے یہاں تشریف لے گئے۔ شام کو مغرب کے وقت مکمل قافلہ نعیمی آپ کی معیت میں احباب سے رخصت ہو کر ۹/ بجے کراچی میل سے دہلی کے لیے روانہ ہوا جہاں پہلے ہی سے لوگ آپ کی آمد کے منتظر تھے اور آپ کی راہ میں آنکھیں بچھائے ہوئے تھے اور پھر وہاں سے آپ بذریعہ ٹرین ہاپوڑ گجرولہ امروہہ اسٹیشنوں پر موجود عقیدت مند حضرات سے ہدیہ تبریک و تہنیت قبول کرتے ہوئے ۲۳/ مارچ سہ پہر میں مرادآباد اسٹیشن پر پہنچے۔ جہاں دس بارہ ہزار افراد آپ کے استقبال کے لیے پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ آپ کے گاڑی سے باہر تشریف لاتے ہی نعرہ تکبیر و رسالت کی صدائیں مجمع سے بلند ہونے لگیں اور گل پوشی و گل افشانی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بعدہ جابجا رکتے رکاتے عصر کے وقت آپ جامعہ نعیمہ پہنچ گئے، جہاں ہفتوں آپ کو ہدیہ تبریک پیش کرنے والے حضرات کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری

رہا۔

۱۹۳۹ء مطابق ۱۳۵۷ھ کو آپ دوسری مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے دوسری حج کی تفصیلی معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ البتہ درج ذیل مختصر سی معلومات کافی تلاش و جستجو کے بعد دستیاب ہو سکی۔

آپ حسب معمول پہلے مدینہ پھر مکہ تشریف لے گئے مدینہ میں حاضر ہونے کے بعد جب آپ مزار پر انوار پر سنہری نورانی جالیوں کو بوسہ لینے کی تمنا لے کر حاضر ہوئے اور سرکار علیہ التحیۃ والسلام کے روضہ اقدس کے قریب پہنچے تو آپ نے وہاں دیکھا کہ نجدی کارکنان لوگوں کو سرکار علیہ السلام کے روضہ کے قریب کھڑے ہونے سے بھی روک رہے ہیں چہ جائے کہ لوگ روضہ انور کی سنہری جالیوں کو بوسہ دینے کی سعادت حاصل کریں۔ آپ جب آگے بڑھے تو آپ کو بھی روکا گیا لیکن جب نجدی کارکن سے آپ کا مختصر سا مکالمہ ہوا تو وہ آپ کے طرز گفتگو سے حددرجہ متاثر ہوا اس نے آپ سے مصافحہ کیا اور یہ کہہ کر کہ

”آپ کا سینہ روشن ہے آپ کے چہرہ سے آثار بزرگی نمایاں ہیں، جس کی چمک میرے دل تک اثر کر رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ جالیوں سے آنکھیں ملنا یا بوسہ دینا عبادت نہیں سمجھیں گے، اس لیے آپ کو روکنا ناجائز ہے۔“

آپ کو خود ساتھ لے جا کر بوسہ لینے کی اجازت دی۔

مزید براں کہ آپ کا وہاں معمول تھا کہ آپ نجدی امام کی نماز کے بعد خود اپنی جماعت کرتے تھے آپ کی اقتدا میں بہت سے حجاج بلکہ اکثر نجدی حضرات بھی نماز ادا کرتے تھے۔

۲۰ر فروری ۱۹۳۹ء کی صبح ساڑھے گیارہ بجے آپ مرادآباد تشریف لائے، جہاں ہزارہا ہزار عقیدت مند حضرات نے آپ کا بہترین خیر مقدم و استقبال کیا اور آپ کی گل پوشی و گل افشانی کی۔ بعدہ آپ جلوس کے ساتھ شہر کی مشہور راہوں سے ہوتے ہوئے لوگوں سے ملتے ملاتے ایک بجے جامعہ نعیمیہ پہنچے جہاں شعرائے مرادآباد نے حج سے آپ کی تشریف آوری پر قصیدہ خوانی کی۔ اور پھر اخیر میں حضور صدرالافاضل نے ایک مختصر تقریر فرمائی جس میں آپ نے شعرا اور دیگر حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اگلے روز حج کی تفصیل بیان کرنے کا وعدہ فرمایا اور آپ کی دعا پر قریب دو بجے جلسہ کا اختتام ہوا۔

مولیٰ تعالیٰ حضور صدرالافاضل کے طفیل ہمیں بھی زیارت حرمین شریفین سے مشرف فرمائے۔ آمین۔

(ماہنامہ نورالحبیب بصیر پور اوکاڑہ: اگست، ستمبر ۲۰۱۰، ص ۵۹ تا ۶۶)

[حضور صدرالافاضل علیہ الرحمۃ کے سفر حج کی مکمل روداد فقیر کی کتاب ”سوانح صدرالافاضل“ میں ملاحظہ فرمائیں۔]

عرس اعلیٰ حضرت اور صدرالافاضل

مجدد ملت طاہرہ حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور خلیفہ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین محدث مرادآبادی تغمد ہما اللہ الھادی کی ذوات علیا سے کون واقف نہیں ہے۔ عرب وعجم، پاک وہند ہر سو ہر جا اہلِ سُنّت کے یہ دونوں قائد 'کنزالایماں' اور 'خزائن عرفاں' کی صورت میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ جس طرح پوری دنیا میں کنزالایمان کے ساتھ 'خزائن العرفان' مشہور ہے، اعلیٰ حضرت اور صدرالافاضل کے مابین رشتہ محبت ومودّت نے بھی دنیائے سُنیّت میں اسی طرح شہرت پائی۔

صدرالافاضل اور اعلیٰ حضرت کے مابین تعلقات وروابط عوام وخواص کسی سے پوشیدہ نہیں، اکثر تعلقات زندگی تک باقی رہتے ہیں مرنے کے بعد نہیں، مگر قربان جائیں اس رشتہ محبت واُلفت اور اس شانِ عقیدت پر کہ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد بھی صدرالافاضل نے تادمِ زیست بریلی نہ چھوڑا، جب دل کرتا چلے جاتے اور جب تک دل کرتا وہاں قیام کرتے اور اپنے مربی ومحسن کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے۔ خصوصاً وہ تاریخ جس دن اعلیٰ حضرت نے رحلت فرمائی، اس تاریخ میں توضرور ضرور جاتے۔ شاید ہی زندگی میں کبھی ایسا ہوا ہو کہ عرسِ اعلیٰ حضرت ہو اور صدرالافاضل نہ ہوں۔ اوراقِ تاریخ پر نظر دوڑانے سے علم ہوتا ہے کہ عرسِ اعلیٰ حضرت کے ایام میں صدرالافاضل مرادآباد چھوڑ کر بریلی شریف آکر آستانہ رضویہ میں اقامت پذیر ہوجاتے۔

عرسِ اعلیٰ حضرت میں صدرالافاضل کا خطاب خصوصی اہمیت کا حامل ہوتا تھا، ان خطابات کے موضوعات عموماً اسلام اور اہلِ اسلام کو درپیش مسائل کے ادراک اور ان کے حل پر مشتمل ہوتے۔

۱۳۴۲ھ میں جس وقت 'تحریک شدھی' زوروں پر تھی صدرالافاضل اس کے انسداد کے لیے جابجا سرگرداں تھے، گاؤں گاؤں شہر شہر مسلمانوں کے دین وایمان بچانے میں مصروف تھے، اسی اثنا میں عرس اعلیٰ حضرت کی تاریخ آگئی صدرالافاضل نے بریلی کا رُخ کیا، حجۃ الاسلام حضور علامہ حامد رضا خاں، حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں، حضور اشرفی میاں، تاج العلماء سید محمد میاں مارہروی اور دیگر مشاہیر بھی شریک تھے، تحفظِ دین وعقائد اور فتنہ ارتداد کے سدِباب کے موضوع پر خطابات ہوئے، حضور صدرالافاضل نے بھی تحفظِ اسلام اور انسداد فتنہ ارتداد پر بہترین خطاب فرمایا۔ اخبار دبدبہ سکندری نے عرس کی روداد شائع کی، ہم یہاں چند اقتباس پیش کررہے ہیں، ملاحظہ کریں:

"بریلی آستانہ مقدسہ رضویہ پر حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلِ سُنّت مجدد مأۃ حاضرہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ قادری برکاتی رضی اللہ عنہ کا عرس رضوی زیر سیادت سیدی ومرشدی حضرت

مولانا مولوی حاجی مفتی قاری شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری دامت برکاتہم و حضرت جناب مولانا مولوی مفتی شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہم العالی باہزاراں ہزار شان و شکوہ منعقد ہوا، اکنافِ ہند سے مقتدر و مستند علمائے کرام و صوفیائے عظام و مشائخ فخام و مشاہیرِ اسلام شمولیت عرس کے لیے تشریف لائے تھے..... حضرت شیخ المشائخ جناب مولانا سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی جیلانی سجادہ نشین کچھوچھہ شریف اور حضرت جناب مولانا حافظ سید محمد میاں صاحب قادری مارہروی مدظلہم العالی نے عرفان تصوف و عقائد پر نہایت برجستہ تقاریر فرمائیں ۔ مولانا حافظ حشمت علی صاحب رضوی لکھنوی، مولانا قاضی احسان الحق صاحب نعیمی، مفتی بہرائچ مناظرِ اسلام مولوی برہم چاری صاحب، مولانا غلام احمد صاحب مرادآبادی اور حضرت مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مرادآبادی نے تحفظِ اسلام و سُنّت و حمایتِ دین و ملت انسداد فتنہ ارتداد پر نہایت زبردست معرکۃ الآرا تقاریر فرمائیں ۔ ''[دبدبہ سکندری:۵ر نومبر ۱۹۲۳ء، ص۹،۱۰]

۱۳۴۳ھ میں عرس اعلیٰ حضرت میں آپ شریک ہوئے اور خطاب بھی فرمایا، پنجاب سے نکلنے والے اہلِ سُنّت کے مشہور اخبار ''الفقیہ'' میں آپ کے خطاب کا ذکر کچھ اس انداز میں درج ہے:

''بتواریخ ۲۳۔۲۴۔۲۵ر صفر المظفر ۱۳۴۳ھ بریلی میں حضرت تاج العلماء والفحول عاشقِ رسول مقبول، جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول، حامی رشد و ہدایت، قاطع کفر و ضلالت، حاملِ قرآن و سُنّت، ماحی نجدیت و وہابیت حضرت مولانا مولوی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب مجدد بریلوی قدس اللہ سرہ کا عرس مبارک تھا...... ان تینوں تاریخوں میں حضرت مولانا مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی (وغیرہ) کے موثر وعظ ہوتے رہے جس سے حاضرینِ عرس شریف کو روحانی غذا ملتی رہی۔ ''[اخبار الفقیہ:۱۴ر اکتوبر ۱۹۲۴ء، ص۲]

سُنّی کانفرنس سے متعلق چند اُمور میں حضرت تاج العلماء سید محمد میاں مارہروی علیہ الرحمہ اور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے درمیان قدرے اختلاف ہوگیا، ۱۳۴۸ھ میں عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر اس تعلق سے صدر الافاضل سے گفتگو کی گئی جس کا ذکر ''اہلِ سُنّت کی آواز'' میں درج ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے:

''صفر ۴۸ھ کے عرس شریف رضوی ہی کے موقع پر حضرت حجۃ الاسلام کی مدعو کردہ مجلس تنظیم اہلِ سُنّت میں حضرت صدر الافاضل سے شفاہی مکالمت و مفاہمت کا موقع ملا۔ ''[اہلِ سُنّت کی آواز: حصہ پنجم، ص۵]

نیز ۱۳۵۷ھ میں عرسِ اعلیٰ حضرت کے موقع پر تاج العلماء اور صدر الافاضل علیہما الرحمہ کے درمیان مسلم لیگ کے متعلق ایک مباحثہ ہوا جس کا ذکر کرتے ہوئے ''اہلِ سُنّت کی آواز'' میں لکھا گیا ہے کہ:

''تاج العلماء سراج العرفاء مولانا مولوی حافظ مفتی سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں صاحب قبلہ دام ظلہم الاقدس مسند نشین سجادہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نے عرس رضوی صفر ۵۷ھ کے موقع پر حضرت صدر الافاضل

سے ردِ لیگ کے اظہار واعلان کے لیے ارشاد فرمایا اور اس کا جواب تنظیم علما پر حوالہ ہوا۔‘‘

[اہلِ سنّت کی آواز: حصہ پنجم، ص ۴]

۱۳۴۷ھ عرسِ اعلیٰ حضرت میں صدرالافاضل نے شرکت فرمائی، عرس کی آخری تاریخ میں علماے اہلِ سنّت کی طرف سے چند تجاویز پیش کی گئیں جس میں سے ایک تجویز نکاح صغار کے متعلق پیش کی گئی، جس میں نکاح صغار کے مسودہ کو مداخلت فی الدین قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف صداے احتجاج بلند کیا گیا اور حکومت سے اس مسودہ کو قانون نہ بنانے کی اپیل کی گئی، یہ تجویز حضور صدرالافاضل کی تحریک اور حجۃ الاسلام کے حکم پر مولانا عنایت محمد خاں غوری صاحب نے پڑھ کر سنائی اور بہ اتفاق راے منظور بھی کی گئی۔ اخبار دبدبہ سکندری کی مندرجہ ذیل سطور ملاحظہ ہوں:

’’۲۵ر صفر المظفر ۱۳۴۷ھ کو خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف کے عظیم الشان اجتماع میں جس میں ہزاروں کی تعداد میں اہلِ اسلام شریک تھے، مقامی علماے کرام، روساے عظام، مشاہیر قوم کے علاوہ لنکا، بنگال، پنجاب، بمبئی، گجرات، کاٹھیاواڑ، گونڈل، مدراس، یوپی، راج پوتانہ، سرحد کے جلیل القدر فضلا و عمائدین قوم بھی حاضرِ جلسہ تھے، امام اہلِ سنّت حضور حجۃ الاسلام... کے حکم سے حامیِ سنّت جناب مولوی عنایت محمد خاں صاحب غوری فیروز پوری صدر انجمن معین الاسلام الہ آباد نے حسبِ ذیل تجویزات پڑھ کر سنائیں، جو بہ اتفاق راے منظور ہوئیں:

(ا) اہلِ اسلام کا یہ عظیم الشان اجتماع بہ اتفاق راے مسودہ نکاح صغار کو مداخلت فی الدین جانتا مانتا ہوا اس کے خلاف بہت سختی کے ساتھ صداے احتجاج بلند کرتا ہے اور گورنمنٹ کو متوجہ کرتا ہے کہ وہ اس نا قابلِ عمل مسودہ کو جو اسلامی شریعت سے بالکل منافی اور صریحاً ابطالِ حقِ ولایت ہے، ہرگز ہرگز قانون کا جامہ نہ پہننے دے۔

محرک: حضرت استاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی جنرل سکریٹری آل انڈیا سُنّی کانفرنس مرادآباد۔

موییدین: جناب نواب وحید احمد خاں صاحب ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی وکیل بریلی؛ وجناب مولانا عنایت محمد خاں صاحب غوری فیروز پوری۔‘‘

نیز اسی جلسہ میں مولانا عنایت محمد خاں صاحب غوری فیروز پوری کی تحریک پر پیر جماعت علی شاہ کے کشمیر میں داخلہ پر پابندی کو لے کر ایک وفد سے متعلق مولانا سید حبیب شاہ صاحب مالک اخبار ’’ریاست‘‘ لاہور کی تجویز پیش کی گئی اور حجۃ الاسلام وصدرالافاضل سے اس وفد کو کامیاب بنانے کے لیے عملی طور پر رہ نمائی کی

درخواست پیش کی گئی نیز اس وفد کے ارکان میں دیگر علما کے ساتھ صدرالافاضل کو بھی شریک کیے جانے کی بات رکھی گئی۔ ملاحظہ فرمائیں دبدبہ سکندری کی درج ذیل خبر:

''یہ جلسہ فدائے ملت مولانا سید حبیب شاہ صاحب مالک اخبار سیاست لاہور کی تجویز وفد کے متعلقہ داخلہ حضرت شاہ صاحب علی پوری دامت برکاتہم کو بہ نظرِ استحسان دیکھتا ہوا حضرت امام اہلِ سُنّت حضور حجۃ الاسلام علامہ بریلوی حضرت مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری مدظلہ صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس و سرپرست مرکزی جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ و حضرت استاذ العلماء مولانا مولوی سید محمد نعیم الدین صاحب فاضل مرادآبادی جنرل سکریٹری آل انڈیا سُنّی کانفرنس سے استدعا کرتا ہے کہ وہ مجوزہ وفد کو کامیاب بنانے کے لیے عملی طور پر اس کی رہ نمائی فرمائیں۔

محرک: مولانا عنایت محمد خاں صاحب غوری فیروزپوری صدر ربانی انجمن معین الاسلام الہ آباد۔

موید: مولوی ہدایت یار خاں صاحب صدر جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی۔

[دبدبہ سکندری: ۲۷/ اگست، ۱۹۲۸ء، ص۹]

۱۳۶۵ھ عرسِ اعلیٰ حضرت کے موقع پر صدرالافاضل بریلی تشریف لے گئے اس وقت چوں کہ صوبائی انتخابات کا زور تھا اسی لیے آخری روز یعنی ۲۵/ صفر کو علمائے کرام کے بیانات کا محور خاص طور پر الیکشن ہی تھا۔ علمائے کرام نے اپنی تقاریر میں مسلمانوں کو انتخابات میں صحیح جماعت منتخب کرنے کی تجویز پیش فرمائی اور ساتھ ہی کانگریس اور اس کی حامی جماعتوں کا مسلمانوں کے ساتھ متعصبانہ رویہ اور ظالمانہ سلوک لوگوں کو یاد دلا کر اسے ہر ممکن ناکام بنانے کی گزارش کی۔ نیز کانگریس کے خلاف سُنّی کانفرنس جس کے بانی مبانی صدرالافاضل تھے، کی کارگزاریوں کا ذکر فرمایا، حضور صدرالافاضل نے بھی اسی عنوان پر ایک عظیم الشان خطاب فرمایا جس میں آپ نے فرمایا:

''الیکشن کے معاملہ میں ہماری اجتماعی کوشش یہی ہے کہ کانگریس کو ناکام کر دیا جائے ہم اس خدمت کو مسلمانوں کے حق میں نافع سمجھ کر رضائے الٰہی کے لیے انجام دیتے ہیں۔''

مزید پاکستان کے مسئلہ پر آپ نے فرمایا:

''پاکستان کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کے ایک حصہ میں ایسی اسلامی حکومت قائم کی جائے جو شریعتِ طاہرہ کے آئین اور فقہی اصول کے مطابق ہو۔''

[دبدبہ سکندری: ۱۵/ فروری، ۱۹۴۶ء، ص۹، بحوالہ خطباتِ آل انڈیا سُنّی کانفرنس: ص۹۹، ۱۰۰]

مذکورہ بالا شواہد کی روشنی میں یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ صدرالافاضل عرسِ اعلیٰ حضرت میں اکثر شریک

ہوتے تھے اور خطابت بھی فرماتے تھے۔ بلکہ یہ کہنے میں میں متہم بالکذب نہ ہوں گا کہ صدرالافاضل تاحینِ حیات عرس اعلیٰ حضرت میں شریک ہوتے رہے اور بارگاہِ اعلیٰ حضرت سے خود کو اور اپنی ذات سے عوام اہلِ سُنّت کو فیض یاب فرماتے رہے، میں اپنی اس بات کی تائید میں ماضی قریب کے ایک نام ور عالم و مفکر حضرت علامہ مفتی چراغ عالم صاحب کا بیان ہدیہ قارئین کر رہا ہوں، جو حضرت نے اپنے دولت کدہ پر مجھ سے فرمایا، جب میں حضور صدرالافاضل سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا تھا، میں نے صدرالافاضل کی اعلیٰ حضرت سے وابستگی اور اُلفت و محبت کے متعلق دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا:

''حضور صدرالافاضل کا اعلیٰ حضرت سے بے حد لگاو تھا آپ اکثر بریلی تشریف لے جاتے تھے اور اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد ہر سال ان کے عرس پاک میں جانا تو معمول تھا، عرس کے موقع پر تو کبھی ناغہ نہیں فرماتے خواہ کسی بھی حالت میں ہوں۔''

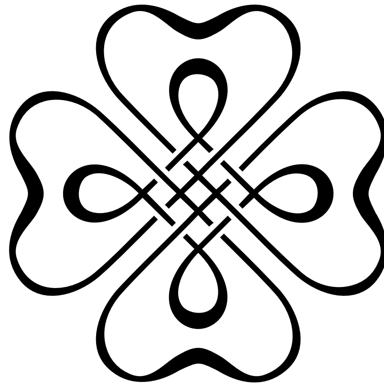
مزید فرمایا:

''وصال سے چند ماہ قبل سے آپ بہت علیل رہنے لگے تھے مگر جب عرسِ اعلیٰ حضرت کی تاریخ آئی تو آپ سے رہا نہ گیا اور بریلی تشریف لے گئے مگر جب حالت بگڑی تو قل سے پہلے ہی مرادآباد کے لیے روانہ ہو گئے۔ اور پھر آئندہ سال عرسِ اعلیٰ حضرت سے دو ماہ قبل آپ کا وصال ہو گیا۔''

یہ تحریر چوں کہ عجلت میں سپرد قرطاس کی ہے اس لیے مزید شواہد پیش کرنے سے قاصر ہوں، پھر کبھی وقت ملا تو ان شاءاللہ اس عنوان پر تفصیلی تحریر پیش کروں گا۔ یہ مختصر تحریر بس اس امید پر پیش ہے ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

[سالنامہ یادگار رضا: رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۱۵ء ص ۱۱۸ تا ۱۲۲]



شدھی تحریک کے سدباب میں صدرالافاضل کا قائدانہ کردار

۱۹۲۳ء میں جب آریہ سماج کے بانی دیانند سرسوتی کے چہیتے جانشین وخلیفہ پنڈت سوامی شردھانند نے باضابطہ تحریک شدھی کا آغاز کیا اور ہنود کے سبھی فرقوں کو اپنے ساتھ جوڑتے ہوئے لاکھوں مسلمانوں کی دولت ایمانی پر شب خون مارنے کا ناپاک ارادہ لے کر میدان عمل میں مصروف کار ہوا، تو علما و مشائخ بے چین و بے قرار ہوا ٹھے ان کو لاکھوں مسلمانوں کے ایمانوں کو بچانے کی فکر دامن گیر ہوئی، چناں چہ بلا تاخیر ۸/ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۶/ جنوری ۱۹۲۳ء بروز جمعہ بریلی میں جماعت رضائے مصطفیٰ کے زیر اہتمام علما و مشائخ کی ایک ہنگامی مجلس منعقد ہوئی جس میں علمائے مفکرین و مدبرین نے مل کر شدھی کے سدباب اور مسلمانوں کو فتنہ ارتداد سے بچانے کے لیے ایک لائحہ عمل تیار کیا۔

علاوہ ازیں عوامی سطح پر بھی ایک اجلاس مذکورہ بالا تاریخ میں مغرب کی نماز سے رات دس بجے تک بی بی جی صاحبہ مسجد (بریلی) میں منعقد کیا گیا، جس میں اہل سنت کے مشاہیر علمائے کرام خصوصًا جماعت رضائے مصطفیٰ کے مشیر اعلیٰ قائد اہل سنت حضور صدرالافاضل نے مسلمانوں سے ایک ایسا بہترین روح پرور رقت آمیز خطاب فرمایا جسے سن کر مسلمانوں کی آنکھیں اشک بار اور قلوب جذبہ ایمانی سے سرشار ہو گئے۔

صدرالافاضل کی اس تقریر منیر کا تذکرہ ہفت روزہ اخبار ”دبدبہ سکندری“ رامپور میں کچھ اس طرح موجود ہے:

”حضرت استاذ العلماء مولوی مولانا حکیم محمد نعیم الدین صاحب مد ظلہم العالی نے اسلام کی حقانیت اور اس کی عظمت کا ایسا نقشہ صفحات قلوب پر کھینچا، جس سے مسلمانوں کے دل اسلام کی محبت کے مزے لینے لگے اور اس فتنہ ارتداد کا اس طرح بیان فرمایا کہ مجمع کا دل ہل گیا اور مجمع چیخیں مار مار کر رونے لگا۔ آپ نے مسلمانوں کو اتباع شریعت کی طرف توجہ دلائی اور احکام اسلامی کے خلاف ورزی کو مسلمانوں کی کمزوری اور مخالفین اسلام کی جرأت وہمت کی علت ثابت کیا۔

الحمدللہ اس کا یہ اثر مرتب ہوا کہ مجمع نے بالاعلان بلند آوازوں سے تمام خلاف شرع باتوں سے توبہ کی۔ نیز آپ نے مسلمانوں کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ ایک وقت مسائل شرعیہ سیکھنے کا مقرر کریں۔ پھر وفد کے جانے اور اپنے بھٹکے ہوئے بھائیوں کو راہ پر لانے اور ان کی دینی خدمت کرنے کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ اس وفد کو کسی کی مخالفت اور مباحثہ وغیرہ سے کوئی سروکار نہیں یہ وفد اپنے اسلامی بھائیوں کو پابند اسلام بنانے کی کوشش کرے گا۔ ایک ایک کلمہ جو آپ کی زبان مبارک سے نکلتا تھا دلوں میں اتر جاتا تھا“ [دبدبہ سکندری: ۵/ فروری ۱۹۲۳ء صفحہ ۵]

علاقہ ارتداد میں صدرالافاضل کی تبلیغی سرگرمیاں:۔

۹/ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۷/ جنوری ۱۹۲۳ء بروز ہفتہ بوقت صبح جماعت رضائے مصطفیٰ کے زیر اہتمام بریلی سے روانہ ہونے والے دس علما و مشاہیر پر مشتمل پہلے وفد میں صدرالافاضل نے بھی شرکت فرمائی۔ صدرالافاضل نے ۲۷/ جنوری سے ۳۱/ جنوری تک میرٹھ کے متاثرہ علاقوں میں تبلیغی دورے فرمائے۔

(ان ایام کی تفصیلی رپورٹ کافی کوششوں کے باوجود بھی راقم تلاش نہ کرسکا۔ البتہ حضور مفتی اعظم کے مکاتیب سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ صدرالافاضل نے میرٹھ ومضافات میرٹھ کے دورے فرمائے ہیں، اس لیے کہ جس وفد میں حضور مفتی اعظم شریک تھے، اسی میں حضور صدرالافاضل بھی شریک تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم)

آگرہ کی شاہی مسجد میں صدرالافاضل کا خطاب نایاب:۔

وفد کی معیت میں حضور صدرالافاضل یکم فروری ۱۹۲۳ء بروز جمعرات شہر آگرہ کے ایک گاؤں سلطان پورہ پہنچے اور وہاں سے تبلیغی کاروائی مکمل فرمانے کے بعد دوسرے روز آگرہ شہر میں رونق افروز ہوئے اور نماز جمعہ سے قبل آگرہ کی جامع مسجد میں ایک مثالی خطاب فرمایا۔ حضور مفتی اعظم ہند نے جماعت رضائے مصطفیٰ کے نام اپنے مکتوب گرامی میں صدرالافاضل کے اس لاجواب و کامیاب ونایاب خطاب کا تذکرہ اس انداز میں فرمایا ہے:

”ہمارا وفد جامع مسجد پہنچا جہاں مسلمانوں کا بڑا مجمع تھا، نماز جمعہ کے بعد ہمارے وفد کے بہتر رکن حضرت مولانا المحترم مولوی محمد نعیم الدین صاحب زیدت برکاتہ نے اسلام کی شان و شوکت اور موجودہ حالت پر دل گداز تقریر فرمائی، اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجمع ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اور مسلمانوں کے دل اسلامی جوش سے لہریں مار رہے تھے.. اس موقع پر مولانا نے داڑھیاں منڈوانے اور کبائر میں مبتلا ہونے سے توبہ کروائی۔ مسجد کا وسیع صحن توبہ کے نعروں سے گونج اٹھا۔ الحمدللہ مولانا نے ثابت کیا کہ اس وقت اسلامی احکام کے خلاف عمل کرنا اسلام کو اس نازک حالت میں سخت صدمہ پہنچانا اور اس کے دشمنوں کی تائید ہے۔ جلسہ کے ختم کے بعد جابجا اس وعظ کے چرچے تھے اور معلوم ہوا کہ جو لوگ جلسے میں توبہ کر گئے تھے وہ اپنے دوستوں سے توبہ کرانے پر مصر ہیں۔“

فقیر مصطفیٰ رضا قادری صدر وفد اسلام فرستادہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی از آگرہ

[دبدبہ سکندری: ۱۹/ فروری دوشنبہ ۱۹۲۳ء۔ ص۸]

نیز حضور صدرالافاضل کی اس تقریر سے متعلق اخبار دبدبہ سکندری میں شائع شدہ منشی وارث علی خاں صاحب ٹھیکہ دار محلہ رکاب گنج آگرہ کے مراسلہ کا درج ذیل اقتباس بھی ملاحظہ ہو جو صدرالافاضل کے بہترین

مبلغ، مایہ ناز خطیب اور قوم کے ماہر و بہترین نباض ہونے کی گواہی دے رہا ہے:

”۲؍ فروری ۱۹۲۳ء بروز جمعہ جامع مسجد آگرہ میں یہ وفد پہنچا اور اس نے مسلمانان آگرہ کو ہوشیار کیا مجمع بہت کثیر تھا۔ اجزائے وفد میں سے اول دو صاحبوں نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ نعت شریف پڑھی پھر مفتی آگرہ حضرت فاضل علامہ جناب مولانا مولوی سید ابو محمد محمد دیدار علی صاحب الوری مدظلہ العالی نے مختصر لفظوں میں وفد کا ورود اور اس کے مقاصد بیان فرما کر اجزائے وفد میں سے حضرت استاذ العلماء مولانا مولوی حکیم حافظ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی مدظلہ الھادی کو وعظ کے لیے پیش فرمایا۔

انہوں نے دین اسلام کی عظمت و شان کا ایسا دل پذیر نقشہ کھینچا جس سے تمام مجمع ایک غیر معمولی اثر کے ساتھ ساتھ متاثر نظر آتا تھا۔ کلمات جادو کی طرح اثر کرتے تھے۔ سامعین کی حالت دم بھر میں بدل گئی اور جلسہ تڑپ اٹھا سننے والے روتے روتے بے اختیار ہو گئے۔ مسلمانوں نے شریعت کی فرماں برداری کے عہد کیے اور گناہوں سے بآواز بلند تائب ہوئے۔ ایک عجیب سماں تھا جو موجود تھے توبہ کر رہے تھے اور ان کے قلوب میں اسلامی محبت موجیں مار رہی تھیں۔ راجپوتوں کے ساتھ ہمدردی کا ولولہ ہر دل میں پیدا ہو گیا۔ جلسہ تمام ہونے کے بعد شہر میں جابجا اس وعظ کا تذکرہ ہے۔ اور لوگ حاضر تھے وہ اپنے احباب سے توبہ کرا رہے ہیں۔ وفد کی اس شان و شوکت سے یقین ہوتا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی سعی کامیاب ہوگی، الخ المرقوم ۳؍ فروری ۱۹۲۳ء۔“ [مرجع سابق: ۱۲؍ فروری ۱۹۲۳ء ص ۵]

موضع کھیتنہ آگرہ میں صدرالافاضل کا تبلیغی دورہ:۔

حضور صدرالافاضل نے آگرہ اور اس کے گردونواح میں کثرت سے تبلیغی دورے فرمائے۔ آپ شہر آگرہ کے ایک گاؤں کھیتنہ میں جب تشریف لے گئے تو وہاں ٹھاکر لوگ تاش کھیل رہے تھے آپ نے جب انہیں اپنے قریب بلا کر تبلیغ فرمائی تو فوراً انہوں نے وہ تاش کے پتے ہاتھوں سے پھینک دیے اور حضرت اور دیگر علما کی تعظیم و تکریم میں مصروف ہو گئے۔ آپ کے ایما پر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے ایک صاحب کی چوٹی بھی کاٹی اور آپ کی تحریک پر وہاں کے لوگوں نے ایک مکان مدرسے کے لیے پیش کیا۔ دبدبہ سکندری کی درج ذیل خبر ملاحظہ ہو:

”ہمارا ایک وفد موضع کھیتنہ پہنچا..... جس وقت ہم پہنچے تو موضع میں ٹھاکر لوگ زمین پر بیٹھے ہوئے تاش کھیل رہے تھے انہوں نے ہماری طرف کوئی التفات نہ کیا۔ صدرالافاضل استاذ العلماء حضرت مولانا مولوی حافظ حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتھم نے سواری سے اتر کر ان سے وہیں گفتگو شروع فرمائی۔ پانچ منٹ گفتگو ہونے پائی تھی کہ وہ لوگ تاش پھینک کر اٹھ کھڑے ہوئے اور دوڑ کر تکیہ دار مونڈھے لائے اور

ہمارے ایک ایک شخص کو نہایت تکریم کے ساتھ بٹھایا۔ ان سے گفتگوئیں رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ وہ بندگان خدا منٹوں میں ایسے مسخر ہوئے کہ گویا مدتوں کے رفیق ہیں۔ حضرت استاذ العلماء مدظلہ نے ان کی اس حالت پر اظہار افسوس فرمایا جس سے وہ خود بھی متاسف ہوئے اور خود اپنے مکان سے قینچی لا کر پیش کی اور سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ حضرت استاذ العلما مدظلہ نے جناب مولانا مولوی حکیم یعقوب خاں صاحب سے فرمایا اور انہوں نے اپنے دست مبارک سے چوٹی قطع کی۔ جن صاحب کی چوٹی قطع کی گئی ان کا نام احمد خان ہے۔ پھر وہاں کے لوگوں سے مدرسے کی تحریک کی گئی جس پر وہ بخوشی راضی ہوئے اور انہوں نے ایک مکان مدرسے کے لیے نامزد کیا اور اس کا معائنہ بھی کرایا" [مرجع سابق:۲۸/ جنوری ۱۹۲۴ء ص۶]

صدرالافاضل فیروز پور پنجاب میں:۔

فیروز پور پنجاب میں آریوں نے آپ کو چیلنج مناظرہ دیا آپ تشریف لے گئے اور جلسہ گاہ میں پہنچ کر آریوں کو مقابلے پر آنے کی دعوت دی مگر کوئی بھی آریہ سامنے آنے کی ہمت نہ کر سکا اور اس طرح مذہب اسلام کی حقانیت مخالفین اسلام پر بھی آشکارا ہو گئی۔ اس واقعہ کا قدرے تذکرہ مذکورہ بالا اشتہار میں ان الفاظ میں درج ہے:

"اور اسی ماہ میں فیروز پور پنجاب میں آریوں سے مناظرہ کے لیے بلائے گئے جہاں مسلمان بہت پریشان تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کا کرم کہ آریہ جلسہ میں حاضر رہے اور انہیں بار بار پکار پکار کر کہا کہ کچھ حوصلہ ہے تو آجاؤ سامنے اور جس مسئلہ پر چاہو بحث کر لو مگر کسی میں دم نہ تھا کہ گفتگو کر سکتا مناظرہ سے انکار کر گئے گفتگو کی تاب نہ لائے" [اشتہار، بعنوان "مسلمانوں کی حالت اور اظہار افسوس" مطبوعہ شمس المطابع مراد آباد]

صدرالافاضل آرہ ضلع بہار میں:۔

آریوں کی شرانگیزی "بہار" میں زوروں پر تھی اور وہاں کے مسلمان کافی حد تک پریشان ہو چکے تھے انہوں نے اپنے شہر کے عالم حضرت مولانا عبدالغفور صاحب کے توسط سے جماعت رضائے مصطفیٰ سے استدعا کی کہ ان کی رہنمائی اور باطل کی سرکوبی کے لیے علما کا ایک وفد یہاں بھی روانہ فرمائیں جماعت کی طرف سے مولانا عبدالغفور کی درخواست پر ایک وفد آرہ بہار روانہ کیا گیا، جس میں حضور اشرفی میاں اور صدرالافاضل بھی شامل تھے۔ وہاں اس وفد کا بہترین استقبال کیا گیا۔

اخبار دبدبہ سکندری میں حضرت قاضی احسان الحق صاحب نعیمی علیہ الرحمہ نے اس کی تفصیلی رپورٹ تحریر فرمائی ہے ہم یہاں اس کا اقتباس پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

"ایک وفد ۱۸/ فروری ۱۹۲۴ء کو آرہ روانہ ہوا جس میں مرشدی مولانا سید شاہ ابو احمد علی حسین صاحب اشرفی

سجادہ کچھوچھہ شریف اور حامی دین وملت حضرت مولانا حافظ حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتھم اور خاکسار ناظم مرکز وفود اسلام شامل تھے۔ دوسرے روز شام کو ہم آرہ پہنچے۔ مسلمانان آرہ نے اس وفد کا گرم جوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا اور تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے قیام گاہ تک لائے۔.....ہمارے جلسے شروع ہوگئے.... ہندو مسلمان کثیر تعداد میں حاضر تھے۔ استاذ العلماء امام المناظرین حضرت مولانا مولوی حافظ سید محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتھم نے ایک اسلام مذہب حق کے عنوان پر زبردست تقریر فرمائی اور براہین عقلیہ سے ثابت کیا کہ مذہب حق صرف اسلام ہے اور معیار حقانیت پر کوئی دوسرا مذہب پورا نہیں اترتا۔ دلائل کی قوت نے ہر شخص کو اس مدعا کے تسلیم کرنے پر مجبور کردیا تھا۔ جن لوگوں نے حضرت استاذ العلماء کے بیانات سنے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان کے بیان کی خصوصیات میں سے ہے کہ مخالف کا دل بھی اس دعوے کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے جس پر وہ دلائل قائم کرتے ہیں۔ غرض اس تقریر سے ہر شخص نتیجہ پر پہنچ گیا کہ اسلام کے مقابلے میں کوئی مذہب دلیل نہیں رکھتا۔...

پھر شب میں استاذ العلماء کی مولوی حافظ سید محمد نعیم الدین صاحب کی اخیری معرکہ آرا تقریر ہوئی، جس میں انہوں نے مذہب اسلام کا ویدک دھرم سے مقابلہ کرکے ثابت کیا کہ ویدک دھرم اس قابل بھی نہیں کہ مذہب کی صف میں اس کو جگہ بھی دی جائے چہ جائے کہ اسلام کے مقابل اس کو پیش کیا جائے۔ آریوں نے اپنے جلسوں میں اسلام پر اعتراض کیے تھے سب کے جواب دے کر یقین دلادیا کہ اسلام پر اعتراض کرنے والا خود اپنی جہالت کی شہادت دیتا ہے۔ پھر اسلامی توحید وعرفان کے دل پذیر نکات بیان فرماکر ویدک دھرم کی خداشناسی کا منظر پیش کیا تو مجمع حیرت میں آگیا اور تعجب ہوا کہ اس روشنی کے زمانے میں کس طرح آریہ اس مذہب کے ساتھ گرویدگی رکھتے ہیں۔ الحمدللہ اسلام کی فتح نمایاں ہوئی اور دشمنان اسلام کو ندامت اٹھانی پڑی"

[دبدبہ سکندری رامپور: ۱۷ رمارچ ۱۹۲۴ء، ص۶،۷]

تحریک شدھی کے بانی پنڈت شردھانند کو صدر الافاضل کا چیلنج:۔

شدھی سبھا کی لگام پنڈت شردھانند کے ہاتھوں میں تھی اس لیے شدھی کے سدباب کے لیے شردھانند کا محاسبہ بہت ضروری تھا۔ حضور صدر الافاضل نے پہل فرماتے ہوئے شردھانند کی خبرگیری شروع فرمادی اور جگہ جگہ اس کو مناظرہ کا چیلنج دینا شروع کردیا۔ تحریری شکل میں بھی آپ نے چیلنج مناظرہ دیا جسے رامپور کے مشہور اخبار دبدبہ سکندری نے شائع کیا۔ اس میں آپ نے شردھانند کو بڑے سے بڑے رشی مہاتما بلکہ دنیا بھر کے تمام آریوں کے ساتھ مناظرہ کا چیلنج دیا۔

مزید آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے مذہب کی دعوت دینے سے پہلے اپنے دین کی حقانیت تو ثابت کرے اس

کے ویدک دھرم میں اتنادم ہی نہیں ہے کہ وہ اوراس کے سارے مہاتما مل کر بھی اس کی حقانیت کو ثابت کر پائیں۔ ذیل میں صدرالافاضل کے چیلنج مناظرہ کی تحریر ملاحظہ ہو:

پنڈت شردھانند کو مناظرہ کا چیلنج:۔

(از جناب فضیلت انتساب مولانا مولوی مفتی حکیم محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مرادآبادی از صدر دفتر مرکز وفود اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ آگرہ رکاب گنج)

اشدھی سبھا کے بانی مبانی پنڈت شردھانند جو تمام عالم کے مسلمانوں کو ہندو بناڈالنا چاہتے ہیں اور جو ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں کو ہندو دھرم میں داخل کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، جابجا اشدھی سبھائیں قائم کر کے عالم میں ایک بے چینی اور تلاطم پیدکر رہے ہیں، کیاان کا فرض نہیں ہے کہ وہ دعوت دینے سے قبل اپنے مذہب کے صدق اور حقانیت کا ثبوت دیتے اس لیے میں اعلان دیتاہوں کہ وہ میرے مقابلے میں ویدک دھرم کی حقانیت اور وید ک کے کتاب الٰہی ہونے کا ثبوت دیں!

اگرانہوں نے اس سے گریز کی تو یہ ان کے بطلان مذہب کی ایک روشن شہادت ہوگی۔ اور پھر ایک ایسے مذہب کی تمام عالم کو دعوت دے ڈالنا جس کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے وہ تیار نہ ہوں نہایت بے جا ہوگا۔ میں اجازت دیتاہوں کہ پنڈت شردھانند اس مقابلہ میں تمام جہان کے آریوں سے مدد لیں۔ یہ گفتگو کسی صدر مقام پر فیصلہ کن طریقہ پر ہوگی اور نتیجہ برآمد ہونے تک جاری رکھی جائے گی، خواہ اس میں کتنا ہی زمانہ صرف ہو۔ فریقین کی تقریریں ہر جلسہ میں چھاپ کر تقسیم کی جائیں گی تاکہ روداد ساتھ ساتھ مرتب ہوتی رہے اور کسی فریق کو اس میں دست اندازی کا موقع نہ ملے۔

(تاکید) پھر بتاکید کہا جاتا ہے کہ پنڈت شردھانند اپنی پوری طاقت جمع کر کے سامنے آئیں اور ہندوؤں کے بڑے سے بڑے رشی اور مہاتما کو اپنی اعانت کے لیے بلالیں، تاکہ کمزوری ظاہر ہونے پر اس عذر کا موقع نہ رہے کہ اگر فلاں شخص ہوتا تو شاید کچھ ہماری بگڑی بنا سکتا، مگر کہے دیتاہوں کہ ویدک دھرم میں اتنادم ہی نہیں ہے کہ پنڈت اوران کے سارے مہاتما مل کر وید کے کتاب الٰہی ہونے کا ثبوت دے سکیں۔ ؎

پھرتے ہو کیا تیغ باندھے اے حسینوں ناز سے
سامنے مردوں کے آؤ امتحاں ہو جائے گا

[مرجع سابق: ۳۰/ جولائی ۱۹۲۳ء، ص۶]

صدرالافاضل کا دوبارہ اعلانِ مناظرہ بذریعہ اشتہار:۔

صدرالافاضل کے اس چیلنج کا جب کوئی جواب نہیں ملا، توایک بار پھر آپ نے باطل مذہب کے ٹھیکیدار کو

للکاراشردھانندکوپھرآوازدی۔اس مرتبہ آپ نے باضابطہ ایک اشتہار شردھانند کے خلاف شائع کیا،جس میں آپ نے شردھانندسے کچھ اس طرح خطاب کیا:

''جب آپ ویدک دھرم کا پرچاراورآریہ مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں اور دنیاکی اقوام کواپنی طرف آنے کی دعوت دیتے ہیں توآپ کا پہلا فرض تھاکہ آپ اپنے مذہب کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے تیار ہوتے اوراپنے خیالی دوارب سے زیادہ عمروالے مذہب کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے دنیاکوچیلنج دیتے نہ کہ آپ سے مطالبہ کیاجائے اورآپ خاموش ہوں'' [روداد جماعت مبارکہ ۱۳۴۲ھ: بحوالہ تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ:ص ۲۵۲]

حضور صدرالافاضل کے اس اعلان مناظرہ کا شردھانندپر توکچھ اثر نہ ہوا،البتہ پنڈت بلدیو پر شاداور پنڈت رام چندر دہلوی میدان مناظرہ میں آنے کے لیے تیار ہوگئے۔مناظرہ کے لیے بریلی شہر کاانتخاب کیاگیاصدر الافاضل آگرہ سے فوراًبریلی تشریف لے آئے۔مناظرہ شروع کردیاگیا۔حضور صدرالافاضل کے سامنے بھلاان بے علموں کی کیاحیثیت تھی جوزیادہ دیرپیر جماپاتے،صدرالافاضل نے ذراسی دیر میں دونوں پنڈتوں کے سارے کس بل ڈھیلے کردیے۔آپ نے ویداورویدک دھرم کے بطلان پروہ علمی وعقلی شواہد پیش فرمائے کہ خود مناظر پنڈت رام چندر برسرعام یہ کہنے پر مجبور ہوگیاکہ:

''وید سرچشمہ علوم نہیں ہے اور میں وید کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت پیش نہیں کرسکتا''

[دبدبہ سکندری:۱۰ر ستمبر ۱۹۲۳ء،ص ۸]

اوراس طرح یہ مناظرہ مسلمانوں کی فتح وکامرانی کے ساتھ اختتام کوپہنچا۔

صدرالافاضل کے خلاف آریہ اشتہار کادنداں شکن جواب:۔

صدرالافاضل کے ہاتھوں آریہ مشہور پنڈتوں کی شرمناک شکست کوابھی کچھ وقت بھی نہ گزرپایاتھاکہ بریلی سے ایک آریہ سماجی پنڈت منتری ستیہ پال نے ایک اشتہار شائع کردیا،جس میں اس پنڈت نے اپنے جھوٹے مذہب کوبچانے کے لیے اپنے پنڈتوں کی شکست فاش پر جھوٹی فتح کالیبل لگاکرشکست کارخ صدرالافاضل کی طرف موڑدیااورآپ کی طرف سے دیے جانے والے دعوت مناظرہ کومنظور کرلیا۔

جب یہ اشتہار حضور شیربیشہ اہل سنت مولاناحشمت علی خاں صاحب علیہ الرحمہ کے ہاتھوں میں پہنچاتوآپ نے اس پنڈت کودنداں شکن جواب دیتے ہوئے صدرالافاضل کے ہاتھوں ان پنڈتوں کی جودرگت ہوئی اس کی صحیح منظرکشی فرمائی اور اس پنڈت کے چیلنج مناظرہ کی منظوری پر خوشی کااظہار فرمایا۔مزید آپ نے مناظرہ کی تاریخ ۲۰ستمبر ر ۱۹۲۳ءبھی مقرر فرمادی۔

ملاحظہ ہودرج ذیل مراسلہ جواخبار دبدبہ سکندری میں شائع ہوا:

"پنڈت شردھانند مناظرہ کے لیے حاضر ہوں:۔

(از محترم جناب عبیدالرضا مولانا محمد حشمت علی خاں صاحب قادری رضوی لکھنوی
از دفتر مرکز وفود اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ بمقام آگرہ)

آج ۷/ محرم ۱۳۴۲ ہجری کو ہمیں منتری ستیہ پال آریہ سماج بریلی کا اشتہار ملا جو انہوں نے تہذیب کا خون کر کے لکھا ہے اور ہر شخص جیسی تعلیم پاتا ہے ویسا ہی کلام اس کی زبان سے نکلتا ہے۔ ہمیں ان کی تعلیوں کی طرف التفات نہیں وہ اس سے زیادہ تعلیاں کریں، مگر ان کی ایسی غلط بیانی پر ضرور افسوس ہے، جس کی انہوں نے جرأت کی۔ ماسٹر بلدیو پرشاد اور پنڈت رامچندر صاحب دہلوی، حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب قبلہ مد ظلھم العالی کے مقابل جس طرح لاجواب ہوئے اور مجمع عام میں اپنے عجز کے اقرار کیے وہ منظر ہزار ہا آدمیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ تمام بریلی کے وہ لوگ جو اس جلسے میں شریک تھے جانتے ہیں کہ ماسٹر بلدیو پرشاد کے تمام رفقا ان کی نازک حالت دیکھ کر ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے تھے اور ان بیچارے کی یہ حالت تھی ہمت ہارے ہوئے کئی کئی منٹ کے بعد اٹھتے تھے، جس پر مضحکہ ہو رہا تھا۔ اور پنڈت رامچندر صاحب تو ایسے عاجز ہوئے کہ انہوں نے ہزار ہا آدمیوں کے مجمع میں صاف اقرار کیا، کہ وید سرچشمہ علوم نہیں ہے اور وید کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت نہیں پیش کر سکتا۔

کیا یہی حضرت صدر الافاضل کی زک ہے؟ کیا اسی کو حضرت استاذ العلماء کی شکست فاش کہتے ہیں؟ اگر زک اور شکست فاش کے یہی معنی ہیں تو ایسی زک اور شکست فاش آپ ہمیں ہزار بار دیجیے۔ آپ پنڈت شردھانند سے مجمع عام میں اقرار کرا لیجیے کہ وید کتاب الٰہی نہیں اور کہہ دیجیے کہ ہم نے مسلمانوں کو زک اور شکست فاش دے دی ہم اس سے بہت خوش ہوں گے۔ یہ واقعے تو آریہ سماج کے لیے ایسے شرمناک تھے کہ آریہ ان کا ذکر بھی اپنی زبانوں پر نہ لاتے مگر اپنی اپنی حیا۔

میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا وید کی ایسی ہی سچائی ثابت کی جائیں گی جیسی ان واقعات میں ظاہر کی گئی ہے۔ خیر یہ تو آپ جانیں جھوٹ سچ بولیں، آپ کو اختیار ہے، آپ کا مذہب جیسی تعلیم دے وہ کیجیے۔ لیکن ہم اس پر اظہار مسرت کرتے ہیں کہ آپ نے چیلنج مناظرہ کی منظوری کا اعلان دیا۔ اس لیے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ چوں کہ آپ نے بریلی سے اعلان شائع کرایا ہے، اس لیے ۲۰/ ستمبر ۱۹۲۳ء کو پنڈت شردھانند صاحب بریلی میں مناظرہ کے لیے تشریف لائیں اور ہمارے چیلنج کے مطابق حقانیت وید کے ثبوت پیش کریں، تعلیوں کی ضرورت نہیں، میدان مناظرہ میں باطل کا راز فاش ہو جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس تاریخ میں حضرت سیدی صدر الافاضل استاذ العلماء جناب مولانا نعیم الدین صاحب قبلہ مد ظلہم العالی بھی بریلی میں تشریف فرما ہوں گے۔ آپ کو

چاہیے کہ پنڈت شردھانند کی تشریف آوری کی اطلاع ایک ہفتہ قبل بذریعہ رجسٹری آپ دیں۔"

[مرجع سابق:۱۰؍ستمبر۱۹۲۳ء،ص۸]

بجائے اس کے کہ آریہ سماجی میدان مناظرہ میں پہنچتے ایک اور اشتہار حضور صدرالافاضل علیہ الرحمہ کے خلاف شائع کر دیا، جس میں کھل کر حضور صدرالافاضل کے خلاف دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا گیا۔ حضور شیربیشہ اہل سنت نے اس اشتہار کا تفصیلی جواب تحریر فرمایا، جو دبدبہ سکندری میں شائع کیا گیا ہم اس کا وہ حصہ جس کا تعلق صدرالافاضل کی ذات گرامی سے ہے نقل کرتے ہیں ملاحظہ کریں:

"آج ہمیں ستیہ پال منتری آریہ سماج بریلی کا دوسرا اشتہار ملا جس میں انہوں نے بدستور سابق دریدہ دہنی سے کام لیا ہے ہم .....ان سب باتوں سے قطع نظر کر کے اصل ذکر پر پنڈت جی کو توجہ دلاتے ہیں حضرت سیدی صدرالافاضل استاد العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مدظلہم العالی نے پنڈت شردھانند کو مناظرہ کا چیلنج دیا وہ بذریعہ رجسٹری پنڈت شردھانند کو گیا اس میں مضمون و شرائط مناظرہ مفصل بتا دیے گئے۔ رسید پنڈت شردھانند کی ہمارے پاس پہنچ گئی۔ آپ کون تھے آپ کو قابل خطاب ہی کس نے گنا ہے آپ کو کیا حق تھا کہ اس کے جواب میں گالیوں بھرا اشتہار شائع کراتے؟ ہمارے چیلنج مناظرہ پر جو پنڈت شردھانند کے نام تھا آپ نے کیوں منظوری کا اعلان دیا؟ اور جب آپ دے چکے تو ازآں جا کہ آپ قابل خطاب نہیں اگرچہ آپ کے سماج بھر میں کوئی بھی حضرت استاد العلماء مدظلہ العالی کے مقابل آنے کے قابل نہیں، مگر چوں کہ پنڈت شردھانند نے علم اشدھی اس وقت ہاتھ میں لیا ہے اور تمام سماجیں ان کے پیچھے ہو لیے ہیں اس لیے ہم نے دوسرا اشتہار آپ کی منظوری پر پھر انہیں کے نام شائع کیا اور اس میں مقام مناظرہ بریلی بھی مقرر کر دیا اور پنڈت شردھانند تک بذریعہ رجسٹری پہنچا دیا۔ اس دوسری مرتبہ بھی رسید ان کی ہمارے پاس آچکی۔ ہماری طرف سے ۲۰؍ستمبر مناظرہ کے لیے مقرر ہے۔ حضرت استاد العلماء مدظلہ العالی اس تاریخ کو بریلی تشریف فرما ہوں گے.....اگر تاریخ مذکور پر پنڈت شردھانند مناظرہ کے لیے حاضر نہ ہوئے تو ویدک دھرم کی شکست فاش اور آریہ سماج کا فاحش فرار ہوگا"[مرجع سابق:۱۷؍ستمبر۱۹۲۳ء،ص۸،۹]

سراج گنج بنگال میں صدرالافاضل اور شردھانند:۔

اس مقررہ تاریخ پر بھی پنڈت شردھانند یا اس کا کوئی حواری میدان مناظرہ میں نہیں پہنچا مگر صدرالافاضل نے بھی جیسے قسم کھالی ہو کہ جب تک شردھانند ہاتھ نہیں آئے گا چین کی سانس نہیں لوں گا۔ آپ جا بجا اس کا پیچھا کرتے رہے۔ آپ کو پتہ چلتا کہ وہ آج فلاں گاؤں میں گیا ہے آپ وہیں پہنچ جاتے مگر اس سے پہلے کہ آپ اس کو پکڑ پاتے وہ فرار ہو جاتا۔ اور اس طرح لوگوں پر یہ بات آشکار ہوتی چلی گئی کہ شردھانند مناظرہ کرنے کے

لائق نہیں ہے۔ آریوں کو یہ بات بڑی ندامت آمیز محسوس ہوئی، اسی پس منظر میں انہوں نے صدرالافاضل کو سراج گنج بنگال میں آکر شردھانند سے مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ صدرالافاضل تو پہلے ہی سے موقع کی تلاش میں تھے فوراً سراج گنج بنگال روانہ ہوگئے۔ جب آپ مناظرہ گاہ میں پہنچے تو شردھانند آپ کو دیکھتے ہی فرار ہوگیا۔

جماعت اشاعۃ الحق مرادآباد سے شائع شدہ ایک اشتہار میں اس کا خلاصہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"حامی دین ملت ناصر شریعت حضرت مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب..... لالہ شردھانند کے مقابلے کے لیے سراج گنج بنگال بلائے گئے تھے وہاں تشریف لے گئے اور الحمدللہ ہیبت حق کا یہ اثر ہوا کہ شردھانند صاحب اپنا جلسہ بھی چھوڑ کر روانہ ہوگئے وہاں کی پبلک نے حق کی صولت اپنی آنکھوں سے دیکھی"

[اشتہار، بعنوان "مسلمانوں کی حالت اور اظہار افسوس"]

صدرالافاضل کی تبلیغی کارکردگی اور علمائے کرام کے تاثرات:۔

آخر میں صدرالافاضل کی شدھی تحریک میں اعلی کارکردگی سے متعلق چند مقتدر شخصیات کے تاثرات نقل کیے جاتے ہیں۔

مولانا قناعت علی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

"حضرت مولانا مولوی حکیم حافظ سید شاہ محمد نعیم الدین صاحب کا کس زبان سے شکریہ ادا کیا جائے کہ انہوں نے اپنی تمام ضروریات سے منھ موڑ کر دینی خدمت کے لیے وفد جماعت رضائے مصطفیٰ میں روزاول ہی سے اپنے آپ کو وقف کردیا" [دبدبہ سکندری: ۱۶/ اپریل ۱۹۲۳ء ص ۴، ۵]

مفتیٔ بہرائچ قاضی احسان الحق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"استاذ العلماء مولانا حکیم محمد نعیم الدین..... جیسے ناز پرور ہستیاں آج خدمت دین متین کے لیے گاؤں گاؤں پھرتے ہیں پیروں میں چھالے پڑتے ہیں، فاقے کرتے ہیں مگر سماجی شرارتوں کے خاتمے پر تلے ہیں"

[مرجع سابق: ۱۶/ جولائی ۱۹۲۳ء ص ۸]

اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ نے اس طرح آپ کی خدمات جلیلہ کا اظہار کیا:

"مفتی شاہ محمد مصطفی رضا خاں صاحب صدر شعبہ تبلیغ و حضرت فاضل اجل عالم بے بدل امام المناظرین استاذ العلماء جناب مولانا مولوی حافظ حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتھم کی جانفشانیاں اور محنتیں اور ان حضرات کے فیوض و برکات اور سرگرم مساعی کا تذکرہ جماعت کے پاس زبان نہیں ہے کہ ادا کر سکے۔ انہیں کی ہمت و برکت تھی کہ جماعت کو ہر معرکہ اور ہر موقع میں امید سے زیادہ کامیابیاں نصیب ہوئیں۔ ہم نہ ان کے اس احسان کو فراموش کرسکتے ہیں اور نہ ان کے شکریہ سے عہدہ برآ ہوسکتے ہیں۔ جو تکلیفیں انہوں نے اٹھائی

ہیں اور جو محنتیں برداشت کی ہیں ان کے نقوش ہمارے سینوں سے کبھی محو نہیں ہو سکتے ہیں“

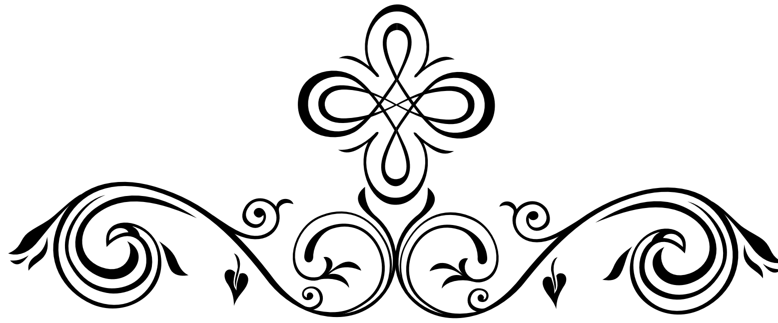
[مرجع سابق: یکم مارچ ۱۹۲۶ء]

الحاصل:۔ حضور صدرالافاضل نے تحریک شدھی کے سدباب میں جس اعلیٰ کارکردگی اور قائدانہ و مجاہدانہ کردار کا مظاہر فرمایا ہے یقیناً یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ یہ اوراق اس کے متحمل نہیں ہیں کہ یہاں آپ کے شدھی تحریک میں نمایاں کارناموں کا تفصیلی ذکر کیا جا سکے اس کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

اللہ پاک ہمیں صدرالافاضل کے ان تبلیغی کارناموں سے دروس عبرت اخذ کرنے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے اور ان کے طفیل ہمیں بھی دینی و تبلیغی جذبہ عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

[ماہنامہ افق کراچی، نومبر ۲۰۱۲ء ص ۴ تا ۷،
سہ ماہی سواد اعظم دہلی: اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۲ء ص ۳۲ تا ۳۷]



صدرالافاضل اور شردھانند (شدھی تحریک کے آئینہ میں)

اسلام اور اہل اسلام پر ہمیشہ سے باطل کی کینہ توز نگاہیں مرکوز رہی ہیں، کوئی ملک اور کوئی شہر شاید و باید ہی ہوگا جہاں کی تاریخ میں مسلمانوں کے خون کا تذکرہ نہ ہو اور باطل کے ہاتھوں ان پر کیے گئے مظالم کا ذکر نہ ہو۔ خصوصاً ہندوستان تو اپنے معرض وجود میں آنے کے بعد سے اب تک مسلمانوں کے خون سے نا جانے کتنی تاریخیں لکھ چکا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ شاید ہی کوئی دہائی ہو جس میں ہندوستان نے مسلمانوں پر کیے گئے مظالم کی دل دوز تاریخ اپنے سینے میں محفوظ نہ کی ہو۔ انہیں تواریخ میں ایک تاریخ ''شدھی'' اور فتنہ ارتداد کے نام سے جانی جاتی ہے۔ اگلے اوراق میں ہم اس تحریک کا سرسری جائزہ لیں گے اور اپنے عنوان کے مطابق اس تحریک میں حق و باطل کے دو قائدوں یعنی مسلمانوں کے قائد و سردار و سپہ سالار حضور صدرالافاضل علیہ الرحمہ اور آریہ سماجیوں کے سردار و قائد پنڈت شردھانند کی فتح و شکست کے صحیح خد و خال تاریخی حوالوں سے ہدیہ قارئین کریں گے۔ لیکن سردست ہم حضور صدرالافاضل اور پنڈت شردھانند کا قدرے تعارف پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین تعارف سے ہی دونوں کی حیثیت کا اندازہ لگا سکیں۔

تعارف صدرالافاضل:

۲۱ر صفر المظفر ۱۳۰۰ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء دوشنبہ کے دن آپ نے اس خاکدان گیتی کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا۔ عرفی نام سید محمد نعیم الدین اور تاریخی نام غلام مصطفیٰ تجویز کیا گیا۔ صدرالافاضل کے لقب سے شہرت ہوئی۔ آپ کا تعلق خاندان سادات سے ہے، آپ حسینی سید ہیں۔ آپ کے اجداد ایران کے مشہور شہر مشہد کے رہنے والے تھے، حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے عہد حکومت میں ہندوستان تشریف لے آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ چار سال کی عمر شریف میں رسم بسم اللہ ادا کی گئی اور آٹھ سال کی عمر شریف میں حفظ قرآن کی تکمیل ہوئی۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں والد محترم سے پڑھیں۔ اور ملاحسن تک مولانا ابوالفضل فضل احمد علیہ الرحمہ سے اکتساب علم کیا بعدہ اپنے پیر و مرشد حضور شیخ الکل مولانا گل کی بارگاہ میں رہ کر درس نظامی کی بقیہ تعلیم مکمل کی۔

عمر مبارک کے انیسویں سال میں آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، اقلیدس اور اس کے علاوہ علوم سے فراغت پائی اور ایک سال فتوی نویسی و روایت کشی کی مشق فرمائی، اور بیسویں سال یعنی ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء کو مدرسہ امدادیہ میں حضور شیخ الکل کے مبارک و مقدس ہاتھوں سے آپ کو دستار فضیلت و افتا سے نوازا گیا۔ سلسلہ سند مولانا گل علیہ الرحمہ کے توسط سے علامہ طحطاوی و شرقاوی وغیرہما عرب کے جید علما سے مربوط

ہے۔

شیخ الکل مولانا گل سے آپ کو شرف ارادت حاصل ہے اورآپ ان کے خلیفہ و مجاز بھی ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخاں اور حضور شیخ المشائخ اشرفی میاں علیہما الرحمہ سے بھی آپ کو شرف خلافت حاصل ہے۔

آپ دوبار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، پہلی بار ۱۹۳۶ء میں اور دوسری بار ۱۹۳۹ء میں۔آپ اپنے دور کے بہترین مدرس تھے۔ ہندوپاک وغیرہ ممالک کے مشہور علما جیسے تاج العلما مفتی محمد عمرنعیمی، حکیم الامت احمدیار خاں نعیمی، حضور مجاہد ملت، قاضی احسان الحق نعیمی، حضور حافظ ملت، حضور صدر العلماء، قاضی شمس الدین جونپوری مفتی اعظم کانپور سید ابوالحسنات پاکستان، وغیرہم، آپ کے تلامذہ کی فہرست میں شامل ہیں۔ مفسر ایسے کہ آپ کے دور مبارک میں اردو مفسرین میں کوئی آپ کا ہم پلہ نظر نہیں آتا۔ تفسیر المسمیٰ بہ خزائن العرفان جو اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کنزالایمان کے ساتھ شائع ہوتی ہے دنیاے سنیت میں مقبولیت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہے۔

فقیر کی نظر میں اس سے مختصر وجامع تفسیر اب تک منظر عام پر نہیں آئی ہے۔ گویا آپ نے سمندر کوزے میں سمودیا ہے۔ آپ کا زیادہ تر وقت مناظرہ وغیرہ تبلیغی خدمات میں گزرتا تھا اس کے باوجود بھی آپ نے کثیر تعداد میں فتاویٰ تحریر فرمائے۔ آپ کے فتاویٰ پر آپ کے پیرومرشد حضور شیخ الکل وغیرہ معتبر شخصیات کی تصدیقات پائی جاتی ہیں۔آپ کے کچھ فتاویٰ افکار صدر الافاضل ممبئی کے منتظمین کی کوششوں سے فتاویٰ صدر الافاضل کے نام سے منظر عام پر آچکے ہیں۔

فن مناظرہ میں آپ کو بے مثال مہارت حاصل تھی۔آپ نے بڑے بڑے مناظرے فتح فرمائے۔ دیوبندی، غیر مقلد علما اور بڑے بڑے مشہور پنڈتوں سے آپ نے مناظرے فرمائے۔ اور ہمیشہ اللہ نے آپ کو فتح عطا فرمائی۔

اعلیٰ حضرت آپ کو مناظروں کے لیے خصوصی طور پر بلاتے تھے۔ خطیب ایسے کہ ہر چہار جانب آپ کی خطابت کی دھوم مچی ہوئی تھی، عوام وخواص سب کے لیے آپ کی تقریر موثر ہوا کرتی تھی، تحریک شدھی کے دوران آگرہ کی جامع مسجد میں آپ کی ایک تقریر سے متعلق حضور مفتی اعظم ہند فرماتے ہیں:

”ہمارے وفد کے بہترین رکن حضرت مولانا المحترم مولوی محمد نعیم الدین صاحب زیدت برکاتہ نے اسلام کی شان وشوکت اور موجودہ حالت زار پر دل گداز تقریر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجمع ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اور مسلمانوں کے دل اسلامی جوش سے لہریں مار رہے تھے۔“

[دبدبہ سکندری: ۱۹/ فروری ۱۹۲۳ء]

آپ کے دور مبارک میں اسلام کے خلاف جتنی تحریکوں نے جنم لیاقریب قریب آپ نے سبھی کے سدباب کے لیے کوششیں کیں۔ تحریک شدھی، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات تحریک گورکل کے سدباب کے لیے آپ نے جو قربانیاں پیش کیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ بے شمار کافروں کو داخل اسلام کیا اور لاکھوں کے ایمان کو محفوظ کیا۔

آپ نے ۱۹۲۵ء میں حق کی حمایت اور باطل کی ریشہ دوانیوں کے سدباب کے لیے ایک تنظیم الجمیعۃ العالیۃ المرکزیۃ المعروف بہ آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیادرکھی، جس میں ہندوپاک کے مشاہیر علمانے شمولیت اختیار فرمائی۔ اور میدان عمل میں اتر کر باطل کا مقابلہ کیا اور فتح حاصل کی۔

آپ ایک قادرالکلام باکمال شاعر بھی تھے۔ عربی فارسی اردو تینوں زبانوں میں آپ نے شاعری کی ہے۔ آپ کی شاعری میں کمال کی چاشنی اور جدت وجاذبیت پائی جاتی ہے۔ آپ کی شاعری پر مشتمل کتاب بنام ”ریاض نعیم“منظرعام پر آچکی ہے۔ آپ نے بے شمار مقالات ومضامین تحریر فرمائے اور گراں قدرعلمی کتابیں یادگار چھوڑیں۔ ماہ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۹ء میں مطبع نعیمی مرادآباد سے ”ماہنامہ السواد الاعظم“ جاری فرمایا۔ مذہبی صحافت میں یہ رسالہ شہرت وپذیرائی کی جن بلندیوں سے ہم کنار ہوا اور جس شان امتیازی اور نمایاں حیثیت کا متحمل رہا ہے یہ ارباب علم پر پوشیدہ نہیں ہے۔

۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں مرادآباد کی سرزمین پر ایک عظیم الشان ادارہ دبستان علم وحکمت مدرسہ انجمن اہل سنت المعروف بہ جامعہ نعیمیہ کی بنیادرکھی یہ ادارہ ہندوپاک کے مشہور مدارس میں امتیازی شان کا متحمل ہے۔

۱۸/ ذوالحجۃ المکرمۃ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۳/ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو رات ساڑھے بارہ بجے آپ سوے دارالبقا روانہ ہوگئے۔ ملک کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ نعیمیہ میں مسجد کی بائیں جانب آپ کا مزار شریف ہے ؎

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

تعارف پنڈت شردھانند:

منشی رام عرف سوامی شردھانند کی پیدائش ۲۲/ فروری ۱۸۵۶ء تلوان ضلع جالندھر پنجاب میں ہوئی۔ والد نانک چند ایک پولیس ادھیکاری تھے۔ مختلف مقامات پر تبادلہ ہوتا رہتا تھا، اسی وجہ سے شردھانند کوئی خاص تعلیم حاصل نہ کرسکا۔ ایک بار بریلی شہر میں آریہ سماج کے بانی مبانی سوامی دیانند سرسوتی مذہبی جلسہ میں شریک ہوئے۔ نانک چند بھی اپنے بیٹے شردھانند کے ساتھ وہاں پہنچ گئے، شردھانند نے جب دیانند سرسوتی کی تقریر سنی تو وہ ان کا گرویدہ ہوگیا اور ان کے مذہب کو قبول کرکے ان کے مخصوص تلامذہ میں شامل ہوگیا۔ شردھانند

کچھ دنوں تھانیدار کی حیثیت سے پنجاب پولیس میں رہا پھر کچھ دنوں وکالت کی اور ۱۹۱۷ء میں دنیا چھوڑ چھاڑ کے گورو کل ہریدوار میں مذہبی لبادہ اوڑھ کر منشی رام سے سوامی شردھانند بن گیا۔ اور وہیں سے اپنے استاد و مرشد دیانند سرسوتی کے افکار و نظریات اور ان کے قائم کردہ مذہب آریہ کی اشاعت میں سرگرم عمل ہو گیا۔ بعد میں اس نے اپنا ہیڈ کوارٹر دہلی بنالیا، اور جب رولٹ ایکٹ کے خلاف ایجی ٹیشن شروع ہوا تو کچھ مسلمانوں کو اپنا ہمنوا بنا کر دہلی کی جامع مسجد میں ایک مجمع کو خطاب کیا جو بعد میں مسلمانوں کے خلاف بہت ہی نقصان دہ ثابت ہوا، وہ اس طرح کہ آریہ سماجی شدھی تحریک میں گاؤں گاؤں گھومتے اور مسلمانوں کو فوٹو دکھا کر کہتے کہ دیکھو دہلی کی جامع مسجد میں موجود سبھی علما اور مسلم عوام الناس کو سوامی شردھانند نے شدھ کر لیا ہے اب تم بھی شدھ ہو جاؤ! جس کی وجہ سے بہت سے سیدھے سادھے مسلمان آتش ارتداد کی زد میں آ گئے۔ شردھانند کو تحریک عدم تعاون کے سلسلہ میں جیل بھی جانا پڑا لیکن وہاں سے آنے کے بعد وہ چین سے نہ بیٹھا بلکہ مسلمانوں کے خلاف آگرہ میں ''بھارتی شدھی سبھا'' کی بنیاد ڈالی جس کا مقصد صرف اور صرف مسلمانوں کی دولت ایمانی پر شب خون مارنا تھا۔

غازی دھرم پال نے اپنی کتاب بت شکن میں لکھا ہے:

''آج اسی امرتسر میں ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں.... اس شرم ناک حالت کی ذمہ داری کس کے سر پر ہے کیا مسلمانوں کے سر پر ہے ہرگز نہیں بلکہ اس کی تمام ذمہ داری سوامی شردھانند کے سر پر ہے جس نے ہندو و مسلم اتحاد کے بنے بنائے کھیل کو ارتداد کا فتنہ (شدھی تحریک) برپا کر کے خاک میں ملا دیا ہے۔ سوامی شردھانند سے بخوبی واقف ہوں اس لیے کہ مجھے اس کے ساتھ آٹھ دس سال تک رہنے اور اس کے ساتھ آریہ سماج میں مل کر کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس شخص کی فطرت میں یہ بات مرکوز ہے وہ آئے دن کوئی نہ کوئی نیا شاخسانہ کھڑا کر دیا کرتا ہے۔ اور جب اس شخص کو پتہ لگتا ہے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اس کی پوزیشن پبلک میں کچھ گرنے لگی ہے تو وہ الگ کھڑا ہو کر ایک پتنگ اڑا دیتا ہے اور لوگوں کو کہتا ہے کہ میری طرف دیکھو میں اس پتنگ کے ذریعہ تمہیں سورگ میں لے جاؤں گا، مگر اس کی آریہ سماج میں بسر کردہ زندگی اس بات کی شاہد ہے کہ جس پتنگ کی طرف وہ لوگوں کو متوجہ کیا کرتا ہے کچھ دن بعد اس کی ڈور کٹ جایا کرتی ہے۔ اور یہ شخص بیماری کا بہانا بنا کر الگ کونے میں بیٹھ جایا کرتا ہے اور پھر کوئی نیا بھیس بدل کر باہر آ جایا کرتا ہے۔ چوں کہ یہ شخص ہرنیا، بانڈوسیل و بواسیر وغیرہ نصف درجن بیماریوں میں مبتلا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ ایسا شخص جیل خانہ کی مصیبت کو کبھی برداشت نہیں کر سکتا تھا.....اس کو چند ماہ کے لیے جیل میں جانا پڑا تو شمع آزادی کا پروانہ ہونے کے بجائے ایک کالی مکھی ثابت ہوا اور ارتداد کے ڈھیر پر ڈھیر ہو گیا.....کیا ارتداد کے میدان میں اس کو کامیابی ہو جائے گی یا وہ ۷ کروڑ مسلمانوں کو ہندو بنانے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ واقعات

جواب دیں گے کہ اس کی تمام بھنبھناہٹ مچھر کی اس بھنبھناہٹ سے زیادہ ثابت نہیں ہوگی جو کہ کسی دریا کے کنارے جنگل میں سوئے ہوئے شیر کے کان میں جاکر بھن بھن کرتا ہے" [بت شکن: ص۸]

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر ممکن ناپاک کوشش کی ۔ خود اور اپنے معتقدین کے ذریعہ اسلام دشمنی پر مبنی کئی زبانوں میں اخبارات و رسائل جاری کیے نیز اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف توہین آمیز کتابیں شائع کیں ۔ شرانگیزی ،فتنہ وفساد اور لڑائی جھگڑے میں اپنی مثال خود تھا۔ گاندھی جی نے اپنے اخبار ینگ انڈیا میں شردھانند کی اس خوبی کا ذکر اس طرح کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"آریہ سماجی تنگ نظری اور لڑاکی عادت کی وجہ سے وہ یا تو دیگر مذاہب کے لوگوں سے لڑتے رہتے ہیں اور اگر ایسا نہ کرسکیں تو ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں شردھانند جی کو بھی اس سپرٹ کا حصہ وافر ملا ہے" [ینگ انڈیا ۲۴؍ مئی ۱۹۲۴ء، بحوالہ، اخبار الفقیہ امرتسر: ۷؍ فروری ۱۹۲۷ء]

بالجملہ شردھانند اپنی مکمل طاقت کے ساتھ اسلام پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دریدہ دہنی و زہر افشانی پر اتر آیا اور اخیر وقت تک وہ اپنے اس مشن پر قائم رہا۔ لیکن بھلا ہو علما کا جنھوں نے اس کی ساری طاقت وقوت اور سارے کس بل ڈھیلے کردیے ۔ اور اسے اس کے ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہونے دیا، بلکہ ہر موڑ پر ذلت و خواری اور رسوائی اس کا مقدر بن گئی اور آخر کار ۲۳؍ دسمبر ۱۹۲۶ء کو قاضی عبدالرشید کے ہاتھوں جہنم رسید کردیا گیا۔

اور اب قارئین! شدھی تحریک کا مختصر جائزہ اور شدھی تحریک کے انسداد میں اسلامی مجاہد کی مجاہدانہ شان اور شدھی کے بانی مبانی پنڈت شردھانند کی قیادت وسیادت کی دھجیاں اڑانے اور اس کے ناپاک ارادوں کو نیست ونابود کرنے نیز اس کو میدان جنگ چھوڑنے پر مجبور کرنے، اس کے سارے کس بل ڈھیلے کرنے اور اپنی شان قیادت و دبدبہ سیادت سے مرعوب و مغلوب کرنے والے، قائد حضور صدرالافاضل کی قائدانہ شان اور ان کے مقابل شردھانند کی فریفرفرار اگی گردان ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ لگائیں کہ کس طرح شردھانند کو صدرالافاضل نے ذلیل وخوار کرکے اس کے مشن کو تہس نہس کیا اور اپنے قائد اور مجاہد ہونے کا مکمل حق ادا کیا ہے۔

تحریک شدھی ایک نظر:۔

یہ تحریک باضابطہ ۱۹۲۳ء میں آریہ سماج کے بانی دیانند سرسوتی کے جانشین وخلیفہ پنڈت سوامی شردھانند کی ناپاک فکر کے نتیجے میں وجود میں آئی، جس میں آریہ سماجیوں کے ساتھ ہنود کے سبھی فرقوں نے ہندوستانی لاکھوں مسلمانوں کے خلاف کھل کر مخالفت کا مظاہرہ کیا اور ان پر ہر ظلم روا رکھا۔ حد تو یہ کہ ان کی دولت ایمانی پر شب خون مارنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ یہ تو احسان ہے علمائے کرام اہل سنت کا جنھوں نے بروقت مسلمانوں

کے ایمان کی حفاظت کے لیے کفروباطل کے خلاف مورچہ سنبھال لیا۔اور باطل کے ناپاک عزائم کو ہباء منثور کردیااورانہیں ان کے ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دیا۔

شدھی کیاہے:۔

غازی محمود دھرم پال نے باغ موچی دروازہ لاہور میں اپنی ایک تقریر میں شدھی کا خلاصہ ان الفاظ میں کیا:

''کیانہیں جانتے کہ یہ فتنہ ارتداد کا طوفان ہے، یہ شدھی کی آندھی ہے، یہ ہندو سنگھٹن کا بگولا ہے، یہ ہندوؤں کی طرف سے اس بات کا اعلان ہے کہ ہندوستان کے کروڑ مسلمانوں کو توحید ورسالت سے منکر کر کے بت پرست بنالیاجائے یہ کفروشرک کا اسلام کے نام چیلنج ہے کہ ہندوستان سے اسلام کو مٹادیاجائے گا۔یہ ایک گھاس کے تنکے کھانے والے اور جگالی کرنے والے معبود کے پجاریوں کی طرف سے حی وقیوم خداوندلاشریک کے پرستاروں کے نام الٹی میٹم ہے کہ اگر وہ ان کے بھوسہ چرنے والے مقدس حیوان کی پرستش میں شامل نہیں ہوں گے توان کانام ونشان ہندوستان سے مٹاڈالاجائے گا۔''[بت شکن:ص ۳مصنفہ غازی محمود دھرم پال]

شدھی کاآغاز،مقصداورطریق عمل:۔

غازی دھرم پال نے اپنی کتاب کفرتوڑ میں روزنامہ ہندواخبار لاہور کے حوالہ سے ایک طویل خبر نقل کی ہے اس طویل خبر سے شدھی کی غرض وغایت سے متعلق درج ذیل اقتباس ملاحظہ کریں:

''آریہ سماج میں خودبیداری ہوئی۔ادھرسوامی شردھانندنے آگرہ میں بھارتی شدھی سبھاکی بنیادڈالی کہ جس کامقصدان نیم ہندواورنیم مسلمان لوگوں کوجوہندودھرم میں آنے کے لیے تلملارہے تھے شدھ کیاجائے۔کام شروع ہے اوربڑی خوشی کی بات ہے کہ ہندوؤں کے سب فرقے بڑے جوش کے ساتھ اس کام میں مشغول ہیں یہ بہت ہی نیک آثارہیں،مگرمیں شدھی سبھاکے کارکنوں سے اپیل کروں گاکہ وہ اس بات کوہمیشہ مدنظر رکھیں کہ ملکانہ راجپوتوں،گوجروں اورجاٹوں میں اول توپرچارکی ضرورت ہی نہیں وہ خودہندودھرم سے واقف ہیں اگربالفرض پرچارکی ضرورت پڑے توآریہ سماج کواپنے اصول بالائے طاق رکھ کرصرف سناتن دھرم کاہی پرچارکرناچاہیے کیوں کہ اب ہمارافرض ان کوہندوبناناہے نہ کہ آریہ سماجی۔''

[روزنامہ ہندواخبار لاہور:۹،۱۱:اپریل ۱۹۲۳ء بحوالہ کفرتوڑ]

شدھی کابنیادی مقصد:۔

مزیدلکھتے ہیں:

''سوامی شردھانندجی مہاراج نے شدھی کی سکیم کھڑی کی اورہندوؤں سے مخاطب ہوکربولے کہ دیکھوملکانوں کے سرپرچوٹی رکھ دوگلے میں جینوڈال دو!جب مسلمان لوگ چوٹی کے بال ہلتے دیکھیں گے،تووہ فوراًہندوستان

چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اور جینو کو تو وہ جال جنجال دیکھ کر ایسا بھاگیں گے کہ کابل قندھار میں ہی جاکر دم لیں گے"[بت شکن:ص۸۶]

شدھی سے ہندو بھی بے چین:۔

بدایوں کے مشہور اخبار ذوالقرنین میں شدھی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بے چینی و بے قراری اور تحریک شدھی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے نقصانات و مفسدات سے متعلق سری پت راج گوپال اچاریہ کا حق پسندی پر مبنی درج ذیل بیان ملاحظہ ہو:

"سری پت راج گوپال اچاریہ نے سرگورہا کانفرنس میں کیا ہی سچی بات کہی ہے کہ پنجاب کے طول و عرض میں، میں نے دیکھا ہے کہ مسئلہ ارتداد (شدھی تحریک) سے لوگ بے چین ہو رہے ہیں۔ مذہب کی آزادی ایک عمدہ بات ہے اور یہ ہر اس آدمی کا جو نزدیک کی راہ سے خدا کو جانتا ہو فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کو بھی اپنی راہ بتلائے، لیکن یہ فرض صرف سچائی اور دل کی عمدگی پر موقوف ہے۔ ہزاروں آدمی ایمان دار ہیں اور انہیں دوسروں کو اپنے مذہب میں لانے کا حق حاصل ہے، لیکن میں نہایت زور سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مذہب کو کبھی سیاست سے ملانا نہیں چاہیے۔ مذہبی تبلیغ کا حق لوگوں کو حاصل ہے، مگر وہ اس سے اپنے سیاسی اغراض کو پورا نہیں کر سکتے۔ اگر مجھے یہ یقین ہو کہ میں اپنے بھائی بہن کو دوسرے مذہب میں لاکر اللہ کے نزدیک کر دوں گا تو چاہے دنیا جو کچھ کہے میں ایسا ضرور کروں گا۔ صرف سوراج ہی نہیں بلکہ دنیا کی تمام زریں سلطنتیں مجھے ایسا کرنے سے روک نہیں سکتیں، لیکن اگر تبلیغ و اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ سیاسی طور پر ایک مذہب والوں کی تعداد دوسرے سے زیادہ کر دی جائے تو انہیں ایسی راہ اختیار کرنے سے قبل ذرا سوچ لینا چاہیے کیوں کہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس سے دونوں قوموں کا فائدہ ہو گا یا دونوں قوموں کا نقصان اور حصول سوراج میں دیر ہو جائے گی"

[اخبار ذوالقرنین بدایوں:۲۸/اپریل ۱۹۲۳ء، ص۳]

شدھی ایک سیاسی تحریک:۔

مدیر اخبار اس اقتباس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سوامی شردھانند جو محض سیاسی اغراض سے ملکانہ راجپوتوں کو ہندو بنا رہے ہیں اس تقریر کو ذرا غور سے پڑھیں اور بتائیں کہ کیا وہ صدہا خدا کے بندوں کو بت پرستی کی طرف دھکیل کر فی الواقع انہیں اس راستہ پر لگا رہے ہیں جسے وہ خود سچا مذہب سمجھتے ہیں ہرگز نہیں! اگر تبلیغ محض ان کی غرض ہوتی تو وہ ان کو کم سے کم دیانندی توحید پرستی کی طرف لے جانے کی کوشش کرتے، لیکن غالباً یہ خیال کر کے کہ جاہل لوگ ایک دم اس راستے پر مشکل سے پڑیں گے انہوں نے یہی غنیمت سمجھا کہ پہلے انہیں ان کی مرغوب الطبع دوا دے کر بت پرست ہندو بنانے

کی کوشش کرو کیوں کہ جہاں توحید آریہ ہندو ہوں یا پرانی قسم کے بت پرست ہندو ہوں سیاسی غرض کے لیے اعداد و شمار بڑھانے میں دونوں یکساں کام دیں گے" [مرجع سابق]

شدھی نے لوگوں کو بے روزگار کیا:۔

امرتسر کے مشہور اردو اخبار الفقیہ میں پنڈت بھوانی پرشاد کا ایک مضمون بعنوان "آریہ سماج نے ہندو دھرم کا بیڑا غرق کر دیا" شائع ہوا، جس میں انہوں نے آریہ سماج اور اس کے پرچارک شردھانند کی کھل کے مذمت کی اور تحریک شدھی کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کو بیان کیا، ہم ان کے مضمون کا وہ حصہ جس کا تعلق شدھی اور شردھانند سے ہے نقل کر رہے ہیں وہ لکھتے ہیں:

"جس وقت سے شدھی و سنگھٹن اور تبلیغ واشاعت کا دور شروع ہوا ہے ہندو مسلمانوں کے جھگڑے ترقی کر رہے ہیں، بہت سے لوگ بھوکے مر رہے ہیں، بے روزگاری روز بروز بڑھتی جاتی ہے، مگر ایسے چالاک لوگوں کی چاندی بنتی ہے، جیسا جاسوسی کا کام ہمارے بزرگ حسن نظامی صاحب نے کیا ایسا ہی ہمارے پوجیہ شردھانند جی نے کچھ کم نہیں کیا، بلکہ آپ ان سے بھی سبقت لے گئے اور وہ بڑھ گئے جس زمانے میں کانگریس کا کام ہو رہا تھا ان دونوں صاحبوں نے اس تمام کام بنے بنائے کا ستیاناس کر دیا اور کچھ کا کچھ بنا دیا۔"

[اخبار الفقیہ:۲۱/ مارچ ۱۹۲۷ء]

شدھی تحریک کیوں اٹھی؟

فقیہ اعظم ہند حضرت مفتی عبد الرشید صاحب نعیمی فتحپوری حضور صدر الافاضل کے جاری کردہ رسالہ سواد اعظم میں اپنے ایک مضمون میں شدھی تحریک کے معرض وجود میں آنے کا بنیادی مقصد نیز اس کے سدباب کی تدابیر بتاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ہندوؤں میں شدھی تحریک کیوں اٹھی؟ آج سے بیس سال قبل کسی ہندو میں جرأت تھی کہ وہ کسی مسلمان کو مرتد ہونے کی تحریک کرتا، یا اپنے دین کی دعوت دیتا۔ آج کیا باعث ہے کہ ہندو بڑے بلند حوصلہ سے شدھی کی تحریک میں مشغول ہیں اور وہ کھلے بندوں اسلام پر رکیک اور ناقص حملے کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اعلان کے ساتھ اپنے دین کی طرف بلاتے ہیں۔ اس کا باعث یہی ہے کہ مسلمانوں میں مذہب کی طرف سے بدذوقی اور بے علمی عام ہو گئی ہے۔ انہیں یقین ہے کہ جاہلوں کو ورغلانا اور بہکالینا کچھ مشکل نہیں ہے۔ اس کا جواب اور اس کا سدباب یہی ہے کہ مسلمان اپنی توجہ علم دین کی طرف مبذول کر دیں اور قصبات و قریات تک کے اہل اسلام کو علم سے باخبر بنا دیں۔ ایسا ہو تو مخالفین بدشگال کے نشہ میں بے ہوش ہو جائیں اور بجائے شدھی کے شدھی کے علم بردار اسلام کے حصن حصین میں پناہ گزیں ہونے کی تمنا کریں۔ مسلمان اگر بیدار ہوں اور اپنی بقا

وحیات کی صحیح تدابیر اختیار کرنا چاہیں تو ان کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی مدارس کو اسباب ترقی میں سب سے زیادہ اہم اور ضروری سمجھیں اور ان کو اپنی توجہات کا مرکز بنالیں۔"

[ماہنامہ السوادالاعظم: ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ۔ ص ۱۴]

شدھی کے سدباب میں صدرالافاضل کا مجاہدانہ کردار:۔

اس تحریک کے سدباب میں صدرالافاضل نے جو کارنامہائے نمایاں انجام دیے ان کو احاطہ تحریر میں لانا از حد مشکل امر ہے، اس کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ یہاں ہم بس آپ کی اعلیٰ کارکردگی سے متعلق چند علماے اہل سنت کے تاثرات پیش کیے دیتے ہیں تاکہ قارئین شدھی میں صدرالافاضل کے کارناموں کا اندازہ کرسکیں اور پھر اس کے بعد ہم شدھی میں صدرالافاضل اور شردھانند کے مابین حق وباطل کی معرکہ آرائی کا تفصیلی بیان ضبط تحریر میں لائیں گے۔

صدرالافاضل کی کارکردگی پر مولانا قناعت علی بریلوی کا اظہار تشکر:۔

علامہ قناعت علی صاحب بریلی شریف اپنے ایک مراسلہ میں جو دبدبہ سکندری میں شائع ہوا فرماتے ہیں:

"اور حضرت مولانا مولوی حکیم حافظ سید شاہ محمد نعیم الدین صاحب کا کس زبان سے شکریہ ادا کیا جائے کہ انہوں نے اپنی تمام ضرورتیات سے منہ موڑ کر دینی خدمات کے لیے وفد جماعت رضائے مصطفیٰ میں روز اول سے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے" [اخبار دبدبہ سکندری: ۱۶ر اپریل ۱۹۲۳ء ص ۴، ۵]

جماعت رضائے مصطفیٰ اور صدرالافاضل کا ذکر جمیل:۔

اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ نے شدھی تحریک میں صدرالافاضل کی کارگزاریوں وجانفشانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت اور ہدیہ تشکر کچھ اس طرح پیش کیا:

"تبلیغی سرگرمیوں کی تفصیل اور مخلص کارکنوں کی شاقہ محنتوں کا مکمل تذکرہ دفتروں میں بھی نہیں آسکتا..........

صاحب زادہ عالی شان فاضل جلیل المکانۃ والمکان حضرت مولانا مولوی مفتی شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب دامت برکاتھم صدر شعبہ تبلیغ وحضرت فاضل اجل عالم بے بدل امام المناظرین استاد العلماء جناب مولانا مولوی حافظ حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتھم کی جانفشانیاں اور محنتیں اور ان حضرات کے فیوض وبرکات اور سرگرم مساعی کا تذکرہ جماعت کے پاس زبان نہیں ہے کہ ادا کرسکے۔ انہیں کی ہمت وبرکت تھی کہ جماعت کو ہر معرکہ اور ہر موقع میں امید سے زیادہ کامیابیاں نصیب ہوئیں۔ ہم نہ ان کے اس احسان کو فراموش کرسکتے ہیں اور نہ ان کے شکریہ سے عہدہ برآ ہوسکتے ہیں۔ جو تکلیفیں انہوں نے اٹھائی ہیں اور جو محنتیں برداشت کی ہیں ان کے نقوش ہمارے سینوں سے کبھی محو نہیں ہوسکتے ہیں۔" [اخبار دبدبہ سکندری: یکم مارچ ۱۹۲۶ء]

پنڈت شردھانند کو صدرالافاضل کا چیلنج:۔

مذکورہ بالا تحریر میں شدھی اوراس کے مقاصد کا ذکر ہوا اوراس کے سدباب میں صدرالافاضل کی خدمات کا قدرے تذکرہ ہوا اب شدھی سبھا کے بانی مبانی پنڈت شردھانند کی صدرالافاضل کے ہاتھوں تباہی وبربادی اور ذلت آمیز شکست کے مناظر اور شردھانند کی بیچارگی، شکستہ حالی اور گریزپائی کا دلچسپ تماشہ ملاحظہ فرمائیں۔

شدھی سبھا کی لگام چوں کہ پنڈت شردھانند کے ہاتھوں میں تھی اس لیے شدھی کے سدباب کے لیے شردھانند کا محاسبہ بہت ضروری تھا۔ حضور صدرالافاضل نے پہل فرماتے ہوئے شردھانند کی خبرگیری شروع فرمادی اور جگہ جگہ اس کو مناظرہ کا چیلنج دیناشروع کردیا۔ تحریری شکل میں بھی آپ نے چیلنج مناظرہ دیا جسے رامپور کے مشہوراخبار دبدبہ سکندری نے شائع کیا۔ اس میں آپ نے شردھانند کو بڑے سے بڑے رشی مہاتمابلکہ دنیا بھر کے تمام آریوں کے ساتھ مناظرہ کا چیلنج دیا۔ مزید آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے مذہب کی دعوت دینے سے پہلے اپنے دین کی حقانیت توثابت کرے، اس کے ویدک دھرم میں اتنادم ہی نہیں ہے کہ وہ اوراس کے سارے مہاتما مل کربھی اس کی حقانیت کو ثابت کرپائیں۔ ذیل میں صدرالافاضل کے چیلنج مناظرہ کی تحریر ملاحظہ ہو:

"پنڈت شردھانند کو مناظرہ کا چیلنج:۔

(از جناب فضیلت انتساب مولانا مولوی مفتی حکیم محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مرادآبادی

از صدر دفتر مرکز وفود اسلام جماعت رضائے مصطفی آگرہ رکابگنج)

"اشدھی سبھا کے بانی مبانی پنڈت شردھانند جو تمام عالم کے مسلمانوں کو ہندو بناڈالنا چاہتے ہیں اور جو ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں کو ہندو دھرم میں داخل کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ جابجا اشدھی سبھائیں قائم کرکے عالَم میں ایک بے چینی اور تلاطم پیدا کررہے ہیں کیا ان کا فرض نہیں ہے کہ وہ دعوت دینے سے قبل اپنے مذہب کے صدق اور حقانیت کا ثبوت دیتے۔ اس لیے میں اعلان دیتا ہوں کہ وہ میرے مقابلے میں ویدک دھرم کی حقانیت اور وید کے کتاب الٰہی ہونے کا ثبوت دیں! اگر انہوں نے اس سے گریز کی تو یہ ان کے بطلان مذہب کی ایک روشن شہادت ہوگی۔ اور پھر ایک ایسے مذہب کی تمام عالم کو دعوت دے ڈالنا جس کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے وہ تیار نہ ہوں نہایت بے جا ہوگا۔ میں اجازت دیتا ہوں کہ پنڈت شردھانند اس مقابلے میں تمام جہان کے آریوں سے مدد لیں۔ یہ گفتگو کسی صدر مقام پر فیصلہ کن طریقے پر ہوگی اور نتیجہ برآمد ہونے تک جاری رکھی جائے گی، خواہ اس میں کتنا ہی زمانہ صرف ہو۔ فریقین کی تقریریں ہر جلسہ میں چھاپ کر تقسیم کی جائیں گی تاکہ روداد ساتھ ساتھ مرتب ہوتی رہے اور کسی فریق کو اس میں دست اندازی کا موقع نہ ملے۔

(تاکید) پھر بتاکید کہا جاتا ہے کہ پنڈت شردھانند اپنی پوری طاقت جمع کر کے سامنے آئیں اور ہندوؤں کے بڑے سے بڑے رشی اور مہاتما کو اپنی اعانت کے لیے بلالیں، تاکہ کمزوری ظاہر ہونے پر اس عذر کا موقع نہ رہے کہ اگر فلاں شخص ہوتا تو شاید کچھ ہماری بگڑی بنا سکتا۔ مگر کہے دیتا ہوں کہ ویدک دھرم میں اتنا دم ہی نہیں ہے کہ پنڈت اور ان کے سارے مہاتما مل کر بھی وید کے کتاب الٰہی ہونے کا ثبوت دے سکیں۔ ؎

پھرتے ہو کیا تیغ باندھے اے حسینوں ناز سے
سامنے مردوں کے آؤ امتحاں ہو جائے گا

[مرجع سابق: ۳۰/ جولائی ۱۹۲۳ء، ص۶]

صدرالافاضل کا شردھانند کو دوبارہ اعلانِ مناظرہ بذریعہ اشتہار:۔

صدرالافاضل کے اس چیلنج کا جب کوئی جواب نہیں ملا تو ایک بار پھر آپ نے باطل مذہب کے ٹھیکیدار کو للکارا شردھانند کو پھر آواز دی۔ اس مرتبہ آپ نے باضابطہ ایک اشتہار شردھانند کے خلاف شائع کیا، جس میں آپ نے شردھانند سے کچھ اس طرح خطاب کیا:

"جب آپ ویدک دھرم کا پرچار اور آریہ مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں اور دنیا کی اقوام کو اپنی طرف آنے کی دعوت دیتے ہیں تو آپ کا پہلا فرض تھا کہ آپ اپنے مذہب کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے تیار ہوتے اور اپنے خیالی دوارب سے زیادہ عمر والے مذہب کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے دنیا کو چیلنج دیتے نہ کہ آپ سے مطالبہ کیا جائے اور آپ خاموش ہوں" [روداد جماعت مبارکہ ۱۳۴۲ھ بحوالہ تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ: ۲۵۲]

حضور صدرالافاضل کے اس اعلان مناظرہ کا شردھانند پر تو کچھ اثر نہ ہوا البتہ پنڈت بلدیو پرشاد اور پنڈت رام چندر دہلوی میدان مناظرہ میں آنے کے لیے تیار ہو گئے۔ مناظرہ کے لیے بریلی شہر کا انتخاب کیا گیا۔ صدر الافاضل آگرہ سے فوراً بریلی تشریف لے آئے۔ مناظرہ شروع کر دیا گیا۔ حضور صدرالافاضل کے سامنے بھلا ان بے علموں کی کیا حیثیت تھی جو زیادہ دیر پیر جما پاتے۔ صدرالافاضل نے ذرا سی دیر میں دونوں پنڈتوں کے سارے کس بل ڈھیلے کر دیے۔ آپ نے وید اور ویدک دھرم کے بطلان پر وہ علمی و عقلی شواہد پیش فرمائے کہ خود مناظر پنڈت رام چندر برسرِعام یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ:

"وید سر چشمہ علوم نہیں ہے اور میں وید کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت پیش نہیں کر سکتا"

[دبدبہ سکندری: ۱۰/ ستمبر ۱۹۲۳ء، ص۸]

اور اس طرح یہ مناظرہ مسلمانوں کی فتح و کامرانی کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔

صدرالافاضل کے خلاف آریہ اشتہار کا دنداں شکن جواب:۔

صدرالافاضل کے ہاتھوں آریہ مشہور پنڈتوں کی شرمناک شکست کو ابھی کچھ وقت بھی نہ گزر پایا تھا کہ بریلی سے ایک آریہ سماجی پنڈت منتری ستیہ پال نے ایک اشتہار شائع کردیا، جس میں اس پنڈت نے اپنے جھوٹے مذہب کو بچانے کے لیے اپنے پنڈتوں کی شکست فاش پر جھوٹی فتح کا لیبل لگا کر شکست کا رخ صدرالافاضل کی طرف موڑ دیا اور آپ کی طرف سے دیے جانے والے دعوت مناظرہ کو منظور کر لیا۔ جب یہ اشتہار حضور شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں صاحب علیہ الرحمہ کے ہاتھوں میں پہنچا تو آپ نے اس پنڈت کو دنداں شکن جواب دیتے ہوئے صدرالافاضل کے ہاتھوں ان پنڈتوں کی جو درگت ہوئی اس کی صحیح منظر کشی فرمائی اور اس پنڈت کے چیلنج مناظرہ کی منظوری پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ مزید آپ نے مناظرہ کی تاریخ ۲۰ ستمبر/ ۱۹۲۳ء بھی مقرر فرمادی۔ ملاحظہ ہو درج ذیل مراسلہ جو اخبار دبدبہ سکندری میں شائع ہوا:

پنڈت شردھانند مناظرہ کے لیے حاضر ہوں:۔

(از محترم جناب عبیدالرضا مولانا محمد حشمت علی خاں صاحب قادری رضوی لکھنوی
از دفتر مرکز وفود اسلام جماعت رضائے مصطفی بمقام آگرہ)

آج ۷/ محرم ۱۳۴۲ ہجری کو ہمیں منتری ستیہ پال آریہ سماج بریلی کا اشتہار ملا جو انہوں نے تہذیب کا خون کرکے لکھا ہے اور ہر شخص جیسی تعلیم پاتا ہے ویسا ہی کلام اس کی زبان سے نکلتا ہے، ہمیں ان کی تعلیوں کی طرف التفات نہیں وہ اس سے زیادہ تعلیاں کریں مگر ان کی ایسی غلط بیانی پر ضرور افسوس ہے، جس کی انہوں نے جرأت کی۔ ماسٹر بلدیو پرشاد اور پنڈت رامچندر صاحب دہلوی حضرت صدرالافاضل استاذالعلماء مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب قبلہ مدظلھم العالی کے مقابل جس طرح لاجواب ہوئے اور مجمع عام میں اپنے عجز کے اقرار کیے وہ منظر ہزارہا آدمیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ تمام بریلی کے وہ لوگ جو اس جلسے میں شریک تھے جانتے ہیں کہ ماسٹر بلدیو پرشاد کے تمام رفقا ان کی نازک حالت دیکھ کر ایک ایک کرکے رخصت ہوگئے تھے اور ان بیچارے کی یہ حالت تھی ہمت ہارے ہوئے کئی کئی منٹ کے بعد اٹھتے تھے جس پر مضحکہ ہو رہا تھا۔ اور پنڈت رامچندر صاحب تو ایسے عاجز ہوئے کہ انہوں نے ہزارہا آدمیوں کے مجمع میں صاف اقرار کیا کہ: وید سر چشمہ علوم نہیں ہے اور وید کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت نہیں پیش کرسکتا۔

کیا یہی حضرت صدرالافاضل کی زک ہے کیا اسی کو حضرت استاذالعلماء کی شکست فاش کہتے ہیں اگر زک اور شکست فاش کے یہی معنی ہیں تو ایسی زک اور شکست فاش آپ ہمیں ہزار بار دیجیے۔ آپ پنڈت شردھانند سے مجمع عام میں اقرار کرالیجیے کہ وید کتاب الٰہی نہیں اور کہہ دیجیے کہ ہم نے مسلمانوں کو زک اور شکست فاش دے

دی، ہم اس سے بہت خوش ہوں گے۔ یہ واقعے تو آریہ سماج کے لیے ایسے شرمناک تھے کہ آریہ ان کا ذکر بھی اپنی زبانوں پر نہ لاتے مگر اپنی اپنی حیا۔ میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا وید کی ایسی ہی سچائی ثابت کی جائیں گی جیسی ان واقعات میں ظاہر کی گئی ہے۔ خیر یہ تو آپ جانیں جھوٹ سچ بولیں آپ کو اختیار ہے آپ کا مذہب جیسی تعلیم دے وہ کیجیے، لیکن ہم اس پر اظہار مسرت کرتے ہیں کہ آپ نے چیلنج مناظرہ کی منظوری کا اعلان دیا۔ اس لیے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ چوں کہ آپ نے بریلی سے اعلان شائع کرایا ہے، اس لیے ۲۰ر ستمبر ۱۹۲۳ء کو پنڈت شردھانند صاحب بریلی میں مناظرہ کے لیے تشریف لائیں اور ہمارے چیلنج کے مطابق حقانیت وید کے ثبوت پیش کریں۔ تعلیوں کی ضرورت نہیں میدان مناظرہ میں باطل کا راز فاش ہوجائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس تاریخ میں حضرت سیدی صدرالافاضل استاذالعلماء جناب مولانا نعیم الدین صاحب قبلہ مدظلہم العالی بھی بریلی میں تشریف فرما ہوں گے آپ کو چاہیے کہ پنڈت شردھانند کی تشریف آوری کی اطلاع ایک ہفتہ قبل بذریعہ رجسٹری آپ دیں۔"[مرجع سابق: ۱۰ر ستمبر ۱۹۲۳ء، ص ۸]

بجائے اس کے کہ آریہ سماجی میدان مناظرہ میں پہنچتے اور مناظرہ کرتے ایک اور اشتہار حضور صدرالافاضل علیہ الرحمہ کے خلاف شائع کردیا، جس میں کھل کر حضور صدرالافاضل کے خلاف دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا گیا۔ حضور شیر بیشہ اہل سنت نے اس اشتہار کا تفصیلی جواب تحریر فرمایا، جو دبدبہ سکندری میں شائع کیا گیا، ہم اس کا وہ حصہ جس کا تعلق صدرالافاضل کی ذات گرامی سے ہے نقل کرتے ہیں:

آج ہمیں ستیہ پال منتری آریہ سماج بریلی کا دوسرا اشتہار ملا، جس میں انہوں نے بدستور سابق دریدہ دہنی سے کام لیا ہے، ہم..... ان سب باتوں سے قطع نظر کرکے اصل ذکر پر پنڈت جی کو توجہ دلاتے ہیں۔ حضرت سیدی صدرالافاضل استاذالعلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مدظلہم العالی نے پنڈت شردھانند کو مناظرہ کا چیلنج دیا وہ بذریعہ رجسٹری پنڈت شردھانند کو گیا۔ اس میں مضمون و شرائط مناظرہ مفصل بتا دیے گئے۔ رسید پنڈت شردھانند کی ہمارے پاس پہنچ گئی۔ آپ کون تھے آپ کو قابل خطاب ہی کس نے گنا ہے آپ کو کیا حق تھا کہ اس کے جواب میں گالیوں بھرا اشتہار شائع کراتے؟ ہمارے چیلنج مناظرہ پر جو پنڈت شردھانند کے نام تھا آپ نے کیوں منظوری کا اعلان دیا؟ اور جب آپ دے چکے تو ازآں جاکہ آپ قابل خطاب نہیں اگرچہ آپ کے سماج بھر میں کوئی بھی حضرت استاذالعلماء مدظلہ العالی کے مقابل آنے کے قابل نہیں، مگر چوں کہ پنڈت شردھانند نے علم اشدھی اس وقت ہاتھ میں لیا ہے اور تمام سماجیں ان کے پیچھے ہولیے ہیں۔ اس لیے ہم نے دوسرا اشتہار آپ کی منظوری پر پھر انہیں کے نام شائع کیا اور اس میں مقام مناظرہ بریلی بھی مقرر کردیا اور پنڈت شردھانند تک بذریعہ رجسٹری پہنچادیا، اس دوسری مرتبہ بھی رسید ان کی ہمارے پاس آگئی۔ ہماری طرف سے

۲۰؍ستمبر مناظرہ کے لیے مقرر ہے۔ حضرت استاد العلماء مدظلہ العالی اس تاریخ کو بریلی تشریف فرما ہوں گے……اگر تاریخ مذکور پر پنڈت شردھانند مناظرہ کے لیے حاضر نہ ہوئے تو ویدک دھرم کی شکست فاش اور آریہ سماج کا فاحش فرار ہوگا'' [مرجع سابق: ۱۷؍ستمبر ۱۹۲۳ء، ص ۸،۹]

سراج گنج بنگال میں صدرالافاضل اور شردھانند:۔

اس مقررہ تاریخ پر بھی پنڈت شردھانند یا اس کا کوئی حواری میدان مناظرہ میں نہیں پہنچا مگر صدرالافاضل نے بھی جیسے قسم کھالی ہو کہ جب تک شردھانند ہاتھ نہیں آئے گا چین کی سانس نہیں لوں گا آپ جا بجا اس کا پیچھا کرتے رہے۔ آپ کو پتہ چلتا کہ وہ آج فلاں گاؤں میں گیا ہے آپ وہیں پہنچ جاتے، مگر اس سے پہلے کہ آپ اس کو پکڑ پاتے وہ فرار ہو جاتا۔ اور اس طرح لوگوں پر یہ بات آشکار ہوتی چلی گئی کہ شردھانند مناظرہ کرنے کے لائق نہیں ہے۔ آریوں کو یہ بات بڑی ندامت آمیز محسوس ہوئی۔ اسی پس منظر میں انہوں نے صدرالافاضل کو سراج گنج بنگال میں آکر شردھانند سے مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ صدرالافاضل تو پہلے ہی سے موقع کی تلاش میں تھے فوراً سراج گنج بنگال روانہ ہو گئے۔ جب آپ مناظرہ گاہ میں پہنچے تو شردھانند آپ کو دیکھتے ہی فرار ہو گیا۔

جماعت اشاعۃ الحق مراد آباد سے شائع شدہ ایک اشتہار میں اس کا خلاصہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

''حامی دین ملت ناصر شریعت حضرت مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب……لالہ شردھانند کے مقابلے کے لیے سراج گنج بنگال بلائے گئے تھے وہاں تشریف لے گئے اور الحمدللہ ہیبت حق کا یہ اثر ہوا کہ شردھانند صاحب اپنا جلسہ بھی چھوڑ کر روانہ ہو گئے وہاں کی پبلک نے حق کی صولت اپنی آنکھوں سے دیکھی''

[اشتہار، بعنوان ''مسلمانوں کی حالت اور اظہار افسوس'']

مفتی محمد عمر نعیمی لکھتے ہیں:

''نواحِ متھرا اور آگرہ میں شردھانند نے جب فتنہ ارتداد شروع کیا، حضرت نے اسے مناظرہ کی دعوت دی، اس نے دعوت قبول کی حضرت دہلی تشریف لے گئے وہ دہلی سے بھاگا اور بریلی پہنچا، حضرت نے بریلی جاکر اسے چیلنج کیا، وہ وہاں سے لکھنؤ بھاگا، حضرت لکھنؤ پہنچے، وہاں سے وہ پٹنہ پہنچا، حضرت نے پٹنہ اس کا تعاقب کیا، وہاں سے وہ کلکتہ روانہ ہوا، حضرت نے وہاں جاکر اسے پکڑا، تو اس نے مناظرہ سے صاف انکار کر دیا۔''

(ہفت روزہ سواد اعظم لاہور: ذوالحجہ ۱۳۷۸ھ، ص ۹)

الحاصل:۔

حضور صدرالافاضل نے فتنہ ارتداد کے بانی مبانی پنڈت شردھانند کے ناپاک ارادوں کو تہس نہس کر کے اسے میدان سے بھاگنے پر مجبور کر دیا اور ہندوستانی لاکھوں مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرما کر اپنی قائدانہ

ومجاہدانہ حیثیت کا حق ادا کر دیا۔

قارئین !یہ توشدھی تحریک کے سدباب میں آپ کے کارناموں کی ایک جھلک تھی تفصیل کے لیے دفتر درکار ہے۔اللہ ہمیں صدرالافاضل کے ان تبلیغی کارناموں سے دروس عبرت اخذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اوران کے طفیل ہمیں بھی دینی وتبلیغی جذبہ عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مؤرخہ ۱۴/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

[ماہنامہ جام نور ۲۰۱۳ء جون صفحہ ۳۹ سے ۴۶ تک]



تحریک التوائے حج اور مفتی اعظم ہند

بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں جب، حجاز مقدس پر عبدالعزیز ابن سعود کا ناجائز تسلط ہوا، اور پھر اس کی جابرانہ حکومت کے ماتحت اہل حجاز پر بے باکانہ ظلم، باشندگان مکہ و مدینہ کے مال و جائداد پر غاصبانہ قبضہ، عفت مآب خواتین کی عزت و آبرو ریزی، علما و شرفا کے ساتھ نجدیوں کا وحشیانہ سلوک، کمزور مرد، عورت اور بچوں پر نجدی بربریت، مقامات مقدسہ کی بے حرمتی، مساجد و مقابر کا انہدام، روضہ اقدس اور کعبہ مقدسہ کے تقدس کی پامالی، سرزمین حرم جہاں مچھر مارنے تک کی اجازت نہیں۔ اس مقدس مقام پر خوں ریزی، حجاج کے جان و مال پر ڈکیتی، ارکان حج کی ادائیگی میں محال کی حد تک دشواری، منیٰ و مزدلفہ میں ۱۰ سے ۱۵ ہزار حجاج کی بحالت پیاس شہادت کے ذریعہ تاریخ کربلا دہرانے کی ناپاک کوشش، اور اہل سنت کے عقائد و نظریات اور ان کے قدیم و موافق سلف مراسم کو مٹانے اور اپنے ناپاک عقائد و نظریات ان پر مسلط کرنے کی جابرانہ جدوجہد کی گئی۔ نیز اس کے علاوہ بہت سی روح فرسا وارداتیں سامنے آئیں، تو حضور مفتی اعظم ہند سمیت ہندوپاک کے سبھی مفتیان کرام نے ابن سعود اور اس کی حکومت کے خلاف، آواز حق بلند فرمائی اور اس کی فتنہ انگیزیوں، ریشہ دوانیوں، کا سر کچلنے کے لیے میدان عمل میں اتر کر احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ ادا کیا۔ اور حالات پر قابو پانے کے لیے نیز حجاج کی جان و مال کی حفاظت کی غرض سے شرعی قانون کے مطابق التوائے حج کا اعلان کیا۔

یہاں ہم بتاتے چلیں کہ التوائے حج اسلام میں پہلی بار نہیں تھا بلکہ اگر تاریخ کا جائزہ لیں تو حج کے فرض ہونے کے بعد سے بیسویں صدی تک کئی بار حج ملتوی کیا گیا۔ یہاں اجمالی طور پر التوائے حج کی مثالیں بیان کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

حج کی فرضیت اور التوائے حج:۔

حج ایک مہتم بالشان عبادت ہے۔ ہر صاحب استطاعت مسلمان پر شریعت کی رو سے زندگی میں ایک بار حج فرض ہے۔ حج کب فرض ہوا اس تعلق سے علما مختلف ہیں، بعض سن ۵ ہجری بعض ۶ ہجری اور بعض ۹ ہجری بتاتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں سن ۶ ہجری کو جمہور کا قول قرار دیا ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم میں، سن ۵ ہجری اور ۶ ہجری کو بمقابلہ ۹ ہجری کے ارجح قرار دیا ہے، البتہ صدر الافاضل نے خزائن العرفان اور صدر الشریعہ نے بہار شریعت میں سن نو ہجری کو راجح قول بتایا ہے۔

اگر ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے سن ۱۰ ہجری میں حج ادا فرمایا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حج کی فرضیت سن ۵ ہجری مانیں تو ۵ سال اور ۶ ہجری ماننے کی بنیاد پر ۴ سال اور ۹ ہجری تسلیم کرنے پر ایک سال تک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کو ملتوی کیوں رکھا، تو اس کے علما نے کئی جواب دیے ہیں جن میں ایک جواب، لخوف المشرکین علی اهل المدینة وعلیٰ نفسه، یعنی اہل مدینہ اور اپنی جان پر مشرکوں کی طرف سے خطرہ کا اندیشہ ہونا، ہے جیسا کہ در مختار اور شرح کنز الدقائق میں ہے۔

۳۲۲ھ سے ۳۲۷ھ تک قرامطہ کے فتنہ وفساد کے سبب علمائے بغداد نے التوائے حج کا حکم دیا تھا۔ تاریخ الخلفاء، بنایہ شرح ہدایہ، تبیین الحقائق وغیرھا کتب میں تفصیل موجود ہے۔ امام ابوالقاسم صفار نے قرامطہ کے ظہور کے زمانہ میں یہاں تک فرمادیا کہ میرے نزدیک بیس سال سے حج فرض ہی نہیں ہے جیسا کہ فتاوی قاضی خاں میں ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند نے اپنی کتاب ''تنویر الحجہ لمن یجوز التواء الحجۃ'' میں بہت سے حوالے اس تعلق سے بیان فرمائے ہیں تفصیل وہیں سے جانیے۔

۱۲۱۹ھ میں جب حجاز مقدس پر وہابیوں کا تسلط ہوا اور وہابیوں نے لوگوں کے جان ومال بلکہ ایمان پر شب خون مارنے کی کوشش کی تو مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، مصر، شام، اور دیگر ممالک کے مسلمانوں نے حج کو ملتوی کیا جس کی تفصیل مکہ معظمہ کے مفتی شیخ سید احمد زینی دحلان، کی کتاب تاریخ خلاصۃ الکلام فی امراء البلد الحرام، میں دیکھی جاسکتی ہے۔

الغرض تاریخ اسلام میں زمانہ حج میں مسلمانوں کے غیر مامون ومحفوظ ہونے کی بنیاد پر حج کی فرضیت کے سقوط اور التوائے حج کے جواز کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ ہم یہاں ان سارے واقعات سے قطع نظر صرف بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں علمائے اہل سنت کی طرف سے چلائی گئی تحریک التوائے حج کی اجمالی روداد بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

سب سے پہلے ہم حجاز مقدس پر نجدی بربریت کی چند مثالیں تاریخ کے حوالے سے پیش کریں گے۔ بعد میں التوائے حج کی تفصیل، اور التوائے حج کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا ذکر اور آخر میں علمائے اہل سنت خاص کر حضور مفتی اعظم ہند پر کیے گئے چند اعتراضات کے جوابات قلم بند کریں گے۔

حجاز مقدس میں نجدی بربریت:۔

امرت سر کے مشہور اخبار الفقیہ اور دیگر اردو اخبارات میں حجاز مقدس میں نجدیوں کی وحشیانہ حرکتوں کی تفصیلی رپورٹ موجود ہے۔ البتہ یہ اوراق اس تفصیل کے متحمل نہیں ہیں۔ ہم یہاں بس دو چند نمایاں شخصیات کے بیانات پر اکتفا کرتے ہیں۔ اخبار الفقیہ میں حضور مفتی اعظم ہند کی ایک تفصیلی تحریر شائع ہوئی جس میں نجدی

بربریت کا ذکر کیا گیا اور نجدی ہوا خواہوں کی خوب خبر گیری کی گئی ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند فرماتے ہیں:

''وہابیہ نجدیہ اپنے کو حنبلی کہتے ہیں، مگر فقہانے انہیں خارجی بتایا ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ بس دنیا میں وہی مسلمان ہیں اور سب مشرک مباح القتل۔ انہوں نے حرمین طیبین میں علما اور سادات کو اپنے اسی عقیدے کی بنا پر شہید کیا ہے اور ان کے مال لُوٹے ہیں۔ (کذافی رد المحتار)

اس وقت کے نجدی بدمذہبی و گمراہی اور ظلم و ستم اور قتل و غارت میں پہلے نجدیوں سے بدر جہا بڑھ گئے ہیں۔ اور ان سے اسلام اور مسلمانوں کو وہ ضرر پہنچ رہے ہیں، جنہوں نے حجاج اور یزید کو بھی شرما دیا ہے۔ آج عرب کی سرزمین بے گناہوں کے خون سے رنگی ہوئی ہے اور نجدی فراعنہ خذلہم اللہ تعالیٰ وہ طوفان برپا کر رہے ہیں جس کو سننے سے جگر شق ہوتا ہے۔ معتبر ذرائع سے پیہم جو خبریں موصول ہو رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نجدیوں کے داخلہ سے پہلے شریف طائف نے راہِ فرار اختیار کی اور طائف، شریف نے خالی کر دیا۔ باشندگانِ طائف نے نجدیوں سے مقابلہ نہ کیا۔ نہ ان میں اس کی قوت تھی، بلکہ انہوں نے امن کی درخواست کی، دعوتیں دیں۔ ہتھیار گھروں سے نکال نکال کر باہر پھینک دیے، تاکہ ان کی نسبت کسی قسم کے مقابلے کا وہم پیدا نہ ہو سکے، لیکن باوجود اس کے نجدیوں نے قتل عام کیا۔ علما و مشائخ، امرا و تاجر، ہر طبقہ کے لوگ بے دردی سے قتل کیے گئے۔ بوڑھوں، بچوں، عورتوں، مَردوں کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ ایک روز میں تین کروڑ روپے کی مالیت نجدیوں کو لوٹ سے حاصل ہوئی۔ صحابہ کے مزارات کی بے حرمتی کی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس صحابیِ جلیل الشان کا قبّہ مزار شریف گولیوں کا نشانہ بنایا گیا اور آخر کار مسمار کر دیا۔ اور توہین کے لیے نجدیوں نے پکارا کہ عبداللہ ابن عباس اگر تم میں کچھ سکت ہے تو اپنے پرستاروں کو بچاؤ۔ مسلمانوں کو قتل کرتے وقت یہ اشقیا نعرے لگاتے تھے:۔ القتل اعداء اللہ لا مان اللہ۔ ہم اللہ کے دشمنوں کو قتل کرتے ہیں، اللہ کو امن دینے کے لیے۔

لوٹ کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگوں کے بدن سے کپڑے اُتار لیے، جوتیاں چھین لیں۔ عورتوں کی بے حرمتی کی گئی۔ عرب خاتونیں ننگی منزلوں پیادہ چلائی گئیں۔ تین روز تک طائف کے بے گناہ مسلمان قید کیے گئے۔ ان پر پانی بند کیا گیا۔ مکہ مکرمہ میں شیدی صاحب کلید بردار کعبہ مقدسہ اور ان کا خاندان اور دوسرے اور معزز خاندان تیغِ جفا سے شہید کر ڈالے۔ اہلِ مکّہ جانوں کے اندیشے سے دشت بہ دشت مارے مارے پھر رہے تھے۔ مکہ مکرمہ کی اکثر آبادی تو گھر چھوڑ کر آوارہ ہو چکی تھی۔ باقی پنجہ ظلم کے اسیر ہیں۔ اُن گرفتارانِ بلا کو قید سے آزاد کرنے کے لیے کثیر رقمیں طلب کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے اور جلد ان ظالموں کو ان کے

ظلموں کی سزا دے۔ ہندوستان کے وہابی آپے سے باہر ہیں۔ علمائے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ نے ان پر کفر کے فتوے دیے ہیں۔ انہیں مرتد بتایا ہے۔ انہیں اہلِ حرمین سے اس کے بدلے لینے ہیں، اس لیے یہاں کے وہابی، نجدیوں کے مظالم پر رات دن پردے ڈال رہے ہیں۔ اور اخبارات میں ان کی بے گناہی ثابت کرنے کی کوششیں کررہے ہیں۔ اکثر اخبار وہابیوں کے ہاتھ میں ہیں اور وہ صحیح واقعات اور نجدیوں کے مظالم چھپانے سے گریز کرتے ہیں۔ اسی بنا پر ہماری طرف سے جو مضامین اخبارات کو پہنچتے رہے ان کو شائع نہیں کیا گیا۔ آپ خود اس باغی، غدّار، بے دین، فرعونِ وقت کے انکار جرم کو اس کی بے گناہی کی سند ٹھہرا رہے ہیں۔ اور اس نجدی کی تائید کے لیے ہندوستان سے وفد بھیجنے کی تجویز کررہے ہیں۔ مسلمان ہوشیار رہیں۔ ان کے دغا و فریب میں نہ آئیں۔ کوئی وفد جو اہلِ سنّت کے سوا دوسرے افراد پر مشتمل ہو ہندوستان کے مسلمانوں کا نائب و قائم مقام نہیں ہے۔ اور اخباروں کی غوغا صرف چند وہابیوں کی آواز ہے۔ ہندوستان کے کروڑوں مسلمان وہابیوں کے مظالم سُن کر بے چین ہیں۔ اور اگر نجدی اس وقت اس طرح کے مظالم نہ کرتے تو یہی مسلمانانِ عالم ان کے تسلّط کو ارضِ پاک میں ایک لمحہ کے لیے بھی گوارا نہ کرسکتے تھے۔ ان سے نفرت و بیزاری کے لیے ان کی بدمذہبی اور ان کے باطل عقیدے کافی ہیں۔ اور یہ مظالم تو ان کے عقیدے ہی کی بنا پر ہیں۔ آج نہ کرتے تسلّط ہونے پر کرتے۔ ہندوستان کے گوشے گوشے سے نجدیوں کے خلاف صدائیں اُٹھ رہی ہیں اور خود شریعت کا فتویٰ ان کو باغی اور بے دین قرار دیتا ہے، تو پھر کون مسلمان ہے جو ان کی تائید کرسکے اور کس کی بات شریعت کے قابلِ التفات ہوسکے۔"

فقیر مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری عفی عنہ

[اخبار الفقیہ: ۱۴ر دسمبر ۱۹۲۴ء، ص ۷، ۸]

حضور صدرالافاضل فرماتے ہیں:

"آہ آج وہ حالات اس سرزمین مقدس میں اس بلد امین آرام گاہ سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ میں رونما ہیں۔ نجدی وحشیوں کی وحشت و بربریت ظلم و ستم جور و جفا بے رحمی و سفاکی بے حیائی و بے باکی سے آج وہ بلاد طاہرہ برباد ہو رہے ہیں۔ وہاں کی مخلوق کو چین کی زندگی میسر نہیں ہے۔ امرا اور وٗسا کے گھروں کے اسباب ان کی آنکھوں کے سامنے نیلام ہوتے ہیں۔ اور وہ بول نہیں سکتے۔ ان کے یہاں فاقے ہیں وہ مصیبت سے دم توڑ رہے ہیں، اگر کسی بیرونی شخص نے انہیں کچھ دے دیا وہ بھی نجدی چھین لیتے ہیں۔ بات بات پر بلکہ بے بات مار پیٹ زود کوب قتل و خون تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ آج باشندگان حرمین کے خون کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ دنیا میں کوئی اس کا قصاص لینے والا نہیں۔ بے رحم درندے حکومت کررہے ہیں درندوں سے بھی جو وحشت

وبدتمیزی نہیں ہوسکتی وہ نجدیوں کے ہاتھوں ہورہی ہے۔بہت سے علما،مشائخ شرفااپنے جان وایمان کو بچانے کے لیے بھاگ گئے ہیں۔معلوم نہیں آوارگی انہیں کہاں اور کس حال میں لیے پھرتی ہے۔بچے ماں اور باپ کو ترستے ہیں ماں باپ کو اولاد کی خبر نہیں ہے۔ستم کا وہ طوفان برپا ہے کہ شاید دنیا کی آنکھوں نے کبھی نہ دیکھا ہو۔طائف ومدینہ طیبہ ومکہ مکرمہ کی پاک ومقدس سرزمین کس سنگدلی کے ساتھ روندی گئی ہے۔مسلمانوں کو قتل کرکے ان کی لاشوں کو گھوڑوں اور گدھوں کے پاؤں میں باندھ کر گھسیٹا گیا ہے۔ہر مومن ان مردم خوار وحشیوں کے عقیدے میں مشرک مباح الدم ہے۔مسلمانوں کا قتل کرنا ان کے نزدیک بہترین عبادت ہے۔اسی پر وہ اور ہندوستان کے نجدی انہیں غازی کہتے ہیں۔مسلمانوں کے لیے اس سے بڑھ کر صدمہ روح فرسا اور کیا ہوگا۔"

[ماہنامہ السوادالاعظم مرادآباد: رجب المرجب ۱۳۴۵ھ ص ۱۳، ۱۴]

"مولانا نثار احمد صاحب کانپوری مفتی جامع مسجد آگرہ ورکن وفد جمیعۃ العلماء اپنے بیان میں کہتے ہیں کہ:

"زیارت کی اجازت نہیں بلکہ ابن سعود کی طرف سے ممانعت ہے اس نے سرکاری اخباروں میں یہ اعلان کردیا کہ مآثر ومزارات کی زیارت کرنے والوں کو اگر میری فوج کی طرف سے کوئی نقصان پہنچے تو اس کی چارہ جوئی نہیں کی جاسکتی۔نجدیوں نے رمی جمار اونٹوں پر بیٹھ کر کیا اور اونٹوں کو اس قدر زور سے بھگاتے تھے جس کے باعث حجاج کو سخت چوٹیں آئیں۔ایک عورت بیہوش ہوگئی دوسری کا انتقال ہوگیا۔

(ہمدرد ۲۴/ جولائی ۱۹۲۶ء، بحوالہ اخبار الفقیہ، ۲۱/ دسمبر ۱۹۲۶ء ص ۷)

خواجہ محمد اکرم وخواجہ محمد اعظم رئیس لدھیانہ کا بیان ہے کہ:

"حاجیوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جاتا ہے ذرا ذرا سی بات پر نجدی حاجیوں کو زود کوب کرتے تھے۔"

[انیس لدھیانہ ۱۵/ جولائی ۱۹۲۶ء، بحوالہ اخبار الفقیہ ۲۱/ دسمبر ۱۹۲۶ء ص ۸]

ہندوستان سے جو سیاسی وفد حجاز مقدس کے حالات کی تحقیق کی غرض سے گیا تھا اس میں سروسرواں مولانا محمد علی صاحب تھے انہوں نے حجاز سے وہاں کے حالات کی تحقیق کے تناظر میں ایک تفصیلی خط روانہ کیا تھا جسے الفقیہ میں شائع کیا گیا۔البتہ دوسری اشاعت میں اس خط کا خلاصہ بھی شائع ہوا ہم اسی خلاصہ کو پیش کرتے ہیں۔اخبار لکھتا ہے:

"اس مکتوب میں مولانا نے واقعات سے ثابت کیا ہے کہ نجدی وحشی ہیں بہائم ہیں وحوش سے بدتر ہیں عقائد کی جنگ حجاز میں جاری ہے ابن سعود بندوبست نہ کرسکا تب مصریوں نے محمل پر حملہ ہونے کی وجہ سے نجدیوں پر گولی چلائی۔پنجابی وہابی ابن سعود کے مجاہد بننا چاہتے ہیں۔مقبرے اور مآثر گرادیے گئے ہیں۔مذہبی آزادی موجود نہیں۔حرم میں روشنی نہیں ہوتی۔حجر اسود کا چومنا مشکل ہے۔حاجیوں کو نجدیوں نے اونٹوں کے

پاؤں تلے روند کر شہید کیا۔ موتمر سے مولانا مایوس ہیں۔ رشید رضا ابن سعود کے زر خرید غلام ہیں اور مولانا محمد علی کی نظروں میں ابن سعود اس قابل بھی نہیں کہ اس کو جمہوریہ حجاز کا صدر بھی بنایا جائے۔"

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ جولائی ۱۹۲۶ء ص ۳، ۴]

یہی محمد علی صاحب بیان دیتے ہیں کہ:

"نجدیوں کی بے رحمی نہیں تو بے خیالی نے پریشان کر دیا تھا اور بعض جانیں بھی اسی طرح ضائع ہو گئیں، مگر حکومت کا ایک سپاہی پولیس والا کہیں نظر نہیں آتا تھا نجدی وحوش کو انہوں نے یہی تعلیم دی تھی کہ یہ اور تمام مسلمان کافر و مشرک ہیں اور قبر پرست اور ان کا مارنا جہاد ہے۔"

[ہمدرد ۲۴/ جولائی ۱۹۲۶ء، بحوالہ اخبار الفقیہ، ۲۱/ دسمبر ۱۹۲۶ء ص ۷]

تحریک التوائے حج کا مقصد:۔

جب علمائے اہل سنت کے سامنے حجاز مقدس پر مسلمانوں خاص کر حجاج کے جان، مال، عزت اور ایمان کے غیر مامون و محفوظ ہونے کی متواتر شہادتیں موصول ہو چکیں تو سوائے اس کے اس سے نمٹنے کا اور کوئی چارہ نظر نہیں آیا کہ مسلمان اس زمانے میں حج کو ملتوی رکھیں جیسا کہ حضور صدر الافاضل فرماتے ہیں:

"ان صدمات نے عالم اسلام کو درہم برہم کر دیا ہے اور دنیائے اسلام اس مصیبت سے خلاص حاصل کرنے کے لیے بے چین ہے۔ لیکن دشمن صاحب قوت ہے، اس کے پاس فوج بھی ہے لشکر بھی ہے سامان جنگ اور آلات حرم بھی ہیں۔ اس کی مدافعت کے لیے بے دست و پا اور دور افتادہ مسلمانوں کے پاس کوئی کارگر حربہ نہیں ہے۔ مدتیں انہیں فکروں میں ہو گئیں مگر کوئی تدبیر ایسی ہاتھ نہ آئی جس سے اس ظالم کو دفع کیا جا سکے۔ آخر کار اہل الرائے کا اسی پر اتفاق ہوتا ہے کہ اس موذی کو دفع کرنے اور بلاد طاہرہ کو اس کے شر سے محفوظ کر لینے کے لیے اگر کوئی تدبیر ہو سکتی ہے تو یہی کہ حاجی اس کے زمانہ تسلط تک حج کو نہ جائیں۔ حجاز میں نہ ولایت کی طرح کارخانے ہیں نہ ہندوستان کی طرح زراعت ہے۔ حاجیوں ہی سے لوٹ کھسوٹ کر بے محابا ٹیکس لے کر اور طرح طرح سے ستا کر نجدی روپیہ وصول کر سکتا ہے۔ اگر حاجی نہ جائیں تو اس کے مصارف اس کو خود وہاں ٹھہرنا دشوار کر دیں گے، ایسی صورت میں ہر ایک مسلمان اور سرزمین حجاز کی آزادی کا خواہاں بدل و جان اس تدبیر پر عمل کرنے اور اپنے امکان تک سعی کرنے کے لیے تیار ہو گا۔"

[ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد: رجب المرجب ۱۳۴۵ھ ص ۱۴]

مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ نے رسالہ السواد الاعظم میں لکھا ہے:

"اس زمانہ میں علمائے اسلام نے یہ تحریک کی تھی کہ حجاز و اہل حجاز کو اہل نجد کے مظالم سے بچانے کی صرف

یہی صورت ہو سکتی ہے کہ مسلمانانِ عالم کچھ زمانہ کے لیے حج کو ملتوی کریں۔ تاکہ حکومت نجد کو قوت نہ پہنچے اور وہ حجاز چھوڑنے پر مجبور ہوں۔ اور خطرے کے وقت حج میں تاخیر کرنا شرعاً جائز ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسلمان اس تحریک پر کس حد تک عمل کرتے کیوں کہ تحریک پر زیادہ زور بھی نہیں دیا گیا تھا۔"

[مرجع سابق: رجب المرجب ۱۳۵۳ھ ص ۷، ۸]

جناب ابو یوسف اصفہانی ناظم خدام الحرمین بمبئی اپنے ایک تار میں لکھتے ہیں:

"جمعیت خدام الحرمین کے زیرِ اہتمام مسٹر علی احمد خان صاحب دہلوی، بانی وزیرِ حکومت بمبئی کی زیرِ صدارت مسلمانانِ بمبئی کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ بھنوئی بازار کے ایک وسیع وکشادہ میدان میں جلسہ کا انعقاد ہوا۔ جس میں قریب ہر طبقہ خیال اور رائے کے دس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی اور مسٹر دہلوی کے فاضلانہ خطبہ سے مستفیض ہوئے۔ فاضل صدر نے قرآن وحدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ حجاز میں جو فتنہ برپا ہے اس کا صرف یہی علاج ہے کہ حج کو ملتوی کر دیا جائے۔" [اخبار الفقیہ: ۷ر جنوری ۱۹۲۷ء ص ۱۱]

مہاراجہ محمود آباد کے حوالے سے اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

"مہاراجہ محمود آباد نے اس مسئلہ کے سیاسی پہلو ظاہر کرتے ہوئے مختلف دلائل سے حاضرین کے ذہن نشین کیا کہ ارضِ حجاز کو ابنِ سعود کے مظالم سے نجات دینے کے لیے صرف التواے حج ہی مسلمانانِ ہند کے پاس ایک ہتھیار ہے۔" [مرجع سابق]

التواے حج کا اعلان:۔

الغرض حجاز مقدس سے نجدی حکومت کو ختم کرنے یا کم سے کم اس کی طاقت کو کم کرنے کے لیے جب کوئی اور سبیل نظر نہیں آئی تو علماے اہل سنت نے التواے حج کا اعلان کر دیا۔

حضور مفتیِ اعظم ہند فرماتے ہیں:

"جب یہ معلوم ہو لیا تو ہم کہتے ہیں اور بجزم ویقین کہتے ہیں کہ آج جب کہ حجاز مقدس میں ابن سعود منحوس ونا مسعود مخذول و مطرود و مردود اور اس کے ہمراہیان مامحمود کا نحس ورود ہے۔ اور حسب بیان سائل فاضل ودیگر کثیر حضرات حجاج وافاضل امان مفقود ہے۔ فرضیت ساقط ہے یا ادا غیر لازم ہے کہ اللہ عزوجل نے حج اسی پر فرض فرمایا ہے جو استطاعت رکھتا ہو اور یہاں سرے سے استطاعت ہی نہیں ..... کسی سے مخفی نہیں کہ نجس ابن سعود اور اس کی جماعت تمام مسلمانوں کو کافر ومشرک جانتی ہے اور ان کے اموال کو شیر مادر سمجھتی ہے، ان کا یہ عقیدہ خبیثہ اور ان کا قتل ونہب مسلمین کا عادی ہونا ہی مسلمانوں کے ان سے خوف ضرب، نہب وقتل و غارت کا کافی ذریعہ ہے۔ اور اب جب کہ وہ سب ان خبثا نے کر کے دکھا دیا جس کی ان کے اس ملعون عقیدے

سے قوی امید ہو سکتی تھی تو اب تو عدم امن پر تعین کامل ہو گیا، جب ظن غالب ہی سقوط فرضیت یا عدم لزوم ادا کے لیے کافی ہے کہ ظن غالب فقہیات میں ملحق بالیقین ہے۔" [تنویر الحجۃ لمن یجوز التواء الحجۃ: ص۹، ۱۰]

مزید فرماتے ہیں:

"تو یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر دفع شر اشرار لئام ناممکن ہو تو کسی کے نزدیک بھی اس وقت حج کرنا فرض نہیں رہتا۔ اب ہر وہ شخص جس کے سر میں دماغ، دماغ میں عقل اور پہلو میں دل اور دل میں ذرا سا انصاف، اور چہرے پر آنکھیں اور آنکھوں میں حق کی روشنی، کان اور کانوں میں قوت سمع موجود ہے، دیکھتا ہنستا سمجھتا اور اعتراف کرتا ہے کہ آج ان نجدیان نافرجان کے اس فتنے کی روک تھام حاجیوں سے ممکن نہیں تو کس طرح ان پر حج کرنا فرض ہوگا......

گرامی برادران: یہ تو آفتاب نصف النہار کی طرح ہر ذی عقل پر روشن و آشکار ہو لیا کہ ان دنوں آپ پر حج فرض نہیں یا ادا لازم نہیں، تاخیر روا ہے۔ اور یہ ہر مسلمان جانتا ہے اور اپنے سچے دل سے مانتا ہے کہ اس نجدی علیہ ما علیہ کے اخراج کی ہر ممکن سعی کرنا اس کا فرض ہے۔ اور یہ بھی ہر ذی عقل پر واضح ہے کہ اگر حجاج نہ جائیں تو اسے تارے نظر آجائیں۔ نجدی سخت نقصان عظیم اٹھائیں۔ ان کے پاؤں اکھڑ جائیں۔ آپ کے ہاتھ میں اور کیا ہے یہی ایک تدبیر ہے جو ان شاء اللہ کارگر ہوگی۔ اب آپ ہی پر فیصلہ ہے کہ آپ کو کیا کرنا ہے......حج کو جو مسلمان جائے گا حج کرلے گا حج تو ہو جائے گا مگر ہر عاقل کے نزدیک طاعت ایسے طور پر کرنی چاہیے جس سے اللہ عزوجل راضی ہو، طاعت سے جو مقصود ہے وہ حاصل ہو۔ نہ یوں کہ معاذ اللہ معاصی پر شامل ہو۔ یہ تھا حق کا پیغام۔ آگے آپ جانیں اور آپ کا کام۔ والسلام خیر ختام۔

کتبہ عبدہ المذنب الفقیر مصطفیٰ رضا محمد القادری البرکاتی النوری الرضوی البریلوی
غفرلہ مولاہ العلی والقوی وحقق املہ واصلح عملہ بفیضہ العلی آمین۔ ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۴۵ھ۔

[تنویر الحجۃ لمن یجوز التواء الحجۃ: ص۱۲، ۲۴، ۲۵]

حضور صدر الافاضل فرماتے ہیں:

"ایک صاحب شوکت ان بلاد پر مسلط ہے اور مسلمانوں کا قتل اس کے عقیدے میں عبادت ہے وہ تمام جہان کے مسلمانوں کو مشرک واجب القتل سمجھتا ہے اور مسلمان اس کا مقابلہ کرنے سے اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں تو ایسی حالت میں غلبہ متحقق ہوا اور حج کی ادائیگی فی الفور لازم نہ رہی۔ اور جب تک یہ فتنہ دفع ہو یا کوئی صورت امن واطمینان پیدا ہو حج کا التوا جائز ہوگا۔ اور شریعت اس پر مطالبہ و مواخذہ نہ فرمائے گی۔ ایسی حالت میں جب کہ شریعت سے التوا کی اجازت ہے اور اس التوا سے دشمن کی قوت کم ہونے بلکہ اس کے قدم اکھڑ جانے کی

امید ہے۔ یقیناً ہر مسلمان جو حرمین طیبین کی حمایت و حفاظت کا شیدائی ہے حج کے التوا میں دشمن کی طاقت کم کرنے کے لیے پوری سعی کرے گا۔"[السواد الاعظم مرادآباد: رجب المرجب ۱۳۴۵ھ ص ۱۴، ۱۵]

مولانا محمد عبد الحامد قادری ناظم انجمن تبلیغ الاسلام ورکن جمعیت علماے ہند لکھتے ہیں:

"اس وقت جو بحث ایک حقیقت ثانیہ کی صورت میں دائر ہے وہ ابن سعود کے انتہائی مظالم اور مناسک حج میں خلل اندازی اور پر خوف و خطر طرزِ عمل اور عالم اسلامی کے مسلمانوں کو مباح الدم، مشرک، کافر سمجھنے کی ہے، جس کی بنا پر تحریک التوا و تاخیر حج شروع ہوئی ہے اور یہ ایک تاریخی و فقہی شہادت و حقیقت ہے کہ بعض حالات میں حج کے ادا میں تاخیر و التوا کیا گیا اور کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ مناسک و ارکانِ حج میں خلل پڑتا ہو۔ اور حاجی کے لیے امن طریق و زادِ راہ اور جان کی خیریت اور سلامتی کا اطمینان نہ ہو اور مخالف قوت و باعثِ قوت و طاقت حاجی و زائر کے مقابلے سے زائد اور اس کے لیے موجب ہول و خطر ہو۔

مسلمانو! حب اللہ پر غور کرو کہ اس وقت حاجیوں کے لیے مناسک و معقولاتِ حج ادا کرنے میں بھی امن کہاں ہے دیکھو اور رئیس الوفد کی مرتبہ رپورٹ پڑھو تو تم کو اور حقائق و کوائف بھی ایسے معلوم ہو جائیں گے، جن کے علم کے بعد پھر مسئلہ صاف ہو جائے گا، کہ نجدیوں کا عہد حجاز و حرمین کو پر خطر اور حج کے موسم کو بھی پر خوف بنا رہا ہے۔ اور نجدی عام طور پر ہم تم سب مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے سمجھتے ہیں۔ پھر وہ ہم کو حج و عبادت کیا کرنے دیں گے... اور معمولی معمولی باتوں پر نجدیوں کی مار پیٹ اور اس قتل و موت کے واقعات کا ہونا اس کے بعد خدارا سوچو، سمجھو کہ نجدیوں کے عہد میں بجز ہلاکت اور ٹیکسوں، رشوتوں، میں مال ضائع کرنے کے ہر قسم کی سختی تکلیف اٹھانے کے حاجیوں کو اور کیا آرام ملتا ہے۔ پس صاف طور پر اعلان کر دو کہ اب قصد حج موخر و ملتوی کر دینا ضروری ہے اور نجدیوں کے حجاز سے اخراج و استیصال کے لیے یہ حربہ استعمال کرنا حرمین و حجاز کی خدمت ہے۔"[اخبار الفقیہ: ۷؍ جنوری ۱۹۲۷ء ص ۱۱]

لکھنؤ میں مہاراجہ محمود آباد کی صدارت میں ہوئے جلسہ کی روداد بیان کرتے ہوے التواے حج سے متعلق اخبار لکھتا ہے:

"لکھنؤ ۲۹؍ نومبر جدہ کی ان موصول شدہ اطلاعات کی بنا پر کہ ابن سعود روضۃ الرسول کے ایک حصہ کو منہدم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے کل مہاراجہ محمود آباد کے زیر صدارت ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ مہاراجہ صاحب نے صدارتی تقریر میں بیان کیا کہ اگر ابن سعود نے اپنے ارادوں کو عمل کا جامہ پہنایا تو اس سے دنیاے اسلام کو اس قدر سخت نقصان پہنچے گا جس کا تصور محال ہے۔ اور یہ دنیاے اسلام کی شدید ترین توہین ہوگی..... جلسہ کے اختتام پر جناب مولانا قطب الدین عبد الوالی نے اہل سنت والجماعۃ کی طرف سے اور شمس العلماء مولانا ناصر

حسین صاحب اہل التشیع کی طرف سے فتویٰ دیا کہ عارضی طور پر حج کو ملتوی کیا جائے۔"

[مرجع سابق:۱۴؍دسمبر۲۶ء ص۸]

ہندو پاک ہی نہیں بلکہ دیگر ممالک میں بھی التوائے حج کی تحریک اٹھائی گئی، جیسا کہ اخبار الفقیہ نے لکھا ہے:

"علمائے کرام نے فتویٰ دیا ہے کہ جو حالات اس وقت حجاز میں رونما ہیں التوائے حج کی اجازت ہے۔ اور وہابیوں کے مظالم سے حجاز کو آزاد کرنے کا واحد ذریعہ ہمارے پاس التوائے حج ہی ہے۔ مختلف ذرائع سے اس تحریک حج کی تائید ہو رہی ہے، لہٰذا توقع کی جاتی ہے کہ امسال بہت ہی کم حاجی ہندوستان سے جائیں گے۔ مصر، شام، یمن، ایران اور جاوا، سے بیانات موصول ہوئے ہیں جس میں التوائے حج کی تحریک کی تائید کی گئی ہے۔"

[مرجع سابق:۱۴؍دسمبر۲۶ء ص۹]

محرکین التوائے حج کے خلاف نجدی ہوا خواہوں کی فتنہ انگیزیاں اور ان کا سدباب:۔

التوائے حج کی تحریک کوئی ڈھکی چھپی سازش نہیں تھی بلکہ ایک احتجاجی مہم تھی جو کھل کر ہی کی جا سکتی تھی۔ اس کے بارے میں ہر حساس شخص واقف تھا اسے معلوم تھا کہ ہندو پاک ہی نہیں بلکہ ملک شام، یمن، ایران، مصر، جاوا، اور دیگر ممالک سے بھی اس تحریک کو اٹھایا گیا ہے۔ اور اس کا بنیادی مقصد حجاز مقدس سے نجدی حکومت کے ناجائز قبضہ کو ہٹانا اور مسلمانوں کے ساتھ خاص کر حجاج کے ساتھ نجدی وحشیانہ سلوک کو روکنا تھا۔ یہ تحریک جہاں کامیابیوں کی طرف بڑھ رہی تھی وہیں ابن سعود کے وفادار، بذلہ خوار، زر پرست، افراد اس تحریک کو ناکام کرنے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف اور زبان و قلم سے تحریک التوائے حج کی مخالفت کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

حضور صدرالافاضل فرماتے ہیں:

"جب سے حج کے التوا کی گفتگوئیں ہندوستان میں ہوئی ہیں نجدیوں کو پریشانی لاحق ہوگئی ہے۔ ان کے ایجنٹ بھی ہندوستان آرہے ہیں اور ان کے ہندی ہوا خواہ بھی دھوم مچا رہے ہیں، اور طرح طرح سے لوگوں کو ورغلاتے پھر رہے ہیں۔ لیکن برسوں تک نجدی کے افعال پر پردہ ڈالنے اور اس کے مظالم کو چھپانے اور اس کی ستم انگیزیوں کی تاویلیں گھڑنے اور خلق خدا کو دھوکہ دینے کا یہ اثر ہے کہ اب وہابیوں کی تقریر، تحریر فتویٰ کچھ موثر نہیں اور مسلمان خوب اچھی طرح پہچان گئے ہیں کہ یہ وہی فریبی ہیں جو برسوں تک مسلمانوں کو دھوکہ دیتے رہے اور حرمین طیبین کو انہوں نے اپنے پیر مغاں سے برباد کرا دیا۔ لہٰذا حامیان ابن سعود وہابیہ ہند خواہ وہ غیر مقلد ہوں یا دیوبندی اس باب میں کچھ بھی کہیں ان کی بات اصلاً قابل التفات نہیں کہ نجدی کی حمایت کے واسطے ہر قسم کا دھوکہ دینا ان کا شعار ہے مسلمان آگاہ ہیں اور آگاہ رہیں۔"

[ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد: رجب المرجب ۱۳۴۵ھ ص،۱۵]

نجدی ایجنٹ عوامی سطح پر یہ پروپیگنڈا کر رہے تھے کہ لیجیے اب ابن سعود کے مخالف علمانے حج جیسی عظیم عبادت سے لوگوں کو روکنے کا اعلان کر دیا۔ بلکہ اخبار زمیندار میں تو یہاں تک لکھ دیا گیا کہ، اب بریلوی علما (علماے اہل سنت) بجاے کعبہ کے لندن جا کے طواف کریں۔ جس پر تنقید کرتے ہوئے اخبار الفقیہ نے لکھا تھا کہ:

”زمیندار کے بعض نامہ نگار شاعر علماے بریلی ایدھم اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہوئے یہ حماقت بھی چھانٹتے ہیں کہ علماے بریلی اب بجاے کعبہ کے لندن کا طواف کریں یہ ضرورت سے زیادہ گروہ حمقا اپنے آپ میں شرمندہ بھی نہیں ہوتا کہ یہ مسلک اور مذہب تو ان کے گرو گھنٹال کا ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ ؎

بجاے کعبہ خدا آج کل ہے لندن میں
وہیں پہنچ کے ہم اس سے کلام کر لیں گے

علماے بریلی کا تو یہ عقیدہ ہے کہ اگر خدا نخواستہ بجاے شیاطین نجد جیسے مخفی کافروں کے کسی ظاہری کافر کی سلطنت بھی عرب میں ہو یا اگر شیاطین نجد علیہم ما علی الشیخ النجدی کعبہ مطہرہ کو مسمار بھی کر دیں تو ہمارا کعبہ وہ ارض مقدس ہے، جس پر تعمیر کعبہ ہے تحت الثریٰ سے ثریا تک۔ اس جگہ کی ہوا بھی کعبہ ہے، لندن جانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں تم لوگ واقعی ان دنوں میں لندن کا طواف کر چکے ہو جب کہ کعبہ مطہرہ پر شریف حسین کا تسلط تھا۔ وہی فریضہ حج جو آج نجدی ایجنٹوں کے نزدیک ضروری واجب الادا ہے ان دنوں واجب الترک تھا۔ چناں چہ اسی پر زور دیا جاتا تھا اس لیے کہ گرو گھنٹال کا خدا لندن میں تھا۔ خدا بھی ان کا عجیب کھلونا ہے جو کئی سال تک تو لندن میں رہا اور اب جب کہ کعبہ مطہرہ پر اعداء اللہ واعداء الرسول قابض ہیں تو وہ پھر کعبہ میں آدھمکا۔“

[اخبار الفقیہ: ۱۴؍ جولائی ۱۹۲۵ء ص ۵]

آخری بات:۔

۱۹۲۶ میں جب علماے اہل سنت نے یہ تحریک چلائی تو مخالف جماعتوں نے پوری جماعت اہل سنت کے خلاف آواز اٹھائی تھی لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا علماے اہل سنت کے ناموں میں کمی ہوتی چلی گئی اور جیسے ہی اکیسویں صدی شروع ہوئی مخالف جماعتوں نے تحریک التواے حج کے جملہ محرکین، مؤیدین، معاونین کے نام حذف کر کے صرف ایک نام باقی رکھا اور وہ نام ہے شہزادہ حضور اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خاں علیہ الرحمہ کا، مخالفین اپنی تحریروں، اپنی تقریروں میں اب یہ باور کرانے کی کوشش میں مصروف ہیں کہ بریلی کے مفتی اعظم نے لوگوں کو حج جیسی عظیم عبادت سے روکا تھا۔ اور حوالے میں حضور مفتی اعظم کی کتاب مستطاب ”تنویر الحجہ لمن یجوز التواء الحجۃ“ کو پیش کرتے ہیں۔

حالاں کہ التوائے حج کی تحریک میں مفتی اعظم ہند تنہا نہیں تھے ان کے ساتھ علمائے اہل سنت کی اکثریت تھی، جیسا کہ سابقہ اوراق میں ہم بیان کر آئے ہیں۔ مزید شہادتیں اس دور کے اخبارات میں دیکھی جا سکتی ہیں، تو کیا بات ہے کہ التوائے حج میں صرف اور صرف مفتی اعظم ہی مجرم قرار دیے جائیں، ہند و پاک اور دیگر ممالک کے مشاہیر پر کوئی حکم عائد نہ ہو۔

نیز حجاج کے غیر مامون و محفوظ ہونے پر حج کو ملتوی کرنے کا حکم دینا اگر جرم اور گناہ ہے تو سن ۶ ہجری سے ۱۲۱۹ھ تک متعدّد بار حج کے ملتوی کرنے والوں کے خلاف کوئی آواز کیوں نہیں اٹھائی گئی۔؟

علاوہ ازیں کیا مخالفین کو یہ نہیں معلوم کہ جب حجاج کے جان و مال محفوظ نہ ہوں تو ان پر حج فرض نہیں ہوتا۔ بالکل معلوم ہے اور مخالف جماعتوں کے پاس اس کے انکار کی کوئی سبیل بھی نہیں ہے، کیوں کہ ان کی عام کتابوں میں بھی حج کے شرائط میں سے ایک شرط "امن" بھی لکھی ہوئی ہے تو اگر اسی شرط کے مفقود ہونے کے سبب علمائے اہل سنت خاص کر مفتی اعظم ہند نے التوائے حج کا فتویٰ دیا تو کون سا جرم کیا؟

کیا بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں حجاز مقدس پر خاص کر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر نجدی ریشہ دوانیاں، قرامطہ اور وہابیہ کی سابقہ فتنہ انگیزیوں سے کم تھیں؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر کیا بات ہے؟ کہ سابقہ تحریکات سے قطع نظر اسی تحریک کی مخالفت کی گئی اور ماقبل تحریک کے محرکین کو نظر انداز کر کے صرف اور صرف مفتی اعظم ہند کو ہدف تنقید بنایا گیا۔

اگر یہ کہہ کر دامن چھڑانے کی کوشش کی جائے کہ سابقہ ادوار میں واقعی امن کی شرط مفقود تھی اور اس دور میں امن تھا، تو یہ سراسر جھوٹ اور تاریخ مسخ کرنے والی بات ہوگی۔ کیوں کہ بیسویں صدی کے اوئل کی تاریخوں کے اخبارات مشاہد ہیں کہ کس طرح عبدالعزیز ابن سعود اور اس کے نجدی حواریوں نے حجاز مقدس پر غاصبانہ قبضہ کیا، اور کس کس طرح اہل حجاز خاص کر اور عموماً حجاج کرام پر ظلم و ستم کیے۔ حجاج کا نہ مال محفوظ تھا نہ جان محفوظ تھی، حد تو یہ کہ ایمان بھی محفوظ نہیں تھا۔ سابقہ اوراق میں اس کی چند جھلکیاں ہم پیش کر آئے ہیں۔

طرفہ تماشا یہ کہ اس تحریک سے تین سال قبل شریف حسین کے دور میں سیاسی سطح پر ہندوستان سے التوائے حج کی تحریک چلائی گئی، حضور مفتی اعظم ہند نے ۱۳۴۲ھ میں ایک کتاب "حجۃ واہرہ بوجوب الحجۃ الحاضرۃ" کے ذریعہ اس کی زبردست تردید فرمائی۔ اور خلاف شرع التوائے حج کا حکم دینے والے نام نہاد مفتیوں کے خلاف احکام شرع بیان کر کے ان کی اس تحریک کا سد باب فرمایا، لیکن مخالف جماعت نے اس کی مخالفت در کنار ذکر تک نہیں کیا، کیوں؟ اسی لیے تو، کہ وہ انہیں کے مقصد کو پورا کر رہے تھے۔ وہ شریف حسین کی مخالفت کر کے ابن سعود کا کام کر رہے تھے اور ان کو بھی ابن سعود کی اتباع کا شرف حاصل تھا۔

حضور مفتی اعظم ہند اس تعلق سے فرماتے ہیں:

''یہاں کے نجدیان بدلگام جو آج اس حال میں فرضیت حج یا لزوم ادا کی بانگ بے ہنگام محض نجدیت کے سبب اٹھا رہے ہیں خصوصاً بعض وہ جو زمیندار میں کالم کے کالم سیاہ کر رہے ہیں اور ایڑی چوٹی کے زور لگائے جا رہے ہیں۔ اور یوں اپنے آقائے نعمت ابن سعود کی نمک خواری کا حق ادا کرنا چاہتے ہیں۔ ذرا یہ دیکھیں کہ نجدی بھی اس سے اختلاف نہیں کر سکتا کہ امن شرط فرضیت حج ہے۔ ورنہ آج سے پہلے کیا جتنے نجدی مر گئے اور اس لیے انہوں نے حج نہ کیے کہ مکہ معظّمہ، شریف حسین کے پاس تھا، کیا وہ اس کے نزدیک تارک فرض رہے۔ اور مدتوں حج نہ کر کے فاسق و فاجر مرے۔ اگر تمہارے نزدیک نجدیوں کے لیے ترکوں یا شریف حسین کے قبضے میں مکہ معظمہ ہونا نجدیوں کو ان سے محض بدگمانی کی بنا پر خوف قتل و نہب ہونا ان سے فرضیت حج ساقط کرتا ہے تو ہمارے لیے ظالم نجدی جس کے مظالم ظاہر و عالم آشکار ہیں ایسے مفتن کا وہاں ہونا کیوں عذر نہیں ہو سکتا۔ وجہ فرق بتاؤ۔ الحمد للہ یہ ان منہ زوروں کے منہ پر ایسا بھاری پتھر ہے جس کے سبب گھٹ گھٹا کر رہ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو لب تک نہ ہلا سکیں گے۔'' [تنویر الحجۃ لمن یجوز التواء الحجۃ: ص ۲۳]

الحاصل تحریک التوائے حج صرف مفتی اعظم یا علمائے اہل سنت ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی آواز کا نام تھا جسے دبانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی مگر یہ رنگ لا کر ہی رہی، بھلے ہی نجدی حکومت کے خلاف کوئی خاص معرکہ سر نہ ہوا، البتہ یہ ضرور ہوا کہ حجاج اور اہل حجاز پر ظلم و ستم پر روک تھام ہو گئی اور ان کے جان، مال و ایمان محفوظ ہو گئے۔

اور رہے نمک خواران ابن سعود جو مسلمانوں کے خلاف کل بھی اسی طرح پروپیگنڈا کرتے رہے اور آج بھی اپنی قدیم روش پر قائم رہتے ہوئے اہل سنت کی مخالفت کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ لیکن اہل سنت کل بھی سربلند رہے اور آج بھی سربلند ہیں اور آگے بھی سربلندی انہیں کا حصہ ہو گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

[دوماہی الرضا پٹنہ: ستمبر تا دسمبر ۲۰۱۶ء]

علامہ ابراہیم خوشتر کی تاریخ گوئی

عالم سنیت کے عظیم رہبر، علم وعمل کے پیکر، علامہ ابراہیم خوشتر صدیقی علیہ الرحمہ کی ذات والاگرامی، علمی حلقے میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، ارباب علم ودانش علامہ خوشتر صدیقی کی حیات وخدمات سے بخوبی واقف ہیں۔ علامہ موصوف کثیر الجہات شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی مبلغانہ سرگرمیاں، اہل علم سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔

آپ اپنے آبائی وطن جمال پور ضلع مونگیر بہار سے تعلیمی سفر شروع کرکے بریلی شریف پہنچے، مدرسہ منظر اسلام اور مظہر اسلام میں رہ کر علوم متداولہ کی بیشتر کتابیں پڑھیں اور پھر قیام پاکستان کے سبب فیصل آباد پہنچ گئے۔ اور وہاں مدرسہ مظہر اسلام میں محدث اعظم پاکستان سے تکمیل علم فرمایااور سند فراغت کی تحصیل فرمائی۔ لائل پور، گوجر خاں، ساہیوال، پاکستان کے مختلف خطوں میں علمی فیضان سے عوام وخواص کو مستفیض کرنے کے بعد، کولمبو، ماریشش، افریقہ، امریکہ، کینیا، تنزانیہ ،مالا، صومالیہ، ایتھوپیا، مڈغاسکر، اور جزائر فریج مشرق وسطی وغیرہ کے دیگر ممالک میں تبلیغی دورے فرمائے۔

غرض یہ کہ امامت، تدریس، خطابت، تبلیغ، خدمت دین کے بہت سے شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ اگر آپ کی تبلیغی خدمات کا ذکر کیا جائے تو دفتر کا دفتر بھر تا دکھائی دے۔ اگر آپ کے تبحر علمی کی بات کی جائے، تو نحو وصرف، منطق وفلسفہ، فقہ، حدیث، تفسیر، توقیت، جفر، تاریخ گوئی، وغیرہ علوم متداولہ مروجہ میں سے کوئی ایک علم بھی ایسا نہیں، جس میں آپ کو مہارت تامہ حاصل نہ ہو۔ اوراس دعوے کی دلیل میں فقط اتنا کہنا کافی ہوگا، کہ آپ کے اساتذہ میں حضور حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند، مفسر اعظم ہند، محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد خاں قدس سرھم، کے مبارک نام شامل ہیں، جس کے بعد یہ خیال کہ فلاں علم میں آپ کو مہارت حاصل نہ تھی فضول ہے۔ آپ کے ، تبلیغی کارنامے ، تعلیمی کاوشیں، قائدانہ کارروائیاں، قلمی رعنائیاں، سیاسی جدوجہد، مفکرانہ اقدام، مدبرانہ افعال، دینی، مذہبی، مسلکی، خدمات، سماجی، معاشی، معاشرتی، اقتصادی، ثقافتی، سرگرمیاں، بہت سے پہلو ہیں جن میں سے ہر ایک پر سیر حاصل گفتگو کی جاسکتی ہے۔ مگر ہم یہاں فنون میں سے اہم فن ''تاریخ گوئی''میں علامہ کی مہارت، اور تاریخ گوئی جیسے دشوار ترین فن میں علامہ کے اوج کمال کی بات کریں گے۔

بلاشبہہ اس میں کوئی شک نہیں کہ الفاظ سے اعداد کا استخراج برمحل، برجستہ، عمدہ واحسن انداز میں، نظم ونثر میں اور زبان اردو، فارسی اور عربی میں، بہت بڑا کمال ہے۔ اور یہ ایک بہت ہی مشکل فن ہے، جس کے تعلق

سے علامہ موصوف خود فرماتے ہیں:

''تاریخ گوئی بہت ہی مشکل فن ہے''[تذکرہ جمیل:ص۱۶۹]

اس فن میں یوں تو بہت سے علمانے مہارت حاصل کی مگر بلا مبالغہ حضور سیدی اعلیٰ حضرت کو اس فن میں جو کمال حاصل تھا وہ انہیں کا حصہ تھا۔ انہیں کی برکتیں ان کے شہزادگان، میں ودیعت ہوئیں اور انہیں سے علامہ خوشتر کو نصیب ہوئیں۔ تاریخ گوئی میں آپ کو بے مثال کمال حاصل تھا۔ ہم یہاں آپ کی تاریخ گوئی کے حوالے سے چند تاریخی کاوشیں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کتابوں کے نام، منظومات کے عناوین، وفیات اور دیگر اہم امور پر تاریخی مادے، تاریخی رباعیات وقطعات، کثرت سے پائے جاتے ہیں، ہم یہاں چند پیش کرتے ہیں۔

کتاب اور منظومات کے عناوین، کے تاریخی مادے:۔

تذکرہ جمیل۔۱۴۰۸ھ

آپ نے حضور حجۃ الاسلام، قدس سرہ کی سوانح حیات لکھی جو تذکرہ جمیل کے نام سے مشہور ہے، خاصی مقبول ہوئی۔ کتاب کا مسودہ تیار ہوا تو آپ نے اس مسودہ کا تاریخی نام ''احوال شاہ حامد رضا'' رکھا۔ جس کا عدد ۱۴۰۶ھ برآمد ہوتا ہے۔ اور جب مسودہ مبیضہ میں تبدیل ہوا، تو آپ نے اس کا تاریخی نام ''تذکرہ جمیل'' رکھا، جس کا عدد ۱۴۰۸ھ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ حضور حجۃ الاسلام کی سوانح پر مشتمل کتاب کا مسودہ بنام ''احوال شاہ حامد رضا'' ۱۴۰۶ھ میں تیار ہوا۔ اور مبیضہ بنام ''تذکرہ جمیل'' ۱۴۰۸ھ میں ہوا۔ مسودہ سے مبیضہ تک دو سال کا عرصہ رہا۔ اور اس طرح ''احوال شاہ حامد رضا'' ''تذکرہ جمیل'' کے نام سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔

بیاض پاک حجۃ الاسلام۔۱۴۱۰ھ

حضور حجۃ الاسلام کے متفرق ونایاب کلام کو علامہ نے یکجا فرمایا۔ اور اس کا تعارف تذکرہ جمیل میں تاریخی نام ''بیاض پاک حجۃ الاسلام'' سے فرمایا۔ بیاض پاک حجۃ الاسلام کے عدد ۱۴۱۰ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اور اسی میں آپ نے حضرت کے غیر مطبوعہ کلام کا کچھ حصہ ''ذریعہ التجا'' کے نام سے شامل فرمایا اور ''ذریعہ التجا'' سے بھی سن ہجری ۱۴۱۰ھ نکلتی ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے آپ کو اپنا دستی نعتیہ دیوان عطا فرمایا اور اس میں سے ایک نعت محفل میلاد کے موقع پر خود علامہ سے سماعت فرمائی۔ علامہ موصوف نے پہلی بار اس نعت پاک کو تاریخی عنوان بنام ''نعت شفاعت طلب'' سے تذکرہ جمیل میں نقل فرمایا ہے۔ نعت شفاعت طلب'' کا عدد ۱۴۱۲ھ برآمد ہوتا ہے۔ اور تذکرہ جمیل تاریخی عدد ۱۴۰۸ھ ہے۔ ممکن ہے کہ مسودہ، ۱۴۰۶ھ اور مبیضہ ۱۴۰۸ھ میں تیار ہو گیا تھا لیکن

اشاعت کسی سبب سے ملتوی رہی ہو۔اور ۱۴۱۲ھ میں کتاب شائع ہوئی ہو۔واللہ اعلم بالصواب۔

قسیم بخشش۔۱۴۱۲ھ

علامہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔آپ کی شاعری، حق کی ترجمان،کیف وسرور کی سرمستیوں سے لبریز، ہوا کرتی تھی،آپ کی شاعرانہ عظمتوں ،کو ملاحظہ کرنے کے لیے آپ کے عظیم مجموعہ دیوان قسیم بخشش کا مطالعہ کیا جائے۔ہم یہاں اپنے عنوان پر کلام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔آپ نے بہت سی حمد و نعت اور غزلیں، نظمیں،تحریر فرمائیں۔آپ کا حمدیہ،نعتیہ،غزلیہ،کلام بشکل دیوان ،بنام تاریخی "قسیم بخشش "۱۴۱۲ھ، منظر عام پر موجود ہے۔آپ نے اپنے اس تاریخی دیوان کو حسب ذیل تاریخی نام دیے ہیں۔

"قسیم بخشش"، "نذر تابندہ"، "لمعان تاریخی"، "یعنی قند نعت ومنقبت"

۱۴۱۲ھ ۱۴۱۲ھ ۱۴۱۲ھ ۱۴۱۲ھ

علاوہ ازیں آپ نے نعت و منقبت غزلوں نظموں،اور رباعیات وقطعات وغیرہ کے ہر حصہ کا نام بھی الگ سے تاریخی رکھا ہے۔نعت و منقبت پر مشتمل مجموعہ کلام کا تاریخی نام "سیر گاہ نعت و منقبت "۱۴۱۴ھ "اوراد بخشش "۱۴۱۴ھ۔تجویز فرمایا۔غزلوں کے مجموعہ کا تاریخی نام "کاشانہ غزل "۱۴۱۴ھ۔تجویز فرمایا۔

رباعیات وقطعات کے مجموعہ کلام کو "تختۂ بہار عیش "۱۹۹۳ءاور "شراب طہور رباعیات وقطعات "۱۹۹۳ء کا تاریخی نام دیا۔

شادی وسہرا وغیرہ پر مشتمل کلام کے مجموعہ کو تاریخی نام "فرخندہ بہار سہرا "۱۴۱۳ھ۔سے موسوم فرمایا۔

آپ کے یہ تمام مجموعے،ذکر کردہ تاریخوں ہی میں تیار ہو گئے تھے البتہ ان کی اشاعت ۱۴۱۴ھ میں ہوئی۔

مجموعہ کلام کے دیوان کی اشاعت سے متعلق،آپ کے درج ذیل قطعات دل چسپ اور قابل ملاحظہ ہیں۔ ہم یہاں وہ پیش کیے دیتے ہیں۔ ؎

شعر یہ تاریخ کا برمحل ہے اور صحیح
مل گئی دیوان کو اک "یہ تاریخ فصیح"
۱۴۱۴ھ

قسیم بخشش کی طباعت پر درج ذیل قطعہ تحریر فرمایا: ؎

چھپ گئی ہے قسیم بخشش کی یہ سعی ہے شفیع محمد کی
کہہ رہا ہے یہ اس کا ہر مصرعہ "نظم یہ ہے نشاط دل" یعنی
۱۴۱۴ھ

پر لطف بات یہ کہ آپ نے اپنے دیوان کا انتساب بھی تاریخی رکھا ہے اور اس کا عنوان فہرست بھی تاریخی منتخب کیا ہے۔آپ نے اپنے مجموعہ کلام کا انتساب حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ حضور حجۃ الاسلام، محدث اعظم پاکستان، اور علامہ شمس بریلوی کے نام کیا ہے۔اور اس انتساب کا تاریخی نام ''انتساب سراپا بالاتر''تجویز فرمایا ہے، جس کا تاریخی عدد ۱۴۱۲ھ ہے۔جو کہ کتاب کی سن اشاعت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

حج، شادی، تقریبات، تقررات، تعمیرات وغیرہ کے موقع پر لکھے گئے تاریخی مادے:۔

علامہ تقدس علی خاں کے سفر حج پر تاریخی ہدیہ تہنیت

علامہ تقدس علی خاں بریلوی، جن کا شجرہ نسب اعلیٰ حضرت سے ملتا ہے۔علامہ موصوف کے خاص کرم فرماؤں میں شامل تھے۔۱۹۴۵ء مطابق ۱۳۶۳ھ میں علامہ تقدس علی خاں نے پہلا حج ادا فرمایا۔ واپسی پر منظر اسلام میں ایک جلسہ تہنیت رکھا گیا، علامہ موصوف نے ہدیہ تہنیت درج ذیل تاریخی رباعی کی شکل میں پیش فرمائی۔ ؎

جھولیاں نعمت دارین سے بھر کر اپنی
پھر وطن کو مرے مخدوم و مکرم آئے
شاد و مسرور ہیں کس درجہ وہ اللہ اللہ
کتنے انعام خدا جانے وہاں سے پائے
ہوئی تاریخ یہ خوشتر زسر کیف دوام
۱۹۴۵ء
دل کو پر نور تجلی سے بنا کر لائے

علامہ تقدس علی خاں کے سال تدریس کی تاریخ ،تدریس تقدس علی(۱۳۴۸ھ)اور وصال کی تاریخ، حضرت تقدس علی خاں پاک نہاد(۱۴۰۸)تحریر فرمائی۔

بحر العلوم، کے جامعہ اشرفیہ میں شیخ الحدیث کی تقرری پر تاریخی قطعات

بحر العلوم علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ،۱۳۹۶ھ میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوئے تو علامہ نے درج ذیل دو تاریخی قطعات لکھے۔ملاحظہ کریں: ؎

رونق بزم عزیز علامہ بحر العلوم
مفتی اسلام یعنی طالب دیں کے مغیث
یہ دعا بھی مصرع تاریخ خوشتر بن گیا

"یا الٰہی ہو مبارک منصب شیخ الحدیث"

۱ ۹ ۷ ۶ ء

اس قطعہ کے آخری مصرعہ سے سن عیسوی ۱۹۷۶ء کا عدد برآمد ہوتا ہے۔

دوسرا قطعہ بھی ملاحظہ کریں: ؎

حافظ ملت کا خوشتر جانشین
منتخب جو بھی ہوا اچھا ہوا
اللہ اللہ خدمت درس حدیث
ہاتھ کیا آیا ہے "طیب مشغلہ"

۱۳۹۶ھ

مذکورہ قطعہ کے آخری دو کلموں "طیب مشغلہ" سے بحر العلوم کی تقرری کا سن ہجری ۱۳۹۶ھ نکلتا ہے۔

ولادت مفتی اعظم کا تاریخی جشن صد سالہ

ممبئی میں حضور مفتی اعظم ہند کے ۱۱، ۱۲، ۱۳؍ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ کو جشن ولادت کے صد سالہ اجلاس کے موقع پر آپ نے حضور مفتی اعظم کی شان میں منظوم تاریخی نذرانہ عقیدت پیش فرمایا۔ اس منقبت کا عنوان "معروضہ بندہ درگاہ" تاریخی تھا۔ اس عنوان سے اجلاس اور کلام کی تاریخ ۱۴۱۲ھ برآمد ہوتی ہے، جس سے صد سالہ جشن ولادت مفتی اعظم ہند اور منقبت مفتی اعظم ہند، کے معرض وجود میں آنے کی سن ظاہر ہوتی ہے۔

علامہ موصوف کی دستار فضیلت اور تاریخی مادے

۱۳۷۵ھ میں مدرسہ مظہر اسلام میں آپ نے سند فراغت حاصل فرمائی۔ اس موقع پر آپ نے ایک تاریخی، فارسی منظوم سپاس نامہ، استاد گرامی محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ آپ نے اس منظوم فارسی سپاس نامہ کو تاریخی عنوان "گلدستہ فکر روشن" سے موسوم فرمایا۔ گلدستہ فکر روشن سے آپ کی سن دستار فضیلت اور سپاس نامہ کا سن ۱۳۷۵ھ برآمد ہوتا ہے۔

یہاں ہم اس سپاس نامہ کے چند اشعار ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں: ؎

مرحبا اے درس گاہ دین پاک مصطفیٰ
ایکہ داری مظہر اسلام نام جاں فزا
اے خوشا ہستی تو زہر اہتمام آں جناب
سیدی سردار احمد حضرت استاذ ما

در جہاں تا دیدہ باشد انقلاب روزگار
خوشترت در صحبت تو خوش گزارد زیست را

علامہ کے مکان "سنی رضوی منزل کراچی" کی تعمیری تکمیل پر تاریخی قطعات

۱۹۷۲ء میں علامہ نے کراچی میں جب اپنا مکان تعمیر کرایا تو اس موقع پر درج ذیل تاریخی قطعہ تحریر فرمایا۔ ؎

بحمد اللہ الاکبر ملا اک گوشہ خوش منظر
بنا یہ مصرع تاریخی "مکان دل کشا خوشتر"
۱۹۷۲ء

آخری مصرعہ سے تکمیل مکان کی سن عیسوی ۱۹۷۲ء برآمد ہوتی ہے۔

مسجد کے جشن افتتاح کے موقع پر کہے گئے تاریخی قطعات

یکم جمادی الثانی ۱۴۰۴ مطابق ۴/مارچ ۱۹۸۴ء بروز یک شنبہ، چیتھم ہل شمالی مانچسٹر کی جامع مسجد کے افتتاح کے سلسلے میں منعقدہ جلسہ میں علامہ نے درج ذیل تاریخی قطعات رقم فرمائے۔ ؎

حسیں ہیں عزائم حسیں ہیں مقاصد کہ کرتی ہے قوم افتتاح معابد
یہ مصرعہ مسمّی ہے تاریخ کا مقدس معلّی ریاض المساجد
۱۴۰۴ھ

کھلا آج چیتھم میں باب نجات ملی قوم کو مسجد الجامعات
مسلماں کو فاسعوا کی توفیق دے الٰہی اذا نودی للصلوٰۃ
۱۴۰۴ھ

علاوہ ازیں ایک منظوم کلام بھی اس حوالے سے آپ نے لکھا جس میں درج ذیل ایک شعر تاریخی ہے ملاحظہ کریں۔ ؎

ملی مسجد کو "تاریخ یگانہ"
"شرافت باغ" ہے گلزار مسجد

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں "مسجد تاریخ یگانہ" سے ہجری سن افتتاح ۱۴۰۴ھ برآمد ہوتی ہے۔
اور دوسرے مصرعہ کے "شرافت باغ" سے عیسوی سن ۱۹۸۴ء کے عدد نکلتے ہیں۔

اولاد کے نکاح و سہرے

آپ کے صاحبزادہ محمد مسعود اظہر کی شادی سن ۱۴۰۴ھ میں ہوئی۔ آپ نے بیٹے اور بہو کو درج ذیل تاریخی مبارک باد پیش فرمائی۔ ملاحظہ کریں۔

"محمد مسعود اظہر کو" "شاہین بیگم کو شادی جاوداں صد بار مبارک"

۱۴۰۴ھ ۱۴۰۴ھ

یارم از راہ بعیدہ آمدہ رو کشادہ گل دمیدہ آمدہ
شکری کریم کہ از فرزند من "ماہ و تاریخ ولیمہ آمدہ"

۱۴۱۴ھ

آپ کے صاحب زادے غلام محمد حسین رضا انور قادری کی شادی ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۸۹ء کو ہوئی۔ آپ نے اپنے صاحب زادے کی شادی پر درج ذیل تاریخی مادے تحریر فرمائے۔

"عزیزی بلند طالع محمد میاں خوشتر" "محفل مبارک شادی خانہ آبادی"

۱۹۸۹ء ۱۴۱۰ھ

نیز اس موقع پر آپ نے تاریخی سہرا بعنوان "خوشتر طراز سہرا" جس سے شادی کی سن عیسوی ۱۹۸۹ء برآمد ہوتی ہے، تحریر فرمایا۔

۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں آپ کے چھوٹے بیٹے احمد سعید الرضا اطہر عرف امن میاں کی شادی ہوئی اس موقع پر آپ نے "خوشتر و اطہر سہرا" کے تاریخی عنوان سے سن ہجری پر مشتمل "تاریخی صحیفہ" تحریر فرمایا۔ ہم یہاں اس سہرے سے ایک تاریخی شعر پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ؎

یہ عکس تاریخ کا ہے احمد کہ پھر سعید الرضا ہے اطہر
پھر اس پہ یہ اہتمام خوشتر پسندیوں اس قدر ہے سہرا

پہلے مصرعہ میں "عکس تاریخ احمد" سے شادی کی سن ہجری کا عدد ۱۴۱۴ برآمد ہوتا ہے۔ اور "سعید الرضا اطہر" سے ۱۳۹۱ھ سن ولادت موصول ہوتی ہے۔

دوسرے مصرعہ میں "اہتمام خوشتر" سے سن عیسوی ۱۹۹۳ء کا پتہ چلتا ہے۔

اور نسبتی فرزند مظفر حسین کا تاریخی سہرا بعنوان "نوید مظفر حسن" جس سے سن ہجری ۱۴۰۸ برآمد ہوتا ہے تحریر فرمایا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے تاریخی سہرے تحریر فرمائے، چند یہ ہیں:

"جگر من سید عامر علی قادری کا سہرا"۔ "عزیزی نیک طالع محمد محسن اشرف کا سہرا"۔ "بلند اقبال خوشتر سہرا"

۱۴۱۰ھ ۱۴۱۲ھ ۱۹۹۲ء

نکاح دختر نیک اختر، مسعودہ خوشتر و سعیدہ خوشتر

علامہ نے اپنی صاحب زادی مسعودہ خوشتر کی شادی کے موقع پر درج ذیل تاریخی قطعہ تحریر فرمایا۔ ؎

ترا یاور شدہ ایزد تعالیٰ زہے مسعودہ خوشتر را مبارک
چہ خوش وبست ونہم شعبان گفتہ مبارک عقد ”دختر را“ مبارک
۱۴۰۵ھ

آخری مصرعہ میں دختر را“ سے تاریخ نکاح ۱۴۰۵ھ سن ہجری برآمد ہو رہی ہے۔

علامہ نے اپنی دوسری صاحب زادی سعیدہ خوشتر کی شادی کے موقع پر درج ذیل تاریخی مادے تحریر فرمائے۔”سعیدہ خوشتر کی شادی آبادی“۔”تاریخ عقد پاک“

پہلے مادے سے شادی کی سن عیسوی ۱۹۸۸ء اور دوسرے سے شادی کی سن ہجری ۱۴۰۸ھ برآمد ہوتی ہے۔

وفیات پر تاریخی مادے اور تاریخی قطعات

حضور مفتیٔ اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی

حضور مفتیٔ اعظم ہند کا وصال ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۱ء میں ہوا۔ آپ کے وصال پر علامہ نے بہت سے تاریخی مادے، اور تاریخی قطعات اردو، عربی، فارسی تینوں زبانوں باعتبار سن ہجری و عیسوی، تحریر فرمائے۔ مادوں میں سلاست، روانی، برجستگی، کو دیکھ کر یہ اندازہ لگا پانا مشکل نہیں ہے کہ علامہ کو تاریخ گوئی میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ وصال مفتیٔ اعظم کے حوالے سے تاریخی مادے اور تاریخی قطعات ملاحظہ کریں۔ علامہ نے تاریخی مادوں کو تاریخی نام ”تواریخ وصال محبوب“ سے موسوم فرمایا۔
۱۴۰۲ھ

کعبہ دل مرشدی آل الرحمن مولانا مصطفیٰ۔ رضا نوری اہل جود و عطا۔ مشابہ احمد رضا۔ ولی زمان خاتم الفقہاء۔
۱۴۰۲ھ ۱۴۰۲ھ ۱۴۰۲ھ ۱۴۰۲ھ

قبلہ طالبان صاحبزادہ احمد رضا۔ تارک دنیا مرشد العلماء۔ ولی بے عدیل مصطفیٰ رضا۔ فقیہ اعظم دین اسلام۔
۱۴۰۲ھ ۱۴۰۲ھ ۱۴۰۲ھ ۱۴۰۲ھ

دین پناہ ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن۔ محمد مصطفیٰ رضا ولی بالا۔
۱۴۰۲ھ ۱۴۰۲ھ

مزاج شناس اعلیٰ حضرت۔ ابن محقق ولی مجدد اعلیٰ حضرت۔
۱۹۸۱ء ۱۹۸۱ء

مولد مصطفیٰ رضا۔ تاریخ نیک وجود۔ تاریخ جلوس۔ مصطفی رضا پاک زاد آمد۔
۱۳۱۰ھ ۱۳۱۰ھ ۱۳۱۰ھ ۱۳۱۰ھ

گدائے نوری کی ولادت باسعادت۔

۱۳۱۰ھ

ولی کامل خاتم الاکابر۔ سنی نوری رضوی۔ آماجگاہ قادری رضوی۔ خلیفہ عدیم البدل بوالحسین احمد نوری۔

۱۴۰۲ھ ۱۴۰۲ھ ۱۴۰۲ھ ۱۴۰۲ھ

زیب فصحا خاتم الخلفاء۔ منزل محبان غوث الوریٰ۔ سیدی مفتی اعظم ہند قدوہ اصفیاء۔

۱۹۸۱ء ۱۹۸۱ء ۱۹۸۱ء

رضی اللہ القدوس عنہ۔ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سوئے بہشت عازم است۔

۱۴۰۲ھ ۱۹۸۱ء

حقا سلم علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ۔ ان کان ابراہیم غلام۔ واصف سیدی خوشتر صدیقی۔

۱۴۰۲ھ ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۱ء

درج بالا انتیس تاریخی مادے مفتی اعظم کی ولادت اور وصال کے سن ہجری ۱۴۰۲ھ اور سن عیسوی ۱۹۸۱ء کا پتہ دیتے ہیں۔ سترہ مادے وصال کے سن ہجری، اور سات مادے، وصال کی سن عیسوی پر مشتمل ہیں۔ اور پانچ مادوں سے آپ کی تاریخ ولادت ظاہر ہوتی ہے۔

تاریخ وصال کے حوالے سے ایک فارسی قطعہ بھی لائق مطالعہ ہے۔ ملاحظہ کریں: ؎

داد ہاتف صبح دم ایں چہ خبر گریہ کردہ آدمی جن و ملک

آں رئیس الاتقیاء ذو الاحترام کرد رحلت نیکو فرجام فلک

۱۴۰۲ھ

علاوہ ازیں علامہ نے حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی مختصر سی سوانح تحریر فرمائی جس کا تاریخی نام ''احوال پاکیزہ مکرم مفتی اعظم'' ۱۴۰۲ھ۔ رکھا۔

نیز چھتیس اشعار پر مشتمل منظوم سیرت پاک بھی تحریر فرمائی، جس کا تاریخی عنوان، فراق مفتی اعظم ہند،

۱۹۸۱ء

مرثیہ مرشد زمانہ، مرثیہ سردار اصفیاء۔ منتخب فرمایا۔

۱۴۰۲ھ ۱۴۰۲ھ

فراق مفتی اعظم ہند، وصال کی سن عیسوی، ۱۹۸۱ء اور، مرثیہ مرشد زمانہ، مرثیہ سردار اصفیاء، دونوں سے سن ہجری ۱۴۰۲ھ کے عدد برآمد ہوتے ہیں

یہاں اس منظوم تاریخی کلام سے مطلع، مقطع، اور کلام میں درج تاریخی شعر نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ ؎

کیا بتاؤں کون کیسا مقتدا جاتا رہا
مقتدا کرتے تھے جس کی اقتدا جاتا رہا

جو رہا شیریں ادا ہر دم خدا کی راہ میں
وہ ولائے حق امام الاتقیاء جاتا رہا

جس نے دی تھی یہ دعا خوشتر کو خوشتر کر خدا
آہ! وہ خوشتر کا خوشتر خوش ادا جاتا رہے

مندرجہ بالا اشعار میں دوسرا شعر تاریخی ہے۔ پہلے مصرعہ سے حضور مفتی اعظم کی عیسوی سن وصال ۱۹۸۱ء نکلتی ہے۔ اور دوسرے مصرعہ سے سن وصال ۱۴۰۲ھ برآمد ہوتی ہے۔

ریحان ملت علامہ ریحان رضاخاں بریلوی

نبیرہ حضور اعلیٰ حضرت، ریحان ملت علامہ ریحان رضاخاں علیہ الرحمہ، ۱۸ر رمضان المبارک، ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے، بہت سے تاریخی کلام لکھے گئے، ہزاروں تعزیت نامے اہل خانہ کو موصول ہوئے، مگر علامہ موصوف کی تعزیت نامے کی شان الگ ہی نظر آتی ہے۔ علامہ نے حضرت سبحانی میاں صاحب سجادہ خانقاہ ضویہ بریلی شریف کے نام اپنے تعزیت نامے میں ۱۸ر تاریخی مادے، رقم فرمائے۔ یہاں ہم مکمل تعزیت نامہ تو نقل نہیں کریں گے البتہ تعزیت نامے میں درج تاریخی مادے نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اہل علم علامہ موصوف کی تاریخ گوئی سے محظوظ ہوں۔

خبر ابتر۔ وحشت اثر۔ آہ آہ یکے جانشین اعلیٰ حضرت۔ میر قافلہ اعلیٰ حضرت۔ آہ داعی خانقاہ عالیہ رضویہ۔
۱۴۰۵ھ۔ ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء ۱۹۸۵ء ۱۹۸۵ء

کوکب اسلام حضرت مولانا ریحان۔ حضرت ریحان در جنان۔ علامہ روزگار ملجاے خلائق۔
۱۹۸۵ء ۱۹۸۵ء ۱۴۰۵ھ

الحاج محمد ریحان رضا۔ شمع شبستان دیوان عام۔ بزرگ نہاد سجادہ نشین آستانہ عالیہ۔ مرجع انام سجادہ نشین آستانہ۔
۱۴۰۵ھ ۱۴۰۵ھ ۱۴۰۵ھ ۱۴۰۵ھ

قادریہ رضویہ دائما ابدا۔ جنت مکان نبیرہ حجۃ الاسلام۔ ریحان امام احمد رضا۔ ہادی زمانہ نوری رضوی۔
۱۴۰۵ھ ۱۴۰۵ھ ۱۴۰۵ھ ۱۴۰۵ھ

بزم گہ قادری رضوی ۱۴۰۵ھ نے اتفاقاً وصال پر ملال فرمایا ۱۴۰۵ھ۔

اور ایک تاریخی قطعہ بھی ملاحظہ فرمائیں: ؎

کون دنیا سے گیا روتے ہیں آہ — منظر اسلام، مسجد، خانقاہ
شکر! یہ مصرعہ ملا تاریخ کا — داخل جنت ہوا ریحاں، اللہ

۱۴۰۵ھ

محدث اعظم پاکستان، علامہ سردار احمد خاں

محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد خاں علیہ الرحمہ علامہ موصوف کے خصوصی اساتذہ اور کرم فرماؤں میں سے ایک تھے۔ آپ کا وصال یکم شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۹/دسمبر ۱۹۵۱ء میں ہوا۔ آپ کے وصال پر علامہ کو کس قدر رنج ہوا ہوگا وہ تو علامہ ہی جانیں، البتہ محدث اعظم پاکستان کی شفقتوں اور نوازشات کو دیکھ کر اندازہ لگا پانا مشکل نہیں ہے کہ علامہ کو حضرت کی وفات سے بے حد تکلیف پہنچی ہوگی۔ محدث اعظم پاکستان کے وصال سے متعلق بہت سے ارباب علم نے تعزیتی خطوط و مراسلات، اور تاریخی مادے اور تاریخی قطعات تحریر فرمائے ہیں، ہم یہاں علامہ موصوف کے تعزیت نامے کو اور اس میں درج تاریخ وصال پر مشتمل قطعہ کو من وعن نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

"اس دور کا سب سے بڑا مبلغ، اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیکر، ملت اسلامیہ کو سوگوار کرتا ہوا، اور اپنے تبلیغی......قیامت تک نہ مٹنے والے نقوش کو تابندہ چھوڑتا ہوا ہماری ظاہری آنکھوں سے روپوش ہوگیا ہے، لیکن اس کے عکس۔ اور حقانیت صداقت کی تابندگی ہمیشہ ہماری رہنما....اور ہم ان کی بتائی ہوئی روشنی میں جادہ آخرت بآسانی طے کر سکیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز ؎

آنکھ میں ان کا جلوہ ہے — یاد سے ان کی دل معمور
کل تھی جن کی بخشش عام — آج وہ ہوگئے "مغفور"

۱۳۸۲ھ

[رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ: رمضان المبارک، ۱۳۸۲ھ ص ۴]

شیخ ضیاء الدین مدنی، قطب مدینہ

قطب مدینہ خلیفہ امام احمد رضا، مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ کے وصال کے موقع پر علامہ نے درج ذیل تاریخی قطعات تحریر فرمائے۔ ؎

از حرم تا حل ہے کیسا شور و غل
رحلت شیخ طریقت واصف مولائے کل




مژدہ سال ولادت تھا ضیاء کا "یاغفور"
وصل کی تاریخ لکھ از نائب ختم رسل

اس قطعہ میں دوسرے شعر کے پہلے مصرعہ میں "یاغفور" سے قطب مدینہ کے سال ولادت ۱۲۹۷ھ کا عدد برآمد ہوتا ہے۔اور دوسرے مصرعہ میں "از نائب ختم رسل" سے سن وصال کا عدد ۱۴۰۱ھ نکلتا ہے۔؎

جلوہ گاہ قادری رضوی نہ پوچھ
جس کے غم میں رو رہے ہیں انس و جن
ہے ملال افزا بڑی تاریخ آہ
چار تھی ذو الحج کی اور جمعہ کا دن

اس قطعہ کے تیسرے مصرعہ کے تین کلموں "ملال افزا تاریخ" سے سن وصال ۱۴۰۱ھ برآمد ہوتی ہے۔

مفتی اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی

مفتی اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی کا شجرہ نسب بھی کاظم علی خاں پر اعلیٰ حضرت سے مل جاتا ہے۔علامہ موصوف نے مفتی اعجاز صاحب سے تاریخ فن گوئی میں کافی کچھ استفادہ فرمایا جس کا ذکر خود بھی کیا ہے، تذکرہ جمیل میں۔مفتی اعجاز ولی خاں کا وصال ۲۳/ شوال المکرم،۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹/ نومبر ۱۹۷۳ء میں ہوا۔علامہ موصوف نے مفتی صاحب کے وصال پر کئی تاریخی قطعات رقم فرمائے اور کئی غیر منظوم تاریخی مادے بھی استخراج فرمائے۔لکھتے ہیں:

آہ میرا مجمع البحرین وسیلتی فی الدارین۔سیدی مفتی اعجاز ولی خاں۔کوکب اسلام فقیہ عصر مفتی اعجاز ولی۔ہادی پاک باز رحمۃ اللہ علیہ۔بادا بخیر عاقبت۔اس عالم فانی سے لاہور میں عالم جاودانی کی طرف سدھار گیا، جس کی "تاریخ مژدہ وصل" مندرجہ ذیل ہے۔

مذکورہ عبارت سے مفتی اعجاز ولی خاں علیہ الرحمہ کے سن وصال (۱۳۹۳ھ) پر چھ تاریخی مادے برآمد ہوئے، جنہیں ہم نے انڈر لائن کر دیا ہے۔درج ذیل تاریخی قطعات بھی خاصے دل چسپ ہیں ملاحظہ کریں: ؎

اٹھ گیا دنیا سے وہ عالی نسب
ہر سخن جس کا تھا پیغام طرب
سال رحلت کا ہے تاریخ وقوع
۱۳۹۳ھ
تیئسویں شوال سہ شنبہ کی شب

؎

رخصت ہوا جہان سے یہ کوئی با کمال
بوجھل ہوئی زمیں تو فلک غم سے ہے نڈھال
عقبیٰ کی فکر دین کا جس کو رہا خیال
بادا بخیر عاقبت اس کا سن وصال

۱۳۹۳ھ

مندرجہ بالا قطعات مفتی صاحب کے لوحِ مزار پاک پر کندہ ہیں۔
علاوہ ازیں علامہ نے مفتی اعجاز صاحب کی رحلت پر درج ذیل تاریخی شعر بھی لکھا ہے۔ ؎

اک عالم زمن کی اللہ رے یہ رحلت
رضواں پکارتا ہے یہ ہے غریق رحمت

شعر کے دوسرے مصرعہ میں الفاظ "ہے غریق رحمت" سے مفتی اعجاز ولی، کی عیسوی سن وصال ۱۹۷۳ء برآمد ہوتی ہے۔

فقیہ اعظم مفتی عبدالرشید نعیمی

مفتی عبدالرشید نعیمی فتح پوری علیہ الرحمہ کا وصال ۹/ ذوالحجہ ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۴/ دسمبر ۱۹۷۴ء میں ہوا۔ علامہ نے حضرت کے وصال پر حضرت کے اسم گرامی "آہ زاہد مولانا مفتی محمد عبدالرشید" سے سن وصال کا استخراج فرمایا۔ اور چند درج ذیل تاریخی قطعات کہے۔ ؎

عالم با عمل فقیہ جلیل
شاغل علم و فن صلاۃ و صوم
بولتا ہے یہ صفحہ تاریخ
مفتی عبد الرشید کعبہ قوم

اس قطعہ کے تیسرے مصرعہ کے آخری دو کلمے "صفحہ تاریخ" سن وصال ۱۳۹۴ھ کا پتہ دے رہے ہیں۔ اور آخری مصرعہ مکمل سن وصال کے عدد ۱۳۹۴ھ پر مشتمل ہے۔ ؎

حامی دیں صاحب فضل و کمال عالم و فاضل فقیہ بے مثال
شہر ذی قعدہ نے دی تاریخ سال اور ذی الحجہ ہوا ماہ وصال

۱۳۹۳ھ

اس قطعہ کے تیسرے مصرعہ میں درج ''ذی قعدہ'' سے تاریخ وصال ھ برآمد ہو رہی ہے۔

حضور حافظ ملت شاہ عبد العزیز مرادآبادی

حضور حافظ ملت کا وصال یکم جمادی الاخریٰ، ۱۳۹۶ھ مطابق ۳۱ر مئی ۱۹۷۶ء کو ہوا۔ علامہ نے حضرت کے وصال پر چند تاریخی قطعات واشعار رقم فرمائے۔ ملاحظہ ہو: ؎

گر گیا دفعتًہ کوہ علم و عمل — ہوش گم کردہ ہیں سارے اہل تمیز
وجہ تسکیں ہے یہ مصرع تاریخ کا — قبلہ دو جہاں حافظ عبد العزیز
۱۳۹۶ھ

رخصت ہوا جہان سے یہ کوئی با کمال
بوجھل ہوئی زمیں تو فلک غم سے ہے نڈھال
عقبٰی کی فکر دین کا جس کو رہا خیال
اے عاقبت بخیر ہے اس کا سن وصال
۱۳۹۶ھ

اسی تناظر میں علامہ نے تعزیتی کلام بھی پیش فرمایا جس کے ایک شعر کے دو مصروں کے چار کلموں سے دو تاریخی مادے استخراج فرمائے ہیں۔ مطلع ومقطع کے ساتھ وہ تاریخی شعر پیش ہے ملاحظہ کریں۔ ؎

حافظ دین و ملت کو نیند آگئی
قائد اہل سنت کو نیند آگئی
سال رحلت ملا جن کا مغفور سے
ایسے مغفور حضرت کو نیند آگئی
بجھ گیا آہ خوشتر چراغ سحر
میرے آقائے نعمت کو نیند آگئی

درج بالا اشعار میں سے درمیانی شعر کے پہلے مصرعہ میں ''مغفور سے'' سن وصال ۱۳۹۶ھ نکلتی ہے۔

مفتی افضل حسین، کی تاریخ وصال

مفتی افضل حسین شیخ الحدیث جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد کا وصال سن ہجری ۱۴۰۲ مطابق ۱۹۸۲ء میں ہوا۔ علامہ نے ''الاستاذ المقبول'' سے سن وصال ہجری ۱۴۰۲ کی خبر دی، اور درج ذیل قطعہ سے وصال کی سن عیسوی ۱۹۸۲ء کا پتہ بتایا۔ ؎

اٹھ گیا علم معقول و منقول کا
شور عالم میں ہے لوگ کرتے ہیں بین
مصرعہ تاریخ کا خود ہے اس پر گواہ
قبلہ علم و فن مفتی افضل حسین
۱۹۸۲ء

مفتی مسعود علی

مولانا سید مسعود علی، کا وصال ۱۳۹۳ھ میں ہوا۔ ان کے وصال پر تاریخی قطعات رقم فرمائے جو ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی میں شائع ہوئے۔ ؎

مفتی مسعود علی اہل سنن کا محبوب
خدمت دین رہی جس کو ہمیشہ مطلوب
پانچویں ماہ محرم نے صدا دی کہ وہی
دیکھو دیکھو ہوا جاتا ہے مہِ علم غروب
۱۳۹۳ھ

دوسرا قطعہ ملاحظہ ہو: ؎

اک عالم دین کا ہے یہ نظارہ رحلت
وہ لرزہ بر اندام نظر آیا ہے مریخ
یہ حسن سعادت ہے کہ ہاتف نے پکارا
مسعود کی تاریخ ہے مسعود بتاریخ
۱۳۹۳ھ

اس قطعہ میں بڑی خوبی کے ساتھ تاریخی مادے میں مرحوم کا نام شامل فرمایا ''مسعود بتاریخ'' سے مولانا مسعود صاحب کی تاریخ وصال ۱۳۹۳ھ برآمد ہو رہی ہے۔ ؎

جانے والا یوں دنیا سے مسرور ہے
زندگی نور تھی موت بھی نور ہے
آرہی ہے صدا مرقد پاک سے
روح مغفور ہے جسد مغفور ہے
۱۳۹۳ھ

[ماہنامہ ترجمان اہل سنت: کراچی، ذوالقعدہ، ۱۳۹۳ھ، ص ۳۲]




مولانا شاہ عارف اللہ قادری

مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری، کا وصال ۱۳۹۹ھ میں ہوا۔ علامہ نے اولاً تو آپ کے نام سے سن وصال کا استخراج فرمایا۔ لکھتے ہیں:

حضرت ''مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری'' کے وصال پر ملال پر تاریخی قطعات۔

اس میں علامہ نے ''مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری'' کے ذریعہ تاریخ وصال ۱۳۹۹ھ بیان کی ہے۔ اور پھر درج ذیل تاریخی قطعات لکھے ہیں۔ ؎

ان کی تربت ہری بھری لکھیے — ان کی رحلت کہ آہ ری کہیے
کہہ رہا ہے سن وصال ان کا — مدفن شیخ قادری لکھیے

۱۳۹۹ھ

اس قطعہ میں آخری مصرعہ سے سن وصال ۱۳۹۹ھ کا استخراج فرمایا ہے۔ ؎

ذات ان کی ورا ہے کیا کہیے — راہبر کہیے رہنما کہیے
کہہ رہا ہے یہ مصرعہ تاریخ — قادری شیخ با صفا کہیے

۱۳۹۹ھ

اس قطعہ کے آخری مصرعہ سے سن وصال ۱۳۹۹ھ برآمد ہوتا ہے۔

مولانا عبد الغفور ہزاروی

شیخ القرآن ابوالدقائق علامہ محمد عبد الغفور صاحب ہزاروی کا وصال ۱۳۹۰ھ میں ہوا۔ علامہ نے آپ کے وصال پر درج ذیل تاریخی قطعات رقم فرمائے۔ ؎

تیرہ سو نوے تھی ہجری ساتویں شعبان کی
صبح کی پر نور ساعت جمعہ کا روز کمال
جانے والے تجھ پہ ہوں خالق کی سو سو رحمتیں
ہو مبارک تجھ کو تیرا ماہ و تاریخ وصال

اس قطعہ کے آخری مصرعہ کے الفاظ ''ماہ و تاریخ وصال'' سے علامہ نے تاریخ وصال ۱۳۹۰ھ استخراج فرمائی ہے۔ ؎

کون رخصت ہوا اس طرح آہ دل
آنکھ پرنم ہے اور چشم بر راہ دل

فکر تاریخ کو مژدہ مغفرت
کہہ رہا ہے سنو یغفر اللہ دل

اس قطعہ میں بھی آخری مصرعہ کے الفاظ ''یغفر اللہ دل'' سے سن وصال ۱۳۹۰ھ برآمد ہوتی ہے۔ ؎

اٹھ گیا تلمیذ عالی حجۃ الاسلام کا
سونی سونی سی نظر آتی ہے بزم علم و فن
فرد تھا ایسا کہ زیب انجمن تھی اس کی ذات
یوں ہوئی تاریخ خوشتر ہائے زیب انجمن

اس قطعہ میں بھی آخری مصرعہ کے ''تاریخ ہائے زیب انجمن'' سے سن وصال ۱۳۹۰ھ کا پتہ چلتا ہے۔
علاوہ بریں علامہ نے ایک تاریخی مادہ ''محبوبم شیخ القرآن'' سے بھی سن وصال بیان فرمائی ہے۔

سید الطاف حسین شاہ

سید الطاف حسین شاہ صاحب علامہ کے خسر تھے۔ ۸ر ہجری ۱۳۹۱ھ کو وصال ہوا۔ علامہ نے اپنے خسر کی وفات پر درج ذیل تاریخی قطعہ لکھا ؎

رحلت الطاف ہم دم کچھ نہ پوچھ جیسے دنیا سے ہوا رخصت سرور
شکر خوشتر کو ملا تاریخ میں مژدہ بخشش و باللہ الغفور
۱۳۹۱ھ

ڈاکٹر الحاج عبد اللہ پالیکر

سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل کیپ ٹاؤن، کے صدر و رکن ڈاکٹر الحاج عبد اللہ پالیکر کا وصال ۱۴۱۲ھ میں ہوا۔ علامہ موصوف نے ڈاکٹر صاحب کی وفات پر تاریخی کلام ''بنام تاریخی ''خراج مستحق''، پیش فرمایا۔ آپ نے جس انداز میں کلام سے قبل تاریخ در تاریخ عنوان وغیرہ کا ذکر کیا ہے وہ بہت ہی دلچسپ ہے ملاحظہ فرمائیں۔

''عزیزی ڈاکٹر الحاج عبد اللہ پالیکر ''عبید مغفور'' صدر و ''رکن سنی رضوی'' سوسائٹی انٹرنیشنل کیپ ٹاؤن برانچ جنوبی افریقہ، کی وفات حسرت آیات پر ''سگ بارگاہ مولائے رضوی''۔ ''فقیر فقیران قادری نوری'' ''دعاگو خوشتر صدیقی کا''۔ ''خراج مستحق''

مندرجہ بالا سطور میں علامہ نے چھ تاریخی مادے بیان فرمائے ہیں۔ عبید مغفور'' سے سن ہجری ۱۴۱۲ھ، ''رکن سنی رضوی'' سے ۱۴۱۲ھ ''سگ بارگاہ مولائے رضوی'' سے ۱۴۱۲ھ ''فقیر فقیران قادری نوری'' سے ۱۴۱۲ھ اور ''دعاگو خوشتر صدیقی کا'' سے سن عیسوی ۱۹۹۲ء ''خراج مستحق'' سے سن ہجری ۱۴۱۲ھ، ان تمام مادوں

سے ڈاکٹر پالیکر مرحوم کے سن وصال کا عدد برآمد ہوتا ہے۔

حاجی حنیف جمال پوری

علامہ کے چچا مرحوم حاجی محمد حنیف جمال پوری کا انتقال ۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ مطابق ۲۵/ دسمبر ۱۹۸۷ء میں ہوا۔ آپ نے اپنے چچا حاجی محمد حنیف جمال پوری کی وفات پر درج ذیل تاریخی مادے اور تاریخی قطعہ تحریر فرمایا۔

"لوح مرقد منزل جاوید حاجی محمد حنیف جمال پوری قادری" ۔ "لاالٰہ الاھو یحیی ویمیت وصال والدی عمی حاجی محمد حنیف کراچی"

دونوں مادوں سے الگ الگ سن وصال کا عدد ۱۴۰۸ھ برآمد ہو رہا ہے۔ ؎

غم میں جی بابا کے ہم سب ہیں نڈھال
دوست ہم سایہ عزیز اہل و عیال
خوب ہے یہ مژدہ تاریخ وصل
رخصت جمعہ ہے تاریخ وصال

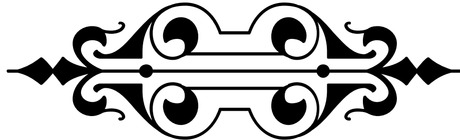
تیسرے مصرعہ کے الفاظ "مژدہ تاریخ وصل" سے سن وصال ۱۴۰۸ھ اور آخری مصرعہ کے الفاظ "رخصت جمعہ" سے بھی سن وصال کا عدد ۱۴۰۸ھ برآمد ہو رہا ہے۔

مشتے نمونہ از خروارے یہ چند مثالیں پیش کی ہیں، تاکہ قارئین اس سے اندازہ لگالیں کہ علامہ کو فن استخراج عدد یعنی فن تاریخ گوئی پر کس قدر عبور اور ملکہ حاصل تھا۔

اللہ پاک سے دعا ہے مولیٰ علامہ موصوف کے مرقد پاک پر تا حشر نور افشانی فرمائے۔ اور ہم کو بھی حضرت کے صدقہ میں دین کی خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

[بموقع علامہ خوشتر سیمینار و کانفرنس، دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف: ۲۵/ مارچ ۲۰۱۸ء]



تذکار فقیہ اعظم مفتی عبدالرشید خان نعیمی فتحپوری

ولادت باسعادت:

فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی عبدالرشید خان صاحب نعیمی قدس سرہ، کی ولادت باسعادت، ۱۷ر رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۵ر نومبر ۱۹۰۵ء کو کان پور اورالہ باد کے درمیان جی ٹی روڈ پر واقع ضلع فتح پور کے ایک گاؤں ہسوہ کے زیدون محلہ میں ہوئی۔

خاندان:

آپ کا تعلق یوسف زئی پٹھان خاندان سے تھا۔ آپ کے والد گرامی محترم منشی عظیم داد خاں صاحب مرحوم فتح پور کے مشہور زمینداروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ اہل علم سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ آپ کا پورا خاندان نیک نامی کی اعلیٰ مثال تھا۔

تعلیم وتربیت:

ابتدائی تعلیم مقامی مکتب میں حاصل کی، مناظر ہند حضرت علامہ سید قطب الدین صاحب سہسوانی سے بھی ابتدامیں شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ کے برادر کبیر حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز خاں صاحب علیہ الرحمہ جامعہ نعیمیہ میں پہلے سے داخل تھے لہٰذا آپ بھی ۱۹۲۰ء میں جامعہ نعیمیہ میں داخل ہو گئے۔ وہاں رہ کر آپ نے حضور صدرالافاضل علیہ الرحمہ اور دیگر اساتذہ سے اکتساب علم فرمایا۔

دستار فضیلت:

۲۲ر شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۵ فروری ۱۹۲۷ء میں جامعہ نعیمیہ سے سند فضیلت ودستار سے نوازے گئے۔ آپ نے اپنی دستار فضیلت کے موقع پر جلسہ میں تقریر بھی فرمائی۔ آپ کے استاد گرامی مفتی عمر نعیمی علیہ الرحمہ نے السواد الاعظم میں آپ کی تقریر کا ذکر فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

''حضرت قبلہ (صدرالافاضل) مدظلہ العالی کی اس تقریر کے بعد طلبہ کی طرف سے مولوی عبدالرشید فتح پوری نے اٹھ کر برجستہ وبرمحل تقریر کی، جس میں مدرسہ اور اساتذہ اور خصوصیت کے ساتھ حضرت موصوف کا شکریہ ادا کیا۔ اور اظہار کیا کہ، در حقیقت آپ کے الطاف وعنایات وہ تھے کہ ہم والدین کی محبتوں کو بھول گئے اور ہمیں فراق کے کلمے بہت شاق گزرے۔ ہم عاقبت میں بھی آپ کے دامنوں کے ساتھ وابستہ رہنے کے آرزومند ہیں۔ تمام ہدایات پر جان ودل سے عامل رہیں گے اور فرماں برداری میں کبھی قصور نہ ہوگا، یہ تقریر مولوی عبدالرشید صاحب نے ایسی فصاحت وبلاغت کے ساتھ فرمائی، کہ ہر شخص آفرین کہہ رہا تھا۔''

[ماہنامہ السواد الاعظم: رمضان، ۱۳۴۵ھ ص ۱۳، ۱۴]

اسی سال آپ کے ساتھ مفتی احمدیار خاں نعیمی اور مفتی محمد یونس سنبھلی صاحب سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد کی بھی فراغت ہوئی۔

مدارس واساتذہ:

آپ نے علوم مروجہ کی تکمیل خصوصاً جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے فرمائی۔ اساتذہ میں خاص کر صدرالافاضل سے مستفید و مستفیض ہوئے۔ اپنی مادر علمی جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے متعلق آپ کا درج ذیل تاثر قابل مطالعہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

''ہندوستان بھر میں گنتی کے چند مدرسے بڑے مدرسے کہلانے کے مستحق ہیں ان میں سے ایک ہمارا مدرسہ ہے، جس کا نام مدرسہ اہل سنت وجماعت (جامعہ نعیمیہ) مرادآباد ہے.....راجپوتانہ میں جب ارتداد کا سیلاب امڈا تو اس وقت سب سے پہلے میدان میں آنے والا یہی مدرسہ اور اس کے سرپرست وطلبا تھے جنہوں نے اپنے سرگرم مساعی سے میدان ارتداد میں آریوں کی کوششوں کو ناکام کردیا اوران کے حوصلے پست ہوگئے۔ اسلام کے ولولے دلوں میں پیدا کیے۔ اسی مدرسہ کی سرگرمیوں نے ملک کی دوسری جماعتوں کو ابھارا اورانہیں میدان عمل میں لاکر خدمت اسلام کے لیے کھڑا کردیا۔'' [مرجع سابق: ذوالقعدہ ۱۳۴۷ھ ص ۱۵،۱۷]

اپنے خصوصی کرم فرما اوراستاد گرامی حضور صدرالافاضل کی بے لوث خدمات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ تمام فیوض حضرت صدرالافاضل دامت برکاتھم کے وجود مبارک کے ہیں۔ اوراس مدرسے کے لیے سب سے زیادہ قابل فخر یہی ہے کہ اس کو حضرت ممدوح کی سرپرستی کی عزت حاصل ہے۔ حضرت موصوف نے مدرسے کے لیے اپنا وقت ومال اور سب کچھ وقف کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی ذات مبارک کو مدت ہائے دراز تک مسلمانوں کے سروں پر سایہ فگن رکھے۔ اورآپ کی برکات سے مسلمانوں کو مستفیض فرمائے۔''

[مرجع سابق]

شرف ارادت وخلافت:

۱۹۲۴ء میں حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے۔ اور ۱۰؍ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۶؍ اگست ۱۹۲۹ء بروز جمعہ تمغہ خلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

درس وتدریس:

ملک کی متعدّد مشہور دانش گاہوں میں تدریسی خدمات انجام دیں، جن میں جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف اور جامعہ عربیہ ناگپور خاص کر قابل ذکر ہیں۔ حضرت سید اظہار اشرف صاحب جامعہ اشرفیہ اور جامعہ عربیہ

میں آپ کی تدریسی خدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت کی پارسائی وجذبہ ذہنی کا سبھی کو اعتراف رہا ہے کچھ عرصہ تک جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں بھی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور موجودہ دور کے خانوادہ اشرفیہ کی جلیل القدر ہستیوں میں آپ سے اکتساب فیض کرنے والے موجود ہیں۔ اور اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی کچھوچھا مقدسہ کا ہر وہ فرد جس کو حضرت کی صحبت میں رہنے کا کچھ بھی اتفاق ہو گیا ہے وہ آج بھی یاد کرتا ہے۔ کچھوچھا مقدسہ سے تشریف لے جانے کے بعد سرزمین ناگ پور میں جامعہ عربیہ اسلامیہ کے نام سے ایک عربی ادارہ قائم فرما کر مدھیہ پردیش میں مسلک اہل سنت کا ایک مستحکم قلعہ تعمیر کر دیا اور آج بھی بحمدہٖ تعالیٰ وہ ادارہ سنیت کی اشاعت میں نمایاں کام انجام دے رہا ہے۔'' [حیات مخدوم الاولیاء، ص ۴۱۲، ۴۱۳]

حج وزیارت:

آپ نے دو حج ادا کیے۔ پہلا حج ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں۔ اور دوسرا حج ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء میں۔

پہلے حج سے متعلق الفقیہ اخبار میں ''دیار حبیب کا پیارا مسافر'' کے عنوان سے آپ کی روانگی کی خبر بھی شائع ہوئی۔ ہم یہاں اسے نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

''مسلمانان سی پی وبرار کو یہ خبر سن کر بے حد خوشی ہوگی۔ کہ ایک مدت سے شوق زیارت حرمین کی سلگتی آگ اپنے سینے میں لے کر حضرت مفتی اعظم شیخ الجامعہ عربیہ دامت برکاتھم القدسیہ اس سال ۲۹/ستمبر کو محمدی جہاز سے بہ نیت حج وزیارت ارض حجاز کو روانہ ہو گئے ہیں۔ حضرت کا یہ مبارک سفر یکایک ہوا۔ یہی وجہ ہوئی کہ ہمارے اکثر حضرات کو خبر نہیں ہوئی۔ بوقت رخصت حضرت موصوف نے عقیدت کیش نیاز مندوں کے ہجوم میں نہایت درد بھرے انداز میں مسلمانان ہند کی فلاح واقبال کے لیے دعا فرمائی۔ اور چلتے وقت عربی درس گاہ کی ایک ملی امانت جس کی آبیاری خود حضرت موصوف نے فرمائی ہے۔ مسلمانان سی پی کے دینی التفات اور اسلامی وادیوں کے سپرد فرمایا۔

اپنی پر اثر دعا جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ مولائے کریم یہ دن تمام مسلمانوں کو نصیب فرمائے کہ وہ دیار حبیب کی زیارت کریں۔ اپنی سوختہ بختی کے ہم ہندی غلام بھی بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ خداوند قدوس سی پی کے اس محسن اعظم اور ارض حجاز کے اس پیارے مسافر کو اپنی بے پناہ برکتوں کے ساتھ رحمت وفیضان کی سعادتوں میں بخیریت واپس لائے۔ تاکہ ہم مہجور نیاز کیشوں کو زائر حرم کی زیارت سے حصول تبرک کا موقع ملے۔ فقط۔ ناظم نشرواشاعت جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور سی پی''

[اخبار الفقیہ، امرت سر: ۲۱/۲۸/اکتوبر ۱۹۴۸ء ص ۹]

تبحر علمی:

آپ معقولات ومنقولات کے جامع تھے۔علوم مروجہ میں ہرعلم پر کامل عبور حاصل تھا۔تفقہ فی الدین آپ کی طبیعت پر زیادہ غالب تھا۔فن تجوید وقراءت، منطق، فلسفہ، حدیث واصول، جملہ علوم وفنون میں ماہر اوریکتاے روزگار تھے۔آپ کے تبحر علمی کی ایک مثال یہاں پیش کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

صدرالافاضل کے زیر سرپرستی نکلنے والے رسالہ ''السوادالاعظم مرادآباد'' میں فقہی معمے کاایک کالم ہوتا تھا۔جس میں ماہ بماہ چند علمی پہیلیاں پیش کی جاتیں تھیں۔اوران کوسلجھانے کی دعوت فکردی جاتی تھی۔ماہ جمادی الاخری۱۳۴۵ھ ص۱۹، میں درج ذیل جواب طلب سوالات ''فقہی معمے'' کے نام سے پیش کیے گئے۔

(۱) وہ کون موزوں پرمسح کرنے والاشخص ہے جس کومدت مسح گزرنے پر بھی موزوں پرمسح کرناجائز ہے؟

(۲) وہ کون موزہ ہے جس پرمسح کرنے کے بعد موزے کوپاؤں سے نکالا توپاؤں دھونانہیں چاہیے؟

(۳) وہ کون موزے ہیں جن کوطہارت کاملہ پرپہنااور نکالابھی نہیں مگرپاؤں دھونے واجب ہیں؟

(۴) وہ عورت ہے جس کے بچہ پیداہونے کے بعدہی خون جاری ہونے پر بھی وہ صاحبہ نفاس نہیں؟

(۵) وہ کون سی آیت تامہ ہے جس کاپڑھناجنب کوبے نیت دعاجائز ہے؟

(۶) وہ کون وضوکرنے والامعذورہے جواس وضوسے دوسرے وقت کی ادانماز پڑھ سکتاہے؟

ان سوالات کے جوابات جوسب سے پہلے موصول ہوئے۔اوررسالہ ''السوادالاعظم''میں،رجب المرجب ۱۳۴۵ھ کوشائع ہوئے،وہ فقیہ اعظم ہندعلیہ الرحمہ کے تھے۔اس وقت حضرت جامعہ نعیمیہ میں زیر تعلیم تھے۔

مفتی عمرنعیمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

'فقہی معموں کے جواب کئی جگہ سے موصول ہوئے،لیکن مولوی عبدالرشیدصاحب متعلم مدرسہ اہل سنت مرادآبادکے جواب سب سے پہلے موصول ہوئے۔طبع کیے جاتے ہیں۔''

جوابات بھی پیش ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) جس کوموزہ اتارنے سے سردی کے باعث پاؤں ضائع ہونے کاقوی اندیشہ ہومدت سے زیادہ مسح کرسکتاہے۔عالمگیری میں ہے:

ولوخاف من نزع خفیه علی ذهاب قدمیه من البرد جازله المسح وان طالت المدة هکذافی بحرالرائق

(۲) دوتہ والے موزہ کی ایک تہ اتاردینے سے پاؤں دھونے یامسح کااعادہ ضروری نہیں۔

ہندیہ میں ہے:واذامسح علی خفین ذی طاقین فنزع احدالطاقین لایعیدالمسح علی الطاق الاخر۔

(۳) اگرموزے میں پانی بھرکرپاؤں کازیادہ حصہ دھل گیاتومسح جاتارہادرمختار میں ہے۔

وينتقض أيضا بغسل أكثر الرجل فيه لو دخل الماء خفه ، هٰكذا في الهنديه۔

(۴) جس عورت کے زخم شکم کے باعث ولادت ناف سے واقع ہوگئی اس کا خون نفاس نہیں ۔عالمگیری میں ہے:

ولو ولدت من قبل سرتها بأن كان ببطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها تكون صاحبة جرح سائل لا نفساء ، هٰكذا في الظهيرو التبيين۔

(۵) جنب کو آیت مبارکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا بہ نیت ثنا اور متوحش خبر پر انا للہ وانا الیہ راجعون یا ایسی ہی کسی چھوٹی آیت کا عادۃ پڑھ دینا جائز ہے۔کبیری میں ہے۔

لوسمع خبرا سارا الحمد لله او رخبر سوٴ فقال انا لله وانا اليه راجعون وكذا قراءة بسم الله الرحمن الرحيم على وجه الثناء لا على قصد القرآن يجوز۔

عالمگیری میں ہے:

ولا تحرم قراءة آية قصيرة تجرى على اللسان عند الكلام كقوله تعالى (ثم نظر) أو (ولم يولد) هكذا في الخلاصة۔

(۶) جس صاحب عذر نے عید کی نماز کے لیے وضو کیا اسی وضو سے ظہر پڑھ سکتا ہے۔ہندیہ میں ہے:

لو توضأ المعذور لصلاة العيد له أن يصلي الظهر به۔

ناچیز عبدالرشید فتحپوری

[ماہنامہ السواد الاعظم: رجب المرجب، ۱۳۴۵ھ ص ۲]

خدمات:

آپ نے مذہبی، ملی ،سیاسی، سماجی، ادبی، علمی ہر میدان میں کارنامہاے نمایاں انجام دیے۔آپ کی خدمات کا احاطہ ایک مشکل امر ہے۔جامعہ عربیہ ناگپور آپ کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔اس ادارے کو آپ نے خود قائم کیا تھا۔ ۷؍ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۹؍ جنوری ۱۹۳۸ء محلہ نعل صاحب ناگپور میں یہ ادارہ معرض وجود میں آیا۔ اور آپ کی بے لوث جدوجہد سے مشہور مدارس کی صف میں شامل ہوگیا۔آپ اس ادارے سے آخری دم تک وابستہ رہے۔

تلامذہ:

تلامذہ کی ایک لمبی چوڑی فہرست ہے۔چند مشہور تلامذہ کے اسما حسب ذیل ہیں:

حضرت علامہ مولانا سید مختار اشرف نعیمی کچھوچھوی۔

حضرت علامہ مولانا سید مظفر حسین نعیمی کچھوچھوی۔
حضرت مولانا آل حسن نعیمی سنبھلی۔
حضرت علامہ ارشد القادری مصباحی بلیاوی۔
حضرت علامہ عبد الرؤف مصباحی بلیاوی۔
حضرت مولانا سید شاہ امیر اشرف کچھوچھوی۔

تصنیفات:

تدریس سے گہرا ربط ہونے کے سبب تصنیف و تالیف کو زیادہ وقت نہ دے سکے۔ البتہ چند کتابیں ایسی تحریر فرمائیں جنہیں قبول عام حاصل ہوا۔

ہندو پاک کے مشہور اخبارات و رسائل، جیسے اخبار "الفقیہ امرت سر" اور رسالہ "السواد الاعظم" مراد آباد، میں آپ کے مضامین بھی شائع ہوتے تھے، اگر یکجا کر کے ترتیب دیے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔

تسہیل المصادر:

آپ کی تصنیفات میں زیر نظر کتاب تسہیل المصادر بھی ہے۔ فارسی ادب میں یہ ایک بنیادی کتاب ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہندو پاک کے اکثر مدارس میں یہ کتاب نصاب میں داخل ہے۔ اور اس میں صدر الافاضل کی کرم فرمائی شامل ہے۔ مولانا سید عبد الواحد صاحب انسپکٹر تعلیم بریلی شریف کے نام صدر الافاضل کے درج ذیل خط سے جس کی شہادت ملتی ہے۔ آپ نے سید صاحب کو تحریر فرمایا:

"مولانا عبد الرشید خاں صاحب سلمہ جے پور کے ہیں۔ تشریف لاتے ہیں۔ انہوں نے بچوں کی تعلیم کے لیے ایک ابتدائی قاعدہ تصنیف کیا ہے، جس کی خوبی آپ ملاحظہ سے معلوم فرمائیں گے۔ اگر آپ کے ماتحت مدارس میں یہ رائج ہو جائے تو مولانا موصوف کی حوصلہ افزائی ہوگی۔۔۔۔۔ والسلام۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ

تاثرات:

آپ کی ذات والا صفات علمائے کرام کے درمیان مستند و مسلم تھی۔ آپ کی دینی سرگرمیاں، علمی کارنامے، مذہبی بے لوث خدمات، آپ کے تقوی و پرہیزگاری، کے اعتراف میں مشائخ و معاصر علما نے اپنے قیمتی تاثرات سپرد قرطاس فرمائے۔ ہم یہاں دو چند نقل کر دیتے ہیں۔

صدر الافاضل:

آپ کے استاد گرامی حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"مبسملا وحامدا ومصلیا!

حقیقت امر یہ ہے کہ جامعہ اور اس کے بانی عزیزی مولوی محمد عبد الرشید صاحب سلمہ اس سے مدجہا زیادہ مدح وثنا کے مستحق ہیں جتنا ہم اپنی زبان سے کہیں یا قلم سے لکھیں۔ جو ایثار مولانا موصوف نے دیا اور اپنے آپ کو مٹا کر جس حیرت انگیز طریقے پر جامعہ کو اس قلیل عرصے میں ترقی کی منزل پر پہنچایا، کوئی معائنہ نویس اس کو پوری طرح ادا نہیں کرسکا۔ مولیٰ سبحانہ، مولانا کے عمر وحیات وجاہ واثر میں برکت فرمائے اور روزافزوں ترقیاں عطا کرے۔ آمین۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ المعین

۱۹/ صفر ۱۳۶۳ھ

[حیات فقیہ اعظم: ص۶]

مفتیٔ اعظم ہند:

مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اس دور کا تو کہنا ہی کیا ہے جب حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ خود درس دیتے تھے۔ اس باغ سنت میں ..... مولانا مفتی عبد الرشید خان صاحب ...... وغیرہ جیسے پھول کھلے ہیں۔" [روداد جامعہ نعیمیہ مرادآباد]

صدرالشریعہ:

صدرالشریعہ فرماتے ہیں:

"مفتی صاحب اور اساتذہ کی بے لوث خدمات قابل قدر ہیں" [حیات فقیہ اعظم: ص۶]

محدث اعظم ہند:

حضور محدث اعظم ہند فرماتے ہیں:

"مجھے اچھی طرح یاد آ گیا کہ اس وقت بانی جامعہ حضرت مولانا مفتی عبد الرشید خاں صاحب دامت برکاتھم کے ایثار وقربانی کی کرامت نے مجھ کو حیرت میں ڈال رکھا تھا۔" [مرجع سابق: ص۱۴]

سید محمد جیلانی محامد:

حضرت سید محمد جیلانی محامد مدیر المیزان بمبئی، رقم طراز ہیں:

"لیکن وہ مرد مجاہد جسے آج کی اسلامی دنیا بقیۃ السلف مفتی اعظم مہاراشٹر حضرت علامہ مفتی عبد الرشید صاحب کے نام سے جانتی ہے...... ۲۴/ دسمبر ۱۹۷۴ء کو دار فانی سے رخصت فرما کر محبوب حقیقی سے جا ملے ..... ۲۷/ دسمبر ۱۹۷۴ء کو ایک کھلے اجلاس میں شیخ الجامعہ کے انتقال کو ملت اسلامیہ کا بھاری نقصان

قرار دیا ہے۔"[المیزان، جولائی، اگست، ۱۹۷۶ء ص ۱۹ تا ۲۳]

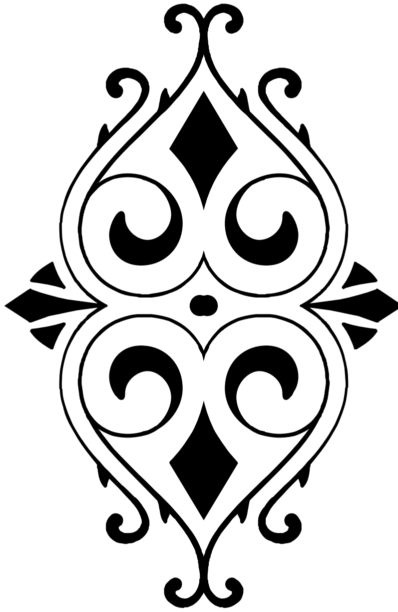
سفر آخرت:

۹/ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۴/دسمبر ۱۹۷۴ء بعد نماز عصر آپ دار فنا سے دار بقا کی طرف کوچ فرما گئے۔ دوسرے روز بقر عید کے دن بعد نماز ظہر آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اور مومن پورہ مرکزی قبرستان میں واقع اولیاء مسجد سے متّصل آپ مدفون ہوئے۔ آپ کا آستانہ آج بھی مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ اور وصال کی تاریخ میں آپ کے اخلاف عرس کی تقریبات بھی منعقد کرتے ہیں۔

اللہ پاک حشر تک آپ کی مرقد پر انوار پر نور افشانی فرمائے۔ اور ہمیں آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

(سہ ماہی امین شریعت: مئی تا جولائی ۲۰۱۷ء۔ ص ۲۹ تا ۳۴]



امام النحو کی دینی و ملی سرگرمیاں ایک جائزہ

صدر الافاضل کی بار گاہ ناز کے فیض یافتہ امام النحو حضرت العلام سید غلام جیلانی بدایونی ثم میرٹھی کسی تعارف کے محتاج نہیں نہ یہاں آپ کا تعارف مقصود بلکہ یہاں تو آپ کی دینی و ملی سرگرمیوں کا مختصر سا خاکہ قوم کے سامنے پیش کرنا مقصود ہے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس:۔

۱۹۲۵ء میں حضور صدر الافاضل نے اسلام دشمن طاقتوں کی ریشہ دوانیوں سے اسلام اور مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد ڈالی جس میں ہندوپاک کے اکابر و مشاہیر علما نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس وقت چوں کہ امام النحو مدرسہ معینیہ میں اپنی علمی تشنگی بجھانے میں مصروف تھے، اس لیے سنی کانفرنس کے اس اجلاس میں آپ کی شرکت کے علاوہ کسی اور بات کا ذکر کتابوں میں نہیں ملتا، البتہ فراغت کے بعد مکمل طور پر سنی کانفرنس کی طرف آپ نے اپنی توجہ مرکوز فرمائی اور جابجا اس کے اجلاس میں شرکت فرما کر سنی کانفرنس کی کامیابی کے لیے سر توڑ کوششیں فرمائیں۔ راقم کو سنی کانفرنس میں امام النحو کی سرگرمیوں کا مکمل خاکہ تو دستیاب نہیں ہوا، لیکن جو بھی ملا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہ ہوگا، کہ امام النحو نے بھی سنی کانفرنس کی کامیابی میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ فرمایا ہے۔

ہم یہاں اختصار سے سنی کانفرنس میں آپ کی کاکردگی کا بیان قلم بند کرتے ہیں۔

۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷ر جولائی ۱۹۴۵ء کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں سنی کانفرنس کا عظیم الشان اجلاس ہوا، جس میں امام النحو نے بھی شرکت فرمائی اس اجلاس میں حسب ذیل قرار دادیں منظور ہوئیں۔

(۱) اہل سنت کی تنظیم کر کے ان میں روابط و محبت و اتحاد پیدا کیے جائیں۔

(۲) دینی، علمی، اخلاقی اور ادبی ترقی کے لیے بھرپور کوشش کی جائے۔

(۳) صوبہ یوپی کے اضلاع اور مفصلات میں سنی کانفرنس کی شاخیں قائم کی جائیں۔

(۴) آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے ہونے والے اجلاس کو کامیاب بنانے کے لیے ہر طرح ممکنہ مساعی عمل میں لائی جائیں۔ [ہفت روزہ الفقیہ امرتسر: ۲۱ تا ۲۸ جولائی ۱۹۴۵ء بحوالہ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، ص ۶۲]

ان مذکورہ تجاویز کو امام النحو نے جس انداز میں عملی جامہ پہنایا اس کے لیے درج ذیل شہادت ملاحظہ ہو:

”ریاست دادوں ضلع علی گڑھ میں ۳ر مئی ۱۹۴۶ء کو ایک اجلاس میں امام النحو نے لوگوں کو سنی کانفرنس سے جوڑنے اور اسے کامیاب کرنے کے لیے عوام کے سامنے ایک بہترین پر مغز تقریر فرمائی، جس میں آپ نے

لوگوں کو اسلام کی حفاظت وحمایت کی طرف متوجہ فرمایا۔ اور دین پر ثابت قدم رہنے پر مشتمل واقعات بیان فرمائے۔ نیز سنی کانفرنس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے لوگوں کو اس کی شاخیں قائم کرنے کی جانب متوجہ کیا۔ حاضرین پر آپ کی تقریر کا فوری اثر واقع ہوا۔ لوگوں نے خوشی خوشی سنی کانفرنس میں شمولیت کو قبول کیا۔ اور اسی مجلس میں منتخب ومعزز افراد پر مشتمل ایک مجلس منتظمہ کا انتخاب ہوا، جس کا سہرا یقیناً امام النحو کے سر ہی جاتا ہے۔

مزید براں کہ سنی کانفرنس کے مرکزی اجلاس منعقدہ ۱۹۴۶ء سے قبل قیام پاکستان ومسلم لیگ کی حمایت میں علمائے اہل سنت کی جانب سے درج ذیل ایک اہم تاریخی فتوی جاری کیا گیا، جس پر امام النحو کی تصدیق بھی موجود ہے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علما و مشائخ کا متفقہ فیصلہ

آل انڈیا سنی کانفرنس، مسلم لیگ کے اس طریقہ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش۔ اس میں مسلم لیگ، جس سنی مسلمان کو بھی اٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین وممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں۔ ووٹ دے سکتے ہیں مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئینِ شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے"[اشتہار کا عکس بحوالہ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، ص۳۳۸]

جدید نصاب تعلیم اور امام النحو

۱۹۷۸ء میں کچھوچھہ کی سرزمین سے جدید نصاب تعلیم کی بحث کا آغاز کیا گیا جس کا سبب، ماہنامہ المیزان کے تعلیمی کنونشن نمبر میں رسالہ ہٰذا کے ایڈیٹر سید محمد جیلانی محامد کچھوچھوی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

"ایک جامع نصاب تعلیم ہو جسے تمام مدارس میں رائج کیا جائے اور جس کی منظوری وتسلیمی سرکاری سطح پر کرائی جائے تاکہ یونیورسٹیز کے مساوی ہمارے طلبا کا معیار تعلیم قرار پائے اور سرکاری ونیم سرکاری آسامیوں کے لیے بیرون ممالک حصول علم کے لیے اور درون ممالک باوقار وفیض رساں دینی تعلیم کی جاندار تحریک کے استحکام کے لیے حکومتی وعوامی سطح پر فضا ہموار ہو سکے۔"[المیزان بمبئی دسمبر ۱۹۷۸ء، ص۹]

چناں چہ ۷/ جنوری ۱۹۷۸ء بروز دوشنبہ کچھوچھہ شریف میں علما و مشائخ کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس کی صدارت حضرت سید مختار اشرف علیہ الرحمہ نے فرمائی۔ امام النحو کو بھی اس میٹنگ میں مدعو کیا گیا آپ بھی تشریف لائے، گفت وشنید کے بعد جدید نصاب تعلیم کی ترتیب وتدوین سے متعلق ایک بااختیار بورڈ کی تشکیل ہوئی جس کے لیے حضرت سید مدنی میاں قبلہ کو چیرمین منتخب کیا گیا اور امام النحو اور ان کے علاوہ علما کو اراکین میں

شامل کیا گیا البتہ اراکین میں امام النحو کو سر فہرست رکھا گیا۔

[تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو المیزان بمبئی دسمبر ۱۹۷۸ء، ص ۲۴ تا ۳۰]

علاوہ ازیں ۱۹۴۷ء میں جب یوپی اسمبلی کے بعض کانگریسی اراکین نے عربی مدارس کے قدیم نصاب میں دخل اندازی کی، تو سنبھل میں ایک اجلاس منعقد کیا گیا، جس کی صدارت صدرالافاضل کی بارگاہ کے فیض یافتہ اجمل العلماء علیہ الرحمہ نے فرمائی۔ اس اجلاس میں حسب ذیل تجویز پاس ہوئی:

''قدیم نصاب میں دخل اندازی کیے بغیر اگر علمائے اہل سنت کچھ اضافہ کرنا چاہیں تو ان کو اختیار ہے''

جلسہ میں نصاب تعلیم میں اضافہ سے متعلق جن علما کا انتخاب ہوا ان میں امام النحو کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔'' [دبدبہ سکندری ۳۰ر اپریل ۱۹۴۷ء، بحوالہ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس: ص ۱۸۸]

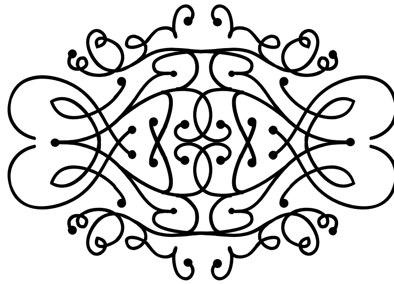
مظہر اسلام بریلی اور امام النحو

بریلی کا مشہور ادارہ دارالعلوم مظہر اسلام، اپنی ذاتی عمارت کے نہ ہونے کے سبب بریلی شریف ہی کی ایک مشہور مسجد بی بی جی صاحبہ میں قائم کر لیا گیا تھا لیکن جنوری ۱۹۶۵ء میں حضور مفتی اعظم، وغیرہ علما کی انتھک جدوجہد کی بنیاد پر دارالعلوم کے لیے ایک عظیم عمارت کا انتظام ہو گیا اور اس عمارت میں درالعلوم کی منتقلی سے قبل علما و ذمہ داران اہل سنت کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں امام النحو کو مجلس منتظمہ کا صدر منتخب کیا گیا۔

[نوری کرن بریلی: مئی ۱۹۶۵ء، ص ۳۵]

یہ امام النحو کی دینی و ملی سرگرمیوں کی ایک ادنی سی جھلک تھی، جسے راقم نے بعجلت سپرد قرطاس کیا ہے اگر موقع ملا تو ان شاء اللہ امام النحو کی دینی و ملی کارناموں کی تفصیلی روداد ہدیہ قارئین کروں گا۔

[ماہنامہ سواد اعظم دہلی: جنوری تا مارچ ۲۰۱۲ء۔ ص ۳۶، ۳۷]



جامعہ نعیمیہ اور امام النحو

امام النحو کے مادر علمی جامعہ نعیمیہ کا تعارف

بحار العلوم سند الفضلاء صدر العلماء امام النحو والصرف شیخ الحدیث والتفسیر حضرت العلام سید غلام جیلانی بدایونی ثم میرٹھی علیہ الرحمہ کی مادر علمی اور آپ کا اولین دینی مرجع و مرکز چشمہ فیض و برکت، دبستان علم و حکمت، مدرسہ انجمن اہل سنت المعروف بہ جامعہ نعیمیہ ہندوستان کے ان عظیم اداروں میں امتیازی حیثیت کا متحمل ہے جنہوں نے اپنے بطون علمیہ سے بے شمار مشاہیر فرزند پیدا فرمائے۔ ایک صدی قبل جب کہ ہندوستان میں اسلام دشمن طاقتیں تمام تر ریشہ دوانیوں کے ساتھ مصروف کار تھیں، ضرورت تھی ایسے وقت میں ایک ایسے اسلامی مرکز کی جہاں اسلام کی بقا و تحفظ کی خاطر قربانی دینے والے مجاہدین، ادیان باطلہ کے خلاف اعلاے کلمۃ الحق بلند کرنے والے مردان حق، اسلامی ماحول پر پڑی ہوئی صلیبی و صیہونی و ہندوئیت کی کثیف گرد و غبار کو صاف کرنے والے صوفیا، بدمذہبوں کی دسیسہ کاریوں سے قوم کی حفاظت کرنے والے مسلک اہل سنت کے ترجمان، عوامی سطح پر اسلامی پیغام پہنچانے والے مبلغین، عقائد حقہ کی اشاعت کرنے والے ناشرین، سیاسی چیرہ دستیوں کے خلاف محاذ آرا ہونے والے اسلامی سیاسی مفکرین اور قوم مسلم کے مابین اتحاد و اتفاق کا درس دینے والے مصلحین پیدا کیے جائیں۔

اس ضرورت کو اس دور کے عظیم مدبر و مفکر آفاقی شہرت کے حامل نباض قوم و ملت حضور صدر الافاضل فخر الاماثل سید المفسرین مولانا مفتی حاجی حکیم سید محمد نعیم الدین محدث مرادآبادی تغمدہ اللہ تعالی بالایادی نے محسوس کیا اور ماہ صفر ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۶؍ فروری ۱۹۱۱ء کو ایک انجمن بنام اہل سنت تشکیل دی، جس کے ناظم خود آپ اور صدر جناب محترم حکیم حامی الدین خاں صاحب رئیس مرادآبادی منتخب ہوئے۔ مرادآباد کے مشہور ہفتہ وار اخبار مخبر عالم مرادآباد میں انجمن کی بنا اور اس کی غرض و غایت پر مشتمل درج ذیل خبر شائع ہوئی:

”مرادآباد کے سنت الجماعت مذہب کے حامیوں نے زمانہ کی رفتار پر نظر ڈالی۔ اور اب انہیں پھر ضرورت محسوس ہونے لگی کہ جب تک انجمن کی صورت سے اصلاح عقائد اور درستی خیالات اور واقفیت مذہب میں کوشش نہ کی جائے گی پوری کامیابی متصور نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ اس عقیدہ کے اکثر لوگ اپنے مذہب سے بے خبر ہیں۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مرادآباد میں ۱۶؍ فروری ۱۹۱۱ء سے مجلس اہل سنت منعقد ہوئی ہے، جس کے صدر عالی جناب حکیم حامی الدین احمد خان صاحب رئیس مرادآباد اور ناظم جناب مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی قرار پائے ہیں۔ انجمن کی تجاویز اور اس کی مفصل کیفیت تو پھر دکھائی جائے گی، مگر

سر دست ہم اس کے ان قواعد وضوابط پر اظہار مسرت کرتے ہیں کہ اس انجمن کو کسی ملکی معاملہ سے کچھ تعلق نہ ہوگا اور گورنمٹی خیر خواہی اس کا پہلا فرض سمجھا جائے گا اور نہ کسی مذہب پر حملہ کیا جائے گا، بلکہ اپنے مذہب کو مخالفوں کے حملوں سے بچایا جائے گا۔ اور اتحاد واتفاق پیدا کرنے کے علاوہ اپنی اشاعت مذہب کے لیے چندہ سے سرمایہ جمع کیا جائے گا۔ مدارس کھولے جائیں گے اگر انہیں مقاصد واغراض پر یہ انجمن جاری رہی تو ضرور فائدہ پہنچے گا۔'' [مخبر عالم مرادآباد: یکم جون ۱۹۱۱ء ص ۳]

بعدہ اس انجمن کے تحت ایک مدرسہ بنام انجمن اہل سنت کا افتتاح ہوا جو چوبیس سال بعد ۱۳۵۲ھ میں جامعہ نعیمیہ سے موسوم ہو گیا۔ اور وہ اس طرح کہ ۱۳۵۲ھ کو مدرسہ ھٰذا کے سالانہ جلسہ میں حضور سید احمد ابو الحسنات نعیمی مفتی اعظم پاکستان نے دوران تقریر اس مدرسہ کا نام بجائے انجمن اہل سنت کے حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے نام نامی سے منسوب کرتے ہوئے جامعہ نعیمیہ تجویز فرمایا۔ جلسہ میں موجود علمائے کرام نے آپ کی تائید فرمائی اور اس نام پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ نیز حضور محدث اعظم ہند نے جامعہ نعیمیہ کا کتبہ نصب کرانے کا وعدہ فرمایا اور آئندہ سال کلکتہ سے سنگ مرمر پر نہایت خوش خط اور واضح الفاظ میں اس کتبہ کو کندہ کرا کے حضور اشرفی میاں کے مقدس ہاتھوں سے مس کرا کے مدرسہ کے گیٹ کے داہنی جانب علمائے کرام کے ہاتھوں سے نصب کرایا۔ اس وقت سے یہ مدرسہ اسی نام سے جانا جاتا ہے بلکہ پوری دنیا میں اسی نام سے مشہور ومعروف ہے۔'' [افاضات صدر الافاضل ص ۴۵۰، ۴۵۱]

مدرسہ ھٰذا نے وقت کی تمام ضرورتوں کو پورا کیا۔ اور جن اغراض ومقاصد کے پیش نظر اس مدرسہ کی بنا ڈالی گئی تھی ان کو بھی پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ مدرسہ نے اول دن سے اب تک نہ جانے کتنے ہی نامور عبقری نابغہ روزگار شخصیات کو جنم دیا۔ حکیم الامت، امین شریعت، مجاہد ملت، حافظ ملت، تاج العلماء، اور خصوصاً صدر العلماء امام النحو حضرت العلام سید غلام جیلانی بدایونی ثم میرٹھی علیہم الرحمہ اسی مدرسہ کے فیض یافتہ وتعلیم یافتہ ہیں۔

اس مضمون میں چوں کہ جامعہ نعیمیہ کے تناظر میں جامع علوم عقلیہ ونقلیہ شیخ الاساتذہ امام النحو حضرت العلام مولانا مفتی سید غلام جیلانی بدایونی علیہ الرحمہ کا ذکر مقصود ہے، لہٰذا ہم یہاں اسی سے متعلق قدرے بیان سپرد قرطاس کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

امام النحو کی جامعہ نعیمیہ آمد

امام النحو نے گاؤں کے قریبی مکتب میں درجہ چہارم تک اردو وغیرہ کی تعلیم حاصل کی بعدہ آپ کے محترم ومکرم چچا مناظر اعظم حضرت العلام سید غلام قطب الدین صاحب برہمچاری بدایونی علیہ الرحمہ نے آپ کو علوم

دینیہ کی تحصیل کے لیے جامعہ نعیمیہ میں داخل فرمایا۔اس وقت آپ کی عمر شریف کیا رہی ہوگی اس کی صراحت راقم کی نظر سے نہیں گزری۔

جامعہ نعیمیہ میں آپ کی تعلیمی نشوونما

مدرسہ ہٰذا میں آپ نے آمد نامہ وغیرہ درس نظامی کی ابتدائی کتب سے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز فرمایا اور کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر محنت ولگن اور مکمل جانفشانی کے ساتھ تحصیل علم میں مشغول ہوگئے۔ لہو ولعب میں وقت کو ضائع کرنے سے کامل اجتناب فرماتے۔ خارجی اوقات میں بھی آپ پڑھائی کرتے۔ حصول علم میں آپ کا ذوق وشوق جنون کی حد تک تھا درج ذیل واقعہ جسے خود آپ نے بیان فرمایا ہے اس پر مشاہد عدل ہے۔

"ایک مرتبہ محلہ کسرول میں جناب منشی علی حسن صاحب مرحوم پینشنر انسپکٹر پولیس ریاست رامپور کے مکان پر بعد نماز عشاء طلبہ مدرسہ کے ساتھ آیت کریمہ کے ختم میں شرکت کا اتفاق ہوا پڑھتے پڑھتے آنکھ لگ گئی اور بجائے آیت کریمہ دن کا یہ سبق زبان پر بآواز بلند جاری ہوگیا کہ "قال اصل میں قَوَل تھا واو متحرک ماقبل اس کا مفتوح واو کو الف سے بدلا قال ہوگیا" پہلو میں دائیں بائیں پہلو میں بیٹھے طلبہ مسکرا رہے تھے کہ اتنے میں انسپکٹر صاحب مرحوم ٹہلتے ہوئے تشریف لے آئے سن کر ٹھہرے اور متعجّب ہوکر بیدار کیا کہ آیت کریمہ کی بجائے پنج گنج کا ختم ہورہا ہے۔" [مقدمہ بشیر القاری: ص۶]

بارگاہ صدرالافاضل سے اکتساب علم وکسب فیض

اس وقت چوں کہ پورے ہندوستان میں صدرالافاضل کی درس گاہ علم انفرادی حیثیت کی حامل تھی اور آپ کا دریائے علم پورے جوش کے ساتھ تشنگان علوم نبویہ کی تشنگی بجھانے میں مصروف تھا ہندو پاک وغیرہ ممالک کے وہ افراد جنہیں دینی رفعت وبلندی اور عظمت وترقی کی چاہت ہوتی اور جو تعلیمی عروج کے خواہاں ہوتے وہ آپ کی بارگاہ سے خوشہ چینی کو سعادت تصور کرتے اور آپ کے سلسلہ تلمذ میں شمولیت کو طرہ امتیاز سمجھتے تھے۔ اور کیوں نہ سمجھتے کہ صدرالافاضل علیہ الرحمہ کو اپنے معاصرین پر سبقت حاصل تھی۔ بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ دیگر شعبہ جات سے قطع نظر شعبہ تدریس میں آپ اپنے معاصرین میں سرفہرست تھے جیسا کہ آپ کو آپ کے عہد میں "استاذ العلماء" کے خطاب سے یاد کیا جانا اس کا واضح ثبوت ہے۔

امام النحو نے بھی آپ کی اسی انفرادی خصوصیت اور عالمانہ عظمت وشہرت کے پیش نظر آپ کی بارگاہ میں شرف حضوری حاصل کیا اور تمام تر توجہات کے ساتھ آپ کی بارگاہ عالی سے اکتساب علم وکسب فیض فرمانے لگے۔ ادھر حضور صدرالافاضل نے بھی امام النحو کے تحصیل علم میں حد درجہ ذوق وشوق کو دیکھتے ہوئے اپنی توجہ خاص آپ کی طرف منعطف فرماکر آپ پر خصوصی نوازشات فرمائیں اور علمی کو اکب و درر سے آپ کے دامن

کو پر کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ نیز آپ کے اندر پوشیدہ استعداد کو اجاگر اور آپ کی خفتہ علمی صلاحیت و قابلیت کو بیدار کرنے میں کلیدی کردار ادا فرمایا۔ گلستاں پڑھا کے زبان فارسی میں عبور بخشا تو قدوری پڑھا کے فقہی شعور عطا فرمایا، عربی مکالمہ نگاری اور عربی انشاء پردازی کے ذریعہ عربی زبان کا ماہر اور بہترین ادیب بنایا تو قال اقول کے ابتدائی حصص اور کافیہ کے ابتدائی اوراق کے ذریعہ ''امام النحو'' جیسے خطاب جلیل کا مصداق و متحمل بنایا۔

الغرض حضور صدر الافاضل نے اپنے علمی فیضان سے خوب خوب آپ کو نوازا۔ آپ بارگاہ صدر الافاضل میں تعلیمی اوقات کے علاوہ بھی فیض یابی کو حاضر رہتے اور صدر الافاضل کی خدمت میں رہ کر علمی خوشہ چینی فرماتے۔ نیز اپنی علمی لیاقت وصلاحیت اور استعداد بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرماتے تھے۔ خود امام النحو نے صدر الافاضل سے شرف تلمذ اور ان کی بارگاہ سے فیضیابی و خوشہ چینی کا جس انداز میں تذکرہ فرمایا ہے اسے یہاں بیان کر دینا بے محل نہ ہوگا:

''امام المفسرین رئیس المناظرین استاد العلماء حضرت مولانا شاہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہوا۔ گلستاں قدوری قال اقول کے ابتدائی حصے آپ سے پڑھے۔ طبیعت میں تفحص اور جستجو کا مادہ آپ ہی کی خدمت سے پیدا ہوا تھا۔ دوپہر کو بعد طعام جب قیلولہ فرماتے تو پاے مبارک دبانے کی خدمت میرے سپرد تھی اس وقت کسی پڑھے ہوئے مسئلہ پر اعتراض کر کے فرماتے کہ جواب سوچو اور تلاش کر کے لاؤ۔

جواب تک فہم کی رسائی نہ ہوئی تو کتب متعلقہ کی چھان بین کرتا، کبھی جواب مل جاتا اور کبھی نہ ملتا تو اتا پتہ بتا کر اشارہ فرماتے اس پر اگر ذہن کی رسائی ہوگئی فبہا ورنہ صراحتًا جواب بیان فرمادیا کرتے تھے اس طرح مشکلات کے استخراج کی استعداد پیدا ہوگئی۔ عربی مکالمہ اور عربی انشاء پردازی کی تمرین بھی آپ ہی نے کرائی تھی''[مقدمہ بشیر القاری:ص۷]

جامعہ نعیمیہ کے دیگر اساتذہ سے استفادہ

حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے علاوہ جامعہ کے دیگر اساتذہ علم وفن سے بھی آپ نے پڑھا۔ امام علم وفن حضرت علامہ مفتی اجمل حسین سنبھلی سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ اور حضرت العلام امام النحو والصرف مولانا عبد العزیز خان صاحب فتحپوری قدس سرہ جن کی تعریف میں خود آپ اس طرح رطب اللسان ہیں:

''خوش قسمتی سے استاد بھی ملے تو ایسے جو مسائل صرف و نحو کے حافظ تھے یعنی استاد معظم حضرت مولانا عبد

العزیز خان صاحب فتحپوری دامت برکاتہم، جو آج کل جامعہ عربیہ ناگپوری میں مسند صدارت کی زینت ہیں۔ قوت حافظہ اتنی زبردست کہ اپنے زمانہ کا بوعلی سینا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یوں تو قدرت نے ذات گرامی صفات میں بہت سے اوصاف ودیعت فرمائے ہیں مگر ایک وصف ایسا ودیعت فرمایا ہے جو دور حاضر میں جماعت علما کے اندر معدوم یا کالمعدوم ہے وہ یہ کہ آپ اردو فارسی عربی انگریزی زبانوں کے علاوہ زبان سنسکرت کے بھی عالم ہیں الخ"

سے تو آپ نے خوب خوب استفادہ کیا۔ فصول اکبری اور کافیہ وغیرہ صرفی ونحوی کتابیں آپ نے حضرت ہی سے پڑھیں۔ بلکہ حضرت ہی کی مدد سے آپ نے فصول اکبری و کافیہ کے اکثر اسباق زبانی یاد فرما لیے تھے، جنہیں حضرت جمعرات کو بعد نماز عصر آپ سے سماعت فرماتے تھے، بلکہ آپ خود بھی صبح کو کافیہ کا دور فرماتے تھے۔

امام النحو کی جامعہ نعیمیہ سے رخصتی

بقول بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ مد ظلہ آپ شرح جامی تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۲۳ء کو جامعہ نعیمیہ کو خیر آباد کہہ کر مدرسہ معینیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ جامعہ نعیمیہ چھوڑ کر مدرسہ معینیہ جانے کی کیا وجہ رہی خود امام النحو کی تحریر کے تناظر میں ملاحظہ فرمائیں:

"بزمانہ ۱۹۲۳ء آگرہ کے مضافات میں راجپوتوں کے اندر فتنہ ارتداد کا طوفان برپا ہوا جس کی روک تھام کے لیے بریلی شریف سے جماعت رضائے مصطفیٰ پہنچی اور رکاب گنج میں اپنا دفتر قائم کیا جس کے ناظم حضرت مولانا شاہ قاضی احسان الحق صاحب نعیمی مد ظلہ العالی تھے۔

مرادآباد سے استاد العلماء قدس سرہ بھی گاہے گاہے تشریف لے جاتے، آپ کی ہمرکابی میں استاد محترم حضرت مولانا عبد العزیز خاں صاحب فتحپوری اور حضرت مولانا مفتی محمد اجمل شاہ صاحب سنبھلی بھی ہوتے تھے چوں کہ یہ دورہ پندرہ پندرہ یوم اور کبھی اس سے بھی زیادہ ہوتا تھا، اس لیے اسباق کا ناغہ برداشت نہ ہو سکا۔ اور بترغیب جناب حافظ ضمیر حسن صاحب مرادآبادی یہ طے پایا کہ دار الخیر اجمیر شریف چلا جائے الخ

[مرجع سابق: ص۸]

امام النحو کی آفاقی شہرت بعطائے جامعہ نعیمیہ

اخیر میں اس بات کی وضاحت بے محل نہ ہوگی کہ جامعہ نعیمیہ سے امام النحو کو کیا عطا ہوا، امام النحو کی فکر کو بلندی، ذہن و دماغ کو قوت و توانائی، حوصلوں کو جلا، طبیعت میں تحقیق و تفحص و جستجو کا مادہ، قلب میں علمی ذوق و شوق اور روح کو ایمانی حرارت جامعہ ہی کی عطا ہے۔ اور یہ جامعہ ہی کا فیضان تھا جس کی وجہ سے آپ

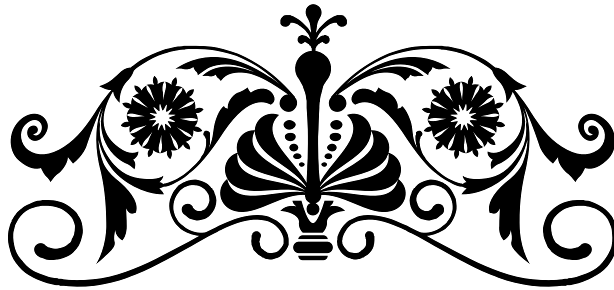
کامیابی وکامرانی سے ہم کنار ہوئے۔آپ کی علمی عبقریت اورآفاقی شہرت میں جامعہ نعیمیہ نے جو کلیدی کرداراداکیاوہ اہل علم پرمخفی نہیں ہے۔بلکہ یہ کہنے میں راقم حق بجانب ہے کہ علمی حلقہ میں امام النحو جیسے خطاب جلیل سے آپ کی شہرت وپذیرائی جامعہ نعیمیہ ہی کے فیضان کاثمرہ ونتیجہ ہے۔نحوی صلاحیت اورعلم نحو میں ملکہ آپ کوجامعہ ہی سے حاصل ہوا۔جامعہ نعیمیہ میں داخل ہونے کے بعددیگر علوم سے قطع نظرعلم نحوکی جانب آپ کا طبعی میلان،جامعہ میں رہ کرنحوی کتب خصوصًا کافیہ جوعلم نحوکی اہم کتاب ہے،اس کاحفظ اور شرح جامی سامنے رکھ کر کافیہ کے مسائل دقیقہ کوحل کرلینااس کاواضح ثبوت ہے کہ جامعہ میں علم نحوپرآپ عبور حاصل کرچکے تھے۔نیزمدرسہ معینیہ میں داخل ہونے کے بعدمدرسہ کے بہترین مدرس معین المدرسین حضرت العلام غلام علی صاحب معینی علیہ الرحمہ کاشرح جامی میں افعال ناقصہ کی بحث پڑھاتے وقت کسی عبارت کے مطلب کی جانب ذہن کے ملتفت نہ ہونے پرآپ کوطلب کرکے اس عبارت کی وضاحت چاہنااورآپ کااس عبارت کامطلب بیان کرکے استادمحترم سے تحسین وآفریں حاصل کرناجامعہ نعیمیہ میں آپ کی بہترین تربیت،اساتذہ جامعہ نعیمیہ کی خصوصی توجہات اور جامعہ نعیمیہ سے علم نحوپرمکمل مہارت حاصل کرلینے کاہی ثمرہ ونتیجہ تھا۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

راقم نے بعجلت یہ چند سطریں قلم بندکی ہیں صرف اس غرض سے کہ امام النحو کے ثناخوانوں کی فہرست میں راقم کانام بھی درج ہوجائے۔

اللہ امام النحو کے درجات بلندفرمائے اور حشرتک آپ کے مزارپرانوارپرفیض افشانی فرمائے(آمین)

[صدرالعلماء محدث میرٹھی حیات وخدمات:ج۱ص۳۸۳تا۳۸۸]



تاج الشریعہ کی جدید تحقیقات کے اصولی مباحث

دنیامیں ایسے بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو اپنے تعارف میں کسی کے محتاج نہیں ہوتے، بلکہ خود ان کی ذات ان کا نام ان کا لقب ان کا خطاب ہی ان کی پہچان اوران کا مکمل تعارف ہوا کرتا ہے۔ ایسے ہی نادرالوجود اشخاص میں وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم قاضی القضاۃ فی الہند مقدام العلماء والفقہاء حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضاخان صاحب ازہری دام ظلہ العالی علینا کی ذات بابرکات ہے۔ حضرت کی ذات والا درجات کو جس زاویے سے دیکھا جائے یکتائے روزگار نظر آتی ہے۔ آپ گوناگوں اوصاف حمیدہ خصائل جلیلہ سے متّصف حسن اخلاق، حسن عمل، حسن کردار کے حامل، تقوی، طہارت زہد، ورع علم اور عمل ہر خوبی کے جامع ہیں۔ آپ کی ذات کثیر الجہات ہے۔

میدان علم ہی کو لیں تو یقیناً دفتر کا دفتر کم ہے حضرت کے علمی کارناموں کا احاطہ مشکل ہی نہیں ناممکن سا محسوس ہوتا ہے۔ جس موضوع پر قلم اٹھایا سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ آپ کی تحریر میں جہاں آپ کے جدامجد حضور اعلیٰ حضرت کے قلم کی جولانی اور روانی نظر آتی ہے وہیں جد کریم حضور مفتی اعظم ہند کی قلمی پختگی کا رنگ بھی صاف طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

عقائد ہوں یا معمولات، تفسیر ہو یا حدیث، منطقی موشگافیاں ہوں یا فلسفہ کے ادق مباحث، فقہ وافتا کی باریکیاں ہوں یا مسائل قدیمہ اور جدیدہ کی پیچیدگیاں، جس طرف بھی آپ نے رخ کیا حق ادا کر دیا۔ آپ کے علمی وزن کو ماپنے کے لیے کوئی میزان نہیں، آپ کے علمی قد کو ناپنے کے لیے پیمانہ نہیں اور علمی کاوشوں کو گننے کے لیے کوئی عدد نہیں۔ آپ نے جب سے شعور کی منزل پائی تب سے اب تک اپنے قلم سے جو جواہر پارے عطا کیے ہیں اگر ان کو یکجا کیا جائے تو یقیناً ایک مکمل دفتر بن جائے۔

آپ کی علمی حیثیت کا بالاستیعاب اطاطہ تو ایک مشکل امر ہے اس تعلق سے کسی طرح کی خامہ فرسائی کی ہم جرأت نہیں کر سکتے، البتہ آپ کے بحر علم سے چند قطرہ پیاس بجھانے کی غرض سے لینا سوے ادب میں شامل نہیں ہوگا۔ لہٰذا ہم حضرت کی علمی کاوشوں میں سے تحقیقات جدیدہ کے اصولی مباحث کو اپنی تحریر کا موضوع بنا کر حضرت ک تحریرات سے فیض یاب ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

آپ نے جدید تحقیقات کے ضمن میں اب تک بہت کچھ ذخیرہ قوم کو عطا فرمایا ہے۔ ہم آپ کی ان تحقیقات نافعہ انیقہ میں سے چند کو سپرد قرطاس کر رہے ہیں۔

ٹی وی اور ویڈیو

سائنسی ایجادات میں ٹی وی اور ویڈیو کو کافی اہمیت حاصل ہے، اسلامی نقطہ نظر سے اگر اس کا جائزہ لیا جائے تو اس کا استعمال ناجائز و حرام قرار پاتا ہے۔ حضور تاج الشریعہ نے اس سائنسی آلہ کا جب شرعی نقطہ نگاہ سے جائزہ لیا جائے تو اس کا مکمل تانہ بانہ کھول کے رکھ دیا۔

ٹی وی اور ویڈیو کا ہر زاویے سے جائزہ لینے کے بعد اس پر دلائل شرعیہ کی روشنی میں حرمت کی ضرب کاری فرماتے ہوئے، تحقیق کے جو قطب مینار آپ نے کھڑے کیے، ان کی بلندی کو دیکھنے کے لیے اچھے اچھوں کی ٹوپیاں سروں سے کھسک گئیں۔

آپ نے اس تحقیق جدید میں جو علمی توانائیاں صرف فرمائیں وہ یقیناً آپ ہی کا حصہ ہے۔

آپ کی اس جدید تحقیق کے مبحث اصلی یعنی بنیادی بحث پر ہمیں کلام کرنا ہے۔

ٹی وی اور ویڈیو دراصل ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعہ تصویروں کی نمائش ہوتی ہے۔

ٹی وی اور ویڈیو کے پردہ پر دیکھی جانے والی صورتیں تصویر کے حکم میں ہیں اور تصویر کا دیکھنا دکھانا ازروے شرع حرام ہے۔ البتہ چند حضرات نے ٹی وی کے پردے پر ابھرنے والی صورتوں کو تصویر نہ مان کر عکس مانا ہے اور عکس کے جواز کے سبب ٹی وی اور ویڈیو پر ابھرنے والی تصویروں یا عکوس کو دیکھنے کی ازروے شرع اجازت بھی دی ہے۔

تاج الشریعہ کے موقف کے مطابق ٹی وی اور ویڈیو کی حرمت کی بنیادی بحث ٹی وی اور ویڈیو پر چلنے والی تصاویر ہیں نا کہ عکوس۔ آپ نے ان سائنسی آلات کے پردے پر ابھرنے والی صورتوں کو تصویر ثابت کر کے تصویر کا شرعی حکم بیان فرمایا ہے۔ اور ان صورتوں کے عکوس نہ ہونے پر زبردست دلائل کا انبار لگایا ہے۔ نیز ان دونوں آلات کو لہو ولعب کے زمرے میں رکھتے ہوئے بہت سے دلائل سے اس کے استعمال کو ناجائز ثابت فرما کر تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

ہم یہاں آپ کی مکمل بحث سے چار اہم بنیادی بحثیں ذکر کریں گے۔

(۱) پہلی بحث ٹی وی اور ویڈیو پر ابھرنے والی جان دار صورتیں تصویر کے حکم میں داخل ہیں۔

(۲) ان صورتوں کو عکس نہیں کہا جا سکتا۔

(۳) تصویر کی حرمت شرعی کا بیان۔

(۴) ٹی وی اور ویڈیو آلات لہو ولعب اور ان کے استعمال کا حکم۔

اب بالترتیب چاروں بحثوں سے متعلق آپ کے قلم سے معرض وجود میں آئی اس تفصیلی اور خالص علمی

بحث سے چند اقتباسات قلم بند کیے جاتے ہیں۔

آپ تصویر کا صحیح مفہوم بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"کسی شکل پر تصویر ذی روح کا اطلاق صحیح ہونے کے لیے بس اتنی سی بات کافی ہے کہ شکل ذوالصورت میں حیات کی حکایت کرے اور دیکھنے والا سمجھے کہ وہ کسی جاندار کی تصویر دیکھ رہا ہے"

[ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن و شرعی حکم: ص۹۶]

آگے فرماتے ہیں:

"تصویر کا یہ معنی بدرجہ اتم ویڈیو اور ٹی وی کے اشکال پر صادق ہے کہ ان اشکال میں ذوالصورۃ کی حیات کی حکایت ہر تصویر سے زیادہ ہے، کہ چلتی پھرتی نظر آتی ہیں اور انہیں عکوس کہہ کر حرمت تصاویر کے عموم سے نکالنا درست نہیں کہ یہ تصاویر بداہۃً مصنوعہ انسان ہیں اور حرمت ان سے ضرور متعلق ہوگی خواہ انہیں کوئی عکس کہے یا تصویر بتائے۔" [مرجع سابق ص:۹۹]

ان صورتوں کو آئینہ کے عکوس پر قیاس کرتے ہوئے عکس کہنے اور انہیں تصویر نہ ماننے پر زبردست ایرادات قائم کرتے ہوئے نیز اپنے مدعا پر دلائل سے بھرپور محققانہ بحث فرماتے ہوئے آپ نے جو تفصیل رقم فرمائی ہے اس کا قدرے حصہ ہدیہ ناظرین ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

"آئینوں کے عکوس میں فعل انسانی کا دخل نہیں بلکہ اس میں شعاعیں خود مصور ہوجاتی ہیں، لہٰذا سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ سے بلانکیر منکر آئینہ سازی اور آئینہ دیکھنا آج تک معمول اور رائج ہے اور کوئی نہیں سمجھتا کہ آئینے کے سامنے کھڑا ہونے والا اپنی تصویر بنا رہا ہے مگر اس پر ٹی وی کو قیاس کرنا.....درست نہیں کہ ٹی وی کے عکوس آئینے کے عکوس کی طرح نہیں نہ خود ٹی وی آئینہ ہے" [مرجع سابق: ص۵۲]

آگے فرماتے ہیں:

"ویڈیو میں عکس کی اصل محفوظ کرلی جاتی ہے اور جب چاہو دیکھی جاسکتی ہے۔ اور ٹی وی سے بھی کیمرے کے ذریعہ عکس کو کھینچ کر اسے مختلف اطوار میں منتقل کرکے عکس دکھایا جاسکتا ہے۔ اور جب یہ چیز مشاہدے میں آچکی، تو اس سے انکار بھی ممکن نہیں کہ اس میں جعل انسانی دخیل ہے بخلاف عکوس آئینہ کہ ان میں جعل انسانی کو دخیل نہیں تو بعینہٖ عکس کہنا بھی مشکل اور آئینہ پر قیاس بھی باطل.....اب ایک ہی سبیل ہے کہ ان عکوس کو آئینے کے عکوس سے جدا جانیں" [مرجع سابق: ص،۵۷]

ٹی وی کے عکس کو آئینے کے عکس پر قیاس کے باطل ہونے پر آپ نے جو قلم آرائی فرمائی ہے وہ بھی ملاحظہ

فرمائیں:

''اولاً آئینے میں ریز بے صنع انسان پڑتی ہیں اور کیمرے میں بے صنع انسان نہیں پڑتی۔

ثانیاً آئینے میں جو ریز پڑتی ہیں وہ ذی صورت کے تابع ہوتی ہیں اور کیمرہ جو محفوظ کرتا ہے، بھیجتا ہے وہ ذی صورت کے تابع نہیں ہوتا۔ ٹی وی کے کیمرے میں بہت زیادہ روشنی درکار ہوتی ہے تو جب اس میں روشنی کی تاثیر بھی شامل ہوگئی تو اب ذی صورت کی شعاع نہ رہی بلکہ اس سے جداگانہ شے بن گئی جن کے بننے میں صنع انسانی کا دخل ہے تو اسے آئینہ و ٹی وی کے عکوس کی اصل قریب بتانا غلط ہے۔

ثالثاً ٹی وی کے وہ ریز خود عکس نہیں بنتے بلکہ ٹی وی کے آلات انہیں عکس میں بدلتے ہیں۔ اگر وہ آلات نہ ہوں تو ٹی وی کے شیشے پر کچھ نظر نہ آئے۔ اور آئینہ میں ذی صورت کی شعاعیں کسی آلہ کی محتاج نہیں ہوتیں جو انہیں عکس میں بدلے۔

رابعاً آئینے میں جو عکس چمکتا ہے اس کا رنگ وہی ہوتا ہے جو ذی صورت کا ہوتا ہے اور عام ٹی وی میں نیلا اور رنگین میں رنگ برنگا نظر آتا ہے۔

خامساً آئینے میں ساکن کا عکس ساکن ہی نظر آتا ہے اور ٹی وی میں لرزہ براندام۔

سادساً آئینے میں آپ خود کو دیکھتے ہیں اور ٹی وی کے شیشے پر آپ خود کو نہیں دیکھ سکتے۔''

[مرجع سابق: ص ۵۹، ۶۰]

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل سے آپ نے ٹی وی کے عکوس کا آئینے کے عکوس پر قیاس کو غلط و باطل قرار دیا ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے ہم انہیں پر اکتفا کرتے ہیں۔

بالجملہ جب یہ ثابت ہوگیا کہ ٹی وی اور ویڈیو میں نظر آنے والی صورتیں تصویر ہی ہیں تو پھر ان پر شرعی احکام کیا جاری ہوں گے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

فرماتے ہیں:

''جاندار کی تصویر کے متعلق چند کلمات یہاں تحریر ہوتے ہیں، جن سے بعونہٖ تعالیٰ جان دار کی تصویر کا حکم شرعی معلوم ہوگا اور ان شاء اللہ الکریم یہ بھی روشن ہوگا کہ ٹی وی اور ویڈیو کی تصاویر جان دار دائرہ حرمت میں داخل ہیں۔ اور یہ کہ انہیں عکوس آئینہ پر قیاس کرنا باطل ہے بلکہ انہیں عکس کہنا ہی صحیح نہیں۔''

[مرجع سابق: ص، ۹۵]

مزید آپ تصویر کی حرمت پر ردالمحتار اور طحطاوی علی الدر کے حوالے سے فرماتے ہیں:

وھٰذا لفظ ردالمحتار مافعل التصویر فھو غیر جائز مطلقا لانہ مضاھاۃ لخلق اللہ کما مراہ

اسی میں ہے:

”ظاهر كلام النوي الاجماع على تحريم تصوير الحيوان وقال سواء صنعه لمايمتهن اولغيره فصنعه حرام بكل حال لان فيه مضاهاة لخلق الله وسواء كان في ثواب اوبساط اودرهم اواناء اوحائط وغيرها- اھ
یعنی جان دار کی تصویر بنانا مطلقا حرام ہے، اس لیے کہ وہ خلق الٰہی کی مشابہت ہے، جیسا کہ گزرا۔ اورامام نووی کے کلام سے ظاہر مفاد یہ ہے کہ جان دار کی تصویر سازی کی حرمت پر اجماع ہے انہوں نے فرمایا کہ ذی روح کی تصویر مطلقاً حرام ہے خواہ اسے اہانت کے لیے بنائے یا کسی اور مقصد کے لیے بنائے۔ لہٰذا جان دار کی تصویر بنانا بہرحال حرام ہے۔ اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے فعل خلق کی مشابہت ہے۔ اور تصویر کپڑے میں ہو یابساط میں درہم میں یا برتن یا دیوار وغیرہ میں ہو اسے بنانے کی حرمت کا حکم سب میں یکساں ہے۔“

[مرجع سابق: ص،۹۵،۹۶]

آخر میں آپ ٹی وی میں جان دار کی تصویر نہ ہونے کی صورت میں استعمال کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”لہٰذا قطع نظر اس کے کہ اس میں فوٹو ہوتا ہے یا نہیں، یہی ایک وجہ کہ ٹی وی کا استعمال لہو ولعب کے لیے ہوتا ہے اس کے ناجائز ہونے کے لیے وجہ کافی ہے۔ اور علمائے کرام کا یہ داب مستمر ہے کہ غلبہ فساد ولہو ولعب کے وقت مطلقاً ممانعت فرماتے ہیں۔“ [مرجع سابق: ص،۱۲۲]

بعدازاں اپنے موقف پر آپ نے در مختار، ردالمحتار، حاشیہ طحطاوی علی الدر۔ فتاوی عالمگیری وغیرہ فقہ حنفی کی کتب معتبرہ کے جزئیات سے استدلال کیا۔ اور درج ذیل نتیجہ نکالتے ہوئے فرمایا:

”یہ چند عبارات پیش ہیں جن میں غلبہ فسادولہوولعب کی وجہ سے حکم حرمت دیا اور مطلقاً ممانعت فرمائی۔ ......پھر جزئیہ اخیرہ کا مصداق ٹی وی بدرجہ اتم ہے۔ اس کا آلہ لہوولعب ہونا ایسا نہیں کہ کسی سے پوشیدہ ہو بلاشبہ وہ لہوولعب کے لیے اکثر وبیشتر مستعمل ہوتا ہے۔ لہٰذا قطع نظر اس سے کہ اس میں فوٹو ہوتا ہے یا نہیں اور اس کی ایجاد کسی مقصد معقول کے لیے ہوئی یا نہیں جب اس کا استعمال لہوولعب کے لیے غالب بلکہ اغلب ہے، تو اس کے استعمال سے شرعاً ضرور ممانعت ہوگی اور اس کا استعمال دینی امور مثلاً تلاوت ووعظ نعت ومنقبت وغیرہ کے حیلے سے بھی جائز نہ ہوگا کہ دین امور کو تماشہ بنانا جائز نہیں۔“ [مرجع سابق: ص،۱۲۳،۱۲۴]

مشابہ بالدف پڑھی جانے والی نعتوں کا حکم

ماضی قریب میں نعت خواں حضرات نے نعت خوانی کا ایک نیا انداز ایجاد کیا، جس میں دف وغیرہ مزامیر کا استعمال تو نہیں ہوتا۔ البتہ اس کا سننے والا اس پر یقین بھی نہیں کرپاتا کہ یہ نعتیں دف وغیرہ کے ساتھ نہیں

پڑھی گئی ہیں۔ ایسا کیسے ہوتا ہے خود تاج الشریعہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

”آج کل ایک مخصوص قسم کے ذکر کا رواج عام ہو رہا ہے، جس میں حلق سے ایک مخصوص آواز جو مشابہ دف ہے صاف سنی جاتی ہے۔ بلکہ بیان کرنے والوں نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ مائک کو دونوں ہونٹوں کے درمیان یا بالکل قریب کرکے اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ مزامیر کے مثل آواز پیدا ہوتی ہے۔ بارہا کیسٹ سنے گئے اور دف جیسی آواز صاف سنائی دی بلکہ بعض مروجہ طریقوں میں یہ صاف آشکار ہے کہ محض ایک آواز مشابہ دف مسموع ہوتی ہے اور اسم جلالت ادا نہیں ہوتا اس پر یہ مستزاد ہے کہ چھن چھن یا اس کے مشابہ کچھ آوازیں صاف سنائی دیتی ہیں، ان امور سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ بتکلف ایسی آوازیں جو مشابہ ساز و مماثل دف ہو نکالتے ہیں“[فتاویٰ نورانی: ص ۱۲]

تاج الشریعہ نے اس مسئلہ کا باریکی سے جائزہ لیتے ہوئے اس پر دلائل شرعیہ کی روشنی میں جو حکم شرعی منطبق فرمایا ہے وہ ہم آخر بحث میں بیان کریں گے، البتہ پہلے ہم یہاں اس جدید تحقیق کی بنیادی بحث پر گفتگو کریں گے۔

مذکورہ بالا مخصوص ذکر دف وغیرہ مزامیر سے خالی ہے مگر دف وغیرہ سے مشابہ ہے اور اسی مشابہت کے سبب یہ مروجہ طریقہ بھی دف وغیرہ مزامیر کے حکم میں آجاتا ہے۔ اور اس پر وہی حکم منطبق ہوتا ہے جو دف اور مزامیر کا ہے۔

بالجملہ اس مسئلہ کی بنیادی بحث ذکر کا مشابہ بالدف ہونا ہے۔

اب دف اور مشابہ بالدف میں کیا فرق ہے اور ان دونوں کا حکم یکساں ہے یا کوئی فرق ہے اس کے ممنوع و ناجائز ہونے کی کیا صورت ہے۔ اس کی تفصیلی بحث تاج الشریعہ کے قلم سے منصہ شہود پر آئی تو یقیناً ساری صورتیں بے غبار ہو گئیں اور مسئلہ بالکل صاف و شفاف ہو گیا۔

فرماتے ہیں:

”دف آلات لہو و لعب میں سے ہے، جس کا استعمال اغلب احوال میں لہو و لعب کے لیے ہوتا ہے، لہٰذا دف کے استعمال کی شرعاً اجازت نہیں۔ دف بغیر جلاجل کی اباحت بعض احادیث سے مثلاً ”اعلنوا ھٰذا النکاح واضربوا علیہ بالدفوف“ وغیرہ سے معلوم ہوتی ہے لیکن اصول فقہ کا قاعدہ کہ اذا اجتمع الحلال والحرام رجح الحرام، بنابریں ترجیح جانب حرمت کو ہے۔ جس کی مؤید سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ مثلاً ”امرت بمحق المعازف بعثنی ربی عزوجل بمحق المعازف“ وغیرہما ہیں۔ قطع نظر اس کے حدیث مذکور اعلنوا ھٰذا النکاح میں اجازت استعمال دف کی بغرض اعلان مفہوم ہوتی ہے یہی لیا جائے کہ بعض احوال

میں ملاہی کی اجازت ہے مگر اس زمانے میں جب کہ لوگ تصحیح نیت سے قاصر اور احکام شرع سے غافل لہو ولعب میں منہمک ہیں سبیل اطلاق منع ہیں۔

کما افادہ الامام ذی الھمام الشیخ احمد رضا قدس سرہ فی رسالۃ المبارکۃ ھادی الناس فی رسوم الاعراس قال فی الدر المختار بعد حکایۃ عن امامنا ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دلت المسئلۃ علی ان الملاھی کلھا حرام۔

یہ تو دف وغیرہ آلات لہو کے بارے میں تھا۔ جو آواز ان آلات لہو کے مشابہ کسی طرح پیدا کی جائے ان کا بھی وہی حکم ہے جو ان آلات لہو سے نکلنے والی آوازوں کا ہے۔

اس کی نظیر گراموفون وغیرہ آلات سے نکلنے والی ان آوازوں کا حکم ہے جو قطعًا ان آلات لہو سے نکلنے والی آواز تو نہیں لیکن بلاشبہہ یہ آوازیں ان آلات لہو کی آوازوں کی کاپیاں ہیں۔ لہٰذا گراموفون وغیرہ میں ان ملاہی کی آوازیں بھرنا اور انہیں سننا اسی طرح حرام ہے جس طرح ان ملاہی کا استعمال سننے سنانے کے لیے حرام ہے۔"
[مرجع سابق ص ۲۲، ۲۳]

مزید فرماتے ہیں:

سیٹی ایک مخصوص آواز نکالنے کا آلہ ہے۔ اس جیسی آواز اگر منہ سے نکالی جائے تو یہ بالعموم طریقہ فساق ہے، اور ناجائز ہے۔" [مرجع سابق: ص، ۲۳]

الحاصل مذکورہ بالا بحث سے یہ صاف ہو گیا کہ ذکر مشابہ بالدف ذکر مع الدف کے حکم میں ہے۔ تو اس پر وہی حکم منطبق ہو گا جو دف وغیرہ کا ہے۔ لہٰذا اس کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لہٰذا ان مندرجہ بالا امور سے روشن ہے کہ دف جیسی آواز نکالنا اگرچہ بغیر استعمال دف ہو، ناجائز ہے اور اگر یہ قصداً ہے تو یہ تلہی ہے جو مطلقاً حرام ہے۔ اور اگر ایسی آواز منہ سے بلا قصد نکلتی ہے تو وہ صورۃ لہو کے مشابہ ہے لہٰذا اس سے بھی گریز چاہیے۔ خصوصاً ذکر و نعت میں اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ قصد لہو اور صورت لہو دونوں سے پرہیز کیا جائے۔ دف کے استعمال کی رخصت نظر بہ بعض احادیث سے اگر ثابت بھی ہے تو ان اشعار میں جن کا تعلق ذکر و نعت سے نہیں۔ اس لیے حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حضور کی خدمت میں جب ایک گانے والی نے دف بجایا اور منجملہ اشعار کے یہ مصرعہ پڑھا ع

و فینا نبی یعلم ما فی غد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دعی ھٰذہ وقولی بالذی ماکنت تقولین" یہ رہنے دو اور جو پڑھ رہی

تھی وہی پڑھتی رہو کہ صورت لہو پر نعت شریف شایان شان نہ تھا۔ اب حکم مسئلہ صاف ہو گیا اور وہ یہ کہ ایسی آواز جو دف وغیرہ کے مشابہ ہو منہ سے نکالنا جائز نہیں کہ طریقہ فساق ہے اور ذکر وغیرہ میں اشد ناجائز ہے۔"

[مرجع سابق: ص، ۲۳، ۲۴]

چلتی ٹرین میں نماز

آپ کی جدید تحقیقات میں سے چلتی ٹرین میں نمازوں کی ادائیگی ایک معرکۃ الآرا تحقیق ہے۔ اس تحقیق کی بنیادی واصولی بحث یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز کی ادائیگی منع من جہۃ العباد کے سبب درست نہیں۔ اور اسے عذر سماوی پر محمول کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

آپ نے اس سلسلے میں تحقیقات کے جو جوہر دکھائے ہیں یقیناً وہ آپ کے فقید المثال فقیہ اور بے مثال محقق ہونے پر دال ہیں۔ آپ کی اس تحقیق میں جہاں عقلی دلائل کی بہتات ہے وہیں دلائل شرعیہ کی فراوانی بھی ہے۔

مسئلہ کے ہر پہلو پر گفتگو، عبارات اکابر سے تحقیق کی تزئین، مفہوم مخالف کے دلائل کی مہذب اور معقول تردید اور دلائل و شواہد سے اپنے موقف کی تائید یہی خوبیاں آپ کی تحقیق کو چار چاند لگاتی ہیں۔ اور فریق مخالف کو خاموش کر دیا کرتی ہیں۔ آپ کی اس تحقیق کا محور خاص کر مفہوم مخالف کا تجزیہ و تنقیح کر کے اپنے موقف کو ثابت کرنا ہے۔

مفہوم مخالف یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز عذر سماوی کے سبب درست ہے۔ اور آپ کا موقف یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز منع من جہۃ العباد کے سبب صحیح نہیں۔ اور اس میں عذر سماوی کو دخل نہیں۔ ہم یہاں اس بحث کے چند اہم اور بنیادی اقتباسات پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔ تفصیل کے لیے مستقل تصنیف ملاحظہ کی جائے۔ آپ اپنے موقف کی تائید اور مفہوم مخالف کی تردید کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ٹرین روکنا اس محکمہ کے اختیار میں تھا، تو انگریزوں کے معمولی کام کے لیے ٹرین روکتے تھے اور مسلمانوں کے اہم دینی فریضے کے لیے ٹرین نہیں روکتے تھے..... یہی صورت آج بھی موجود ہے یعنی ٹرین کا روکنا اپنے اختیار میں ہے۔ قانون اسی اختیار سے بنے ہیں۔ نماز کے لیے ٹرین نہ روکنا اسی اختیار سے ناشی ہے۔ یہ نہیں کہ ٹرین کوئی شریر چوپایہ ہے جسے اپنے قابو میں کرنا دشوار ہے۔ منع من جہۃ العبد ہونے کے لیے یہ کب ضروری ہے کہ خاص فرد یا افراد کے حق میں ممانعت ہو اگر ممانعت عام ہو تو منع من جہۃ العباد نہ رہے گا؟

کتب اصول سے یہ دکھایا جائے کہ منع عام اگرچہ من جہۃ العباد ہو عذر مکتسب نہ ٹھہرے گا بلکہ عذر سماوی ہو جائے گا۔" [چلتی ٹرین پر فرض و واجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم: ص ۲۰]

آگے اعلیٰ حضرت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکی جاتی ہے اور نماز کے لیے نہیں تو منع من جہۃ العباد ہوا۔ اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے" [مرجع سابق: ص ۲۱]

اعلیٰ حضرت کی اس عبارت کو فریق مخالف نے مفہوم مخالف کا متدل ٹھہرا کر اپنے موقف کو ثابت کرنے کی جو سعی کی ہے تاج الشریعہ اس کا تفصیلی تجزیہ اور زبردست تعاقب فرمایا۔ نیز اعلیٰ حضرت کی مذکورہ بالا عبارت کے ایک جز 'نماز کے لیے نہیں روکی جاتی' پر مفہوم مخالف کی اساس کمزور قرار دیتے ہوئے کچھ اس طرح رقم طراز ہیں۔

"اب منع عام ہو یا خاص قضیہ مطلقہ نماز کے لیے نہیں روکی جاتی صادق ہے یا نہیں؟ اگر صادق ہے اور ضرور صادق ہے تو یہ ضرور منع من جہۃ العباد ہے۔ اور ضرور اسی سے ناشی ہے۔ اور جب اسی عبارت کا یہ مفہوم بہر حال صادق ہے اور یہی اس کا مفہوم موافق ہے، تو اگر خیالی مفہوم مخالف مان بھی لیا جائے تو خیالی مفہوم مخالف سے اس پر کیا اثر؟ اور موافق کے ہوتے مخالف کے پیچھے دوڑنا کس نے ٹھہرایا اور یہ کہاں سے نکلا کہ منع من جہۃ العباد اسی وقت ہو گا جب کہ منع خاص چند افراد کے حق میں ہو اور اگر قانون عام ممانعت کرے تو منع من جہۃ العباد نہ رہے گا بلکہ منع سماوی ہو جائے گا، کیا بندوں کا قانون قانون الٰہی ہو جائے گا؟" [مرجع سابق: ص ۲۳]

مفہوم مخالف کو فتاویٰ رضویہ سے مستنبط کہے جانے پر درج ذیل تعاقب بھی خاصی اہمیت کا حامل ہے:

"فتاویٰ رضویہ کی صریح عبارت جو مطلقاً یہ بتا رہی ہے کہ چلتی ٹرین پر فرض و واجب ادا نہیں ہو سکتے اس کے برخلاف یہ ہیڈنگ لگانا کہ

'چلتی ٹرین پر فرض و واجب نمازیں جائز و صحیح ہیں، یہ خود فتاویٰ رضویہ سے ثابت ہے"

فتاوی رضویہ کی طرف کیا ایسی بات کی نسبت کرنا نہیں جو اس میں موجود نہیں، پھر اس سے بڑھ کر یہ دعوی کہ "یہ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے" کیا اس غلط نسبت پر اصرار مکرر نہیں؟ کیا یہ صریح فتاوی رضویہ سے انحراف نہیں؟ پھر کیسے کہتے ہیں کہ یہ حکم نہ کسی طرح فتاوی رضویہ کے خلاف ہے نہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے انحراف ہے۔ نہ ہرگز ہرگز کسی طرح یہاں خرق اجماع مسلمین متصور، کیسے مانا جائے کہ یہاں خرق اجماع مسلمین نہیں حالاں کہ منع من جہۃ العبد کے ہوتے اتحاد و استقرار مکان کی اجماعی شرطیں یکسر اٹھادیں۔

مفہوم مخالف کا سہارا لے کر منع من جہۃ العبد کے وہ خیالی معنی گڑھے اور اس طرح اس معنی کی نسبت اعلیٰ حضرت کی طرف کر دی۔ پھر وہی سوال ہے کہ کیا اس معنی پر آپ کا کوئی سلف ہے؟ ہے تو بتائیے نہیں تو کیا بچند

وجوہ یہ خرق اجماع مسلمین نہیں، پھر اسے کیوں فتاوی رضویہ سے ثابت بتایا جاتا ہے۔"

[مرجع سابق: ص ۲۴،۲۵]

مفہوم مخالف کی تائید میں یہ کہے جانے پر کہ

"کتب فقہ میں یہ صراحت ہے کہ جن اعذار کی وجہ سے تیمم جائز ہے ان کی وجہ سے چلتی سواری پر نماز بھی جائز ہے، تو اتر کر نماز پڑھنے میں اگر مال جانے یا ٹرین چلی جانے کا اندیشہ ہو تو بھی چلتی ٹرین پر نماز جائز ہے۔ اور اعادہ نہیں۔ قافلہ چھوٹ جانے یا نگاہ سے غائب ہو جانے کے باعث نمازی کو جو پریشانی ہوتی وہ مال جانے اور ٹرین چھوٹنے میں بھی ہے اس لیے یہاں بھی جواز بلا اعادہ کا حکم ہے۔ یہ خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے"[مرجع سابق: ص ۲۶]

زبردست ریمارکس کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"چلتی ریل گاڑی جو مسلسل کئی گھنٹے چلتی ہے، اس میں ریل سے اترنے کی نوبت کب آئے گی؟ اور جب یہ نوبت نہ آئے گی تو مال گنوانے یا جان جانے کا خوف کیوں کر متحقق ہو گا؟ پھر جب بشری ضروریات اب ریل میں مہیا ہیں، تو پانی وغیرہ کے لیے اترنے کی ضرورت ہی کب ہوگی۔ اور جب ریل میں وہ صورت در پیش نہیں جو صورت قافلے میں ہوتی تھی تو ریل قطعاً قافلے سے جدا ہے۔ قافلے سے اس کا الحاق کیا معنی؟ یہ الحاق اعلیٰ حضرت امام اہل سنت وغیرہ اکابر اہل سنت کو نظر نہ آیا..... بہر حال یہ قیاس مع الفارق نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر یہ رخصت بشرط استمرار خوف خاص تیمم کے لیے ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر خوف از اول تا آخر مستمر ہو تو نمازی کو رخصت ہے کہ تیمم کر کے کھڑی ہوئی سواری پر نماز پڑھ لے نماز صحیح ہو جائے گی۔ جب کہ سواری زمین سے متّصل باتصال قرار ہو، دابہ پر۔ یوں ہی اس گاڑی پر جس کا اگلا حصہ دابہ پر رکھا ہو نماز نہ ہوگی، جب کہ اتر کر نماز پڑھنا ممکن ہو۔ یعنی اس سے خوف من جانب اللہ مانع نہ ہو۔ دابہ اگر چل رہا ہے تو اس پر نماز فرض بے تحقق عذر، صحیح نہیں۔ لہٰذا اگر اس کو ٹھہرانا ممکن ہو اور زمین پر نماز پڑھنا متیسر نہ ہو تو ضروری ہے کہ اسے ٹھہرا کر نماز پڑھے۔

یہ حکم اس نمازی کے حق میں کیوں کر مناسب ہوگا، جس کی سواری زمین سے متّصل باتصال قرار ہو اور اس سواری کو روکنا ممکن ہو۔ بایں طور کہ اسے خوف من جانب اللہ مانع نہ ہو۔ ریل کا روکنا بندوں کے اختیار میں ہے تو رکی ہوئی ریل پر نماز پڑھنا اس اعتبار سے ممکن ہے، اس سے مانع وہ خوف نہیں جو بندے کے دل میں اللہ نے براہ راست ڈالا بلکہ وہ خوف ہے جو اس کے دل میں بندے کی وعید سے پیدا ہوا، دونوں خوفوں میں فرق ہے۔ ایک عذر سماوی ہے مانع من جانب اللہ ہے، دوسرا عذر مکتسب ہے۔ بالفاظ دیگر مانع من جہۃ العبد ہے۔

دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں پھر مختلف کو مختلف پر قیاس کرنا کیا معنی؟"[مرجع سابق:ص۲۷]

اعلیٰ حضرت کی طرف سے نماز کی ادائیگی میں سبب منع من جہۃ العبد کی قید کو آزادی ہند سے قبل خود مختار کمپنیوں سے مقید کردینے پر تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

"بھارتیہ قانون ٹرینوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خود مختار ہے جس طرح یہ کمپنیاں ریلوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خود مختار ہوتی تھیں اور جس طرح ان کمپنیوں نے انگریزوں کے دور میں ان کے کھانے وغیرہ کے لیے ٹرین روکنے کی رعایت رکھی تھی اور مسلمانوں کی نماز کے لیے یہ رعایت نہ رکھی تھی۔ اسی طرح بھارتیہ قانون نے کچھ مقامات (اسٹیشنوں) کا لحاظ کیا کہ وہاں ٹرین روکی جاتی ہے اور مسلمانوں کو نماز کے لیے یہ رعایت نہ رکھی اس لیے نمازی اس پر مجبور ہیں کہ یا تو ٹرین رکنے پر فرض وواجب ادا کریں یا چلتی ٹرین پر پڑھیں۔ چلتی ٹرین پر استقرار کی شرط مفقود ہوتی ہے اور اس سے مانع یہ بھارتیہ قانون ہے، جس نے اپنے نظام میں مسلمانوں کی رعایت نہ رکھی۔ اس لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسے منع من جہۃ العباد قرار دے کر حسب امکان ادائیگی پھر بعد میں اعادہ کا حکم دیا۔ کیا یہاں یہ بات متحقق نہیں کہ یہ لوگ ٹرینوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خود مختار ہیں جس طرح یہ کمپنیاں خود مختار ہوتی تھیں خود مختار ہیں اور ضرور ہیں۔ تو کیا مدار کار خود مختار ہونے پر نہیں کیا کمپنیاں خود مختار ہوں (اگرچہ یہ صورت خلاف واقع ہے وہ ضرور انگریزی قانون کے تابع تھیں) تو منع من جہۃ العبد ہوگا۔ اور حکومت نظام اپنے ہاتھ میں لے لے تو منع سماوی ہوجائے گا۔ جب مدار کار خود مختار ہونے پر ہے۔...... تو یہ کہنا کیوں کر صحیح ہے کہ

" یہ صورت حال زمانہ اعلیٰ حضرت کے حال سے مختلف ہے اس لیے آج حکم بھی مختلف ہوگا" کیوں مختلف ہوگا؟ حالاں کہ مدار ایک ہے اور علت متحد ہے وہ نظام بھی اختیار عبد سے ناشی ہوا اور یہ نظام بھی اختیار عبد سے ناشی ہے تو خاص وعام تفرقہ چہ معنی دارد؟[مرجع سابق:ص۲۹،۳۰]

آخر میں تحقیق کا لب لباب اور چلتی ٹرین پر نماز کی ادائیگی کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"فرض اور واجب حقیقی یا حکمی کی ادائیگی صحیح ہونے کے لیے زمین یا تابع زمین پر استقرار اور اتحاد مکان (تمام ارکان کی ایک جگہ ادائیگی) شرط ہے، مگر جب کوئی مانع درپیش ہو تو حکم بدل جاتا ہے۔ اگر یہ مانع عذر سماوی ہے تو دونوں شرطوں کے فقدان کے باوجود فرض وواجب کی ادائیگی صحیح ہوگی اور بعد میں اس نماز کا اعادہ بھی نہیں۔ لیکن مانع اگر ایسا ہے جو کسی بندے کی جانب سے ہے اور وہ براہ راست یا بطور سبب قریب صحیح طریقے پر ادائے نماز سے روک رہا ہے تو حکم یہ ہے کہ بحالت مانع جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لے پھر بعد میں اس کا اعادہ کرے۔ چلتی ٹرین میں استقرار علی الارض کی شرط مفقود ہے۔ ہاں اگر ٹرین رکی ہوئی ہو تو وہ تخت کی طرح زمین پر مستقر ہے

اس پر نماز صحیح ہے۔"[مرجع سابق:ص۳۹،۴۰]

ٹائی کا تحقیقی بیان

دور حاضر میں ٹائی پہننا عام طور پر رائج ہوتا جارہا ہے۔ کمپنی ہو یا اسکول، ملازمین سے لے کر اسکول میں پڑھنے والے بچوں تک سبھی پر اس کی پابندی لازم قرار دی جارہی ہے۔ اغیار کا ٹائی استعمال کرنا نہ کرنا ہماری بحث میں شامل نہیں البتہ ٹائی کی حقیقت جانے بغیر اہل اسلام کا کثرت سے ٹائی استعمال کرنا محل فکر اور باعث تشویش ضرور ہے۔

تاج الشریعہ سے جب اس کی حقیقت اور اس کے حکم شرعی کی بابت استفتا کیا گیا تو آپ نے ٹائی کی حقیقت وماہیت پر ایسی زبردست تحقیق فرمائی کہ پھر کسی کو مجال دم زدن نہ رہا۔ اور پھر دلائل شرعیہ عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں اس پر حرمت شرعی کا جو حکم شرعی منطبق فرمایا اس سے مسئلہ کی توضیح بھی ہوگئی اور ٹائی پہننے والوں کے لیے تنبیہ بھی۔

آپ کی اس مکمل اور مفصل تحقیق انیق کا بنیادی اور اصولی زاویہ بحث ٹائی کا مذہب عیسائیت کا مذہبی شعار ہونا اور شریعت مصطفیٰ کے مطابق اہل اسلام کے لیے دوسرے کسی بھی مذہب کے شعار کا لائق استعمال نہ ہونا ہے۔

آئیں اس بحث کے اسی بنیادی نکتہ پر تاج الشریعہ کی تحقیق کے جلوے ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

"عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی اور سولی پر لٹکایا لہٰذا عیسائی اس کی یاد میں صلیب کا نشان جسے کراس کہتے ہیں اور گلے میں ٹائی باندھتے ہیں۔ حضرت اقدس (مفتی اعظم ہند قدس سرہ) کی خدمت میں رہنے والوں کا بارہا کا مشاہدہ تھا کہ کسی کو ٹائی پہنے دیکھتے سخت برہمی کا اظہار کرتے اور ٹائی اتروادیتے تھے اور ٹائی کو عیسائیوں کا شعار بتاتے تھے۔"[ٹائی کا مسئلہ:ص۱۰]

اور پھر آگے حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے ٹائی کو عیسائیوں کے شعار کہے جانے پر تائیدی گفتگو فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ہم بعونہٖ تعالیٰ اس فتوی مبارکہ کی تائید میں بنائے کار اس امر پر رکھیں جو سب کے نزدیک مسلم ہے، اور وہ ہے کراس (cross) جسے مسلم وغیر مسلم سب بالاتفاق عیسائیوں کا نشان جانتے ہیں۔ اس کراس کا اطلاق جس طرح اس معروف نشان پر ہوتا ہے اسی طرح وہ تختہ جس پر بقول نصاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذاللہ پھانسی دی گئی، بھی کراس کا مصداق ہے۔"[مرجع سابق:ص۱۱]

اور اس بات کی تائید میں آپ نے انگریزی کی متداول لغت practical advanced twentieth

century dictonary سے cross کے معانی اور اس کی ساخت وغیرہ بیان فرمائی نیز عیسائیوں کے نزدیک اس کا محافظ بلا یا اور باعث برکت ہونا ثابت کیا۔ اور فرمایا:

''مذکورہ بالا کی روشنی میں مروجہ ٹائی کو دیکھیے تو صاف ظاہر ہوگا کہ یہ پھانسی کے تختہ کے مشابہ ہے، خصوصًا سیدھی چوڑی پٹی والی ٹائی تو اس تختہ دار سے زیادہ مشابہ معلوم ہوتی ہے اور عیسائیوں کے نزدیک یقیناً وہ بھی مقدس ومحترم ہے نہ یہ کہ صرف وہ پورے کراس کا نشان ہی مقدس ٹھہرے۔

اور مذکورہ بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ صلیب کا نشان بنانا اگرچہ ہاتھوں کے اشارہ سے ہوا ہی میں سہی باعث برکت وحفاظت جانتے ہیں، تو صلیب یا جز صلیب کی نشانی کو اپنے گلے میں ڈالنا کیوں نہ باعث برکت جانیں گے۔ ضرور وہ اس عقیدے کے مطابق برکت کا باعث ہے۔ اور یہ ٹائی ہے جسے عیسائی گلے میں باندھتے ہیں۔'' [مرجع سابق: ص۱۱، ۱۲]

اور پھر تفصیلی گفتگو فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:

''بالجملہ ٹائی کامکمل کراس مع شے زائد ہے کہ اس میں پھانسی کا پھندا بھی ہے اسی پر بوٹائی (bowti) کو قیاس کر لیجیے اس کے گلے میں بندھنے سے بھی کراس کی شکل بنتی ہے جیسا کہ اس شکل سے ظاہر ہے (یہاں اس کی ساخت کا نقشہ دیا گیا) اور کراس اور شبیہ کراس عیسائیوں کا مذہبی نشان ہے۔ تو ٹائی کو کراس مانو یا شبیہ کراس مانو بہر صورت وہ عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے اور جو چیز کافروں کا مذہبی شعار ہو وہ ہرگز روانہ ہوگی، اگرچہ معاذ اللہ کیسی ہی عام ہو جائے۔'' [مرجع سابق: ص۱۲]

مزید فرماتے ہیں:

''اہل بصیرت کو تو خود ٹائی کی شکل سے اس کا حال معلوم ہو گیا مگر اس کی عیسائیوں کے یہاں اتنی اہمیت ہے کہ مردہ کو بھی ٹائی پہناتے ہیں تو ضرور یہ ان کا مذہبی شعار ہے، جو مسلم کے لیے حرام اور باعث عار و نار ہے۔ مسلمانوں کو اس کی ہرگز اجازت نہیں مل سکتی ان کے اوپر لازم ہے کہ اس سے شدید احتراز کریں''

[مرجع سابق: ص۱۲، ۱۳]

ٹائی کے عیسائی مذہب کا شعار ہونے پر مزید کلام کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ٹائی شعار نصاریٰ ہونے پر بذات خود شاہد عدل ہے تو اب اس کے ہوتے مزید کسی شہادت کی ضرورت نہیں اور کسی شاذ و نادر کا انکار اصلاً مضر نہیں تاہم اس پر مومن و کافر سب متفق ہیں کہ یہ نصرانیت کا شعار ہے۔

ابھی پچھلے سال کی بات ہے کہ ڈربن (افریقہ) میں ایک نو مسلم (سابق عیسائی) نے بتایا کہ ٹائی کو چرچ کی عزت کا لباس تصور کیا جاتا ہے، جس سے اس کی مذہبی حیثیت معلوم ہوتی ہے۔ نیز ایک پاکستانی عالم سے ایک

پادری نے کہا کہ ''ٹائی باندھنے سے ان کے بطور ثواب بڑھ جاتا ہے۔'' [مرجع سابق ص ۱۳، ۱۴]

مزید براں ٹائی سے متعلق حضور اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم ہند کے فتاویٰ سے قرآنی آیات احادیث منیرہ اور فقہی جزئیات سے مزین بہت سے اہم شواہد بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ شعار کفر معاذاللہ کتنا ہی عام ہو جائے وہ شعار ہی رہے گا اور اس کا حکم کبھی نہ بدلے گا۔'' [مرجع سابق: ص ۲۰]

اور پھر ایک شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بعض اذہان میں یہ خلجان ہے کہ شعار کفر اگر عام ہو جائے تو وہ شعار نہ رہے گا، جیسے شعار قومی مسلمانوں میں عام ہونے کی صورت میں کسی مخصوص قوم کا شعار نہیں رہے گا۔ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کا فرمان واجب الاذعان بدیہی ہے۔ اور چنداں استدلال کا محتاج نہیں۔ اور اس کے مقابل بعض اذہان کا خلجان بین البطلان ہے۔ ظاہر ہے کہ کفار کا شعار مذہبی وہ علامت خاصہ مشتہرہ ہے جس کو ہر خاص وعام ان کے مذہب کا خاص نشان سمجھتا ہے، جس کو اپنانا خواہی نخواہی اس بات پر دلیل ہوتا ہے کہ اپنانے والے نے کفار کا مذہب اختیار کر لیا۔ اسی لحاظ سے اس کے مرتکب پر حکم کفر لگتا ہے۔ اگر چہ اس کے علاوہ کوئی بات منافی اسلام اس سے سرزد نہ ہو لا محالہ کفار کا شعار مذہبی کفر ہے اور کفر بہر حال کفر ہی رہے گا۔ خواہ وہ کسی زمانے میں کسی حال میں کہیں بھی پایا جائے وہ اصلاً قابل تغیر نہیں ہے۔'' [مرجع سابق ص ۲۰]

آپ اس پر مزید گفتگو فرمانے کے بعد شبہ مخالف کی دلیل کی تضعیف و تردید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس جگہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے استناد جس میں وارد ہوا:

''کان ابن عباس یصلی فی البیعة الا بیعة فیھا تماثیل یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما''
گرجا میں نماز پڑھتے تھے، مگر اس گرجا میں نہیں، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام و حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مجسمے ہوتے۔ اصلاً مفید نہیں۔ اور اس سے مفہوم شعار میں وہ قید ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس جگہ شعار مذہبی کا تحقق ہی محل منع میں ہے، کہ کنیسہ میں باختیار و رغبت جانا منع ہے۔ اور وہی کفار کا طریقہ اور ان کا شعار ہے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کنیسہ میں جانا باختیار نہ تھا بلکہ بحالت اضطرار واقع ہوا۔

عینی میں اس حدیث کے تحت ہے:

''وزادفیه فان کان فیھا تماثیل خرج فصلی فی المطر انتھی ملتقطا۔''

یعنی بغوی نے جعدیات میں اتنا زیادہ کیا کہ اگر کنیسہ میں تصویریں ہوتیں تو اس سے نکل جاتے اور بارش ہی

میں نماز پڑھتے ....اسی لیے حضرت امام عینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فعل ابن عباس وقول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں رفع معارضہ کے لیے فرمایا:

وتقریرالجواب ان ماکان فی ذاك الباب بغیرالاختیار ومافی ھٰذ الباب کقول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انالاندخل کنائسکم یعنی بالاختیار والاستحسان دون ضرورۃ تدعوالی ذالك،

یعنی جواب تقریر یہ ہے کہ جواس باب میں ہے وہ بغیر اختیار ہے اور جو اس باب میں ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول کہ ہم تمہارے کنیسوں میں داخل نہیں ہوتے، یعنی بالاختیار اچھا جانتے ہوئے مگر یہ کہ جب ضرورت اس کی طرف داعی ہو۔"

اور بحالت اضطرار ناپسندیدگی کے ساتھ کنیسہ میں جانا مومن ہی کی شان ہے اور برضا ورغبت کنیسہ میں جانا کافروں کا کام ہے۔ اور یہ کفری شعار ہے اور اس میں کفار کی موافقت باجماع مسلمین کفر ہے۔"

[مرجع سابق: ص۲۱، ۲۲]

الحاصل: بہت سے دلائل وشواہد سے اپنی تحقیق کو مزین فرمانے کے بعد بحث کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ٹائی کی حیثیت ضرور مذہبی ہے جسے ہر خاص وعام جانتا ہے اور ہم نے اس پر اپنے فتوے میں شواہد جمع کیے.... لہٰذا ٹائی باندھنا ضرور فعل کفر ہے، مگر عوام اسے ایک وضع جانتے ہیں، لہٰذا عوام کی تکفیر نہ کی جائے گی مگر اس صورت میں جب کہ ثابت ہو کہ دانستہ موافقت اور استحسان کے طور پر ٹائی باندھنے کا ارتکاب کیا اور یہ معاملہ قلب سے تعلق رکھتا ہے جس پر حکم لگانا روا نہیں البتہ اس کے حرام ہونے میں کسی عاقل منصف کو شبہ نہیں ہو سکتا..........

بہر حال ٹائی کا استعمال حرام اشد حرام بد کام بدانجام ہے اور باندھنے والے پر عندالفقہا حکم کفر ہے اگرچہ احتیاطاً محض باندھنے پر محققین کے نزدیک تکفیر نہیں کی جائے گی بفرض غلط ٹائی کو شعار نہ مانیں تو بھی حکم حرمت قائم ہے کہ شرعاً امتیاز مسلمین مطلوب ہے۔" [مرجع سابق: ص ۲۴، ۲۷]

جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کا ثبوت

سائنسی نت نئی ایجادات نے جہاں ہمیں آسانیاں فراہم کی ہیں وہیں بہت سے پیچیدہ مسائل بھی پیدا کیے ہیں۔ سائنسی ایجادات میں خاص کر موبائل نیٹ فیکس وغیرہ نے عوام الناس کو سہولتیں دیں تو اہل علم حضرات کو بہت سی دشواریوں میں ڈالا۔ موبائل وغیرہ جدید ذرائع ابلاغ سے وابستہ یوں تو بہت سے مسائل ہیں مگر ان مسائل میں ایک سلگتا ہوا مسئلہ ان سے رویت ہلال کے ثبوت کا ہے۔ بعض اہل علم حضرات کے نزدیک موبائل

نیٹ فیکس وغیرہ کی خبر "خبر مستفیض" کے حکم میں ہے اور ایسی صورت میں اس سے چاند کی شہادت درست وصحیح ہے۔لیکن اکابر علما کی اکثریت خاص کر حضور تاج الشریعہ ان آلات جدیدہ کی خبر کو "خبر مستفیض" ماننے سے انکار کرتے ہیں اوران آلات سے رویت ہلال کے ثبوت کو غیر معتبر اور ناکافی تسلیم کرتے ہیں۔گویااس مسئلہ کی بنیادی اوراصولی بحث ان جدید آلات کی خبر کا "خبر مستفیض" ہونانہ ہونااور موبائل وغیرہ کی خبر کا رویت ہلال کے معاملے میں معتبر ہوناہے۔اس سلسلے میں حضور تاج الشریعہ کا موقف ہم اوپر بیان کر ہی چکے ہیں۔اب ہم اسی بنیادی بحث کو مد نظر رکھتے ہوئے حضور تاج الشریعہ کی اس مسئلہ میں کی گئی تحقیق انیق کے چند اہم اور مفید مضامین کو ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

آپ موبائل وغیرہ کی خبر کو خبر مستفیض ماننے والوں کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے خبر کی صحت سے متعلق رقم طراز ہیں:

"صحت خبر کا مدار محض سماع پر نہیں بلکہ من جملہ شرائط معتبرہ اتصال بھی درکار ہے۔اتصال بے ملاقات متصور نہیں۔اسی لیے تو امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالفعل ملاقات کو حدیث کی صحت کے لیے شرط قرار دیا۔اور امام مسلم نے امکان ملاقات کی شرط رکھی۔یعنی انہوں نے اس پر محمول کیا کہ راوی کی مروی عنہ سے بوجہ معاصرت ملاقات ہوئی ہوگی۔اور جہاں راوی اور مروی عنہ کے درمیان سیکڑوں واسطے ہوں تو بدیہی ہے کہ دونوں کا اتصال نہ ہوا تو خبر متّصل نہیں بلکہ منقطع ہے۔اور جب جب خبر منقطع ہے تو ہرگز بمنزلہ استفاضہ نہیں ہوسکتی اگرچہ متعدّد منقطع باہم مل جائیں جب بھی وہ خبر متّصل نہیں ٹھہر سکتی۔یہاں سے ظاہر ہوا کہ شیخ مصطفیٰ رحمتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے استفاضہ کی جو تعریف بایں الفاظ کی، معنی الاستفاضة ان تاتی من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبرعن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن روية"

تحقق استفاضہ کی شرط ہے نہ یہ کہ تحقق کی مختلف صورتوں میں سے ایک صورت کا بیان ہے کہ اتصال بے ملاقات نامتصور اور ملاقات کے لیے جماعتوں کا آنا ضرور۔" [جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت:ص۳۰]

اور پھر آپ نے حضور اعلیٰ حضرت کی تحقیقات سے استفادہ فرماتے ہوئے خبر مستفیض کی مکمل وضاحت فرمائی۔بعدہ خبر مستفیض اور خبر متواتر کے مترادف ہونے پر تحقیقی کلام کرتے ہوئے لب لباب یہ پیش فرمایا کہ

"خبر مستفیض خبر متواتر کا مترادف ہے۔اور متواتر اعلیٰ درجہ کی خبر صحیح ہے، جس میں راوی کا مرتبہ تحمل اور مرتبہ اداے خبر میں حاضر ہونا ضروری ہے اور اتنی بات پر جملہ محدثین کا اتفاق چلا آرہا ہے اور اس صورت میں خبر مستفیض از قبیل روایت ہے نری خبر نہیں" [جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت:ص۳۴]

بالجملہ آپ نے اپنے موقف کو قرآن وحدیث متون وشروح فتاوی واصول اور بہت سی نصوص فقہیہ اور

تصریحات ائمہ سے استدلال کرتے ہوئے ثابت فرمایا لب لباب ملاحظہ فرمائیں:

”یہاں سے ظاہر کہ مذکورہ طریقے اوراس کے علاوہ دوسرے طریقے جن میں مدار ٹیلیفون موبائل ای میل فیکس پر ہے وہ خود مستقل طور پر قابل اعتبار نہیں، بلکہ محتاج تصدیق ہیں۔ اوران کی تصدیق ٹیلیفون موبائل ای میل فیکس سے نہیں ہوسکتی کہ اندیشے سے خالی نہیں۔ اور مشتبہ مشتبہ کا مصدق نہیں ہوسکتا۔ اور فیکس ای میل اگرچہ دس گیارہ ہوجائیں یوں ہی فون اگرچہ متعدّد ہوں بمنزلہ استفاضہ نہیں ہوسکتے...... اور جب ان ذرائع میں یہ کچھ اندیشے ہیں اور یہ بذات خود کافی نہیں اوران کے ذریعہ تصدیق بھی مشتبہ توان جدید ذرائع سے موصول ہونے والی خبروں میں شبہ کیوں نہیں ہونا چاہیے۔ خصوصاً عید کے سلسلے میں بصورت استفاضہ بھی اندیشہ مانا تو ان اخبار پس پردہ کا بمنزلہ استفاضہ ہونا یوں بھی ممنوع اوران میں اشتباہ واندیشہ خود کو مسلم تو سبیل اطلاق منع اور اندیشوں اور مفسدوں کا دروازہ بالکل بند کرنا ہے ...... تو ٹیلیفون فیکس وغیرہ مشتبہ ذرائع سے موصول ہونے والی خبریں معتبر نہیں ہوسکتیں۔ اگرچہ خبر دینے والے سنی ہوں۔ ہاں ٹیلیفون وغیرہ پر کسی طرح اعتبار کا انجام تصریحات ائمہ مذہب کو بالائے طاق رکھنا اور قیود مذہب سے آزادی میں دوسروں کے ساتھ مشارکت اور عوام کو آزاد کرنا ضرور ہوگا۔“ [جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت: ص ۴۲ تا ۴۴]

الغرض مشتے نمونہ از خروارے حضور تاج الشریعہ کی تحقیقات انیقہ نافعہ منیفہ کی یہ چند جھلکیاں تھیں، جس سے حضرت کی علمی وسعت، محققانہ بصیرت اور مفکرانہ صلاحیت کا پتہ چلتا ہے۔ دعا ہے مولیٰ تعالیٰ حضرت کو عمر خضر عطا فرمائے اور حضرت کے خوان علم سے ہمیں زیادہ سے زیادہ خوشہ چینی کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

[دوماہی الرضا، پٹنہ: پہلی قسط۔ جنوری فروری ۲۰۱۶۔ ص ۴۸ تا ۵۳۔
دوسری قسط، مارچ تا اپریل ۲۰۱۶ء۔ ص ۵۹ تا ۶۲]



جو بڑے ہیں وہ بڑے رہتے ہیں

آبروے اہل سنت، افتخار ملت، وقار سنیت، واقف اسرار ورموز حقیقت و معرفت، نشان راہ شریعت، مسند نشین تخت سیادت، صاحب تقوی وطہارت، مقدام العوام والخواص، بحر طریقت کے ماہر غواص، نمونہ اسلاف، مرجع اخلاف، مفکر قوم، پابند صلاۃ وصوم، صاحب قلم، ذوالمجد والکرم، عالم با عمل، عامل بے بدل، ناشر رضویات، ماہر ادبیات، وقت کے غزالی ورازی، مرشد مجازی، عند اللہ و عندالرسول معتمد و مقبول، نبیرہ خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ ہدایت رسول، حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری دامت معالیھم کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ ہندوپاک کی مشاہیر شخصیات میں ممتاز و نمایاں مقام حاصل ہے۔ تشرع، تورع، تفقہ، اور تصلب ایک ساتھ بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے، جن میں سے ایک آپ ہیں۔

آپ کے جد امجد حضور علامہ سید ہدایت رسول رامپوری امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مخصوص خلفا میں سے ایک تھے۔ ان کی خدمات سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ سید صاحب موصوف اپنے جد امجد کے مظہر اتم اور سچے جانشین ہیں۔ مذہب و مسلک کی خدمت اور اس کی ترویج واشاعت میں ہمہ تن مصروف وکوشاں اور اس کی سربلندی کے لیے ہمیشہ فکر مند رہتے ہیں۔ کراچی کا عظیم الشان مذہبی و مسلکی ادارہ بنام ''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا'' کے موسس وبانی اور مشہور ومعروف دینی ومذہبی علمی وادبی مجلہ معارف رضا کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ ایک مستند و معتمد عالم دین، پابند شرع پیر، ماہر ادیب، قادرالکلام شاعر ہونے کے علاوہ بہت سے علوم وفنون میں ماہر اور بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں۔ حسن اخلاق میں اپنی مثال آپ ہیں۔ سادگی میں شاہانہ انداز رکھتے ہیں۔ گفتگو میں بلا کی چاشنی ہے۔ لب ولہجہ بہت ہی نرم، اسلوب تکلم بے مثال، بول ایسے کہ سامع کے قلب وذہن متاثر ہوئے بغیر نہ رہ پائیں۔ طرز تحریر شستہ ودل آویز، الفاظ کی بندش ایسی کہ ہر سطر سے مضمون کے سرور رمز منکشف، خطابت، فصاحت وبلاغت کی آئینہ دار، سلاست وروانی سے بھرپور، متانت وسنجیدگی کے جوہر خاص سے مرصع، علمی موشگافیاں، شرعی قیاس آرائیاں، تصوف کی نکتہ آفرینیاں اس پر مستزاد۔

نعت گوئی میں کمال کا عبور، نکہت وندرت، جدت وجاذبیت، سے لبریز ردیف وقافیے، مختلف اصناف سخن، منفرد رنگ وآہنگ، صوفیانہ ڈھنگ میں رنگے مصرعے، بحور میں کمال کا توازن، شرعی حد کے پابند شعر وبند، عشق مصطفیٰ سے معمور شاعری، شاعرانہ عظمت ورفعت کا خطبہ پڑھتے ہوئے قطعات ورباعیات، کا لطف اپنی جگہ۔

قرطاس وقلم سے بہت ہی گہرا رشتہ ہے۔ برصغیر سے شائع ہونے والے رسائل وجرائد میں بے شمار مضامین ومقالات اب تک شائع ہو چکے ہیں۔ کئی اہم کتابیں منصہ شہود پر جلوہ گر ہو کر ارباب علم ودانش سے داد وتحسین

وصول کر چکی ہیں۔ سیکڑوں کتابوں پر تقریظات و مقدمات موجود ہیں۔

آپ کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ قلمی ولسانی، تحریری وتقریری، مذہبی و مسلکی، شرعی و مشربی، اصولی وفقہی، قومی وملی، سماجی واقتصادی، ادبی وفکری، تہذیبی وثقافتی، تبلیغی وسیاسی، صحافتی واشاعتی، کارناموں کی تفصیل کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ ملک وبیرون ملک تبلیغی وخطابتی دورے حد شمار سے متجاوز۔ رضویات کے فروغ میں بہت ہی نمایاں کردار ادا فرمایا ہے۔ برصغیر کے علماواد با فقہاو مشائخ خاص کر مشائخ خانقاہ رضویہ سے گہرے مراسم ہیں۔

اصاغر نوازی آپ کا مخصوص وصف ہے۔ مذہبی و مسلکی سرگرمیوں میں مصروف افراد کا حد بھر تعاون کرنا آپ کا محبوب مشغلہ ہے۔ اس دور قحط الرجال میں ایسے لوگ نایاب نہیں توکم یاب ضرور ہیں۔ دور حاضر میں اخلاص ولگن سے کام کرنے والوں کے لیے حضرت موصوف کی شخصیت آئیڈیل کی حیثیت رکھتی ہے۔

لگ بھگ دس سال پہلے کی بات ہے، فقیر حضور صدرالافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین قادری مرادآبادی تغمدہ اللہ الھادی کی کتابوں اور سوانح پر کام کر رہا تھا اسی دوران فقیر کو صدرالافاضل کی ایک کتاب ''ثبت نعیمی'' کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ثبت نعیمی علماے حرمین شریفین کی اسانید کا مجموعہ ہے، جو صدرالافاضل کو اپنے استاد محترم علامہ گل خاں کابلی علیہ الرحمۃ کے توسط سے حاصل ہوئیں۔

فقیر نے ہندوستان کے مشہور علماواصحاب قلم سے رابطہ کیا مگر ثبت نعیمی کا کچھ پتہ نہ چلا، جامعہ نعیمیہ کی لائبریری بھی دیکھی مگر وہاں بھی نظر نہ آئی۔ کسی نے مشورہ دیا کہ پاکستانی علما سے رابطہ کریں تو فقیر نے مفتی اطہر نعیمی دام ظلہ سے رابطہ کیا مگر وہاں سے بھی مایوسی ہاتھ آئی۔ اور چند علما کو فون کیا مگر مراد پوری نہ ہوئی۔ آخر میں حضرت سید صاحب موصوف سے فون پر بات ہوئی، حضرت نے بہت دیر بات کی اور اس بات کا بالکل احساس نہ ہونے دیا کہ یہ پہلا اتفاق ہے، بلکہ حضرت کا طرز تکلم اس قدر مشفقانہ اور انداز گفتگو اس قدر محبت آمیز اور بے تکلفانہ تھا کہ محسوس ہو رہا تھا حضرت سے فقیر بارہا شرف کلام حاصل کرتا رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا کتاب تو نہیں ہے۔ البتہ آپ کو ان شاء اللہ مل جائے گی۔ اور پھر حضرت نے چند دن کے بعد خود ہی فون کر دیا کہ حضرت علامہ نوراللہ صاحب نعیمی علیہ الرحمۃ کے صاحب زادے حضرت علامہ محب اللہ نوری صاحب سے میری بات ہوئی ہے اور یہ کتاب ان کے پاس موجود ہے، میں نے آپ کا ذکر ان سے کر دیا ہے آپ ان سے میرے حوالے سے بات کر لیں ان شاء اللہ کام ہو جائے گا۔ فقیر نے نوری صاحب سے بات کی حضرت نے مجھے ای میل کے ذریعہ وہ کتاب عطا فرمائی۔ اور پھر فقیر نے اس کتاب پر کام کیا اور الحمدللہ سید صاحب موصوف کے تعاون سے یہ کتاب سو سال بعد منظر عام پر آگئی۔

اس تفصیل سے اہل علم ودانش بخوبی اندازہ لگاسکتے ہیں، کہ سید صاحب موصوف کس قدر علم دوست اور مخلص ہیں۔ ورنہ حال تو یہ ہے کہ اگرکسی معروف شخصیت سے رابطہ کیاجائے تواولاً فون اٹھ جاناہی بڑی بات ہے اگرفون اٹھ بھی گیاتومصروفیات وغیرہ کاحوالہ دے کرآپ کی مکمل بات سنے بغیر ہی رابطہ منقطع کردیاجاتا ہے۔ اورزہے نصیب بات سن بھی لی جائے تواس کاایفامحال کے درجہ میں ہوتا ہے اور شاذونادرایک دومثالیں ایسی مل جائیں تویقیناًیہ کسی کرامت سے کم نہیں ہے۔

خیراس کے بعد توجیسے عادت سی پڑگئی کہ اگرکسی کتاب کی ضرورت محسوس ہوتی توسید صاحب موصوف کوفون کردیتاحضرت بھی کھل کرتعاون فرماتے۔ صدرالافاضل کے حوالے سے کئی نایاب کتابیں اوررسائل وغیرہ مجھے کوریر کے ذریعہ حضرت نے ارسال فرمائیں۔ فقیرنے جب عرض کیاکہ حضورکیانذرانہ پیش کیاجائے تومسکراکرفرمایا: ’’نعیمی صاحب نذرانہ آپ کی نذر ہے‘‘

اس طرح کاعلمی تعاون کم ہی دیکھنے کوملتاہے۔ فقیرپرسید صاحب موصوف کی نوازشات بہت ہیں جن میں سے ایک بڑی کرم نوازی ونوازش یہ ہے کہ فقیرکوحضرت سے شرف اجازت وخلافت حاصل ہے۔ نیزنوازشات کاسلسلہ ہنوزجاری ہے اوران شاءاللہ آگے بھی جاری رہے گا۔ فقیرکی کتاب ’’حجازمقدس پرنجدی تسلط اسباب ونتائج‘‘ پرحضرت موصوف نے بہت ہی حوصلہ افزاتقریظ تحریرفرمائی ہے۔اورسوشل میڈیاپرگاہے بگاہے نثرونظم میں آپ اس فقیرکی حوصلہ افزائی فرماتے رہتے ہیں۔ چندمثالیں پیش کیے دیتاہوں تاکہ حضرت موصوف کی اصاغرنوازی قارئین پرمنکشف ہوجائے۔

فیس بک پرایک بدبخت مخالف اہل سنت کی دریدہ دہنی کے جواب میں فقیرنے ایک پوسٹ کی جس پرحضرت موصوف نے درج ذیل حوصلہ افزاکمنٹ فرمائی:

بجافرمایااخی الکریم مفتی ذوالفقارنعیمی سلمہ الباری آپ نے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک شعر(منظوم اردوشجرہ شریف)میں اسی جانب اشارہ فرمایاہے: ؎

بہر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا
ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے
ذوالفقار نعیمی ہے اس دور میں تیز تر
ایسے کتوں کی گردن زنی کے لیے
دیکھتے ہی بھونکنے لگتے ہیں یہ
اور بھاگتے ہیں زندگی بچانے کے لیے

ایک گروپ میں کچھ مسلک مخالف حضرات سے بحث ہو رہی تھی اسی دوران حضرت نے اس طرح عزت افزائی فرمائی: ؎

ذوالفقار حیدر علی کے طفیل ذوالفقار نعیمی تاباں بر آں رہے
منہ چھپاتے پھرے ہیں اعدائے دیں، اور بھاگتے ہیں عزت بچانے کے لیے
ذوالفقار نعیمی سالار ہیں، شہریار رضا کے قائم مقام
کس میں ہمت ہے سامنے آئے بھلا، بوسیدہ پگڑی اپنی بچانے کے لیے
ذوالفقار نعیمی تیری جرأت کو سلام! مسلک اعلیٰ حضرت کے ہو پاسبان
باد صرصر بنے ہیں یہ اعدائے دین، تجھ کو اونچا اڑانے کے لیے

ایک موقع پر یوں دعاؤں سے نوازا: ؎

تم سلامت رہو با کرامت رہو
با شرافت رہو، با حفاظت رہو
ذوالفقار نعیمی کی ہو تاب تم
مثل مولا علی با شجاعت رہو

فقیر کو حضرت نے ایک مضمون لکھنے کا حکم فرمایا کسی سبب تاخیر ہوئی جواب دینے میں اور مقالہ پیش کرنے میں تو حضرت نے حسب ذیل انداز میں حکم کا اعادہ فرمایا:

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکتہ۔ ؎

کب ملے گا اک مقالہ با حوالہ آپ کا
منتظر تاباں ہے حضرت ہم قبالہ آپ کا
تک رہی ہیں میری آنکھیں نامہ والا کی راہ
نامہ بر کب آئے مجھ کو کب ملے راحت کی راہ

مزید فرمایا: ؎

تم نعیمی ہو اور کریمی ہو
صاحب ذوق علمی اور سلیمی ہو
کچھ توجہ کرو تم احقر پہ
خلق و آداب میں نعیمی ہو

تاباں کار رضا کا ہے مزدور
تم تو فکر رضا کے داعی ہو
کیا شکایت ہے کیا لڑائی ہے
کچھ تو بولو کہ میرے بھائی ہو

یوں ہی ایک موقع پر یوں حوصلہ بڑھایا: ؎

ذوالفقار نعیمی ہو
سیف مسئول حیدری ہو
پنج وقتہ دعا میں رہتے ہو
ناشر فکر رضوی ہو

ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ کی اشاعت پر درج ذیل شفقت آمیز تاثرات عنایت فرمائے۔

''مولانا مفتی ذوالفقار خان نعیمی حفظہ اللہ الباری دور حاضر کے جواں فکر علماے اہل سنت میں ایک امتیازی شان کے صاحب بصیرت مصنف و محقق ہیں۔ علوم قرآن وحدیث کے علاوہ تاریخ کی روایات اور اس فن کے اصول جرح اور اسماء الرجال پر بھی ان کی گہری نظر ہے۔ صالح صحافت کا ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔ اس میدان میں بھی ان کی اپنی ایک الگ پہچان ہے۔

ماہ نامہ ''تحفہ حنفیہ، پٹنہ، تعارف واشاریہ'' ایک مطالعہ ان کی تازہ قابل ستائش کاوش ہے، جو ۴۲۴ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ سچ پوچھیے تو مصنف موصوف نے ایک عہد کو قرطاس کے کوزے میں بند کیا ہے۔ یہ کتاب تاریخ وصحافت سے دلچسپی رکھنے والے ہر طالب علم، استاذ اور باذوق مطالعہ کے فرد کے لیے قابل مطالعہ ہے۔ اسے ہر تحقیقی، تصنیفی ادارے، جامعات اور مدارس کی زینت بنانا چاہیے۔

حضرت مفتی صاحب اس عظیم علمی، تاریخ ساز اور عہد ساز کاوش کے لیے قابل مبارک باد و لائق ستائش ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں اضافہ اور فکر ونظر میں مزید بالیدگی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

علاوہ ازیں اس حوالے سے منظوم نوازشات بھی ملاحظہ فرمالیں: ؎

اہل سنت کی صحافت کا قبالہ آگیا
تحفہ حنفی لیے رنگیں مقالہ آگیا
ذوالفقار حیدری کی نسبتیں کام آگئیں

معتبر تاریخ کا فکری حوالہ آگیا
دور حاضر کے کسی معیار سے پرکھیں اسے
با قدر پاؤ گے جس کو اس سے اعلیٰ آگیا
ذوالفقاری خامہ کی ہیں کیسی یہ گلکاریاں
دل ہوا شاداب اپنا، کیسا مالا آگیا
ذوالفقاری خامہ کی ہیں کیسی یہ گلکاریاں
دل ہوا شاداب اپنا، اچھا مالا آگیا
عارفان علم تاباں کر رہے ہیں گفتگو
جو حریم حسن معنی تھا، مقالہ آگیا

گر قبول افتد زہے عزو شرف!

ان ٹیڑھی میڑی سطور کو آپ قبول کرنے کے پابند نہیں ہیں۔اس تکبندی میں جہاں چاہیں اصلاح فرمالیں۔

فقیر گنہگار، بیمارو بے کار کو اپنی دعاؤں میں ضرور یادرکھیں۔والسلام مع الاکرام۔

ان عزت افزا اور حوصلہ کن چند مثالوں کو نقل کرنا اس لیے ضروری سمجھا تا کہ قارئین جان سکیں کہ حضرت موصوف بلندرتبہ اور اعلیٰ فکر کے حامل، منکسر المزاج، حساس طبیعت کے مالک اور اعلیٰ ظرف ہونے کے ساتھ کتنے خرد نواز، اور اپنے ماتحتوں، کے لیے کس قدر مشفق و کرم فرمارہتے ہیں۔خیر بات لمبی ہوئی جاتی ہے فقیر اپنی بات شاعر کے ان چار مصرعوں پر تمام کرتا ہے۔ ؎

یہ الگ بات کہ خاموش کھڑے رہتے ہیں
پھر بھی جو لوگ بڑے ہیں وہ بڑے رہتے ہیں
ایسے درویشوں سے ملتاہے ہمارا شجرہ
جن کے قدموں پہ کئی تاج پڑے رہتے ہیں

اور اللہ پاک کی پاک بارگاہ میں دعا کرتا ہے کہ اللہ پاک حضرت موصوف کا سایہ ہم جیسے خاکساروں، غلاموں پر تادیر باقی رکھے۔اور آپ کی ذات والا تبار سے ہمیں خوب خوب مستفیض ہونے کا موقع عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ والوالدیہ

[آئینہ وجاہت: ص۱۸۲تا۱۸۷]

مفتی اعظم راجستھان کا سوانحی خاکہ

اسم گرامی۔ حضرت العلام مقدام العلماء حضرت مفتی اشفاق حسین نعیمی مفتی اعظم راجستھان کے لقب سے عوام وخواص میں مشہور ہیں۔

ولادت باسعادت۔ ۱۹/دسمبر ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۴۰ھ کو اتر پردیش کے شہر امروہہ کے موضع شیونالی میں پیدا ہوئے۔

خاندان۔ ترک خاندان سے آپ کا تعلق ہے۔

تعلیم۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں شیونالی میں حاصل کی اوراس کے بعد سنبھل میں مفتی اجمل حسین سنبھلی علیہ الرحمہ کے مشہور ادارہ مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم میں داخل ہوکر اجمل العلماء کی بارگاہ سے اکتساب فیض کیا۔ اور ۱۹۴۳ء تک اعدادیہ سے فضیلت تک کی تعلیم مکمل کی اور اسی سال دستار فضیلت سے نوازے گئے،اوراس کے بعد یہیں رہ کر جماعت ثامنہ میں داخل ہوئے اور حضرت اجمل العلماء کی زیر سایہ فتوی نویسی کا آغاز کیا۔

اساتذہ۔ حضور صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی ،اجمل العلماء مفتی اجمل حسین سنبھلی ، مفتی محمد حسین نعیمی سنبھلی ، حضرت علامہ مصطفیٰ علی ، حضرت مفتی تقدس علی،اور منشی سید حشمت علی علیہم الرحمۃ والرضوان کی بارگاہوں سے کسب علم اوراکتساب فیض فرمایا۔

بیعت وخلافت۔ اجمل العلماء مفتی اجمل حسین سنبھلی ،علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر ہوئے۔ اور مفتی اعظم ، محدث اعظم ،قطب مدینہ علامہ ضیاء الدین مدنی اور سرکار کلاں حضرت سید مختار اشرف کچھوچھوی علیہم الرحمہ سے شرف خلافت سے حاصل ہے۔

درس وتدریس۔ ۱۹۴۴ء میں قصبہ دڑھیال ضلع مرادآباد کے ایک سنی ادارہ سے تدریسی خدمات کا آغاز کیا۔ اور پھر دسمبر ۱۹۴۵ء میں حضرت اجمل العلماء کے حکم پر جودھ پور کے مشہور شہر پالی کے محلہ ناڈی کے ایک اسلامی مدرسہ بنام محافظ الاسلام میں تدریس کے لیے تشریف لے گئے،دوسال کے بعد آپ کے والدگرامی کا وصال ہوگیا،جس کے سبب گھر تشریف لے آئے۔ اوراس کے بعد جب اہل پالی نے آپ پر زور ڈالا تو پھر آپ پالی تشریف لے گئے، لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد جودھ پور کے مدرسہ اسلامیہ جو بعد میں مدرسہ اسحاقیہ سے مشہور ہوگیا،کے ذمہ داروں نے اپنے ادارے کے لیے کوشش کی اور اہل پالی سے حضرت کو اپنے ادارے میں لے جانے کی درخواست پیش کی ۔ اہل پالی نے ان حضرات کی درخواست کو منظور کر لیا،اس طرح مفتی موصوف دسمبر ۱۹۴۸ء میں مدرسہ اسحاقیہ میں رونق افروز ہوکر تدریسی وتعمیری خدمات میں مصروف ہوگئے۔

۱۹۵۵ء میں مفتی اعظم ہند اور محدث اعظم ہند تشریف لے گئے تو حضرت نے مدرسہ کے ناگفتہ بہ حالات

کے سبب مدرسے سے مستعفی ہونے کی اجازت طلب کی، دونوں حضرات نے منع فرمادیا۔ مزید برآں حضور محدث اعظم ہند نے صدرالافاضل کے حوالے سے یہ کہہ کرکہ یہاں سے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ مفتی موصوف کومدرسہ اسحاقیہ میں رہنے کی تاکید فرمائی، جس کا نتیجہ یہ نکلاکہ چند سالوں کے بعدان بزرگوں کی دعائیں اور مفتی موصوف کی بے لوث محنتیں کوششیں رنگ لائیں اور مدرسہ اسحاقیہ راجستھان کے مدارس میں صف اول میں داخل ہوگیا۔

زیارت حرمین شریفین۔ ۱۹۶۳ء میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

قیادت۔ دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور راجستھان،

دارالعلوم اہل سنت فیضان اشفاق ناگور شریف راجستھان،

دارالعلوم اہل سنت فیضان اشرف باسنی ناگور شریف راجستھان،

دارالعلوم ہاشمیہ سجان گڑھ راجستھان،

دارالعلوم رضویہ جے پور راجستھان،

سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور شریف راجستھان،

سنی تبلیغی جماعت شیرانی آباد ناگور شریف راجستھان،

اوران کے علاوہ راجستھان وبیرون راجستھان بہت سے مدارس اور تنظیموں کی قیادت وسربراہی فرمائی۔

علاوہ ازیں ماہنامہ ماہ طیبہ جودھ پور، نیک خاتون کوٹہ، لیس کوٹہ، صراط مستقیم اودے پوراور ماہنامہ بہار مدینہ چتور گڑھ وغیرہ سنی جرائدورسائل کی سرپرستی فرمائی۔

تصانیف۔

(۱) کتاب اعتقادالمومنین بان نبیناشفیع المذنبین ودافع البلاء

(۲) پیغام اہل سنت

اوراس کے علاوہ دسیوں رجسٹروں پر مشتمل فتاویٰ نیزہندوستانی سنی رسائل وجرائدمیں بہت سے مضامین ومقالات بہت سے علماکی کتب پر دعائیہ کلمات وتقریظات اور تاثرات آپ کی قلمی خدمات کے شاہد ہیں۔

تلامذہ وخلفا۔ شہزادہ حضوراجمل العلوم مفتی اختصاص الدین علیہ الرحمہ،

مفتی شیر محمد خاں صاحب رضوی،

قاری علاء الدین صاحب سنبھلی،

علامہ مفتی ولی محمد صاحب رضوی،

اوران کے علاوہ بہت سے تشنگان علوم نبویہ نے آپ کے علمی سمندر سے علمی تشنگی بجھائی، سیرابی حاصل کی۔اور بہتوں نے آپ کے روحانی میخانے سے جام عرفانی ونورانی نوش کیے۔

اولادوامجاد۔ آپ کی اولاد میں ایک لڑکا، ایک لڑکی چار پوتے دو پوتیاں ایک نواسی اور تین نواسے ہیں۔

تاثرات اکابر۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''مدرسہ کو ہر حیثیت سے ترقی یافتہ پایا یہ سب برکت ہے جناب محترم مولانا الحاج مولوی محمد اشفاق حسین صاحب نعیمی زید مجدہ السامی کے وجود مسعود کی۔''

حضرت سید العلماء آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''مجھے یہ کہتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ اس مبارک ادارہ کی ان روزافزوں ترقیات میں حضرت مولانا المحترم محمد اشفاق حسین صاحب نعیمی دامت بالمجد کی انتھک محنت اور خلوص کا جذبہ کار فرما ہے مولیٰ عزوجل آں موصوف کو درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے اس سنگلاخ زمین پران کا وجود مولیٰ عزوجل کی ایک رحمت وبرکت ہے۔''

علامہ مشتاق نظامی فرماتے ہیں:

''مولانا جن اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں اگر ایسے چند افراد اپنی جماعت کو اور نصیب ہوجاتے تو ہندوستان کی عربی درس گاہوں کے نقشے بدل جاتے۔''

علامہ سعید اعجاز کامٹی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''نعیمی میخانہ علمی کا جام بدست علامہ مفتی اشفاق حسین صاحب راجستھان کی سرزمین پر تقسیم ہورہا ہے اور تشنگان علم ساقی کوثر کے صدقے اپنی تشنگی بجھارہے ہیں۔''

سفرآخرت۔ آج ۹/ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۵/ اکتوبر ۲۰۱۳ء بروز سہ شنبہ دن کے تین بجے سرزمین جودھ پور میں آپ کا انتقال ہوا۔ ؎

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز بر داری کرے

تذکارِ گلِ گلستانِ رضا

اہل سنت کا مرکز عقیدت، شہر بریلی شریف اپنی مثال آپ ہے۔

اس شہر کی مثال اس سمندر جیسی ہے جس کی نہریں ہر طرف جاری ہوں اور وہ ہر پیاسے کو سیراب کرتی ہوں جس سے بنجر زمین کو سرسبز و شادابی حاصل ہوتی ہو۔

اس چمن کی طرح ہے جس چمن کے گلہائے رنگارنگ اپنی مختلف خوشبوؤں سے اپنے اردگرد ماحول کو معطر کر رہے ہوں،

اس آفتاب کی طرح ہے جس کی شعائیں اندھیروں کو اجالا بخش رہی ہوں،

اس چاند کی طرح ہے جس کی نرم چاندنی شب دیجور کا کلیجہ چاک کر رہی ہو،

یہی وہ بریلی شہر ہے جہاں عشق مصطفیٰ کے چھلکتے جام بانٹے جاتے ہیں،

جہاں محبت رسول کی شیرینی تقسیم ہوتی ہے،

جہاں عظمت مصطفیٰ کا درس دیا جاتا ہے،

جہاں ناموس رسالت پر مرمٹنے کا سبق پڑھایا جاتا ہے،

جہاں الحب للہ والبغض للہ کا قانون حفظ کرایا جاتا ہے،

جہاں ”زندگی ہے نبی کی نبی کے لیے“ کی عملی مشق کرائی جاتی ہے،

یہی وہ بریلی شہر ہے جسے اعلیٰ حضرت کے حوالے سے شہرت ملی،

حجۃ الاسلام کے نام سے پہچان ملی،

مفتی اعظم ہند کے تصدق بلندی ملی،

مفسر اعظم نے جسے عروج بخشا،

اور تاج الشریعہ کے وجود سے جس کی شان دوبالا ہوئی۔

ولادت:۔

الغرض اسی بریلی شریف کے محلہ سوداگران میں خاندان اعلیٰ حضرت کے مقدس چشم و چراغ حضور ریحان ملت کے صاحب زادے حضور انجم میاں کے کاشانہ اقدس میں ایک نورانی شکل و صورت والا بچہ تولد ہوا، جسے دنیائے سنیت میں نبیرہ اعلیٰ حضرت، خلیفہ تاج الشریعہ، ارسلان ملت حضرت علامہ مولانا محمد ارسلان رضا خاں صاحب دامت برکاتھم کے نام سے جانا جاتا ہے۔

۱۱ر صفر المظفر مطابق یکم اگست ۱۹۹۲ء کی مقدس تاریخ کو شہزادہ بالا تبار نے اس خاکدان گیتی پہ قدم رکھا۔

حضور اعلیٰ حضرت سے رشتہ نسبی:۔

موصوف کا نسب نامہ حضور اعلیٰ حضرت تک کچھ اس طرح ہے۔

ارسلان میاں کے والد گرامی

عثمان رضا خاں عرف انجم میاں بن

ریحان ملت ریحان رضا خاں بن

مفسر اعظم ہند ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں بن

حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خاں بن

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں (علیہم الرحمۃ والرضوان)

اس طرح حضور اعلیٰ حضرت کی پانچویں پشت میں آپ کا نام آتا ہے۔

حضور مفتی اعظم سے نسبی تعلق:۔

شہزادہ حضور اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہ سے آپ کا نسبی تعلق جدامجد حضور حجۃ الاسلام کی جانب سے یہ ہے کہ مفتی اعظم ہند حجۃ الاسلام کے سگے چھوٹے بھائی تھے۔ اور ایک رشتہ دونوں میں سمدھی کا بھی تھا۔ مطلب حضور حجۃ الاسلام نے اپنے شہزادے حضور مفسر اعظم ہند کا نکاح حضور مفتی اعظم ہند کی صاحب زادی محترمہ کے ساتھ کر دیا تھا، جن سے حضور تاج الشریعہ اور حضور ریحان ملت تولد ہوئے۔ یعنی محترم موصوف کے جدامجد حضور ریحان ملت کی والدہ محترمہ حضور مفتی اعظم ہند کی صاحب زادی تھیں۔ اور وہ موصوف کی رشتے میں پردادی بنتی ہیں۔

ابتدائی دور اور دینی ماحول:۔

جدامجد کے مزار پر انوار کے ٹھیک سامنے مدرسہ منظر اسلام اور رضا مسجد سے متّصل آپ کی پیدائش ہوئی۔ آنکھ کھولی تو ہر طرف اصحاب ریش، صوفی مزاج، لباس مصطفیٰ میں ملبوس مقدس ہستیاں نظر آئیں۔

کانوں نے ابتدا ہی سے رضا مسجد سے اذان، منظر اسلام سے قرآن و حدیث اور فقہ و فتاویٰ اور مزار اعلیٰ حضرت سے مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام کی پر نور صدائیں اور پیہم آوازیں ہی سنیں۔

اور جب گھر سے پہلا قدم باہر نکالا تو کسی میدان کے لیے نہیں بلکہ گھر سے نکلتے ہی سامنے جدامجد کی تربت انور آواز دے رہی تھی اور بزبان حال کہہ رہی تھی کہ اے شہزادے پہلے دادا کی آغوش محبت میں آجا اور یہاں سے عشق مصطفیٰ کے چھلکتے جام نوش کرلے۔ وہیں مفتی اعظم کی تربت انور پکار کر کہہ رہی تھی کہ ادھر بھی آجا کہ میں

تجھے تقوی وطہارت کا مقدس لبادہ زیب تن کرادوں ۔ دوسری طرف دادا حضور ریحان ملت کا مزار اقدس "السیاسۃ باستصلاح الخلق بارشادھم" کا سیاسی سبق پڑھانے کے لیے اپنی طرف بلا رہا تھا۔

الغرض مقدس آستانہ سے تقوی وطہارت، عشق ومعرفت علم وحکمت اور پاکیزہ سیاست کے ساتھ ساتھ مصطفیٰ پیارے کے عشق اور محبت کی لازوال دولت سے مالا مال ہوکر تقدس وپاکیزگی کے پانی سے وضوکر کے رضا مسجد تک کا سفر طے کیا۔ خدا کی مقدس بار گاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور سر نیاز خم کر کے اپنے مولیٰ کی بار گاہ میں سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے نماز کے ذریعہ حق بندگی ادا کیا۔

ان نمازوں کا کیا کہنا جو نمازیں کسی عام سے امام کے پیچھے نہیں بلکہ امام وقت نازش دوراں ولی کامل عارف باللہ قاضی القضاۃ مقدام الفقہاء والعلماء حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں ازہری دامت معالیھم کی اقتدا میں ادا کی گئی ہوں ۔ اور خصوصی طور پر نماز فجر مکمل اہتمام کے ساتھ حضرت ہی کی اقتدا میں ادا کی گئی ہو۔ یقیناً ان نمازوں کو شرف قبولیت عطا ہوا ہوگا۔

بنیادی تربیت:۔

گھر سے متّصل جدامجد کا تعمیر کردہ مدرسہ منظر اسلام تھا، جہاں عشق مصطفیٰ کا درس دیا جاتا تھا ان کی اداؤں پر جینے کا طریقہ سکھایا جاتا تھا۔ اتنے قریب مدرسہ ہو توپھر بھلا کون گھر میں پڑھائے گا مگر قربان جائیں ایسی ماؤں پر جن کی آغوش کسی مدرسے سے کم نہیں ہوتی ہے۔

حضرت موصوف نے والدہ ماجدہ کی آغوش محبت میں بیٹھ کر قرآن پاک ناظرہ اور اردو کی مذہبی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اور ساتھ ہی ساتھ اسلامی تربیت بھی۔

چوں کہ ہر طرف دینی ماحول تھا، مذہبی تربیت سے آراستہ تھے، اس لیے دنیاوی چکاچوند سے متاثر نہیں ہوئے۔ اور اسی روش پر گامزن ہوئے جس پر ان کے اسلاف کرام تھے۔

تعلیمی سفر:۔

دور حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر والد گرامی دام ظلہ نے دنیاوی علوم کی تحصیل کے لیے کالج میں داخل کرادیا۔ البتہ موصوف کا قلبی رجحان جدامجد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مذہبی علوم حاصل کر کے دین ومذہب کی ترویج واشاعت کی طرف تھا اس لیے چند سال کی تعلیم حاصل کر کے آپ نے مدرسہ منظر اسلام میں داخلہ لے لیا۔ اور خصوصی طور پر مفتی نعیم اللہ صاحب سابق صدرالمدرسین منظر اسلام کی آغوش عاطفت میں رہ کر ابتدائی بنیادی کتابوں کا علم حاصل کیا۔

گھر میں اور خانقاہ میں عقیدت مندوں کی بھیڑ اور ان سے ملنے ملانے کی مصروفیات سے وقت نکال پانا ایک

مشکل امر تھا، اس لیے موصوف نے مدرسہ منظر اسلام جیسے عظیم الشان ادارہ کو خدا حافظ کہا اور براؤں شریف کے مشہور مدرسہ فیض الرسول میں حصول تعلیم کے لیے پہنچ گئے۔ اور وہاں پہنچ کر باضابطہ تعلیم شروع کر دی۔

اساتذہ کرام:۔

درس نظامی کی کتابیں جیسے تسہیل المصادر، گلزار دبستاں، فارسی کی پہلی، نحو میر، ہدایہ النحو سے لے کر مسلم و بخاری شریف تک، نحو و صرف عربی ادب منطق و فلسفہ، بلاغت و معانی، حدیث او صول حدیث، فقہ و اصول فقہ، تفسیر اصول تفسیر کی مکمل تعلیم درج ذیل اساتذہ سے حاصل کی۔

مفتی نعیم اللہ، سابق صدر المدرسین منظر اسلام بریلی شریف

مفتی مستقیم مصطفوی، مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف

مفتی شہاب الدین، مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف

مفتی نظام الدین، مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف

مولانا اسمعیل، مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف

شہزادہ حضور بدر ملت مولانا رابع نورانی، مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف

چھٹیوں کے دوران بریلی شریف میں حضور تاج الشریعہ کی درس گاہ علم میں پہنچ کر علمی استفادہ کرتے رہے۔

جلوت و خلوت جب جب موقع ملتا حضرت کی علمی موشگافیوں سے مستفید ہوتے اور گاہے بگاہے مشکل عبارات دقیق مفاہیم، پیچیدہ سوالات عقدہاے لاینحل حضرت کے نذر سماع کرتے اور حضرت کے اچھوتے انداز میں ان کا اطمینان بخش حل پاکر اطمینان قلبی حاصل کرتے۔ اس طرح اساتذہ میں خصوصی استاد کی حیثیت سے حضور تاج الشریعہ کا نام نامی اسم گرامی سر فہرست ہے۔ یہاں یہ بھی بتاتے چلیں کہ موصوف نے اسی بیچ ایک سال جامعہ ازہر مصر میں بھی تعلیم حاصل کی لیکن وہاں ملک کے حالات خراب ہونے کے سبب ملک واپسی کر لی اور پھر براؤں شریف حضور تاج الشریعہ کی اجازت سے براؤں شریف پہنچ گئے۔

علوم مروجہ کی تکمیل:۔

موصوف کی یہ کدو کاوش، یہ جدو جہد آخر رنگ لائی اور وہ موقع آیا، جسے پانے کے لیے ہر نیک دل تمنا رکھتا ہے۔ یعنی اپنے سر پہ تاج فضیلت رکھنے کو ہر شخص خواہش مند رہتا ہے مگر یہ تاج مقدر سے ہی زیب سر ہوا کرتا ہے۔ موصوف بھی ان ہی مقدر والوں میں سے ایک ہیں، کہ ان کے سر پر بھی امسال ۲۲؍ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ کو فضیلت کا تاج زریں رکھا جائے گا اور علماے کرام کے مقدس ہاتھوں سند فضیلت سے نوازا جائے گا۔ ہم پہلے ہی موصوف کو مبارک باد کا ہدیہ پیش کیے دیتے ہیں۔

شادی خانہ آبادی:۔

نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پاکیزہ سنت کا نام ہے۔اس سنت سے بندہ دین کی تکمیل کو پہنچتا ہے۔ ایک طرف جہاں موصوف نے علوم مروجہ کی تکمیل کی ہے وہیں حدیث پاک کے مطابق نکاح کی سنت پر عمل کر کے دین کی تکمیل بھی فرمالی۔اسی سال خاندان ہی میں شادی کرنے کی اپنی خاندانی روش کے مطابق اپنے ہی خاندان میں اپنے عم محترم شہزادہ حضور ریحان ملت حضرت تسلیم رضاخاں صاحب کی دختر نیک اختر کو اپنے حبالہ عقد میں قبول کر لیا۔

نکاح کی یہ مقدس رسم ۶/رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ مطابق ۲/جون ۲۰۱۷ء ربروز جمعہ کو مسجد نبوی شریف میں گنبد خضری کے سایہ میں ادا کی گئی۔اس مقدس رسم نے حضرت مولی علی اور حضرت فاطمۃ الزہرا کے نکاح کی یاد تازہ کردی جو مسجد نبوی شریف میں پڑھایا گیا تھا۔

درس وتدریس:۔

ماہ شعبان المعظم میں درس نظامی کی تکمیل کرکے محرم کے جلسہ دستار تک کا وقت یوں ہی گزارا جاسکتا تھا مگر موصوف نے اپنے علمی ذوق وشوق کو برقرار رکھنے کے لیے اپنے گھر ہی میں منظر اسلام کے باذوق طلبہ کو فقہ واصول فقہ وغیرہ کی تعلیم دینا شروع کردی اوراس طرح باضابطہ نہ سہی مگر سلسلہ تدریس شروع کردیا۔

تصنیف وتالیف:۔

پیش نظر کتاب الوردہ فی شرح الفردہ، موصوف کی پہلی مستقل تصنیف ہے،اس سے قبل موصوف نے تعلیمی مصروفیات کے سبب کوئی مستقل کتاب تونہیں لکھی البتہ مضمون نگاری،مقالہ نویسی کی شروع ہی سے عادت رہی۔مختلف عناوین پر اہم اور علمی مضامین مشہور رسائل وجرائد کی زینت بنتے رہے۔ابتدائی دور میں منظر اسلام کے ایک تحریری مقابلہ میں موصوف نے حضور ریحان ملت کی علمی وادبی خدمات کے عنوان پر ایک تاریخی مقالہ تحریر فرمایا، جسے علمائے منظر اسلام نے بنظر تحسین ملاحظہ کیا۔بعد میں وہ مقالہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف سے شائع بھی کیا گیا۔علاوہ ازیں کئی اہم مضامین ابھی غیر مطبوعہ ہیں، جوان شاءاللہ جلد ہی زیب اشاعت ہوں گے۔

خطابت:۔

مافی الضمیر کو لفظی جامہ پہنانا بہت آسان ہے مگر اسے دوسروں کے سامنے بیان کرنا از حد مشکل امر ہے۔ بولنا کوئی کٹھن کام نہیں لیکن مجمع کے درمیان بولنا، بہت مشکل کام ہے۔تقریر کرنا بہت آسان ہے مگر خطابت بہت مشکل ہے۔تقریر میں فقط لفظوں کا جادو ہی کافی ہوتا ہے البتہ خطابت میں علمی توانائیاں صرف کرنی پڑتی

ہیں، تب کہیں جا کے ایک مقرر خطیب بنتا ہے۔ محترم موصوف کو اللہ پاک نے خطابت کا ملکہ عطا فرمایا ہے۔ جب بولنے پر آتے ہیں تو حضور اعلیٰ حضرت کی تقاریر کا احیا ہوتا نظر آتا ہے۔ یہ فن محنت سے نہیں اللہ کے فضل و کرم سے ملتا ہے۔

موصوف نے مدرسے کی مروجہ محافل سے یہ ملکہ حاصل نہیں کیا، بلکہ اپنے خاندانی طور طریقہ کو اپناتے ہوئے نیاز وغیرہ کی چھوٹی بڑی محفلوں میں شریک ہو کر اپنے جوہر کا مظاہرہ کیا، اور آخر کو ایک وقت آیا کہ قریب گیارہ سال کی عمر میں عرس مفتیٔ اعظم ہند کے موقع پر انٹر کالج کے وسیع میدان میں لاکھوں کے مجمع میں خطابت کے جوہر دکھانے کا موقع ملا، تو خوب خوب جلوے بکھیرتے نظر آئے۔ جس نے سنا عش عش کر اٹھا۔ والد گرامی نے خوش ہو کر سو روپے کا انعام دیا جس نے حوصلوں کو مزید بلندی عطا کر دی۔

اور جب عمر ۱۳ سال کی ہوئی تو عرس رضوی میں اپنے خطاب سے عوام و خواص کو خوب خوب محظوظ کیا۔ اس خطاب کی کیسیٹ جب حضور تاج الشریعہ کو ملاحظہ کے لیے پیش کی گئی اور آپ نے جب موصوف کو سنا تو اظہار مسرت فرما کر موصوف کو طلب فرمالیا اور اپنی جیب خاص سے سو (۱۰۰) روپے کا انعام عطا فرماتے ہوئے فرمایا: ''یہ تمہارا انعام ہے'' حضرت کی اس کرم نوازی نے موصوف کے خطاب کو قبولیت کا درجہ عطا کر دیا۔ اور مقبولیت کا پھر یہ حال ہوا کہ جب دوبارہ عرس رضوی میں خطاب کیا تو عوامی داد و تحسین کے علاوہ بر سر منبر رونق افروز علما و مشائخ نے بڑھ کر گلے سے لگالیا۔ اور داد و تحسین کے ہزاروں گلدستے دعاؤں کی شکل میں عطا فرمائے۔

اسی تقریر سے متاثر ہو کر منظر اسلام کے سابق صدر مفتی حضرت مولانا مفتی محمد فاروق رضوی صاحب علیہ الرحمہ نے تہنیتی منظوم کلام تحریر فرمایا یہاں ان اشعار کا نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہو گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

تقریر پر تہنیت دل:

برائے نبیرہ ریحان ملت ابن انجم خانوادہ اعلیٰ حضرت الحاج مولانا محمد عثمان رضا خاں انجم میاں صاحب قبلہ نوری یعنی مخدوم ذی وقار مولوی محمد ارسلان رضا سلمہ در عرس رضوی قبل قل شریف بتاریخ ۲۵ر صفر المظفر ۱۴۳۱ھ

ارسلان اے گلشن نوری رضا کے تازہ گل
وہ تیری تقریر پر تنویر پیارے قبل قل
تیرا اک اک حرف تھا تقریر کا وہ دل نواز
تیرے اوپر ہورہا تھا خوب فضل کار ساز
جملہ جملہ تھا تری تقریر کا رحمت مآب

واقعی تھا مصطفیٰ کے فیض سے تو فیض یاب
اے مرے مخدوم زادے وہ ترا زور بیاں
تھا کرامت غوث و خواجہ و رضا کی بے گماں
مجمع عرس رضوی یک زباں یہ بول اٹھا
در حقیقت اس کو کہتے ہیں عنایات رضا
عرس کی محفل میں تھی تعریف تیرے نام کی
سب نے دیکھی تجھ پہ شفقت حجۃ الاسلام کی
یوں ہی رکھے خالق کل ہر جگہ تیرا بھرم
تجھ پہ دائم مفتی اعظم کا ہو پیارے کرم
پر اثر تیری زباں ہو روز افزوں ہو بیاں
ہو ہمیشہ تجھ پہ فضل شاہ جیلانی میاں
واہ واہ اصلاح وہ انداز تھا رد کا ترے
سب نے دیکھا رنگ تھا یہ جد امجد کا ترے
تجھ کو حاصل اے گل ریحاں ہمہ دانی رہے
انجم قسمت ہمیشہ تیرا تابانی رہے
عز و شان و علم آبا کا تجھے صدقہ ملے
سایہ رحمت میں ان کے تو سدا پھولے پھلے
تجھ سے مسلک اعلیٰ حضرت ک ارہے تابندہ باد
اور بفیض اعلیٰ حضرت تو رہے پائندہ باد
تو بنے مفتی مدرس اور مقرر شان دار
تجھ کو رکھے دور چشم بد سے وہ پروردگار
اپنے فیضان کرم سے تجھ کو رکھیں نیک نام
میرے آقایان نعمت تیرے اجداد کرام
اے رضا کے ارسلان اے شیر دشت سنیت
نام سے تیرے سدا خائف ہو گرگ نجدیت

دین کے ہر باب میں حاصل ہو تجھ کو وہ کمال
تو ترقی پر ہو شرمندہ رہے تجھ سے زوال
تیرے حق میں فاروق رضوی کی ہے پیارے دعا
مظہر ریحان ملت بن کے تو مہکے سدا

(بتاریخ ۲۵ر صفر المظفر ۱۴۳۱ھ بروز جمعرات

فقیر قادری محمد فاروق نوری دارالافتاء منظر اسلام سوداگران بریلی شریف)

۱۶۶ویں جشن ولادت اعلیٰ حضرت کے موقع پر ۱۰ر شوال المکرم ۱۴۳۸ھ مطابق ۶ر جولائی ۲۰۱۷ء کو مفتی فاروق صاحب کے ہم نام بریلی شریف کے مشہور شاعر مولانا محمد فاروق رضوی صاحب مدناپوری نے بھی منظوم تہنیتی کلام پیش فرمایا تھا یہاں اسے بھی پیش کیے دیتے ہیں تاکہ قارئین محظوظ ہونے کے ساتھ موصوف محترم کی قبولیت کا اندازہ لگا سکیں۔ ؎

یا خدا از طفیل شہِ انبیا
یہ سلامت رہیں ارسلان رضا
ان کو صدقہ ملے آل و اصحاب کا
ہو عطا منصب نائب مصطفیٰ
ان کے ذریعہ بڑا کام ہو دین کا
یہ سلامت رہیں ارسلان رضا
سید آل رسول احمدی کی عطا
اور نوری دعا کا اثر اب بھی ہے
پھر بڑی رونق گلستان رضا
یہ سلامت رہیں ارسلان رضا
اعلیٰ حضرت کی روشن کرامت ہیں یہ
قلب انجم رضا خاں کی راحت ہیں یہ
سنیوں کے لیے مژدہ جاں فزا
یہ سلامت رہیں ارسلان رضا
اعلیٰ حضرت کی علمی مہک ان میں ہے
حسن حامد رضا کی چمک ان میں ہے
مفتی اعظم ہند کا آئینہ
یہ سلامت رہیں ارسلان رضا
مظہر سیدی ابراہیم رضا
شان ریحاں رضا عکس اختر رضا
عالم با عمل متقی پارسا
یہ سلامت رہیں ارسلان رضا
حسن سیرت بھی ہے حسن صورت بھی ہے
حسن اخلاق بھی حسن کردار بھی
ہو بہو اپنے اسلاف کا آئینہ
یہ سلامت رہیں ارسلان رضا
سچی حاصل رضا کی وراثت بھی ہے
علم و فضل و عمل استقامت بھی ہے
حق پسند حق نما اور حق آشنا
یہ سلامت رہیں ارسلان رضا

یہ بھی تو خاص برکاتی فیضان ہے	کوئی شیران ہے کوئی ایقان ہے
چھوٹے یا رب کسی سے نہ راہ رضا	یہ سلامت رہیں ارسلان رضا
ان کی شہرت کا ہر سمت ڈنکا بجے	ایک آواز ہو کر یہ دنیا کہے
دیکھو دیکھو یہ ہے جانشین رضا	یہ سلامت رہیں ارسلان رضا
میرا مقصد کوئی چاپلوسی نہیں	کوئی حرص و طمع کوئی لالچ نہیں
دل میں تھی جو لبوں پر وہ آئی دعا	یہ سلامت رہیں ارسلان رضا

بیعت وارادت:۔

خاندان اعلیٰ حضرت کی ایک رسم ہے جواب تک جاری ہے۔ وہ یہ کہ عموماًاہل خاندان مشائخ مارہرہ شریف سے شرف بیعت وارادت حاصل کرتے چلے آئے ہیں۔اسی تسلسل کوبرقراررکھتے ہوئے ڈھائی سال کی عمرشریف میں آپ کے اہل خانہ نے آپ کوحضوراحسن العلماء کی بار گاہ میں پیش کردیا۔ حضوراحسن العلماء نے اسی طرح جس طرح ان کے جدامجد حضور نوری میاں نے حضور مفتیِ اعظم ہند کوانگلی چپاکرداخل سلسلہ فرمایاتھا،محترم موصوف کوانگلی چپاکرشرف ارادت سے مشرف فرمایا۔ چندماہ بعد پیرومرشد کاوصال ہوگیا۔ جب محترم موصوف سن شعور کوپہنچے توپیرومرشد کے آستانے پر پہنچ کرحضرت کے دست حق پرست سے دستخط کردہ شجرہ جو حضرت نے وصال سے قبل رکھ چھوڑاتھا،حاصل کیااوراس طرح شجرہ مبارکہ کے ذریعہ پیرومرشد کے فیوض وبرکات اخذکرتے رہے۔

چندسالوں بعدارادہ کیاکہ کسی ایسے پیرسے طلب بیعت کرلی جائے جوپابندشرع ہونے کے ساتھ برکاتی رضوی نہروں کامجمع البحرین ہو۔تونگاہ انتخاب جدامجد حضور تاج الشریعہ کی طرف مرکوز ہوگئی۔ایک محفل میں اپنی اس خواہش کااظہارکیاتوحضرت نے فرمایاکہ کس سے مریدہو؟عرض کی حضوراحسن العلماء قدس سرہ سے توحضرت نے برجستہ فرمایا:"توکیاضرورت ہے؟ہم سب توو ہیں کے غلام ہیں۔"

خلافت واجازت:۔

متعدّدبارایساہواکہ حضور تاج الشریعہ کی بار گاہ میں موجود خواص نے موصوف کے لیے خلافت واجازت کے لیے عریضہ پیش کیا،لیکن چوں کہ اس وقت موصوف کاتعلیمی ابتدائی دور تھااس لیے ہربار حضرت نے یہ کہہ کرٹال دیاابھی جلدی کیاہے۔البتہ گزشتہ برس ۹۶ویں عرس رضوی کے موقع پرعلماے کرام،ومشائخ عظام،عمائدین شہراور خصوصی حاضرباشوں کی موجودگی میں حضرت نے مسلک اعلیٰ حضرت پرکاربندرہتے ہوئے مسلک کی ترویج واشاعت اور مسلک مخالف افرادسے بالکلیہ اجتناب کرنے کی شرط کے ساتھ تمغہ

خلافت اور شرف اجازت سے موصوف کو نوازا۔

حضور تاج الشریعہ سے وابستگی:۔

حضور تاج الشریعہ سے موصوف کا نسبی رشتہ کچھ اس طرح ہے کہ موصوف کے سگے دادا حضور ریحان ملت کے سگے بھائی ہیں، تو اس طرح آپ بھی سگے دادا ہوئے۔

حضرت کی ذات موصوف کے لیے محور عقیدت و محبت ہے۔ حضرت سے موصوف کے قلبی لگاو کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ موصوف نے اپنے قلمی سفر کا باضابطہ آغاز حضرت کی کتاب مستطاب الفردہ شرح البردہ کی زیر نظر اردو شرح کے ذریعہ کیا ہے۔ حضرت سے قرب کا عالم یہ ہے کہ جب کبھی خود بارگاہ میں حاضری نہیں ہو پاتی تو حضرت خود طلب فرما لیا کرتے ہیں اور بارہا فرمایا کہ آتے رہا کرو۔ اس جملہ سے حضرت کی شفقت کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔

الغرض محترم موصوف کی شخصیت مختلف زاویوں سے قابل تعریف اور لائق تقلید ہے۔ اس وقت محترم موصوف عروج کی اس منزل پر فائز ہیں کہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ چانداس وقت اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ ضوفشانی کو تیار ہے۔ زیر نظر کتاب الوردہ شرح الفردہ جو حضور تاج الشریعہ کی کتاب مستطاب کی اردو شرح ہے۔

وقت کی قلت دامن گیر ہونے کے سبب کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ تو نہ کر سکا، البتہ جہاں جہاں نظر گئی پڑھ کر محظوظ ہوا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ یقیناً یہ سب حضور تاج الشریعہ کا ہی فیضان ہے۔ اللہ پاک موصوف کو عروج وارتقا کی اعلیٰ منزلوں پر فائز فرمائے اور زوال کی نظر بد سے محفوظ فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

[مقدمہ، الوردہ شرح فردہ: ص۱۵ تا ۲۴]



مظہر امین شریعت

عارف باللہ حضور امین شریعت قدس سرہ کی علمی وراثت وامانت کے وارث وامین، ان کی مسند خلافت کے سچے جانشین، مسلک رضا کے ناشر و پاسبان، حضرت علامہ مفتی محمد سلمان رضا خان رضا خان حفظہ اللہ المنان کی ذات محتاج تعارف نہیں۔

حضرت اپنی گوناگوں خوبیوں کے باعث علمی حلقے میں خوب خوب متعارف و مشہور ہیں۔ اپنے والد امجد حضور امین شریعت قدس سرہ کی نیابت وخلافت کا خوب خوب حق ادا فرما رہے ہیں۔ الولد سر لابیہ کے کامل مصداق اور والد امجد کی صفات حمیدہ کے مظہر اتم ہیں۔ مزاج میں صوفیانہ رنگ غالب ہے۔ شرع کا پاس ولحاظ ہر وقت ملحوظ خاطر رہتا ہے۔ مذہب ومسلک کی خدمت کا جذبہ آباواجداد سے ورثہ میں پایا ہے۔ طبیعت میں نرمی، کبر ونخوت سے تنفر، گفتگو فکر انگیز، انداز گفتگو سنجیدہ، اکابر کا ادب ملحوظ، اصاغر پر مہربان، ہم عمر احباب سے بے تکلف، اخلاص واخلاق کا پیکر جمیل، علم دوستی، ملنساری، دریا دلی، غربا نوازی، اور بہت سی خوبیوں کے جامع اور خداداد صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ مرکز اہل سنت بریلی شریف سے نکلنے والے علمی وادبی رسالہ ''سہ ماہی امین شریعت'' کو آپ کی سرپرستی حاصل ہے۔ اپنے ہم عمر پیرزادوں میں اپنی مثال آپ ہیں۔ بریلی شریف اور چھتیس گڑھ خصوصی طور پر آپ کی توجہات بابرکات کا مرکز ہے۔ حلقہ ارادت کے علاوہ بھی آپ کو پذیرائی حاصل ہے۔ ملک کے اکثر خطوں میں تبلیغی دورے فرماتے ہیں۔ اور عوام وخواص کو آباو جداد سے حاصل شدہ وراثت سے خوب خوب مستفیض فرماتے ہیں۔

دعا ہے اللہ پاک حضرت کو عمر دراز عطا فرمائے، حاسدین کے شر سے محفوظ فرمائے، اور ہر محاذ پر کامیاب وکامران فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین علیہ الصلاۃ والتسلیم

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

مورخہ: ۲۵/ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ

[سہ ماہی امین شریعت بریلی شریف: مئی تو جولائی ۲۰۱۷ء۔ ص ۱۳، ۱۴]

اصلاح، رد، تصوف، سیاسیات، معاملات

اسلام میں خدمتِ خلق کی اہمیت وافادیت

خدمتِ خلق:۔

اللہ رب العزت کی مخلوق کو اپنی ذات سے کوئی نفع وفائدہ پہنچانا، غیر معصیت میں اس کی امداد ومعاونت کرنا، اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اس کی حاجت روائی میں ہمہ وقت کوشاں رہنا، اس کی تکلیف وپریشانی کو دور کرنا، اسلام میں اسی کو خدمت خلق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

خدمت خلق کی اہمیت وافادیت احادیث کے تناظر میں:۔

اسلام میں خدمت خلق کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کرتے ہوئے بانی اسلام وتاج دار اسلام فرماتے ہیں:

"من استطاع منكم ان ينفع اخاه فلينفعه"

یعنی تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے اسے چاہیے کہ نفع پہنچائے۔" [مسلم شریف:۲/۲۲۴]

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"الله فى عون العبد ما كان العبد فى عون اخيه"

اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے۔" [مسلم شریف:۲/۳۴۵]

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"من كان فى حاجة اخيه كان الله فى حاجته ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة"

جس نے اپنے (مسلمان) بھائی کی حاجت پوری کی اللہ اس کی حاجت روائی فرمائے گا اور جس نے اس کی تکلیف دور کی اللہ قیامت میں اس کی مصیبتوں میں ایک مصیبت دور فرمائے گا۔"

[بخاری شریف:۱/۳۳۰، ومسلم شریف:۲/۳۲۰]

نیز درج ذیل احادیث بھی واضح طور پر خدمت خلق کا مفہوم پیش کر رہی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اذا اراد الله بعبد خيرا استعمله على قضاء حوائج الناس"

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے پر مقرر فرما دیتا ہے۔" [شعب الایمان للبیہقی:۶/۱۷۱]

اور فرماتے ہیں:

"من ترك حوائج الناس لم ينظر الله في حاجته حتى يقضي حوائجهم"

جس شخص نے لوگوں کی حاجتوں کو چھوڑ یعنی انہیں پورا نہیں کیا تو اس کی حاجت کی طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ نہ ہوئی جب تک کہ اس نے لوگوں کی حاجتوں کو پورا نہ کر دیا۔" [المعجم الکبیر للطبرانی:۱۱/۱۱۴]

نیز فرمایا:

"ان للہ عند اقوام نعماً یقرھا عندھم ما کانوا فی حوائج الناس مالم یملوھم فاذا ملوھم نقلھا من عندھم الی غیرھم"

بے شک قوموں کے پاس اللہ کی نعمتیں ہیں باقی رکھتا ہے وہ ان نعمتوں کو قوموں کے پاس جب تک کہ قومیں ان نعمتوں سے لوگوں کی حاجت روائی کرتی رہتی ہیں، لوگوں سے اکتاتی نہیں ہیں اور جب وہ لوگوں سے اکتاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو ان کے غیر کی جانب منتقل فرما دیتا ہے" [المعجم الاوسط للطبرانی:۸/۱۸۶]

مذکورہ بالا فرامین نبوی کی روشنی میں خدمت خلق کی اہمیت وافادیت بخوبی واضح ہوگئی۔ اب آئیے ذرا بانی اسلام کی سیرت مقدسہ کے تناظر میں خدمت خلق کا جائزہ لیں۔

خدمت خلق اور بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔

بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف اپنے اقوال مبارکہ کے ذریعے ہمیں خدمت خلق کی ترغیب دی تو دوسری طرف اپنے افعال مبارکہ سے ہمیں خدمت خلق کا جذبہ عطا فرمایا۔ آپ نے اپنی مکمل زندگی مخلوق پر کرم نوازی اور ان پر رحمت ونور کی بارش برساتے ہوئے گزاری، جہاں آپ نے غریبوں بے سہاروں کی دل جوئی، یتیموں، بیواؤں مسکینوں کی دادرسی، مظلوموں کی فریادرسی وچارہ سازی، کمزوروں کی پشت پناہی، بے سہاروں کی حوصلہ افزائی، گم گشتہ راہ افراد کی رہبری ورہنمائی، حاجت مندوں کی حاجت روائی فرمائی وہیں آپ نے اسیروں کو رہائی، روتوں کو مسکراہٹ، اپنوں کو چاہت، غیروں کو درس محبت عطا فرمایا، غرض کہ خدمت خلق کے ہر شعبہ کو سرکار نے شرف عطا فرمایا۔

مزید براں کہ حضرت انس سے مروی درج ذیل حدیث پاک جس میں مخلوق کے ساتھ سرکار کے لطف وکرم کا ذکر کیا گیا ہے ہمیں خدمت خلق کی دعوت دے رہی ہے۔

"کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اشد الناس لطفا واللہ ما کان یمتنع فی غداۃ باردۃ من عبد ولا من امۃ ولا صبی ان یاتیہ بالماء فیغسل وجھہ وذراعیہ"

یعنی حضور بہت مہربان تھے۔ ٹھنڈی صبح میں بھی غلام، باندی یا بچہ اگر آپ سے پانی طلب کرتا تو آپ ان کے لیے پانی لاتے اور ان کے ہاتھ منھ بھی دھلواتے۔" [دلائل النبوۃ لاصبھانی:۱/۱۸۲]

علاوہ ازیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جب پہلی بار وحی نازل ہوئی تو بتقضائے بشریت آپ کا جسم مبارک متاثر ہو گیا تو آپ نے اپنی جان سے متعلق یہ اندیشہ ظاہر فرمایا:

"لقد خشیت علی نفسی"

میں اپنی جان کو ڈر گیا ہوں (یعنی جب ایک بار وحی کے نزول سے یہ حالت ہوگئی تو اندیشہ ہے کہ بار بار وحی کی تاب نہ لا سکوں) تو حضرت خدیجہ نے عرض کیا تھا:

"کلا واللہ ما یخزیك اللہ ابدا انك لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق"

یعنی ایسا ہرگز نہ ہوگا بخدا اللہ آپ کو ہرگز رسوانہ فرمائے گا۔ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں اور لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی فرماتے ہیں اور مہمان نوازی فرماتے ہیں۔ اور راہ حق میں پیش آنے والی پریشانیوں میں مدد فرماتے ہیں۔" [صحیح البخاری: کتاب بدء الوحی]

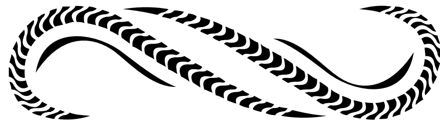
حضرت خدیجہ کے مذکورہ بالا جملے بانی اسلام کی مخلوق پر بے انتہا کرم نوازی ورحمت افشانی کی صاف غمازی کر رہے ہیں۔

بالجملہ:۔ مشتے نمونہ از خروارے کے مطابق سیرت نبوی کے یہ چند گوشے تھے جن سے خدمت خلق کا مفہوم اخذ کر کے پیش کر دیا گیا ہے۔ اگر واقعات نبوی کے تناظر میں خدمت خلق کو پیش کیا جائے تو یہ اوراق اس کے متحمل نہیں ہیں۔

الحاصل اقوال وافعال نبوی کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام میں خدمت خلق ایک اہم، مفید اور نیک کام ہے نیز حصول رحمت خداوندی کا ذریعہ وسبب ہے۔ مولائے روم فرماتے ہیں ؎

خیر کن با خلق بہر ایزدت
تا بیابی راحتِ جان خودت

اللہ تعالیٰ ہمیں خلوص کے ساتھ مخلوق کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے (آمین)



خداوندا! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں

مرکزاہل سنت بریلی شریف کامرکزعقیدت مارہرہ مقدسہ جوشاہ برکت اللہ کی برکتوں ،اچھے میاں کی اچھائیوں،خاتم الاکابر کے بڑے پن،نوری میاں کی نورانیت،ابوالقاسم کی خیرات،تاج العلماء کی تاجداری،نظمی میاں کے نظم،امین ملت کی امانت،رفیق ملت کی رفاقت،اشرف ملت کی شرافت کے حوالے سے دنیاے سنیت میں مشہور ہے۔وہاں سے اچانک مشائخ مارہرہ کے مخالف عقائدونظریات کے حوالے سے کئی باتیں ایک ساتھ سوشل میڈیا پر پھیلائی گئیں۔جب تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ مارہرہ شریف کے ایک شاہزادے جنہیں سید سبطین حیدر صاحب کے نام سے لوگ جانتے ہیں؛وہ آج کل اپنے مشائخ کے طرزعمل کے خلاف محاذ آرا ہیں۔میں نے ان کی ویڈیو دیکھی،آڈیو سنی تو بس یہی کہہ سکا کہ ع

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں

تقریر سن کر بہت افسوس ہوا،کہ سید صاحب مارہرہ شریف کے مقدس خاندان سے وابستہ ہیں،حضور نظمی میاں کے صاحب زادے ہیں۔فقیر سید صاحب کی ذاتی مخالفت میں کچھ لکھے اس کی اجازت مسلک اعلیٰ حضرت نہیں دیتا۔البتہ تقریر کولے کر چند ذہنی خلجان ہیں جنہیں معروضات کی شکل میں پیش کرنے کی جسارت کررہاہوں۔

اس امید پر کہ نگاہ عتاب سے امن بخشیں گے۔اورلب کشائی کو معاف فرمائیں گے۔حضرت کی ایک ویڈیو،سے سنی گئی چندباتوں پر معروضات پیش ہیں۔

عرض کردوں گالایاہوں احمد رضا:۔

سید صاحب نے اپنی تقریر میں کہا:

”یہ بڑاذمہ دار منبر ہے یہاں پر میرے باپ سید آل رسول نے بھی تقریر کری ہے اور میرے دادا آل مصطفیٰ نے بھی تقریر کری ہے اور میرے دادا حسن میاں صاحب نے بھی تقریر کری ہے۔یہاں سے جوبات ہوگی وہ غیر ذمہ دارانہ بات نہیں ہوگی۔میں ایک ذمہ داری کے ساتھ ایک بات کہتاہوں،یہ جو مشہور کیا گیاہے حضور سید شاہ آل رسول کے بارے میں سید شاہ آل رسول احمدی کے بارے میں کہ انہوں نے فرمایا:

”کہ قیامت کے دن جب خدامجھ سے پوچھے گا کیالائے میرے لیے تو میں کہوں گا احمد رضالے کرآیا۔یہ بات میرے دادااحمدی پر جھوٹ پیش کی گئی ہے۔سن لواس بات کو،سن لو میں کھلم کھلابول رہاہوں یہ بالکل جھوٹ کہاگیاہے۔حضوراحمدی سے جب ان کے مرید نے آخری وقت پر پوچھاکہ آپ کچھ نصیحت فرمادیجیے!





توآپ نے معلوم ہے کیافرمایا، پیرو مرشد ہیں یہ مولانا احمد رضا صاحب کے آپ نصیحت فرمائیے توآپ نے فرمایا: اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول، اس کے آگے کچھ نہیں فرمایا۔ اور یہ جو باتیں ہیں یہ میرے دادا پر جھوٹ گڑھی گئی ہیں۔ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹ گڑھا گیا ہے، کہ انہوں نے کہا کہ پیش کردوں گا کہ احمد رضا کو لے کے آیا ہوں، کیسے کیسے جھوٹ، شفیق صحیح کہہ رہے تھے کہ جھوٹ پر پوری عمارت کھڑی کری گئی ہے۔"

سید صاحب نے ذمہ دار اسٹیج سے اہل سنت کے درمیان مشہور بات کو بڑی ذمہ داری کے ساتھ جھوٹا بتادیا۔ یہ تک نہیں سوچا کہ جن کے حوالے دے کر اسٹیج کو ذمہ دار بتایا ہے وہ بھی سید صاحب کی اس تحقیق جدید کی زد میں جھوٹے ثابت ہوجائیں گے، بلکہ اصل جھوٹ کا الزام انہیں کے سر جائے گا؛ کیوں کہ وہ گھر کے ہیں۔ جب وہ ہی کہہ رہے ہیں تو باہر والے کہیں تو ان پر کیا الزام۔

ہم یہاں پہلے سید صاحب کے والد گرامی اور ان کے دادا وغیرہ مشائخ مارہرہ مقدسہ کے حوالے سے اس واقعہ کی حقیقت واقعی معلوم کرتے ہیں۔ اس کے بعد خود سید صاحب سے بھی اس کا حوالہ پیش کریں گے۔

سید صاحب کے والد گرامی حضور نظمی میاں علیہ الرحمہ اس واقعہ سے متعلق رقم طراز ہیں:

"جدی کریم حضور پرنور سیدنا شاہ آل رسول احمدی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر رب تبارک و تعالیٰ مجھ سے فرمائے گا کہ میرے واسطے کیا لایا تو میں احمد رضا کو پیش کردوں گا۔"

[امام احمد رضا نمبر، قاری: اپریل ۱۹۸۹ء ص ۲۴۳]

یہی حضور نظمی میاں سہ ماہی افکار رضا ممبئی میں اپنے ایک مضمون میں اس واقعہ کو لے کر ایک غلط بیانی کا رد کرتے ہوئے اور صحیح واقعہ بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"بیعت کے بعد کے واقعات میں اکثر غلو کی آمیزش پائی جاتی ہے۔ لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں مثلاً شاہ آل رسول نے اعلیٰ حضرت کو بیعت کرنے کے بعد فرمایا مجھے بہت دنوں سے اپنی نجات کی فکر دامن گیر تھی الحمدللہ آج وہ فکر دور ہوگئی۔ گویا بریلی کے مولانا احمد رضا خاں قطب مارہرہ شاہ آل رسول احمدی کے لیے نجات دہندہ بن کر آئے تھے۔ اصل واقعہ صرف اتنا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو بیعت کرنے کے ساتھ ساتھ حضور خاتم الاکابر نے انہیں خاندان کی تمام خلافتوں اجازتوں اور وظائف واوراد سے بھی نوازا۔

جب حضور خاتم الاکابر کے بھتیجے اور خلیفہ حضور سید شاہ حسن حیدر کو معلوم ہوا تو انہوں نے دبی زبان سے پوچھا ہمارے خاندان کا تو یہ وطیرہ رہا ہے کہ خلافت دینے سے پہلے سالہاسال مجاہدہ کرایا جاتا ہے اور جب ریاضت و مجاہدے کی بھٹی میں تپ کر کندن بن کر نکلتا ہے تب اس کے سر پر خلافت کا تاج رکھا جاتا ہے۔ اس کے برعکس آپ نے بریلی کے ان صاحب زادے کو کسی بھی طرح کے مجاہدے کے بغیر ساری خلافتیں

اور اجازتیں عطا کر دیں۔

خاتم الاکابر مسکرائے اور فرمایا: اور لوگ میل کچیل زنگ آلود دل لے کر آتے ہیں، اس کے تزکیہ کے لیے ریاضت و مجاہدے کی ضرورت ہوتی ہے، یہ مصفی و مزکی قلب لے کر آئے انہیں ریاضت و مجاہدے کی کیا ضرورت تھی انہیں صرف نسبت کی ضرورت تھی سو وہ ہم نے دے دی۔ اس کے بعد حضور خاتم الاکابر نے وہ مشہور و معروف جملہ ارشاد فرمایا:

''ایک عرصہ سے یہ فکر لاحق تھی کہ بروز حشر اگر احکم الحاکمین نے سوال فرمایا کہ آل رسول تو ہمارے لیے کیا لایا؟ تو میں کیا پیش کروں گا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ آج وہ فکر دور ہوگئی۔ اب حشر میں رب پوچھے گا اے آل رسول ہمارے لیے کیا لایا تو کہ دوں گا احمد رضا کو لایا۔''

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ روایتوں کے تضاد نے اصل واقعہ کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔ حضور خاتم الاکابر شاہ آل رسول احمدی نے اپنے ولی عہد سید شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ کو اس موقع پر ایک وصیت فرمائی جس سے ۲۲ر سال کی عمر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی جملہ علوم و فنون میں مہارت کا پتہ چلتا ہے آپ نے فرمایا: دیکھو اب ہمارے خاندان کے اکابر کی جو کتابیں شائع ہوں ان دونوں عالموں (مولانا احمد رضا خاں اور مولانا عبدالقادر بدایونی) کو دکھائی جائیں اور یہ جیسی اصلاح کریں قبول کی جائے پھر اشاعت ہو۔''

[افکار رضا ممبئی، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۷ء: ص ۲۲، ۲۳]

کتاب ''فن شاعری اور حسان الہند'' میں بطور تقریظ حضور نظمی میاں علیہ الرحمۃ کی تحریر شامل ہے اس میں آپ اس واقعے کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''دنیائے ارادت میں غالباً یہ پہلا واقعہ ہے کہ جب ایک مرشد اپنے رب کے حضور تحفے کے طور پر اپنے مرید کو پیش کرنے کی خواہش ظاہر کر رہا ہے۔'' [فن شاعری اور حسان الہند: ص ۲۶]

حضور احسن العلماء سید حسن میاں صاحب علیہ الرحمہ اپنے ایک انٹرویو میں حضور اعلیٰ حضرت کی بیعت کا ذکر فرمانے کے بعد حضور آل رسول احمدی علیہ الرحمہ کا مذکورہ فرمان نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور فرمایا الحمد للہ آج میں مطمئن ہوگیا اب خدا جب مجھ سے قیامت میں پوچھے گا کہ ہمارے یہاں کے لیے کیا لایا تو میں اپنے مولوی احمد رضا خاں (قدس سرہ العزیز) کو پیش کر دوں گا۔''

[ماہنامہ، استقامت، کانپور: دسمبر ۱۹۷۵ء ص ۱۸]

حضور امین ملت دام ظلہٗ اپنے والد ماجد حضور سید احسن العلما اور عم مکرم سید العلما علیہما الرحمۃ والرضوان اور دادا صاحب حضرت سید آل عبا قادری نوری علیہ الرحمہ کے حوالے سے حضور اعلیٰ حضرت کی بیعت کا واقعہ

تفصیل سے بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر رقم طراز ہیں۔

"اسی مجلس میں اعلیٰ حضرت کے مرشد سیدی آل رسول قدس سرہ نے ارشاد فرمایا میاں صاحب ایک فکر عرصہ سے پریشان کیے ہوئے تھی بحمد اللہ آج وہ دور ہوگئی قیامت میں جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ آل رسول ہمارے لیے کیا لایا تو میں اپنے مولوی احمد رضا خان کو پیش کر دوں گا۔"

[امام احمد رضا نمبر: قاری اپریل ۱۹۸۹ء ص ۲۳۷، ۲۳۶]

حیرت کی بات یہ کہ ۱۷ سال قبل اہل سنت کی آواز جو مارہرہ شریف سے نکلنے والا بابرکت سالانہ مجلہ ہے اس میں خود آنجناب نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ مگر کیوں کہ طویل عرصہ گزر گیا اس لیے حضرت کو خود کا لکھا ہوا یاد نہیں رہا۔ ہم یاد کرائے دیتے ہیں۔

سید صاحب لکھتے ہیں:

"وہی امام احمد رضا جن کو اپنے جیسا بنانے کے بعد حضور آل رسول احمدی مطمئن ہو گئے، کہ اب اپنے رب کی بارگاہ میں سرخ رو حاضر ہو جاؤں گا اور سوال ہوگا تو اپنے اس مرید بامراد کو پیش کر دوں گا۔"

[اہل سنت کی آواز: اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص ۲۷۰]

متذکرہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں صاف ہو گیا کہ حضور اعلیٰ حضرت کو ان کے پیر و مرشد کا خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے کا واقعہ بالکل سچا ہے؛ جس کی گواہی کے لیے کسی مولوی یا کسی پیر کی ضرورت نہیں ہے بس حضور سیدی آل رسول احمدی علیہ الرحمہ کے اہل خانہ اور ان کے مقدس شہزادوں کی شہادتیں ہی کافی ہیں۔ ان شہادتوں کے ہوتے ہوئے سید صاحب کا اس واقعہ کو گڑھا ہوا اور، جھوٹا بتاتے ہوئے یہ کہنا کہ

"اور یہ جو باتیں ہیں یہ میرے دادا پر جھوٹ گڑھی گئی ہیں۔ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹ گڑھا گیا ہے، کہ انہوں نے کہا کہ پیش کر دوں گا کہ احمد رضا کو لے کے آیا ہوں، کیسے کیسے جھوٹ ...... شفیق صحیح کہہ رہے تھے کہ جھوٹ پر پوری عمارت کھڑی کری گئی ہے۔"

اپنے بزرگوں کے تقدس کو پامال کرنا اور انہیں جھوٹا ثابت کرنا ہے۔ اگر سید صاحب "شفیق" کے صحیح کو اب بھی صحیح مانیں، تو جھوٹ پر پوری عمارت کھڑا کرنے کا الزام کسی اور پر نہیں اپنے گھر والوں پر لگا بیٹھیں گے۔ العیاذ باللہ۔!! بلکہ اس عمارت کی تعمیر میں حصہ لینے کے سبب خود بھی زد میں آجائیں گے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت:۔

سید صاحب اپنی تقریر میں مسلک اعلیٰ حضرت اور ذات اعلیٰ حضرت کی مخالفت کا از خود اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"شفیق اس مشن پر چل رہا ہے جس مشن کو آگے بڑھانے کے لیے میرے والد گرامی نے مارہرہ کی گدی کی محافظت میرے سپرد کی تھی۔ ہاں بہت سارے لوگ کہتے ہیں کہ سبطین میاں فلانے مسلک کے خلاف ہیں یا فلانے مولوی صاحب کے خلاف ہیں میں کسی کا آپریشن کرنے نہیں آیا ہوں۔"

سید صاحب! آپ کے والد گرامی کا مشن ان کی کتابوں سے ظاہر ہے ان کا ایک بہت بڑا مشن مسلک اعلیٰ حضرت کا فروغ اور اس کی ترویج واشاعت تھا، مگر آپ اپنے والد گرامی کے مشن سے کافی دور ہوتے جا رہے ہیں جس کا ذکر خود آپ نے یوں کیا ہے:

"بہت سارے لوگ کہتے ہیں کہ سبطین میاں فلانے مسلک کے خلاف ہیں یا فلانے مولوی صاحب کے خلاف ہیں۔"

حضرت! فی الوقت آپ کے تعلق سے یہ بات افواہ نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے اور خود یہ پوری تقریر اس کی زندہ مثال ہے کہ آپ مسلک اعلیٰ حضرت اور اعلیٰ حضرت کی مخالفت میں سرگرم ہیں۔ حالاں کہ آپ کے والد گرامی نے مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت کرنے والوں کو یہ سوغات دی ہے خود ملاحظہ فرمالیں ؎

مسلک اعلیٰ حضرت کے نعرے لگیں | نام کے پیر زادوں کے سینے جلیں
وقت پڑھنے پہ ان کے ہی فتوے پڑھیں | اور حوالے ان ہی کی کتابوں سے دیں
لے کے نام رضا دشمنوں سے لڑیں | پھر بھی نام رضا پر وہ جل بھن مریں
نظمی ایسوں کے منہ پر کرو آخ تھو | پھر لگاؤ وہی نعرہ اللہ ھو

اللہ ھو اللہ ھو اللہ ھو

اور مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لیے دعا فرمائی ہے، جو ان شاء اللہ رائیگاں نہ جائے گی۔ ؎

مسلک احمد رضا یوں ہی پھلے پھولے سدا
ظلمت بدعت مٹائے اعلیٰ حضرت کا چراغ

[بعد از خدا:۱۰۰]

اور کسی نے ان کو اعلیٰ حضرت کا مخالف کہہ دیا تو اس انداز میں بد دعا دے کر اعلیٰ حضرت کی مخالفت کا انجام ظاہر فرمایا ہے ؎

نظمی کو جو رضا کا مخالف کہے مرتے دم اس کے لب پہ نہ کلمہ رہے
ہمہ دانی کا دعوی ہے جس شخص کو وہ منافق ہے جھوٹا دغاباز ہے

[مرجع سابق:۱۹۶]

مزید سید صاحب کہتے ہیں کہ :

"ہم ان گلیوں کا پتہ نہیں پوچھتے جہاں پر جانے میں ہمیں انٹرسٹ نہیں ہے۔ہم ذکر ہی نہیں کرتے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے۔کیا ہمارے پاس بزرگ کم ہیں۔بارہ امام ہمارے پاس،ہیں نا،ہم کیوں ایک کو اور وہ بھی ایک ایسا جس کو پتہ نہیں کس نے امام بنایا۔ہمارے پاس بارہ امام ہیں الحمدللہ۔"

مذکورہ بالا نظریہ سید صاحب کا ہے مگر سید صاحب کے آبا و اجداد کا نظریہ سید صاحب کے بالکل برعکس تھا۔ان کا معاملہ تو یہ تھا کہ وہ حضور اعلیٰ حضرت کا ذکر کیے بغیر محفل مکمل نہیں سمجھتے تھے۔انہیں اعلیٰ حضرت سے اس قدر محبت تھی کہ اپنی نجی محفلوں میں بھی ان کا ذکر کرتے رہتے تھے اور یہ بارہ امام تو ان کے بھی تھے مگر انہوں نے اعلیٰ حضرت کو بھی اپنا امام بتایا اور جا بجا جتایا بھی۔تو کیا ان کے پاس بزرگ کم پڑ گئے تھے؟کیا ان کو نہیں معلوم تھا کہ امام بارہ ہی ہیں اس سے زیادہ امام بنانے کی اجازت نہیں ہے؟

آئیں ہم اس تعلق سے چند حوالے سید صاحب کے گھر سے پیش کردیں تاکہ سید صاحب کی تسکین ہوجائے۔اعلیٰ حضرت کے ذکر سے متعلق سید صاحب کے والد گرامی علیہ الرحمہ کے درج ذیل دو اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

مارہرہ پر یہ فضل ہے آل رسول کا
تقریب کوئی سی بھی ہو احمد رضا کی ہے

[مرجع سابق:۳۲۴]

عرس سید ہو کہ ہو عرس شہ قاسم کا
بزم برکات میں بس ذکر رضا کا دیکھو

[مرجع سابق:۳۲۵]

اب سید صاحب ہی بتائیں کہ کیا خانقاہ مارہرہ شریف کی محفلوں میں اعلیٰ حضرت کا ذکر کیا جانا اس بات کی طرف مشیر ہے کہ ان کے بزرگ کم تھے؟یا بس اعلیٰ حضرت کی محبت کی بے مثال مثال ہے؛جو کہیں اور نہیں ملتی۔یقیناً ایسا ہی تھا۔

اچھا سید صاحب نے یہ جو کہا کہ

"ہم کیوں ایک کو اور وہ بھی ایک ایسا جس کو پتہ نہیں کس نے امام بنایا۔"

سید صاحب آپ کے بڑوں نے،آپ کے گھر والوں نے اعلیٰ حضرت کو امام اہل سنت لکھا اور بولا کبھی کسی کو کوئی اعتراض نہیں رہا مگر آپ کو بھلا کیوں یہ سوجھی؟اپنے بزرگوں کی روش کے خلاف آپ نے اس طرح کی

بات کیوں سوچی؟ خیر یہ آپ جانو ہم اس کا جواب بھی آپ کے گھر سے پیش کر دیتے ہیں۔

آپ کے والد گرامی علیہ الرحمہ کی یہ تحریر شاید آپ کے کچھ کام آجائے ہم نقل کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

"ان کی نظریں اس وقت احمد رضا میں خاتم الاکابر شاہ آل رسول کو دیکھ رہی ہیں۔ سبحان اللہ کیا طالب اور کیا مطلوب۔ تصرف ہو تو ایسا ایک نظر میں اپنے جیسا بنا دیا۔ حجرہ شریف میں داخل ہوئے تھے احمد رضا اور جب باہر تشریف لائے تو واقف رموز جلیلہ و خفیہ کاشف غوامض علمیہ حلال مشکلات ماہر علم و فن علامہ زمن مرجع العلما محی الملت والدین شیخ الاسلام والمسلمین **امام اہل سنت** اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد اعظم دین وملت بن چکے تھے۔" [امام احمد رضا نمبر، قاری: اپریل ۱۹۸۹ء ص ۲۳۵]

ایک اور مقام پر حضور نظمی میاں فرماتے ہیں:

"دراصل شاہ آل رسول احمدی کی دوررس نگاہوں نے اپنی مومنانہ فراست سے یہ دیکھ لیا تھا کہ بریلی کا یہ نوجوان کل دنیائے سنیت کا مجدد اور علوم ظاہری و باطنی کا **امام** بن کر چمکے گا اور اس کے سر پر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نیابت کا تاج رکھا جائے گا نظمی اپنی ایک نظم میں کہتا ہے۔

یہی تھے وہ خاتم الاکابر کہ جن کے ہاتھوں بکے بریلی کے خان زادے، کہ جن پہ نازاں تھے، ان کے مرشد، یہی وہ احمد رضا تھے جن کو علوم ظاہر علوم باطن میں سب نے اپنا **امام** مانا، انہیں کی تقلید اس زمانے میں سنیت کی کسوٹی ٹھہری۔" [سہ ماہی افکار رضا ممبئی: اکتوبر تا دسمبر، ۲۰۰۷ء ص ۲۳، ۲۴]

بقول آپ کے والد گرامی کے حضور اعلیٰ حضرت کو ان کے پیرو مرشد آپ کے جدامجد حضور خاتم الاکابر سید آل رسول احمدی نے امام بنایا تھا۔ اب اپنے جدامجد اور اپنے والد گرامی پر انگشت نمائی مت کر بیٹھنا، ورنہ.......خیر جب یہ ثابت ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت کو آپ کے جدامجد نے ہی امام بنایا تو ہم یہ بھی بتا دیں کہ یوں تو بہتوں نے اعلیٰ حضرت کو امام، کہا اور لکھا مگر آپ کے خانوادہ نے اس کو بھی اپنے ہی حصہ میں رکھا اور خاتم الاکابر کے بنائے اس امام کی امامت کا اعلان کتابوں تقریروں کے ذریعہ کر کے اپنی محبتوں کا ثبوت بھی عطا فرمایا۔ اور ان کے امام اہل سنت ہونے پر مہر تصدیق بھی ثبت کر دی۔ چند مثالیں پیش ہیں ملاحظہ فرمائیں:

حضور نظمی میاں حضور اعلیٰ حضرت کی تعریف میں کچھ اس طرح رطب اللسان ہیں:

"مرشد روشن ضمیر نے اپنے پیارے مرید کی پیشانی پر دست قدرت کی لکھی روشن تحریریں پڑھ لیں، بریلی کے مقدس گھرانے کا یہ فرد آگے چل کر اس صدی کا مجدد بنے گا، حضور غوث اعظم پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نائب اور رسول مکرم سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وارث ہوگا، اس کا سینہ انوار و معارف

وعلوم وحقائق لدنیہ کا خزینہ بنایا جائے گا۔ جس کا ظرف اتنا ہی عالی ہے اس کے لیے عطا میں کیوں کمی کی جائے۔ دینے والے مجسم عطا، لینے والے سراپا رضا سونا تو پہلے ہی تھے طریقت کی آنچ ملی تو کندن ہو گئے۔

سلام اس پر کہ جسے حرمین محترمین کے مفتیان کرام وائمہ حرمین عظام وجمیع علمائے اسلام نے عالم علامہ کامل، استاد ماہر، مجاہد، معزز، باریکیوں کا خزانہ، محفوظ، برگزیدہ، گنجینہ علوم کے مشکلات ظاہر وباطن کا کھولنے والا، دریائے فضائل، علمائے عمائد کی آنکھوں کی ٹھنڈک، **امام**، پیشوا، روشن ستارہ، اعدائے اسلام کے لیے تیغ براں، استاد معظم، دریائے ذخار، بسیار فضل، دلیر، بلند ہمت، ذہین، دانش مند، بحر ناپید اکنار، شرف وعزت والا، صاحب ذکا، ستھرا، کثیر الفہم، یکتائے زمانہ، اپنے وقت کا یگانہ، اس صدی کا مجدد، زبردست عالم، عظیم الفہم، جن کی فضیلتیں وافر، بڑائیاں ظاہر، علم کا کوہ بلند، زبان والا، حاوی جمیع علوم، وارث نبی، مایہ افتخار علما، مرکز دائرہ علوم، حامی شریعت، فخر اکابر، آفتاب معرفت، کریم النفس، عالم باعمل، عالی ہمم، نادر روزگا، خلاصہ لیل ونہار، کے نام سے یاد کیا۔ سلام اس پر کہ جسے اللہ عزوجل نے محض اسلام کی حمایت اور دین کی تجدید کے لیے پیدا فرمایا جس نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی تشنگان بادیہ ضلالت کے لیے رشد وارشاد کے دریا بہائے جس نے عمر بھر دین کے رہزنوں اور ایمان کے ڈاکوؤں سے مقابلہ فرمایا۔" [امام احمد رضا نمبر: قاری اپریل ۱۹۸۹ء ص ۲۳۵]

سید حسن میاں لکھتے ہیں:

"نجومیوں، ہیئت دانوں کا قول، جنتریوں کی اٹکلیں، ریڈیو، ٹیلیفون اور تار کے اخبار اور افواہ بازاروں میں سے کوئی بھی اثبات رویت ہلال میں شرعاً قابل اعتبار نہیں جیسے بے دینوں بد دینوں رافضیوں نیچریوں وہابیوں وغیرہم کی گواہیاں۔ ان مسائل میں کافی ووافی تحقیق اعلیٰ حضرت **امام اہل سنت** مجدد ماۃ حاضرہ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے مبارک فتوی ازکی الاہلال وغیرہ میں ہے۔" [اہل سنت کی آواز جلد دوم: حصہ ۸ و۹، ص ۱۴۱]

احسن العلماء اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی جنہیں آپ نہیں بلکہ آپ سے بہت پہلے سے عرب وعجم اپنا **امام** مان رہا ہے۔ سبحان اللہ وہ **امام** ہیں علیہ الرحمۃ والرضوان ......وہ فرما رہے ہیں جو مجدد ماۃ ماضیہ تھے، جو اپنے وقت کے **امام** تھے **امام** علم وفن تھے۔" [یاد حسن: ص ۳۴۷]

"حضور احسن العلماء کو تاج العلماء نے جو خلافت عطا فرمائی ہے اس خلافت نامے میں اعلیٰ حضرت کو دو مقام پر امام اہل سنت لکھا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔ [یاد حسن: ص ۳۹، سیدین نمبر: ص ۷۲۵]

مذکورہ بالا حوالہ جات سے صاف ہے کہ اعلیٰ حضرت کو امام کس نے بنایا اور کب بنایا اور کیوں بنایا نیز مذکورہ

بالاعبارات میں ان سارے سوالات کے جوابات موجود ہیں جو سید صاحب نے کیے ہیں۔ محبت کی عینک لگاکر اگر مطالعہ کیا جائے گا توان شاء اللہ شکوک وشبہات کے قید وبند کھلتے نظر آئیں گے۔

اعلیٰ حضرت سے مشائخ مارہرہ کی محبت:۔

سید صاحب اعلیٰ حضرت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں:

''کچھ لوگ حجت پیش کرسکتے ہیں بھائی ایسا ہے کچھ بزرگوں نے ایسا بھی کہا ہے کہ اعلیٰ حضرت اے ٹی ایم ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ وہ اے ٹی ایم ہیں اور اے ٹی ایم کا کیا حال ہے وہ نوٹ بندی میں آپ نے دیکھ ہی لیا۔ اے ٹی ایموں کا کیا حال ہوا ہے کہ اللہ دے اور بندہ لے۔ یہ سب باتیں جذباتی ہوتی ہیں کوئی اے ٹی ایم وے ٹی ایم نہیں ہے۔ ہاں صحیح بتارہوں میں آپ سے۔ مذہبی بلیک میل کرنے کے لیے سب یہ نام استعمال کیے جاتے ہیں۔''

سید صاحب کے مذکورہ بالا جملوں میں صاف طور پر حضور اعلیٰ حضرت کی توہین کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ مگر ہم اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرتے، ہاں البتہ ہم یہاں یہ باور کرادیں کہ حضور اعلیٰ حضرت کو اے ٹی ایم کہا گیا مگر حسن اتفاق کہ کہنے والا کوئی ستا ملا یا کوئی ایرا غیرا نتھو کھیرا نہیں ہے بلکہ خانوادہ برکاتیہ کا وہ مقدس سجادہ ہے جسے دنیائے سنیت میں مسلک اعلیٰ حضرت کا امین ومحافظ مانا جاتا ہے۔

یعنی امین ملت حضور امین میاں دامت برکاتھم القدسیہ جو اپنے والد گرامی حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کا حق نیابت صحیح طور ادا کرتے ہوئے مسلک اعلیٰ حضرت کی حمایت اور ترویج واشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ جو سید صاحب کے چچا بھی ہیں وہ ۱۴ مئی، ۲۰۱۶ء کو امان سوسائٹی سورت گجرات میں اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں:

''ہمیں جو عقیدہ ملا ہے وہ مسلک اعلیٰ حضرت ہے، اس کو سن کر ہم لوگ تو بہت خوش ہوتے ہیں لیکن کچھ ایسے کم نصیب بھی ہیں کہ جن کے ماتھے پر شکنیں پڑجاتی ہیں۔ میں آپ کو گارنٹی سے بتاتا ہوں جو اپنے آپ کو سنی کہتا ہے امام احمد رضا اس کی مذہبی ضرورت بھی ہیں اور اس کی معاشی ضرورت بھی ہیں۔ امام احمد رضا ایک اتنا بڑا اے ٹی ایم ہے بلاتشبیہ، اور اس اے ٹی ایم میں کارڈ نہیں لگانے کی ضرورت ہے۔ ہر اے ٹی ایم میں کارڈ لگتا ہے کارڈ جب پنچ ہوتا ہے تو اس میں سے پیسہ نکلتا ہے۔ امام احمد رضا کے اے ٹی ایم سے سب فیض اٹھا رہے ہیں۔ فیض بھی اٹھا رہے ہیں اور امام احمد رضا میں کیڑے بھی نکال رہے ہیں لیکن اللہ کا شکر ہے ہمیں اپنے باپ دادا سے فاضل بریلوی کا عشق ورثے میں ملا ہے۔''

اور سید صاحب کا یہ کہنا کہ: ''مذہبی بلیک میل کرنے کے لیے سب یہ نام استعمال کیے جاتے ہیں''

توسید صاحب اس معاملے میں بھی آپ کے گھر والے زد میں آئیں گے، کیوں کہ حضور اعلیٰ حضرت سے بے پناہ محبت اور اکثر ان کا ہی نام لینا آپ کے گھر والوں کا وطیرہ رہا ہے۔ آئیں ایک دو مثالیں پیش ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت کا نام لینے سے متعلق سید العلماء کا یہ قول کام آے گا ملاحظہ فرمالیں:

''عاشق خانوادہ رسول امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ارے میاں جبھی تو ہم کہا کرتے ہیں اعلیٰ حضرت کا دامن (سامعین،، نہیں چھوڑیں گے) یوں ہی تھوڑی کہہ دیا کرتے ہیں کسی اتو بتو کے متعلق نہیں کہتے ہیں، کسی خیرو چپو کے متعلق نہیں کہتے ہیں، کسی بازار گشت کے متعلق نہیں کہتے ہیں، کسی فٹ پاتھی کے متعلق نہیں کہتے ہیں، بلکہ اعلیٰ حضرت کے متعلق کہتے ہیں۔ صبح تم سن چکے میرے بھتیجے نے کہا ہے، خان زادہ سیدوں کا اعلیٰ حضرت بن گیا...... ہمارے بچوں کی زبانیں کھلتی ہیں تو اللہ اور اللہ کے رسول کے نام کے ساتھ ساتھ سبحان اللہ اعلیٰ حضرت کا نام زبان پر بچپن ہی سے آجاتا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔'' [یاد حسن ۳۵۵]

اب سید صاحب کیا کہنا چاہیں گے کہ یہاں بچپن ہی سے اعلیٰ حضرت کا نام زبان پر آجاتا ہے تو کیا یہ مذہبی بلیک میل کرنے کے لیے ہے سب کچھ؟

سید صاحب کے والد حضور نظمی میاں اپنے والد کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو چشم و چراغ خاندان برکاتیہ کا لقب عطا فرمایا۔ میرے والد ماجد سید العلماء مولانا مولوی مفتی حافظ قاری الحاج سید آل مصطفی سید میاں قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے سچے عاشق تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے علمائے متقدمین وفقہائے محدثین کا علم واجتہاد اور ان کی عظمت وفضیلت سر آنکھوں پر ہمیں تو اپنے اعلیٰ حضرت ہی کافی ہیں۔ خاندان برکاتیہ آج بھی اپنے ساتھ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نسبت کو باعث صد افتخار سمجھتا ہے۔ ہماری محفلیں ہمارے اعراس آج بھی بریلی والے بڑے مولانا صاحب کے نعتیہ کلام سے گونجتے ہیں۔ ہم آج بھی سینہ ٹھونک کر اعلان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت ہمارے ہیں اور ہم اعلیٰ حضرت کے۔ ہمارے وظائف واد عیہ آج بھی اسی دعا پر ختم ہوتے ہیں جاری رہے تاروز جزا سلسلہ اعلیٰ حضرت کا، فیضان اعلیٰ حضرت کا۔''

[امام احمد رضا نمبر: قاری اپریل ۱۹۸۹ء ص ۲۳۷]

پروفیسر سید جمال الدین اسلم برکاتی صاحب قبلہ جو احسن العلماء علیہ الرحمہ کے بھانجے اور سید صاحب کے ماموں ہیں، وہ اپنے پیرو مرشد حضور احسن العلماء کی الفت اعلیٰ حضرت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''میرے اعلیٰ حضرت میرے اعلیٰ حضرت یہ تو حضور مرشد اعظم کا جیسے تکیہ کلام ہو۔''

[ماہنامہ اہل سنت کی آواز: اکتوبر ۱۹۹۹ء ص ۱۶]

حضور احسن العلماء نے وقت وصال حضور رفیق ملت نجیب میاں صاحب قبلہ سے فرمایا:

"بیٹا امام احمد رضا کو جانتے ہو؟ نجیب میاں نے جواب دیا: پاپا اعلیٰ حضرت کو کون نہیں جانتا فرمایا بس ان کا دامن کبھی نہ چھوڑنا۔" [یاد حسن ۲۹۳]

حضور نظمی میاں کے درج ذیل اشعار بھی ملاحظہ فرمالیں جو نظمی میاں کی حضور اعلیٰ حضرت سے، ان کے شہر سے اور ان کے نام سے محبت کی غمازی کرر ہے ہیں ؎

نام اعلیٰ حضرت پر جاں نثار کرتے ہیں
ہاں ہمیں بریلی سے ایسی ہی عقیدت ہے

[بعد از خدا: ص ۳۰۷]

شہر بریلی تجھ پر فضل ہے نوری کا
آج بنا تو مرکز اہل سنت ہے

[مرجع سابق: ۳۲۳]

مرکز ہے سنیت کا بریلی کا شہر پاک
چمکائی ہے رضا نے شریعت رسول کی

[مرجع سابق: ۱۶۱]

احمد رضا سے الفت سید میاں نے دی ہے
ہاں ہاں بریلویت سید میاں نے دی ہے

[مرجع سابق: ۳۳۵]

مسلک اعلیٰ حضرت:

مسلک اعلیٰ حضرت پر حملہ کرتے ہوے سید صاحب کہتے ہیں کہ

"دیکھو ایک بات سنو مسلک میرے دادا نے دیا یہ جو مسلک اعلیٰ حضرت کی ٹٹ پنجیاں ہاتھ میں لیے پھر رہے ہیں لوگ یہ جھنجھنا، یہ جھنجھنا ہاتھ میں کھلونا تھمایا ہے، میرے دادا آل مصطفیٰ نے سمجھے، اور یہ بد مذہبوں کے خلاف علی کی تلوار بنا کے تھمایا تھا۔ اور جب ہم نے دیکھا، کہ یہ تلوار سے ہٹ کر جھنجھنا بن گیا ہے۔ تو ہم نے ہاتھ سے چھین لیا۔ کہ لاؤ واپس کر دو ہمارا، ہاں، کل شی یرجع الی اصلہ، اور ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ مارہرہ سے مسلک نکلا تھا اور مارہرہ سے یہ مسلک نکلے گا۔ اور مارہرہ ہے سید شاہ برکت اللہ کی نگری، جہاں کا مسلک ہے انسانیت۔ جہاں کا مذہب ہے محبت۔ اور جہاں کا دین ہے اعلیٰ انسانی قدروں کی تبلیغ کرنا۔

اور ہم بتادیں حضرت کو کہ حضرت آپریشن بیمار کا کیا جاتا ہے ،اور جب وہ بیماری کینسر ہو تو اس ٹکڑے کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے یہ مسلک کینسر بن گیا تھا بر کاتیت میں اس لیے ہم نے اس کو کاٹ کر پھینک دیا۔"

سید صاحب نے جس طرح مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف بیان بازی کی ہے وہ یقیناً افسوس ناک ہے۔

مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت پر کسی کو کلام نہیں ہے ،سید صاحب کے بزرگوں کی مسلک اعلیٰ حضرت سے متعلق خدمات اہل سنت سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت کو کینسر بتا کر کاٹنے سے پہلے سید صاحب کو سوچنا چاہیے کہ آپ کے اکابر نے اس کو دین حق سے تعبیر کیا ہے ،اور دین کو کینسر سے تعبیر کرنا خود بد عقیدگی کے کینسر سے کم نہیں ہے۔ اور جب تمام اہل سنت اور خاص کر مشائخ مارہرہ مقدسہ نے صاف کر دیا ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت دین حق ہی کا نام ہے۔ تو دین پر آپ کی اجارہ داری نہیں ہے اور بھی ہیں دنیا میں۔ خود آپ کے خانوادے کے آپ کے بڑے موجود ہیں جو اب بھی مسلک اعلیٰ حضرت کی حمایت میں سرگرم ہیں۔

اور آپ کے مرکز عقیدت بلگرام شریف، مسولی شریف اور کالپی شریف کے مشائخ بھی موجود ہیں، جو الحمد للہ مکمل مسلک اعلیٰ حضرت کی حمایت اور دن رات مسلک کی ترویج واشاعت میں کوشاں ہیں۔ ان سے بڑھ کر تو سید صاحب طبیب نہیں ہو سکتے جو کینسر کی تشخیص کر کے اسے کاٹنے کی فکر میں پڑ گئے ہیں۔

مسلک اعلیٰ حضرت دین حق ہے اور دین کبھی کینسر نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ اس سے منسوب کچھ لوگ بھلے ہی عقیدے اور عمل کے اعتبار سے کینسر جیسے ایمان لیوا مرض میں مبتلا ہو جائیں، تو اس سے دین پر کیا حرف آسکتا ہے۔ آئیں ہم مسلک اعلیٰ حضرت کی تعریف اور اس کی حمایت میں سید صاحب کے گھر سے چند حوالے پیش کرتے ہیں تا کہ مسلک اعلیٰ حضرت کو کینسر بتانے سے پہلے سید صاحب سوچ لیں کہ اس کینسر میں کہیں ان کے بڑے تو مبتلا نہیں ہیں۔ العیاذ باللہ!

اب ہم یہاں مسلک اعلیٰ حضرت کے دین حق ہونے، مذہب مہذب ہونے، مذہب اہل سنت ہونے پر مشائخ مارہرہ شریف سے چند حوالے پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

سید محمد اشرف صاحب قبلہ یاد حسن میں اپنے والد گرامی حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی مسلک اعلیٰ حضرت سے وابستگی اور محبت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مسلک اعلیٰ حضرت سے ان کا لگاو اس قدر گہرا تھا کہ اپنے وصال سے کچھ دن پہلے انہوں نے اپنے بیٹوں کو اپنی جائداد کے بارے میں نہیں بلکہ مسلک اعلیٰ حضرت کے تحفظ اور ترویج کی وصیت کی وہ مسلک اعلیٰ حضرت کو اسوہ صحابہ، ارشادات امام اعظم، طرز غوث پاک اور طریقہ صاحب البرکات سے جدا تصور نہیں کرتے تھے۔" [یاد حسن: ص۱۶]

مزید اپنے والد گرامی کی وصیت سے متعلق فرماتے ہیں:

’’وصال سے چندروز قبل اپنے بیٹوں کو وصیت کی میرا کوئی مرید اگر مسلک اعلیٰ حضرت سے ہٹ جائے تو پھر مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔‘‘[مرجع سابق: ص۴۱]

سید صاحب کے والد گرامی حضور نظمی میاں فرماتے ہیں ؎

یہ دینِ سید عالم کی خدمت کی سعادت ہے
کہ دنیا بھر میں ہے مشہور مسلک اعلیٰ حضرت کا
امام احمد رضا سے جلتے ہیں جو نام کے سید
انہیں بھاری پڑے گا حشر میں دعویٰ سیادت کا

[اہل سنت کی آواز: اکتوبر ۱۹۹۹ء ص۹۹]

پروفیسر سید جمال الدین اسلم برکاتی صاحب قبلہ لکھتے ہیں:

’’خانقاہ برکاتیہ سے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کا جو سلسلہ جاری ہے وہ ایک موروثی فریضہ ہے دراصل مسلک اعلیٰ حضرت خانقاہ برکاتیہ کا عظیم ترین علمی ودینی تحفہ وورثہ ہے جو ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور ان شاء اللہ منتقل ہوتا رہے گا۔‘‘[مرجع سابق: ص۳]

حضور امین ملت فرماتے ہیں:

’’نوری دادا، نے اعلیٰ حضرت کو چشم وچراغ خاندان برکاتیہ فرمایا: اور کہا کہ اس دور میں سنیت کی کسوٹی مولانا احمد رضا خاں صاحب ہیں اعلیٰ حضرت اور خاندان برکاتیہ کے تعلقات مثالی ہیں۔

نوری دادا میرے مرشد برحق تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی رضی اللہ عنہ عم محترم حضور سید العلماء نے اپنی پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کے لیے وقف فرمادی۔ خاندان برکاتیہ کا بچہ بچہ مسلک اعلیٰ حضرت کا شیدائی ہے ہماری نجی مجالس ہوں یا عوامی جلسے ہر جگہ مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ واشاعت ہی ہم لوگوں کا نصب العین اور مطمح نظر ہوا کرتا ہے۔ اس ضمن میں اپنے عم محترم حضور سید العلماء قدس سرہ کا یہ شعر مجھے بار بار یاد آرہا ہے ؎

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمے دار ہے
یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد

[امام احمد رضا نمبر: قاری اپریل ۱۹۸۹ء ص۲۳۷، ۲۳۷]

رفیق ملت سید نجیب حیدر میاں صاحب قبلہ مدیر اعلیٰ اہل سنت کی آواز مارہرہ شریف، فرماتے ہیں:

"مسلک اعلیٰ حضرت جو اصل میں مسلک حق اور قدیم مذہب مہذب اہل سنت کو مضبوط تر کرنے کا نام ہے اس کی حفاظت اور ترویج واشاعت کے لیے آج بھی ذمہ داران خانقاہ پر وقار طریقے سے سعی کر رہے ہیں۔"
[اہل سنت کی آواز: نومبر ۲۰۰۹ء ص ۱۲]

سید صاحب کیا یہ کہنا کہ
"اس مسلک کے نام پر کبھی بدایوں والوں سے دشمنی لی جارہی ہے، کبھی کچھوچھہ مقدسہ والوں سے دشمنی لی جارہی ہے، کبھی مکن پور شریف سے دشمنی لی جارہی ہے، کبھی دعوت اسلامی کو گمراہ کہا جارہا ہے، کبھی سنی دعوت اسلامی کو گمراہ کہا جارہا ہے۔ کبھی الجامعۃ الاشرفیہ کے اوپر تہمتیں لگائی جارہی ہیں۔ اور اس سے ہٹ کر پیر خانے پر چڑھائی کی جارہی ہے۔ تو یہ کینسر نہیں ہوا تو اور کیا ہوا۔ کاٹ کے پھینک دیا ہم نے۔"

تو ہم سید صاحب سے عرض کریں گے کہ اپنی خانقاہی لائبریری میں کچھ دن گزاریں اور اپنے آباو اجداد کی کتابیں پڑھیں! ہمیں یقین ہے کہ پھر اس طرح کے شوشے ذہن میں کبھی پیدا نہیں ہوں گے۔ ہم بس اتنا عرض کرتے چلیں یہاں پر کہ سید صاحب اعلیٰ حضرت کے دور مبارک میں جتنے بھی اختلافات رہے ہیں ان کی از سر نو تحقیق کریں تو پتہ چلے گا کہ ہر اختلاف میں بریلی اور مارہرہ کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ بدایوں مقدمہ میں مارہرہ شریف بریلی شریف کے ساتھ، لکھنؤ فرنگی محل کے خلاف دونوں ساتھ۔ رامپوری علما کے خلاف دونوں ساتھ۔

الغرض جتنے بھی اختلافات اعلیٰ حضرت کے دور مبارک میں ہوئے مارہرہ شریف کا اس میں وافر حصہ رہا ہے، تو ان اختلافات کی آڑ لے کر اعلیٰ حضرت کی مخالفت کرنے سے پہلے اپنے گھر میں جھانک لیں تو بہتر ہوگا۔ کچھوچھہ مقدسہ، اشرفیہ مبارکپور، مکن پور، اور جس جس کی مخالفت بریلی شریف سے ہوئی ہے ان کے تعلق سے اپنے گھر کی لائبریری دیکھ لیں آپ کے والد گرامی اور ان کے والد اور دیگر مشائخ مارہرہ آپ کو بریلی شریف کے ساتھ ہی نظر آئیں گے، تو بریلی شریف پر حملہ کرنے سے پہلے کافی غور و خوض کریں کہ کہیں خود آپ اپنے گھر کے تقدس کو پامال کرنے تو نہیں چلے ہیں۔ امید ہے جوابی حملہ سے گریز فرما کر فقیر کی باتوں پر غور فرمائیں گے۔

حدیث افتراق امت:

سید صاحب کہتے ہیں:
"علما کی موجودگی میں میں ایک اور گانٹھ کھولنا چاہتا ہوں سستے مقرر منبروں پر کھڑے ہو کر سنیوں کی مجلسوں میں ایک روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ جھوٹ باندھتے ہیں۔ معلوم ہے کون سی روایت باندھتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور بہتر فرقے جہنمی ہوں گے اور ایک فرقہ جو ہے وہ جنت میں جائے گا۔ سبحان اللہ۔

جس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایک کرنے کے لیے بھیجا ہے، جس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عالم والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ سوچو ذرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعلمین ہیں۔ ان کے بارے میں مولوی کیا کہ رہا ہے کہ سرکار نے فرمایا ہے: کہ بہتر فرقے ان کی امت کے جہنم میں جائیں گے۔

نائن ٹی نائن پرسنٹ سرکار کے نام لینے والے جہنمی ہوں گے۔ کبھی سمجھا اس بارے میں مولوی صاحب بول کر چلے گئے اور تم نے کہا سبحان اللہ کیا بات ہے۔ سرکار کی امت جو ہے فرقوں میں بٹ جائے گی۔ مولوی صاحب نے دیا اور تم نے لیا۔ اور دیکھا بھی نہیں کہ مولوی صاحب نے کیا دیا ہے تمہیں۔ امرت دیا ہے کہ زہر دیا ہے۔ سو سال ہو گئے زہر کھاتے کھاتے تم کو۔ رگوں میں زہر دوڑ گیا ہے تمہارے..... اور سنو! یہ پروگرام لائیو ہو رہا ہے لائیو، ریلے ہال میں یہ نہیں کہ کسی بستی میں بول رہا ہوں یہ بات۔ الحمدللہ ہم کسی کے باپ سے نہیں ڈرتے ہم زیدی ہیں زیدی امام زید کی اولاد ہیں ہم اور حق بولنے میں زیدی کسی کے باپ کی پرواہ نہیں کرتے......

کان کھول کر سن لیں دنیا والے بہت ہو گیا ہمارے نانا احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا۔ ہمارے نانا انسان کو ملانے آئے تھے ایک دوسرے سے، انسان کو الگ کرنے نہیں آئے تھے۔ اس قسم کی گڑھی ہوئی روایتیں بیان کر کے مسلمانوں کو، آج وہ دن آ گیا کہ دوسرے مسلمانوں کو ٹیریرسٹ کہنے لگے۔ سوچو ذرا اس بات کو فرقہ وارانہ فرقہ واد کیا مطلب ہوتا ہے فرقہ واد کا، نبی کہ رہا ہے ہمارا رسول کہ رہا ہے۔

من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنۃ، جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

پڑھ لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اور مولوی کیا کہ رہا ہے اور مولوی کہ رہا ہے کہ کلمہ پڑھنے والوں پر تم بھروسہ مت کرو۔ اللہ اکبر سوچو تمہیں نبی کی ماننی ہے یا ملا کی ماننی ہے۔ بار بار یہی ہوا کہ جب نبی کی ماننا چھوڑ دی اور مولوی کی ماننا شروع کر دی تبھی تو یہ الگ الگ فرقے بٹے، الگ الگ فرقے اس لیے بنے یہ سلسلوں کی لڑائی بھی کیسے شروع ہوئی ایسے شروع ہوئی، یہ برکاتی یہ فلانے اور ڈھماکے اور ہماکے یہ کیسے شروع ہوئے ایسے شروع ہوئے یہ مولویوں نے کرنا شروع کیا۔ اللہ اکبر۔" اور آگے جا کر کہتے ہیں:

"فرقے والی حدیث ہے اس کے، چلیے میں آپ کو اس کے بارے میں بتا دوں ورنہ پھر ہو سکتا ہے کہ ذہن میں کچھ بات رہ جائے۔ اس حدیث کے بارے میں علمائے کرام نے فرمایا: خصوصی طور پر ان کا نام میں بتا رہا ہوں جنہوں نے فرمایا بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ ان کا نام ہے حضرت ابن وزیر وہ فرماتے ہیں کہ یہ

حدیث جو ہے جس میں سرکار کی طرف منسوب کرکے بتایا جاتا ہے کہ سرکار نے فرمایا کہ بہتر دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں ۔کلھافی النار الاواحدۃ۔یہ جو جملہ ہے یہ اصلی حدیث میں موجود ہی نہیں ہے۔یہ فرماتے ہیں علامہ ابن وزیر صاحب رحمۃ اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ۔فرماتے ہیں، بلکہ مسلمانوں کے جو دشمن ہیں جو ملاحدہ جو مسلمان میں فتنہ پیدا کرنا چاہتے تھے یہ ان لوگوں نے حدیث کی کتابوں میں جملے کو جوڑا، تاکہ مسلمان ایک دوسرے پر شک کرنے لگیں اور ان کی صفوں میں اختلاف پیدا ہو جائے۔اب سوچو اس کے بعد اس کو پورا اور ڈن دیتے ہیں......تم کو لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا ہے۔اب مثال کی طور پر تم لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے باہر نکلے تم نے کہا کسی غیر مسلم سے تم نے کہا آئیے یہ دیکھیے گھر ہے اس گھر میں آپ داخل ہو جائیے آپ کا بڑا فائدہ ہوگا، تو وہ کہے گا کیا فائدہ ہے صاحب تو آپ اس سے کہیں گے کہ یہ گھر ایسا گھر ہے کہ اس گھر میں تہتر لوگ رہ سکتے ہیں۔اور اس گھر کا فائدہ یہ ہے کہ صبح ہوتے ہوتے اس میں ایک شخص ایسا ہوگا تہتر میں جس کو روے زمین کی ساری بادشاہت عطا ہو جائے گی۔وہ پوچھے گا اچھا وہ جو باقی کے بہتر ہیں ان کا کیا ہوگا کہنے لگے باقی کے بہتر کا معاملہ یہ ہوگا کہ صبح ہوتے ہوتے سب کی گردن اڑادی جائے گی۔اب مجھے بتاؤ اس قسم کی دعوت پر کیا کوئی بھی شخص اس گھر میں داخل ہونے کو تیار ہوگا؟

پہلے ہی تم جاکے بول رہے ہو کہ بھیا اسلام ایسا دین ہے جس میں تہتر فرقے ہیں۔تو کون غیر مسلم تمہارے یہاں اسلام میں آئے گا۔کوئی آئے گا۔اور تم کیا بول رہے ہو کہ بہتر فرقے ہمارے دین میں ایسے ہیں جو جہنمی ہو جائیں گے جہنم میں جانے والے ہیں نرگ واسی ہیں۔وہ کہے گا یار پتہ نہیں میں بہتر میں سے ہوں یا تہتر واں ہوں میں۔لوجیکل بات سوچیے جو ہمارے بزرگوں نے جو ہمارے محدثین نے بتائی ہے۔وہ بات سوچیے۔آج کل کا زمانہ وہ نہیں رہا کہ مولوی صاحب کچھ بھی بول کر نکل گئے تو پبلک اس کو قبول کرلے گی۔نہیں آج کل کتابیں اوے لیبل ہوگئی ہیں مارکیٹ میں۔اور لائبریریس کے اندر۔پوری دنیا انٹرنیٹ کے ذریعہ ویب کے ذریعہ ولڈ وائڈ ویب کے ذریعہ آپس میں جڑ گئی ہے۔اور پوری دنیا والوں کو پتہ چل جاتا ہے۔"

سید صاحب نے اس پوری گفتگو میں کس طرح حدیث افتراق امت کا انکار کیا ہے صرف ایک غیر معروف محدث کا حوالہ دے کر ہزاروں کتابوں اور محدثین وفقہا وعلما ومشائخ پر کس طرح زوردار حملہ کیا ہے اس کا اندازہ سید صاحب کو نہیں ہے۔سید صاحب اگر حدیث کی معتبر کتابیں، اور اکابر محدثین کی معتبر ومستند تحریرات، فقہا کی صاف عبارتیں، صوفیا کے ظاہری اقوال اور خاص کر مشائخ مارہرہ شریف کی تعلیمات کا ایک بار مطالعہ کر لیتے تو یہ بیچارے مولوی حضرات سید صاحب کے غضب کا شکار نہ ہوتے اور ان پر حضرت کے عتاب کا نزلہ نہ گرتا۔فرقہ واد کو مولویوں کی روش بتانے سے پہلے مارہرہ شریف کی لائبریری میں جاکر اپنے اکابر کی کتابیں اٹھاکر

ورق گردانی کر لیتے تو پتہ چل جاتا کہ کس طرح فرقہ در فرقہ مخالفتیں اس میں در آئی ہیں۔ اکابر مارہرہ نے کس طرح بہتر فرقوں کی بیخ کنی کی ہے اور کس طرح ان کی بخیہ دری کرتے ہوئے اہل سنت کی محافظت فرمائی ہے۔
سید صاحب نے اپنا لوجک بیان کر دیا مگر اپنے اکابر کا لوجک بھول گئے، سستے مقرر کہہ کر خود اپنے اکابر پر حملہ کرنا بھی عجیب لوجک ہے، ایک دو مولویوں کی ناقص تحقیقات سے سید صاحب اتنا مرعوب ہوئے کہ خود اپنے گھر کی تعلیمات پس پشت ڈال دیں، اور سستے مولوی مقرر، کہہ کر خود اپنے بزرگوں کے تقدس کو پامال کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

آئیں بہتر فرقوں کے جہنمی ہونے اور ایک کے جنتی ہونے پر، خود سید صاحب کے گھر سے شہادتیں پیش کر دیں کیوں کہ سید صاحب کسی مُلّا کی تو مانیں گے نہیں، مگر امید ہے ابا اور دادا کی تو مانیں گے۔ مُلّا سے پتہ نہیں سید صاحب کو کون سا بیر ہے۔ خیر ملاحظہ فرمائیں:

حضرت شاہ ابو الحسین احمد نوری علیہ الرحمہ سراج العوارف فی الوصایا والمعارف کے دوسرے لمعہ کے ساتویں نور میں فرماتے ہیں:

”وبہ عقائد اہل سنت و جماعت محکم پے باش کہ ہمیں یک فرقہ از ہفتاد و سہ ملت ناجی ست باقی ناری...... ھکذا افاد جدنا الامجد سیدنا السید عبد الواحد قدس سرہ فی سبع سنابل“

[سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، فارسی: ص ۲۲ مطبع وکٹوریہ پریس بدایوں]

حضوا مین ملت امین میاں مارہرہ شریف اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:

”جماعت اہل سنت کے عقیدوں پر مضبوطی سے جمے رہو کہ تہتر فرقوں میں سے یہی فرقہ نجات پائے گا۔ باقی سب دوزخی ہیں..... فقیر کے جد اعلیٰ حضرت سیدنا میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ نے سبع سنابل میں یہی تحقیق فرمائی ہے۔“ [سراج العوارف مترجم: ص ۵۱،۵۰]

سبع سنابل شریف جس کے حوالے سے حضرت نوری میاں نے ذکر کیا اس کا ذکر یہاں غیر مناسب نہ ہوگا۔ کیوں کہ حضور سید میر عبد الواحد بلگرامی مارہرہ مقدسہ کے پہلے بزرگ ہیں، سید صاحب کے اجداد میں شامل ہیں۔ اور یہ ان کی معتبر کتاب ہے جس کی معتبر و مستند ہونے پر ہمیں یقین ہے سید صاحب کو شک نہ ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں:

”پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ امت من ہفتاد و چند گروہ باشد و رستگاہ از میان ایشان یک گروہ بود پرسیدند یا رسول اللہ آن گروہ کدام است فرمود علیہ الصلاۃ والسلام اہل سنت و جماعت“

”پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت ستر اور چند یعنی (تہتر) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی

ان میں نجات پانے والا صرف ایک گروہ ہو گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سا گروہ ہو گا فرمایا اہل سنت و جماعت۔" [سبع سنابل شریف: مطبع نظامی واقع کانپور، ص۵]

حضرت آل مصطفی سید میاں قبلہ علیہ الرحمہ مرتب اہل سنت کی آواز مارہرہ شریف سفر بہار کی تفصیلی روداد بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر افتراق امت سے متعلق اپنے ایمان افروز باطل سوز خطاب کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"وہ صراط مستقیم جو سورہ فاتحہ اور حدیث ماانا علیہ واصحابی میں بالاجمال بیان کی گئی تھی اس آیہ کریمہ میں اسی کی تفصیل فرمائی گئی ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے، کہ بندہ رکوع و سجود کرکے رضائے خداوندی طلب کرتا ہے اور خدائے برتر رضائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہتا ہے، تو جس بندے نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذاللہ ناراض کر دیا اس کے رکوع و سجود ہرگز رضائے خداوندی کا باعث نہ بن سکیں گے۔ اس سلسلے میں وہابیہ دیوبندیہ اور ان کی چمر توحید کارد کیا پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی فضائل جلیلہ بیان کرتے ہوئے واقعات قیامت پر روشنی ڈالی اور کہا کہ اس دن مواقع و مخالف سب انہیں کا دم بھرتے ہوں گے۔ اور بہتر گمراہ پارٹیاں بھی شفاعت عامہ سے حصہ لینے پر مجبور ہوں گی۔ پھر حدیث افتراق امت بیان کرتے ہوئے سنی مسلمانوں کو ان سے علاحدہ رہنے اور صرف فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کا ہی ساتھ دینے کی تلقین کی۔"

[اہل سنت کی آواز: حصہ دہم، ص۱۱]

مارہرہ مقدسہ کے مشہور و معتبر رسالہ، اہل سنت کی آواز سے محترم قاری محمد اکبر صاحب برکاتی کی تحریر بھی یہاں نقل کرنا غیر مناسب نہ ہو گی۔ لکھتے ہیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی جس میں صرف ایک ہی فرقہ ناجی ہو گا باقی جہنمی ہوں گے۔ ناجی فرقہ وہ ہو گا جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے راستے پر ہو گا اور قرآن عظیم اور اہل سنت کرام کا دامن مضبوطی سے تھامے ہو گا وہ فرقہ ہے اہل سنت والجماعت۔ باقی فرقے والے انبیا و اولیا سے حسد کریں گے اور ان کے خلاف بغاوت کریں گے مزے کی بات یہ ہے کہ حسد کے عدد بھی بہتر ہیں۔" [اہل سنت کی آواز مارہرہ شریف: اکتوبر ۱۹۹۷ء ص۳۱۴]

سید صاحب کے والد گرامی علیہ الرحمہ کی تحریر بھی ملاحظہ فرمائیں جو حضرت نے "تہتر میں ایک" نامی کتاب میں بطور تقریظ عطا فرمائی تھی:

"صرف ہم ہی حق پر ہیں یہ بات آج سے نہیں بلکہ ایک زمانے سے چلی آ رہی ہے۔ قرآن شریف میں بھی تقریباً اسی طرح کا دعویٰ کرنے والے دو فرقوں یہود و نصاریٰ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنھما کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ کے جھرمٹ میں فرمایا:

وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃ وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الاملۃ واحدۃ۔

یعنی بنی اسرائیل بہتر مذہبوں میں بٹ گئے تھے اور عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، جن میں ایک کو چھوڑ کر سب جہنمی ہوں گے۔ غیب داں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اتنی بھاری بات سن کر صحابہ کرام کا تشویش میں مبتلا ہوجانا فطری امر تھا۔ وہ یہ جاننے کے لیے بے چین تھے کہ وہ ایک فرقہ کون سا ہوگا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجی یعنی نجات یافتہ قرار دیا ہے۔ صحابہ نے ہمت کرکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ ہی لیا:

قالوا من ھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟

عرض کیا ارشاد فرمائیں کہ وہ ایک ناجی فرقہ کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما انا علیہ واصحابی، میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر عمل کرنے والا۔"

[تہتر میں ایک: مطبع رضوی پریس ایجنسی دہلی، اشاعت اول، ۲۰۰۹ء ص ۸، ۹]

سید صاحب کہتے ہیں کہ

"کسی مسلمان کو دیکھتے ہو سلام کرنے کو راضی نہیں ہوتے ہو پتہ نہیں یہ مسلمان ہے کہ نہیں پتہ نہیں اس کا عقیدہ کیسا ہے پتہ نہیں یہ سنی بریلوی، اشرفی برکاتی، نوری ہے کہ نہیں، ارے یار سلام کرنے کے لیے یہ شرطیں تھیں کیا؟ رسول اللہ نے کیا فرمایا افشوا السلام، سلام کو پھیلاؤ، یہ سرکار نے فرمایا تھا کہ جب کسی برکاتی کو دیکھنا تو صرف اسی کو سلام کرنا بولو، نہیں نا سرکار نے کیا فرمایا تھا سلام کو پھیلاؤ۔"

سید صاحب! جہاں تک ہماری معلومات ہے کوئی بھی سنی سلام کے معاملے میں سلسلے کا لحاظ نہیں کرتا بلکہ فرقہ کا لحاظ کرتا ہے۔ اور یہ اس کے لیے لازمی ہے۔ کیوں کہ بدمذہب وبدعقیدہ کو سلام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ بدمذہب تو دور فاسق کو بھی ابتدا بالسلام مکروہ ہے شریعت میں۔ بدمذہب کو سلام کرنے میں اس کی تعظیم ہے اور اس کی تعظیم حرام ہے۔ حضور تاج العلماء مارہروی فرماتے ہیں:

"غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں فرمایا:

المبتدع من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل،

بدمذہب عقیدے کا فاسق ہے اور وہ عمل کے فسق سے بدتر ہے۔ نیز حدیث شریف میں ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من مشی صاحب بدعة لیوقرہ فقداعان علی ھدم الاسلام

جو کسی بدمذہب کی طرف اس کی توقیر کرنے کو چلا اس نے اسلام کو ڈھانے میں اعانت کی“

[مسلک لیگ کی ذریں بخیہ دری: ناشر دفتر جماعت اہل سنت خانقاہ برکاتیہ مارہرہ، ص ۴]

سید صاحب مزید فرماتے ہیں:

”سب سے پہلی بات جو میں آپ کو ڈائرکٹلی خانقاہ برکاتیہ کے ایک ذمہ دار خادم سجادہ ہونے کے ناطے میں آپ کولا گو کر رہا ہوں۔ میرے سلسلے والے کسی فرقہ واد میں نہیں پڑیں گے۔ آپ کو صرف اپنے رسول سے مطلب ہے۔ اورآپ کو صرف آل رسول سے مطلب ہے۔ کوئی تم سے بولے کہ فلانے فرقے والا ڈھما کے فرقے والا، آپ کو ہمارے رسول نے قرآن دیا ہے اور اپنی آل دی ہے۔ اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ سمجھے رسول نے تم کو صرف قرآن دیا ہے۔ اور رسول نے تم کو صرف اپنی آل دی ہے۔ ان دو کے علاوہ تم کسی میں مت پڑنا۔ اس بات کو یاد رکھو۔“

سید صاحب سے عرض ہے کہ کیا سید صاحب نے سلسلہ بھی نیا بنالیا ہے؟ کیوں کہ آپ کے سلسلے کی یہ تعلیم ہی نہیں ہے وہ کسی فرقہ واد میں نہیں پڑیں گے، بلکہ انہوں نے فرقہائے باطلہ کی نشاندہی بھی فرمائی اوران فرقوں کی بیخ کنی بھی کی۔ نیز اپنے مریدوں کو ان سے اجتناب واحتراز کا حکم اور اہل خاندان کو ان سے دورونفور رہنے کی وصیت بھی فرمائی ہے۔ چند مثالیں پیش ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

حضور ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ سراج العوارف کے دوسرے لمعہ کے پندرہویں نور میں فرماتے ہیں:

”فی زمانہ از شروع ۱۲۲۹ھ فرقہ ضالہ کہ آغاز کارش بدعت وتفرقہ وانجام اوالحاد وزندقہ ست در ہندوستان پیدا شداست کہ انرا در عرب وہابی می گویند منسوب بابن عبدالوہاب نجدی کہ شیطانی در عرب شریف پیدا شدہ بود زنہار زنہار باایں فرقہ گمراہ اختلاط نکنند وبرائے شناخت ایں طائفہ تالقہ ہمیں یک کلمہ کہ میگویم کافیست ایں فرقہ عم بزرگوارر وافض ست رارافضیان در خدمت صحابہ بے ادبی می کنند وایناں بخدمت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ بہ بارگاہ خدای عزوجل ہم بگستاخی وبے ادبی پیش می آیند چنانچہ بذات خداوند تعالیٰ نسبت امکان کذب می کنند وعلم وصدق وغیرہ صفات اورا اختیاری دانند معاذاللہ من ذلک انتہاے نتیجہ جھدایں فرقہ نیچریہ است مادر ضلالت ابلیس دختری زاد کہ تاد ختر ماند وہابیش خوانند وچوں بلوغ رسد وخون الہاد از وجوش زند ورروی شوی کفر بیند باسم نیچریت موسوم کنند ازیں ہر دو فرقہ ہر دو فرقہ دور تر باید ماند کہ ماران سیاہ وغولان راہ اند حق سبحانہ تعالیٰ از صحبت چنیں کساں در حفظ خود دارداو۔ آمین۔“

[سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، فارسی: ص ۲۴ مطبع وکٹوریہ پریس بدایوں]

حضور امین ملت اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

''اس زمانہ ۱۲۲۹ھ میں ہندوستان میں ایک گمراہ فرقہ پیدا ہوا جس کی شروعات بدعت اور ایک دوسرے کو لڑانے سے ہوتی ہے۔ اور اس کا انجام کار الحاد و زندقہ ہے۔ عرب میں اسے وہابی کہتے ہیں جو ابن عبدالوہاب نجدی سے منسوب ہے۔ یہ ایک شیطان تھا جو عرب شریف میں پیدا ہوا تھا ہرگز ہرگز اس گمراہ فرقے سے میل جول نہ رکھیں۔

اور اس مکار گروہ کی پہچان کے لیے بس یہی کافی ہے جو ہم کہتے ہیں کہ یہ فرقہ رافضیوں کا چچا ہے۔ رافضی صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ اور یہ وہابی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس بلکہ خداے عزوجل کی بارگاہ میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتے ہیں۔ چناں چہ خدا تعالیٰ سے جھوٹ بولنے کا امکان اور علم و صدق وغیرہ صفات الٰہیہ کو اختیاری مانتے ہیں۔ اللہ کی پناہ اس فرقے سے۔ اس فرقے کی آخری کوشش کا نتیجہ فرقہ نیچریہ ہے۔

ابلیس کی بدمعاش ماں نے ایک بیٹی پیدا کی جب تک وہ کم عمر رہتی ہے اسے وہابی کہا جاتا ہے اور جب بالغ ہوتی ہے اور الحاد کا خون اس کی رگوں میں جوش مارتا ہے اور وہ اپنے شوہر کفر کا منہ دیکھتی ہے تو نیچریت کہی جاتی ہے۔ ان دونوں فرقوں سے بہت دور رہنا ضروری ہے کہ کالے سانپ اور راستہ بھٹکانے والے ہیں اللہ تعالیٰ ایسوں کی صحبت سے اپنی امان میں رکھے۔ آمین۔'' [سراج العوارف مترجم: ص ۵۴، ۵۵]

حسام الحرمین کی تصدیق و تائید کرتے ہوئے حضرت تاج العلما محمد میاں مارہروی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''بیشک فتاوے مبارکہ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین حق و صحیح ہے۔ اور غلام احمد قادیانی اور رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی اور اشرف علی تھانوی اور قاسم نانوتوی اپنے ان کفریات واضحہ صریحہ ناقابل توجیہ و تاویل کی بنا پر جن کا حوالہ اس استفتا اور مجموعہ فتاوی مبارکہ حسام الحرمین میں ہے ضرور کفار مرتدین ملعونین ہیں۔ ایسے کہ جو ان کے ان کفریات پر مطلع ہو کر بھی ان کے کفر میں شک کرے اور انہیں کافر نہ جانے وہ خود کافر۔ مسلمان پر احکام حسام الحرمین کا ماننا فرض قطعی ضروری،، اور ان کے مطابق عمل کرنا حکم شرعی لازم حتمی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

الفقیر اولاد رسول محمد میاں قادری البرکاتی عفی عنہ

حضرت اسمٰعیل حسن علیہ الرحمہ نے الجواب صحیح، سے اس کی تائید فرمائی ہے۔''

[الصوارم الہندیہ: ص ۳۳]

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کو تاج العلماء علیہ الرحمہ نے جو خلافت عطا فرمائی اس خلافت نامے میں باطل فرقوں خصوصاً وہابیہ و دیابنہ سے اجتناب اور ان کے رد کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”نیت خالصہ پر استقامت اور دشمنان دین و مخالفان شرع متین سے حتی الوسع دور اور ان کے مراتب کے مطابق ان سے بیزار و نفور رہیں۔ جملہ کفار و مشرکین و مرتدین و مبتدعین بالخصوص وہابیہ ملاعنہ دیوبندیہ و نجدیہ نیچریہ زنادقہ غرض جملہ فرق باطلہ پر ردو طرد کو اپنا شعار بنائیں۔[یاد حسن: ص۳۹، سیدین نمبر: ص۷۲۵]

حضور تاج العلماء فرماتے ہیں:

”نیچری، ہوں یا رافضی قادیانی ہوں یا وہابی صلح کل ہوں یا کانگریسی وغیرہ وغیرہ وہ کون بدمذہب فرقہ ہے جو اس کا مدعی نہیں کہ اس کا دین اور مسلک خود قرآن ہی سے نکلا ہے۔ جب یہ اس قدر کثرت سے بددینوں لامذہبوں کے فرقے تو علماے دین سے کٹ کر اپنی رائے سے قرآن عظیم سے اپنا دین نکالنے والے، ان خود پسندوں شیطان کے بندوں کے نام لیوا ہیں۔“

[مسلم لیگ کی ذریں بخیہ دری: ناشر دفتر جماعت اہل سنت خانقاہ برکاتیہ مارہرہ، ص۱۱]

تاج العلماء اور ایک مقام پر فرماتے ہیں:

”امام ابن سیرین کا قصہ مشہور و معروف ہے کہ انہوں نے بدمذہبوں سے حدیث سننا گوارا نہ فرمائی ان سے قرآن مجید کی آیت سننا پسند نہ کی، یہاں تک کہ انہیں اپنے پاس سے دور فرمادیا۔ حدیث و قرآن مجید توفی نفسہ ضرور حق و ہدایت ہی ہیں ان سے بڑھ کر حق و ہدایت کون ہو گا، مگر ان امام اہل سنت نے اس حق و ہدایت کو بھی بدمذہب سے نہ سنا۔ آخر اس کی کیا وجہ یہی کہ انہیں اندیشہ ہو کہ کہیں وہ بدمذہب انہیں حق و ہدایت سنانے کے بہانے ہی بہکا نہ دیں۔ بدمذہبوں کی کوئی وقعت ان کے دل میں نہ اتر جائے... اور یہی تمام سنیوں کا مسلمہ جزئیہ ہے کہ بدمذہبوں، مرتدوں کافروں، مشرکوں کو اپنے دین و دنیا کسی میں اپنا پیشوا اور رہنما دخیل و معتمد نہ بنایا جائے۔ ان سے احتراز کلی رکھا جائے۔“[برکات مارہرہ و مہمانان بدایوں: ص۱۶]

دیوبندی میت کے ساتھ ہمدردی کا اظہار:

”ایک سوال میں آپ سے پوچھتا ہوں...... اصلی دین کی طرف آؤ جو دین محمد رسول اللہ لے کر آئے۔ میں ہمیشہ کہتا آیا ہوں کہ مسلمانو! اللہ کی سنو مُلّا کی مت سنو، مُلّا تمہیں اپنی سنائے گا، اپنی طرف راغب کرے گا۔ اور ولی کون ہوتا ہے ولی اللہ جو تمہیں اللہ کی طرف راغب کرتا ہے۔ اور صاف بات یہ ہے کہ ہم نے دیکھ لیا اپنے بڑے بڑے بزرگوں کو ہم نے دیکھا آخری بزرگ جن کو ہم نے دیکھا ہمارے دادا حضور احسن العلماء سید شاہ احسن میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ہم اتنا جانتے ہیں کہ انسانیت سے بڑا کوئی مذہب نہیں ہے۔ سمجھ

رہے ہیں کوئی مسلک انسانیت سے بڑھ کر نہیں ہے۔اوراسلام جوآیاہے اسلام یہ زندگی جینے کاطریقہ بتانے کے لیے آیاہے۔کہ کس طرح سے آپ باخداانسان بن کے اس دنیامیں زندگی بسرکرسکتے ہیں۔میں بہت ہی ادب کے ساتھ میرے کچھ علمادوست یہاں موجودہیں۔حال فی الحال میں ایک مسئلہ چھڑ گیاڈسٹک چتوڑگڑھ کے اندراس سلسلے میں ایک جملہ عرض کرنے یہاں حاضرہوں۔اورچوں کہ وہ میرے برکاتی بھائی ہیں۔اس لیے ان کی اصلاح کرنامیں اپنادینی فرض سمجھتاہوں اس لیے عرض کرر ہاہوں۔حال فی الحال میں میرے پاس ایک خبرآئی کہ ڈسٹک چتوڑگڑھ کے اندرایک فرقہ دیابنہ سے تعلق رکھنے والاشخص انتقال کرگیااورپھراس شخص کی میت ،اس کودفن کرنے کے لیے بہت بڑاواویلاکھڑاہوابڑامسئلہ چل رہاہے وہ جوبھی معاملہ ہے۔میں ایک سوال کرناچاہتاہوں کہ آپ کی میجرٹی کاعلاقہ تھاآپ نے جوکرناتھاکرلیا،اب سوچوآپ کے بہت سے ایسے سنی بھائی ہیں جودیوبندی میجرٹی علاقے میں رہتے ہیں موت اورزندگی سب کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔آج جوآپ نے ان کے ساتھ کیاکل وہ آپ کے بھائیوں کے ساتھ کریں گے۔توآپ اس کاجواب کیادوگے۔دوسری بات یہ ہے کہ یہ موت وزندگی کے فیصلہ کرنے کاحق ،اس قسم کے دروھووار کاحق ،کس نے دے دیاآپ کوکس نے دے دیاہم کو۔دیکھومیں ہمیشہ بولتاآیاہوں اپنے حلقے میں ،کہ مسلک کے نام پراگرتمہیں چلناہے توتمہیں مولیٰ علی کے مسلک پرچلناپڑے گا۔مولیٰ علی کے علاوہ کسی کامسلک نہیں ہے۔آپ کومعلوم ہوناچاہیے،کہ سب سے پہلافرقہ جواسلام میں پیداہواوہ فرقہ تھاخوارج کافرقہ،خارجیوں کافرقہ۔معلوم ہے تم کوکیاکیاتھاان خارجیوں نے ؟ان خارجیوں نے مولیٰ علی پرکفرکافتویٰ لگایاتھا۔معاذاللہ۔مولائے کائنات علیہ السلام پر۔تو مولیٰ علی کوکیاکرناچاہیے تھا۔مولیٰ علی کوپلٹ کراس فرقے کوروئے زمین سے ختم کردیناچاہیے تھا۔کتاب کانام ہے الفرق بین الفرق جامعہ آل رسول میں یہ کتاب مستقل درس میں پڑھائی جاتی ہے۔جامعہ کے بچوں کوبتایا جاتاہے کہ فرقہ واریت کے نام پرکہیں تم اپنی انسانیت کومت کھودینا۔کیوں کہ تم کوتم امتی ہونبی نہیں ہو۔تمہارا کام تبلیغ کرناہے پہنچادیناہے۔ہدایت دینے کاکام یہ اللہ کے ذمہ کرم پرہے۔اللہ اکبر......اس میں لکھاہے کہ مولیٰ علی نے ان سے فرمایاان سے خارجیوں سے۔جنہوں نے مولیٰ علی کے اوپرکفرکافتویٰ لگایاتھا۔آپ نے ان سے فرمایا:

علیناالکم ثلاث ،ہمارے اوپرتمہارے تین حق بنتے ہیں ،کون فرمارہاہے مولی علی فرمارہے ہیں۔تم ان سے بڑے مفتی تونہیں ہوسکتے۔مولیٰ علی سے بڑامفتی توکوئی نہیں ہوسکتا۔........پہلاحق یہ ہے کہ ہم تمہارے ساتھ جنگ میں پہل نہیں کریں گے ،ہم تلوارنہیں اٹھائیں گے تمہارے اوپر،پہلے تم چاہے ہمارے اوپرکتنے ہی کفرکے فتوے لگاتے رہوتم چاہے ہمیں کتناہی کافرکہتے رہو،لیکن ہم تمہارے اوپرجنگ میں پہل نہیں کریں

گے ۔ تلوار نہیں اٹھائیں گے ۔ دوسرا ہم تم کو اپنی مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لیے نہیں روک لگائیں گے ۔ تیسرا ہم اپنے قبرستانوں میں تمہارے مردوں کو دفن ہونے سے نہیں روکیں گے ۔ میں کچھ نہیں کہوں گا سبطین حیدر کچھ نہیں کہے گا۔ سبطین حیدر صرف ایک سوال کرے گا۔ مولیٰ علی کے فتوے کی روشنی میں مولیٰ علی کی سیرت کی روشنی میں مولیٰ علی کے اقوال کی روشنی میں اپنا محاسبہ کرو کہ تم نے جو کیا اچھا تھا یا برا۔ تم نے جو کیا وہ انصاف تھا یا ناانصافی۔ ہم لوگ ہندوستان میں رہ رہے ہیں یہ ہم لوگ کیوں بھول جاتے ہیں یہاں مسلمانوں کی میجرٹی نہیں ہے ۔ مسلمان یہاں اقلیت میں ہے کوئی بھی قدم اٹھاؤ قدم اٹھانے سے پہلے لاکھ مرتبہ سوچ لو کہ تمہارے کرموں کا پھل کہیں تمہاری پوری قوم کو نا بھگتنا پڑے۔۔۔۔"

سید صاحب کے متذکرہ بالا اقتباسات میں کئی باتیں ایسی ہیں جن پر کافی لکھا جاسکتا ہے لیکن ہم بس چند باتوں پر ہی کلام کریں گے ۔

سید صاحب دیوبندی جماعت کی حمایت وہمدردی میں سرشار ہو کر یہ کہیں کہ

"مسلمانو! اللہ کی سنو مُلّاکی مت سنو، مُلّا تمہیں اپنی سنائے گا"

علما کی مقدس جماعت کی توہین کا ارتکاب اور لوگوں کو ان سے دور رہنے اور ان کی اتباع و پیروی نہ کرنے کی تعلیم دیں ۔ حالاں کہ اللہ جل جلالہٗ اور اس کے حبیب محترم صلی اللہ علیہ وسلم علما کی مقدس جماعت سے رجوع کرنے ان کی پیروی کرنے کا حکم عطا فرمائیں ۔ سید صاحب ملا کو حقیر جانیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم العلماء ورثة الانبیاء، کے ذریعہ عزت افزائی فرمائیں ۔ سید صاحب مُلّا کی پیروی سے منع کریں مگر مصطفیٰ پیارے صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا العلماء فانهم سراج الدنيا ومصابيح الآخرة،

کے ذریعہ علما کی پیروی کا حکم دیں ۔

حضور خاتم الاکابر مولویوں کو نوازیں ان کی ہتک عزت کرنے کے بجائے ان کی عزت افزائی کریں انہیں اعزاز عطا کریں جس کی ایک بڑی مثال حضور اعلیٰ حضرت ہیں ۔

امین ملت حضور امین میاں صاحب قبلہ رقم طراز ہیں:

"پھر مزید ارشاد فرمایا کہ میاں صاحب (نوری دادا کو اسی لقب سے یاد فرماتے تھے) اب ہم بوڑھے ہوئے ہمارا علم بوڑھا ہوا۔ تم جو کچھ لکھا پڑھا کرو وہ مولوی صاحب کو دکھالیا کرو سبحان اللہ مرشد برحق صاف صاف چودھویں صدی کے عہدہ مجددیت پر اعلیٰ حضرت کے فائز ہونے کی بشارت دے رہے تھے ۔"

[امام احمد رضا نمبر، قاری: اپریل ۱۹۸۹ء ص ۲۳۶]

اور سید صاحب مولویوں کی ہتک عزت کریں ان کو مُلّا کہہ کر ذلیل کریں ۔ قارئین محسوس کریں گے کہ

پوری تقریر میں سید صاحب کا انداز تکلم علما سے متعلق فرامین مصطفیٰ کے مطابق نہیں رہا ہے۔

اب اگر نانا کے فرامین پر نواسے ہی کا عمل نہیں ہوگا تو بھلا دوسرا کیوں کرنے لگا۔ اس کو بھی علما کو کوسنے کا موقع ملے گا۔ امید ہے سید صاحب آئندہ علما کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ فرمائیں گے۔

سید صاحب نے مولیٰ علی کے تعلق سے دو باتیں بیان کیں؛ ایک یہ کہ:

''ان خارجیوں نے مولیٰ علی پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ معاذ اللہ۔ مولائے کائنات علیہ السلام پر۔ تو مولیٰ علی کو کیا کرنا چاہیے تھا۔ مولیٰ علی کو پلٹ کر اس فرقہ کو روے زمین سے ختم کر دینا چاہیے تھا۔''

اس سلسلے میں عرض ہے کہ اگر کوئی مولیٰ علی کو کافر کہے تو مولیٰ علی کا ذاتی دشمن ہوا اور اپنے ذاتی دشمن کے ساتھ مولیٰ علی کا سلوک تاریخ میں محفوظ ہے کہ کبھی اپنے دشمن کو نہیں مارا جب مارا اللہ و رسول کے دشمن کو مارا اور جب لڑے دین کے لیے لڑے۔

علاوہ ازیں اگر سید صاحب تاریخ کا جائزہ لیں گے تو یہ بات صاف طور پر معلوم ہوجائے گی کہ مولیٰ علی نے ان کو روے زمین سے ختم کرنے کے لیے جنگ بھی کی اور ان سے جنگ کرنے اور انہیں قتل کرنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ثواب کی بشارت بھی عطا فرمائی گئی۔ اس سلسلہ میں کتب احادیث اور کتب تاریخ کا مطالعہ فرمالیں۔ یہ اوراق اس تفصیل کے متحمل نہیں ہیں۔

اور اس کی اصل وجہ یہ نہیں تھی کہ انہوں نے مولیٰ علی کی مخالفت کی بلکہ وہ دین کے دشمن تھے اور ان کی دین دشمنی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث گواہ تھیں؛ اس لیے مولیٰ علی نے ان کے خلاف محاذ آرائی فرمائی۔

آپ نے خارجیوں سے متعلق مولیٰ علی کا فرمان پیش کیا وہ وہابیوں کے معاملہ میں کام کا نہیں ہے۔ کیوں کہ مولیٰ علی نے اپنے دشمنوں کے ساتھ یہ سلوک کیا نہ کہ اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک بھی ملاحظہ فرما لیتے تو کتنا اچھا ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں کو معاف کیا مگر دین کے غداروں کو، شریعت کا مذاق اڑانے والوں کو مسجد سے اخرج فلاں فانک منافق کہہ کر باہر کر دیا۔

وہابی ہمارا ذاتی دشمن نہیں ہے وہ اللہ اور اس کے حبیب کا دشمن ہے اور کیوں کہ ان کا دشمن ہمارا دشمن ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہمیں کسی بھی طرح کا تعلق رکھنے کا حکم نہیں ہے۔

دیابنہ کے ساتھ سید صاحب کی اس قدر ہمدردی تعجب ہے۔ سید صاحب آپ کے بزرگوں کی یہ تعلیم نہیں ہے۔ باطل فرقوں کے ساتھ کسی بھی طرح کی رواداری کی اجازت سلسلہ برکاتیہ میں نہیں ہے۔ دیوبندی وہابی فرقوں سے متعلق کس قدر شدت برتی ہے اکابر مارہرہ نے اس کی چند مثالیں میں یہاں پیش کرتا ہوں ملاحظہ

فرمائیں۔اور پھر فیصلہ فرمائیں، کہ اکابر مارہرہ نے فرقہ واریت کے نام پر انسانیت کو کھویا ہے یا ان کی مخالفت کا درس دے کر انسانیت اور شریعت کی حفاظت فرمائی ہے۔

حضور نوری میاں فرماتے ہیں:

”کوئی آزادی کا قائل، دہریت کا مائل، قید مذہب لغو وفضول، امتیاز مذہب باطل ومخذول، برخلاف حکم خدا ورسول، سب بد مذہبوں سے اتفاق واتحاد مقبول، تمدن ترقی تہذیب روشنی قومی ہمدردی کے طویل دعوے، پاس دین وحفظ مذہب پر تعصب نفسانیت خودکشی سرپھٹول کے فتوے، پھر لطف یہ کہ سب حضرات یا اکثر اپنے آپ کو سنی ہی کہتے ہیں سنی ہی ہونے کا دعوی رکھتے ہیں۔ تاسنیت نشد زنبیل عیاراں شد، قہر یہ کہ زمانے کی ہوا دیکھ کر بہت دنیا پرست مولوی بھی اسی راہ چلتے ہیں۔اے سچے سنیو! عموماً اور اے برکاتی متوسلو! خصوصًا تم میں جو اپنا دین عزیز رکھتا ہو جسے روز قیامت خدا اور سول (جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) اور روحانیت شریعت وسنت کو منہ دکھانا ہو جسے حضرت صاحب البرکات سید شاہ برکۃ اللہ صاحب وحضرت غوث الزماں حضور اچھے میاں وحضرت دریاے رحمت مرشدی وجدی حضرت آل رسول صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے علاقہ رکھنا ہو وہ رافضیوں، نیچریوں غیر مقلدوں وہابیوں اوران مدعیان سنیت گندم نما جَوفروشوں حق پوشوں باطل کوشوں کے سایے سے دور بھاگے ان کی زہریلی صحبت کو آگ جانے۔“

[ندوہ کا ٹھیک فوٹو، بحوالہ اجمل انوار رضا: ص ۴۲، ۴۳]

حضور تاج العلما فرماتے ہیں:

”غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں فرمایا:

المبتدع من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل،

بد مذہب عقیدے کا فاسق ہے اور وہ عمل کے فسق سے بدتر ہے۔ نیز حدیث شریف میں ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من مشی صاحب بدعۃ لیوقرہ فقد اعان علی ھدم الاسلام

جو کسی بدمذہب کی طرف اس کی توقیر کرنے کو چلا اس نے اسلام کو ڈھانے میں اعانت کی نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اھل البدع شر الخلق والخلیقۃ

نیز ارشاد فرمایا:

اھل البدع کلاب اھل النار

بدمذہب سارے جہان سے بدتر ہیں جانوروں سے بدتر ہیں بدمذہب جہنمیوں کے کتے ہیں۔"

[مسلک لیگ کی ذریں بخیہ دری: ناشر دفتر جماعت اہل سنت خانقاہ برکاتیہ مارہرہ، ص ۴]

"اللہ عزوجل نے بے دینوں بددینوں کے پاس بیٹھنے والوں کی نسبت فرمایا تم بھی انہیں جیسے ہو۔ شرعۃ الاسلام شریف میں ہے سلف صالحین کا طریقہ بدمذہبوں سے کنارہ کشی ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گمراہوں بدمذہبوں کے پاس نہ بیٹھو کہ ان کی بلا کھجلی کی طرح اڑ کر لگتی ہے۔""

[مسلم لیگ کی ذریں بخیہ دری: ناشر دفتر جماعت اہل سنت خانقاہ برکاتیہ مارہرہ، ص ۲۲]

مزید فرماتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدمذہبوں سے دور رہو انہیں اپنے سے دور رکھو وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ مرقاۃ شریف میں فرمایا غیر مذہب والوں کے پاس بیٹھنا انتہادرجہ کی ہلاکی اور پورے ٹوٹے کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔" [مرجع سابق: ص ۲۳]

اور سید صاحب کا یہ کہنا کہ:

"مسلک کے نام پر اگر تمہیں چلنا ہے تو تمہیں مولیٰ علی کے مسلک پر چلنا پڑے گا۔ مولیٰ علی کے علاوہ کسی کا مسلک نہیں ہے۔"

یہ ظاہر ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف ہی بولا ہے سید صاحب نے، مگر ہم یہاں ان کی بات مان لیں کہ مولیٰ علی کے علاوہ کوئی مسلک نہیں ہے تو ان کے بزرگوں نے تو مسلک اعلیٰ حضرت کا خوب پرچار کیا۔ کبھی ان سے مسلک مولیٰ علی کے نعرے یا کہیں تحریر و تقریر میں مسلک مولیٰ علی پر کوئی بات آج تک نہ پڑھی گئی اور نہ سنی گئی۔ مولیٰ علی کے سوا کوئی مسلک نہیں ہے تو پھر آپ کے والد نے کیوں فرمایا:

"نقیب مسلک مخدوم شاہ برکت اللہ حضرت مولانا مولوی حافظ قاری مفتی حکیم الحاج سید شاہ آل مصطفی سید میاں قادری برکاتی نوری قاسمی علیہ الرحمۃ والرضوان" [اہل سنت کی آواز: اکتوبر ۱۹۹۹ء ص ۳۴]

یہ مسلک مخدوم شاہ برکت اللہ کہاں سے آیا، ظاہر ہے اس کا جواب مدرسہ کا معمولی طالب علم بھی دیدے گا تو آپ سے عدم جواب کی امید نہیں کی جا سکتی ہے، بس اتنا کہا جا سکتا ہے کہ جو تعبیرات آپ بزرگوں کے حوالے سے مسلک کے استعمال میں مانتے ہوں وہی مسلک اعلیٰ حضرت سے متعلق بھی محمول فرمالیں۔ اور اس طرح کی باتوں سے اپنے بزرگوں کے تقدس کو للہ پامال نہ کریں۔

مائک پر نماز:

مائک پر نماز کے جواز وعدم جواز کے معاملے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ ہمیں یہاں مائک پر نماز

کے جواز و عدم جواز پر بحث نہیں کرنی کیوں کہ یہ اوراق اس کے متحمل نہیں ہیں۔

بس سید صاحب نے مولویوں پر تنقید کرتے ہوئے مائک پر نماز نہ پڑھانے والوں کا جس انداز میں مذاق اڑایا ہے اور ان کے نماز نہ پڑھانے کی جو مضحکہ خیز علت بیان کی ہے، اس کو نقل کر کے اس سے متعلق دو چند باتیں لکھنی ہیں۔

سید صاحب کہتے ہیں:

"اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جو مائک کا مسئلہ ہے اکثر ہمارے یہاں جو مُلّا حضرات ہیں وہ مائک کا اختلاف کیوں کرتے ہیں معلوم ہے؟ کیوں کہ ہمارے مدرسوں میں آپ حضرات سے چندہ وصول کر کے قرآن صحیح پڑھنے کی تعلیم ہی نہیں دی جاتی ہے۔ اب اگر مولوی صاحب کے آگے مائک لگا دیا گیا، تو ابھی تک تو ان کی قراءت میں جو برائیاں تھیں وہ صرف پہلی صف والوں کو پتہ تھیں، مائک لگانے کی وجہ سے باہر سب کو پتہ چلے گا کہ مولوی صاحب کو الحمد پڑھنا بھی نہیں آتی۔"

سید صاحب نے مائک پر نماز نہ پڑھانے والوں کو جاہل گردانا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن پڑھنا نہیں آتا، انہیں الحمد تک یاد نہیں ہوتی، اس لیے اپنا عیب چھپانے کے لیے مائک پر نماز نہیں پڑھاتے۔ اگر یہی علت ہے تو اپنے والد گرامی حضور نظمی میاں اور دادا حضور سید العلماء علیہما الرحمہ کے بارے میں کیا کہنا چاہیں گے سید صاحب!

والد گرامی حضور نظمی میاں اور دادا حضور سید العلماء مائک پر نماز کے عدم جواز پر آخر وقت تک قائم رہے اور شدت سے مائک پر نماز کی مخالفت کرتے رہے بلکہ اس معاملہ میں ان حضرات نے کافی جد و جہد فرمائی۔ اور جہاں تک نماز پڑھانے کی بات ہے، تو سید العلماء نے مسجد میں مائک پر نماز پڑھانے سے انکار کر دیا۔ کیا اس سے یہی سمجھا جائے جو سید صاحب نے سمجھا؟ سید صاحب سمجھیں! ہم تو بزرگوں کی شان میں اس طرح کی بیہودہ سوچ سے محفوظ ہیں۔

سید صاحب کے والد گرامی حضور نظمی میاں علیہ الرحمہ اپنی کتاب "قرآنی نماز بمقابلہ مائکروفونی نماز" میں رقم طراز ہیں۔

"میرے والد ماجد نقیب برکاتیت حضور سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں برکاتی سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ رحمۃ اللہ علیہ تاحیات مائکروفونی نماز کے مخالف رہے۔ ابا حضرت کو ایک بار یہ سن گن ملی کہ کھڑک مسجد کے متولیان مسجد میں لاؤڈ اسپیکر لگانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضور سید العلماء کے بارے میں سبھی لوگ جانتے ہیں کہ ان کی امامت صرف جائے نماز تک ہی محدود نہیں تھی۔ مارہرہ کا یہ سید حق

کی خاطر کسی کے آگے نہیں جھکتا تھا۔ ابا حضرت نے صدر متولی کو بلایا اور ان سے کھرے کھرے الفاظ میں کہا:

''چاند میاں میں نے سنا ہے کہ آپ مسجد میں لاؤڈ اسپیکر لگوانا چاہتے ہیں، ایسا ہے اگر آپ عصر میں لاؤڈ اسپیکر لگائیں تو مجھے ظہر میں اطلاع دے دیں، میں اپنا بستر باندھ کر مارہرہ کی راہ لوں۔ میرے پاس مصلیٰ کی کمی نہیں ہے۔'' [قرآنی نماز بمقابلہ مائیکروفونی نماز: ص ۲]

مقدمہ بدایوں:

سید صاحب حضور اعلیٰ حضرت پر دائر مقدمہ بدایوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''مجھے ایک بات سمجھ نہیں آئی ابھی تک۔ سبطین میاں نے تو ابھی تک کچھ کہا ہی نہیں ہے۔ سبطین میاں کا نام اچھل گیا ہے۔ ہاں جب خاموشی کا یہ عالم ہے تو جس دن کہنا شروع کروں گا پتہ نہیں اس دن کیا ہوگا۔ ابھی تک تو سبطین میاں نے اس مقدمہ کا ذکر ہی نہیں کیا جو بدایوں والوں کے ساتھ ہوا تھا۔ اور جس کے فیصلہ کے لیے شیعاؤں کی مدد لے کر جیت حاصل کی گئی تھی۔

ابھی سبطین میاں نے کچھ بولنا شروع ہی نہیں کیا۔''

محترم سید صاحب! سب کچھ تو بول دیا اب باقی کیا رہ گیا ہے۔ مخالفت میں یہ تک بھول گئے کہ آپ کیا کہہ گئے ہیں، مقدمہ بدایوں کے فیصلے میں شیعوں کی مدد لی گئی تھی یہ بات آپ کی طرف سے بیان کی جائے تو اب سوائے افسوس کے کیا کر سکتے ہیں۔

آپ کے اس جملہ سے بریلی شریف پر حملہ سمجھا جائے یا خود آپ کی خانقاہ پر؟ اگر یہ بدایوں والا پورا معاملہ وقت نکال کر ایک بار پڑھ لیتے تو اپنے اکابر پر اس طرح حملہ آور نہ ہوتے۔ مقدمہ بدایوں شیعوں کی مدد سے حل کیا گیا یہ بات بالکل بے بنیاد ہے۔

برسبیل تنزل اسے درست مان لیا جائے، تو اس میں مدد لینے والوں میں آپ کی خانقاہ کا پورا پورا ہاتھ ہے کیوں کہ اس پورے مقدمہ میں مشائخ مارہرہ شریف بریلی شریف کے ساتھ تھے تو اگر یہ جرم تھا تو اس جرم میں بریلی شریف کے ساتھ مارہرہ شریف بھی شامل۔

آپ کے اس جملہ سے سمجھنے والا یہ سمجھے گا کہ اعلیٰ حضرت پر جو مقدمہ ہوا تھا وہ درست تھا اعلیٰ حضرت غلطی پر تھے اور جب وہ ہارنے لگے تو انہوں نے شیعوں کی مدد حاصل کی اور مقدمہ جیت لیا۔ دراصل وہ مقدمہ جیتے نہیں تھے۔ بلکہ دھوکہ سے جیت کی مہر لگوالی تھی۔ اور اس معاملہ میں وہ حق پر نہیں تھے ورنہ نہ جیتنے کا مسئلہ ہی نہیں تھا اور شیعوں سے مدد لینے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

سید صاحب آپ اپنے اکابر کی تحریرات ہی پڑھ لیتے تو شاید یہ بے تکا اور بے بنیاد دعویٰ نہیں کرتے۔ اس

پورے معاملہ میں مارہرہ شریف نے ساتھ دیا یہ اس دور کے اخبارات ورسائل اور دیگر کتب وپمفلٹ سے ثابت شدہ بات ہے۔سب جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے اس معاملہ کو صداقت کی مہر لگا کر پیش کرنے والوں میں مشائخ مارہرہ شریف صف اول میں شامل ہیں۔

مقدمہ بدایوں کے ذریعہ جو حملہ حضور اعلیٰ حضرت پر کیا گیا اس کو آپ کے دادا حضور ابوالقاسم سید محمد اسمٰعیل حسن علیہ الرحمہ نے دین پر حملہ قرار دیا ہے، ملاحظہ فرمائیں حضرت کا ایک مکتوب جو حضور تاج العلماء کے نام دوم شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ مطابق جون ۱۹۱۶ء میں آپ نے ارسال فرمایا تھا؛فرماتے ہیں:

"اب تم آجاؤ بریلی اتر لو وہاں میں (حضرت مولانا) مولوی احمد رضا خاں صاحب سے بھی مل لو گے وہ آج کل مخمصہ میں ہیں ان پر کیا حملہ ہے دین پر حملہ ہے۔" [مفاوضات طیبہ:ص ۱۴]

اور اعلیٰ حضرت کے نام اپنے ایک مکتوب میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

"فقیر کو اس حملہ نامرضیہ [مقدمہ مسئلہ اذان ثانی] کا جو بظاہر آپ پر اور اصل میں دین اسلام پر ہے، نہایت رنج ہے۔افسوس صد افسوس کہ ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا ہے اور تقریباً ہزاروں آدمی اس وقت موجود ہیں۔ جنہوں نے حضرت استاذی مولانا مولوی عبد القادر صاحب قدس سرہ اور آپ کے مراسم اور محبت کے برتاؤ دیکھے ہیں، یا اب یہ حال ہوا ہے کہ جس سے مسلمان دین داروں کو روحی صدمہ اور بدمذہبوں کو موقع شماتت اور خوشی کا مل گیا ہے۔اگرچہ ان شاء اللہ ہوگا کچھ نہیں۔مگر معاندین اور مخالفین مذہب حق کو چند دنوں یہ خوشی کا موقع مل گیا ہے۔ فقیر اگرچہ آپ کی کسی ظاہری اعانت کے لائق نہیں، مگر ہر وقت دل سے دعا کر رہا ہے کہ اس مخمصہ سے باحسن وجوہ آپ کو طمانیت حاصل ہو اور آپ کے دست وقلم سے دین حق کی ہر طرح سے اعانت ہوتی رہے اور مخالفین دین کو ذلت پہنچتی رہے۔" [مرجع سابق، ص ۱۵]

اور تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری قدس سرہ حضور اعلیٰ حضرت کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"باادب آداب گزار ہو کر عارض ہوں۔مولوی محب احمد کا خط شاہ میاں کے پاس آیا تھا۔میرے پاس تو ایسا نجس خط بھیجنے کی کیا مجال ہو سکتی تھی۔بحمد اللہ یہاں سب احمد رضا کو ہی سچے دین کا سچا مانے ہوئے ہیں، سوائے بعض مخالفین کے، ان کی کیا مجال، جو وہ کچھ خباثت پھیلا سکیں"

[ہفت روزہ دبدبہ سکندری' رام پور:۲۰/ جولائی ۱۹۱۴ء ص ۳]

سید حسین حیدر میاں، سید محمد میاں دونوں کے بیانات مقدمہ بدایوں میں اعلیٰ حضرت کی حمایت میں پیش کیے گئے۔تاج العلماء کی گواہی کا ذکر اخبارات میں موجود ہے۔مقدمہ بدایوں میں حضور اعلیٰ حضرت کے

دفاع میں بطور گواہ تاج العلماء بھی تھے۔

احسن مارہروی بھی اس مقدمہ میں عدالت میں حاضر ہوتے رہے۔

عدالت میں حضور اعلیٰ حضرت کے خیر خواہ حضرات نے اس فیصلہ کو عدالت سے ہٹ کر آپس میں نمٹانے کی ایک سعی کی تھی اور عدالت میں حضرت سید حامد حسین مارہروی کو ثالث بنانے کی بات کی تھی لیکن وہ مدعی حضرات نے نکار دی کیوں کہ ان کو پتہ تھا کہ مارہرہ شریف والے اعلیٰ حضرت کی حمایت میں ہیں۔

اس کی ایک بڑی شہادت خود سید مہدی میاں کے ایک مراسلہ سے پیش کرتا ہوں جو بدایوں کے مشہور اخبار "ذوالقرنین" میں شائع ہوا تھا۔ اور جس میں آپ نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ آپ ناحق اعلیٰ حضرت کے طرف دار نہیں ہیں۔ اس پر آپ نے اپنی طرف سے قدرے صفائی دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے حق پر ہونے اور کسی کا محتاج نہ ہونے کی بات تحریر فرمائی ہے، آپ فرماتے ہیں:

"فقیر پر علیٰ روس الاشہاد یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ بے بضاعت حق ناحق فاضل بریلوی کا طرف دار ہے۔ حالاں کہ اگر امعان نظر سے دیکھا جائے تو فاضل بریلوی بجز اپنے مولیٰ تعالیٰ کے اور کسی کے دنیاوی امور میں محتاج نہیں۔ چشم بد دور وہ صاحب ریاست ہیں ذاتی ثروت و وجاہت کے سوا ان کے معتقدین و متوسلین اتنے باوقار و مال دار ہیں کہ باوجود ممانعت سخت ایسے ایسے بیس مقدموں کی پیروی کرنے کے بعد بھی سپر انداختہ نہ ہوں۔ ایسی صورت میں فقیر بے بضاعت کو ان کا معاون دنیوی سمجھنا مور ضعیف کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کا کفیل جاننا ہے ....اتنی بات ضرور ہے کہ ایک ایسے جلیل القدر و نامور فاضل کے لیے ایسی بازاری اہانت دیکھ کر جو چند غیر معروف ناموں کی طرف سے روا رکھی گئی دل دکھا اور صدمہ و قلق ہوا۔ اور وہ بھی محض اس لیے کہ ایک طرف عالم دین ہے اور دوسری طرف ایک عامل دنیا ہے۔ اور یہ وہ بے لاگ صدمہ ہے جو ہر ملت پرست کو ہونا چاہیے۔ خدانخواستہ دور از حال یہی قضیہ برعکس ہوتا تو یہ فقیر بے نوا اسی طرح حق گوئی کے لیے حاضر و غائب موجود رہتا۔"

راقم فقیر مہدی حسن ننگ سجادہ حضور اچھے میاں صاحب درگاہ مقدسہ مارہرہ

[اخبار ذوالقرنین بدایوں: ۱۴/ نومبر ۱۹۱۶ء ص ۵، ۶]

حضرت سید شاہ محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں نے اپنے ایک خط میں علمائے بدایوں سے مسئلہ اذان ثانی پر اپنی ایک ملاقات کی روداد کا مختصر ذکر کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھا ہے۔

"ہمارے جواب لاجواب دیکھ کر مولوی محب احمد نے اپنی تقریر کا رخ بدل کر ایسے کلام کیے، جس سے معلوم ہوا کہ وہ ہمیں کچھ بے جا ذاتی طرف دار مولوی احمد رضا خان صاحب کا جانتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ

آپ خوب سمجھ لیں کہ مراسمِ محبت ومروت اور تعلیم اور تعلم وقدامتِ رشتہ توسل، جو فقیر کو حضرات اکابرِ مدرسہ قادریہ کے ساتھ ہے، اس کا عشرِ عشیر مولوی احمد رضا خان صاحب سے نہیں اور نہ ہو سکتا ہے، بلکہ معاملاتِ دنیاوی میں تو مولوی احمد رضا خان صاحب ہمارے اعزہ مخالفین کے ساتھ ہیں مگر یہ معاملہ دینی ہے۔ اگر ہمارا جانی دشمن بھی دین کے امر میں حق پر ہوگا، تو ہم کیا، بلکہ سب سچے مسلمان اس کے ساتھ ہوں گے۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہاں اس وقت سب پڑھے لکھے ہوئے صاحبوں کا مجمع ہے۔" [مفاوضات طیبہ: ص۱۹]

مزید لکھا ہے:

"اور واقعی یہ ہے کہ یہ مسئلہ از روے تحقیق بھی یہی ہے کہ اذان خارج مسجد ہو۔ اگر حضرت تاج الفحول قدس سرہ اس وقت پردہ فرمائے ہوئے ہماری ظاہری نظروں سے نہ ہوتے، تو اس مسئلہ کو اور زیادہ قوی دلیلوں سے ثابت فرما دیتے کہ اذان مسجد سے باہر ہی چاہیے۔" [مرجع سابق: ص۲۲]

حضور تاج العلما حضرت سید شاہ محمد اسمٰعیل حسن علیہ الرحمہ کے تین خطوط سے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ تینوں صحائف شرائف ۱۷، ۱۸، ۱۹، اس زمانے کے ہیں جب کہ بعض اہل بدایوں نے بہ سلسلہ مسئلہ اذان خطبہ بیرون مسجد حضرت امام اہل سنت مولوی احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ پر ایک استغاثہ دائر کر رکھا تھا ان سے حمایت سنن اور علماے کرام اہل سنت بالخصوص حضرت فاضل بریلوی دامت برکاتھم کے ساتھ ہمارے حضرت قدس سرہ کے قلب مبارک میں احترام ومحبت میں جو خالص ایمانی جذبات تھے ان کا اظہار ہوتا ہے۔ نیز ۱۸، حضرت کی اس پیش گوئی پر بھی مشتمل ہے کہ بدایونی استغاثہ ناکام رہے گا جو بعد کو واقع کے لحاظ سے بالکل سچی بفضلہٖ تعالیٰ ثابت ہوئی۔" [مرجع سابق: ص۲۸]

الغرض مقدمہ بدایوں سے متعلق سید صاحب نے جو بیان دیا ہے وہ مسخ شدہ تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ اصل تاریخ تو ان کے گھر میں انہیں کی لائبریری میں انہیں کے آبا و اجداد کے پاس محفوظ ہے۔ اس میں بس چند باتیں فقیر نے پیش کی ہیں باقی سید صاحب خود مطالعہ کی زحمت فرمالیں تو احسان ہوگا۔ سید صاحب اگر واقعی غیر جانب دار ہو کر تعصب سے بالاتر ہو کر تاریخ کی اوراق گردانی فرمائیں گے تو یقیناً اس طرح کی باتیں کبھی وہم وگمان میں بھی نہ لائیں گے۔

(احباب کرام! مقدمہ بدایوں وبریلی کی مکمل ومدلل تفصیل فقیر کی کتاب "مقدمہ بدایوں وبریلی تاریخی حقائق" میں ملاحظہ فرمائیں)

مداری اختلاف کا دار ومدار:

"آج یہ میرا بچہ مداری آیا ہے یہاں پر۔ بولو مکن پور شریف سے۔ اے برکاتیو! میں تمہیں سب سے پہلی

بات بتاتا ہوں کہ سب سے بڑے مداری کا نام جو سرکار بدیع الدین قطب مدار کے مرید صادق تھے ان کا نام ہے سید شاہ برکت اللہ جو تمہارے سلسلے کے امام ہیں۔"

حضرت مداریوں سے مسلک اعلیٰ حضرت والوں کی کوئی ذاتی لڑائی نہیں ہے۔ بس اتنی سی بات کو لے کر وہ چراغ پا ہیں کہ علمائے مسلک اعلیٰ حضرت نے ان کے سلسلے کو سوخت کیوں بتایا۔ آپ پیچھے بھی یہ بات کہہ چکے ہیں کہ مکن پور والوں سے لڑائی وغیرہ۔ بس اسی لیے یہاں کلام کررہا ہوں۔ ورنہ یہاں اس کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر آپ اپنے والد اور دادا وغیرہما کا نظریہ اس سلسلے میں تحقیق کروگے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ مسلک اعلیٰ حضرت کے بحیثیت اسم معرض وجود میں آنے سے پہلے ہی، آپ کے جد امجد کی کتاب "سبع سنابل شریف" میں مداری سلسلے کے سوخت کا ذکر آچکا ہے۔ آپ کے والد گرامی نے بہت بحثیں فرمائی ہیں اس سلسلے میں اور دیگر مشائخ مارہرہ شریف نے بھی۔ میں بس ایک تحریر حضرت سید شاہ محمد یحییٰ حسن علیہ الرحمہ کی پیش کررہا ہوں تاکہ معمہ صاف ہوجائے ملاحظہ فرمائیں۔

سید شاہ محمد یحییٰ حسن قادری برکاتی علیہ االرحمہ فرماتے ہیں:

"جس کا صلہ حضرت شاہ بدیع الدین نے آپ کو یہ دیا کہ اپنے سلسلہ طریقت کو خود بھی سوخت فرمادیا، یہ اس لیے کیا کہ حضرت شیخ سراج الدین علیہ الرحمہ نہیں چاہتے تھے کہ سلسلہ مداریہ آگے چلے۔ گویا حضرت شاہ بدیع الدین علیہ الرحمہ نے اپنے ہم عصر شیخ کی خواہش کا احترام کیا، جو آج کل کے پیران طریقت کے لیے باعث درس ہے۔..... سلسلہ مداریہ کو سوخت کرنے کے مکتوبات حضرت شاہ بدیع الدین علیہ الرحمہ نے لکھے جن کا حوالہ سبع سنابل میں بھی ہے۔ اور ان مکتوبات پر حضرت مخدوم شیخ سعد حضرت مخدوم محمد منکن اور حضرت مخدوم شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا عمل بھی رہا ہے۔ لہٰذا اس بات کو تسلیم کرنے میں بالکل تامل نہیں ہے کہ حضرت شیخ بدیع الدین علیہ الرحمہ نے اپنے سلسلہ طریقت کو سوخت کردیا۔ سبع سنابل شریف مستند اور معتبر کتاب ہے۔ اور جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مقبول ہے......مارہرہ شریف کے پیران طریقت سلسلہ مداریہ میں بیعت نہیں کرتے ہیں۔ کسی سلسلہ متصلہ مشہورہ قادریہ چشتیہ ہی میں بیعت کرتے ہیں اور طالب کو اس کی استدعا پر سلسلہ بدیعیہ مداریہ کی بھی تبرکاً و تیمناً اجازت دیتے تھے۔ یہ اجازت تیمناً ہے نہ اصولاً۔" [ماہنامہ، قاری، جنوری ر ۱۹۹۰ء: ص ۶۷-۶۶]

مرد سے مرید:

"میں صرف آپ لوگوں کا رسپونسول ہوں مجھے کسی دوسرے سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ جسے جو کرنا ہے وہ کرے وہ اپنی بھیس چرائے جسے جو کرنا ہے کرے۔ وہ گائے چرائے بھیس چرائے، کچھ بھی کرے، لیکن میں

اپنے برکاتیوں کا رسپونسول ہوں، تم میرے ہو میرے۔ ہاں تمہارے اوپر میرے باپ دادا نے مجھے تمہارے اوپر رکھا ہوا ہے۔ اس لیے رکھا ہوا کہ میں تمہارے اوپر کلنگ نظر رکھوں۔ میں تم لوگوں کو نہیں پھنسنے دوں گا۔ یاد رکھنا...... تم لوگ مرد سے مرید ہوئے ہو۔ ہاں مردانگی کا سلسلہ ہے ان لوگوں کا یار۔ مردانگی کا سلسلہ ہے تم لوگوں کا رسی پھیکیوں کا سلسلہ نہیں ہے ڈورے ڈالوئں کا۔"

حضرت کیا باقی خانقاہ والے مشائخ کرام نامرد ہیں۔ اس طرح کا جملہ کیا باقی خانقاہوں کے تقدس کو پامال نہیں کر رہا ہے۔ کیا اس طرح یکسر ساری خانقاہوں کا مذاق نہیں اڑایا آپ نے؟ کیا آپ کے سلسلہ کے علاوہ جو مرید ہوتے ہیں وہ عورتوں سے ہوتے ہیں، کیوں کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ "مردانگی کا سلسلہ ہے ان لوگوں کا یار" باقی کا سلسلہ نامردی کا ہے کیا؟ کیا یہی تعلیمات ہیں مارہرہ شریف کی کہ خود کے آگے کسی اور خانقاہ کو یا کسی اور پیر کو کچھ نا سمجھو بلکہ مرد تک نہ سمجھو۔ سید صاحب بریلی شریف کی مخالفت میں اس قدر آگے مت نکلیں کہ پیچھے ہٹنا مشکل ہو جائے۔

یقیناً آپ جس سلسلے سے منسلک ہیں وہ رسی پھیکوں اور ڈورے ڈالووں کا سلسلہ نہیں ہے، یہ تو ہمیں معلوم ہے۔ یہ سلسلہ تو بڑا پاکیزہ سلسلہ ہے لوگوں کے جذبات سے کھلواڑ کرنے والا بھی نہیں ہے۔ بزرگوں کی تعلیمات کا منحرف ہونے والا بھی نہیں ہے۔ حدیث شریف کا انکار کر کے بدمذہبیت کو ڈھیل دینے والا بھی نہیں ہے بلکہ یہ سلسلہ مذہب حق اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی کرنے والا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی برائی کا جواز:

سید صاحب اپنی تقریر میں حضور اعلیٰ حضرت کی برائی کے جواز کا پہلو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اور جو لوگ اعلیٰ حضرت کا نام لے کر تہمتیں لگاتے ہیں لوگوں کے اوپر میں تم کو بتا دے رہا ہوں ان کو اعلیٰ حضرت سے کوئی محبت نہیں ہے وہ دشمن ہیں اعلیٰ حضرت کے۔ در پردہ وہ برا سنواتے ہیں اعلی حضرت کو۔ وہی لوگ برے ہیں اصل میں، جو منبروں میں کھڑے ہو کر پروگرام کرواتے ہیں، ان کے نام پر تبرے بازی کرواتے ہیں۔ ہمارے برکاتی ایسے نہیں ہیں۔ سمجھ رہے ہیں ہمارے برکاتی کسی کے خلاف کچھ نہیں بولتے۔ ہم کو مطلب نہیں ہے الحمدللہ۔ برکاتی جو ہے وہ دیوانوں کی ٹولی ہے۔ ہمیں اپنے نبی سے مطلب ہے ہمیں اپنے علی سے مطلب ہے۔ ہم اپنی اس روش پر چل نکلے ہیں ہمیں چلنے دیا جائے۔"

سید صاحب یہ کیا طریقہ ہوا کوئی اگر آپ کی مخالفت کر رہا ہے تو آپ اس کی مخالفت کریں یہ تو سمجھ میں آتا ہے حالاں کہ یہ بھی آپ کے شایان شان نہیں ہے، کیوں کہ مولیٰ علی کا مسلک اس کی بالکل اجازت نہیں دیتا کہ اپنے مخالف کی مخالفت کی جائے، اور یہی آپ کے بزرگوں کی روش بھی ہے۔ پھر بھی اگر آپ مخالفت کریں گے

تو دانش مندی تو یہ ہے کہ جس سے لڑائی ہوئی اس کی مخالفت کی جائے گی نا کہ اس کے آبا واجداد کی۔ اگر آپ کی کوئی پیر یا کوئی مولوی مخالفت کرے تو آپ اس کی مخالفت کریں مگر آپ حضور اعلیٰ حضرت کی برائی میں ملوث ہو جائیں تو اس سے خود اپنے گھر والوں کی مخالفت لازم آرہی ہے اور یہ دانش مندی نہیں ہے۔ حضور اعلیٰ حضرت بھلے ہی خان ہیں مگر آپ کے اکابر نے انہیں اپنے خاندان میں شامل کر لیا ہے۔

جیسا کہ حضور نظمی میاں لکھتے ہیں:

''سیدنا ابو الحسین احمد نوری نے ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کے بمصداق حضرت رضا بریلوی کو چشم و چراغ خاندان برکات کے لقب سے نواز کر دنیا کو یہ جتلا دیا ہے کہ دیکھو ہم سید زادے بخیل نہیں ہیں۔ احمد رضا نے ہمارے نانا جان کے عشق میں خود کو فنائیت کے مقام پر لا کر کھڑا کر دیا تو اب وہ اہل بیت میں سے ہو گیا۔ اب وہ ہمارے خاندان کا ایک فرد بن گیا اب ہر اس جگہ اس کا نام لیا جائے گا جہاں ہمارے خاندان کا ذکر کیا جائے گا۔ ع

خان زادہ سیدوں کا اعلیٰ حضرت بن گیا

[فن شاعری اور حسان الہند: ص ۲۷]

علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت آپ کا اور آپ کے آبا کا دیا ہوا مسلک ہے۔ اس پر چلنے کی تاکید آپ کے اکابر فرماتے رہے ہیں، تو اس سے انحراف اور اس کی مخالفت آپ سے معقول نظر نہیں آتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی عرض کر دوں کہ اگر آپ کسی کو گالی دیں یا برا بھلا کہیں یا اسے ماریں اور وہ حضور شاہ برکت اللہ، حضور خاتم الاکابر، حضور نوری میاں، حضور تاج العلماء، حضور سید العلماء، حضور احسن العلماء، حضور نظمی میاں علیھم الرحمہ کی بدگوئی کرے تو کیا اس کو دانش مندی سے تعبیر کیا جائے گا؟ ہر گز نہیں بلکہ اس کو بے وقوف مانا جائے گا۔ اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کوئی غلط کام کر رہا ہے تو اسلام کو گالی دینا بانی اسلام کی مخالفت کرنا کہاں کی دانش مندی ہو گی اتنا تو حضرت سمجھ ہی سکتے ہیں۔

دل جوئی یا دل شکنی:

سید صاحب کہتے ہیں:

''حضرات گرامی اپنے اخلاق کو بلند کریے۔ سرکار غوث پاک کا مہینہ ہے سرکار غوث پاک کی محفل ہے اپنے اخلاق کو بلند کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ جو بھی اختلافات ہیں ان کو بھلا کر کس کے لیے پیر کے لیے نہیں صرف اللہ کے لیے اللہ کی رضا کے لیے ان کو بھلا کر اپنے سلسلے کو مضبوط کیجیے.......ہمیں یہ سب باتیں بھول جانا چاہیے کہ کس نے چین کی گھڑی پہنی ہے۔ کس نے ٹائی پہنی ہے۔ کس نے الٹا پیر پہلے نکالا ہے کس

نے سیدھی مانگ نکالی ہے۔ آڑی مانگ نکالی ہے۔

یہ سب باتیں بھول جانا چاہیے ہم لوگوں کو ان سب باتوں میں دل خراب ہوتے ہیں۔ یار ہمیں اپنے بھائیوں کا دل رکھنا آنا چاہیے۔ آپ کو معلوم ہے ہمارے بزرگوں نے کیا فرمایا ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ اگر تم نفلی روزہ رکھے ہوئے ہو تم کسی کے گھر مہمان رہے اور اس نے تم سے کہا کہ بھائی پانی پی لیجیے۔ تو تم اس سے یہ مت بتاؤ کہ تم روزہ رکھے ہوئے ہو بلکہ پانی پی لو روزہ توڑ دو کیوں کہ تمہارے روزے سے افضل ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کی دل جوئی کرو۔ اس کی دل شکنی نہ ہو۔ یہ ہمارے بزرگوں نے ہمیں سکھایا ہے۔ یہ اخلاق ہے۔ اور ہم کیا کر رہے ہیں ہم بالکل الٹی چال چل رہے ہیں۔..................میں جانتا ہوں میری باتیں بہت کڑوی ہیں کچھ لوگوں کو بہت چبھی ہیں اور بہت اچھا ہے کہ باتیں چبھیں ۔کیوں کہ میں باتیں چبھونے کے لیے بول ہی رہا ہوں ۔ارے کب تک ہم مروت کریں گے ،کب تک ہم خاموش رہیں گے۔ ہم نے کہا کوئی بات نہیں سنیت کا نقصان نہ ہو جائے، کوئی کسی کا دھندہ چل رہا ہے چلنے دو لیکن پتہ چلا کہ دھندہ چلانے کے چکر میں پوری امت کا بیڑا غرق کر دیا جا رہا ہے تو یہ ہم کو برداشت نہیں ہوگا۔"

سید صاحب نے مذکورہ سطور میں دل جوئی کا حکم دیا ہے مگر انداز بھی عجیب ہے دل سوزی کرتے جا رہے ہیں اور دل جوئی کا حکم دے رہے ہیں۔ سید صاحب کڑوی کڑوی باتیں چبھنے والی باتیں کر کے جس کا اقرار خود آپ نے کیا ہے کیا دل جوئی کی جاتی ہے؟ یہ انداز اصلاح کا نہیں ہے بلکہ معاف رکھیے گا فساد کا ہے۔ اور سید صاحب بڑی بارگاہ کے پروردہ ہیں اگر وہ ہی ایسا کریں گے تو پھر قوم کا خدا حافظ۔

خاتمہ:

سید صاحب کی پوری تقریر پر اگر تبصرہ کیا جاتا تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جاتی۔ فقیر نے بس چند اہم پہلوؤں کو موضوع بحث بنایا اور اس سے متعلق صرف ان کے گھر سے ان کے آبا و اجداد کے حوالے پیش کر کے ان کی تقریر کے متنازعہ گوشوں کو خوش گوار ماحول میں اصلاح کا جامہ پہنانے کی ایک ادنیٰ سی کوشش کی ہے۔

مبادا میری تحریر سے یہ نتیجہ اخذ نہ کیا جائے کہ میں نے سید صاحب کی مخالفت میں لکھا ہے۔ میں نے تو بس سید صاحب کے آبا و اجداد کی تعلیمات جو اہل سنت کو انہوں نے پڑھائی تھیں سید صاحب کو سنانے کا شرف حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ الحمدللہ! فقیر کو مارہرہ مقدسہ کی تعلیمات حتی المقدور یاد ہیں۔

مزید براں حتی الامکان طنز و تشنیع سے قلم کو باز رکھا ہے اور مؤدب انداز میں اپنی بات کہنے کی کوشش کی ہے پھر بھی اگر کہیں تلخی در آئی ہو تو معذرت خواہ ہوں۔ سید صاحب کی تقریر کے کئی پہلو سخت خلاف شرع ہیں ان

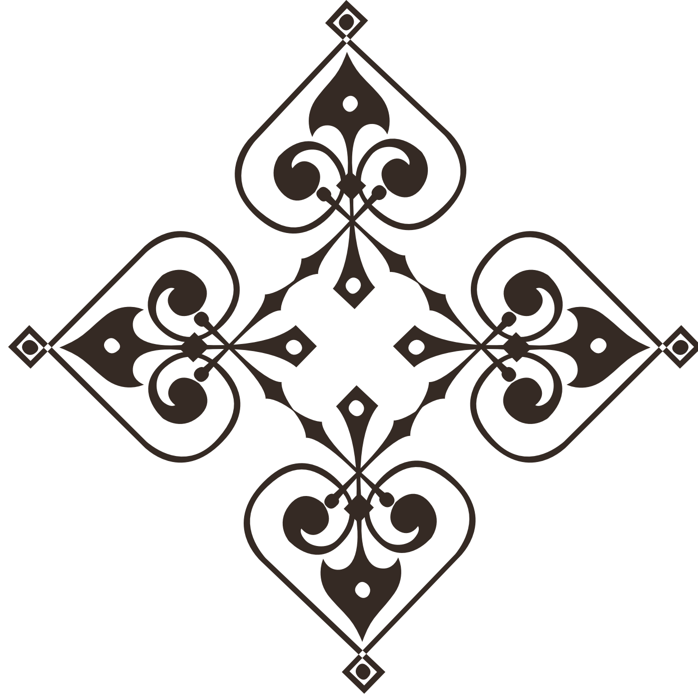
پر میں نے کسی طرح کا شرعی حکم بیان نہیں کیا ہے۔ بلکہ وہ اکابر مفتیان کرام کے ذمہ چھوڑ دیا ہے۔ میں نے بس نفس مسئلہ پر ان کے اکابر کی بارگاہ سے جواب دینے کی خدمت پوری کی ہے۔

اللہ سید صاحب کو اپنے آباواجداد کی روش پر گامزن فرمائے۔ اور ہمیں سادات کرام اور علمائے کرام کی محبتیں اور ان کی مقدس بارگاہوں کا ادب واحترام، اور ان کے نقوش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

[دوماہی الرضا انٹر نیشنل، پٹنہ:

مارچ، اپریل ۲۰۱۷ء۔ ص ۱۲ تا ۱۹۔ و ۱۰۔ مئی، جون ۲۰۱۷ء۔ ۱۴ تا ۱۸]



کارِ پاکاں راقیاس از خود مگیر

مولاے روم نے کیا خوب فرمایا ؎

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شِیر

(پاک لوگوں کے افعال کو اپنے اوپر قیاس مت کرو اگرچہ لکھنے میں شیر (جانور) اور شیر (دودھ) ایک جیسے ہوں۔

جس طرح شیر اور شیر میں بون بعید ہے اسی طرح کل کے صوفی اور آج کے صوفی میں بہت فرق ہے۔

کل جو صوفی کہتے تھے اس میں اخلاص کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا اور آج جو صوفی کہتے ہیں اس میں سوائے اخلاص کے سب کچھ ہوتا ہے (الا ماشاء اللہ)

آج کچھ نام نہاد صوفیوں نے قوم کو گمراہی کے غار عمیق میں دھکیلنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ بزرگوں کی شطحیات کو ڈھال بنا کر اپنی ہفوات و مزخرفات سے شریعت حقہ کا مذاق اڑانا اپنا شیوہ کر لیا ہے۔ اور ان خلاف شرع حرکتوں میں چند بذلہ خوار، مولوی کہلائے جانے والے مریدوں کو اپنا معاون بنا کر انہیں ڈھال کے طور پر اپنایا جا رہا ہے۔

وہ بے چارے مرید اپنے صوفی کہلائے جانے والے پیر سے چند تصوف کے اسباق سن کر اور ان کے کچھ فارسی اشعار سن کر اس قدر متاثر و مرعوب ہو بیٹھے کہ انہیں غزالی، رومی، سعدی، شیرازی، بسطامی اور سقطی سب کچھ سمجھ بیٹھے۔ انہیں اپنی پیر کی ہفوات و خرافات میں اصفیاے کرام کی شاعری کا عکس نظر آنے لگا وہ اپنے پیر کی خلاف شرع باتوں کو بزرگوں کی شطحیات پر محمول کر کے علماے حقہ کے شرعی فتاوی پر قدغن لگانے میں اس قدر مصروف ہو گئے کہ مدرسے میں پڑھے شریعت کے سارے اسباق ان کے قلب و ذہن سے یکسر محو ہو گئے۔ اور اب محفلوں میں جلسوں میں ہر جا ہر وقت نائبین انبیا کو علماے ظاہر کہہ کر ان کو تنقید کا نشانہ بنانا، اپنا مشغلہ کر لیا ہے۔ ان کی ہفوات و مزخرفات پر تنبیہ کرنے والے علما کو کم دماغ، خر دماغ گردانا جا رہا ہے۔ علما کو تصوف کے اسرار و رموز سیکھنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

الغرض خلاف شرع امور کا ارتکاب ببانگ دہل کیا جا رہا ہے۔ اور بجاے اس کے کہ اس پر خفت و ندامت ہو سر اٹھا کر فخر محسوس کیا جا رہا ہے۔ کفر و اسلام کی سرحد سے الگ محبت کی دنیا بسانے کی تعلیم عام کی جا رہی ہے۔ اور اس پر تصوف کے مایہ ناز اصفیا کے شطحیات کو چاندی کے ورق کی طرح استعمال کر کے تصوفانہ رنگ میں

رنگنے کی کوشش بیکار کی جارہی ہے، اوراس طرح

"اناالحق، سبحانی مااعظم شانی، یااللہ انت عبدی وانا ربك، لوائی ارفع من لواء محمد"

کہنے کی جوازی صورت پیدا کی جارہی ہے بلکہ "لاالہ الااللہ چشتی رسول اللہ" سے نبوت کی دعویداری کا میدان ساز گار کیا جارہا ہے۔

بالجملہ بزرگوں کی شطحیات کا سہارا لے کر ایسی مزخرفات کو عام کیا جارہا ہے، جن سے کسی کا بھی ایمان جانے کا خطرہ ہے۔ اگر یہی چلتار ہا تو وہ دن دور نہیں کہ ہر صوفی کہلانے والا شخص اپنے مریدوں سے اپنا کلمہ پڑھوانا شروع کردے۔ اور حوالے میں "لاالہ الا اللہ چشتی رسول اللہ" کو پیش کر کے دامن جھاڑ لے۔ اور اگر شریعت حقہ کی پیروی کرنے والے علما حکم شرع بیان کریں تو انہیں مصطلحات تصوف سے ناواقف ہونے کا طعنہ دے کر انہیں خاموش کرنے کی کوشش کی جائے۔

کوئی بھی داعی الی اللہ بننے کے بجائے "اناالحق" کہہ کر اپنی ربوبیت کا اعلان کردے اور جواب میں حضرت حلاج کی شطح "اناالحق" سامنے رکھ دے۔

شدت فرح کا بہانہ بنا کر "یااللہ انت عبدی وانا ربك" کے ذریعہ خدا کو اپنا بندہ اور خود کو اللہ کہنا شروع کردے اور جب تنقید ہو تو حدیث کا حوالہ پیش کردے۔

خود کو "سبحانی مااعظم شانی" کہنے لگے اور دلیل میں بایزید بسطامی کی شطح پیش کردے،

نبی کے جھنڈے سے خود کا جھنڈا بلند کرنے کا اعلان کرے اور جواب میں بسطامی کی شطح "لوائی ارفع من لواء محمد" کو بطور دلیل پیش کردے۔

کوئی حقیقت پوچھے تو خود کو جبرائیل ومیکائیل ابراہیم وموسی عیسی اور تواور خود کو پیغمبر محمد بتائے اور جواب میں بایزید بسطامی کے کلمات سکریہ

"عرش منم فرش منم جبرائیل ومیکائیل منم ابراہیم وموسی وعیسی منم ومحمد منم"

سنا کر مدمقابل کو خاموش کردے۔

پہلے کفرواسلام کو یکساں بتائے پھر ایمان کی مذمت اور کفر کی مدحت کرے، بعد میں بت پرستی کی تعلیم دے۔ بلکہ فخریہ طور پر خود کو بت پرست بتائے۔ اور بتوں کے سامنے حاضر ہو کر پوچھنے والوں کو صاف لفظوں میں کہہ دے کہ مجھے بتوں میں ہی خدا نظر آرہا ہے۔ اور کوئی مذہب پوچھے تو بتادے کہ میں نے اسلام اور بت پرستی دونوں ہی اختیار کر رکھی ہیں۔ جواب میں تصوف کی مسلم الثبوت شخصیات، سلوک کی منزلیں طے کرنے والے مقدس سالکین، جیسے فریدالدین عطار، سعدی، شیرازی، مولائے روم، امیر خسرو وغیرہم کے اشعار سکریہ

بطور استناد پیش کر کے پلہ جھاڑ لے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک:

اتنا بھی نہ سمجھے کہ وہ جن صوفیاے عظام کی شطحیات کو پیش کر رہا ہے وہ ان کی قدموں کی دھول تک بھی پہنچنے کا اہل نہیں ہے۔ کہاں وہ مغلوب الحال اصحاب وجد صوفیا کہ علما و صلحا ان کی جذب و مستی ان کی کیفیت بے خودی مغلوب الحالی کے لطیف اسرار و رموز بیان کرتے ہوئے معرفت کے جام سے لطف اندوزی حاصل کریں۔ اور بعد میں یہ بھی کہتے جائیں کہ یہ حضرات مغلوب الحال اور اصحاب وجد تھے۔ حالت مستی و جذب میں ان سے یہ کلمات صادر ہوئے ہیں، جن کا مفہوم سواے ان کے بس وہی جانے جو ان کے مقام تک پہنچ چکا ہے۔

بلکہ امام غزالی جنھیں عمارت تصوف میں مینار کی حیثیت حاصل ہے وہ ان اصفیاے کرام کے کلام میں کلمات سکریہ کے تعلق سے یہ فرمائیں کہ:

"یہ متشابہات کے مثل ہیں جن کا معنی و مراد وہی جانتے ہیں ان تک ہماری عقل کی رسائی نہیں"

امام شعرانی یہ فرمائیں:

"چناں چہ کبھی عارف ربانی اپنی نظم وغیرہ میں حق تبارک وتعالیٰ کی زبان پر یعنی اس کی ترجمانی میں کلام کرتا ہے کبھی لسان رسول علیہ الصلاۃ والسلام پر بولتا ہے کبھی قطب کی زبان پر گفتگو کرتا ہے تو ان میں سے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی زبان پر کہہ رہا ہے تو وہ انکار میں جلدی کرتا ہے۔"

[طبقات امام شعرانی مترجم بنام برکات روحانی: ص ۴۰]

مزید لکھیں کہ:

"قزوینی نے اپنی کتاب سراج العقول میں امام الحرمین سے نقل فرمایا کہ ان سے جب غالی صوفیوں کے کلام کی بابت پوچھا جاتا تو وہ فرماتے تھے کہ اگر ہمیں کہا جائے کہ ان کے کلام میں سے جو تکفیر کا تقاضا کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ہے اس کی تفصیل بیان کرو تو ہم کہیں گے کہ یہ ایسی طمع ہے جس کا یہ مقام نہیں ہے کیوں کہ ان کا کلام ادراک سے دور، وہاں چلنا مشکل توحید کے سمندر کی تند و تیز موج سے چلو بھرا جاتا ہے"

[مرجع سابق، ص ۶۷]

اور کہاں یہ نام نہاد صوفی جن کے بارے میں مولاے روم نے فرمایا ؎

حرف درویشاں بدزدیدہ بسے
تا گماں آید کہ ہست او خود کسے
خردہ گیرد در سخن بر بایزید

ننگ دارد از درون او یزید
ہر کہ داند مر را چوں با یزید
روز محشر حشر گردد با یزید

"یعنی گندم نما جو فروش صوفی بزرگوں کے الفاظ چرا لیتے ہیں تا کہ لوگ انہیں بھی صوفی سمجھنے لگیں یہ لوگ اپنی باتوں میں بایزید بسطامی پر بھی نکتہ چینی کرتے ہیں، حالاں کہ ان کا باطن اس قدر کالا ہوتا ہے کہ یزید بھی دیکھ کر شرما جائے۔ جو شخص بھی ایسے صوفیوں کو بایزید کی طرح سمجھے گا اس کا حشر قیامت کے دن یزید کے ساتھ ہو گا۔" [مثنوی مولانا روم، دفتر اول، حصہ دوم، ص۲۴۶]

امام غزالی نے شطح کے بیان میں ایسے صوفیوں کی خوب خبر لی ہے جو اپنے کلام و افعال کو بزرگوں کے اقوال و احوال پر منطبق کرتے ہیں۔ حالاں کہ وہ قطعاً اس کے اہل نہیں ہوتے۔

آپ فرماتے ہیں:

"وہ کہتے ہیں ہم سے فلاں بات کہی گئی تو ہم نے یہ جواب دیا۔ وہ حسین بن منصور حلاج کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں جنہیں اس قسم کے کلمات کی وجہ سے سولی چڑھایا گیا تھا۔ وہ منصور کے قول "انا الحق" اور حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کے اس قول سے دلیل پکڑتے ہیں انہوں نے "سبحانی سبحانی" کہا تھا یہ ایسا فن کلام ہے جس سے عوام کو بہت نقصان پہنچتا ہے، حتیٰ کہ بعض کاشت کاروں نے کاشت کاری چھوڑ دی اور اس قسم کے دعوے شروع کر دیے۔ کیوں کہ اس قسم کے کلام سے طبیعتیں لذت محسوس کرتی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے ان کے خیال میں اعلیٰ مقامات حاصل کرنے کے لیے ظاہری اعمال اور تزکیہ نفس کی ضرورت باقی نہیں رہتی، تو غبی قسم کے لوگ اس قسم کا دعوی کیوں نہیں کریں گے؟ اور وہ من گھڑت اور مہمل قسم کے کلمات کیوں نہیں کہیں؟ اور جب ان کے اس عمل پر اعتراض کیا جائے گا تو بلا تکلف جواب دیتے ہیں کہ اس اعتراض کی بنیاد علم اور مناظرہ ہے۔ اور علم تو ایک حجاب ہے اور مناظرہ بازی تو نفس کا عمل ہے۔ اور ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں تو یہ نور حق کے مکاشفہ کے باعث ہمارے باطن سے اٹھتی ہے۔ یہ اور اس قسم کی دوسری خرافات جن کا شر شہروں میں پھیل چکا ہے اور عوام کو اس سے عظیم نقصان پہنچا ہے حتیٰ کہ دین میں اس قسم کی باتیں کرنے والے کو مار ڈالنا دس آدمیوں کو زندہ رکھنے سے افضل ہے" [احیاء العلوم مترجم: ج ۱ ص ۱۱۵]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی ایسے ہی صوفیوں کی مذمت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"سست اعتقادی اہل بطالت با حکام شریعت کہ آنرا بشرائط و آداب چناں کہ باید ادا نکردند و نتائج و ثمرات آں را در نیافتند پس براہ تردد و انکار رفتند و در ورطہ حرماں و خسراں ابد درماندند"

یعنی بعض لوگ جو اعتقاد میں سست ہوتے ہیں احکام شرع کو ان کے شرائط کے ساتھ ادا نہیں کرتے اور اس کے نتائج و ثمرات کو حاصل نہیں کرتے، بلکہ اس کے ردوانکار میں پڑجاتے ہیں اور اس طرح ہمیشہ محرومی ونقصان میں رہتے ہیں۔"[فارسی مکتوبات شیخ عبدالحق:ص۲۷۹]

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"حشویہ روزگار میگویند مانیستم ہمہ اوست وایں ہمہ را توحید نام کنند وبایں بہانہ ازدائرہ امرونہی بیرون آیند وہرچہ خواہند بگویند وہرچہ خواہند بکنند وخودرا درویش وصوفی نام نہنند ؏

بد نام کنند نکو نامی چند

اعاذنا اللہ من ذلک"

یعنی آج کل بے دین لوگ کہتے ہیں سب کچھ وہی ہے اور اس کا نام انہوں نے توحید رکھا ہے۔ اور اسی بہانہ سے وہ اوامر ونواہی شرع سے باہر نکل جاتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں کہتے ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ خود کو درویش وصوفی کہلاتے ہیں۔ اور اس طرح یہ چند بدنام زمانہ صوفی نیکوکار حضرات کو بدنام کرتے ہیں ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔"[فارسی مکتوبات شیخ عبدالحق:ص۳۳۸]

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی فرماتے ہیں:

"اہل تصوف کا اخلاق یہ ہے (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع وپیروی) وہ نہیں جو جھوٹے مدعی کہتے ہیں کہ انہوں نے طمع کا زیادت بے ادبی اور گستاخی کا نام اخلاص اور حق سے نکلنے کا نام شطح رکھ لیا ہے۔ یعنی یہ اپنی زبان درازی اور بے باکی سے وہ باتیں زبان سے نکالتے ہیں کہ وہ دین سے خروج کا سبب ہوتی ہیں۔ یہی لوگ اتباع خواہش کو ابتلا بد خلقی کو رعب ودبدبہ اور حکام سے قربت کو مسلمانوں کے لیے شفاعت کا نام دیتے اور بخل کو دانائی سمجھتے ہیں وغیرہ وغیرہ"[سبع سنابل شریف:ص۱۳۴]

حضور اعلیٰ حضرت نے مقال عرفا باعزاز شرع وعلما میں ایسے ہی نام نہاد صوفیوں کا ذکر کرتے ہوئے امام عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کی حدیقہ ندیہ کے حوالے سے بڑی زبردست بات بیان نقل فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو:

"اے عاقل! اے حق کے طالب! ......تجھے حد سے گزرے ہوئے ان جاہلوں کی باتیں دھوکے میں نہ ڈالیں جو اپنی طرف سے صوفی بنتے ہیں لیکن وہ خود بگڑے ہوئے اور دوسروں کو بگاڑنے والے ہیں، خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں، وہ شریعت کے راستے سے ٹیڑھے ہو کر جہنم کے راستے پر چلتے ہیں، جو شخص علمائے شریعت کی راہ سے باہر ہے وہ طریقت کے بزرگوں کے مسلک سے خارج ہے۔ کیوں کہ ایسے لوگ شریعت کے آداب سے منہ پھیرنے کو اختیار کیے ہوئے ہیں اور اس کے مضبوط قلعوں میں پناہ لینے کو چھوڑے بیٹھے ہیں، تو

ایسے لوگ شریعت کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہیں۔ اگر چہ ان لوگوں کا دعوی یہ ہے کہ یہ لوگ انوار سے روشن ہیں۔ طریقت کے جملہ جلیل القدر بزرگ تو شریعت کے آداب پر قائم ہیں۔ اور احکام الٰہی کی تعظیم کے معتقد ہیں۔

اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں کمالات کا تحفہ دیا اور طریقت سے بے خبر اپنی خرافات پر دھوکے کا لباس پہنے ہوئے ہیں۔ اور ظاہر میں مسلمان لیکن حقیقت میں کافر ہیں۔ ایسے لوگ ہمیشہ اپنے وہموں کے بتوں کے سامنے ادب سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ شیطان جو وسوسے ان کے ذہن میں ڈالتا ہے یہ انہیں وسوسوں اور فتنوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور یہ مکمل بربادی ہے ان کے لیے جوان کا پیرو کار ہو یا ایسوں کے کاموں کو اچھا جانے اور یہ بربادی اس لیے ہے کہ وہ راہ خدا کے ڈاکو ہیں" [مقال عرفا باعزاز شرع وعلما: ص۳۲، ۳۳]

علامہ سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ مثنوی ہشت بہشت کے مقدمہ بنام "الانھار" میں حضرت امیر خسرو کی تصوفانہ شاعری کا ذکر کرتے ہوئے اصطلاحات تصوف کا سہارا لے کر اپنی ہفوات بھری شاعری عام کرنے والے نام نہاد صوفی شاعروں کا رد کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ایسے شعرا جو خود مقامات تصوف کو طے کرنے والے نہیں ہیں صرف الفاظ و مصطلحات صوفیہ لے کر اشعار میں نظم دیا کرتے ہیں، اہل دل گروہ اسے خوب پہچانتا ہے کہ یہ قال ہے حال نہیں۔ مولانا رومی علیہ الرحمہ ایسے ہی شعرا کے متعلق مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

حرف درویشاں بدزدد مرد دوں
تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں

[مکار صوفی، بزرگوں کے کلمات چرا لیتا ہے، تاکہ بھولے بھالے لوگوں پر اس کے ذریعہ منتر پڑھے"]

[مثنوی ہشت بہشت، مع مقدمہ الانھار: ص۷۰]

الغرض آج کل کے جدت پسند، آزاد روش، کفر واسلام کی سرحد سے الگ دور محبت کی دنیا بسا کر ہر مذہب ہر مسلک کے پرستاروں کو اپنی محبت کے دام تزویر میں پھنسا کر اپنا الو سیدھا کرنے والے، نام نہاد صوفیا، پر جنید و بایزید، حلاج و شبلی عطار و سعدی، مولائے روم اور امیر خسرو جیسے مقدس اصفیا سے مساوات کا خبط سوار ہے۔ اور وہ بزرگوں کی ان باتوں کو جن میں بظاہر کفر نظر آتا ہے، علی الاعلان عام کر کے مسلمانوں کے ایمان کا سودا کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ بلکہ اپنی حرکات سے ان مقدس ذوات علیا کے تقدس کو مجروح کرنے کی سازش میں مصروف ہیں۔

حالاں کہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اصفیائے کرام کے وہ اقوال وافعال جو بظاہر شریعت کے مخالف نظر آتے

ہیں انہیں اصطلاح تصوف میں شطح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اور ان کی تقلید یا ان سے استناد کی اجازت نہیں ہے۔
ہم یہاں چند مسلم الثبوت بزرگوں کے حوالے سے شطح کا مفہوم، اس کی حیثیت اور حکم نیز اس سے استدلال واستناد کا حکم بیان کردیں۔ اور بعد میں کفرواسلام کو یکساں ماننے اور بت پرستی وغیرہ کے تعلق سے ان کے اقوال کی وضاحت پیش کردیں، تاکہ ان نام نہاد صوفیوں اور اصل صوفیوں میں نیز بزرگوں کی شطحیات اوران کی ہفوات میں فرق واضح ہوجائے۔

شطحیات اصفیا کا مفہوم واحکام:

شیخ ابو نصر سراج شطح کا معنی بیان کرتے ہوے فرماتے ہیں:
''ان سال سائل فقال ما معنی الشطح فیقال معناہ عبارۃ مستغربۃ فی وصف وجد فاض بقوتہ وھاج بشدۃ غلیانہ وغلبتہ''
اگر کوئی پوچھے کہ شطح کا معنی کیا ہے تو کہا جائے کہ شطح سے مراد وہ عجیب وغریب عبارت ہے جو حالت وجد میں شدت غلبہ کے سبب صادر ہو۔''
مزید فرماتے ہیں
''فالشطح لفظۃ ماخوذ من الحرکۃ لانھا حرکۃ اسرار الواجدین اذا قوی وجدھم فعبروا عن وجدھم ذلك بعبارۃ یستغرب سامعھا''
یعنی لفظ شطح حرکت سے ماخوذ ہے۔ اس لیے اصحاب وجد حضرات پر جب وجد غالب آجاتا ہے، تو ان کے اسرار کی حرکت کے نتیجے میں وہ کلام جو سامع کو عجیب لگے ان سے صادر ہوتا ہے اسے شطح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔''
[کتاب اللمع: ص۳۷۵]

لطائف اشرفی مجموعہ ملوظات حضور سید اشرف جہانگیر سمنانی میں ہے:
''الشطح ھو افاضۃ ماء العرفان عن ظرف استعداد العارفین حین الامتیان، حضرت قدوۃ الکبرا می فرمودند کہ قانون مقررہ وقاعدہ مستقرہ صوفیہ آنست کہ شطحیات مشائخ را نہ رد باید کرد ونہ قبول......اکثر تر اصحاب عرفان وبیشتر از ارباب وجدان اہل صحو اند وبرخی از یں طائفہ علیہ وصوفیہ......ارباب سکر بودند کہ گاہ گاہی در غلبہ وحال جرات وصال از ایشاں مقال شطحیات......بفقدان وی ہمدران آوان مستغفر شدہ اند''
یعنی حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایا:
کہ عارفوں کے ظرف استعداد کے پر ہوجانے پر اس سے عرفان کے پانی چھلک جانے کا نام شطح ہے۔اور فرماتے ہیں کہ صوفیاے کرام کا قانون مقررہ قاعدہ جاریہ یہ ہے کہ بزرگوں کی شطحیات کو نہ رد کرے نہ

قبول کرے........بہت سے عارفین حضرات اور اصحاب وجد اصحاب صحو ہیں اور بہت سے صوفیاے کرام ارباب سکر ہیں کبھی کبھی غلبہ حال اور حیرت وصال میں ان سے ان کلمات شطحیات کا صدور ہوجاتا ہے۔اور جب وہ غلبہ ختم ہوجاتا ہے تو وہ ان کلمات سے استغفار کرتے ہیں۔'' [لطائف اشرفی،فی بیان صوفی:ج۲ص۱]

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ان اصفیا کی غیر معقول وخلاف شرع باتوں اور حرکتوں سے متعلق فرماتے ہیں:

''بعضی ازیں طائفہ بسبب غلبہ حال وسکر محبت کلمات واشارات صادر شدہ کہ بفہم اہل ظاہر در نیاید وبعضی اعمال وحرکات بوجوہ آمدہ کہ مخالف ظاہر فتوای شریعت باشد وآنرا شطحیات مشائخ وہفوات ایشاں خوانند ومبہمات وموہمات نیز گویند کلمات مثل انا الحق وسبحانی ولیس جبتی سواہ وانا ہو وہوانا ومانند آں وافعال مثل تنویر لحیہ وخرق ثیاب والقای دراہم درآب والقاء نفس در مہالک وامثال آں ومنشاء صدور ایں کلمات وافعال طفح سکر وغلبہ حال وفقدان ضبط واختیار است ......وآنچہ ازیں طائفہ در حالت سکر وغلبہ حال صادر کردو قولاً وفعلاً طریق اسلم درانجا تسلیم است وترک مبادرت بانکار واعتراض باعدم جواز تقلید وصحت اتباع دراں وایشاں خود نیز مریدان را بمتابعت واقتدا بامثال این امور وصیت نمی فرمودند بلکہ بازمی داشتند ومنع می کردند.......لیکن ایں قول وفعل کہ از طفح وغلبہ آں صدور یافتہ صحیح نیست ومشروع ومحل اقتدا واتباع نہ۔

یعنی اس گروہ کے بعض بزرگوں سے غلبہ حال اور سکر کے سبب ایسے کلمات واشارات صادر ہوئے ہیں جو اہل ظاہر کی سمجھ سے پرے ہیں۔ اور بعض اعمال اور حرکات خلاف شرع ظاہر ہوئے ان کو مشائخ کی شطحیات وہفوات نیز مبہمات وموہمات بھی کہتے ہیں اور ان کلمات وافعال کے صادر ہونے کا سبب مدہوشی غلبہ حال اور بے اختیار ہونا ہے۔لہٰذا اس گروہ سے حالت جذب ومستی میں جو قول وفعل صادر ہوں ان سے متعلق بجاے انکار کے سکوت ہی بہتر ہے اور اس میں ان کی تقلید وپیروی بھی جائز نہیں ہے۔یہ لوگ خود اپنے مریدوں کو ان امور کی پیروی سے منع فرماتے۔البتہ یہ قول وفعل جو مدہوشی اور وجد میں صادر ہوئے وہ درست ومشروع نہیں اور اقتدا واتباع کے لائق بھی نہیں ہیں۔'' [مرج البحرین فارسی:ص۱۴۱تا۱۴۷]

اپنے ایک مکتوب میں کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''وآنچہ ازیں طائفہ بجہت غلبہ سکر وسطوت حال ازانچہ بفتواے ظاہر شریعت راست نیاید از قول وفعل نقل کنند بعد از صحت نقل طریق احوط دروے توجیہ وتطبیق است یا سکوت وتسلیم باعدم اتباع واقتدا واقتدا واتباع درواضحات رود نہ در موہمات ومبہمات وصاحب حال صحیح بر تقدیر عدم ضبط واختیار معذور است ومنکر آں بحکم علم وشریعت معذور تر وسکوت باغماض وتوقف بر تقدیر احتمال واشتباہ باحتیاط وانصاف قریب تر۔

اس جماعت سے غلبہ حال وسکر میں خلاف شریعت جو باتیں صادر ہوئی ہیں تو حکایت کی صحت کے بعد۔ احتیاط اس میں ہے کہ توجیہ کی جائے یا سکوت اختیار کیا جائے، لیکن اتباع کسی بھی حال میں نہ کی جائے۔ اتباع واضح باتوں میں کی جاتی ہے نا کہ مبہم وموہم باتوں میں۔ اور اگر صاحب حال بے اختیار ہے تو معذور ہے۔ اور اس کا منکر علم شریعت کی وجہ سے وہ بھی معذور ہے اور ان امور میں بر تقدیر احتمال واشتباہ سکوت احتیاط وانصاف سے زیادہ قریب ہے۔" [مکتوبات شیخ عبد الحق مع اخبار الاخیار: ص ۱۰۱]

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"بعضے مشائخ دراراب احوال نیز ہر کہ بجہت طفح وسکر وغلبہ حال نہ بریں منوال مقال آوردہ محل اقتدا و مستحق اتباع نیست فالحق احق ان یتبع وماذا بعد الحق الا الضلال ولیکن انچہ طریقہ فقرا وارباب ایں نسبت علیادرباب شطحیات وطامات صوفیہ یافتہ می شود آنست کہ درردوانکار آن وتشنیع وتقبیح اہل آن جانب توقف وسکوت واغماض وصفح واعراض نگاہ می دارند وایشاں رادر صدور آں مغلوب ومعذور می شمارند۔

یعنی بعض صاحب حال بزرگوں کے خلاف شرع اقوال جو ان سے غلبہ حال کے سبب صادر ہوئے وہ قابل اقتدا واتباع نہیں ہیں۔ حق کا اتباع ہی ضروری ہے۔ البتہ فقرا وصوفیا کے جو شطحیات پائے جاتے ہیں ان کی تردید میں اور تشنیع وقباحت بیان کرنے میں سکوت اختیار کرنا چاہیے اور ایسے معاملات میں ان کو مغلوب ومعذور سمجھنا چاہیے۔" [مرجع سابق: ص ۸۳، ۸۴]

شیخ ابن عربی کی کتابیں چوں کی شطحیات سے بھری ہوئی ہیں۔ ان کی کتابوں بلکہ اس جیسی کتابوں سے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ شیخ احمد کے حوالے سے شیخ محقق علی الاطلاق رقم طراز ہیں:

"ومختار شیخ جلال الدین سیوطی کہ از علماء متاخرین حدیث است در شان شیخ آنست کہ اعتقاد ولایت وتحریم النظر فی کتبہ وتحریم نظر در کتب ایشاں خود مذہب ایشاں است می گوید ونحن قوم یحرم النظر فی کتبنا الا لمن الخ ......شیخ ذکرہ اللہ بالخیر می فرمود کہ دریں کتاب ومانند ایں کتاب زہر است شکر اندود کردہ از واضحات اینہا محفوظ باید شد ودر مبہمات آں خوض نکرد د مطلقا از فوائد آں محروم نشد ودر ملاء با اغیار نقل نکرد............ انصاف آں کہ در بعضے مواضع ایں کتاب آنچہ بفہم ظاہر می آید آں خود محل تردد وانکار است وکسی را کہ غم ایمان ورعایت اسلام است بتقلید دراں جاافتادن واعتقاد کردن از درجہ احتیاط دور است وخدا داند کہ ایشاں چہ قصد کردہ اند پس فی الحال انکار راجع بچیزی است کہ از ظاہر عبارت مفہوم میگردد ودر فہم مامی درآید بنا احتمال آنکہ چیزے ارادہ کردہ باشند کہ نہ منکر باشد۔

شیخ جلال الدین سیوطی جو متاخرین محدثین میں سے ہیں۔ شیخ ابن عربی کے بارے میں ولایت کا اعتقاد

رکھنے کو اچھا سمجھتے ہیں لیکن ان کی کتابیں دیکھنا حرام ہے۔ ان کی کتابیں دیکھنے کی حرمت خود ان کا بھی مسلک ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہماری کتابیں دیکھنا حرام ہیں مگر اہل کو.......شیخ احمد فرماتے ہیں کہ اس کتاب اور اس جیسی کتابوں میں شکر لپٹا ہوا زہر ہے۔ ان کتابوں کی واضح باتوں سے محظوظ ہونا چاہیے لیکن اس کے مبہمات میں غور نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ ان کے فوائد سے مطلقاً محروم بھی نہیں ہونا چاہیے۔ اور نہ محفل اغیار میں نقل کرنا چاہیے.......اس کتاب کے بعض مواقع سے جو ظاہراً مجھ میں آرہا ہے وہ بھی محل تردد ہے اور جس کو اپنے ایمان واسلام کی فکر ہے وہ ان مقامات کی تقلید واتباع سے دور بھاگتا ہے اور ان کی مراد تو اللہ ہی جانتا ہے۔ انکار اس سے جو بظاہر مستفاد ہے اور سمجھ میں آیا ہے ان کے قصد وارادہ کا نہیں جو ان کی مراد ہے وہ یقیناً فاسد و منکر نہ ہوگی۔" [مرجع سابق: ص۸۶،۸۷]

شاہ عبدالصمد کی تحفۃ العارفین میں ہے:

"کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بسبب تفحن سکر اور غلبہ حال وفقدان ضبط اور اختیار کے مخالف ظاہر شرع کے ان سے واقع ہوتے ہیں، مگر عنداللہ ان دونوں صورتوں میں یہ گروہ متبرک مرفوع القلم اور معذور ہے۔ الا یہ قول وفعل جو اس گروہ عالیہ سے بسبب غلبہ حال اور سکر سے صادر ہوتے ہیں لائق تقلید اور قابل سند کے نہیں۔" [ص۵]

بزرگوں کے کلام میں کفر واسلام کے مفہوم کا حکم:

بعض صوفیا سے اسلام اور کفر سے متعلق ایسی باتیں منقول ہیں جسے نہ عقل قبول کرے نہ شرع۔ مثلاً اسلام وکفر کو یکساں گردانا اور دونوں میں کوئی امتیاز نہ کرنا۔ بلکہ کبھی کبھی اسلام کی مخالفت اور کفر کی تائید کرنا، تو اس طرح کی باتوں کو بھی صوفیا شطح پر محمول کرتے ہیں اور انہیں اس معاملہ میں معذور سمجھتے ہوئے ان کی تقلید سے منع کا حکم کرتے ہیں، مجدد الف ثانی نے اس تعلق سے بڑی ہی نفیس بحث فرمائی ہے۔ اور کفر واسلام کو یکساں ماننے والوں نیز اشعار سکریہ سے کفر واسلام کی یکسانیت بلکہ اسلام سے دوری کا درس دینے والوں کے ناپاک خیالات اور آزادانہ تصوف کی ملحدانہ چالوں کے سارے تار و پود بکھیر کر رکھ دیے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"عزیزے می فرماید ؎

بکفر و اسلام یکساں نگر
کہ ہر یک ز دیوان او دفتر یست

وآن موطن فنا واستہلاک است وایں دیدنہ باختیار سالک است پس ہر آئینہ معذور باشد وہر سالکے را کہ ازیں مقام نگزرانند وبمقام فرق بعد الجمع نرسانند بوے از اسلام حقیقی بمشام جان او نخواہد رسید ودر کفر حقیقی

محبوس ابد خواہد ماند و مرضی حق سبحانہ رااز نامرضی او تعالیٰ امتیاز نتواند کرد.......و ہمچناں کہ در مرتبہ شریعت عدم امتیاز میان اسلام و کفر کفر شریعۃ است در مرتبہ حقیقۃ عدم امتیاز میان این ہر دو کفر حقیقۃ است والیضاً پیش از ظہور غلبہ حال عدم امتیاز میان اسلام و کفر چناں کہ نزد اہل شریعت کفر است نزد اہل حقیقۃ نیز کفر است و مذموم اگر اختلاف ہست میان اہل شریعۃ و اہل حقیقۃ در صورت غلبہ حال است در رنگ منصور حلاج کہ مغلوب حال بودہ است اہل شریعت بکفر او حکم کردہ اند نہ اہل حقیقت امانزد اہل حقیقت ہم منقصت دامنگیر اوست از کاملان نمی شمرند و از مسلمانان حقیقی نمی انگارند ایں شعر منصور بایں معنی شاہد است۔

کفرت بدین اللہ والکفر واجب لدی و عند المسلمین قبیح بادین خدائے کفر نمودہ ام و دین کفر بنزد من ضروریست و نزد عام مسلمانان قبیح است۔ پس پیش از ظہور غلبہ حال تقلید ارباب احوال نمودن و تمیز ناکردن از بے تمیزی است والحاد و زندقہ و کفر شریعت و حقیقۃ است عاذنا اللہ سبحانہ و جمیع المسلمین من امثال ہذہ التقلیدات شایان شان تقلید علوم شرعیہ است نجات ابدی منوط بتقلید حنفی و شافعی است و احوال جنید و شبلی رحمہم اللہ از برائی دو مصلحت بکارے آیند پیش از ظہور احوال استماع ہمیں اقوال رامصداق محک احوال خود میسازند و بشراین دو مصلحت اقوال ایشاں راداشتن و غور کردن دران ممنوع است احتمال ضرر غالب است عاقلان در محلے کہ توہم ضرر باشد اقدام نمی نمایند فکیف کہ ظن غالب باشد۔

بعضے از مشائخ طریقت قدس سرہ در سکر در غلبہ حال گفتہ اند کہ کافر در رنگ مومن و اصل مقصود حقیقی است اگرچہ راہ وصل شان متائن و متغائر افتادہ است چہ کفار از راہ اسم المضل میرسند و اہل اسلام از راہ اسم الہادی و امثال ایں سخنان دریں مقام بسیار گفتہ اند و جماعۃ دیگر از مشبہان ایں طائفہ علیہ دریں باب از راہ تقلید محض یاد روقت ظہور نور توحید صوری نیز سخنان بسیار راندہ اند و سادہ دلان رااز راہ بردہ حقیقۃ ایں سخن برنگ دیگر است کہ براکابر اہل اللہ کہ باستقامۃ حال مشرف اند منکشف ساختہ اند۔

یعنی ایک عزیز نے کہا کہ تم اسلام اور کفر کو برابر جانو کیوں کہ ہر ایک اسی کے دیوان کا دفتر ہے۔ کفر اور اسلام کو یکساں دیکھنا غلبہ توحید اور افراط سکر کے وقت ہے جو جمع صرف کے مقام میں ہے۔ اور یہ فنا و استہلاک کا مقام ہے۔ یہ وید سالک کے اپنے اختیار سے نہیں ہے، اس لیے وہ معذور ہے۔ جب تک سالک کو اس مقام سے ترقی نہ دیں اور جمع کے بعد فرق کی منزل تک نہ پہنچائیں، تب تک اسلام حقیقی کی بو سالک کے مشام جان کو معطر نہیں کرتی، بلکہ وہ ہمیشہ کفر حقیقی میں محبوس رہتا ہے اور اللہ پاک کی پسند و ناپسند میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ اور جس طرح شریعت کے مرتبہ میں اسلام اور کفر کے درمیان تمیز نہ کرنا شریعت کا کفر ہے اسی طرح حقیقت کے مرتبہ میں کفر و اسلام کے درمیان تمیز نہ کرنا حقیقت کا کفر ہے۔ نیز غلبہ حال کے ظہور سے پہلے کفر و اسلام کے

درمیان تمیز نہ کرنا جس طرح اہل شرع کے نزدیک کفر ہے اسی طرح اہل حقیقت کے نزدیک بھی کفر اور مذموم ہے۔ اگر اہل شریعت اور اہل حقیقت کے درمیان اختلاف ہے، تو غلبہ حال کی صورت میں ہے۔ جیسے منصور حلاج کا حال تھا کہ وہ مغلوب الحال تھے اہل شریعت نے ان پر حکم کفر کیا ہے اہل حقیقت نے نہیں کیا۔ لیکن اہل حقیقت کے نزدیک بھی نقص اور عیب ان کے دامن گیر ہے۔ ان کو کاملوں میں شمار نہیں کرتے۔ اور حقیقی مسلمانوں میں نہیں سمجھتے۔ منصور کا یہ شعر اس پر شاہد ہے ۔

میں دین حق سے کافر ہوا مجھ پر کفر واجب ہے۔ اگر چہ مسلمانوں کے نزدیک یہ کفر بدتر ہے۔ لہٰذا غلبہ حال کے ظاہر ہونے سے پہلے ارباب احوال کی تقلید کرنا اور اس میں تمیز نہ کرنا بے تمیزی ہے اور شریعت و حقیقت میں الحاد و زندقہ اور کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو اس قسم کی تقلید سے بچائے۔ تقلید کے لائق علوم شرعیہ ہیں اور دائمی نجات حنفی اور شافعی کی تقلید پر وابستہ ہے۔ جنید اور شبلی کے اقوال دو قسم کی مصلحت کے لیے کام آتے ہیں یعنی احوال کے ظاہر ہونے سے قبل ان اقوال کا سننا طالبوں کو ان احوال کا شوق بخشتا ہے۔ اور ان میں وجد پیدا کرتا ہے۔ اور احوال کے ظاہر ہونے کے بعد انہی اقوال کو اپنے احوال کا مصداق بنا لیتے ہیں ان دو مصلحتوں کے بغیر ان کے اقوال میں غور کرنا اور ان کو جاننا منع ہے۔ اور اس میں بہت ضرر کا اندیشہ ہے عقل مند لوگ جہاں ضرر کا وہم ہو قدم نہیں رکھتے تو پھر جہاں ضرر کا ظن غالب ہو وہاں کیوں جائیں۔

بعض بزرگوں نے مدہوشی اور غلبہ حال میں کہا ہے، کہ کافر بھی مومن کی طرح مقصود حقیقی تک پہنچنے والا ہے گو اس کے وصل کا راستہ الگ ہے۔ یعنی کافر لوگ اسم متّصل کی راہ سے پہنچتے ہیں اور مومن اسم ہادی کی راہ سے۔ اس مقام پر اس طرح کی باتیں بزرگوں نے بہت کی ہیں۔ اور ان لوگوں نے بھی جو خود کو ان بزرگوں کے لباس میں ظاہر کرتے ہیں اس تعلق سے محض تقلید کے طور پر یا توحید صوری کے ظہور نور کے وقت اس قسم کی باتیں بہت کہی ہیں اور بہت سے سادہ دل والوں کو گمراہ کیا ہے۔ اس قسم کی باتوں کی حقیقت کچھ اور ہی ہے، جس کو اکابر اولیاء اللہ نے جو حال کی استقامت سے مشرف ہیں منکشف اور ظاہر فرمایا ہے۔"

[معارف لدنیہ، فارسی: ص ۴۲، ۴۳، ۴۴]

امام ربانی مجدد الف ثانی نے جب اپنے پیرو مرشد کی بارہ میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے کیں تو اس مقام تک پہنچ گئے جہاں خودی سے خود کا کوئی واسطہ نہیں رہتا اور آدمی بے خودی کی اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اسے خود کی خبر نہیں رہتی۔ وہ خود کے بارے میں سوچنا بولنا سب کچھ چھوڑ دیتا ہے۔ وہ کیا بول رہا ہے اسے کچھ خبر نہیں رہتی۔ اور اس وقت وہ بولا ہوا ہر ہر لفظ سکر کا جامہ پہن لیتا ہے۔ امام ربانی کے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ ہوا کہ جب انہوں نے اپنے پیرو مرشد باقی باللہ کے ہاتھوں جام ہائے معرفت نوش کیے تو مدہوش ہو گئے۔ اور شریعت

کو احمقوں کا طریقہ بتانے لگے۔ اپنا مذہب کافروں کا دین قرار دینے لگے۔ پری کے زلف اور چہرے کو کفر و اسلام سے تعبیر کرنے لگے اور کفر و ایمان کو مساوی سمجھنے لگے، لیکن جب حالت سکر سے صحو کی منزل میں پہنچے، تو پھر اپنی ان شطحیات سے رجوع کرتے دکھائی دیے۔ خود فرماتے ہیں:

''ایں طریقہ علیہ دراندک مدت توحید وجودی منکشف گشت وغلوی درین کشف پیدا شد علوم و معارف این مقام فراوان ظاہر گشتند وکم دقیقہ از دقائق این مرتبہ ماندہ باشد کہ آنرا منکشف نہ گردانیدند دقائق معارف شیخ محی الدین ابن العربی راکما ینبغی لائح ساختند وتجلی ذاتی کہ صاحب فصوص آنرا بیان فرمودہ است ونہایت عروج وجزآں رانمی داندودر شان آن تجلی میگوید ومابعد ھذا الا العدم المحض بآن تجلی ذاتی مشرف گشت وعلوم ومعارف آن تجلی راکہ شیخ مخصوص بخاتم الولایۃ میداند نیز بہ تفصیل معلوم شدند وسکر وقت وغلبہ حال دریں توحید بحدے رسید کہ در بعضی عریضہا کہ بحضرت خواجہ نوشتہ بوداین دوبیت راکہ سراسر سکر است نوشتہ بود۔

رباعی ؎

اے دریغا کین شریعت ملت اعمائی است
ملت ما کافری و ملت ترسائی است
کفر و ایمان زلف و روے آن پری زیبائی است
کفر و ایمان ہر دو اندر راہ ما یکتائی است

وایں حال تامدت مدید کشید واز شہود بسنین انجامید ناگاہ عنایت بیغایت حضرت اللہ جل سلطانہ از دریچہ غیب در عرصہ ظہور آمد وپردہ روپوش بیچونی وبیچگونی رابر انداخت ۔

اس طریقہ عالیہ کی جدوجہد کے تھوڑی مدت کے بعد مجھ پر توحید وجودی ظاہر ہو گیا اور اس کشف میں بے حد زیادتی ہوئی۔ اور اس مقام کے علوم و معارف بہت زیادہ ظاہر ہوئے۔ اور شاید ہی کوئی دقیقہ ان میں سے باقی رہا ہو جس کو فقیر پر منکشف نہیں کیا ہو۔ اور شیخ محی الدین ابن عربی کے معارف کی باریکیاں کو جس طرح کہ چاہیے تھا ظاہر فرمایا... فقیر اس تجلی ذاتی سے مشرف ہوا اور اس تجلی کے علوم و معارف جو شیخ خاتم الولایۃ سے مخصوص جانتا ہے تفصیل سے معلوم ہوئے۔ سکر وقت اور غلبہ حال اس توحید میں اس مقام تک پہنچا کہ اپنے عریضوں میں جو کہ حضرت خواجہ کو لکھے تھے یہ دو شعر جو کہ سراسر سکر ہے لکھے تھے۔

یہ شریعت احمقوں کا طریقہ ہے لیکن ہمارا مذہب کافروں کے دین پر ہے اس پری کی زلف اور اس کا چہرہ کفر اور ایمان ہے اور کفر اور ایمان ہمارے راستے میں برابر ہے۔ اور یہ حال بہت مدت تک رہا اور مہینوں سے سالوں تک نوبت پہنچ گئی۔ اچانک اللہ تعالیٰ کی عنایت بے غایت دریچہ غیب سے میدان ظہور میں آئی اور

بے چونی اور بے چگونی کے چہرہ ڈھانپنے والے پردہ کو دور کردیا۔"

[مکتوبات امام ربانی فارسی جلد اول: مکتوب ۱۳۱ص ۸۶،۸۷]

غور کا مقام ہے کہ مجدد الف ثانی جیسے مرد قلندر نے شریعت کو احمقوں کا طریقہ بتایا اور کافروں کے دین کو اپنا مذہب بتایا۔ پری کے زلف ورخسار کو کفر اور ایمان بتاتے ہوئے کفر اور ایمان کے یکساں ہونے کا ذکر کیا، مگر خود ہی اس کا رد اس طرح کیا کہ اسے سکر پر محمول بتایا۔ اور سکر کا اپنے مکتوبات میں جابجا ذکر کرتے ہوئے صاحب سکر کو معذور و مجبور قرار دیا۔ مرجع سابق میں بھی کفر وایماں کے یکساں ہونے پر تفصیلی کلام کرکے اس کو غلبہ حال پر محمول کیا۔ لیکن اس پر تصوف کی ایسی کسی بھی اصطلاح کا لیبل چسپاں نہیں کیا جس سے وہ خلاف شرع نہ قرار پائے بلکہ اسے مغلوب الحال صوفی کی شطح بتا کر خلاف شرع قرار دیا۔ اور اس سے استناد واستدلال کی ساری گنجائشوں کو ختم کرکے اس کی تقلید واتباع سے باز رہنے کا صاف حکم فرمادیا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تو اسلام اور کفر میں فرق نہ کرنے والوں کو جاہل وبیوقوف بتایا ہے وہ لکھتے ہیں:

"بعضے از آنھا بردست سفیھان وجاہلان کہ در اسلام وکفر ہم فرق نمی کنند بیعت می کنند۔

بعض لوگ ایسے بیوقوف جاہلوں کے ہاتھوں پر بیعت کر لیتے ہیں جو اسلام وکفر میں فرق نہیں کرتے۔"

[ارشاد الطالبین: ص ۶،۷]

مگر فقیر کو یقین ہے کہ انہوں نے نام نہاد صوفیوں کے بارے ہی میں ایسا لکھا ہوگا ورنہ ان کی کتابوں میں مقدس اولیائے کرام کی ایسی بہت سی شطحیات مذکور ہیں۔

الحاصل: اصفیا کے کلام میں جہاں کفر واسلام میں مساوات یا اسلام پر کفر کو ترجیح یا دونوں میں عدم امتیاز یا دونوں سے بیزاری وتنفر کا مفہوم پایا جاتا ہے وہ ان سے حالت سکر میں صادر ہوا ہوتا ہے اور حالت سکر میں اگر صوفی خلاف شرع اقوال کا مرتکب ہوجائے تو اسے مجبور ومعذور سمجھا جاتا ہے اور اس کے کلام کی تقلید واتباع نہیں کی جاتی۔ اور نہ ہی ایسی شطحیات سے اپنی خرافات ولن ترانیوں کے استناد کی اجازت ہوتی ہے۔

بزرگوں کی شاعری میں بت پرستی کا ذکر:

بعض مغلوب الحال اصفیا کے کلام میں بت پرستی وغیرہ کا ذکر بھی پایا جاتا ہے تو اسے بھی مثل سابق شطح سے ہی تعبیر کیا جائے گا اور کسی کے لیے ان کی تقلید میں اس طرح کی باتیں کرنے کی اجازت ہرگز نہ ہوگی۔ ہم یہاں بس ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔

علامہ عبد الباری نے کبھی ایک شعر کہا تھا ؎

عمرے کے بآیات و احادیث گزشت

رفتے و ثار بت پرستی کردے

وہ عمر جو آیات واحادیث میں گزری ہے وہ ختم ہوگئی اور وہ بت پرستی کی نذر کردی۔

بعد میں توبہ بھی کی۔ حالاں کہ زبردست عالم تھے خانقاہی مزاج رکھتے تھے باوجودیکہ انہوں نے یاان کے کسی ہمنوانے یااس دور کے کسی خانقاہی صوفی یاعلماے ظاہر میں سے کسی عالم نے صفائی میں کسی صوفی کی کوئی شطح پیش نہ کی کیاوجہ تھی؟ان کے پاس علم نہ تھا؟کیاانہیں اصفیاکی کتابیں پڑھنے کی صلاحیت نہ تھی؟کیاوہ اپنے اس کفریہ شعر پر شطحیات کالیبل چسپاں کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے؟کیاوجہ تھی کہ انہوں نے یاان کے کسی ہواخواہ نے ان کے کفری شعر کی تائید میں کوئی شطح پیش نہیں کی؟

اور حیرت بالاے حیرت کہ امام اہل سنت جنہوں نے ہمیشہ اپنے تواپنے بیگانوں کی عبارتوں میں بھی حتی الامکان تاویل کی کوشش کی ہو،ان کو بھی یہ نہیں سمجھ آیاکہ ایسے اشعار تورومی وعطار وغیرھماکی شاعری میں بکثرت پائے جاتے ہیں،کیاوہ تصوف کے اسرار ورموز سے واقف نہ تھے؟کیاان کوشطحیات کاعلم نہ تھا؟کیاوہ فارسی اشعار کامفہوم سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے تھے؟کیاوہ بھی انہیں علماے ظاہر میں شامل ہیں؟کیاانہیں آج کے تصوف شناس قلم کاروں کے برابر بھی تصوف سے واقفیت نہ تھی؟کیاان کی ذہنیت بھی آج کے مولویوں کی طرح تھی؟کیاوہ شعروادب اورذوق تصوف سے آشنانہ تھے؟

یقیناًجواب نفی میں نہیں ہوگاکیوں کہ وہ بھلے ہی اعلیٰ حضرت کی شہرت ختم کرنے کی ناپاک کوششوں میں مصروف ہیں،مگراتنی ہمت کہاں سے لائیں گے کہ ان کی مخالفت علی الاعلان کرسکیں۔وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت صرف مولویوں کے ہی امام نہ تھے بلکہ وہ اپنے دور میں امام الاصفیاکے مقام پر فائز تھے ان سے زیادہ بھلاکون تصوف کے اسرار ورموز سے واقف ہوسکتاہے۔انہوں نے علامہ لکھنوی کے شعر پر شطحیات صوفیہ کالیبل لگاکران کے کفریہ شعر کواسلامی مفہوم دینے کی کوشش اس لیے نہیں کی کہ وہ جانتے تھے کہ علامہ لکھنوی اور مغلوب الحال صوفیہ میں زمین وآسمان کافرق ہے۔اصفیاکی نقل میں اردوفارسی اشعار لکھ لینے سے کوئی مغلوب الحال صوفی نہیں بن جاتا۔بلکہ یہ مقام توفناکی منزلیں طے کرنے کے بعد ملاکرتاہے۔اسی لیے انہوں نےعلامہ کے شعر پر شرعی گرفت فرماکر شعر کے کفریہ ہونے کاحکم فرماتے ہوئے لکھاہے:

”قرآن وحدیث کی عمر کو معاذاللہ بت پرستی پر نثار کرناقرآن وحدیث کی شدید توہین اور بت پرستی ملعونہ کی عظیم تعظیم ہے،یہ اگر کفر نہ ہوتودنیامیں کوئی چیز کفر نہیں“[فتاوی رضویہ جدید:۱۴/۳۸۸]

بلکہ الطاری الداری لہفوات عبدالباری جوحضور اعلیٰ حضرت کے ان مکاتیب کامجموعہ ہے جوآپ نے علامہ لکھنوی کولکھے تھے جس کوحضور مفتی اعظم ہندنے ترتیب دیااس میں مبحوثہ شعر کے دفاع میں امیر خسرو کے

درج ذیل شعر ؎

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند
آرے آرے می کنم با خلق و عالم کار نیست

اور سرمد کے درج ذیل شعر ؎

با عجز و نیاز، جملہ نقدِ خود را
رفتی و نثارِ بُت پرستے کردی

کو سند بنانے پر بڑا زبردست تبصرہ کیا گیا ہے، اس تبصرہ کو یہاں بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ ملاحظہ ہو:
''بہت اشعار جہاں بنا کر اکابر کی طرف نسبت کر دیتے ہیں حضرت خواجہ حافظ کا شعر بتاتے ہیں ؎

حافظا گر وصل خواہی صُلح کن با خاص وعام
با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

طرق معتمدہ شرعیہ پر حضرت امیر خسرو سے ثابت نہیں تو اس سے استناد مردود ہونا واضح ورنہ وہ یقیناً اور اسی طرح سرمد کا کلام مصطلحات صوفیہ پر ہے۔ جس طرح کلام حافظ میں وظیفہ شراب خوری سخت بے دین ہوگا وہ جو انہیں معانی لغویہ پر محمول کر کے برانڈی پینا اور بت پوجنا شروع کر دے کہ حافظ و خسرو جو فرما گئے ہیں۔.......... سرمد نے تو اس معنی مجازی کو بھی اپنے نفس پر ملامت میں کہا اور شکست دین بتایا کہ ؎

سرمد در دین عجب شکستی کردی
ایماں بفدائے چشم مستی کردی

اس کے بعد وہ شعر ہے اور یہاں معنی حقیقی کو فتح دین و اصلاح دین بنایا گیا۔
بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا''

[الطاری الداری لہفوات عبد الباری: حصہ اول ص ۴۴]

اب اگر پھر بھی کوئی ان بزرگوں کی شطحیات کو دلیل بنا کر بت پرستی کا اعلان کرے، اپنے کلام میں بجائے حمد و نعت کے بت پرستی کی مدحت میں اشعار کہے اور اپنے بت پرست ہونے کا دعوی کرے نیز خود کو بت پرست کہنے پر فخر محسوس کرے، تو اس کے لیے ڈاکٹر اقبال کی زبان میں بس اتنا ہی پوچھنا کافی ہوگا کہ ؎

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نو میدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

(ڈاکٹر اقبال)

الحاصل:۔ بعض بزرگوں سے جو ظاہر شرع کے خلاف امور صادر ہوئے اصطلاح تصوف میں اسے شطح کہتے ہیں ۔خواہ اس کی کتنی بھی تاویلیں ہوجائیں، لیکن اسے شطح سے ہی تعبیر کیا جائے گا۔اس کی ایک مثال پیش ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے عین القضاۃ ہمدانی کے خلاف شرع قول کو شطح سے تعبیر فرماتے ہوئے والد گرامی سے مسموع تاویل کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں:

''در تاویل شطح عین القضاۃ ہمدانی آنرا کہ شما خدامی دانید نزدیک ما محمد است وآنکہ شما محمد میدانید نزدیک ما خدا است''

(عین القضاۃ ہمدانی کی شطح کی تاویل میں ،وہ جسے تم خدا جانتے ہو وہ میرے نزدیک محمد ہے اور جسے تم محمد جانتے ہو میرے نزدیک خدا ہے)[انفاس العارفین،فارسی:ص۱۰۷]

عین القضاۃ ہمدانی کے قول کی تاویل بھی پیش کی جارہی ہے مگر اسے شطح سے تعبیر کرکے یہ بھی اشارہ کیا جارہا ہے کہ یہ بظاہر خلاف شرع ہے۔اور ایسی باتیں کرنے والے لوگ مجبور ومعذور ہوتے ہیں،کیوں کہ ان پر سکر کا غلبہ ہوتا ہے۔اور سکر کے غلبہ کے وقت ہی ان سے ایسا کلام و کام صادر ہوتا ہے ،جو بظاہر خلاف شرع نظر آتا ہے۔

شطحیات پر اصفیا و علما کا ردعمل:

گزشتہ سطور سے یہ بات صاف ہوگئی کہ اصفیاے کرام کے کلام میں اگر کوئی بات ظاہر شرع کے خلاف پائی جائے تو اسے اصطلاح تصوف میں شطح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اور شطح کا حکم بھی بیان کردیا گیا کہ اس معاملہ میں انسب سکوت ہی ہے، لیکن اگر کوئی عالم ایسے خلاف شرع قال وحال کی کوئی معقول توجیہ شرعی نہ حاصل کر سکے اور اس قول یا فعل سے قوم کی گمراہی کے امکانات نظر آتے ہوں، تو اسے قانون شرع کی پاس داری کرنے کے سلسلے میں مورد طعن نہیں ٹھہرایا جائے گا،علما کو تصوف کی کتابیں پڑھنے کی ترغیب دینے والے اگر خود بھی کتابیں پڑھ لیا کریں، تو شاید انہیں ایسی بہت سی مثالیں کتب تصوف میں مل جائیں گی کہ اصفیاے کرام نے خود بھی بعض اصفیا کی خلاف شرع باتوں پر حکم شرعی بیان کرکے حق شرع ادا کیا ہے۔علاوہ ازیں علما کو بھی قانون شرع پر عمل کرنے کی ترغیب وتعلیم دی ہے۔ہم اس سلسلے میں چند حوالے پیش کرتے ہیں۔

شاہ مراد سہروردی مارہروی فرماتے ہیں:

''حضرت جنید امام تصوف تھے خلیفہ نے حکم دیا کہ فتوے پر ان کے دستخط بھی لیے جائیں حضرت جنید سمجھتے تھے کہ منصور بے قصور و مجبور ہیں مگر یہ بھی جانتے تھے کہ شریعت باطن کو نہیں ظاہر کو دیکھتی ہے۔اور ظاہر میں ایسا کہنا فی الواقع بروے شریعت کفر ہے۔اس لیے آپ صوفیانہ لباس اتار کر خانقاہ سے مدرسہ میں آئے علماے

ظاہر کالباس زیب تن کیااور محضر پریہ لکھ دیا،ظاہری طور پر منصور واقعی واجب القتل ہے باطن کو خداہی جانتاہے" [محفل اولیاء:ص۲۰۱،۲۰۲]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"ایں طائفہ و متمکنان ایشانند کہ جامع اند میان ظاہر و باطن و شریعت و حقیقت تسلیم ایشاں درآنچہ خبر دہند از احوال باطن واسرار حقیقت لازم است وضابطہ دریں باب است کہ ہرچہ بی شبہہ مخالف مقتضائے علم وحکم شریعت بود انکارآں واجب است وہرچہ دراں شبہہ بود توقف دراں لازم اگر قائل وفاعل آں مردی است کہ امام است در علم وعمل و مستقیم در تقوے وورع تاویل وتوجیح قول وفعل وی باید نمود اگر مصلحت شرعی در ردآں بود تا باعث ضلال اضلال ناقصاں نگردد وآں دیگر است۔

یعنی اس جماعت کے کاملین جو شریعت و حقیقت دونوں کے جامع ہیں۔ باطنی احوال اور حقیقت کے اسرار سے متعلق جو بھی کہیں اس کی تصدیق ضروری ہے۔اوراس باب میں ضابطہ یہ ہے کہ ان کی جو بات بلا شبہہ خلاف شرع ہواس کاانکار واجب ہے۔اور جس میں شبہہ ہواس میں سکوت اختیار کرنا چاہیے بشرطیکہ وہ بات ایسے بزرگ کی ہو جو علم وعمل اور ورع وتقوی میں امام کی حیثیت رکھتاہو۔اوراس کے قول وفعل کی مناسب تاویل کرلینا مناسب ہے اوراگراس کے رد کرنے ہی میں مصلحت شرعی ہو تاکہ وہ عوام کی گمراہی کا سبب نہ بن جائے تو دوسری بات ہے۔"[مکتوبات شیخ عبدالحق مع اخبارالاخیار:ص۱۰۰]

امام شعرانی فرماتے ہیں:

"بعض اوقات ایک عالم دین بعض صوفیہ پر عوام اور حجاب والوں پر رحم کرتے ہوئے اس خوف کی وجہ سے انکار کرتا ہے کہ یہ لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے اسے پریشان کریں اور یوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیں۔ یہ انکاراس صوفی پر من کل الوجوہ رد کے لیے نہیں ہوتا،جیساکہ شیخ برہان الدین البقاعی سے سیدی عمر بن الغارض رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں اس حکمت عملی کواپنایااور بعض دوسرے حضرات نے شیخ محی الدین العربی کے کلام میں گفتگو فرمائی۔"[طبقات امام شعرانی مترجم بنام برکات روحانی:ص۴۰]

لہٰذا علماے شریعت جو قانون شریعت کے پابند ہوتے ہیں انہیں خلاف شرع امور پر حکم زنی کا شرعًا حکم ہے۔انہیں اس سلسلے میں مجرم گردانناخود ایک بہت بڑا جرم ہے۔

بلکہ انہیں مطعون کرناانہیں برا سمجھنا قانون تصوف اور قانون شریعت دونوں کی خلاف ورزی ہے۔تصوف کی کتابوں میں ہمہ وقت مستغرق رہنے والے، تصوف تصوف کی رٹ لگانے والے، بزعم خویش صوفی بننے والے، تصوف کی تعلیم پر خود کیوں عمل پیرا نہیں ہوتے؟ صوفیا کی روش کواپنانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟

جب ظاہر کلام شریعت کے خلاف نظر آتا ہو تو علما کو حق شرع ادا کرنے پر ملامت کرنا اپنے مریدوں کو بس اسی کام پر مامور و مقرر کر دینا کیا یہی تصوف ہے ؟ نہیں ہرگز نہیں، تصوف یہ نہیں ہے بلکہ تصوف تو یہ ہے کہ حسین بن منصور حلاج کو جب سولی دی جا رہی تھی تو لوگ ہر چہار طرف سے انگشت نمائی، طعنہ زنی، سنگ ریزی کر رہے تھے، چند وفادار مریدوں نے اس وقت حضرت حلاج سے پوچھا کہ جو لوگ آپ پر پتھر برسا رہے ہیں آپ کو برا بھلا کہہ رہے ہیں طعنے دے رہے ہیں، انہیں اجر ملے گا یا ہمیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں تو آپ نے جواباً فرمایا تھا کہ ان کو دوگنا ثواب ملے گا۔ مریدوں نے حیرت سے پوچھا کیوں انہیں دوگنا کیوں ہمیں اس سے کم کیوں فرمایا کیوں کہ وہ شریعت پر عمل کر رہے ہیں۔ اور تم میرے ساتھ حسن ظن رکھتے ہو حسن ظن چوں کہ شریعت کی فرع ہے اور شریعت اصل ہے اس لیے انہیں تم سے دوگنا ثواب ملے گا۔

یہاں اس بات کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ اصفیا کی خلاف شرع باتوں کو عام کر کے یقیناً شریعت کی توہین کا ارتکاب کیا جاتا ہے، قرآن و حدیث کچھ کہہ رہا ہے اور صوفی کا ظاہر کلام اس کے یکسر خلاف نظر آ رہا ہے تو ایسی صورت میں بس اتنا ہی کہا جائے گا کہ بزرگوں کی جو باتیں دامن شرع کو داغدار کرتی ہوں انہیں پردہ خفا میں ہی رکھنا لازم ہے۔ کیوں کہ ایسی باتیں عوام کی گمراہی کا سبب بنتی ہیں۔

شاہ مراد سہروردی مارہروی نے منصور حلاج کے نعرہ انا الحق کے ضمن میں یہی کہا ہے وہ کہتے ہیں:

”میں خدا ہوں کے نعرے لگانا باطن والوں کے نزدیک کوئی حیثیت نہ رکھتا ہو۔ خواہ وہ جنون و عشق ہی میں یہ نعرے لگا رہے ہوں اور ان کے پردے میں خود خدا ہی بول رہا ہو، مگر اہل شریعت تو اس کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے اور نہ تصوف و عرفان کا یہ اصول ہے کہ رموز باطنی واشگاف کیے جائیں اور طریقت کے اصول کو شریعت پر تقدیم دی جائے یہ ایک بڑا فتنہ تھا۔ عوام تو شریعت ہی کو سمجھتے ہیں اور شریعت ہی ہر امر اور ہر ترقی کی اساس و بنیاد ہے۔ اور اسے تو تمام عوام و خواص اور علما اور اولیا کو مقدم ہی رکھنا پڑتا ہے اور کیوں نہ رکھیں کہ شریعت بھی تو اوامر و نواہی ربانی ہی کا نام ہے۔ جب ایک شخص اپنی تمام بزرگیوں اور عبادتوں اور کرامتوں کے باوجود خود کو خدا کہے گا تو ضرور عوام گمراہ ہوں گے۔ یہ اسرار سہی مگر اسرار والوں ہی کے لیے ہیں عوام انہیں کیا سمجھیں۔“

آخر میں بس اتنا اور عرض کر دوں کہ ولایت کے مرتبہ کمال تک پہنچنے کے لیے شریعت کی پاس داری لازم و ضروری ہے۔ ہر ایسی بات جو بظاہر خلاف شرع کسی صوفی کے منہ سے نکلتی ہے تو وہ اس کے اور اس کے مرتبہ کمال کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ امام شعرانی لکھتے ہیں کہ:

”حضرت سیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی کامل اسی وقت مرتبہ کمال کو پہنچتا ہے

جب کہ اس کا کلام ظاہر شریعت کو داغدار نہ کرے کیوں کہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی شریعت پر امین بنایا ہے‘‘[طبقات امام شعرانی مترجم بنام برکات روحانی:ص۴۰]

لب لباب یہ کہ بزرگوں کی شطحیات کو دلیل بنا کر بت پرستی، کفر و اسلام میں عدم امتیاز یا مساوات بلکہ اس سے دور رہنے کا پیغام عام کرنا شریعت کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ ایسی حرکتوں سے باز رہنا اور شریعت کے اوامر و نواہی کا پاس و لحاظ کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اللہ ہمیں خلاف شرع حرکات سے محفوظ فرمائے اور قانون شریعت کا پابند بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

[دوماہی الرضا انٹرنیشنل پٹنہ، جولائی، اگست، ۲۰۱۶ء:ص ۲۲ تا ۳۲]

مضمون پر علمائے کرام کے تاثرات

حضرت علامہ عبد المبین نعمانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و آلہ و صحبہ اجمعین!!!

عزیز مکرم مولانا مفتی محمد ذوالفقار خاں نعیمی حفظہ ربہ ایک جواں سال عالم و فاضل اور محقق کی حیثیت سے ممتاز مقام کے مالک ہیں، فتاویٰ اتراکھنڈ اور دیگر کتابیں اس پر شاہد عادل ہیں۔ زیر نظر مضمون ان کی ایک ستھری فکر اور علمی تحریر ہے، جس میں محققانہ بصیرت کا عنصر وافر مقدار میں پایا جاتا ہے۔ اعتدال اور سنجیدگی اس کی بڑی خصوصیت ہے۔ میں تو مضمون پڑھ کر حیرت میں پڑ گیا اور خوشی بھی ہوئی کہ ہمارے جوان علما میں بھی تصوف پر گہری نظر رکھنے والے افراد موجود ہیں۔ آج ایسے علما کی سخت ضرورت ہے جو شریعت و طریقت دونوں پہلوؤں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے ہیں۔ اور شریعت مطہرہ کی میزان پر طریقت کو پرکھنے میں مہارت بھی رکھتے ہیں۔ ایسے علما کا وجود روشن مستقبل کی غمازی کرتا ہے۔

صوفیہ کرام نے جو کہا اور جو کیا ہر ایک کو شریعت کی میزان پر تولنا چاہیے اور جس پر حکم عائد ہوتا ہے اسے لگانا ہی چاہیے۔ اور جس کسی عالم و مفتی نے صحیح تاویل کر کے ان کو بچانے کی کوشش کی ہے ان کے ساتھ بھی حسن ظن کا سلوک کرنا چاہیے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خواہ مخواہ ہر ایک صوفی بننے والے کو کھلی چھوٹ دے دی جائے کہ وہ جو بھی بکے اسے صحیح گردانا جائے۔ اور اعتراض کرنے یا فتویٰ لگانے والے کو جاہل و ناداں کہہ کر ان کی توہین کی جائے۔ مضمون نگار نے شریعت و طریقت اور اصطلاحات صوفیہ کے تعلق سے جو عالمانہ و محققانہ مواد پیش کیا ہے وہ علمائے کرام و مفتیان شریعت کے وقار کو مجروح ہونے سے بچانے والا ہے اور صوفیان باشریعت کے مقام و مرتبے کو اجاگر کرنے والا۔ اور جو شریعت و طریقت میں تفریق پیدا کرنے والے

ہیں ان کوان کا گھر دکھانے والا ہے۔امید ہے کہ جو حضرات کسی غلط فہمی کا شکار ہیں یہ داعیانہ تحریران کے لیے مشعل ہدایت ثابت ہوگی۔آمین۔

محمد عبدالمبین نعمانی قادری دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ مئو یوپی

۷؍محرم الحرام۱۴۳۸ھ ۔۹،۱۰،۲۰۱۶

[فقیر کے نام دستی خط]

مولانا غلام رسول بلیاوی صدر ادارہ شرعیہ بہار

''مفتی ذوالفقار نعیمی کا مضمون بھی بہت پسند آیا''

[دوماہی الرضا:ستمبر،اکتوبر۲۰۱۶ء ص۲۱]

مولانا قمرالزماں مصباحی، الجامعۃ الرضویہ پٹنہ بہار

''حضرت مفتی ذوالفقار خاں نعیمی صاحب نے ''کارپاکاں راقیاس از خود مگیر'' کے تحت آج کل کے متصوفین کے چہرے سے جو پردہ اٹھایا ہے وہ خوب نہیں بہت خوب ہے۔حضرات صوفیاے کرام کی زندگی حلم ومروت،عاجزی وانکساری،خدا طلبی،خود فراموشی،سے عبارت تھی توکل علی اللہ اور قوت لایموت ان کی حیات کا اصل جوہر تھی۔اورآج حالات برعکس ہیں۔

آج کے صوفیاکی زندگی حکومت کی کاسہ لیسی،جاہ طلبی،ریاوسمعہ اور کبر ونخوت کی رنگین قالین میں لپٹی ہوئی ہے۔الاماشاء اللہ۔کیااسی کانام تصوف ہے؟خداے قدیراس طرح کے تصوف کے راگ الاپنے والے صوفیوں کے خونخوار چنگل سے قوم مسلم کو بچائے۔بظاہر جہاں بہت اجالا ہے قوم وہاں اپنا سب کچھ قربان کردیتی ہے مگر باطن اتنا سیاہ ہے کہ ان کے دامن سے وابستگی کے بعد لوگوں کو اپنے دین وایمان سے بھی ہاتھ دھولینا پڑتا ہے۔حیرت ہے کہ دل سیاہ،کردار سیاہ،عقیدہ سیاہ،فکریں سیاہ،اس کے باوجود امام رازی وغزالی جامی ورومی اور جنید وبایزید کی صف میں اپنے کو گردانتے ہیں العیاذ باللہ!''[مرجع سابق:ص۲۸]

مولانا غلام ربانی شرف، دارالعلوم غریب نواز الہ آباد

''حضرت علامہ مفتی ذوالفقار احمد نعیمی کا گراں قدر سرمایہ ''کارپاکاں راقیاس از خود مگیر'' قابل تحسین ہے۔ اوراس کی ایک ایک سطر نہ صرف پڑھنے کے قابل ہے بلکہ صوفیانہ شاعری کا غلط مفہوم بیان کرنے والوں کے لیے درس عبرت اور راہ ہدایت بھی ہے۔''[مرجع سابق:ص۲۶]

مولانا ڈاکٹر غلام مصطفی انجم القادری، مہتمم جامعہ رضویہ مغلپورہ پٹنہ

''تقریبا۸۰۰؍سال پہلے کے بزرگ مصلح الدین شیخ سعدی شیرازی نے ایک ظالم کی حکایت بیان کرتے

ہوئے یہ شعر کہا تھا: ہو گا کہ ؎

ماری تو کہ ہر کہ بینی بزنی
یا بوم کہ ہر کجا نشینی بکنی

توسانپ ہے کہ جس کو بھی دیکھتا ہے ڈس لیتا ہے۔ یا اُلّو ہے کہ جس جگہ بھی بیٹھتا ہے برباد کر دیتا ہے۔

تقلید سے بیزاری و نفرت کا اظہار کرنے والے، کفر و اسلام کی سرحد سے الگ دور کہیں دوسری دنیا بسانے والے سید سراواں الہ آباد کے ''ابومیاں'' کے بارے میں جب غور و فکر کریں گے ان کی اور ان کے ہم نشینوں کی کج فکری کو آپ دیکھیں گے تو آپ کو ان پر شیخ سعدی شیرازی کے مذکورہ شعر کا مکمل انطباق نظر آئے گا۔ ان سے جس کی بھی زیادہ قربت ہوئی تو اس کے ایمان و عقیدہ کی پختگی رخصت ہوتی چلی گئی ''ابومیاں'' کے قریب رہنے والوں میں سے کوئی ابن تیمیہ اور ابن قیم کی قصیدہ خوانی کرتا ہے تو کوئی غیر مقلدین کی روش کو اپناتے ہوئے طلاق ثلاثہ جیسے اجماعی مسئلہ میں ابن تیمیہ جیسے ضال و مضل کے مذہب پر فتوی دینے کا مشورہ دیتا ہے، کوئی کہتا کہ گاندھی کے افکار و نظریات پر عمل کی ضرورت آج زیادہ ہے، گاندھی کے عقائد و نظریات صوفیہ کے مطابق تھے۔ بہر حال ''ابومیاں'' کی قربت اختیار کرنے والوں سے ایسی باتوں کا صدور ہوا۔ معاذ اللہ! ؎

کفر و اسلام کی سرحد سے الگ دور کہیں
اک نئی دنیا محبت کی بسائے کوئی

''ابومیاں'' کے ہم نشینوں میں سے ایک نے ان کے اسی مذکورہ خلاف شرع شعر کو عین تصوف ثابت کرنے کے لیے صوفیاے کرام کا نام لے کر ایک ماہ واری پرچے کے کئی صفحات کالے کر کے دھاک جمانے کی کوشش کی، اور ان کے ہم فکر و ہم خیال لوگ اس مضمون کو سوشل میڈیا پر یہ سمجھ کر عام کرنے لگے کہ اب اس صوفی گیری کا جواب کائنات میں کسی سے نہیں بن سکتا۔ لیکن انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ ان کے پاس ایک جعلی داعیِ اسلام ہے دنیا میں نہ جانے کتنے اسلام کے سچے داعی آج بھی موجود ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں، ان کے پاس ایک ڈپلی کیٹ صوفی ہے، دنیا میں ابھی بہت سے حقیقی تصوف کے علم بردار موجود ہیں جو کبھی بھی ان کو آئینہ دکھا سکتے ہیں۔

صوفی باصفا حضرت مفتی محمد ذوالفقار خاں نعیمی بدایونی مدظلہ مفتی اعظم اتراکھنڈ نے صوفیاے کرام کے افکار و نظریات کو پیش کر کے حقیقت کا آئینہ دکھایا اور بروقت ایک جامع اور تحقیقی مضمون تحریر فرمایا جس کو اہل علم نے خوب سراہا۔''

[لباس خضر: ص ۱۳۱، ۱۳۲]

مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی، مدیر رسالہ سوادِ اعظم دہلی

''ایک بہت ہی اہم مضمون ہے ''کار پاکاں راقیاس از خود مگیر'' جسے حضرت مفتی ذوالفقار نعیمی بدایونی نے تحریر کیا ہے۔ خانقاہ سراواں کے شیخ ابو میاں کے جو اشعار اوپر نقل کیے گیے ہیں جب ان پر شرعی گرفت کی گئی تو وہاں کے ایک ملازم نے صوفیاے کرام کی شطحیات کا سہارا لے کر اپنے شیخ کے فکری فساد والحاد کو حق بجانب ٹھہرانے کی ناکام کوشش کی اور بزعم خود یہ دعویٰ کیا اب کوئی لائے ہمارا جواب! لیکن محب مکرم مفتی ذوالفقار نعیمی نے یہ بلند پایہ تحریر لکھ کر ان کا سارا خمار اتار دیا اور وہ اب تک صم بکم عمی کی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔ موصوف نے مولانا روم کا ایک قول نقل کیا ہے جس سے یہ سارے نام نہاد صوفی بڑے پریشان ہیں، لکھتے ہیں:

گندم نما جو فروش صوفی بزرگوں کے الفاظ چرا لیتے ہیں تاکہ لوگ انہیں بھی صوفی سمجھنے لگیں۔ یہ لوگ اپنی باتوں میں بایزید بسطامی پر بھی نکتہ چینی کرتے ہیں حالاں کہ ان کا باطن اس قدر کالا ہوتا ہے کہ یزید بھی دیکھ کر شرما جائے۔ جو شخص بھی ایسے صوفیوں کو بایزید کی طرح سمجھے گا اس کا حشر قیامت کے دن یزید کے ساتھ ہوگا۔''

(مثنوی مولانا روم دفتر اول حصہ دوم ص ۲۴۶)

یہی ایک اقتباس ان سارے صوفیوں کے ہفوات کا اچھا علاج ہے مگر مفتی صاحب نے ایک ماہر سرجن ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے زبردست سرجری کی ہے۔ جو لوگ علما پر علماے ظاہر ہونے کا طنز کستے ہیں ان کا جواب دیتے ہوئے مفتی صاحب نے شاہ مراد اسہروردی کا یہ قول نقل کیا ہے:

''حضرت جنید امام تصوف تھے خلیفہ نے حکم دیا کہ فتوے پر ان کے دستخط لیے جائیں حضرت جنید سمجھتے تھے کہ منصور بے قصور و مجبور ہیں۔ مگر یہ بھی جانتے تھے کہ شریعت باطن کو نہیں ظاہر کو دیکھتی ہے اور ظاہر میں ایسا کہنا فی الواقع بروے شریعت کفر ہے۔ اس لیے آپ نے صوفیانہ لباس اتار کر خانقاہ سے مدرسے میں آئے علماے ظاہر کا لباس زیب تن کیا اور محضر پر یہ لکھ دیا کہ ظاہری طور پر منصور واجب القتل ہے باطن کو خدا ہی جانتا ہے۔'' [ص ۱۵۹]

پورا مضمون پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے اور شطحیات صوفیہ پر موصوف نے زبردست تحقیقی مقالہ لکھا ہے جس کے لیے موصوف قابل داد ہیں کہ انہوں نے بروقت ایک بڑے فتنے کا سدباب فرمایا۔''

[ماہ نامہ سنی دنیا، فروری ۲۰۱۷ء: ص ۴۸]

حالات حاضرہ اور علماے کرام کی مذہبی وسیاسی ذمہ داریاں

دنیا کے موجودہ حالات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔کروناوائرس نے پوری دنیا پر ایک خوف ساطاری کردیاہے۔اب تک لاکھوں لوگ اس کا شکار ہوکر لقمہ اجل بن چکے ہیں۔

لوگوں کے دلوں میں اس کی دہشت اس حد تک بیٹھ چکی ہے کہ نزلہ،زکام اور چھینک کو بھی کرونا ہی گمان کررہے ہیں۔دنیابھر میں لاک ڈاؤن چل رہاہے۔حکومتی سطح پر لوگوں کو گھروں میں رہنے کا جبری حکم نازل ہوچکا ہے۔جو گھر میں ہے اسے گھر سے باہر نکلنا منع ہے،جو گھر سے باہر ہے اس کے گھر جانے پر پابندی ہے۔اگر خدا خدا کر کے گھر پہنچ بھی جائے تو اہل خانہ ومحلہ اس سے بیزار نظر آتے ہیں،اسے کرونا کا مریض سمجھ کر اس سے بچنے کی کوششیں کرتے ہیں اوراس طرح اسے احساس کمتری میں مبتلا کردیتے ہیں۔

دنیا بھر کی رفاحی تنظیمیں غریبوں کو غلہ رسانی کا کام کررہی ہیں لیکن پھر بھی گھروں میں قید بے شمار غربا،فقرا، مساکین،مردوعورت،بوڑھے،جوان اور بچے،بھوک سے تڑپ رہے ہیں،بہت سے غریب بھوکے بچوں سمیت خودکشی جیسے فعل حرام کے مرتکب ہوچکے ہیں۔بہت سے غیرت مند صرف اس وجہ سے اشیاے خوردنی نہیں لے پارہے ہیں کہ تقسیم کار حضرات انہیں یہ اشیادیتے وقت فوٹوکھچوارہے ہیں اورویڈیوگرافی کررہے ہیں۔اب وہ حاجت مند جو غیرت مند بھی ہے غربت کا مذاق اڑائے جانے کے ڈر سے فاقہ کشی پر مجبور ہے۔کچھ علاقوں میں مسجدیں مقفل ہیں کچھ مشروط اجازت کے ساتھ کھلی ہیں،مسجدوں میں نماز پنجگانہ ونماز جمعہ میں صرف پانچ افراد کو جانے کی حکومتی چھوٹ ہے۔کچھ ملکوں میں کروناوائرس کو مذہبی رنگ دے دیا گیاہے۔دلال میڈیاکروناوائرس کی آڑ میں مسلمانوں کو بدنام کرنے کی ناپاک کوششوں میں مصروف ہے۔کروناوائرس اور لاک ڈاؤن کے چلتے علماوفضلامیں بھی بحثیں گرم ہیں۔سب کی اپنی اپنی تحقیق ہے۔یہی نہیں بلکہ ہرکس وناکس فتوی بازی ومسئلہ طرازی کے ذریعے سوشل میڈیاپر مفتی وعلامہ بنابیٹھاہے۔مذہب ومسلک اور مسلمانوں کے خلاف سوشل میڈیاپراس وقت طوفان بدتمیزی برپاہے۔اورسوشل میڈیائی مسلمان (الاماشاءاللہ) ہے کہ جو جی میں آئے وہ لکھے اور کہے جارہاہے،نہ پاس مذہب نہ لحاظ مسلک۔سستی شہرت کی طلب،دولت کی بھوک نے اس قدر اندھاکردیاہے کہ حق وناحق کی تمیز کھوبیٹھاہے۔اپنے ممدوح کے سواسب اسے مذموم نظر آرہے ہیں۔سوشل میڈیاپر مذہبی ومشربی بحثیں چھیڑ کر خود کو بڑادانا تصور کررہاہے۔یہ کیسا مسلمان ہے جواپنے مذہب کی خوبیوں کو بیان کرنے کے بجائے مذہب غیر کی بے جاتعریفیں کرکے دنیا کمانا چاہتاہے۔کہیں ابوطالب کے ایمان کی بحثیں چھیڑ کر اہل سنت کے جلیل القدر علما کو سب وشتم کرتاہے،توکہیں صحابی رسول حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مغلظات بک کر تنقیص شان کرتا نظر آتا ہے۔ کہیں علما وفقہا پر بے جا تنقیدیں اور غیر مؤدب وغیر شائستہ تبصرے پوسٹ کرتا ہے، تو کہیں مدارس اسلامیہ کو قوم کی زبوں حالی وبربادی کا ذمہ دار بتاتا ہے۔ کہیں پیروں پر بے جا تبصرے تو کہیں مقررین کی آبروریزی۔ کہیں حجاب پر پابندی کی باتیں تو کہیں میرا جسم میری مرضی کے غیر اسلامی مطالبے، یہ وہی مسلمان تو نہیں جن کے بارے میں صدی پہلے ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا ؏

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

الغرض دور حاضر میں باطل طاقتیں مسلمانوں کے خلاف متفق ومتحد ہو کر مجموعی طور پر اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لیے بر سر پیکار ہیں۔ آئے دن نت نئی ریشہ دوانیوں سے مسلمانوں کو پریشان وبدحال کیا جا رہا ہے۔ اور مسلمان ہے کہ خواب غفلت میں مست ہے، نہ اسے مذہب کی فکر نہ مسلک کا درد نہ مشرب کی تڑپ نہ قوم کی تباہی وبربادی کا احساس، ایسے نازک حالات میں مسلمانوں کو بلا شبہ ایک ایسی جماعت کی سخت ضرورت ہے جو ان میں پائے جانے والے غیر اسلامی وایمان شکن وائرس کا خاتمہ کر سکے اور ان کے زنگ آلودہ اذہان کو صیقل کر سکے، جو ان کے اعضا وجوارح کو ان کے خالق کی مرضی کے مطابق عمل پر آمادہ کر سکے، جو ان کی روحوں کو تازگی وبالیدگی بخشے اور ان کے دلوں کو حلاوت ایمان عطا کرے۔

تو آؤ! ہم بتاتے ہیں وہ جماعت کون سی جماعت ہے، جو مسیحائی کا حق رکھتی ہے، جسے رہنمائی کا فریضہ انجام دینے کے لیے مقرر کیا گیا۔ جو گم گشتہ راہ بندوں کو راہ خدا کی طرف ہدایت دینے والی ہے۔ یقیناً وہ جماعت علمائے کرام کی جماعت ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ ہر دور میں خاص کر دور حاضر میں امت مسلمہ کو علمائے کرام کی سخت ضرورت ہے۔ یہ علما ہی ہیں جو ان کی صحیح رہنمائی کر سکتے ہیں۔ انہیں راہ ہدایت پر چلا سکتے ہیں، انہیں بے راہ روی وگمرہی سے بچا سکتے ہیں۔ ان کی بداعمالیوں اور بے اعتدالیوں کو دور کر کے انہیں اعمال حسنہ کی طرف راغب کر سکتے ہیں۔ یہی ہیں جن کے سروں پر نیابت رسول کا تاج زریں سجا ہوا ہے۔ یہی ہے جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا اور سبھی انبیائے کرام کا نائب ووارث بتایا ہے، جن کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے، جن کا سونا عبادت میں شامل ہے، جن کے قلم کی سیاہی شہدا کے قلم پر غالب بتائی گئی ہے، جن کی صحبت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت ہے، جن کا دیکھنا نبی کا دیکھنا ہے، جن کے لیے سمندر کی مچھلیاں دعا گو ہیں، جن میں سے صرف ایک کو شیطان کے مقابلے پر ایک ہزار عابدین کے برابر قرار دیا گیا ہے، جن کی محبت موجب رحمت، مورث مغفرت اور قرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔

بلا شبہ علمائے کرام کی مقدس جماعت ہی ان بگڑے حال، روبہ زوال مسلمانوں کو ان کا مقام اصلی عطا کر

سکتی ہے۔ان کی عظمت رفتہ کی بازیابی کا یہی ایک ذریعہ ہے،انہیں کے دم قدم سے ان کا کھویا ہوا وقار، شناخت اور عظمت ورفعت انہیں واپس مل سکتی ہے۔

اور جب ایسا ہے تو کیوں نہ مسلمان اس جماعت سے قلبی وابستگی رکھیں ،ان کی قدر و تعظیم بجالائیں ،ان کا ادب واحترام کریں ،اپنے قومی وملی مذہبی وسیاسی مسائل میں ان کی طرف مراجعت کریں،ان سے رہنمائی حاصل کریں،ان کی اتباع وپیروی لازم سمجھیں۔انہیں اپنا مذہبی رہنما مانیں اور ساتھ ہی سیاسی لیڈر بھی۔کیوں کہ جنہیں وہ سیاسی لیڈر مانتے ہیں دراصل وہ سیاسی لیڈر نہیں ہیں۔کیوں کہ سیاست نیتاگیری کا نام نہیں ہے، سیاست غنڈہ گردی،دھوکہ دہی کو نہیں کہتے، بلکہ سیاست قوم کی رہنمائی سے تعبیر ہے،قوم کی اصلاح کا نام سیاست ہے۔اور موجودہ دور میں اس کے اصل حق دار علمائے کرام ہی ہیں۔جیسا کہ امام شامی نے لکھا ہے:

”فالسیاسة استصلاح الخلق بإرشادهم إلى الطريق المنجي في الدنيا والآخرة، فهي من الأنبياء على الخاصة والعامة في ظاهرهم وباطنهم، ومن السلاطين والملوك على كل منهم في ظاهره لا غير، ومن العلماء ورثة الأنبياء على الخاصة في باطنهم لا غير“ [ردالمحتار: ج۴ص۱۵۔کتاب الحدود]

یعنی سیاست مخلوق کی اصلاح کرنا ہے،بایں طور کہ انہیں ایسے راستہ کی طرف رہنمائی کی جائے جو انہیں دنیا و آخرت میں نجات دینے والا ہو۔اور اس کے اہل انبیائے کرام، سلاطین اسلام اور علمائے کرام ہیں۔یہ انہیں کا حق ہے کہ ہر عام وخاص کے ظاہر و باطن کی اصلاح کریں۔

لہٰذا جب یہ ثابت ہے کہ سیاست مخلوق کی ہدایت ورہنمائی اور ان کی اصلاح کا نام ہے تو ظاہر ہے کہ یہ کام کسی غیر مسلم بلکہ غیر عالم سے کیسے ممکن ہے۔اس لیے ضروری ہے مسلمان ہر محاذ پر ہر مسئلہ میں خواہ دینی ہو یا دنیوی،سیاسی ہو یا سماجی،علمائے کرام سے رابطہ کرے۔

اور پھر علمائے کرام کے لیے بھی ضروری ہے کہ قوم مسلم کی رہنمائی کے لیے ہر ممکن کوشش عمل میں لائیں، قوم کی مذہبی، سماجی، سیاسی ضرورتوں کو پورا کریں۔نیابت رسول کا حق ادا کریں،اپنے فرائض منصبی سے غفلت نہ برتیں، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف باطل طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کا سد باب کریں،عظمت اسلام، ناموس رسالت اور مسلمانوں پر ہونے والے دشمن طاقتوں کے ہر حربے اور ہر حملے کا منہ توڑ جواب دیں۔قائد اسلام صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کی درج ذیل نصیحت جو عین حالات حاضرہ کے مطابق ہے اس پر عمل پیرا ہوں:

”حضرات علمائے اسلام وافاضل کرام ابقاکم اللہ تعالیٰ!!!

دین مصطفیٰ کی حفاظت وحمایت آپ کا فرض ہے اور آپ نے ہر زمانہ میں اپنے اس فرض کو بڑی عالی ہمتی کے

ساتھ انجام دیاہے۔دین کی بے رِیااور بے معاوضہ خدمتوں پر خود غرضوں اور ریاکاروں کی ملامتوں کانشانہ آپ کوبنناپڑاہے، لیکن آپ نے اہل غرض کی ان ناکردنی حرکات سے پریشان ہوکرہمت نہیں ہاری، اپنے مقصود کادامن نہیں چھوڑا۔اپنی خدمت میں کوتاہی نہیں کی۔آج آپ دیکھ رہے ہیں، ہندوستان کے ناتعلیم یافتہ مغروران ہمہ دانی، سے سرشار خودرائے ہوکردنیاکوگمراہ کررہے ہیں ۔گویہ آثارقیامت میں سے ہے اوراحادیث کریمہ میں اس کی خبریں موجودہیں۔لیکن علمائے اسلام کافرض تبلیغ ودعوت ان کے ذمہ تادم آخرلازم ہی رہے گا۔افغانستان کے تغیرات کی خبروں کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں بے دینی پھیلانے کاایک زبردست پروپیگنڈاکیاگیا۔مختلف پہلوؤں، مختلف عنوانوں سے علمائے اسلام پربے جاعیب لگاکردنیاکوان کی طرف سے متنفرکرنے کی کوشش کی گئی۔........

علمائے دین پرلازم کہ وہ اخباروں کی ایسی زہریلی تحریریں دیکھ کراس کے علاج کی طرف متوجہ ہوں، جو مغالطے اخبار نویس ڈالتے ہیں ،ان کے رَد شائع کرکے عوام کوغلطی میں پڑنے سے بچائیں اوراخبار نویسوں کومتنبہ کریں کہ وہ دینی اُمور میں اس بے قیدی وبے مہاری سے باز آئیں ،جس کانام انہوں نے آزادی رکھاہے، اگراس تنبیہ کے بعد وہ باز نہ آئیں تومسلمانوں کوایسے اخباروں کامطالعہ ترک کرنے کی زبردست تحریک کی جائے،اورایسے اخباروں کی تائیدیااجرامیں کوشش کی جائے جودین کی پاس داری کریں اور مسائل شرعیہ میں اپنی رائے کودخل نہ دیں۔اگریہ بے قیدی کاسیلاب یوں ہی بڑھتارہے توہرخود غرض دین کے مسائل کواپنی ہی غرض کے سانچے میں ڈھالے گا۔اور خدانخواستہ دین کی اصلی صورت کاپتہ ونشان بھی نہ ملے گا،اس لیے علماکو بہت جلداس طرف توجہ فرماناچاہیے۔" [السوادالاعظم:رمضان،۱۳۴۷ھ۔ص۷،۸]

بخداصدرالافاضل کی لکھی ہوئی درج بالانصیحت میں حالات حاضرہ کاعکس دکھائی دے رہاہے۔ایسابالکل نہیں لگتاکہ صدرالافاضل نے آج سے قریب سوسال پہلے یہ نصیحت فرمائی ہو،بلکہ یہ محسوس ہورہاہے کہ یہ مضمون تازہ ہوکل ہی لکھاگیاہو۔بلاشبہ علمائے کرام کواپنی ضرورتوں کا احساس کرناہوگا،انہیں ماننا ہوگا کہ مذہب اسلام اور قوم مسلم کوآج ان کی سخت ضرورت ہے،انہیں دفاعی پوزیشن میں آناہوگا،مذہبی،قومی،سماجی، سیاسی مسائل میں انہیں قوم مسلم کی رہنمائی کافریضہ انجام دیناہوگا،اپنے آپسی فروعی اختلافات کوپس پشت ڈال کراتحادکی بنیادرکھنے کے لیے کسی ایک پلیٹ فارم پرجمع ہوناہوگا،انہیں بھولناہوگاکہ کوئی مسلمان ان کامخالف ہے،کوئی عالم ومفتی ان کے موقف فرعی کے خلاف ہے،انہیں مسلمانوں کی اُن سے بے اعتنائی ولاپروائی نظر انداز کرناہوگی۔انہیں اپنے کام تقسیم کرنے ہوں گے۔کیوں کہ ہرشخص ہرفن میں ماہراور ہرمیدان کاشہسوار نہیں ہوتا۔اس لیے جوجس علم وفن سے شغف رکھتاہواسے اس کام میں تیزی لانے کی ضرورت ہے۔جس

میدان میں طبیعت مائل ہو اسی میدان میں عبور حاصل کرنے کی کوششیں بروے کار لائی جائیں۔ اور حالات حاضرہ کے مذہبی وسیاسی تقاضوں کو پورا کرنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے۔ جو لکھنا جانتا ہے وہ حالات کے تقاضوں کو مد نظر رکھ کر لکھے، جو بولنا جانتا ہے وہ تقاضوں کا خیال رکھ کر بولے۔ جو مال رکھتا ہے وہ قوم کے مالی تقاضوں کو پورا کرے، جو اثرو رسوخ رکھتا ہے، وہ اپنے اثرو رسوخ کے ذریعے موجودہ تقاضوں کو پورا کرے۔ سوشل میڈیا پر موجود علما و خواص اپنے منصب کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنا فریضہ حق انجام دیں۔ سوشل میڈیائی فتنوں کے سدباب کے لیے کوئی لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت ہے۔

اس کے لیے مستقل کوئی نظام ترتیب دینا از حد لازمی ہے، ورنہ مستقبل میں حالات کو قابو کرنا مشکل ہو جائے گا۔ یوں تو فرداً فرداً بہت سے علما و خواص نے اس جانب توجہ منعطف کی ہے اور وہ سوشل میڈیائی فتنوں سے نبرد آزما ہیں، اپنی حد تک باطل طاقتوں کی فتنہ انگیزیوں کا جواب بھی دے رہے ہیں اور قوم مسلم کی رہنمائی بھی کر رہے ہیں۔

زیر نظر رسالہ ماہنامہ ”ارشدیہ“ بھی اسی پاکیزہ و مقدس سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس کی سرپرستی پیر طریقت ناشر مسلک اعلیٰ حضرت ابوالبرکات حضرت علامہ محمد ارشد سبحانی خلیفہ و مجاز فیض یافتگان خلفاے اعلیٰ حضرت تلوکرانوالہ شریف، دامت معالیھم فرما رہے ہیں۔ اور ادارت کی ذمہ داری، فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی محمد منظور فیضی یار علوی ارشدی مدظلہ، کے ہاتھوں میں ہے۔ نیز رسالہ کی مجلس ادارت و مشاورت کئی نامور اور ذمہ دار علما و اصحاب قلم شامل ہیں۔ اللہ کرے یہ رسالہ مذہبی اور سیاسی اور سوشل میڈیائی تقاضوں کی ادائیگی بخوبی ادا کرنے اور سوشل میڈیائی فتنوں کے سدباب میں نمایاں و کلیدی کردار نبھانے میں منفرد مقام حاصل کرے۔ اور مسلمانوں کے حق میں خوب نفع بخش ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ رسالہ کے سرپرست اعلیٰ اور جملہ مدیران و مشیران رسالہ کو اپنی رضا و خوشنودی عطا کرے۔

خاتمہ: الغرض قوم مسلم اپنے علما کا احترام کرے، کیوں کہ وہی قوم سرخروئی پاتی ہے، جو اپنے رہنماؤں اور پیشواؤں کی قدر کرتی ہے۔ اسلام کے خلاف جتنے مذاہب ہیں ان کے پیروکار کس قدر اپنے علما کی قدر کرتے ہیں اور کس نیاز مندی سے ان کے ساتھ پیش آتے ہیں یہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اور یہی ان کی دنیاوی کامیابی کی اصل وجہ ہے۔ اگر مسلمان بھی اپنے عہد رفتہ کو یاد کرے اور اپنے علماے کرام کی عزت و قدر کرے، احترام و توقیر سے پیش آئے، کمال نیاز مندی دکھائے تو یقیناً اس قوم کو کبھی زوال آ ہی نہیں سکتا ہے۔ اس موقع پر صدر الافاضل کے یہ تاریخی جملے پڑھے جانے کے قابل ہیں۔ آپ رقم طراز ہیں:

”یقیناً جو راستہ اسلام و شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا ہے وہی منزل مقصود تک پہنچاتا ہے۔

وہی فلاح و کامیابی کا ذریعہ ہے۔اس راستہ کو چھوڑنا بے شبہہ گمراہی و بربادی ہے۔نہ یورپ کی راہ ،نہ اہل ہند کی ،نہ فرانس و جاپان کی ، مسلمانوں کی ترقی اسی میں منحصر ہے کہ وہ حرکات و سکنات میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع لازمی سمجھیں ۔ حضور کی راہ علماے اسلام سے مل سکتی ہے۔لیڈران ناکام اور ایڈیٹران بے لگام کام نہیں آسکتے۔اس لیے حضورانور علیہ الصلاۃ والسلام نے علما کو اپنا نائب فرمایا اور نیابت کا منصب جلیل نہ امرا کو نہ روسا کو،نہ ارباب حکومت کو نہ اہل مال کو،نہ سلاطین کو نہ ملوک کو،کسی طبقہ کو نہیں دیا۔یہ دولت عطا ہوئی تو طبقہ اہل علم کو۔جب مسلمان اسی طبقہ کو چھوڑیں،اس کو عزت کی نظر سے نہ دیکھیں،اس کی اطاعت کو دنیا و دین میں کامیابی کا ذریعہ نہ سمجھیں،تو وہ ضرور برباد ہو جائیں گے۔اور افغانستان کی بربادی کا یہی سبب ہوا۔‘‘[مرجع سابق:ص۷]

مزید فرماتے ہیں:

’’دنیا کی دوسری قومیں اپنے علما کا کیا احترام کرتی ہیں،اور ان کو کس قدر و منزلت کے ساتھ آنکھوں پر بٹھاتی ہیں۔یہ کچھ چھپی بات نہیں ہے۔......نصاریٰ اگر چہ کل کے کل نیچری اور مذہب سے بے تعلق ہو چکے ہیں اور مذہب ان کی نظر میں بے کار چیز اور محض بے کار بلکہ علم و تہذیب کے لیے عار قرار پا چکا ہے۔رسمی طور پر وہ اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں اور عیسائیوں کے کچھ مراسم برتتے ہیں لیکن بایں ہمہ پادری اور پوپ وغیرہ اپنے پیشوایان دین کی اس قدر عزت و حرمت کرتے ہیں۔ اور ان کے حکم کو ماننے کے لیے ہر منصب ہر مرتبہ ہر وجاہت کا شخص ہر وقت گردن جھکانے کے لیے تیار رہتا ہے۔بادشاہ ان کے سامنے سرخم کرتے ہیں ۔ اور کروروں روپیہ ان پر صرف کر ڈالا جاتا ہے اور اس سلسلہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ شخص اس تمام قوم کے لیے عملاً مستحق اکرام ہوتا ہے۔......

غرض دنیا میں ہر قوم اپنے دینی پیشواؤں کا کمال احترام کرتی ہے اور یہی چیز ہے جس سے مذہب زندہ اور باقی رہتے ہیں اور شیرازہ ملت منتشر نہیں ہونے پاتا۔اور قوم کی اجتماعی حیثیت محفوظ رہتی ہے۔ان تمام اقوام میں نئے تعلیم یافتہ بھی ہیں لیڈر بھی ہیں ۔پلیڈر بھی ہیں۔اڈیٹر بھی ہیں۔لیکن کوئی بھی اپنے پیشوایان ملت کے عزت و وقار کا دشمن نہیں ہے۔کوئی ان کے عزت و منصب کا خواہاں نہیں ۔کوئی ان کے اَثر کو مٹا کر اپنا اقتدار پیدا کرنے کی حرص نہیں رکھتا۔کسی کا یہ خیال نہیں ہوتا کہ ان مذہبی پیشواؤں کے اَثر و اقتدار کو مٹانے ہی میں ہماری عزت ہے۔اس لیے وہ تمام قومیں مضبوط ہیں۔قوی ہیں منظم ہیں۔دنیا میں دُنیوی حیثیت سے وزن رکھتی ہیں۔اگر چہ ان کی تعدادیں قلیل ہوں،مگر ان کا یہ طریق عمل اور مذہب و اہل مذہب کے ساتھ گرویدگی ان کو زبردست بنائے ہوئے ہے۔مسلمان بھی اپنے عروج کے عہد میں پیشوایان دین کی بدرجہ غایت تعظیم

و تکریم کرتے تھے۔ان کی قدر و منزلت اپنی سعادت جانتے تھے۔ان کے احکام کے سامنے گردن جھکا دینا ان کا شیوہ تھا۔علما کی زیارت کے لیے منزلوں کے سفر کرتے تھے۔اگر کسی زمین میں کسی عالم کا گزر ہو جاتا تو وہاں کے باشندے اس کو اپنی خوش بختی سمجھتے تھے جب تک مسلمانوں میں یہ خصلت رہی ان کا شیرازہ اجتماع منتشر نہ ہوا۔دنیا کی آنکھیں ان کے آفتاب شوکت واَجلال کی شعاعوں سے جھپکتی رہیں۔

عزت واقبال قدم بوسی کرتے رہے۔آج جو مسلمانوں پر نکبت ہے،ان کے محاسن ان سے رُوٹھ گئے۔ خصائل حمیدہ نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔رذائل اخلاق اور بداَطواری کا سیلاب اُمنڈ تا چلا آتا ہے۔یہ نعمت بھی ان کے ہاتھ سے جاتی رہی۔ادب،تواضع،حلم،سپاس گزاری،محسن شناسی،قدر دانی کی جگہ نخوت،غرور،خود نمائی، خود بینی،ناقدری،بے مروتی،سرکشی نے لے لی ہے،تو اکابر کی تعظیم بزرگوں کا ادب و توقیر پیشوایان دین کا ادب واحترام ان کے لیے قابل رَشک بن گیا۔اڈیٹروں کے قلم علما و مشائخ کی توہین کے لیے رہن ہو چکے۔بے قید اخبار نویس روزانہ کی اشاعتوں میں برسوں تک تبرا کر کے سیر نہیں ہوئے،اوران کی آتش غیظ و غضب کے شعلے دھیمے نہیں پڑے۔ان کے غصہ میں کچھ بھی کمی نہیں آئی۔ان کے شب دیز قلم کی جولانیاں روز بروز ترقی پر ہیں۔یہ بہادر صیاد اپنے گھر کے بزرگوں ہی کو تیغ ظلم و جفا کا نشانہ بناتے رہتے ہیں اوران کی شجاعت و بہادری کے تمام جوہر یہی ہیں،کہ وہ علما و مشائخ کی مقدس ہستیوں کو دل بھر کے کوس لیا کرتے ہیں۔اور بے محابا سبّ و دشنام کی بارشیں کر کے ادب و تہذیب کا خون بہا دیتے ہیں۔“[السواد الاعظم:رجب المرجب،۱۳۴۹ھ،ص ۲ تا ۴]

علاوہ ازیں علمائے کرام بھی اپنے فرض منصبی سے سبکدوش ہوں۔سیاست مذہبی و دنیاوی کے تقاضے پورے کریں۔اسلام اور قوم مسلم کے خلاف پروپگنڈوں پر نظر رکھیں اور فوری اس کے سد باب کی کوشش کریں۔اغیار کی چالوں،حربوں،اور فریب کاریوں سے اسلام اور مسلمانوں کو بچانے کے لیے تدبیریں کریں۔ اور ہرگز ہرگز اپنے فرائض منصبی سے پہلو تہی نہ کریں۔مدرسہ،مسجد،خانقاہ کے علاوہ بھی دنیا بھر کہ ہر اس مقام پر پہنچیں،جہاں سے اسلام کو سرخروئی حاصل ہو،قوم مسلم کو عروج ملے اور مذہب و مسلک کو ارتقا کی منزلیں نصیب ہوں۔

صدرالافاضل کی درج ذیل تاریخی تحریر جو دور حاضر کے تقاضوں اور علمائے کرام کی ذمہ داریوں کے حوالے سے بہت ہی مفید،قیمتی اور نفع بخش نصائح پر مشتمل ہے،یہاں نقل کر کے میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں:

”لیکن میں عرض کروں گا کہ علمائے دین و پیشوایان اسلام اب قدم اُٹھائیں۔گوشہ تنہائی سے نکلیں۔ اس لیے نہیں کہ انہیں جاہ ملے،یا منصب ملے۔اس لیے نہیں کہ حکومت کا مزہ حاصل کریں فقط،اس لیے کہ

دین کی حفاظت ہو۔ اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے خلاف پیش ہونے والی تجاویز کو وہ روک سکیں اور مسلمانوں کے مستقبل کو خطرہ سے محفوظ رکھ سکیں۔ جو قانون ایک دفعہ پاس ہوجاتا ہے پھر اس کے خلاف کامیابی حاصل کرنا بہت دشوار ہوجاتا ہے، اگر اسمبلی میں علما کا بھی کوئی عنصر ہوتا تو سارداکا قانون پاس نہ ہوسکتا۔ اور مسلمان ممبر پہلے ہی روز بیدار کردیے جاتے، لیکن قانون پاس ہونے کے بعد جو کوششیں کی گئیں، وہ اس وقت تک نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئیں۔

طبقہ علما کا سیاسیات اور ملکی نظم کی طرف سے اغماض کرنا مسلمانوں کو ضرور نقصان پہنچاتا ہے۔ اس وقت گول میز کانفرنس اجلاس کررہی ہے۔ ہندوستان کے لیے دستور حکومت زیر تجویز ہے۔ ہر فرقہ کے نمائندے وہاں پہنچ گئے ہیں۔ سب نے اپنے اپنے مطالبات کا ایک ایک مسودہ مرتب کرلیا ہے۔ ہر ایک اپنے مقاصد کا ایک نقشہ نظر کے سامنے رکھتا ہے۔ لیکن ہمیں شکایت ہے اور بجا شکایت ہے کہ ہمارے طبقہ علما نے آج تک اس طرف التفات نہ کیا۔ جو جو مسودے تجویز ہوئے ان پر نظر نہ ڈالی، اور یہ نہ دیکھا کہ اسلام و مسلمین پر ان کا کیا اَثر پڑتا ہے اور اسلام کے تحفظ اور مسلمانوں کی فلاح اور مذہب کی حفظ حرمت کے لیے کیا اُمور ضروری ہیں؟ جن کا موجودہ تجویزوں میں اضافہ ہونا چاہیے اور کون چیزیں قابل احتراز ہیں جن کی مدافعت لازم ہے؟ ہندوستان کا تمام طبقہ علما اس سرے سے اس سرے تک ساکت و خاموش ہے۔ انہوں نے اس پر نظر ہی نہیں ڈالی۔ کیا حیثیت دین سے یہ کوئی ضروری امر نہیں ہے۔ گزشتہ چھوڑیے اب آئندہ کے لیے مستعد ہوجائیے اور جلد تر ایک نظر ڈالیے کہ دنیا کیا کررہی ہے مسلمانوں کے مستقبل کے لیے کیا کیا تجویزیں درپیش ہیں؟ ان کے کیا نتائج ہوں گے؟ ضروریات کا اقتضا کیا ہے؟

پہلے کچھ رائے ہو اس سے ایک اجتماعی شکل میں اپنے نمائندوں کو باخبر کیجیے۔ پچھلی غفلت قابل افسوس ہے! لیکن اگر ابھی اور غفلت رہی تو کام قبضہ سے باہر ہوجائے گا جس طرح ممکن ہو صورت حالات پر اطلاع پانے کے بعد ایک مسودہ تجاویز مرتب کیجیے اور خواہ جلسوں میں یا ڈاک کے ذریعہ سے اس پر دوسرے علما کی رائیں حاصل کرکے ایک نقشہ عمل مرتب فرمائیے۔ کونسلوں کی کارروائیوں کو بھی دیکھیے۔ اور ممبران کونسل کو جس امر میں توجہ دلانے کی ضرورت ہو انہیں زور کے ساتھ توجہ دلائیے۔ یہ بھی دیکھیے کہ ڈسٹرک اور میونسپل بورڈوں میں کیا ہورہا ہے؟ آپ کو جلد سے جلد مستعد ہوجانا چاہیے۔ اور اگر جماعت علما اس طرح میدان عمل میں آگئی تو ان شاء اللہ العزیز اسلام و مسلمین کی بہت بڑی حمایت ہوسکے گی۔ ستم ہے کہ جاہل عالم نما، عالم بن کر میدان میں آئیں اور ان کی تعداد سے دنیا کو دھوکہ دیا جائے، اور ان کی خودرائی و نفس پرستی کو علما کی رائے قرار دیا جائے اور علما کا پورا طبقہ کا طبقہ ساکت و خاموش بیٹھا یہ سب کچھ دیکھا کرے نہ اس کے منہ میں زبان ہو، نہ زبان

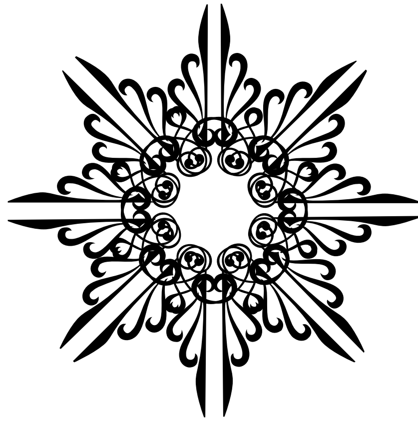
میں حرکت، نہ ہاتھ میں قلم، نہ قلم میں جنبش۔اب آپ کا یہ تقاعد زہد وانکسار کی حد سے گزر کر غفلت و تکاسل کے دائرہ میں آگیا ہے۔اوراس انداز سکوت سے اسلام و مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہے ہیں۔اب آپ اس عقیدہ کو چھوڑ دیجیے کہ آپ کے فرائض ایک مجلس میں وعظ کہہ کر، یا ایک حلقہ میں درس دے کر، یا اپنے خلوت خانہ میں فتوے لکھ کر ادا ہو جاتے ہیں، اورآپ کو اس پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟اور بد خواہان اسلام تخریب کے لیے کیا کیا تدابیر عمل میں لا رہے ہیں۔یقیناً یہ آپ کا فرض ہے اورآپ سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔اُٹھیے اوراپنے فرض کو ادا کیجیے۔"[مرجع سابق:ص۶،۷]

مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل اس رسالہ منیفہ مسمی "ماہنامہ ارشدیہ" کو ترقیوں سے ہمکنار فرمائے۔

اوراس رسالے کے سرپرست اعلیٰ، حضرت ابوالبرکات علامہ محمد ارشد سبحانی دامت معالیھم کو عمر دراز عطا کرے اوران کا سایہ عاطفت ہم پر دراز فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

[ماہنامہ ارشدیہ:رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ۔مئی ۲۰۲۰ء۔ص ۸ تا ۱۵]



علمائے کرام اور موجودہ سیاسی تقاضے

ہر گہر نے صدف کو توڑ دیا
تو ہی آمادہ ظہور نہیں

ارباب علم ودانش پر یہ بات مخفی نہیں کہ مذہبِ اسلام کو دنیا میں آئے ہوئے تقریباً چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ ہوگیا۔اور ان چودہ سو سالوں میں اسلام نے بڑے بڑے مصائب کا مقابلہ کیا۔اس کے لہلہاتے گلشن پر بارہاآندھیوں کے سخت جھونکے چلے مگر یہ مقدس دین اسی طرح قائم ودائم اور سرسبز وشاداب رہا۔ اس روشن آفتاب پر کئی بار گھٹاٹوپ بادل چھائے مگر دینِ متین کا سورج اسی طرح چمکتا رہا۔یہ سیاہ بادل کبھی ابو جہلی وابولہبی بادل بن کر چھائے، توکبھی یزیدی غبار بن کر کبھی یہودی عیسائی قوتیں اس سے نبرد آزما ہوئیں ، تو کبھی ملحدیت کی شورش نے اس کے خلاف سر ابھارا،کبھی سکھی قوت نے اس سے مقابلہ کیا، توکبھی خارجی، رافضی ،وہابی، مودودی اور دیگر تخریب پسند طاقتوں نے اس کے مقابلے میں آنے کی جرأت کی۔غرض یہ کہ ہر دور میں اسلام کے خلاف فتنہ انگیزیاں کی گئیں اسے مٹانے کی سعی ناکام کی گئی مگر یہ دینِ حق اپنی جگہ پر قائم ودائم رہا۔بقول شاعر ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
جتنا ہی دباؤ گے اتنا ہی یہ ابھرے گا

لیکن آج پھر خدا کا محبوب دین دشمنوں کی ناپاک سازشوں کا شکار ہوتا نظر آرہاہے۔آج پھر اسلامی عظمت کا ا ٓفتاب زوال پذیر ہوتا نظر آرہاہے۔دشمنانِ اسلام کی فتنہ سازیاں آج پھر اس کے خلاف بڑھتی جارہی ہیں۔ سارا عالمِ کفر اسلام کے مقابلہ میں متحد نظر آرہاہے، صنم پرست یہودی اور عیسائی آپس میں بھائی چارگی اختیار کر چکے ہیں۔

اور ہر محاذ پر مسلمانوں کو شکست دینے کا خیالی پلاؤ پکارہے ہیں اور کسی حد تک کامیاب بھی ہیں۔آج پوری دنیا میں جتنے مصائب وآلام کا شکار مسلمان ہورہاہے،اتنی کوئی اور قوم نہیں۔یوں لگتاہے گویا مصائب وآلام اور امتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہوگئے ہیں۔آج اہل اسلام کی جس بے دردی سے نسل کشی اور مسلم خواتین کی آبروریزی کی جارہی ہے شاید ہی تاریخ نے ایسا کوئی المیہ اپنی آغوش میں لیا ہو۔ اگر ایک طرف اسرائیلی یہودی فلسطین کے مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے پر تلے ہیں، تودوسری طرف امریکی عیسائی عراق وافغانستان اور دوسرے اسلامی ممالک کو مٹانے کے لیے برسرِ پیکار ہیں۔اور یہیں تک محدود نہیں بلکہ

یہودیوں اور عیسائیوں کی دیکھا دیکھی صنم پرستوں پر بھی مسلمانوں کو مٹانے کا بھوت سوار ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایودھیا، ممبئی، کانپور اور مراد آباد جیسے شہروں میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہائی گئیں۔ اس کے بعد جب دیکھا کہ اب بھی وقارِ اسلام باقی ہے اور اس کی شان و شوکت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی تو گودھرا کا المناک سانحہ کرا کے اپنی درندگی کا ثبوت دیا۔

لیکن ان تمام باتوں سے قطع نظر یہ امر بھی ناقابلِ تردید ہے کہ دشمنانِ اسلام کے دلوں میں آج بھی یہ بات گھر کیے ہوئے ہے کہ اگر مسلمان بیدار ہو گئے تو ہمارا وجود صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جائے گا۔ کیوں کہ مسلمان وہ عظیم قوم ہے جس کو اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کے صدقے میں محبوب بنا کر ہر محاذ پر کامیابی و کامرانی عطا کی۔ کبھی فتح مکہ کی شکل میں تو کبھی بیت المقدس، ملک شام، قسطنطنیہ اور دیگر عیسائی ممالک کو فتح کرنے کی شکل میں، لیکن آج تساہلی کا جو زہر ہماری رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہے یہ اسی کا اثر ہے کہ ہم ظلم و بربریت کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ہم جو کبھی غالب ہوا کرتے تھے آج قفسِ مغلوبیت میں قید ہیں۔ ان سنگین اور تشویش ناک حالات کے یوں تو بہت سارے اسباب ہیں، لیکن ان میں سب سے نمایاں سبب قوم مسلم کے دانشور طبقہ کی سیاست سے پہلوتہی ہے۔ یوں تو بہت بڑے بڑے لیڈر سیاست میں موجود ہیں، لیکن سیاست میں ان کا داخل ہونا اپنے مفاد کے پیش نظر ہے، قوم مسلم کی سیاسی، سماجی، اقتصادی، معاشرتی گراوٹ کا سدھار مقصود نہیں۔ اور اگر شریعت کی رو سے دیکھا جائے تو وہ اس سیاست کے اہل ہی نہیں ہیں نہ ان کی سیاست صحیح معنوں میں سیاست ہے۔

میری مذکورہ بالا سطور سے ہو سکتا ہے قاری کے ذہن میں یہ سوالات ابھریں کہ اگر یہ سیاست نہیں تو سیاست کیا ہے، اور اس کے اہل کون ہیں، اور کیوں وہ اب تک اپنے منصبِ سیاست سے کنارہ کش ہیں؟

ابتدائی دو سوالوں کے جواب فتاوٰی کی معتبر کتاب ''فتاوٰی شامی'' کی مندرجہ ذیل عطر بیز عبارت میں پنہاں ہیں۔ ملاحظہ ہو:

''فالسیاسة اصلاح الخلق بارشادھم الی الطریق المنجی فی الدنیا والآخرة فھی من الانبیاء علی الخاصة والعامة فی ظاھرھم وباطنھم ومن السلاطین والملوك علیٰ کل منھم فی ظاھرہ لا غیر ومن العلماء ورثة الانبیاء علی الخاصة فی باطنھم لا غیر''

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ مخلوق کی اصلاح کرنا اور ان کو ایسے راستے کی ہدایت کرنا جو دنیا اور آخرت میں ان کے لیے نجات دہندہ بنے، یہ ہے سیاست اور اس سیاست سے موجودہ مسلم لیڈران کا کوئی تعلق نہیں۔ کیوں کہ اگر فرض کرو کہ وہ بھی مخلوق کی اصلاح کر سکتے ہیں، تو صرف دنیاوی

اعتبار سے نہ کہ آخرت کے اعتبار سے اور اس کا نام سیاست نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے۔اب رہا یہ سوال کہ سیاست کا اہل کون تو اس کا جواب بھی مذکورہ عبارت سے واضح ہے کہ اس کے اہل انبیاے کرام اور مسلم سلاطین و ملوک ہیں، لیکن دورِ حاضر میں خاص کر ہندوستان میں دونوں طبقوں کا وجود ظاہری مفقود ہے، تو ایسے وقت میں علماے حق وارث نبی ہونے کی بنا پر اسلامی سیاست کے بھی اہل ہیں اور اصل نفاذ سیاست کا حق انہیں کو حاصل ہے۔کیوں کہ جب بھی امت مسلمہ کے سامنے باطل طاقتوں کی جانب سے چیلنج اور فتنے کھڑے کیے گئے تو ان فتنوں کے سدّباب کے لیے اور ان کے چیلنجوں کے جوابات کے لیے علماے اسلام اور ائمہ دین متین اپنی فکری، علمی اور عملی صلاحیتوں کے مطابق میدان عمل میں آئے ہیں اور باطل کی یلغار کے آگے سینہ سپر ہوئے ہیں۔اور قوم کی صحیح رہنمائی فرماکر نیابتِ نبوی کا حتی الامکان حق ادا کیا ہے، جس کی زندہ مثال تحریک آزادی کے علم بردار علامہ فضل حق خیر آبادی کی ذاتِ بابرکت ہے۔یہی وہ نڈر و بے باک مرد مجاہد ہے جس کے ایک ہی فتوے سے سرزمین ہند پر زلزلہ آگیا اور انگریزی حکومت یکلخت کانپ اٹھی۔جس کی پاداش میں اس مرد مجاہد کو قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلنی پڑیں اور جزیرہ انڈمان کی مسموم فضاؤں میں جھلسنا بھی پڑا، مگر غیرت و خودداری کا یہ مجسمہ اپنا فتویٰ واپس لینے پر آمادہ نہ ہوا۔

اہل علم حضرات پر یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ جزیرہ انڈمان میں جس وقت یہ مرد مجاہد اپنے بستر موت پر اٹھنے، بیٹھنے، اور کروٹ بدلنے سے مجبور تھا، زندگی کا آخری وقت تھا موت قدم چومتی ہوئی آرہی تھی اور حیات بلائیں لے کر رخصت ہورہی تھی، ایسے نازک مرحلہ میں آپ کی غیرتِ ایمانی کا ایسا سخت اور سنگین امتحان لیا گیا جس کی مثال شاذ و نادر ہی کہیں مل سکے گی۔چنانچہ اسی جانکنی کے عالم میں انگریز افسر آیا اس نے آپ سے کہا کہ آپ اتنا فرمادیں کہ مجھے اس فتوے پر بہت افسوس ہے جو میں نے انگریزوں کے خلاف دیا ہے۔اس کے عوض آپ کو رہا کردیا جائیگا۔بستر مرگ کا وہ نحیف و ناتواں جو بیٹھ کر دوا پینے سے معذور تھا، اتنا سنتے ہی اٹھ کر بیٹھ گیا اور فرمایا کہ مجھے ایسی ایک نہیں ہزاروں زندگیاں دی جائیں تو بھی فضلِ حق یہی کہے گا کہ انگریزوں کے خلاف جہاد فرض ہے۔ایسی ایک نہیں ہزاروں مثالیں اوراق ماضیہ میں موجود ہیں کہ علماے کرام نے امت مسلمہ کو گرتے وقت میں سہارا دیا ہے اور بلا خوف لومۃ لائم حق کی صدا بلند کرتے ہوئے مخالف کی تمام تر ریشہ دوانیوں کو نذر آتش کردیا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ عصر حاضر میں منصب سیاست کے اہل اس سے کنارہ کش کیوں ہیں یعنی موجودہ علماے کرام کی سیاست سے پہلوتہی کرنے کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ مسلم عوام کی بے راہ روی اور غلط اندیشی علماے کرام سے بے رغبتی و بے اعتنائی اور ان کی تعظیم و توقیر کے بجاے ان کی تحقیر و تذلیل

کو اپنا مشغلہ بنالینا یہ وجہ ہے علماے کرام کی اپنے منصب سے پہلو تہی کرنے کی۔ دوسرا جواب جو حقیقت سے بالکل قریب تر ہے لیکن قلم اس حقیقت کو صفحہ قرطاس پر انڈیلنے سے کانپ رہا ہے اور دل دھڑک رہا ہے اس خوف سے کہ ؎

وہ نہ رسوا ہوں یہ رہ رہ کے خیال آتا ہے
ہم نشیں شکوہ بیداد کروں یا نہ کروں

یہ ایک کڑوا سچ ہے کہ آج ہمارے علماے کرام (الا ماشاء اللہ تعالیٰ) ردائے تساہلی اوڑھے ہوئے خوابِ غفلت میں مشغول ہیں۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ آج امت مسلمہ تباہی کے غار عمیق تک پہنچ چکی ہے، پھر بھی ہمارے علماے کرام خاموش ہیں اور اپنے منصب اصلی پر فائز ہونے سے کترا رہے ہیں؟ انہیں تو یہ چاہیے تھا کہ متحد و منظم اور جذبہ ایمانی سے سرشار ہو کر باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے اور سیسہ پلائی دیوار بن کر اسلام دشمن طاقتوں کی تمام مذموم سازشوں کو زمین بوس کرتے اور قوم مسلم پر کیے گئے مظالم کا ازالہ بایں طور کرتے کہ ان کے دکھ درد کا مداوا کرتے مگر افسوس صد افسوس کہ ایسا تو نہ ہو سکا بلکہ اس بے توجہی سے مظلوم قوم مسلم کے درد میں اضافہ ضرور ہوا ہے۔

میری تحریر کا مقصد علماے کرام کے جذبات کو ابھارنا نہیں ہے اور نہ ہی ان کو مشتعل کرنا ہے بلکہ ان کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا ہے کہ دور حاضر میں ان کو کلیدی کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ ان پر قرض ہے ان اکابرین کا جنھوں نے آزادی اور قوم مسلم کی بحالی کی خاطر خون کی ندیاں بہادیں، قرض ہے ان ماؤں اور بہنوں کا جن کے ساتھ زنا بالجبر کیا گیا، قرض ہے ان پر ہر اس مرد مسلم کا جس نے صنم پرست درندوں کی گولی کھا کر دم توڑ دیا اور جام شہادت نوش کیا۔ قرض ہے ان پر ان بچوں کا جن کو زندہ بھٹی میں جھونک دیا گیا۔

آج وہ وقت آگیا ہے کہ علماے کرام ان قرضوں سے سبک دوش ہوں اور اپنے منصب اصلی پر فائز ہو کر موجودہ حالات سے سمجھوتہ کریں۔ اور شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے موجودہ سیاست کی باگ ڈور سنبھالیں اور قوم مسلم کی بحالی کے لیے اقدامات کریں۔ اور قوم مسلم کو تباہی اور ظلم و بربریت کے اس دلدل سے نکال کر حیات نو بخشیں۔ اور اہل اسلام پر کیے جانے والے زہر آلود حملوں کا دنداں شکن جواب دیں۔

[ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور: بابت جولائی ۲۰۰۵ء۔
سہ ماہی جام شرافت: اگست تا اکتوبر ۲۰۰۷ء ص ۳ تا ۵]

سنی کانفرنس مرادآباد ۱۹۲۵ء سے ۲۰۱۰ء تک

متحد ملت طاہرہ صدرالافاضل فخرالاماثل استاذالعلماء شیخ المفسرین حضور مفتی حکیم سید محمد نعیم الدین محدث مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کی قیادت میں آج سے تقریباً ۸۳، سال قبل سرزمین مرادآباد میں جمعیت عالیہ اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے زیراہتمام جامعہ نعیمیہ کے میدان میں ایک عظیم الشان اجلاس بنام سنی کانفرنس منعقد ہوا تھا، جو سنی علما و مشائخ کی یکجہتی پر مبنی پہلا اجلاس تھا۔ اور یہ اجلاس اپنی مثال آپ تھا۔ اس اجلاس کی صدارت امیر ملت حضور پیر جماعت علی شاہ قدس سرہ کی تحریک سے نوشہ بزم اشرفیت شیخ المشائخ سید شاہ علی حسین اشرفی علیہ رحمۃ الغنی کچھوچھوی نے فرمائی۔ صدارتی خطبہ آپ نے اسی مجلس میں لکھا، لیکن علالت کی وجہ سے آپ نے اپنے ہمشیرزادہ رئیس المحدثین مولانا سید محمد اشرفی محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کو پڑھنے کا حکم فرمایا۔ معنویت اور نورہدایت سے لبریز اس مثالی خطبہ کو حضور محدث اعظم ہند نے مجمع کے سامنے پڑھا۔ مجلس استقبالیہ کی صدارت نوشہ بزم رضویت، شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے سپرد تھی۔ آپ نے بھی اپنا استقبالی خطبہ سامعین کے گوش گزار فرمایا۔ حضور محدث اعظم ہند، حضور حجۃ الاسلام کے اس خطبہ کے تئیں اپنے نظریہ کو اجاگر کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

''یہ خطبہ صدارت اپنی نوع کا ایسا جامع خطبہ تھا، جو حضرت خطیب کے شایان شان ہے۔ یہ کہنا بالکل بے محل نہیں ہے کہ دنیائے اہل سنت میں ہندوستان کے اندر اپنی خصوصیات میں یہ پہلا خطبہ تھا''

[معارف رضا کراچی ۱۴۲۳ھ: صفحہ ۱۲۳]

اور بنارس کے آل انڈیا سنی کانفرنس کے موقع پر اپنے خطبہ صدارت میں حضور محدث اعظم فرماتے ہیں:

۱۶: ۱۷، ۱۸، ۱۹/ مارچ ۱۹۲۵ء کی تاریخیں تھیں، مرادآباد میں جامعہ نعیمیہ کا عظیم الشان میدان تھا اور ملک وملت کے حقیقی رہنماؤں کا جم گھٹا اور بحیثیت صدر مجلس استقبالی حضرت بابرکت شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب قبلہ قدس سرہ کا تاریخی خطبہ استقبالیہ پڑھا جا رہا تھا۔ جس کا لفظ لفظ آج بھی وہی معنویت اور نورہدایت رکھتا ہے جو اس وقت اس میں تھا'' [خطبہ صدارت جمہوریہ اسلامیہ: صفحہ ۳]

آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ تاسیسی اجلاس کس حد تک کامیاب ہوا اس کا اندازہ اس اجلاس میں علمی مقامات وآستانہ ہائے عالیہ کے ذی اقتدار علما و مشائخ جیسے امیر ملت، اشرفی میاں، حجۃ الاسلام، صدرالافاضل، محدث اعظم ہند، مفتی اعظم ہند، صدرالشریعہ، سید سلیمان اشرف، مفتی اجمل حسین، مفتی محمد عمر نعیمی، مولانا قطب الدین برھمچاری اور ان کے علاوہ بہت سے اکابر و مشاہیر علما و مشائخ کی تشریف آوری سے ہی لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن

تسکین قلب کے لیے کانفرنس کے عینی شاہداور زیب اسٹیج حضور محدث اعظم کی زبانی اس اجلاس کی کامیابی ملاحظہ کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں:

”یہ کانفرنس کس طرح شروع ہوکر ختم ہوئی، اس کے متعلق بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مجموعی حیثیت سے ہندوستان میں قومی قوت سے اس درجہ شان دار جلسے کی مثال نہیں مل سکتی، وہ حضرت جن کے سامنے ہندوستان کا مشرق و مغرب ہے اور جنہوں نے ایسے جلسے دیکھے ہیں جن کا تذکرہ بھی ہم لوگوں کو عجیب معلوم ہوتا ہے، ان کا بیان ہے کہ اس قدر منظم و باقاعدہ و پر شوکت جلسہ کبھی نظر سے نہیں گزرا۔ اور نہ شرکت سے پہلے گمان تھا کہ کانفرنس کا افتتاح اس شان و شوکت سے ہوگا۔“ [ماہنامہ فیضان: ص ۲۳]

اس کانفرنس میں باتفاق رائے امیر ملت حضور پیر جماعت علی شاہ کو مستقل صدر اور حضور صدر الافاضل علیہ کو مستقل ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔

اس سنی کانفرنس میں یوں تو بہت سی تجاویز و قرار دادیں پیش کی گئیں جن کا احاطہ اس مختصر تحریر میں ممکن نہیں لیکن ان تجاویز میں جو ایک اہم تجویز و قرار داد پیش کی گئی اس کا یہاں بیان کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا، وہ تجویز یہ تھی کہ، ابن سعود نجدی کا حجاز پر غاصبانہ قبضہ اور ظالمانہ حرکات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر کے اسے اس کی حرکات قبیحہ سے روکا جائے۔ اور جب تک وہ اپنی حرکات سے باز نہ آجائے مسلمان بے امنی کے خوف سے سفر حج ملتوی رکھیں۔

الغرض یہ کانفرنس بہت ہی عظیم کامیابی سے ہم کنار ہوکر اختتام پذیر ہوئی۔

بعدہ سرزمین مرادآباد ہی میں ۱۹۳۹ء کو حضور حجۃ الاسلام کی صدارت میں پھر ایک بار آل انڈیا سنی کانفرنس کا عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا، جس میں مفتی اعظم ہند، صدر الشریعہ، محدث اعظم پاکستان اور دیگر اکابر و مشاہیر علما نے شرکت فرمائی، یہ اجلاس بھی بحمد اللہ کامیابی سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اس اجلاس میں حضور مفتی اعظم ہند کو باتفاق رائے یوپی کا صدر منتخب کیا گیا۔ [معارف رضا کراچی: ۲۳-۱۴۲۲ء ص ۱۲۳]

یوں تو پورے ہندوستان میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی شاخیں قائم کی گئیں اور ان کے تحت جابجا سنی کانفرنس کے اجلاس ہوتے رہے۔ فقیر کے مطالعہ کے مطابق آل انڈیا سنی کانفرنس کا آخری اجلاس بنارس میں ۱۹۴۶ء کو ہوا۔ اور اس کے بعد سے اب تک ہندوستان خصوصاً مرادآباد میں جہاں سے سنی کانفرنس کی تاسیس ہوئی تھی کوئی سنی کانفرنس اس نوعیت کی آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے انعقاد پذیر نہ ہوئی۔ ذمہ داران اہل سنت نے اپنے اکابر کی تشکیل کردہ تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس کو ٹھنڈے بستہ میں ڈال دیا۔ لیکن مدت مدید کے بعد خانقاہ اشرفیہ کے چشم و چراغ نبیرہ سرکار کلاں حضور سید محمود اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

دامت برکاتھم القدسیہ نے پہل کی اور دور جدید کی جدت پسندی کے پیش نظر تنظیم جمیعت عالیہ اسلامیہ آل انڈیا سنی کانفرنس کو آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ کے نام سے موسوم کر کے از سر نو احیا بخشنے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کی قیادت میں اس تنظیم نے فوراً اپنا کام شروع کیا اور ۳۱؍ جنوری ۲۰۱۰ء بروز اتوار سرزمین مرادآباد میں ایک عظیم الشان اجلاس بنام آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد کیا گیا، جس سے پہلی سنی کانفرنس ۱۹۲۵ء کی یاد تازہ ہو گئی۔ جس طرح پہلی سنی کانفرنس کے مقاصد میں اصلی مقصد، وہابی لابی کے مقتدا ابن سعود کے حجاز پر غاصبانہ قبضہ اور ظالمانہ سلوک کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا اور سنیوں کو وہابیوں نجدیوں کی سازشوں سے محفوظ کرنا تھا بالکل اسی طرح اس کانفرنس میں بھی دیگر مقاصد سے قطع نظر ایک اہم مقصد عصر حاضر میں نجدی وہابی تحریک کے بڑھتے قدم اور ہندوستان میں اسلامی مختلف شعبوں میں ان کے اقتدار کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر کے سنیوں کو ان کے حقوق کی بازیابی کے لیے متحد ہو کر کوششیں کرنا تھا۔

اس کانفرنس میں ہندوستان کی اکثر خانقاہوں اور مدارس اسلامیہ کے مشائخ و علما کو مدعو کیا گیا تھا مگر بہت سے مشائخ و علما کی آمد سردی کی شدت اور برف بار کہرے کی نظر ہو گئی۔ پھر بھی بحمد اللہ سیکڑوں علما و مشائخ نے شرکت فرمائی۔

اس کانفرنس میں سرپرستی کا سہرا نبیرہ اعلیٰ حضرت حضرت سبحان رضا خاں سبحانی میاں زیب آستانہ رضویہ بریلی شریف کے سر رہا۔ حضرت طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے حاضر جلسہ نہ ہو سکے لیکن حضرت کی سرپرستی و تائید جلسہ کو حاصل رہی۔

اور تاج صدارت جس طرح ۱۹۲۵ء کی کانفرنس میں امیر ملت پیر جماعت علی شاہ اور دیگر علما کے اتفاق رائے سے خاندان اشرفی کے فرد اشرف شیخ المشائخ حضور اشرفی میاں کے سر پر رکھا گیا تھا اسی طرح علما و مشائخ نے باتفاق رائے اکابر علما کے نہج پر چلتے ہوئے صدارت کا زریں تاج خاندان اشرفی کے ہی چشم و چراغ صدارت کا سہرا حضرت سید محمود اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھوی دامت برکاتھم القدسیہ کے سر رہا۔

صبح کے نو بج رہے تھے، اسٹیج پر علما و مشائخ رونق افروز ہو چکے تھے، قرآن مقدس سے اجلاس کا آغاز ہوا، نعت خواں حضرات نے بارگاہ رسالت مآب میں ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ علما کی تقاریر شروع ہوئیں وقت کی قلت اور سردی کی شدت کے پیش نظر مقررین حضرات کو وقت متعیّنہ کا پابند کر دیا گیا تھا۔ مختلف عناوین پر علمائے کرام نے درافشانی فرمائی لیکن تمام عناوین کا محور و نچوڑ درج ذیل جملہ تھا:

"وہابیوں کی نہ امامت قبول ہے نہ قیادت قبول ہے"

مفتی ایوب خان صاحب مفتی شہر مرادآباد نے قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ باور کرایا کہ یہ وہابی و دیوبندی

فرقہ اسلامی جماعت سے خارج ہے۔ ہمارے اکابر نے ان کی امامت کو ناقابل قبول گردانا ہے اور آج ہم بھی اس اسٹیج سے اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ جس طرح ان کی امامت ہمیں قبول نہیں اسی طرح حج کمیٹی، وقف بورڈ، وغیرہ اسلامی شعبوں میں ان کی قیادت بھی ہمیں قبول نہیں ہے۔

مولانا ہاشم کانپوری صاحب سکریٹری مسلم پرسنل لابورڈ جدید نے اپنی تقریر میں فرمایا:

”وہابی مسلمان نہیں ہیں مسلمان جیسے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت ہند نے ان کو اسلامی لباس میں دیکھ کر مسلمان سمجھ لیا اور ان کے دام تزویر میں پھنس کر اسلامی شعبوں کا اقتدار ان کے ہاتھوں میں سونپ دیا۔“

اجمیر شریف کے گدی نشین سید شاہد حسین چشتی صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا: یہ ملک صوفی سنتوں کا ملک ہے اس ملک کے اسلامی شعبوں کا اقتدار ان کے ہاتھ میں ہونا چاہیے جو بزرگوں، صوفی، سنتوں کے عقائد و نظریات کے حامل ہیں اور ان کی طرح امن وسکون کے خواہاں ہیں“

نیز یہ بھی فرمایا:

”خواجہ غریب نواز کا آستانہ تمام مذاہب کے پیروکاروں کا مرجع ہے۔ لہٰذا ایسے بزرگ کے عرس ۶ رجب کو حکومت ہند تعطیل عام کا اعلان کرے، اور جن خانقاہوں میں وہابی مسلط ہیں ان کو برطرف کرے اور وہ خانقاہیں سنیوں کے حوالے کرے“

شہزادہ مجاہد دوراں حضور سید ظفر مسعود صاحب اشرفی نے وہابیوں کی قیادت کو مسترد کرتے ہوئے سنیوں کو اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے کا پیغام دیا۔

اب ایسے وقت میں کہ مجمع عین شباب پر تھا جامع معقول و منقول حضرت علامہ ہاشم صاحب قبلہ نے نظامت کی ذمہ داری سنبھالی اور موقع غنیمت جان کر حضرت محمود میاں کی قیادت وسیادت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے بعد خطبہ صدارت کے لیے مدعو کیا۔ حضرت محمود میاں نے خطبہ سے پیشتر درج ذیل اشعار سے مجمع میں موجود ہر خاص وعام کی مکمل توجہ اپنی طرف مبذول کرائی ؎

خدائے برتر و بالا ہمیں پتہ کیا ہے
ترے حبیب مکرم کا مرتبہ کیا ہے
وہ میری جان سے زیادہ قریب ہیں مجھ سے
میں ڈھونڈتا ہوں انہیں یہ مجھے ہوا کیا ہے
کوئی بلال سے پوچھے خبیب سے سمجھے
سزائے الفتِ سرکار کا مزہ کیا ہے

غمِ فراقِ نبی میں جو آنکھ سے ٹپکیں
خدا ہی جانے ان اشکوں کا مرتبہ کیا ہے

بعدہ آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

"ہندوستان مختلف مذاہب کے پیروکاروں کا مسکن ہے، جس میں مذہب اسلام کے ماننے والوں کا بڑا طبقہ ہے۔ ہندوستان کے مسلمان صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین اور بزرگوں کے عقائد و نظریات کے ہمیشہ حامل رہے ہیں، مگر جب ایک صدی پیشتر وہابی تحریک نے جنم لیا، انگریزوں کے ہمنوا بن کر چند نام نہاد علما نے وہابیت کی تبلیغ واشاعت کے لیے کتابیں لکھیں اور بنام تحفظ توحید نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخانہ عقیدے لکھے، نتیجتاً ہندوستان کی پاکیزہ اسلامی فضا زہر وہابیت سے مسموم اور مکدر ہو گئی"

وہابی تحریک کے ردوابطال اور ان کے فکری ارتداد کے سیلاب کے روک تھام کے لیے جن علما نے کوششیں فرمائیں، حضرت محمود میاں نے ان کے اسمائے گرامی کو بیان فرما کر ان کی بارگاہ میں عقیدت کا نذرانہ پیش کیا ساتھ ہی ساتھ ہندوستان میں انگریزوں کے تسلط اور غاصبانہ قبضہ کو ختم کرنے والے علما کی بارگاہ میں بھی خراج عقیدت پیش کیا۔

علاوہ ازیں آپ نے فرمایا کہ

"جب وطن کی آزادی کے بعد علمائے حق نے مدارس کی جانب اور مشائخ نے خانقاہوں پر اپنی پوری توجہ منعطف کر دی تو وہابی لابی جو سرزمین ہند پر مٹھی بھر بھی نہ تھی نہایت زیرکی کے ساتھ ارباب حکومت کے قدموں میں پناہ گزیں ہو گئی، جس کا فائدہ اسے یہ ملا کہ حکومت کے مناصب و درجات اور اسلام سے متعلقہ شعبوں پر ان کا تسلط ہو گیا۔ ریاست وقف بورڈ، سینٹرل وقف بورڈ، عربی فارسی اردو ترقی بورڈ، مسلم پرسنل لا بورڈ، حج کمیٹی یا مائینار ٹیز کمیشن سے متعلق شعبے ان کے زیردست آ گئے۔ انہوں نے بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے اپنے اقتدار کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور سنیوں کے آثار و تبرکات مزارات مقدسہ اور مقابر و مساجد اور ان سے متعلق تمام تر اوقاف پر شب خون مارنا شروع کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوقاف و مزارات ہمارے بزرگوں کے اور اجارہ داری وہابیوں کی، مقابر و مساجد ہم سنیوں کے لیکن تولیت و نگرانی وہابیوں کی قائم۔

چناں چہ خواجہ غریب نواز اجمیر شریف، سید سالار مسعود غازی بہرائچ شریف، حضرت نظام الدین اولیا، و بختیار کاکی دہلی، صابر پاک کلیر شریف، وغیرہم بزرگوں کی درگاہوں اور آستانوں کو ہم سنی مسلمان سرچشمہ فیوض و برکات سمجھتے ہیں، مگر ان درگاہوں اور ان کے اوقاف پر اجارہ داری ان وہابیہ کی جو مزارات و اصحاب مزارات کی بے حرمتی کو کار ثواب سمجھتے ہیں، جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات کے

مزارات کو بلڈوزر سے گرا کر زمین بوس کر چکے ہیں۔

الغرض سنی مسلمانوں کے وہ تمام حقوق جو اقتصادی، سیاسی، اور حکومتی سطح پر ہیں، سب تلف ہو گئے۔ باوجودیکہ سرزمین ہند پر ۸۰ فیصد سنی مسلمان ہیں جو اوقاف وغیرہ کے حقیقی مستحق ہیں جب کہ وہابیہ صرف تیرہ فیصد ہیں۔ لہٰذا اراکین آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ سنی کانفرنس کے حوالے سے حکومت ہند سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارے حریف اقلیت میں ہونے کے باوجود بھی ہمارے اسلام سے متعلق شعبوں پر قابض ہیں اور ہماری قیادت ونمائندگی کے نام پر ہمارے آثار و تبرکات وغیرہ کی حرمت وتقدس کو پامال کرنے میں کوشاں ہیں، تو جس طرح ہمارے اکابر نے ان کی امامت کو مسترد کیا تھا اسی طرح آج ہم بھی اعلان کرتے ہیں کہ ہمیں ان کی کسی بھی شعبے میں قیادت قبول نہیں ہے۔

ان سے مطلوبہ تمام شعبے واپس لے کر سنی علما و مشائخ کی تولیت ونگرانی وقیادت میں دیے جائیں۔ مزارات واوقاف مقابر و مساجد کی تولیت کے لیے سنی علما و مشائخ ہی کو نامزد کیا جائے تاکہ سنی حضرات ان کی حرمت وتقدس کو از سر نو بحال کر کے اس کی حفاظت کر سکیں۔ آخر میں حضرت نے تمام مشائخ وعلما کا شکریہ ادا کیا۔ ساتھ ہی مرادآباد ضلع سے ہزاروں کی تعداد میں آنے والے سنی حضرات اور انتظامیہ، پولیس عملہ، میڈیا کے کارندوں کا بھی شکریہ ادا کیا۔

بعدہ میمورنڈم پیش کرنے کے لیے حضرت محمود میاں کے برادر خورد سید محمد اشرفی جنرل سکریٹری آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ روبہ عوام ہوئے آپ نے اکابر علما و مشائخ خصوصاً سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کیا، جنہوں نے وہابی مکتبہ فکر کے قلعہ میں زلزلہ برپا کر دیا اور اس فتنہ کے سدباب کے لیے ہزار ہا تدابیر اپنی تحریر کے ذریعہ ہمیں ورثہ میں عطا کر گئے۔ آپ نے میمورنڈم کا آغاز کیا ہی تھا، کہ آپ کی آواز متاثر تھی اس لیے مزید نہ بول سکے۔ جس کے لیے پھر حضرت محمود میاں کو زحمت اٹھانا پڑی اور آپ نے میمورنڈم پیش کیا جس کا خلاصہ ہم اخیر میں پیش کریں گے۔

بعدہ مولانا توقیر رضا خان صاحب کو مدعو کیا گیا، جنہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ جدید اور آل انڈیا کو آرڈی کمیٹی کے ذریعہ دی گئی ترمیمات اور طلب کردہ وضاحت کے ساتھ مرکزی مدرسہ بورڈ کے قیام کو یقینی بنایا جائے۔ آپ نے حکومت ہند سے مطالبہ کیا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ جو سوتیلا پن اختیار کیا جا رہا ہے، ہر طرف ان کو ظلم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، حکومت ہند ان کی حفاظت کی کوئی بہتر تدبیر عمل میں لائے اور مسلم مظلوموں کو انصاف دلوائے، اور سنی مسلمانوں کے حقوق کی بازیابی کے لیے ہر ممکن کوشش کرے۔ اگر حکومت ہند نے ہماری بات کو پس پشت ڈالنے کی کوشش کی تو ان شاء اللہ بہت جلد ہی ہندوستان کی

راجدھانی دہلی کی گلیوں میں ہندوستان کے سنی مسلمان مکمل آن بان شان کے ساتھ نظر آئیں گے۔
اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے حکومت ہند کو جو وقت دیا گیا وہ بھی خاصا دل چسپ ہے، مولانا توقیر رضا صاحب نے حضرت محمود میاں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ حضرت کتنی مدت ٹھیک رہے گی؟ حضرت محمود میاں نے قدرے توقف کے بعد مسکراتے ہوئے کہا:
''عدت کی مدت''
حضرت کے اس مزاحیہ لیکن پر معنی جملہ پر اسٹیج پر رونق افروز علما و خواص اپنے قہقہوں پر قابو نہ پا سکے۔ اور جب یہ جملہ مولانا توقیر رضا صاحب نے عوام کی سماعتوں کے حوالے کیا تو پورا مجمع بھی قہقہوں سے گونج اٹھا۔ اور وہاں موجود سیکڑوں غیر مسلم بھی مسکرانے پر مجبور ہو گئے۔ اور یہ بات ان کے دل میں پناہ گزیں ہو گئی کہ مسلمان انسانی چہروں پر مسکراہٹ دیکھنا چاہتے ہیں کسی کا دل دکھانا ان کا شیوہ نہیں ہے۔ ملک میں امن و شانتی، چین و سکون ان کا اولین فریضہ ہے۔
اخیر میں صلاۃ و سلام کے لیے عوام و خواص سب کھڑے ہو گئے۔ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عوام و خواص سب نے مل کر نذرانہ سلام پیش کیا۔ سلام کے بعد حضرت محمود میاں نے بارگاہ خداوندی میں ایک طویل دعا سنیوں کی فلاح و بہبود اور ان کے حقوق کی بازیابی اور وہابی وغیرہ فتنوں سے حفاظت کے لیے مانگی۔
اس کانفرنس کے اختتام پر ایک مختصر کتابچہ بنام ''سنی اور وہابی عقیدہ ایک نظر میں'' آل انڈیا علماء و مشائخ بورڈ کی جانب سے ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کیا گیا تا کہ سنی عوام ان کے عقائد خبیثہ سے صحیح طور پر واقف ہو جائے اور ان سے اپنے دامن کو بچائے۔
سنی کانفرنس میں حکومت ہند کو جو میمورنڈم پیش کیا گیا اسے بعینہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

{میمورنڈم}

آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ ہندوستان کے سنی مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم ہے، جن کی تعداد مسلم آبادی کے تناسب سے ۸۰٪ فیصد ہے۔ اور قانونی طور سے ان کے حقوق کی بازیابی کے لیے کوشاں ہے۔ سنیوں کی مختلف تنظیموں نے گاہے بگاہے مرکزی، ریاستی سرکار کو میمورنڈم دے کر اپنے مسائل سے آگاہ کرایا ہے۔ لیکن کسی بھی میمورنڈم پر آج تک کوئی قابل اطمینان قدم نہیں اٹھایا گیا جس کے سبب مسلمانوں کی یہ بڑی آبادی مین اسٹریم سے نہیں جڑ سکی۔ سچر کمیٹی اور رنگ ناتھ مشرا کی رپورٹ میں مسلمانوں کی جس قابل رحم حالت کا ذکر کیا گیا ہے ان میں اکثریت سنّی سماج کی ہے۔ آزادی سے اب تک مرکزی، ریاستی حکومت نے جو منصوبے بنائے ان

کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جو فنڈ آئے اس سے اکثریتی سنی جماعت محروم رہی۔ اگر یہ مسئلہ حکومت سے ملنے والے فنڈ تک ہی محدود رہتا تو سنی ماضی کی طرح ہی امن و سکون سے اپنے عمل میں مصروف رہتا۔ لیکن تخریب کار وہابیوں نے بڑی ہوشیاری سے سرکاری امداد حاصل کر کے اور خود کو سنی ظاہر کر کے سنیوں کی مذہبی روایتوں کو ختم کرنے کے لیے سنی سینٹرل وقف بورڈ کا استعمال کیا۔ اور سنیوں کے مذہبی مقامات (مسجدوں، مدرسوں، قبرستانوں، خانقاہوں) اور اہم وقف جائدادوں پر وقف ایکٹ کا سہارا لے کر سنیوں کے مقامات مقدسہ پر وہابیوں کو متولی/کمیٹی بنائی اور وقف بورڈ کے ذریعہ کیے گئے آرڈر پر عمل کرنے کے لیے سرکاری مدد حاصل کی اور سنی مذہبی مقامات پر وہابیوں کا قبضہ کرایا جو مکمل خلاف قانون ہے۔ اور سنیوں کی عقیدت کے خلاف ہے۔

وقف (ایکٹ ۱۹۹۵) پارلیمنٹ سے اس لیے منظور کیا گیا تھا کہ واقف کی مرضی کے مطابق وقف جائدادوں کی دیکھ بھال صحیح انداز سے ہو سکے۔ اسی نظریہ سے سنی و شیعہ وقف بورڈ کا قیام عمل میں آیا۔ جس کا خاص مقصد یہ تھا کہ دونوں فرقے اپنے عقیدے کے مطابق مذہبی مقامات اور وقف جائدادوں سے حاصل ہونے والی آمد کو اپنی ترقی میں خرچ کر سکیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ شیعہ وقف بورڈ میں بورڈ کے قیام میں کسی سنی اور وہابی کا انتخاب نہیں ہوتا مگر سنی وقف بورڈ میں سنیوں کی جگہ پر وہابیوں کا تقرر کیا جاتا ہے۔ اس لیے ہم حکومت کو بتانا چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں میں ۸۰٪ فیصد سنی مسلمانوں کی آبادی ہے اور یہ ۸۰٪ فیصد سنی، وہابیوں کی قیادت قبول نہیں کرتا۔ اور یہ اعلان کرتا ہے کہ:

"وہابیوں کی نہ امامت قبول ہے نہ قیادت قبول ہے"

مذکورہ بالا مسئلہ کے حل کے لیے پورے ہندوستان سے آئے خانقاہوں کے سجادہ نشین و علماے اہل سنّت، قاضیان شہر، عید گاہوں و مسجدوں کے امام، ذمہ داران اہل سنت و جماعت، ناظم اعلیٰ، شیخ الحدیث اور مرادآباد کمشنری سے لاکھوں لاکھ کی سنی عوام بورڈ کے عہدیداران و ممبران نے سب کی رضامندی سے درج ذیل معروضات منظور کیں۔

(ا) سنی سینٹرل وقف بورڈ میں سنیوں کی جگہ پر وہابیوں کا انتخاب غیر قانونی ہے۔ بورڈ مانگ کرتا ہے کہ سنی وقف بورڈ کا چیئرمین اور ممبر صرف سنی جماعت سے ہوگا۔ جو قانون کے مطابق ہے۔ اور اگر غیر قانونی طور سے فریب دے کر سرکاری مدد سے سنی سینٹرل وقف بورڈ میں کسی وہابی کا تقرر کیا گیا، تو سنی جماعت اسے اپنی عقیدت پر ٹھیس سمجھیں گے۔ اور قانون میں دیے گئے حقوق کو حاصل کرنے کے لیے ہر سطح پر احتجاج کریں گے۔

(۲) سنی سینٹرل وقف بورڈ اتر پردیش میں سرکاری وسیاسی مدد سے ماضی میں وہابی چیئر مین، ممبران اور ریاستی سرکار کے ذریعہ وہابی سربراہ اعلیٰ کا تقرر رہا جو آج بھی قائم ہے۔ ان کے زمانے میں سنی سینٹرل وقف بورڈ کو ایک وہابی تحریک کے طور پر استعمال کیا گیا۔ جو قابل غور بات ہے۔ اور سنیوں کی تمام مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں اور قبرستانوں پر ان فرقہ پرست وہابی تنظیموں کا قبضہ کرایا۔ اور سنی سینٹرل وقف بورڈ کی مدد سے سنیوں کے رسم ورواج کو ختم کرنے کی بھر پور سازش رچی۔ بورڈ مانگ کرتا ہے۔ C,E,O کو فی الفور برخواست کیا جائے۔ اور چیئر مین اور (سی، ای او) کے دور میں سنیوں کی جگہ پر وہابیوں کو وقف ایکٹ کے سہارے جو قبضے دلایے گئے ہیں، انہیں ریاستی سرکار و مرکزی سرکار سنیوں کو واپس دلانے کا انتظام کرے، جس سے سنی اپنے عقیدے کے مطابق مذہبی مقامات پر نماز اور دیگر کام انجام دے سکیں۔

(۳) سنی سینٹرل وقف بورڈ کے سبھی دستاویزوں کی کمپیوٹرائز مائکرو فلم بنائی جائے۔ جس سے سبھی دستاویز محفوظ ہوں سکیں تاکہ مستقبل میں کسی طرح کی بھی خرد برد نہ ہو سکے۔

(۴) غیر قانونی طور سے سابق چیئر مین اتر پردیش سنی سینٹرل وقف بورڈ اور C,E,O کی مدد سے پردیش کی بیش قیمتی وقف جائدادوں کو وقف دستاویز سے ڈیلیٹ کر دیا گیا، جو قانون کے خلاف ہے۔ اس کی سی، بی، آئی، سے جانچ کرائی جائے۔ اور ملوث مجرموں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ جس سے مستقبل میں سنی سینٹرل وقف بورڈ و دیگر کسی بھی تنظیم کا غلط استعمال نہ ہو سکے۔

(۵) ملک کے سبھی آستانوں جیسے حضرت خواجہ غریب نواز اجمیر شریف، حضرت خواجہ بختیار کاکی دہلی، حضرت خواجہ نظام الدین دہلی، سید سالار مسعود غازی بہرائچ، حضرت صابر پاک کلیر شریف، حضرت وارث پاک دیوا شریف، وغیرہ سے وہابی ایڈ منسٹریٹر رسیور کو فی الفور ہٹایا جائے اور سنیوں کا تقرر کیا جائے۔ جس میں وہ اپنے عقیدے کے مطابق درگاہوں کا انتظام کر سکیں جو ان کا قانونی حق ہے۔

(۶) مستقبل میں وقف بورڈ کے قیام میں ممبران کے انتخاب سے پہلے آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ سے یہ تصدیق کرائی جائے کہ کسی وہابی نے اندراج تو نہیں کرایا ہے۔ اگر کسی وہابی نے اندراج کرایا ہے تو ریاستی سرکار قانونی طور سے اس کے اندراج کو خارج کرے۔

(۷) سبھی سرکاری، نیم سرکاری مسلم تنظیموں میں اکثریتی سنی جماعت کو ان کی تعداد کے مطابق نمائندگی دی جائے۔ حج کمیٹی، اقلیتی ترقیاتی کارپوریشن، مولانا آزاد فاؤنڈیشن، نیشنل پروموشن آف اردو لینگویج وغیرہ اور سرکاری مختلف اسکیموں میں اکثریتی سنی طبقہ محروم رہا صرف وہابی طبقہ ہی سبھی اسکیموں کا فائدہ لیتا رہا بورڈ یہ مانگ کرتا ہے کہ سبھی سرکاری اور نیم سرکاری اسکیموں میں اکثریتی سنی سماج کو ان کی آبادی ان کے تناسب میں فائدہ

پہنچایا جائے جس سے وہ مین اسٹریم سے جڑیں اور دیش کی ترقی میں برابر کے حقدار بنیں۔
(۸) جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سنیوں کے عقیدے کے مطابق سب سے بڑا مذہبی تیوہار ہے جس کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے مرکزی حکومت نے پورے ہندوستان میں تعطیل بھی تسلیم کی ہے۔اور سنی پورے ہندوستان کے محلہ قصبہ و چھوٹے بڑے شہروں میں خوشی کے ساتھ جلوس محمدی نکالتے ہیں جس کی اجازت قانون نے بھی دی ہے۔سنیوں کو جلوس محمدی نکالنے اور اپنے عقیدے کے مطابق پروگرام کرنے پر پابندی لگا رکھی ہے۔اس کا سب سے بڑا ثبوت اتر پردیش راجدھانی لکھنؤ ہے۔جس میں آل انڈیا محمدی مشن کے ذریعہ حضرت شاہ مینا سے جلوس محمدی نکالنے کی اجازت ریاستی سرکار اور ضلع پرشاسن نہیں دے رہا ہے جس کے سبب صرف اتر پردیش ہی نہیں بلکہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں میں ناراضگی پائی جاتی ہے۔بورڈ یہ مانگ کرتا ہے کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سنیوں کا سب سے بڑا تیوہار ہے اور سنیوں کے عقیدے کی علامت ہے۔ لہٰذا اس موقع پر قانونی طور سے جلوس محمدی آل انڈیا محمدی مشن کے تحت حضرت شاہ مینا سے نکالنے کے لیے اجازت مرحمت فرمائیں۔
(۹) سچر کمیٹی اور رنگ ناتھ مشرا کمیشن کی تجاویز پر مرکزی و ریاستی سرکاریں پوری ایمان داری سے کام کریں۔
(۱۰) ہندوستان کے ہر حج ہاؤس کی مسجدوں میں اہل سنت و جماعت (سنی عقیدے) کے امام کی تقرری کی جائے۔
(۱۱) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی و جامعہ ملیہ کے اقلیتی کردار کو بحال کیا جائے۔
(۱۲) آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ (جدید) اور آل انڈیا کو آرڈی کمیشن کمیٹی کے ذریعہ کی گئی ترمیم اور پیش کیے گئے خاص نکات کی وضاحت کے ساتھ سینٹرل مدرسہ بورڈ کے قیام کو یقینی بنایا جائے۔
(۱۳) عرس خواجہ غریب نواز کے موقع پر ۶؍ رجب کو عام چھٹی منظور کی جائے۔
(۱۴) ہندوستان کی مرکزی و ریاستی سرکاریں مسلم پریشانیوں کا حل تلاش کرنے کے لیے آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ کے عہدیداران سے مشورہ کریں۔
(۱۵) مرادآباد شہر کے دست کاروں (پیتل کاروبار) کی ترقی کے لیے مرکزی و ریاستی سرکار اسکیمیں بنائیں جس سے غریب طبقے کے لوگ مین اسٹریم میں جڑ سکیں۔
(۱۶) شہر مرادآباد کو اسپیشل پیکج کے ذریعہ ۱۸؍۲۰ گھنٹے لائٹ مہیا کرائی جائے۔جس سے مرادآباد کا پیتل کاروبار دوبارہ اپنی چمک پا سکے اور بڑھی ہوئی مہنگائی کی وجہ سے جو مزدور فاقہ کشی کے کنارے تک پہنچ چکیں ہیں وہ اپنے بال بچوں کی صحیح تربیت کر سکیں۔
پیش کی گئیں مذکورہ تجاویز پر مرکزی ؍ ریاستی سرکار سے گزارش کرتا ہے کہ ان تجاویز پر مناسب قدم اٹھائے

جائیں جس سے سنی اپنے قانونی حقوق حاصل کر سکیں۔

اراکین آل انڈیا علماء و مشائخ بورڈ"

یہ تھیں وہ تجاویز جو حکومت ہند کو میمورنڈم کے طور پر پیش کی گئیں۔

یہ کانفرنس کس حد تک کامیاب رہی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مرادآباد کا مشہور میدان کمپنی باغ جو اپنی وسعت میں بے مثال ہے، بحمد اللہ سنیوں کی تعداد کے سامنے اس میدان کا دامن بھی تنگ سے تنگ تر ہو گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میدان سے باہر بھی ہزاروں کی تعداد میں سنیوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا لشکر شہری راستوں کے سدباب کا سبب بنا۔ سنیوں کا یہ لشکر بلا مبالغہ ایک لاکھ سے تجاوز کر گیا تھا۔ عوام و خواص جس امن و سکون کے ماحول میں تشریف لائے تھے دعا کے بعد اسی پر سکون ماحول میں واپس اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہو گئے۔ اس طرح یہ آل انڈیا سنی کانفرنس تاریخ میں اپنا نام جلی حرفوں میں لکھوا کر اور تاریخ میں روشن نقوش ثبت کر کے اختتام پزیر ہوئی۔

اس سنی کانفرنس کا عینی شاہد

محمد ذوالفقار خان نعیمی بدایونی

خادم دارالعلوم فیض نعیم متّصل لال مسجد پیپل سانہ مرادآباد

۲۴ر محرم الحرام ۱۴۳۱ھ بروز دوشنبہ

نوٹ:۔

فقیر نے یہ مضمون سنی کانفرنس کے فوراً بعد لکھا تھا۔ اور کئی رسائل کو بغرض اشاعت بھیج دیا گیا تھا۔

ہم یہاں یہ بات بھی واضح کر دیں کہ آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ نے جس طرح سے کام شروع کیا تھا افسوس وہ اپنی قدیم روش پر قائم نہیں رہا۔ فی الحال اس بورڈ سے وابستہ افراد مذہب اہل سنت و مسلک اعلیٰ حضرت کے کئی مسلمہ مسائل سے منحرف اور کچھ تو اعلیٰ حضرت ہی نہیں بلکہ صحابیِ رسول حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف زہر افشانی کے بھی مرتکب ہیں۔ کچھ روافض کی روش پر قائم تو کچھ وہابیہ کی حمایت میں سرگرم!!!!!

المختصر موجودہ وقت میں یہ بورڈ قطعی طور پر اہل سنت کا نمائندہ بورڈ نہیں ہے!!!!

امام احمد رضا اور ترقی تجارت بذریعہ لون یادین جائز یا ناجائز

تجارت کی ترقی کا کون خواہش مند نہیں۔ ہر تاجر چاہتا ہے کہ اسے تجارت میں خوب ترقی ملے۔ بہت کم تاجر ایسے ہوتے ہیں جو تجارت میں ترقی کو شریعت کی حد میں رہتے ہوئے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بہت سوں کو تو اس کی نا فکر ہوتی ہے نا خبر کہ ان کی تجارت میں کس قدر شرعی خامیاں ہیں، ان کے مال میں کس قدر حرام کی آمیزش ہے۔

ان کی تجارت سے جہاں مال میں اضافہ ہو رہا ہوتا ہے، وہیں ان کے نامہ اعمال میں گناہوں کا ڈھیر بھی اکھٹا ہوتا جاتا ہے۔ شریعت نے تجارت کے جو اصول اور قوانین بنائے ہیں یقیناً انہیں کو اپنا کر تجارت میں برکت حاصل کر سکتا ہے اس کے علاوہ برکت کا وجود محال شرعی ہے۔

فقیہ اسلام ناشر مذہب امام اعظم ،اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام اہل سنت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ القوی، نے جہاں فقہیات، عقائد و نظریات، سیاسیات، سماجیات، اقتصادیات، وغیرہا کے حوالے سے قوم کی رہنمائی فرمائی ہے وہیں معاشیات کے حوالے سے بھی آپ نے قوم مسلم کی رہبری ور ہنمائی کا حق ادا کیا ہے۔

تجارت چوں کہ معاشیات کا ایک اہم جز ہے، اس لیے آپ نے اس پر خوب زور دیا ہے۔ تجارت کے جائز وناجائز پہلوؤں، لون یا دین کے مفید و مضر اسباب اور ترقی تجارت کے اصول وضوابط پر آپ نے جس طرح تحقیقی بحثیں فرمائی ہیں وہ آپ کی کتابوں کے سوا دیکھنے کو نہیں ملتیں۔ ہم یہاں اپنے عنوان کے مطابق لون یا دین کے ذریعہ تجارت کی ترقی کے جائز وناجائز پہلوؤں پر آپ کی تحقیقات کے حوالے کشتے نمونہ از خروارے لکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تجارت میں ترقی کی خاطر اگر کوئی کسی سے قرض لے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں یہ قرض بلاشبہہ جائز ہے۔ ہاں البتہ اس میں اگر کسی طرح کی قید جو خلاف شرع ہو پائی جائے گی تو حکم مختلف ہوگا۔ فقیہ اسلام فرماتے ہیں:

”قرض تو ایک دوسرا عقد ہے بیع کے سوا جسے شرع مطہر نے حاجات ناس کے لیے جائز فرمایا غلہ کیا، بڑا قرض تو روپے کا ہوتا ہے روپیہ خود اموال ربویہ سے ہے کہ روپے کے عوض روپیہ یا چاندی ہو تو قدر و جنس دونوں موجود اور فضل ونسیہ دونوں حرام مگر روپیہ قرض لینا جائز ہی ہے اور خود غلہ قرض لینا صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور رب العزت جل وعلا فرماتا ہے:

یٰایھاالذین اٰمنوااذاتداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ الآیۃ۔
اے ایمان والو!جب تم ایک مقررہ مدت تک کسی دین کالین دین کروتواس کولکھ لیاکرو۔"
[فتاوی رضویہ جدید:ج۱۷ص۳۲۴]

مذکورہ بالاعبارت سے صاف ظاہرکہ قرض حسن لیناشرعاًجائزودرست ہے۔
ہاں البتہ قرض لینے میں اگرقرض سے زیادہ دیناپڑے جسے عام بولی میں لون کہتے ہیں تواگروہ بغیرعذرشرعی ہے توناجائزہے۔
اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:
"بغیرسخت مجبوری کے جسے شرع بھی مجبورکہے سودی قرض لیناحرام ہے،اوراسی طرح اس کے کام میں کسی طرح کی شرکت ہوباعث گناہ ہے،اورحدیث صحیح میں:ھم سواء،فرمایایعنی وہ سب نفس گناہ میں برابرہیں"
[مرجع سابق:ج۱۷ص۳۰۴]

اوراگرعذرشرعی ہے توجائزہے جس کی مطلقاًدوصورتیں ہیں۔
لون کے جوازکی پہلی صورت:
محتاجی ومفلسی کے سبب لون یعنی سودی قرض لیناجائزہے۔اعلیٰ حضرت رقم طرازہیں:
"مگرشریعت مطہرہ کاقاعدہ مقررہے کہ الضرورات تبیح المحظورات(ضرورتیں ممنوعات کومباح کردیتی ہیں)
اسی لیے علمافرماتے ہیں محتاج کوسودی قرض لیناجائزہے،
فی الاشباہ والنظائروفی القنیۃ والبغیۃ یجوزللمحتاج الاستقراض بالربح اھ قال فی الغمزوذلك نحوان یقترض عشرۃ دنانیرمثلاویجعل لربھاشیئامعلومافی کل یوم ربحا۔
الاشباہ والنظائر،قنیہ اوربغیہ میں ہے کہ محتاج کے لیے سودپرقرض لیناجائزہے اھ غمزمیں فرمایااس کی صورت یہ ہے کہ مثلاًوہ دس دینارقرض لے اورقرض دہندہ کے لیے یومیہ کچھ نفع مقررکرے"
آگے فرماتے ہیں:
"محتاج کے یہ معنی جوواقعی حقیقی ضرورت قابل قبول شرع رکھتاہوکہ نہ اس کے بغیرچارہ ہونہ کسی طرح بے سودی روپیہ ملنے کایارا"[مرجع سابق:ج۱۷ص۲۹۹]
مزیدفرماتے ہیں:
"اگرواقعی ضرورت ہے کہ بے اس کے گزرنہیں مثلاًکھانے پینے کودرکارہے اورکسب پرقادرنہیں،نہ حاجاتِ ضروریہ سے زائدکوئی چیزقابل بیع پاس ہے یاقرض خواہ کی ڈگری ہوگئی پاس کچھ نہیں،ادانہ کرے تورہنے

کا مکان یا جائداد کا ٹکڑا کہ وہی ذریعہ معاش ہے نیلام ہوجائے تو ایسی مجبوریوں میں قرض لے سکتا ہے۔

در مختار میں ہے:

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربا، ضرورت مند اور مجبور کو سودی قرض لینا جائز ہے“

[مرجع سابق: ج۲۳ ص ۵۸۴]

دوسری صورت:

اگر کوئی سخت مجبوری یا ضرورت شرعی پائی جائے جیسے بسر اوقات مشکل ہو، مقروض ہے اور قرض کی ادائیگی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور قرض خواہ سے ہتک عزت، اسیری، جسمانی اذیت کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں لون لینا جائز ہو گا۔

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

”ولہٰذا قوت اہل وعیال کے لیے سودی قرض لینے کی اجازت اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس کے بغیر کوئی طریقہ بسر اوقات کا نہ ہو، نہ کوئی پیشہ جانتا ہو، نہ نوکری ملتی ہے جس کے ذریعہ سے دال روٹی اور موٹا کپڑا محتاج آدمی کی بسر کے لائق مل سکے ورنہ اس قدر پا سکتا ہے تو سودی روپے سے تجارت پھر وہی تونگری کی ہوس ہو گی نہ ضرورت قوت، رہا ادائے قرض کی نیت سے سودی قرض لینا، اگر جانتا ہے کہ اب ادا نہ ہوا تو قرض خواہ قید کرائے گا جس کے باعث بال بچوں کو نفقہ نہ پہنچ سکے گا اور ذلت وخواری علاوہ۔ اور فی الحال اس کے سوا کوئی شکل ادا نہیں تو رخصت دی جائے گی کہ ضرورت متحقق ہولی۔ حفظ نفس وتحصیل قوت کی ضرورت تو خود ظاہر، اور ذلت ومطعونی سے بچنا بھی ایسا امر ہے جسے شرع نے بہت مہم سمجھا اور اس کے لیے بعض محظورات کو جائز فرمایا، مثلاً شریر شاعر جو امرا کے پاس قصائد مدح لکھ کر لے جاتے ہیں کہ خاطر خواہ انعام نہ پائیں تو ہجو سنائیں انہیں اگر چہ وہ انعام لینا حرام ہے اور جس چیز کا لینا جائز نہیں دینا بھی روا نہیں، پھر یہ لوگ کہ اپنی آبرو بچانے کو دیتے ہیں خاص رشوت دیتے ہیں اور رشوت صریح حرام، بایں ہمہ شرع نے حفظ آبرو کے لیے انہیں دینا دینے والے کے حق میں روا فرمایا اگر چہ لینے والے کو بدستور حرام محض ہے“ [مرجع سابق: ج۷ اص ۳۰۰]

مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں مطلقاً لون لینے کی اجازت دی گئی ہے۔

اب ہم تجارت کی ترقی کی خاطر لون کے جائز و ناجائز ہونے کا بیان قلم بند کرتے ہیں۔

تجارت کے لیے سودی قرض یعنی لون لینے کی دو صورتیں عموماً پائی جاتی ہیں۔

پہلی صورت: ترقی تجارت

دوسری صورت: حفظ تجارت، یعنی ٹیکس، اور سرکاری کاروائیاں اس قدر پیچیدہ ہیں کہ سوائے سودی قرض

لیے تجارت میں فائدہ نہیں بلکہ تجارت میں نقصان کے امکانات زیادہ ہیں۔ تواگر تجارت بچانی ہے توسودی قرض ہی ایک سبیل ہے۔

پہلی صورت میں لون کی شرعًا اجازت نہیں ہے۔ کیوں کہ مذکورہ بالا لون کے جواز کی دونوں صورتوں میں سے کسی بھی صورت میں یہ داخل نہیں ہے۔ محض ترقی کی خاطر سودی قرض یعنی لون لینے کے ناجائز ہونے کے حوالے سے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"یا سودوسو کی تجارت کرتے ہیں قوت اہل وعیال بقدر کفایت ملتا ہے نفس نے بڑا سوداگر بننا چاہا پانچ چھ سوسودی نکلواکر لگادیے یاگھر میں زیور وغیرہ موجود ہے جسے بیچ کر روپیہ حاصل کرسکتے ہیں نہ بیچا بلکہ سودی قرض لیا وعلی ہذاالقیاس صدہا صورتیں ہیں کہ یہ ضرورتیں نہیں توان میں حکم جواز نہیں ہوسکتا، اگرچہ لوگ اپنے زعم میں ضرورت سمجھیں۔" [مرجع سابق: ج۱۷ص۲۹۹]

مزید رقم طراز ہیں:

"اور اگر بلا مجبوری شرعی سود دیتا ہے مثلاً تجارت بڑھانے یا جائداد میں اضافہ کرنے یا اونچا محل بنوانے یا اولاد کی شادی میں بہت کچھ لگانے کے واسطے سودی قرض لیتا ہے تووہ بھی سود کھانے والے کے مثل ہے اور اسے امام بنانا بھی گناہ، اور نماز کا وہی حال" [مرجع سابق: ج۶ص۵۸۱]

اور فرماتے ہیں:

"ہاں بلا ضرورت جیسے بیٹی بیٹے کی شادی یا تجارت بڑھانا یا پکا مکان بنانے کے لیے سودی روپیہ لینا حرام ہے" [مرجع سابق: ج۱۷ص۳۵۵]

الحاصل: پہلی صورت میں یعنی تجارت بڑھانے کی خاطر سودی قرض لینے کی شرعًا اجازت نہیں ہے۔ یہاں ہم یہ بھی باور کرادیں کہ یہ ساری بحث مسلمان سے سودی قرض لینے کے سلسلے میں ہے۔ حربی کافروں سے تجارت کے لیے سودی قرض لینا جب کہ اس میں مسلمان کا نقصان نہ ہو بلکہ فائدہ ہو شرعًا جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

"ایسی جگہ عقود فاسدہ بغیر عذر کے جو اجازت دی گئی وہ اس صورت سے مقید ہے کہ ہر طرح ہی اپنا نفع ہو"

[مرجع سابق: ج۱۷ص۳۶۵]

اب رہی دوسری صورت کہ حفظ تجارت کی خاطر بینک وغیرہ سے سودی قرض لیا جائے توشرعًا اس کی اجازت ہے۔ کیوں کہ یہ ضرورت شرعیہ میں داخل ہے۔

علاوہ ازیں سودی قرض نہ لینے کی صورت میں حکومتی پیچیدگیوں میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہے اور نفع سے

زیادہ ٹیکس وغیرہ کے حکومتی اخراجات ادا کرنے کے سبب تجارت میں نقصان بھی ہوسکتا ہے یا تجارت بالکل ختم ہوسکتی ہے اوراس طرح کاروبار معطل ہونے سے بسا اوقات میں مشکلیں پیش آسکتی ہیں اس لیے یہاں حفظ تجارت ودفع حرج کے سبب جواز کا حکم ہوگا، کیوں کہ یہاں سخت مجبوری پائی جارہی ہے اورایسی صورتوں میں جہاں سخت مجبوری ہوناجائز امر جائز ہوجاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"پھر اگر بلا ضرورت شرعیہ محض جاہلانہ ضرورتوں کے لیے سودی قرض لے گا تو ضرور وہ بھی سود کھانے کے مثل ہوگا۔ اور یہ لعنت کا دوسرا حصہ ملے گا اور عوام کے فعل سے سند لانا اور حکم الٰہی کے مقابل اسے سنانا محض جہالت وضلالت ہے۔ ہاں اگر محض مجبوری شرعی کے لیے سودی روپیہ بقدر ضرورت قرض لے تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ مواضع ضرورت شرع نے خود استثنا فرمادیے ہیں۔" [مرجع سابق: ج ۱۷ ص ۳۴۳، ۳۴۴]

الحاصل: فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کی روشنی میں چند باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) قرض حسن لینا شرعاً جائز ہے۔

(۲) سخت مجبوری، محتاجی ومفلسی کی حالت میں سودی قرض کی اجازت ہے۔

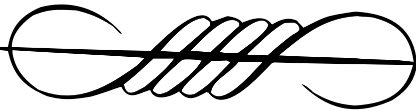
(۳) محض ترقی تجارت کی خاطر مسلمان سے سودی قرض ناجائز و حرام ہے۔

(۴) حفظ تجارت جو کہ ایک معاشی اہم ضرورت ہے اس کے لیے بھی سودی قرض یعنی لون لینے کی شرعاً اجازت ہے۔

تجارت میں ترقی کے جواز وعدم جواز کے حوالے سے یہ مختصر سی بحث فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ کے حوالے سے سپرد قرطاس کی گئی ہے۔ اللہ پاک ہمیں رزق حلال کمانے کھانے کی توفیق بخشے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

[امام احمد رضا کے معاشی افکار و نظریات:
مرتب، مولانا شاہد القادری کلکتہ، ص ۲۳۶ تا ۲۴۳]



جمیعۃ علماے ہند: ماضی کے آئینہ میں

دیوبندی مکتب فکر کی سیاسی تحریک بنام جمیعۃ علماے ہند اس وقت مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے میں کوشاں ہے۔ جمیعۃ کے علم بردار کچھ اس طرح کے کام کرتے نظر آرہے ہیں جس سے لوگوں کو یہ احساس ہو کہ جمیعۃ تو ہماری ہمدرد جماعت ہے۔ سنیوں کو دام تزویر میں پھنسانے کے لیے کبھی اجمیر معلی میں چادر پیش کی جارہی ہے، کبھی دوائیوں کا کیمپ لگایا جارہا ہے تو کہیں خواجہ غریب نواز کے نام سے جلسے کیے جارہے ہیں۔

یہی جمیعۃ جب دیوبند، ندوہ، سہارنپور، نظام الدین مرکز میں ہو تو ان آستانوں پر حاضری، چادر پوشی، نیاز وغیرہ، کی حرمت بلکہ کفروشرک کے فتوے لگاتی نظر آئے، مگر اجمیر پہنچ کر خود اپنے فتووں اور اپنے اکابر کی تعلیمات سے یکسر منحرف نظر ہوتی دکھائی دے، جمیعۃ کا یہ عمل کیا اپنے قدیم افکار و نظریات سے رجوع ہے، یا اس میں کوئی سازش پوشیدہ ہے؟ کیا جمیعۃ اس طرح کے کام کر کے مسلمانوں کی ہمدردری حاصل کر سکتی ہے؟ یا پہلے بھی کبھی مسلمانوں کے تئیں ہمدردانہ رویہ اس جمیعت نے اپنایا ہے۔ کیا کبھی یہ جماعت مسلمانوں کے حق میں معاون ثابت ہوئی ہے۔ یا کبھی اس کو مسلم اکثریت طبقہ کی حمایت حاصل ہوئی ہے۔ تو ہم یہ باور کرادیں کہ اس جمیعت کو کبھی بھی مسلم اکثریت کی حمایت حاصل نہیں رہی ہے۔ اس جمیعت کا ماضی بہت داغ دار رہا ہے اسی کو صاف کرنے کی کوششوں میں یہ سارے کام کیے جارہے ہیں۔ ہم یہاں اپنے موضوع کے مطابق اس جمیعۃ کے داغ دار ماضی کو قارئین کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اولاً ہم جمیعۃ کی بنیاد اور بانیان جمیعۃ کا پتہ دے دیں، تاکہ لوگ جمیعۃ کی تاسیس و مؤسسین سے آگاہ ہو جائیں۔

بیسویں صدی کی دوسری دہائی کے اواخر میں مولانا عبدالباری، مولانا محمد علی، مولانا عبدالماجد بدایونی، کے توسط سے یہ جمیعۃ معرض وجود میں آئی۔ یوں تو ظاہری طور پر اس کے اغراض و مقاصد میں سیاسی مسائل کو شریعت مطہرہ کے میزان پر رکھ کر پرکھنے اور مسلمانوں کے سیاسی معاملات کو سدھارنے جیسے اہم امور شامل تھے۔ مگر جمیعۃ کا درپردہ مقصد ابتدا ہی سے شہرت کا حصول، مسلمانوں کے جذبات سے کھلواڑ اور مشرکین ہند کی نیاز مندی اور ان کا قرب حاصل کرنا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانان ہند اس جمیعۃ سے بیزار تھے اور یہ جمیعۃ ان کی نظر میں لائق اعتنا و اعتبار نہیں تھی۔

اخبار مخبر عالم مرادآباد میں جمیعۃ علماے اسلام کلکتہ کے حوالے سے علما و مشائخ بدایوں کا ایک تفصیلی فیصلہ درج کیا گیا ہے، جس میں جمیعۃ علماے ہند کا بھی قدرے ذکر موجود ہے ہم اس کے چند اقتباسات پیش کرتے

ہیں، جس سے جمیعۃ کی تاسیس اور بانیان جمیعۃ کا ذکر اور اس کی غرض وغایت نیز اس کا اپنے اصول سے انحراف اور مسلمانان ہند کے تئیں اس جمیعۃ کی حیثیت واقعی کا پتہ چلتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

"دہلی کی جمیعۃ علماے ہند جسے حضرت مولانا عبدالباری، مولانا محمد علی، حضرت مولانا عبدالماجد صاحب قادری، کے ہاتھوں قائم ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے قیام کی غرض یہ تھی کہ یہ جماعت سیاسی مسائل کو شریعت مطہرہ کی روشنی میں جانچ کرے گی۔ افسوس کہ جمیعۃ علما مشرکین ہند کی دوستی کی بدولت مسلمانان ہند کا اعتبار کھوکر کانگریس کی آغوش میں جا پڑی ہے۔" [اخبار مخبر عالم مراد آباد: یکم ستمبر ۱۹۴۵ء ص ۳]

مفتی محمد عمر نعیمی مدیر السواد الاعظم مراد آباد، جمیعۃ العلما کا تعارف، اور جمیعۃ کے کارنامہاے نمایاں بڑے ہی دل چسپ انداز میں بیان کرتے ہوے رقم طراز ہیں:

"احباب دریافت کرتے ہیں کہ جمیعۃ العلماء کیسا اور کتنا بڑا اور کس قسم کے علما کا گروہ ہے وہ کیا کام انجام دے رہا ہے؟ مشہور تو یہ ہے کہ پانچ سو علما کی ایک جماعت ہے لیکن عند التحقیق پانچ سو کا عدد محض مبالغہ معلوم ہوتا ہے یا علما کی کوئی جدید اصطلاح مقرر کرلی گئی ہے۔ جیسا کہ آج کل بہت سے لیڈروں اور ایسے انگریزی دانوں کو جنہیں عربی سے کچھ مس ہی نہیں ہے۔ اور وہ علوم دینیہ اور دین سے محض بیگانہ ہیں اخباروں اشتہاروں میں مولانا چھاپا جا رہا ہے تمام مسلمان وکیلوں کا لقب مولوی صاحب ہے، اس طرح کے علما اگر شمار کیے جائیں تو پانچ سو سے زیادہ ہوسکتے ہیں لیکن عرف میں علما کے لفظ سے جو متبادر ہیں ان کی تعداد پانچ سو تک مبالغہ معلوم ہوتی ہے۔ جمیعۃ العلما مختلف الخیال لوگوں کی ایک جماعت ہے جن میں دیوبندیوں، وہابیوں کا عنصر غالب ہے باقی شاذ، ہندوستان کے معتبر و معتمد اکابر علما میں سے شاید ہی کوئی شریک ہو در حقیقت جمیعۃ الوہابیہ ہے جس کا نام جمیعۃ العلما لکھا گیا ہے۔

رہی یہ بات کہ وہ کیا کام انجام دے رہے ہیں نہیں معلوم ہو تا کہ انہوں نے حوادث موجود کے متعلق کوئی بھی کام کیا ہو اور اماکن مقدسہ اور بلاد اسلامیہ کی حمایت واعانت میں کوئی کار آمد حصہ لیا ہو بجز اس کے کہ وہ اماکن مقدسہ اور بلاد اسلامیہ کے نام سے مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کرتے اور اپنا اقتدار واثر بڑھانے کی کوشش کررہے ہیں اور ان کو موقع ملا ہے کہ اہل اللہ کو، نائبین خیر انام علیہ الصلاۃ والسلام کو، وارث علوم انبیا کو، دین کے پیشواؤں کو اور رہنماؤں کو اسلام کے حامیوں اور ناصروں کو جو ہمیشہ خدمت مذہب وملت میں سرگرم رہتے ہیں اور کسی مفسد بے دین گمراہ ضال دشمن اسلام فرقے کو سر اٹھانے نہیں دیتے اور جن کی براہین ساطعہ اہل ضلال کے پرزور طمعوں کی قلعی کھول دیتی ہیں وہابیہ کو موقع ملا ہے کہ ان حامیان اسلام سے دنیا کو بدظن کرکے اپنا کام بنائیں اور اپنے دلوں کے گھٹے ہوئے بخار نکالیں" [السواد الاعظم مراد آباد: جمادی الآخرہ ۱۳۴۹ھ ص ۲۰،۲۱]

چند سال گزرتے ہی جمیعۃ کے اصل مؤسسین اس سے کنارہ کش ہو گئے اور انھوں نے دوسری تنظیمات تشکیل دیں۔ لیکن یہ جمیعۃ اپنی جگہ قائم رہی اور اس میں دیگر سیاسی، مذہبی بہت سی مشہور شخصیات شامل ہوتی اور نکلتی رہیں۔ ہم یہاں یہ بھی باور کرادیں کہ اس جمیعۃ میں ابتداءً ہر مسلک کے لوگ شامل رہے مگر قریب ۱۹۳۰ء میں یہ جمیعۃ خالص دیوبندیت کی نمائندہ بن کر رہ گئی۔ مولوی شبیر احمد عثمانی، مولوی حسین احمد، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولوی حفظ الرحمن، مولوی سعید احمد جیسے نامور دیوبندی علما اس جماعت کے رکن رکین مقرر ہوئے۔ اور پھر انہوں نے ہندوستانی باطل طاقتوں سے ہاتھ ملا کر اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت میں زور صرف کرنا شروع کر دیا۔ نیز اہل سنت کی دیگر تنظیمات کو اپنے خیمہ میں داخل کرنے کی سعی ناپاک شروع کر دی جس کے نتیجہ میں چند تنظیمات دام تزویر میں آ گئیں، انہیں میں سے ایک جمیعۃ علماے اسلام کلکتہ ہے جس نے اس جمیعۃ کو سمجھے بغیر اس کے منشور کو اپنی جمیعۃ میں شامل کر لیا اور سنی علاقوں میں شدت سے عقائد وافکار اہل سنت کی مخالفت شروع کر دی۔ ملاحظہ ہو اخبار مخبر عالم مراد آباد:

''یہی سبب تھا کہ حضرت مولانا عبد الماجد صاحب قادری اور مولانا محمد علی وغیرہ نے توسیع نظام علما اور اس کے بعد جمیعۃ علماے کانپور قائم کی........افسوس کہ جمیعۃ علماے اسلام کلکتہ جن عناصر وافراد کی بحالت موجودہ حامل ہے اور جو علما اس کے مؤید و محرک ہو کر کلکتہ پہنچ رہے ہیں یہ وہی ہیں جو دیوبندی عقائد میں شہرت رکھتے ہیں اور جن کی دعوت تبلیغ کا خلاصہ مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی قرار دیتا ہے۔ اور جو امکان کذب باری تعالیٰ تک کے قائل ہیں اور عزت وتوقیر حضرت ختم رسالت اور......ذکر میلاد، صلاۃ وسلام کو اپنے ملک میں شرک وبدعت سے تعبیر کرنے والے ہیں۔ پس حضرات علماے اہل سنن اور مشائخین کرام ایسی حالت کے ساتھ کس طرح اشتراک کر سکتے ہیں۔'' [اخبار مخبر عالم مراد آباد: یکم ستمبر ۱۹۴۵ء، ص ۳]

جس طرح جمیعۃ نے اپنا تبلیغی جال ہر چہار جانب پھیلانا شروع کیا، خاص کر اجمیر میں۔ جمیعۃ اس وقت اجمیر پہنچ کر خود کو چشتی ثابت کرنے میں حتی الامکان کوشاں ہے۔ حالاں کہ وہ خواجہ غریب نواز کی تعلیمات، ان کے افکار و نظریات سے کوسوں دور بلکہ ان نظریات وعقائد کو کفریہ و شرکیہ قرار دینے میں خود کو حق بجانب محسوس کرتی ہے۔ اگر وہ واقعی اپنے دعویٰ چشتیت میں سچی ہے تو اس کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے قدیم وقبیح تبلیغی طرز عمل سے ہٹ کر اپنے علما کی تعلیمات اور ان کے افکار و نظریات سے رجوع کر کے حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی تعلیمات ان کے افکار، عقائد اور نظریات کو عام کرے اور حضرت کی تبلیغی روش کو منشور میں شامل کرے۔ اور جب تک وہ ایسا نہیں کرتی تب تک کوئی بھی سچا مسلمان اس سے اتفاق نہیں رکھ سکتا۔ اور جس طرح یہ جمیعۃ اپنے معرض وجود میں آنے سے لے کر اب تک جمہور مسلمانوں کی تائید سے محروم رہی ہے اب بھی محروم رہے

گی۔اخبار مخبر عالم مرادآباد میں جمیعۃ علماے ہند سے متاثرہ جمیعۃ علماے کلکتہ کے حوالے سے علماے بدایوں کی تحریر فیصلہ میں ایک بڑی ہی معرکہ خیز بات لکھی ہے جو یقیناً ماضی کے حوالے سے ہے مگر حال پر بھی بالکل منطبق ہو رہی ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

''اس جماعت کے منشور میں تبلیغی عنوان کے ماتحت چاہیے تو یہ تھا کہ سید المبلغین حضرت خواجہ غریب نواز سیدنا معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ تبلیغ کو مشعل راہ بنایا جاتا، مگر طریقہ تبلیغ داخل منشور کیا گیا، تو مولوی محمد الیاس صاحب دیوبندی کا جنہوں نے ریاست الور، تیجارہ، میوات کے علاقہ جات میں نماز و کلمہ کی تلقین کے ساتھ دیوبندیت کے مسائل کی تبلیغ میں کسر نہ اٹھا رکھی۔ ان علاقوں میں ذکر رسول اور عظمت رسول کرنے والوں کو مشرک و کافر کہا کرتے تھے۔پس ایسے شخص کے طریقہ تبلیغ کو داخل منشور کرنے کے کیا یہ معنی نہیں ہوں گے کہ جمیعۃ علماے اسلام کلکتہ دیوبندیت کی مستقل تبلیغ کرنا چاہتی ہے، ہم صاف و صریح الفاظ میں بتا دینا چاہتے ہیں کہ علماے بدایوں نمائشی الفاظ سے متاثر ہوئے بغیر کسی ایسے نظام میں جو دیوبندیت کا آئینہ دار ہو ۲۵ سال کے تلخ تجربوں کے بعد شرکت کرنا نہیں چاہتے.... جہاں تک ہمارا علم ہے بریلی، مرادآباد، میرٹھ، کچھوچھہ شریف اور پنجاب کے علما و مشائخین اس جماعت میں شرکت کے لیے تیار نہیں'' [مرجع سابق: ص۶]

مذکورہ بالا اقتباس کے درج کرنے کا مقصد بس یہ بتانا تھا کہ جمیعۃ خواہ کسی بھی چولے میں رہی ہو مگر اپنے افکار و نظریات سے کبھی دھوکہ نہیں کیا ہے۔

انیسویں صدی کی دوسری دہائی کے اواخر اور تیسری کے اوائل میں جب مشرکانہ چیرہ دستیاں زوروں پر تھیں، سوراج، کھدر، ترک موالات، ترک گاؤکشی جیسی تحریکات کے ذریعہ مسلمانوں کو پست و برباد کرنے کی سازشیں رچی جا رہی تھیں، ایسے وقت میں بھی یہ جماعت مسلمانوں کے ساتھ نظر نہیں آئی بلکہ اسی خیمہ میں ان کی پشت پناہی میں مصروف کار رہی، اور ہندو مسلم اتحاد کا جال بننے والوں میں شامل ہو کر جال کا تانا بانا ٹھیک کرنے کی سعی کر رہی تھی۔ایک طرف مسلمانوں کی ہمدردی کا مصنوعی مکھوٹا لگا کر مسلمانوں کو دھوکہ دے رہی تھی تو دوسری طرف اپنے آقاؤں کو خوش کرنے میں لگی ہوئی تھی۔

اس وقت جب کہ گاندھوی سامراج جو بشکل کانگریس مسلمانوں کے درمیان اتحاد کا پیغام دے کر ایک بڑی مہم سر کرنے کا خواب دیکھ رہا تھا وہیں یہ جمیعۃ مسلمانوں کو اس سامراج کے چالوں سے آگاہ کر کے اسے آنے والے فتنوں سے بچانے کے بجاے اس تحریک سے جوڑنے میں بر سر پیکار نظر آ رہی تھی۔

ملاحظہ فرمائیں یادگار رضا بریلی کے کانگریس نمبر کے ایک مضمون کا درج ذیل اقتباس:

''اس میں شبہ نہیں کہ مسلمان کہلائی جانے والی نام نہاد جمیعۃ العلما کانگریس کے ساتھ اتحاد عمل ضرور

کررہی ہے، مگر جمعیۃ العلما مسلمانان ہند کی کوئی نمائندہ اور ذمہ دار جماعت نہیں۔ بلکہ جمعیۃ العلما نام ہے اس ہوس پرست جماعت کا جو مسلمانوں کے ملی وقومی مفاد کو مشرکین ہند کے قدموں پر قربان دینے کا ارادہ کر چکی ہے۔ اس جمعیۃ کے بعض ناعاقبت اندیش مگر ذمہ دار افراد ہندو مفاد کی خاطر مسلمانوں کے سامنے وہ وہ مہلک اور خطرناک طریق عمل پیش کر چکے ہیں کہ اگر مسلمان ان پر عمل پیرا ہوتے تو مسلمانوں کی مذہبی وقومی زندگی کا فنا ہوجانا ایک نہایت آسان بات تھی ......احکام شریعت کو پس پشت ڈال کر اس جمعیۃ کا مخالفین اسلام سے ساز باز اوران کے ساتھ اشترک عمل کرنا، انہیں اپنی مجالس میں شریک کرنا، اپنی مجلس کا رکن بنانا، اس جلسہ میں کہ جو ابھی تھوڑا عرصہ ہوا نام نہاد جمعیۃ العلما کی جانب سے امروہہ میں ہوا تھا ہندووں کا ہزاروں کی تعداد میں شریک کرنا، بلکہ اسی جلسے میں انہیں نمایاں موقع پر مسجد میں جگہ دینا، کانگریسی تحریکات کو کامیاب بنانے اور مسلمانوں کو من حیث المذہب اور من حیث القوم فنا کے گھاٹ اتارنے کے لیے سراسر غلط فتوی دینا جمعیۃ کا یہ طریق عمل پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ جمعیۃ ہندو پرست ہے۔ غدار ہے۔ اور ملت اسلامیہ کے مفاد کو ہندو مفاد پر قربان کردینے والی ہے۔ اس کی کوئی آواز نہ مسلمانوں کی آواز ہے اور نہ مسلمانوں کے لیے لائق عمل۔"

[یادگار رضا بریلی، کانگریس نمبر: بابت ماہ رجب وشعبان ۱۳۴۹ھ ص۵]

جمعیۃ کی اس گندی اور مسلم کُش روش پر تنبیہ کرتے ہوئے سیدی صدرالافاضل علیہ الرحمہ نے مولوی کفایت اللہ دہلوی کو ایک خط لکھا جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"آپ اس کا احساس فرمائیں کہ گذشتہ تجربوں نے یقین دلادیا ہے کہ ہندو مسلمانوں کی تباہی وبربادی کو سوراج سے زیادہ عزیز جانتے ہیں۔ انہیں کسی طرح یہ گوارا نہیں کہ سرزمینِ ہند میں مسلمانوں کا وجود رہے اگر یہ تجربے نہ ہوتے تو بھی مسلمانوں کو قرآن پاک پر یقین ہے۔ مشرکین کی شدت عداوت قرآن پاک میں وارد ہے ان سے نفع کی امید اور وفاداری کی توقع خیالِ باطل ہے۔ اسی وجہ سے ہندوستان کے مسلمان بالعموم گاندھی اور کانگریس کی تحریکوں سے اس وقت تک قطعاً علاحدہ ہیں۔ آپ جمعیۃ کو ایسے طریق عمل سے بچایئے جو گاندھی کی تحریک کا ہم معنیٰ یا اس کی تائید ہو اگر اس کا لحاظ نہ کیا گیا تو علاوہ ان مصائب کے جو ہندو پرستی کی بدولت اٹھانے پڑیں گے، مسلمانوں کی جماعت کے انتشار اور ان کے اس نئے اختلاف کا وبال بھی آپ کی گردن پر ہوگا جو اس نئی تحریک سے پیدا ہو، اگر جمعیۃ نے قانون شکنی میں گاندھی کی روش اختیار کی تو یقینا مسلمانوں کے دو ٹکڑے ہوجائیں گے اور آپس میں کٹ مریں گے۔ آپ کو نہایت دانائی اور احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ وما علینا الا البلاغ۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ

[السواد الاعظم: شمارہ، ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ، ص۲۹]

صدر الافاضل کے اس خط کے جواب میں نہ کوئی خط آیا اور نا ہی حضرت کے مشورہ پر عمل درآمد ہوا بلکہ اس کے برعکس انہوں نے وہی کیا جو انہیں کرنا تھا۔ جب ہندوستان میں ساردا ایکٹ کے ذریعہ مسلمانوں کے مذہب میں مداخلت اور شرعی حقوق کے اتلاف کی ناپاک جسارت کی گئی، تو اسلامی دنیا میں ہر طرف اضطراب پایا جارہا تھا ایسے موقع پر سول نافرمانی کی تجویز بھی سامنے آئی، جس سے مسلمانوں کی بے چینی اور بڑھ گئی ایسے نازک وقت میں بھی جمیعۃ کی پالیسی قابل افسوس تھی۔ ساردا ایکٹ کے خلاف مسلمانوں کے ساتھ محاذ آرائی کے بجائے جمیعۃ نے سول نافرمانی کی تجویز پیش کردی جس سے مسلمانوں کو کافی حد تک نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔

مفتی عمر نعیمی لکھتے ہیں:

”اس خط کا کوئی جواب نہ آیا نہ انہوں نے اپنی تجاویز ہی میں اس عظیم خطرہ کا کچھ لحاظ کیا بلکہ وہ ہندوؤں سے مل گئے مسلمانوں کو چھوڑنا اور ان کی بڑی جماعت سے علاحدہ ہوجانا سرمستان بادہ ہندوئیت نے گوارا کیا مگر اپنے محسن ہندوؤں کو چھوڑنا گوارا نہ کیا، کانگریس کی تائید میں سول نافرمانی پاس کردی اور کچھ لحاظ نہ کیا کہ مسلمانوں پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ اب اس ہندو جمیعۃ العلما کے مولوی ہندوؤں کی مداحی کرتے پھر رہے ہیں اس کے واعظوں میں ذکر خدا اور سول کی جگہ گاندھی اور ہندوؤں کی تعریف ہوتی ہے اور وہ کانگریس کی تحریکات پر عمل کرنے کے لیے مسلمانوں کو ابھارتے اور اغوا کرتے ہیں۔“ [مرجع سابق: ذی الحجہ، ۱۳۴۸ھ ص ۲۹]

ایسے وقت میں جب جمیعۃ اور دیگر سیاسی نام نہاد اسلامی تنظیمات ہندو مسلم اتحاد کی مہم میں پورا زور صرف کررہی تھیں، اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے مسلمانوں کو اس خلاف شرع تحریک میں شامل کرنے کے لیے ہر جتن کررہی تھیں عین اسی وقت بنارس وغیرہ ہندوستان کے کئی مقامات پر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جارہی تھی جن کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے بلکہ ان کو بھائی بنانے کے لیے مسلمانوں کو مجبور کیا جارہا تھا وہ رشتہ اخوت ومودت قائم ہونے سے پہلے ہی مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہارہے تھے۔ یہ سب حالات جمیعۃ کے سامنے تھے مگر جمیعۃ نے چپی سادھ رکھی تھی، جمیعۃ کی اس سرد مہری، زبان بندی، پر مفتی عمر نعیمی نے زبردست تبصرہ فرماتے ہوئے لکھا:

”ہندوؤں کا کلمہ پڑھنے والی جمیعۃ العلما کو کچھ خبر ہے، کہ رمضان مبارک ۴۹ھ میں بنارس کی سرزمین مسلمانوں کے خون سے لالہ زار بناڈالی۔ ماہ مبارک ان کے لیے محرم بن گیا۔ درندہ صفت ہندوؤں نے بے گناہ مسلمانوں کو اس بے رحمی سے شہید کیا، جس کے تصور سے دل کانپتا ہے، گھر کے گھر صاف کردیے، بچے تک قتل کرڈالے، مسجدیں مسمار کردیں، دکانیں لوٹ لیں، ظلم وستم کا سیلاب امنڈتا چلا آتا تھا، جور وجفا کے سمندر میں طغیانی تھی، مسلح ہندو گنڈاسوں اور بھالوں سے بے خبر نہتے مسلمانوں پر بلائے ناگہانی بن کر ٹوٹے پڑتے

تھے، دھوکے دے کر مسلمانوں کو ہندوؤں کے محلوں میں لے جاکر شہید کرتے تھے، جمعۃ الوداع کی نماز تک مسلمان اس مصیبت کی وجہ سے ادا نہ کرسکے، مسلمانوں کی اس مصیبت کا جمیعۃ العلما کو کچھ درد ہوا؟ حمیت کچھ حرکت میں آئی؟ ہندو پرستار جذبات کچھ بھی سرد ہوئے؟ ہندوؤں کے فدائی اپنی بے جا فداکاری پر کچھ بھی نادم و شرمند ہوئے، آئندہ کے لیے انہوں نے مسلمانوں کو ہندوؤں سے ہوشیار رہنے اور اپنا تحفظ کرنے کا کوئی مشورہ دیا؟ یا اپنے ہندو خداوندان نعمت سے کوئی اپیل کی؟ جن کے قدموں پر سر جھکاتے ہیں، ان سے ہندوؤں کے ان مظالم کی کچھ شکایت کی؟ اپنے قبلہ وکعبہ گاندھی کو لے جاکر بنارس کے مقتل کی سیر کرائی؟ ہندو لیڈروں سے جن کی غلامی کیا کرتے ہیں ان ہولناک مظالم کو روکنے اور مصیبت زدہ مسلمانوں کے نقصانات کی تلافی کرنے کی کوئی تحریک کی؟ یا ہندو لیڈران جمیعۃ العلما کی فداکاری کی قدر کرکے مسلمانوں کی دل جوئی کرنے بنارس گئے؟ یا انہوں نے ہندوؤں کی ان امن سوز خونخواریوں پر اظہار نفرت وملامت کیا؟ عدم تشدد کا وظیفہ پڑھنے والے گاندھی نے ہندوؤں کے اس ہولناک تشدد پر کوئی موثر کاروائی کی؟ تمہاری ہمدردی میں ہندوؤں نے کچھ کیا ہو تو بتاؤ؟ یا انہوں نے تمہاری غلامانہ اطاعت شعاری کو بے التفاتی سے ٹھکرا دیا۔ مسلمانوں کے خون کی قیمت ان کی نظر میں کچھ بھی نہ ٹھہری پھر بھی تمہاری غیرت تمہیں پرستی کی اجازت دے گی۔ اب بھی تم ہندوؤں کے غلام بنے رہوگے؟ اب بھی تمہاری آنکھ نہ کھلے گی؟ اب بھی مسلمانوں کو ہندوؤں کی اطاعت وفرماں برداری کی دعوت دیا کروگے؟ کہو اب بھی تمہارا نشہ اترا یا ہندوستان میں ہر جگہ مسلمانوں کی ایسی ہی بربادی دیکھنا چاہتے ہو؟ تم نے اپنے اہنسا کے مدعی آقاؤں سے یہ بھی دریافت کیا کہ مسلمانان بنارس نے کیا قصور کیا تھا وہ کس جرم میں قتل کیے گئے؟ کیا جمیعۃ العلما کو خبر ہے کہ مسلمانان بنارس اسی کانگریس کے سورماؤں کے جور وجفا کا شکار ہوئے، جس پر جمیعۃ العلما ایمان لائی ہوئی ہے اور ہر چند واقعات وحادثات شہادتیں دے رہے ہیں کہ کانگریسی فوجوں کا رخ مسلمانوں کی طرف ہے اور ہندوؤں کے نیزے بھالے گدالے کٹارے مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں اور آئے دن مسلمانوں کا خون کرتے رہتے ہیں مگر جمیعۃ العلما ابھی تک کانگرس اور ہندوؤں ہی کے گیت گائے جاتی ہے۔ اس کی آنکھوں پر کیوں پٹی بندھی ہے؟ اس کو ہندوؤں کی اس قدر محبت کیوں ہے؟ اس پر کیا جادو ہے کہ مسلمانوں کی بربادی وتباہی کا اس کے دل پر اثر نہیں ہوتا۔ اور ان کے قتل وخون کے باوجود ظالم ہندوؤں سے اس کو نفرت نہیں ہوتی؟ مسلمانوں کی جانوں مالوں آبرویوں سے زیادہ اس کے نزدیک کون سی چیز قیمتی ہے؟ جمیعۃ العلما کی یہی بیراہی یہی دنیا پرستی اس کو مسلمانوں کی نظر میں بے وقار کرچکی ہے اور جمعیت نے اپنے انہیں حرکات سے اپنا اثر خراب کیا ہے۔ اسی وجہ سے بااثر لوگ اس سے علاحدہ ہوئے۔ اور اب عام طور مسلمان اس کو غدار اور ہندوؤں کا آلہ کار جانتے ہیں۔ یہ جمیعۃ مسلمانوں کا بے شمار روپیہ کھاگئی اور

گیت ہندوؤں کے گاتی رہی، کبھی مسلمانوں کے کام نہ آئی۔ اسلام و مسلمین کی آج تک اس نے کیا خدمات انجام دی؟ اس لیے وہ مسلمان جو اس جمیعۃ کو غلطی سے مسلمانوں کی جمیعۃ سمجھ گئے تھے اس سے منحرف ہو گئے اور ملک سے اس کا اعتبار جاتا رہے۔" [مرجع سابق: شوال ۱۳۴۹ھ ص ۲، ۳]

بیسویں صدی کی دوسری دہائی مسلمانوں کے لیے بہت نازک گزری ہے، اس دہائی میں مسلمانوں کے مال وجان تو سلامت کیا رہتے ایمان تک سلامت نہیں تھا۔ شدھی تحریک اس دہائی کا وہ المناک سانحہ ہے جسے مسلمان کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ مسلمان اپنی جان و مال کی حفاظت نہیں کر پا رہا تھا کہ اسی درمیان مسلمانوں کی دولت ایمانی پر شب خون مارنے والے میدان عمل میں اتر آئے اور اس سے قبل کہ مسلمان سنبھل پاتے غیروں نے ہر چہار جانب سے حملہ بول دیا اور اس طرح کئی لاکھ مسلمان ارتداد کے قعر عمیق میں گر گئے۔

اللہ بھلا کرے ان اکابر علماے اہل سنت کا جنھوں نے بروقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت کا حق ادا کرتے ہوئے مورچہ ہاتھ میں لے لیا اور پیہم جدوجہد سے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائی اور ان کی دولت ایمانی کی بازیابی کے لیے سر توڑ کوششیں فرما کر میدان سر کر لیا۔ اور اس طرح لاکھوں مسلمانوں کے ایمان بچا کر اہل اسلام پر احسان عظیم فرمایا۔ لیکن وہیں اس جمیعۃ کی بے حسی اور بے غیرتی بھی قابل غور ہے۔ جہاں ایک طرف مسلمان ان صنم پرستوں سے نبرد آزما تھے تو دوسری طرف ان نام نہاد اسلام کے ٹھیکیداروں سے نالاں و پریشاں بھی۔ جمیعۃ بجاے اس کے کہ شدھی تحریک کے سدباب کے لیے کوئی لائحہ عمل تیار کرتی، میدان عمل میں اتر کر مسلمانوں کے جان و مال اور ایمان کی حفاظت کرتی، اور اسلامی جمیعۃ کی حمیت کا کچھ بھرم رکھتی۔ افسوس صد افسوس مسلمانوں کی بربادی کے واقعات سن اور دیکھنے کے باوجود مہر سکوت توڑنے کے لیے تیار نہ تھی۔ بلکہ مخالف باطل طاقتوں کے ساتھ ساز باز کر ان کی تملق و چاپلوسی اور ان کی نیاز مندی کے حصول کے لیے مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی پر اتر آئی تھی جس کی جیتی جاگتی مثال شدھی تحریک میں ایک بڑا کردار نبھانے والے آریہ پنڈت شردھانند کو تہ تیغ کرنے والے کے خلاف جمیعۃ کے مفتی کفایت اللہ دہلوی کا وہ فتوی ہے جس میں انہوں نے غازی عبد الرشید جنھوں نے شردھانند کو فی النار کیا، سے متعلق جنت کی خوشبو سے محروم ہونے کا فتوی دیا ہے۔ جمیعۃ کی اس ناپاک پالیسی اور صنم پرستوں کے حسب منشا فتوی بازی سے متعلق زبردست ریمارک فرماتے ہوئے صدر الافاضل رقم طراز ہیں:

"جمیعۃ العلما نے اسلام و مسلمین کی جو خدمتیں انجام دی ہیں، ان سے تمام ہندوستان کے مسلمان واقف ہیں۔ ان میں بہت نمایاں کارنامہ جمیعۃ کا تو یہ ہے کہ اس نے ہندوؤں میں فنا ہو جانا یا ہندوؤں پر فدا ہو جانا منظور کیا۔ اور جمہور مسلمین سے علاحدگی کر لی۔ کثیر التعداد مسلمانوں کے علاحدہ ہو جانے کی اس کو ہندوؤں کی دوستی

کے مقابل کچھ پروانہیں ہے۔ جمعیۃ کے کارکن مسلمانوں میں ہندو تحریکات کی تبلیغ واشاعت کر کے ان میں باہمی جنگ کی بنیاد قائم کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اس حمیت کے مساعی کی بدولت ہندوستان کے مسلمانوں میں جا بجا جنگی محاذ قائم ہو گئے ہیں۔ اس جمعیۃ کے نمایاں کاموں میں سے ہندوؤں کے حسب منشا فتوی دینا بھی ہے۔ کبھی کونسل کے بائیکاٹ کا فتوی ہے، کبھی جواز کا، جس وقت ان کے خداوندان نعمت کا جو منشا ہے اس وقت ان کے فتوی کا رخ اسی طرف ہو جاتا ہے۔ غازی عبد الرشید کو جنت کی خوشبو سے اسی جمعیۃ کا مفتی محروم کرتا ہے۔ آزادی کے معنی ان کی اصطلاح میں ہندو پرستی ہے۔ آج جمعیۃ العلما کے صدر مولوی کفایت اللہ صاحب کا ایک فتوی ہماری نظر کے سامنے ہے، ان میں انہوں نے مسلمانوں پر جو عنایتیں کی ہیں اور ہندوؤں کا جس قدر حق دوستی ادا کیا ہے اور دیانت و راست بازی کی جو قدر فرمائی ہے وہ قابل ملاحظہ ہے"

[مرجع سابق: جمادی الاولی ۱۳۴۹ھ ص ۲]

جمعیۃ نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ یہ جانتے ہوئے کہ یہ قوم ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر ہر دن نت نئے فتنے اور گستاخی کے نئے نئے حربے تلاش کر بارگاہ رسالت کے تقدس کو مجروح کرنے کی کوشش ناپاک میں مصروف رہتی ہے، کبھی رنگیلا رسول، کبھی ستیارتھ پرکاش، اور بہت سی کتابوں اخبارات کے ذریعہ نبی پاک کی توہین کا ارتکاب آئے دن کرتی رہتی ہے، تو کبھی نبی پاک کی فرضی تصویریں عام کر کے اور اپنی تقریروں میں سامعہ خراش، جگر پاش باتیں کر کے اسلام اور بانی اسلام کے خلاف دریدہ دہنی کا ثبوت دیتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اپنے آقاؤں کو مزید خوش کرنے کے لیے ان کے پیشواؤں کے چرنوں میں اپنے ایمان کی سوغات پیش کر دی۔

قوم ہنود نے جب اپنے پیشوا کرشن کی نیاز مندی اور عقیدت کیشی کا ثبوت دیتے ہوئے اخبار تیج میں کرشن نمبر کی اشاعت کی تو بھلا جمعیۃ کس طرح پیچھے رہ سکتی تھی۔ اسے اپنا حق دوستی ادا کرنا تھا اسی لیے جمعیۃ کے ناظم مولوی احمد سعید کی نمائندگی کرتے ہوئے تیج اخبار کے کرشن نمبر کے لیے مضمون پیش کیا اور اس میں کرشن کے لیے اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے خوب خوب عقیدتوں کے پھول نچھاور کیے۔

مدیر رسالہ السواد الاعظم رقم طراز ہیں:

"تیج کا کرشن نمبر بہت آب و تاب کے ساتھ چھپا ہے۔ ہندوؤں نے اپنی عقیدتوں کا جس طرح بھی اظہار کیا ہے وہ ان کے دینی جوش کا نمونہ ہے۔...... مگر افسوس کہ وہ اصحاب جو باوصف دعوی اسلام حضور پر نور سید انبیا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محافل میلاد مبارک و معراج شریف کی مخالفت میں سرگرم رہا کرتے ہیں، کرشن کے احترام میں سرافگندہ نظر آئے۔ ان میں احمد سعید صاحب دہلوی ناظم جمعیۃ علما خاص طور پر قابل ذکر

ہیں، جو اپنی وعظوں میں میلاد مبارک کی محافل متبرکہ پر آوازیں کسنے اور اس کا تمسخر اڑانے کے عادی ہیں۔ آپ نے اپنی عقیدت کے جذبے کرشن کے چرنوں میں پیش کرنے کی عزت حاصل کی ہے، مسلمان ان کو پہلے ہی ہندو پرست جانتے تھے آپ نے خود اپنے قلم سے اس کا یہ ایک نیا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔آپ نے اپنے مضمون میں جو تیج کے کرشن نمبر میں چھپا ہے اپنی نیاز کیشی و عقیدت اندیشی کے مخلصانہ جذبے کرشن کے قدموں میں ڈالے ہیں۔آپ کا سر تو جھک گیا مگر کرشن کے قدم کہاں پائیں گے اسے بھی غور فرمایا؟

ہندوؤں کا اعتقاد تناسخ تو انہیں کسی جون میں مانتا ہوگا، جس کا پتہ نہ آپ کو ملے نہ ہندوؤں کو پھر آپ کی وہ مخلصانہ نیاز مندیاں کرشن کے چرنوں کی تلاش میں کس کس کے قدموں میں ٹھوکریں کھاتی پھریں گی۔جس شخص کا یہ حال ہو مسلمانوں میں واعظ بن کر منبر پر بیٹھا کرے اور ہندوؤں کی خوشامد میں کرشن کے قدم ڈھونڈتا پھرے وہ مسلمانوں کے لیے عار ہے! اسلام کے لیے ننگ ہے! مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے شخص کو مولوی نہ کہیں! اس کے وعظ میں شریک نہ ہوں! اس کی تقریر نہ سنیں! اس کو منبر پر جگہ نہ دیں!

کیا احمد سعید صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ ہندو انہیں اپنی طرح کرشن کا مخلص عقیدت مند سمجھ لیں گے؟ یہ خیال تو غلط ہے۔وہ یہ سمجھیں گے کہ یہ شخص نہایت طماع ہے، خوشامدی ہے، اپنے ضمیر کے خلاف ہندوؤں کو مغالطہ دے رہا ہے۔لیکن ایک مسلمان نام رکھنے والے شخص کا اس طرح اظہار نیاز کرنا دوسرے ناواقف مسلمانوں کے عقیدتوں کو متزلزل کرے گا۔اس خواہش میں وہ اس قسم کے دین فروشانہ مضامین کو چھاپتے بھی ہیں اور ایسے مضمون لکھنے والوں کی جس طرح مناسب سمجھتے ہیں حوصلہ افزائی بھی کر دیتے ہیں۔افسوس طمع دنیا آدمی کو کتنا خوار کرتی ہے۔"[مرجع سابق: محرام الحرام۔۱۳۵۱ھ ص۲۵]

۱۹۲۴ء میں جب حرمین طیبین پر نجدی اقتدار ہوا، حجاج کرام اور خاص کر اہل حرمین پر نجدیوں نے خوب ظلم وستم کے پہاڑ توڑے، مقامات مقدسہ و مزارات معظمہ کو منہدم کیا اور آثار متبرکہ کی بے حرمتی کی، تو اخبارات ہند میں چند اہل سنت کے اخبارات ہی نجدی بربریت کے خلاف آواز حق بلند کرتے نظر آرہے تھے نیز اہل سنت کی جملہ تنظیمات اس کی مخالفت میں کمربستہ دکھ رہی تھیں، لیکن جمیعۃ اپنی قدیم روش پر قائم رہتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف نجدی سلطان کی طرف داری میں سارا زور صرف کر رہی تھی۔اخبار مخبر عالم مرادآباد لکھتا ہے:

"مسلمانوں کی بدقسمتی سے ہندوستان میں تحریک بغاوت کے وقت ایک جمیعۃ قائم ہوئی جس کا نام جمیعۃ العلماء رکھا گیا اس نے اپنے غلط فتاوی سے مسلمانوں کو گمراہ کیا اور جس قدر تباہی ممکن تھی مسلمانوں پر آئی اس کی غلط کاریوں اور بیہودگی کے باعث اب خلافت کمیٹی کی طرح اس جمیعۃ کا بھی کوئی اقتدار نہیں رہا اور لوگوں کی

نظروں میں یہ جمعیۃ اب جمعیۃ العلماء نہیں بلکہ اس کے لیے جمعیۃ الحمقاء کا لقب بہت ہی زیادہ موزوں ہے۔ یہ جمعیۃ مثل خلافت کمیٹی کے ابن سعود ملعون کی بے حد طرف دار رہی اس نے نجدی ملعون کی تمام سفاکیوں بے دینیوں اور ظلم وستم کے اخفا میں اس سے زیادہ کوشش کی جو ایک حجام معزز ہوجانے کے بعد اپنی ذات اور پیشہ چھپانے کے لیے کرتا ہے۔ اس جمعیۃ کا جو اجلاس پچھلے دنوں کلکتہ میں ہوا اس میں جو قراردادیں پاس ہوئیں ان میں سے پہلی قرارداد میں لوگوں کو مشورہ دیا گیا کہ امسال ضرور حج میں شامل ہوں تاکہ نجدی ملعون کو کافی روپیہ حاصل ہو۔" [۲۸ / مارچ ۱۹۲۶ء ص ۴، ۵]

ابن سعود نے جب موتمر کا ارادہ کیا تو ہندوستان سے صرف تین جماعتوں کو ہی مدعو کیا۔ اور وہ بھی وہ جن کا ہندوستانی مسلمانوں کے درمیان کوئی وقار نہیں تھا۔ اہل حدیث کانفرنس، جمعیۃ علمائے ہند، خلافت کمیٹی۔ ظاہر ہے انہیں تینوں کو مدعو کرنے کا صاف مقصد یہی تھا کہ یہ تینوں جماعتیں ہندوستان میں اسی کی طرف داری میں وقت گزار رہی تھیں، تو انہیں کا موتمر میں شرکت کا حق تھا، دنیا کو یہ ظاہر ہوجائے گا کہ ہندوستان سے مسلمانوں کی نمائندہ تین جماعتیں شامل موتمر ہوئیں حالاں کہ یہ تینوں جماعتیں کسی بھی صورت میں مسلمانان ہند کی نمائندہ نہیں تھیں۔ ملاحظہ فرمائیں اخبار الفقیہ کی درج ذیل سطور:

"قرن الشیطان ثانی ابن سعود نے جس موتمر کے انعقاد کا اعلان کیا ہے اس کا نام موتمر اسلامی رکھا جاتا ہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس موتمر کے لیے دنیا کے تمام مسلمانوں کو نمائندہ بھیجنے کے لیے نہیں لکھا گیا بلکہ محض اپنے مؤیدین اور ہم خیالوں کو دعوت دی گی ہے کہ وہ اپنے نمائندے بھیجیں۔ چناں چہ ہندوستان میں سے صرف خلافت کمیٹی جمعیۃ العلماء اور اہل حدیث کانفرنس کے نمائندے طلب کیے گئے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہی تین جماعتیں ہندوستان میں قرن الشیطان کی مؤید اور حامی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ابن سعود ملعون صرف انہیں تین جماعتوں کو جانتا ہے یا اس کا خیال ہے کہ یہی تین جماعتیں ہندوستانی مسلمانوں کی نمائندہ جماعتیں ہیں تو بالکل لغو اور سر تا پا غلط خیال ہے۔ ابن سعود ملعون اچھی طرح سے جانتا ہے، کہ اب خلافت کمیٹی کا اقتدار ہندوستان میں نہیں۔

ایمان دار، دیانت دار اور سمجھ دار ہستیاں اس سے متنفر ہوکر الگ ہوچکی ہیں۔ جمعیۃ العلماء کی اب قطعًا وہ عزت نہیں بلکہ جس طرح عام طور پر اپنے پرائیویٹ تذکروں میں خلافت کمیٹی کو حماقت کمیٹی اور خباثت کمیٹی کے ناموں سے موسوم کررہے ہیں، اسی طرح جمعیۃ العلماء کے لیے جمعیۃ الحمقا کا لقب استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی دو جماعتیں ہیں جو منافقانہ طرز کو اختیار کرکے اپنے آپ کو کھلم کھلا وہابی نہیں کہتیں۔ اور در حقیقت ان کا مذہب کوئی ہے بھی نہیں۔ اور ابن سعود نا مسعود اچھی طرح جانتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی اکثریت اس کے

خلاف ہے۔ اس کی مخالف انجمنیں کچھ چھپی ہوئی نہیں بلکہ انجمن خدام الحرمین کا وفد اس ملعون کا ناطقہ بند کرنے اور اس کی بے ایمانیوں شیطنتوں اور بدکرداریوں کا راز فاش کرنے اور وفد خلافت کے صدر کی طرح ایمان اور ملت فروشی سے انکار کرنے کے جرم میں قید ہوکر عرب سے نکال دیا گیا ہے، تو ابن سعود ملعون کی لاعلمی کا خیال خیال باطل اور جنون سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ قرن الشیطان ملعون نے در حقیقت موتمر اسلامی کا جلسہ طلب نہیں کیا بلکہ اس موتمر کا صحیح نام ''موتمر شیطانی'' ہوسکتا ہے۔'' [اخبار الفقیہ: ۲۸/ اپریل ۱۹۲۶، ص ۳]

بریلی شریف میں حضور حجۃ الاسلام کی صدارت میں نجدی تسلط کے برخلاف علمائے کرام کا ایک جلسہ منعقد کیا گیا، جس میں چند تجاویز پاس ہوئیں ان میں سے ایک تجویز یہ بھی پاس ہوئی۔:

''جمعیۃ العلماء ایک فرقہ خاص کی جماعت ہے عام مسلمانان ہند کی نمائندہ نہیں ہے۔ اس لیے اس کی آواز مسلمانان ہند کی آواز نہیں۔ اسی طرح خلافت کمیٹی بھی مسلمانوں کی نمائندہ نہیں ہے۔''

[مرجع سابق: ۲۸/ مئی ۲۶ء ص ۱۱]

جمعیۃ کی نجدی طرف داری کے حوالے سے جمعیۃ خدام الحرمین دہلی کے مدیر و ناظم جناب اسحٰق صاحب لکھتے ہیں:

''جس طرح سے خلافت کمیٹی نے غلطی کا ارتکاب کرکے اپنے اقتدار اور مسلمانان عالم کے مذہبی مفاد کو خاک میں ملایا ہے، اسی طرح جمعیۃ علمائے ہند نے بھی ابن سعود کی حمایت کرکے اپنے اقتدار اور مسلمانوں کے مفاد کو برباد کردیا، ہمارے پاس کافی ثبوت ہیں کہ جمعیۃ علما کے صدر ناظم نے ارکان جمعیۃ کے خلاف جن میں علمائے دیوبند بھی شریک ہیں تبلیغ و تنظیم کے مقابلہ میں علی برادران کو خوش کرنے کے لیے خود سرانہ کارروائیاں کی ہیں، ورنہ جمعیۃ علما کا فرض تھا کہ جب حجاز سے اس کا نمائندہ واپس آیا تھا جماعت عاملہ کو طلب کرکے فیصلہ کرتی، مگر افسوس ایسا نہیں کیا گیا بلکہ ناظم اور صدر جو چاہتے کرتے رہے۔ اب جمعیۃ علما کو بھی ہم توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اپنے فرائض کا احساس کرے ابن سعود کی غداریوں کے راز فاش کرکے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرے۔

محمد اسحٰق مدیر مبلغ و ناظم جمعیۃ خدام الحرمین دہلی۔

[مرجع سابق: ۲۱/ جنوری ۲۶ء ص ۱۰، ۱۱]

الغرض یہ جمعیۃ ابتدا ہی سے باطل نظریات، فاسد خیالات، کی حامل رہی ہے۔ اس جمعیۃ نے کبھی بھی اسلامی مفاد نہ چاہا، کبھی بھی مسلمانوں کی خیر خواہی کر اسلامی جمعیۃ ہونے کا ثبوت فراہم نہ کیا۔ اسی لیے یہ جمعیۃ جمہور مسلمانوں کی نظر میں کبھی اسلامی تنظیم قرار نہ پائی۔ بلکہ اہل علم ارباب دانش تو اسے ہندوؤں کی تنظیم ہی

مانتے رہے۔ اور آج بھی دانشوران قوم کے نزدیک یہ اسلامی تنظیم نہیں ہے۔ اگر ماضی اور حال میں تطبیق کی صورت تلاش کی جائے تو بہت سی صورتیں ملیں گی، جن میں سے ایک نمایاں صورت یہ ہے کہ جمیعۃ نے جس طرح اپنے آغاز سفر سے اپنے جلسوں میں، خواہ وہ خانقاہ میں ہوئے یا مسجد و مدرسے میں، دوسری قوم کے رہنماؤں پیشواؤں کو بصد احترام منبروں پر بٹھایا، انہیں اپنے نظریات اسلامی اسٹیجوں سے پیش کرنے کا موقع فراہم کیا، اسی طرح جمیعۃ کے موجودہ اجلاس اور کانفرنسوں میں بھی یہی روش قائم ہے۔ موجودہ دور کی تفصیل سے تو اصحاب تدبر و تفکر واقف ہی ہیں، آئے دن اخبارات میں دیکھنے کو مل ہی جاتا ہے۔ ہم یہاں ماضی کے حوالے سے تفصیل پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ماہنامہ السواد الاعظم:

”دیوبندی خیال کے لوگوں کی ایک جماعت عرصے سے جمیعۃ العلما کے نام سے قائم ہے، جس کے صدر مولوی کفایت اللہ اور ناظم مولوی احمد سعید ہیں ۳، ۴، ۵ ر مئی ۱۹۳۰ء کو اس جمیعۃ کے اجلاس جامع مسجد امروہہ میں منعقد ہوئے۔ یہ پہلے سے مشہور تھا کہ جمیعۃ ہندوؤں کے اشاروں پر چل رہی ہے۔ علما بھی بہت تھوڑے تھے، مسلمانان ہند کی نیابت کا دعوی کسی طرح قابل قبول نہیں ہے، بیشتر دیوبندی طبقہ نظر آتا تھا۔ ہندو بہ کثرت جلسہ میں شریک تھے اور مرادآباد تک سے جاکر شریک ہوئے۔ مرادآباد کانگریس کمیٹی کے ہندو اراکین و عہدہ دار نمایاں نظر آرہے تھے۔ جامع مسجد میں ہندوؤں کو ممتاز جگہ دی گئی تھی۔ ہندوؤں کی تعداد کا اندازکم از کم دوہزار بتایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے لوگ جمیعۃ کے جلسے کو ہندوؤں کا جلسہ کہہ رہے ہیں۔ گزشتہ تجربات نے مسلمانوں کو یقین دلادیا ہے کہ ہندوؤں سے مسلمانوں کو کسی بہتری کی امید رکھنا خیال باطل ہے۔ اس بنا پر تمام ہندوستان کے مسلمان عام طور پر کانگریس اور گاندھی کی تحریکات سے بالکل علاحدہ ہیں۔ اور چند اشخاص کو بہت نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ جنہوں نے دینی احکام مذہبی غیرت اسلامی جمہوریت سب کے خلاف ہندوؤں کی غلامی کا عقیدہ کرلیا ہے۔ اور وہ آنکھیں میچ کر ہندوؤں کی تقلید کرنا چاہتے ہیں۔ خیال تھا کہ جمیعۃ العلما میں اہل علم کا مجمع ہوگا، وہ ملک کی حالت ہندوؤں کے گزشتہ سلوک اور موجودہ طرز عمل پر نظر کرکے مسلمانوں کو ان سے علاحدہ رہنے کی تاکید کریں گے لیکن ع

خود غلط بوانچہ ماپنداشتیم

جمیعۃ العلما میں اہل علم تو معدودے چند ہی تھے، وہ بھی ایسے جن کی ذہنیت ہندوئیت سے پورے طور پر متاثر ہو چکی تھی اور کانگریس کی تقلید کا سودا ان کے دل و دماغ پر مسلط ہو چکا تھا۔ انہوں نے کانگریسی تحریکات کے سامنے سرنیاز خم کردیا اور سول نافرمانی میں کانگریس کے ساتھ اتفاق کی تجویز منظور کرکے اپنی ہندو پرستی کا ثبوت دیا۔ تمام مسلمان اس فرضی جمیعۃ العلما کی اس غیرت سوز تجویز پر لعنت کررہے ہیں اور اسلامی حلقوں

میں اس جمیعۃ کو ذلت و حقارت کی نگاہوں سے دیکھا جارہا ہے۔.......

عام طور پر مشہور ہے کہ ہندؤں کا روپیہ جمیعۃ سے اپنی بولی بلوارہا ہے۔ خدا جانتا ہے حقیقت حال کیا ہے مگر جس حال میں ہندو مسلمانوں کے لیے ان کے تحفظ حقوق کا پوراذمہ نہیں لیتے کوئی اطمینان نہیں دلاتے جمیعۃ العلما کا کانگریس کے گیت گانا، اور مسلمانوں کو ان کے پیچھے گردن کٹانے کے لیے دھکیلنا کیا معنی رکھتا ہے......

اس نے اپنے گزشتہ عہد میں بھی ہندؤں کی غلامی کے سوا اسلام کی کون سی خدمت کی ہے۔ مولوی کفایت اللہ یا مولوی احمد سعید صاحب کبھی راجپوتانہ میں حمایت اسلام کے لیے ارتداد کا سیلاب روکنے گئے تھے؟ کبھی شردھانند کو اس کے اسلام سوز حرکات سے روکا تھا؟ کبھی ہندؤں کے مظالم کے خلاف مسلمانوں کی حمایت میں کوئی موثر کاروائی کی تھی؟ خلافت کمیٹی کے زمانہ میں جب مسلمان قشقے لگاتے تھے، بتوں کی نقاب کشائی کے لیے جاتے تھے، ہولی میں گلال ملتے اور رنگ کھیلتے تھے اس وقت کوئی حکم اسلام کا ان کا سنایا تھا؟ کوئی فتوی شائع کیا تھا؟ جمیعۃ العلما کی حمایت کا سارا عہد اسلام کی خدمات سے خالی ہے۔ اس کو اگر کوئی فخر حاصل ہے تو یہی کہ اس نے ہندؤں کی متابعت سے کبھی منہ نہیں پھیرا۔ شردھانند کے قاتل غازی عبد الرشید کو جنت کی خوشبو سے محروم کرنے کی جرات جمیعۃ العلما کے صدر مولوی کفایت اللہ نے کی۔ ان مفاخر پر وہ جتنا چاہیں ناز کریں۔ مسلمان اب جمیعۃ العلما کو خوب جان گئے ہیں اور عام لوگوں کی زبانوں پر ہے کہ یہ ہندؤں کی جمیعۃ ہے۔ اور الحمد للہ تمام ہندوستان کے مسلمان ہندو جمیعۃ العلما کے خلافِ اسلام طرز عمل سے ناخوش اور متنفر ہیں"

[ماہنامہ السواد الاعظم: ذی الحجہ ۴۸ھ ص ۲۷۔۲۸]

الحاصل:۔ جمیعۃ علمائے ہند اسلامی جمیعۃ کا نام نہیں ہے۔ بلکہ دیوبندی مکتب فکر سے وابستہ لیکن باطل طاقتوں کے زیر اثر اور ان کے ماتحت ایک جمیعۃ ہے۔

مشتے نمونہ از خروارے یہ چند حوالجات پیش کیے ہیں اگر جمیعۃ کی دورخی اور خلاف اسلام پالیسی سے متعلق تفصیل پیش کی جائے تو کئی جلدیں تیار ہوجائیں۔

اس جمیعۃ سے مسلمانوں کو بچنے کی اشد ضرورت ہے ورنہ جان و مال کے نقصانات کے ساتھ ایمانی دولت کے لٹ جانے کا خطرہ زیادہ ہے۔ اللہ پاک مسلمانان اہل سنت کے ایمان و عقائد کی حفاظت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

[دوماہی الرضا، پٹنہ: جنوری، فروری ۲۰۱۷ء۔ ص ۲۵ تا ۲۹۔ ۲۴]







سنیما بازی اور مسلمان

سنیما گھر ہو، یا ناچ گانے کی محفلیں، شراب کی دکان ہو یا جوے کا اڈا، رشوت خوری سٹہ بازی کا بازار ہو یا فاحشہ کا کوٹھا، ایسی کون سی ناپاک جگہ، اور برائیوں کا کون سا اڈا ہے جہاں مسلمان موجود نہیں ہے۔ کون سا گناہ ہے جو مسلمان سے چھوٹ رہا ہے کون سا جرم ہے جس کا مسلمان مرتکب نہیں ہے۔ الغرض خلاف شرع ہر امر میں مسلمان ملوث دکھائی دے رہا ہے۔ (الا ماشاء اللہ)

یوں تو ہر برائی تباہ کن اور ایمان سوز ہے۔ جس برائی پر نظر ڈالو لگتا ہے یہ ختم ہو جائے تو معاشرے کی ساری برائیاں ختم ہو جائیں، مگر بنظر غائر اگر جائزہ لیں تو سنیما بازی، فلمیں دیکھنا، یہ برائی ایسی برائی ہے جو بے شمار گناہوں اور برائیوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔

فلموں میں بے حیائی بے غیرتی کے تہذیب سوز، تمدن کش مناظر، عریانیت کا ننگا ناچ، نفاق پیدا کرنے والے گانے باجے، طبلوں اور سازوں کی تھاپ، سارنگیوں کی کیں کیں، گھنگھروؤں کی جھنکار، رنڈیوں کے گانے کی آواز، رقاصاؤں کے شہوت برانگیختہ کرنے والے برہنہ جسم کی نمائشیں، لوٹ مار دھوکہ بازی، کی نت نئی تدابیر، دولت ایمانی پر شب خون مارنے والے غیر اسلامی اقوال و افعال پر مشتمل ڈرامہ بازی، جیسی بے شمار برائیاں پائی جاتی ہیں۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ سنیما بازی، ٹی وی بینی، بہت سے گناہوں کا مجموعہ مرکب ہے۔

اس سنیما بازی نے لوگوں کا ضمیر مردہ کر دیا ہے، ادب و لحاظ کی ساری پابندیاں ختم کر دی ہیں۔ تبھی تو باپ بیٹی کے ساتھ بھائی بہن کے ساتھ ماں بیٹے کے ساتھ اجتماعی طور پر فلمیں دیکھنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ نیم عریاں رقاصاؤں کے شہوت انگیز رقص کے فحش مناظر ایک ساتھ دیکھے جا رہے ہیں مگر کسی کو شرم محسوس نہیں ہو رہی ہے۔ نتیجتاً ان پاکیزہ رشتوں میں شیطانی اثرات داخل ہو کر ان مقدس و پاکیزہ رشتوں کو داغ دار و ناپاک بنا دیتے ہیں۔ آئے دن اخبارات میں اس طرح کی خبریں اس پر شاہد ہیں۔

مذہب آزادی، ماں باپ کے ساتھ ناروا سلوک، چوری، جوا، شراب، اور بدنگاہی بلکہ زنا جیسے بڑے بڑے جرم انہیں فلموں کی بدولت پائے جا رہے ہیں۔ فلموں نے مسلم معاشرہ ہی نہیں بلکہ پورے انسانی معاشرہ کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔

مسلمان یہ بخوبی جانتے ہیں کہ اسلام میں فلموں گانے باجوں کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ اسلام میں فلموں کے اندر پائے جانے والے ہر امر پر تنبیہ اور وعیدیں پائی جاتی ہیں۔ ہم یہاں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں فلموں میں پائے جانے والے چند اہم فحش و مضر امور کی تباہ کاریاں پیش کر رہے ہیں۔

ناچ اور گانے باجے:۔

ناچ اور گانے باجے فلموں کا ایک اہم حصہ ہیں۔احادیث کریمہ میں اس کی حرمت و ممانعت کے ساتھ اس پر وعیدیں بھی آئی ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ

”ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فی ھٰذہ الامۃ خسف ومسخ وقذف ،فقال رجل من المسلمین یا رسول اللہ ومتیٰ ذٰلک قال اذا ظھرت القیان والمعازف وشربت الخمور۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت میں زمین کے دھنسا دینے اور صورت کے مسخ کردینے اور پتھروں سے ہلاک کردینے کا عذاب ہوگا۔تو ایک مسلمان شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کب ہوگا؟آپ نے فرمایا جب رنڈیاں اور گانے بجانے کی چیزیں عام ہوجائیں اور شراب پی جانے لگے۔“

[ترمذی شریف:۴۵/۲]

ایک اور حدیث اسی مفہوم کی ملاحظہ فرمائیں:

”قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ لیشربن ناس من امتی یسمونھا بغیر اسمھا یعزف علی رؤسھم بالمعازف والمغنیات یخسف اللہ بھم الارض ویجعل منھم القردۃ والخنازیر۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے بعضے لوگ شراب کا نام بدل کر پئیں گے اور ان کے سامنے معازف ومزامیر کے ساتھ عورتوں کا گانا ہوگا۔اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور بعض کی صورتیں مسخ کرکے بندر اور سور بنادے گا)“[ابن ماجہ شریف:ص۳۰۰]

حدیث پاک کا مطالعہ کریں اور دورِ حاضر کے حالات کا جائزہ لیں!کیا عام طور پر مسلمانوں کے گھروں میں (الاماشاء اللہ)ٹی وی بی سی آر وغیرہ نہیں ہے،جس کے ذریعہ فاحشہ عورتوں کے رقص، ننگے ناچ،اور گانے باجے عام ہورہے ہیں۔یقیناً ہیں اور اگر ہیں تو پھر وہ وقت دور نہیں جس کی پیشن گوئی نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی ہے،یعنی زمین میں دھنسنا اور صورت کا مسخ ہونا اور پتھروں کا عذاب ہونا۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے پیارے صحابہ گانا تو گانا کبھی بانسری کی آواز سننا بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔بلکہ جس طرح آج نوجوان طبقہ رات دن اپنے کانوں میں گانے سننے کے لیے موبائل کو جیب میں رکھ کر کان میں لیڈ لگا کر گانے سنتا ہے۔نبی پاک اور ان کے صحابہ بانسری کی آواز کہیں کان تک نہ پہنچ جائے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال کر کانوں کو بند کرلیا کرتے تھے۔ملاحظہ فرمائیں درج ذیل روایت :

"عن نافع قال سمع ابن عمر مزمارا فوضع اصبعيه على اذنيه ونای عن الطريق وقال لی: یا نافع هل تسمع شيا؟ قال فقلت: لا. قال فوضع اصبعيه من اذنيه. وقال: كنت مع رسول الله صلى الله تعالى عليه فسمع مثل هذا فصنع مثل هذا۔

یعنی حضرت نافع بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے (سر راہ) بانسری کی آواز سنی تو اپنے کانوں پر انگلیاں رکھ لیں اور راستے سے دور ہو گئے۔ پھر انھوں نے مجھ سے پوچھا: نافع تمہیں کوئی آواز آرہی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے اپنے کانوں سے انگلیاں اٹھالیں۔ پھر انہوں نے کہا: ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ تھا تو آپ نے بانسری کی آواز سن کر ایسا ہی کیا تھا۔"

[سنن ابوداؤد: کتاب الادب، باب کراہیۃ الغناء والزمر]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"الغناء ینبت النفاق فی القلب، کما ینبت الماء الزرع۔

گانا دل میں نفاق اگاتا ہے جیسے پانی کھیتی اگاتا ہے۔" [شعب الایمان للبیہقی: جلد ۷ ص ۱۰۸]

فقہ حنفی کی مشہور کتاب در مختار میں گانے باجے سننے کا حکم اور گانے باجے کی محفلوں میں شرکت اور ان سے لذت حاصل کرنے سے متعلق شرعی حکم بیان کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان بیان کیا گیا ہے۔ لکھا ہے:

"استماع صوت الملاهی معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر ای بالنعمة لا شكر فالواجب كل الواجب ان يجتنب كى لا يسمع لما روى انه الصلاة والسلام ادخل اصبعه فى اذنه عند سماعه۔

(باجوں کی آواز سننا گناہ ہے۔ اور ایسی مجلس میں بیٹھنا فسق ہے۔ اور اس سے مزا لینا کفران نعمت ہے۔ اس لیے نہایت ضروری ہے کہ اس سے بچا جائے تاکہ اس کی آواز بھی کان میں نہ آئے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب گانے باجے کی آواز آتی تو اپنے کانوں میں انگلیاں داخل فرمالیتے)" [در مختار: ۶/۳۴۹]

حضور سیدی اعلیٰ حضرت ڈھول تاشے باجے ناچ اور گانے کے ناجائز و حرام ہونے کا حکم بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ڈھول تاشے باجے جس طرح رائج ہیں جائز نہیں" [فتاوی رضویہ جلد نہم، نصف آخر، ص ۶۵]

مزید فرماتے ہیں:

"طوائفوں کا ناچ مطلقاً حرام قطعی ہے، جس کی حرمت پر متعدّد آیات قرآنیہ ناطق ہیں۔ بھانڈ جس طرح نقلیں بنایا اور لوگوں کو ہنسایا کرتے ہیں یہ بھی شرعاً حرام ہے۔" [مرجع سابق: ص ۷۵]

عورتوں کی عریانیت:۔

فلموں میں عورتوں کو برہنہ جسم دکھایا جاتا ہے اور لوگ مزے لے لے کر دیکھتے ہیں، حالاں کہ برہنہ جسم تو الگ بات شریعت نے غیر محرم عورت کو دیکھنے کی بھی اجازت نہیں دی ہے۔

''ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ قال لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اجنبی عورت کو دیکھنے والے پر اور اس عورت پر جس کو دیکھا جائے)'' [مشکوٰۃ المصابیح:۲/۲۷۰]

اجنبیہ عورت کا جسم دیکھنا تو درکنار اس کے کپڑوں پر نظر ڈالنا بایں طور کہ جسم کی بناوٹ دکھتی ہو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ اور اس طرح دیکھنے والے کو جنت کی خوشبو سے محروم بتایا گیا ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی رقم طراز ہیں:

''لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ من تامل خلف امرأۃ و رایٰ ثیابھا حتیٰ تبین لہ حجم عظامھا لم یرح رائحۃ الجنۃ، اقول مفادہ ان رویۃ الثوب بحیث یصف حجم العضو ممنوعۃ ولو کثیفاً لا تری البشرۃ منہ۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جو شخص کسی عورت کے پیچھے نظر ڈالے اور اس کے کپڑے اس طرح دیکھے کہ اس کی ہڈیوں کی ضخامت نظر آئے وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا۔ اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ کپڑے کا اس طرح دیکھنا کہ عضو کی ضخامت نمایاں ہو ممنوع ہے، اگرچہ کپڑا ایسا موٹا ہو کہ اس سے بدن کی جلد نظر نہ آتی ہو)'' [شامی:۶/۳۶۶]

عورت چھپانے کی چیز ہے مگر فلموں کے ذریعہ عورتوں کی نمائش کی جارہی ہے۔ نہیں نہیں بلکہ عورتوں کو نیم عریاں بلکہ قریب العریاں، فحش اور شہوت انگیز مناظر کے ساتھ پردے پر دکھایا جارہا ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطان۔

یعنی عورت چھپانے کی چیز ہے کیوں کہ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاک جھانک کرتا ہے۔''

[ترمذی شریف:۱/۱۴۰]

''قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ایاکم والتعری فان معکم من لا یفارقکم الا عند الغائط وحین یفضی الرجل الی اھلہ فاستحیوھم واکرموھم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم برہنہ ہونے سے بچو کیوں کہ پاخانہ اور بیوی سے مجامعت کے اوقات کے علاوہ تمہارے ساتھ ہر وقت وہ (فرشتے) ہوتے ہیں (جو تمہارے اعمال لکھنے پر مامور ہیں) لہٰذا تم

ان سے حیا کرو اور ان کی تعظیم کرو۔'' [مشکاۃ المصابیح:۲/۲۶۹]

ترمذی شریف میں ہے:

''المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطان۔

یعنی عورت چھپانے کی چیز ہے کیوں کہ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاک جھانک کرتا ہے۔''

[ترمذی شریف:۱/۱۴۰]

الغرض فلموں میں فحش وگندے مناظر، بیہودہ باتیں اور جھوٹی کہانیوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ آج عورتیں بازاروں میں فحش لباس پہن کر بے پردہ گھوم رہی ہیں، یہ انہیں فلموں کا اثر ہے جو ان کے جسم پر نظر آرہا ہے۔ اور یہی فلمیں ہیں، جنھوں نے نوجوانوں کی غیرت کا خون کردیا ہے، جس کے سبب یہ جوان لڑکے جوان ونیم عریاں لڑکیوں کو بری نگاہوں سے دیکھتے نظر آتے ہیں، حالاں کہ قرآنی تعلیمات یہ ہیں:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ، وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ۔

مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے۔ بیشک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔ اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں! اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں! اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں، مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے۔ اور وہ دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں، اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں!'' [ترجمہ کنزالایمان: پارہ ۱۸، سورہ نور، آیت، ۳۰، ۳۱]

الغرض فلموں میں وہ سب کچھ ہے جو ایک انسان کو حیوان بنادے ایک مسلمان کو، فاسق وگنہگار بلکہ گمراہ وکافر تک بنادے۔ ایک مرد کو عیاش بنادے اور ایک عورت کو بے غیرت وبے حیا بنادے۔ یہی فلمیں ہیں جس کا اثر انسان کو اس قدر اندھا کردیتا ہے کہ وہ حق وناحق کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ چھوٹے بڑے کا لحاظ ختم کردیتا ہے، ادب وغیرت مندی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اور حد تو یہ کہ نماز اور دیگر فرائض واجبات وآداب شریعت سے اسے بالکل غافل بنادیتا ہے۔

مسلمانو! اس ایمان سوز، تباہ کن، مخرب اخلاق وحیا، جرم سے جلدی توبہ کرلو! کہیں اللہ کے قہر وغضب میں گرفتار نہ ہوجاؤ۔ خود بھی بچو اپنے گھر والوں کو بھی بچاؤ۔ اللہ پاک نے قرآن پاک میں جہنم کی آگ سے تمہیں خود بھی اور اپنے گھر والوں کو بھی بچنے کا حکم فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ۔

اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ! جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر سخت کرّے (طاقتور) فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔"

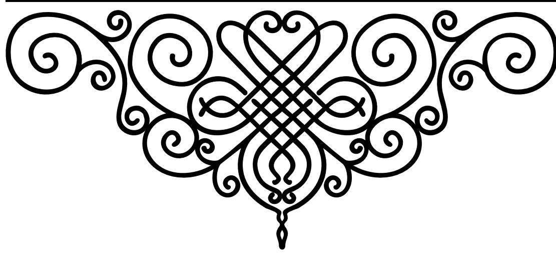
[ترجمہ کنزالایمان: سورہ تحریم آیت ٦]

مسلمانو! سنیما بازی اور گانے باجوں اور دیگر جرائم کے سبب آج اغیار کی نظروں میں اپنا وقار اپنی شان وشوکت اور دبدبہ کھوتے جا رہے ہو۔ یہی برائیاں ہیں جنہوں نے تم سے تمہارا وقار چھین لیا ہے، تمہاری شان وشوکت غصب کرلی ہے، اور یہی برائیاں تمہاری پستی کا اصلی سبب ہیں۔

مسلم معاشرہ کس طرح سدھرے گا؟ اس میں درآئیں برائیاں کس طرح دور ہوں گی؟ اس کے لیے علما وفقہا اور دانشور ودین دار طبقہ فکر مند ہے۔ اور ہر طرح برائیوں کو مٹانے اور برائیوں کی زد میں آئے مسلمانوں کی اصلاح کی کوشش میں مصروف ہے۔ انہیں میں سے ایک درد مند محترم جناب محمد اقرار صاحب ڈھکیاوی، بھی ہیں جو اسلامی معاشرہ میں گناہوں کے بڑھتے قدم روکنے میں کوشاں ہیں۔ انہیں کے کہنے پر احقر نے یہ مختصر سی تحریر پیش کی ہے۔ اللہ پاک انہیں بھی اور مجھے بھی بلکہ جملہ مسلمانان اہل سنت کو گناہوں سے محفوظ فرمائے، اپنے اور اپنے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام وفرامین کی بجاآوری کی توفیق بخشے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

[سہ ماہی ضرب صدر الافاضل: جولائی تا دسمبر ۲۰۱۸ء۔ ص ۲۳ تا ۲۶]



صحافت، کتابیات، اشاریات

خزائن العرفان کے قدیم تفسیری ماٰخذ

حضرت سراپا برکت، متحد امت، قائد ملت، مجمع الفضائل والفواضل، صدر الافاضل، فخر الاماثل، سید المفسرین استاذ العلماء، سید حکیم محمد نعیم الدین محدث مرادآبادی تغمدہ اللہ الہادی کی نادر الوجود شخصیت سے کون واقف نہیں۔

آپ ایک بلند پایہ محقق عدیم المثال مناظر، ممتاز مفسر، معروف مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ قائدانہ شخصیت کے حامل، علم بردار سنیت اور ایک عظیم مفکر و مدبر بھی تھے۔ علمی میدان ہو یا سیاست کا میدان قیادت کا سہرا آپ ہی کے سر رہا۔ زمانہ آج بھی آپ کی دینی و ملی خدمات سے مستفید اور آپ کی علمی نگارشات و نوازشات سے فیض یاب ہو رہا ہے۔ آپ کی قلمی نگارشات کو جو شہرت و پذیرائی حاصل ہے، وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ خصوصاً آپ کی قلمی عظیم معرکۃ الآرا کاوش تفسیر خزائن العرفان نے دنیاے اسلام میں جو مقام پایا وہ بلا شبہہ کسی دوسری تفسیر کو حاصل نہیں ہے۔ ہندو پاک میں خاص کر اردو زبان کی دو تفسیروں نے وہ شہرت پائی جو کسی اور تفسیر کی حصے میں نہیں آئی۔

پہلی تفسیر خزائن العرفان جو حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے قلم سے معرض وجود میں آئی۔

اور دوسری آپ ہی کے شاگرد رشید مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی کی تفسیر نعیمی۔

سمندر کو کوزے میں کیسا بھرا جاتا ہے اگر کوئی یہ جاننا چاہتا ہے تو اسے تفسیر خزائن العرفان کی زیارت کافی ہوگی یہ تفسیر قل ما دل کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ صدر الافاضل نے واقعی سمندر کو کوزے میں بھرنے کا کام سرانجام دیا ہے۔ ہاں البتہ یہ اختصار بشکل ایجاز ہے، یعنی الفاظ کم سے کم تر اور معانی و مفاہیم اکثر و بیشتر، بلا شبہہ بڑی بڑی باتیں چند لفظوں میں بیان کرنا بہت بڑی بات ہوتی ہے۔ ساتھ ہی اس تفسیر کی جہاں اور بھی بہت سی خوبیاں ہیں وہیں ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ اس کی ایک ایک سطر دلائل و براہین سے مزین ہے۔ جگہ جگہ کتب تفسیر، حدیث، فقہ وفتاوی وغیرہا معتبر و مستند ماٰخذ نے تفسیر میں اور چار چاند لگا دیے ہیں۔ جی تو کرتا ہے کہ تفسیر خزائن العرفان کی ہر خوبی پر سیر حاصل گفتگو کی جائے مگر ہم نے یہاں خزائن العرفان کے قدیم تفسیری ماٰخذ کو اپنے قلم کا محور بنایا ہے لہٰذا چند سطور اسی حوالے سے قلم بند کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

صدر الافاضل نے اپنی اس تفسیر میں بہت سے قدیم کتب تفاسیر کو ماخذ بنایا ہے، یہاں سب کا ذکر و تعارف تو مشکل ہے، البتہ ہم تفسیر کی چند قدیم، اہم، معروف، مستند اور معتبر کتابوں کا ذکر کرنے پر اکتفا کریں گے۔

آپ نے کتب تفاسیر میں تفسیر خازن، تفسیر بیضاوی، تفسیر جمل، تفسیر جلالین، تفسیر کبیر، تفسیر مدارک، تفسیر

لباب النقول، تفسیر روح البیان، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، تفسیر احمدی، تفسیر فتح العزیز، تفسیر مسکین، تفسیر ابوالسعود، تفسیر ثعلبی، اوران کے علاوہ بہت سی کتب تفاسیر سے مراجعت فرمائی ہے۔ ہم مذکورہ کتب تفاسیر سے چند کا قدرے ذکر قلم بند کرتے ہیں۔

تفسیر خازن:۔

اس تفسیر کا اصل نام ''لباب التاویل فی معانی التنزیل'' ہے، حضرت علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی کی یہ قلمی نگارش انہیں کے عرفی نام خازن سے مشہور و متعارف ہے۔ حضرت مفسر قدس سرہ کی ولادت سن ۶۷۸ ہجری اور وصال ۷۴۱ ہجری میں ہوا۔ ۷۲۵ھ رمضان بدھ کے روز اس تفسیر کی تکمیل فرمائی۔

حضور صدرالافاضل نے جابجا تفسیر مذکور کو ماخذ بنایا ہے، ہم یہاں بس ایک دو مقام کا ذکر کر کے آگے بڑھتے ہیں۔

صدرالافاضل سورہ رحمٰن کی تیسری آیت ''خَلَقَ الْاِنْسَانَ'' (انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا)

[ترجمہ کنزالایمان: پارہ ۲۷، سورہ رحمن، آیت ۳]

کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں اس تفسیر مذکور کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''انسان سے اس آیت میں سیّدِ عالم محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں اور بیان سے مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا بیان، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوّلین وآخرین کی خبریں دیتے تھے۔ (خازن) ''

[تفسیر خزائن العرفان: پارہ ۲۷، سورہ رحمن، آیت ۳]

سورہ کہف کی آیت کریمہ ''اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَ الرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۔

(کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے)

[ترجمہ کنزالایمان: پارہ ۱۵، سورہ کہف، آیت ۹]

کے تحت اصحاب کہف کی تعداد اوران کے ناموں سے متعلق خازن کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''اصحاب کہف قوی ترین اقوال یہ ہے کہ سات حضرات تھے اگرچہ ان کے ناموں میں کسی قدر اختلاف ہے، لیکن حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت پر جو خازن میں ہے ان کے نام یہ ہیں:

(۱) مکسلمینا (۲) یملیخا (۳) مرطونس (۴) بینونس (۵) ساری نونس (۶) ذونوانس (۷) کشفیط طنونس اور ان کے کتے کا نام قطمیر ہے۔'' [تفسیر خزائن العرفان: پارہ ۱۵، سورہ کہف، آیت ۹]

سورہ اعراف کی آیت '' وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ الاٰیة۔

(اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا عرض کی اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں) [ترجمہ کنزالایمان: پارہ ۹، سورہ اعراف، آیت ۱۴۳]

کے تحت صدرالافاضل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور پر رب سے ہم کلامی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے تفسیر خازن کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"جب موسیٰ علیہ السلام کلام سننے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے طہارت کی اور پاکیزہ لباس پہنا اور روزہ رکھ کر طورِ سینا میں حاضر ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ایک ابر نازِل فرمایا جس نے پہاڑ کو ہر طرف سے بقدر چار فرسنگ کے ڈھک لیا۔ شیاطین اور زمین کے جانور حتیٰ کہ ساتھ رہنے والے فرشتے تک وہاں سے علاحدہ کردیے گئے اور آپ کے لیے آسمان کھول دیا گیا تو آپ نے ملائکہ کو مُلاحظہ فرمایا کہ ہوا میں کھڑے ہیں اور آپ نے عرشِ الٰہی کو صاف دیکھا یہاں تک کہ اَلواح پر قلموں کی آواز سنی اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا۔ آپ نے اس کی بارگاہ میں اپنے معروضات پیش کیے اس نے اپنا کلامِ کریم سُنا کر نوازا۔ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے لیکن جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا وہ انہوں نے کچھ نہ سُنا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو کلامِ ربّانی کی لذّت نے اس کے دیدار کا آرزومند بنایا۔ (خازن وغیرہ)"

[تفسیر خزائن العرفان: پارہ ۹، سورہ اعراف، آیت ۱۴۳]

تفسیر ابوالسعود:۔

تفسیر مذکور کی تالیف ابوالسعود محمد بن محمد بن مصطفی عمادی حنفی نے فرمائی یہ تفسیر صاحب تفسیر کی کنیت سے مشہور ہے۔ اس کا اصل نام "إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم" ہے۔

صاحب تفسیر کی پیدائش ۸۹۳ میں اور وصال جمادی الاولی ۹۸۲ میں ہوا۔ قسطنطنیہ میں حضرت ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف کے قریب مدفون ہیں۔

تفسیر خزائن العرفان میں متعدّد مقامات پر تفسیر مذکور کا حوالہ دیا گیا ہے، چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

سورہ مائدہ کی درج ذیل آیت

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ"

(اے ایمان والو اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اُس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے)

[ترجمہ: کنزالایمان، پارہ ۶، سورہ مائدہ، آیت ۱۱]

کا شان نزول تفسیر ابوالسعود کے حوالے سے بیان فرماتے ہوئے خزائن العرفان میں صدرالافاضل رقم طراز ہیں:

"ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک منزل میں قیام فرمایا، اصحاب جُدا جُدا درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے، سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ایک درخت میں لٹکادی، ایک اعرابی موقع پا کر آیا اور چُھپ کر اس نے تلوار لی اور تلوار کھینچ کر حضور سے کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ حضور نے فرمایا اللہ۔ یہ فرمانا تھا حضرت جبریل نے اس کے ہاتھ سے تلوار گرادی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار لے کر فرمایا کہ تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ کہنے لگا کہ کوئی نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔

(تفسیر ابوالسعود) [تفسیر خزائن العرفان: پارہ۶، سورہ مائدہ، آیت ۱۱]

عیسائیوں کا حضرت عیسٰی کے متعلق عقیدہ الوہیت کو باطل قرار دیتے ہوئے تفسیر مذکور کے حوالے سے سورہ مائدہ کی آیت کریمہ:

قُلۡ اَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمۡلِکُ لَکُمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا، الآیۃ

(تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارے نقصان کا مالک نہ نفع کا)

]ترجمہ کنزالایمان: پارہ۶، سورہ مائدہ، آیت ۷۶[

کے تحت صدرالافاضل اپنی تفسیر خزائن العرفان میں لکھتے ہیں:

یہ ابطالِ شرک کی ایک اور دلیل ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ الٰہ (مستحقِ عبادت) وہی ہو سکتا ہے جو نفع وضرر وغیرہ ہر چیز پر ذاتی قدرت واختیار رکھتا ہو، جو ایسا نہ ہو وہ الٰہ مستحقِ عبادت نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام نفع وضرر کے بالذات مالک نہ تھے، اللہ تعالیٰ کے مالک کرنے سے مالک ہوئے تو ان کی نسبت اُلوہیت کا اعتقاد باطل ہے۔" (تفسیر ابوالسعود) [تفسیر خزائن العرفان: پارہ۶، سورہ مائدہ، آیت ۷۶]

مدارک التنزیل:۔

مدارک التنزیل وحقائق التاویل المعروف بہ تفسیر نسفی، اس تفسیر کے مؤلف ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود حافظ الدین نسفی حنفی ہیں۔

سن ۷۱۰ ہجری شہر بغداد میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی یہ تفسیر کافی اہمیت کی حامل ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ مدارس اسلامیہ کے نصاب میں داخل ہے۔ متوسط اور جامع ہونے کے ساتھ ساتھ مسلک حنفی کی مؤید بھی ہے۔ خزائن العرفان میں بہت سے مقامات پر اس سے استفادہ کیا گیا ہے۔

سورہ بقرہ کی آیت:

وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ اَبٰی وَاسۡتَکۡبَرَ وَکَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ۔

(اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو توسب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے منکر ہوااور غرور کیااور کافر ہوگیا)[ترجمہ کنزالایمان: پارہ۱، سورہ بقرہ، آیت ۳۴]

کے تحت، حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ نے سجدہ کیاوہ سجدہ تحیت تھا یا سجدہ تعظیمی نیز اس سجدہ کا شریعت محمدیہ میں کیا حکم ہے، اس سے متعلق بحث فرماتے ہوئے، مدارک کے حوالے سے خزائن العرفان میں صدرالافاضل تحریر فرماتے ہیں:

"سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک سجدہ عبادت جو بقصد پرستش کیا جاتا ہے دوسرا سجدہ تحیت جس سے مسجود کی تعظیم منظور ہوتی ہے نہ کہ عبادت۔

سجدہ عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے کسی اور کے لیے نہیں ہوسکتا نہ کسی شریعت میں کبھی جائز ہوا۔ یہاں جو مفسرین سجدہ عبادت مراد لیتے وہ فرماتے ہیں کہ سجدہ خاص اللہ تعالیٰ کے لیے تھا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام قبلہ بنائے گئے تھے تو وہ مسجود الیہ تھے نہ کہ مسجود لہ، مگر یہ قول ضعیف ہے کیوں کہ اس سجدہ سے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا فضل و شرف ظاہر فرمانا مقصود تھا اور مسجود الیہ کا ساجد سے افضل ہونا کچھ ضرور نہیں۔ جیسا کہ کعبہ معظمہ حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبلہ و مسجود الیہ ہے باوجودیکہ حضور اس سے افضل ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں سجدہ عبادت نہ تھا سجدہ تحیت تھا۔ اور خاص حضرت آدم علیہ السلام کے لیے تھا زمین پر پیشانی رکھ کر تھا نہ کہ صرف جھکنا یہی قول صحیح ہے اور اسی پر جمہور ہیں۔ سجدہ تحیت پہلی شریعتوں میں جائز تھا ہماری شریعت میں منسوخ کیا گیا۔ اب کسی کے لیے جائز نہیں ہے، کیوں کہ جب حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضور نے فرمایا کہ مخلوق کو نہ چاہیے کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرے۔" (مدارک)[تفسیر خزائن العرفان: پارہ۱، سورہ بقرہ، آیت ۳۴]

سورہ آل عمران کی آیت "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔

(تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو)

[ترجمہ کنزالایمان: پارہ۴، سورہ آل عمران، آیت ۹۲]

کے تحت مدارک کے حوالے سے تفسیر خزائن العرفان میں ہے:

"عمر بن عبدالعزیز شکر کی بوریاں خرید کر صدقہ کرتے تھے ان سے کہا گیا اس کی قیمت ہی کیوں نہیں صدقہ کردیتے فرمایا شکر مجھے محبوب و مرغوب ہے یہ چاہتا ہوں کہ راہِ خدا میں پیاری چیز خرچ کروں۔ (مدارک)"

[تفسیر خزائن العرفان: پارہ۴، سورہ آل عمران، آیت ۹۲]

سورہ مریم کی آیت کریمہ ''فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَیْنِہِمْ۔

(پھر جماعتیں آپس میں مختلف ہوگئیں)[ترجمہ کنزالایمان: پارہ۱۶، سورہ مریم، آیت ۳۷]

کے تحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق مختلف گروہوں کے مختلف نظریات کا ذکر کرتے ہوئے مدارک کے حوالے سے خزائن العرفان میں منقول ہے:

''اور حضرت عیسیٰ کے باب میں نصاریٰ کے کئی فرقے ہوگئے، ایک یعقوبیہ، ایک نسطوریہ، ایک ملکانیہ۔ یعقوبیہ کہتا تھا کہ وہ اللہ ہے، زمین پر اتر آیا تھا، پھر آسمان پر چڑھ گیا۔ نسطوریہ کا قول ہے کہ وہ خدا کا بیٹا ہے، جب تک چاہا اسے زمین پر رکھا پھر اٹھالیا اور تیسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ وہ اللہ کے بندے ہیں، مخلوق ہیں، نبی ہیں، یہ مؤمن تھا۔'' (مدارک)[تفسیر خزائن العرفان: پارہ۱۶، سورہ مریم، آیت ۳۷]

تفسیر روح البیان:۔

روح البیان فی تفسیر القرآن، تفسیر حقی کے نام سے بھی مشہور ہے۔ صاحب تفسیر شیخ اسماعیل حقی بن مصطفی حنفی کی آیدوس میں سن ۱۰۶۳ھ میں پیدائش ہوئی اور ۱۱۳۷ھ مقام بروسہ میں وصال ہوا۔

ہندو پاک میں خاص کر اہل علم حضرات کے درمیان اس تفسیر کو بھی خاصی اہمیت حاصل ہے۔ مقررین حضرات اور اصحاب قلم حضرات بھی اس تفسیر سے خوب خوب استفادہ کرتے ہیں۔ صدرالافاضل نے بھی اپنی تفسیر خزائن العرفان میں بہت سے مقامات پر تفسیر مذکور کو ماخذ بنایا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

خزائن العرفان میں تفسیر روح البیان کے حوالے سے سورہ انبیاء کی آیت:

''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

(اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے)[ترجمہ کنزالایمان: پارہ۱۷، سورہ انبیاء، آیت ۱۰۷]

کی ایمان افروز تفسیر فرماتے ہوئے صدرالافاضل لکھتے ہیں:

''تفسیرِ روح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں اکابر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا، مگر رحمتِ مطلقہ تامّہ کاملہ عامہ شاملہ جامعہ محیطہ بہ جمیع مقیدات رحمتِ غیبیہ و شہادتِ علمیہ و عینیہ و وجودیہ و شہودیہ و سابقہ و لاحقہ و غیر ذلک تمام جہانوں کے لیے، عالَمِ ارواح ہوں یا عالَمِ اجسام، ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول اور جو تمام عالموں کے لیے رحمت ہو لازم ہے کہ وہ تمام جہان سے افضل ہو۔''[تفسیر خزائن العرفان، پارہ۱۷، سورہ انبیاء، آیت ۱۰۷]

سورہ بقرہ کی آیت:۔ ''وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔

(اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہوکر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں)[ترجمہ کنزالایمان: پارہ ۲، سورہ بقرہ، آیت ۲۱۷]

کے تحت ارتداد کے نتائج کا بیان تفسیر روح البیان کے حوالے سے مسطور ہے:

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ ارتداد سے تمام عمل باطل ہوجاتے ہیں۔ آخرت میں تو اس طرح کہ ان پر کوئی اجر و ثواب نہیں اور دنیا میں اس طرح کہ شریعت مرتد کے قتل کا حکم دیتی ہے، اس کی عورت اس پر حلال نہیں رہتی، وہ اپنے اقارب کا ورثہ پانے کا مستحق نہیں رہتا، اس کا مال معصوم نہیں رہتا اس کی مدح و ثنا و امداد جائز نہیں۔"

(تفسیر روح البیان)[تفسیر خزائن العرفان، پارہ ۲، سورہ بقرہ، آیت ۲۱۷]

تفسیر جلالین:۔

تفسیر مذکور مدارس اسلامیہ کے نصاب میں داخل ہے۔ یہ مکمل تفسیر مختصر ہے مگر جامع ہے۔ اس تفسیر کی تکمیل میں دو نامور علما نے حصہ لیا ہے۔ ایک علامہ جلال الدین محمد بن احمد محلی دوسرے جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی، دونوں کا لقب چوں کہ جلال الدین ہے اسی لیے یہ تفسیر جلالین سے موسوم ہے۔

علامہ جلال الدین محلی قاہرہ میں ۷۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۸۶۴ھ میں وفات پائی۔ سورہ کہف سے آخر قرآن تک اور سورہ فاتحہ کی تفسیر فرما پائے کہ وصال ہوگیا۔ بقیہ پاروں کی تفسیر آپ کے شاگرد علامہ جلال الدین سیوطی نے ۸۷۰ھ میں صرف چالیس روز میں مکمل فرمادی۔ علامہ جلال الدین سیوطی کی ولادت قاہرہ میں رجب ۸۴۹ھ میں ہوئی اور جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ مصر میں وفات ہوئی۔ صدرالافاضل نے اس تفسیر سے خوب استفادہ فرمایا ہے تفسیر خزائن العرفان میں جابجا جلالین کے حوالے موجود ہیں۔

سورہ بقرہ کی آیت "وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔

(اور خوشخبری دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں)[ترجمہ کنزالایمان: پارہ ۱، سورہ بقرہ، آیت ۲۵]

کی تفسیر میں ترہیب و ترغیب کا ذکر کرتے ہوئے تفسیر جلالین کے حوالے سے خزائن العرفان میں لکھا ہے:

"سنّتِ الٰہی ہے کہ کتاب میں ترہیب کے ساتھ ترغیب ذکر فرماتا ہے اسی لیے کُفّار اور ان کے اعمال و عذاب کے ذِکر کے بعد مومنین اور ان کے اعمال کا ذکر فرمایا اور انہیں جنّت کی بشارت دی۔ صالحات یعنی نیکیاں وہ عمل ہیں جو شرعاً اچھے ہوں ان میں فرائض و نوافل سب داخل ہیں۔ (جلالین)"

[تفسیر خزائن العرفان: پارہ ۱، سورہ بقرہ، آیت ۲۵]

سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۴۵ کے ایک جز "فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّه۔

(پھر جو دل کی خوشی سے بدلہ کرادے تو وہ اس کا گناہ اتار دے گا)

[ترجمہ کنزالایمان: پارہ٦، سورہ مائدہ، آیت ۴۵]

کے تحت تفسیر جلالین کے حوالے سے خزائن العرفان میں منقول ہے۔

"یعنی جو قاتل یا جنایت کرنے والا اپنے جُرم پر نادم ہو کر وبالِ معصیّت سے بچنے کے لیے بخوشی اپنے اوپر حکمِ شرعی جاری کرائے تو قصاص اس کے جُرم کا کفّارہ ہو جائے گا اور آخرت میں اس پر عذاب نہ ہو گا۔"

(جلالین)[تفسیر خزائن العرفان: پارہ٦، سورہ مائدہ، آیت ۴۵]

سورہ مائدہ کی آیت:

"فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ۔

(تو اللہ نے ایک کوّا بھیجا زمین کرید تا کہ اسے دکھائے کیوں کر اپنے بھائی کی لاش چھپائے)

[ترجمہ کنزالایمان: پارہ٦، سورہ مائدہ، آیت ۳۱]

کے تحت تفسیر جلالین کے حوالے سے لکھا ہے۔

"مروی ہے کہ دو کوّے آپس میں لڑے ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر زندہ کوّے نے اپنی مِنقار (چونچ) اور پنجوں سے زمین کُرید کر گڈھا کیا، اس میں مرے ہوئے کوّے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا، یہ دیکھ کر قابیل کو معلوم ہوا کہ مُردے کی لاش کو دفن کرنا چاہیے چناں چہ اس نے زمین کھود کر دفن کر دیا۔ (جلالین)"

[تفسیر خزائن العرفان: پارہ٦، سورہ مائدہ، آیت ۳۱]

تفسیر کبیر:۔

اس تفسیر کا اصل نام مفاتیح الغیب ہے لیکن عوام و خواص میں تفسیر کبیر اور تفسیر رازی سے مشہور ہے۔ یہ تفاسیر کی کتب مبسوطہ میں شمار کی جاتی ہے۔ اہل علم سے اس تفسیر کی اہمیت وافادیت پوشیدہ نہیں۔

صاحب تفسیر ابو عبداللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین الملقب بفخر الدین الرازی، مقام ری میں رمضان مبارک سن ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اور عید الفطر کے دن ہجری ٦۰٦ میں وفات ہوئی۔

صدر الافاضل نے اپنی تفسیر خزائن العرفان میں تفسیر مذکور سے بھی خوب استفادہ کیا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں پیش ہیں۔

سورہ اعراف کی درج ذیل آیت:

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۚۛ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۚۛ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔

(تم فرماؤمیں اپنی جان کے بھلے بُرے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کرلی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی۔ میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں) [ترجمہ کنزالایمان: پارہ۹، سورہ اعراف، آیت ۱۸۸]

سے وہابیہ علم غیب اور اختیارات مصطفی کی نفی کرتے ہیں۔ حالاں کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول ان کے اس عقیدہ کی مکمل تردید اور اختیار و علم غیب نبوی کا پختہ ثبوت پیش کر رہا ہے۔ صدر الافاضل نے اس آیت کریمہ کے شان نزول کو تفسیر کبیر کے حوالے سے خزائن العرفان میں بیان کیا ملاحظہ فرمائیں۔

"شان نزول:۔ غزوہ بنی مُصطلق سے واپسی کے وقت راہ میں تیز ہوا چلی چوپائے بھاگے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ مدینہ طیبہ میں رفاعہ کا انتقال ہو گیا اور یہ بھی فرمایا کہ دیکھو میرا ناقہ کہاں ہے؟ عبد اللہ بن اُبَیّ منافِق اپنی قوم سے کہنے لگا ان کا کیسا عجیب حال ہے کہ مدینہ میں مرنے والے کی تو خبر دے رہے ہیں اور اپنا ناقہ معلوم ہی نہیں کہ کہاں ہے۔

سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس کا یہ قول بھی مخفی نہ رہا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا منافِق لوگ ایسا ایسا کہتے ہیں اور میرا ناقہ اس گھاٹی میں ہے اس کی نکیل ایک درخت میں اُلجھ گئی ہے چناں چہ جیسا فرمایا تھا اسی شان سے وہ ناقہ پایا گیا اس پر یہ آیتِ کریمہ نازِل ہوئی۔ (تفسیر کبیر)"

[تفسیر خزائن العرفان: پارہ۹، سورہ اعراف، آیت ۱۸۸]

سورہ ص کی آیت:

"فَقَالَ اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔

(تو سلیمان نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبّت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لیے پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہ سے پردے میں چُھپ گئے) [ترجمہ کنزالایمان: پارہ ۲۳، سورہ ص، آیت ۳۸]

کے تحت حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑوں پر ہاتھ پھیرنے کے وجوہات بیان کرتے ہوئے، صدر الافاضل خزائن العرفان میں تفسیر مذکور کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اور اس ہاتھ پھیرنے کے چند باعث تھے ایک تو گھوڑوں کی عزّت و شرف کا اظہار کہ وہ دشمن کے مقابلے میں بہتر مُعین ہیں۔ دوسرے امورِ سلطنت کی خود نگرانی فرمانا کہ تمام عُمّال مستعِد رہیں۔ سوم یہ کہ آپ گھوڑوں کے احوال اور ان کے امراض و عیوب کے اعلیٰ ماہر تھے ان پر ہاتھ پھیر کر ان کی حالت کا امتحان فرماتے تھے۔ بعض مفسّرین نے ان آیات کی تفسیر میں بہت سے واہی اقوال لکھ دیے ہیں جن کی صحت پر کوئی دلیل نہیں اور وہ محض حکایات ہیں جو دلائلِ قویّہ کے سامنے کسی طرح قابلِ قبول نہیں اور یہ تفسیر جو ذکر کی گئی یہ عبارتِ قرآن

سے بالکل مطابق ہے وللہ الحمد۔ (تفسیر کبیر)" [تفسیر خزائن العرفان: پارہ ۲۳، سورہ ص، آیت ۳۸]

تفسیر بیضاوی:۔

یہ تفسیر بھی مدارس اسلامیہ میں شامل نصاب ہے۔ اکثر مدارس میں خاص کر جامعہ نعیمیہ میں تفسیر بیضاوی کا معتدبہ حصہ پڑھایا جاتا ہے۔ اس تفسیر کے ادق مباحث سے لطف اندوزی کا جنھیں شرف حاصل ہوا ہے وہ اس کی اہمیت سے خوب واقف ہوں گے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس تفسیر پر بہت سے نامور علما نے حاشیہ نگاری کا کام کیا ہے۔

اس تفسیر کا اصل نام "أنوار التنزیل وأسرار التأویل" ہے۔ تفسیر مذکور کے مؤلف ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر بیضاوی ہیں۔ ساتویں صدی ہجری میں ایرانی شہر شیراز کے قریب بیضا بستی میں پیدائش ہوئی، اور تبریز نامی بستی میں سن ۶۹۱ ھ میں وصال ہوا۔

صدر الافاضل نے اپنی تفسیر خزائن العرفان میں اس تفسیر سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں پیش ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

سورہ ابراہیم کی آیت "سَرَابِیۡلُهُمۡ مِّنۡ قَطِرَانٍ۔

(ان کے کُرتے رال کے ہوں گے) [ترجمہ کنز الایمان: پارہ ۱۳، سورہ ابراہیم، آیت ۵]

کے تحت خزائن العرفان میں تفسیر بیضاوی کے حوالے سے ہے:

"تفسیرِ بیضاوی میں ہے کہ ان کے بدنوں پر رال لیپ دی جائے گی وہ مثل کُرتے کے ہو جائے گی، اس کی سوزش اور اس کے رنگ کی وحشت و بدبو سے تکلیف پائیں گے۔"

[تفسیر خزائن العرفان: پارہ ۱۳، سورہ ابراہیم، آیت ۵]

سورہ طٰہٰ کی آیت "وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ یَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفٰی۔

(اور اگر تو بات پکار کر کہے تو وہ تو بھید کو جانتا ہے اور اسے جو اس سے بھی زیادہ چھپا ہے)

[ترجمہ کنز الایمان: پارہ ۱۶، سورہ طہ، آیت ۷]

میں قول کی تشریح کرتے ہوئے تفسیر بیضاوی کے حوالے سے صدر الافاضل خزائن العرفان میں لکھتے ہیں:

"تفسیرِ بیضاوی میں قول سے ذکرِ الٰہی اور دعا مراد لی ہے اور فرمایا ہے کہ اس آیت میں اس پر تنبیہہ کی گئی ہے کہ ذکر و دعا میں جہر اللہ تعالی کو سنانے کے لیے نہیں ہے بلکہ ذکر کو نفس میں راسخ کرنے اور نفس کو غیر کے ساتھ مشغولی سے روکنے اور باز رکھنے کے لیے ہے۔"

[تفسیر خزائن العرفان: پارہ ۱۶، سورہ طہ، آیت ۷]

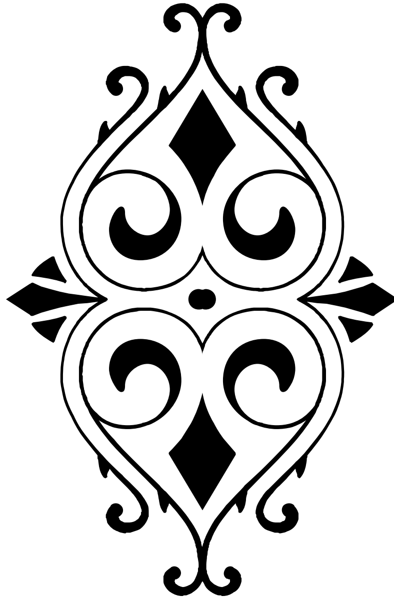
تفسیر خزائن العرفان میں اور بہت سے قدیم تفسیری ماخذ موجود ہیں مگر ہم مشتے نمونہ از خروارے انہیں چند ماخذ پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور بس اپنی بات اس ایک جملہ پر ختم کرتے ہیں۔

اردو دنیا میں جس طرح قرآن کریم کے بہت سے اردو تراجم موجود ہونے کے باوجود ترجمہ کنزالایمان سب سے زیادہ مقبول ہے۔ اسی طرح ترجمہ کنزالایمان کی تفسیر خزائن العرفان نے اردو تفاسیر میں ممتاز و نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ اردو دنیا میں نہ دوسرا کنزالایمان ہے اور نہ خزائن العرفان۔

اللہ رب العزت ہمیں ترجمہ کنزالایمان اور تفسیر خزائن العرفان کے فیوض و برکات سے فیض یاب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰت والتسلیم۔

[صدرالافاضل سیمینار جامعہ نعیمیہ مرادآباد، ۲۰۱۳ء۔ سالنامہ یادرگار رضا ممبئی ۲۰۱۶ء]



مرکزاہلِ سنت (بریلی شریف) کی صحافتی خدمات

عموماً سنی ہوئی بات گوشہ ذہن سے نکل جاتی ہے البتہ لکھی ہوئی بات آدمی جلدی نہیں بھولتا ہے۔
علاوہ ازیں سنی ہوئی بات میں یک گونہ تردد پایا جاتا ہے آدمی جلدی اس پر اعتبار نہیں کرتا۔ البتہ لکھی ہوئی بات کو ذہن بہت جلد قبول کرلیتا ہے۔ یہی وجہ ہے بولنے والے خطیب کو لوگ زیادہ سے زیادہ ایک صدی تک یاد رکھ پاتے ہیں لیکن لکھنے والے قلم کار کو اس کی قلمی خدمات کو صدیوں تک نسلیں یاد رکھتی ہیں۔ اور شاید اسی لیے مذہب و مسلک کی ترویج واشاعت کا ایک اہم اور بااثرپائیدار شعبہ صحافت مانا جاتا ہے۔ صحافت خود بہت سے شعبوں میں منقسم ہے۔ اخبارات وجرائد صحافت کے اہم کردار ہیں۔ ہمیں یہاں صحافت کے عنوان پر نہیں لکھنا ہے اہل علم صحافت کے خدوخال سے بخوبی واقف ہیں۔ ہمیں اپنے عنوان کے مطابق بریلی شریف جو اہل سنت وجماعت کا مرکز ہے، اس کی صحافتی خدمات کے حوالے سے اپنا مطالعہ پیش کرنا ہے۔

ہندوستان کے سنی اداروں نے کافی کچھ صحافتی خدمات انجام دی ہیں، جس سے کسی صاحب علم وخرد کو انکار نہیں ہے، مگر مرکز اہل سنت بریلی شریف کو ان میں نمایاں حیثیت حاصل ہے، اس سے بھی کسی صاحب علم وحلم اور غیر متعصب کو اختلاف نہیں ہوگا۔

بریلی شریف سے جہاں علمی وروحانی خدمات انجام دی گئیں وہیں تبلیغی خدمات بھی۔ بریلی شریف سے مذہبی، مسلکی، مشربی، روحانی، تبلیغی، صحافتی، قومی، ملی، سماجی، سیاسی، معاشرتی، اقتصادی، ہر جہت پر کام ہوا ہے۔ ہمیں یہاں بریلی شریف کی صحافتی خدمات کا جائزہ لینا ہے اور اس حوالے سے اپنا مطالعہ سپرد قرطاس کرنا ہے۔
بریلی شریف سے خانوادہ اعلیٰ حضرت کے زیر اہتمام وزیر سرپرستی ونگرانی نکلنے والے رسائل پر ہم اپنا مطالعہ سپرد قرطاس کرتے ہیں۔

ماہنامہ الرضا:۔

محرم ۱۳۳۸ھ میں خانقاہ رضویہ سے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی سرپرستی میں ماہنامہ الرضا جاری ہوا۔ جس کے مدیر امام اہل سنت کے لائق وفائق بھتیجے یعنی اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں قدس سرہ کے ہونہار صاحب زادے حضرت علامہ حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ ہوئے۔ مطبع اہل سنت بریلی شریف سے صدر الشریعہ علامہ حکیم امجد علی علیہ الرحمہ کے زیر اہتمام ہر ماہ بلاتعیین تاریخ طبع ہو کر شائع ہوتا تھا۔ ہیڈ کوارٹر محلہ سوداگران بریلی شریف تھا۔

رسالہ کے مشمولات علمی، تحقیقی، تاریخی ہر اعتبار سے خوب سے خوب تر ہوتے تھے۔

رسالہ میں عقائد و نظریات، تاریخ و سیر، فضائل و مناقب اور فقہیات پر مشتمل مضامین اور منظومات کے علاوہ خصوصاً امام اہل سنت کے فتاوی، رسائل اور ملفوظات شامل رسالہ ہوتے تھے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت، تاج العلما، استاذ زمن، مفتی اعظم ہند، صدر الافاضل، صدر الشریعہ، ملک العلما، برہان ملت، علامہ حسنین رضا خاں اور دیگر اکابر علما و مشائخ کی مقدس تحریریں رسالہ کی زینت ہوتی تھیں۔

رسالہ کی تاریخ اجرا پر مشتمل پندرہ (۱۵) عربی اشعار کا ایک تاریخی منظوم کلام جو مولانا محمد عبد اللہ سرندپی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا، جسے الرضا کے دوسرے شمارے یعنی صفر المظفر ۱۳۳۸ھ میں شامل اشاعت کیا گیا۔ یہاں اس تاریخی کلام کا پیش کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ ارباب ذوق کے لیے پیش ہے ملاحظہ ہو:

وَجَعَلَهُ رَبِّیْ رَضِیًّا

۱۳۳۸ھ

اَبَدْرٌ بَدَا فِیْ اَرْضِنَا وَهِیَ ظَلْمَاءُ ۔۔۔ اَمِ اطَّلَعَتْ مِنْ جَنَّةِ الْخُلْدِ حَوْرَاءُ

اَمِ انْصَبَّ فِیْهَا اَبْحُرُ النُّوْرِ مِثْلِ مَا ۔۔۔ یَصُوْبُ مِنَ السُّحْبِ الْمُكَلَّلَةِ الْمَاءُ

اَمِ انْشَقَّ اَطْبَاقُ السَّمٰوَاتِ فَانْجَلَّتْ ۔۔۔ جِنَانٌ فَضَاءَتْ مِنْ لَدُنْهُنَّ اَضْوَاءُ

بَلٰی طَلَعَتْ شَمْسُ الرَّضَا مُسْتَنِیْرَةً ۔۔۔ فَضَاءَتْ ضَوَاحِیْ اَرْضِنَا وَهِیَ خَضْرَاءُ

سَلَامٌ عَلَیْكَ سَرْمَدًا اَیُّهَا الرَّضَا ۔۔۔ سَلَامٌ عَلَیْكَ دَائِمًا وَهُنَاءُ

هَنِیْئًا هَنِیْئًا مَرْحَبًا ثُمَّ مَرْحَبًا ۔۔۔ لِحَضْرَتِكَ الْعَلْیَاءِ ذٰلِكَ اِهْدَاءُ

وَاَهْلًا وَ سَهْلًا قَدْ اَتَیْتَ بَشِیْرِنَا ۔۔۔ بِخَیْرٍ وَمَنْ نَالُوْهُ مِنْكَ اَعِزَّاءُ

وَبُشْرٰی فَبُشْرٰی ثُمَّ بُشْرَاكَ اِنَّهُ ۔۔۔ یُحِبُّكَ مَنْ هُمْ لِلرَّشَادِ اَحِبَّاءُ

اَدَامَ مُحَیَّاكَ الْمُضِیْءَ اِلٰهُنَا ۔۔۔ وَاَوْلَی الَّذِیْ(☆) وَالُوْكَ فِی الْخَیْرِ مَاشَاءُوْا

اَرْفِقَتَنَا بُشْرٰی لَكُمْ قَدْ اَتَاكُمْ ۔۔۔ مُنَاكُمْ بِفَضْلِ اللهِ فِیْكُمْ وَنَعْمَاءُ

جَرِیْدَةُ دِیْنٍ كُلُّ حَرْفٍ فَرِیْدَةٍ ۔۔۔ بِعِقْدٍ بِهٖ اِذْ دَانَتْ خَرِیْدَةُ حَسْنَاءُ

وَفِیْهَا بَیَانُ الدِّیْنِ اَوْ فِیْ وَوُضِّحَتْ ۔۔۔ مَسَائِلُهُ مِنْ حَیْثُ یَسْهَلُ الْاِبْدَاءُ

یُسَمَّی الرَّضَا نِعْمَ الرَّضَا لِمُشِیْعِهَا ۔۔۔ مِنَ الْحَسَنَیْنِ الْمُجْتَبَیْنِ رَضَاءُ

عَلَیْكُمْ بِهَا مُذَّكِّرِیْنَ لِتَهْتَدُوْا ۔۔۔ وَنَحْمَدُ مَنْ مِنْهُ الرَّشَادُ وَالْآلَاءُ

وَفِیْ قَوْلِنَا وَجَعَلَهُ رَبِّیْ رَضِیًّا ۔۔۔ نِ الدُّعَاءُ لِمُنْشِیْهَا وَاَرِخْ وَاِیْمَاءُ

(☆)(الذی بمعنی الذین مستعمل ہے۔ منہ)

[ماہنامہ الرضا: صفر ۱۳۳۸ھ ص ۲]

اس تاریخی منظوم کلام کا اردو ترجمہ مدیر کی طرف سے ملاحظہ ہو:

(۱) کیا ہماری سرزمین میں ماہ کامل نکلا دراں حالیکہ وہ تاریک تھی یا بر آمد ہوئیں فردوس بریں سے حوریں۔

(۲) کیا بہے ہیں اسی سرزمین سے سمندر نور کے جیسے ابر محیط سے پانی بہتا ہے۔

(۳) کیا پھٹ گئے طبق آسمانوں کے پس روشن ہوگئیں جنتیں پس چمکے ان جنتوں سے انوار۔

(۴) کیوں نہیں چمکتا ہوا آفتاب 'الرضا' کا طالع ہوا تو روشن ہو گئے ہماری سرسبز و شاداب زمین کے تمام کنارے۔

(۵) تو ہمیشہ سلامت رہے اے الرضا تجھے ہمیشہ سلام و ثنا ہو۔

(۶) پیہم مبارک باد تیری بارگاہ عالی کا نذرانہ ہے۔

(۷) تو اہل وسہل میں آیا ہم کو بشارت دیتا ہوا خیر کی اور جنہوں نے تجھ سے بھلائی پائی وہ عزت والے ہیں۔

(۸) تجھے پے در پے بشارت ہو کہ تجھے وہ ہی پسند کرتا ہے جو راستی کو دوست رکھتا ہے۔

(۹) تیری نورانی ذات کو خداوند عالم ہمیشہ قائم رکھے اور تیرے چاہنے والوں کو وہ خیر عطا کرے جس کی وہ خواہش کریں۔

(۱۰) اے رفیقو! تمہیں خوشخبری کہ خدا کے فضل سے تمہاری امید بر آئی اور نعمتیں ملیں۔

(۱۱) یہ وہ دینی رسالہ ہے جس کا ہر حرف در یکتا ہے ایسی لڑی میں ہے جس سے پردہ نشین حسینہ کا سنگار کیا گیا۔

(۱۲) اس میں پورا پورا دین مبین کا بیان ہے۔ اور کھول دیے گئے ہیں مسائل دین کے اس طور پر کہ ان کا ظہور آسان ہو گیا۔

(۱۳) اس دینی رسالہ کا الرضا نام رکھا گیا ہے اور الرضا کیا ہی اچھا ہے اس کے شائع کرنے والے کے لیے دونوں برگزیدہ حضرات حسنین سے رضا ہے۔

(۱۴) تم پر اس کا یاد کرنا لازم تا کہ راہ پاؤ اور ہم اس ذات کی حمد و ثنا کرتے ہیں جس کی طرف سے راستی اور نعمتیں ہیں۔

(۱۵) اور ہمارے قول "واجعلہ ربی رضیا" میں اس کے لیے دعا ہے اور تاریخ اور اس کے نام کی طرف اشارہ ہے۔

(خاکسار مدیر)

[ماہنامہ الرضا: صفر ۱۳۳۸ھ ص ۳]

رسالہ کے سرورق پر رسالہ کے نام کے ساتھ درج ذیل تحریر بھی ہوتی تھی ملاحظہ ہو:

''شریعت نبوی کا حامی، طریقت مصطفوی کا مددگار، اخلاق محمد سکھانے والا، کفر و شرک سے بچانے والا، اصول معاشرت بتانے والا، اسلام کا سچا ہمدرد، مسلمانوں کا بہترین رہنما، تمدنی، اخلاقی، تاریخی مضامین کا دلکش مجموعہ جو بلا تعین تاریخ و وقت اپنے دارالاشاعت بریلی محلہ سوداگران سے بادارت خادم الطلبا محمد حسنین رضاخان شائع ہوتا ہے۔ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں باہتمام مولوی امجد علی صاحب چھپا۔''

[ماہنامہ الرضا بریلی شریف: محرم الحرام ۱۳۳۸ھ سرورق]

رسالہ کا مقصد مدیر کی طرف سے پشت رسالہ پر ''الرضا کی دلی تمنا'' کے عنوان سے شائع ہوتا تھا ملاحظہ ہو:

''الرضا کی دلی تمنا یہ ہے کہ مسلمان سچے مسلمان بنیں۔ ان کے اقوال ان کے افعال قرآن عظیم اور حدیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے موافق ہوں۔ خداوند عالم کا خوف اور اس کے حبیب لبیب کی سچی محبت ان کے دلوں میں پیدا ہو۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے صحیح واقعات ان پر پیش کیے جائیں تاکہ وہ اس مقدس ذات کی معاشرت و اپنار ہنما بنائیں۔ اولیاے کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کے نصائح اور وصایا انہیں یاد دلاے جائیں تاکہ یہ ان کی انمول نصیحتوں اور اعلیٰ ترین وصیتوں کو اپنا دستور العمل ٹھہرائیں۔ علم دین کے برکات اور علماے امت کے کارناموں پر انہیں مطلع کیا جائے تاکہ یہ ان کو پتہ چلے کہ اسلاف کرام نے اکتساب علوم و معارف میں کیسی کچھ جدوجہد کی ہے۔ امام غزالی اور امام رازی جیسے ہمدان عالم اور مصر و شام جیسی عظیم الشان درس گاہیں دنیا آج تک پیش نہ کر سکی۔ اسلاف کرام کا عروج اور ان کی شان و شوکت نہیں دکھائی جائے تاکہ وہ موجودہ تنزل کی پگڈنڈی کو چھوڑ کر ترقی کی شاہراہ پر پڑ جائیں۔

اسلام کی اخلاقی تعلیم سے ان کے کان آشنا کیے جائیں تاکہ کبر و نخوت ان کے دماغ میں نہ رہے۔ نفاق سے ان کا سینہ صاف ہوجائے بغض و حسد ان تک راہ نہ پائے۔ ریا کے پاس نہ پھٹکیں۔ اتحاد و خلوص ہمدردی اور صلہ رحم ان میں پیدا ہو۔ اسلامی اخوت کے قابل قدر رشتہ کو مضبوط کریں۔ دین کو دنیا پر قربان نہ کریں۔ بلکہ دین ہی کے مبارک سایہ میں دنیاوی ترقیاں حاصل کریں۔ اپنے ہر کام میں افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال پر آجائیں۔ زمانہ کی ان بیجا رسموں سے (جو قانون شریعت کے بالکل خلاف ہیں) پرہیز کریں۔ چوں کہ دنیا میں قدم رکھنے کے بعد ہر مسلمان کا پہلا فرض یہ ہے کہ اپنے عقائد و اعمال عادات و معاملات کو جادہ اعتدال پر لے آئے۔ لہٰذا پرچہ کی ترتیب میں بھی اس امر کو پیش نظر رکھا گیا ہے یعنی ابتدائی صفحات میں دین مبین کی سچی تعلیم اور پھر مخالفین کے بے جا حملوں کے جوابات دیے جائیں تاکہ مخالفین کے ان بے سود حملوں سے بھولے بھالے مسلمانوں کے عقائد میں کسی طرح کا تزلزل نہ واقع ہو۔ اس کے بعد علمی مباحث اور تاریخی حالات بھی زیب

وزینت صفحات بنتے رہیں گے۔(خاکسار مدیر)"

ضلع مجسٹریٹ کی طرف سے پرمیشن نہ ملنے کے سبب رسالہ تاریخ کے تعین کے بغیر ہی چھپتا تھا۔جس کی لوگوں کی شکایت تھی۔مدیر رسالہ قارئین کی شکایات کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

معذرت: بعض احباب کو یہ شکایت ہے کہ پرچہ بقید تعین کیوں نہیں چھپتا۔ان سے مؤدبانہ التماس ہے کہ جو پرچے بقید تعین چھاپے جاتے ہیں ان کے لیے مجسٹریٹ ضلع کی اجازت درکار ہوتی ہے۔چناں چہ الرضا کے متعلق بھی درخواست گزاری جاچکی ہے۔اجازت ملنے پر ان شاء اللہ العزیز آپ کے حسب منشا پرچہ کی اشاعت ہوگی۔"[ماہنامہ الرضا: صفر ۱۳۳۸ھ ص ۱۰]

البتہ تیسرے ماہ کے پرچے میں مدیر موصوف نے رسالہ کو مقررہ وقت پر نکالنے کے لیے ضلع مجسٹریٹ کی طرف سے قانونی طور پر اجازت ملنے کی خبر دیتے ہوئے لکھا ہے:

مژدہ: خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ پرچے کو مجسٹریٹ ضلع نے موقت الشیوع ہونے کی اجازت دے دی ہے۔اس مرتبہ اس میں زیادہ انہماک رہا تاخیر معاف فرمائی جائے۔آئندہ سے ان شاء اللہ کسی خاص وقت کی پابندی کی جائے گی۔والسلام۔خاکسار مدیر"[ماہنامہ الرضا: ربیع الاول، ۱۳۳۸ھ ص ۲]

رسالہ کی قیمت تین آنے علاوہ محصول ڈاک رکھی گئی تھی۔سالانہ دو روپے مع محصول ڈاک، ششماہی سوا روپیہ، سہ ماہی دس آنہ تھی۔رسالہ عموماً بتیس صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔بضرورت صفحات کا اضافہ بھی ہوجاتا تھا۔رسالہ کی اشاعت میں اکثر کچھ ناکچھ تاخیر ہوجاتی تھی جس کے کئی اسباب تھے ان میں سے ایک اہم سبب طباعت تھا مگر سال مکمل ہونے تک رسالہ کی طباعت کی غرض سے "حسنی" مطبع قائم بھی ہوگیا جس سے رسالہ کی بہت سی دقتیں ختم ہوگئیں۔البتہ کاغذ کی کمی سے رسالہ دو رنگ کے کاغذ میں چھپتا تھا۔اس کی تفصیل مدیر موصوف نے یوں تحریر فرمائی ہے ملاحظہ کریں:

"ناظرین کرام! آپ کا الرضا دس ماہ کا ہو کر خدا کے فضل و کرم سے گیارہویں مہینے میں قدم رکھتا ہے مگر گلزار مصطفوی کے اس نوخیز پودے کو اس نوعمری میں متعدّد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔پہلے پرچہ کی اجازت کی دشواریاں، پھر لکھائی چھپائی کے دقتیں اس کے بعد سفید کاغذ کی کمیابی وغیرہ وغیرہ ایسے امور تھے کہ جنہوں نے اس وقت تک پرچے کو بہت سی خوبیوں سے محروم رکھا۔خدا نے فضل کیا کہ لکھائی چھپائی کی طرف سے بحمد اللہ قدرے اطمینان ہوگیا ہے وہ یوں کہ مطبع حسنی محض الرضا کی طبع کی غرض سے قائم کرلیا گیا ہے۔اب پرچہ ان شاء اللہ العزیز اپنے مجوزہ وقت پر حاضر ہوا کرے گا۔اس وقت تک جس قدر خلاف وقت اشاعت ہوئی وہ محض انہیں دشواریوں کے سبب سے تھی اب صرف کاغذ کی کم یابی محسوس ہورہی ہے جس کی فکر میں ہوں۔کاغذ کی کمیابی

کا یہ عالم ہے کہ ایک پرچے کے لیے اچھا سفید کاغذ اتنا نہیں ملتا کہ پورے پرچے کی ضروریات کو کفایت کرے۔اسی معذوری کے سبب سے ہر پرچے میں دور نگار کاغذ لگانا پڑتا ہے اس کی تصدیق آپ کو ان موجودہ نمبروں سے بھی ہوگی۔"[ماہنامہ الرضا:شوال المکرم،۱۳۳۸ھ ص۸]

رسالہ کے ایک سال مکمل ہونے پر مدیر رسالہ نے پرچے کی قیمت میں اضافہ کردیا اور فی پرچہ ساڑھے چار آنہ علاوہ محصول ڈاک اور سالانہ دو روپے کے بجاے تین روپے تین آنہ، مع محصول ڈاک، مقرر کردیا۔اور اس کی اصل وجہ کاغذ کی گرانی اور کتابت و مطبع کا خرچ زائد ہوجاناتھا۔مدیر موصوف نے رسالہ کی اشاعت جن جذبات کے زیر اثر اور جن مقاصد کے تحت کی تھی یہ گرانی و مہنگائی اس کے مانع تھی۔اس دکھ درد اور تکلیف کی تفصیل مدیر موصوف نے کچھ اس طرح سپرد قرطاس کی ہے ملاحظہ ہو:

"معززناظرین!

آج آپ کے پرچے کو جاری ہوئے پورا ایک سال ہوا۔میں نے اسے مذہب حق کی اشاعت اور دین متین کی حمایت کی نیت سے جاری کیا ہے۔میرا اس سے شہرت طلبی یا فقط کسب معاش کا ہر گز ارادہ تھا اور نہ ہے۔مگر اس کے اجرا کے لیے ابتداءً ایک کافی رقم درکار تھی، جبھی اس کا تخمینہ کیا گیا تھا جو تخمینہ اس کی یک سالہ ضرورتوں کو کافی سمجھا گیا تھا اسی کی مناسبت سے اس کی سالانہ قیمت رکھی گئی تھی۔کاغذ کے نرخ کی نسبت میں صحیح راے قائم نہیں کرسکتا کیوں کہ بڑھیا جو کاغذ اس وقت سات روپیہ رم پر بکثرت مل رہا تھا کچھ روز بعد اس کی قیمت میں اضافہ ہونا شروع ہوا اور سات روپیہ سے چل کر آج تیرہ روپیہ بارہ آنے تک اس کی قیمت پہنچ چکی ہے۔اور ملتا اس پر بھی نہیں۔رہی لکھائی چھپائی وہ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ تک ابتدائی نرخ پر رہی مگر شوال ۱۳۳۸ھ میں کاتبوں نے ہڑتال شروع کی اور اس کے دوسرے یا تیسرے جلسے میں ایک نرخ نامہ شائع کردیا، جو سابقہ نرخ سے پورا دونا تھا۔ان کی دیکھا دیکھی پریس مینوں نے پیر پھیلائے اور گزشتہ جات کو ڈیوڑھا کرا چھوڑا۔

غرض کہ رسالہ کے لیے جتنے ضروری سامان تھے سال گزشتہ کی پچھلی ششماہی ہی میں یکے بعد دیگرے سب گراں ہوگئے۔چوں کہ وہ درمیان سال تھا مجھے آپ صاحبان سے گزارش کرنے کا موقع نہ تھا۔خصوصًا جب کہ میں سالانہ قیمت آپ سے پہلے ہی وصول کرچکا تھا۔اب یہ ابتداے سال ہے آپ کا پرچہ پورے ایک سال کا ہوکر دوسرے سال میں قدم رکھتا ہے، آپ کے پچھلے حقوق سے سبک دوش ہوچکا ہے۔اب اس کو اپنی سالانہ بقا کے لیے آپ کی گاڑھی کمائی کے کچھ سہام پھر درکار ہیں۔مگر وہ نہ صرف اس قدر کافی ہوں گے جو سال گزشتہ میں لیے تھے بلکہ اب بجاے دو روپیہ سالانہ کے تین روپے سالانہ علاوہ ایک آنہ فیس منی آرڈر اور دو آنے فیس رجسٹری کے (یکم ستمبر ۱۹۲۰ء سے گورنمنٹ نے بلا رجسٹری شدہ وی وی پی لینا چھوڑ دیا ہے لہٰذا ہر وی پی

پر محکمہ ڈاک کی طرف سے دوآنے اوراضافہ ہوگئے جوآپ ہی کے ذمہ رہیں گے۔)اس طرح آپ کوپرچہ کی ایک سال کی خریداری میں اپنی جیب خاص سے تین روپے تین آنے صرف کرناہوں گے۔

اوراگرآپ کی خریداری کاآغازاسی ۱۳۳۹ھ سے ہے توآپ کوتین جزفوز مبین کے خریدناہوں گے جن کی قیمت صرف دوآنہ وصول کی جائے گی۔ورنہ بغیراس کے آپ کی کتاب نامکمل رہے گی۔سال گزشتہ میں الرضاناوقت پہنچنے سے جوکچھ آپ کوانتظارکی تکلیف گواراکرناپڑی اس کی وجوہ اگرآپ سنیں گے توآپ نے جواس تکلیف سے اثرلیاہے وہ ان شاء العزیزیقیناًزائل ہوجائے گا۔ابتداءً رسالہ غیرموقت الشیوع بلااجازت گورنمنٹ چھپناشروع ہوا۔کئی مہینے کی مسلسل کوششوں کے بعد موقت الشیوع کرنے کی اجازت ملی اس کے بعد شہرمیں اسکیم اصطلاحات کاکام شروع ہوگیاجس کی صرف بریلی کے کاتبوں میں سات سوکاپیاں تقسیم کی گئیں ۔اس وقت کتابت کی جن دشواریوں سے مجھے سابقہ پڑااس کالطف کچھ میں ہی جانتاہوں۔ساتھ ہی ساتھ اسی کام میں پریسوں کی مصروفیت سونے پرسہاگاتھی،ان وجوہ نے مجھے اس پرمجبورکردیاکہ پرچے کی غرض ایک پریس کی اپنے نام سے اجازت لوں۔ بنابریں میں نے خداکانام لے کے ایک درخواست دے دی اورکچھ دوڑدھوپ کے بعداس کی بھی اجازت مل گئی۔

میں بہت پہلے سے جانتاتھاکہ پریس کاکام ایک بڑی دردسری ہے۔ مگرمیں نے پرچے کی ضرورتوں کے لحاظ سے اسے بھی برداشت کرلیا۔درس تدریس کامجھے ایک زمانہ سے شوق ہے مجھے اپنے اس شوق میں اپنے قدیمی محسن مدرسہ اہل سنت سے بڑی مدد ملتی رہتی ہے اس متبرک دارالعلوم نے اپنی ضرورت سے پچھلے دنوں مجھے دودرجے کامدرس کردیاتھا،جس سے بظاہربار بڑھناسمجھاجاتاہے،مگرحقیقتاًمیرے شوق کی تکمیل ہوتی تھی اب جب میں نے پرچے کے کاموں میں الجھن دیکھی تومیں ایک درجے کے درس سے ابھی اسی ذی الحجہ ۳۸ھ میں دست کش ہوگیا۔میں نے جب محض اس پرچہ کوجاری رکھنے کے لیے اپنے شوق کاخون کیاہے اورپریس کے دردسرکواپنے سرلیاہے توآپ بھی کچھ تکلیف گوارافرمائیں ۔اوراس کی اشاعت میں سرگرمی دکھائیں ۔آپ کایاآپ کے احباب کاجوروپیہ اس پرچہ کی خریداری میں صرف ہواہے یاہوگاوہ نہ صرف اس کی خریداری میں صرف ہواہے یاہوگا،بلکہ وہ دین کی حمایت اورملت بیضاکی اشاعت میں صرف ہواہے اورہوگا،جومسلمانوں کی دولت کابہترین مصرف ہے۔''[ماہنامہ الرضا:ذی الحجہ،۱۳۳۸ھ ص۷،۸]

رسالہ کب تک جاری رہااس کی تفصیل فقیرکونہیں ملی البتہ فقیرکے اندازے کے مطابق لگ بھگ امام اہل سنت کے وصال تک رسالہ جاری رہا۔فقیرکی لائبریری میں محرم ۱۳۳۸ھ سے ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ تک کے شمارے موجودہیں اسی کے مطابق رسالہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔باقی شماروں کی تلاش جاری ہے۔

ماہنامہ قہرالدیان:۔

بیسوی صدی کے اوئل میں قادیانی فتنہ زوروں پر تھا، جس کے سدباب کے لیے ہر طرح کوششیں جاری تھیں انہیں کوششوں میں سے ایک سعی جمیل ماہوار رسالہ ''قہرالدیان علی مرتدبقادیان'' ہے، جو رجب ۱۳۲۳ھ مطابق ستمبر ۱۹۰۵ء کو برادرِ اعلیٰ حضرت استاذ زمن علامہ حسن رضاخاں علیہ الرحمہ کی زیرادارت جاری ہوا۔ تاریخی نام ''قہرالدیان علی مرتدبقادیان'' (۱۳۲۳ھ) رکھا گیا۔

سرورق پر ''لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین'' لکھا ہوا ہے۔ ساتھ ہی ''یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئاًللہ'' مرقوم ہے۔

نیز درج ذیل آیت کریمہ مسطور ہے۔

''ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا اوقال اوحی الی ولم یوحیٰ الیہ شیئ''

رسالہ کے نام کے نیچے درج ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے۔

الحمدللہ، مبارک ماہواری رسالہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالف پر قہر الٰہی ڈھانے والا، عیسیٰ مسیح کلمۃ اللہ کے دشمن پر تیغ عذاب چمکانے والا، جھوٹے مسیح مرزا قادیانی اور اس کے الہام ووحی شیطانی کی بنیاد گرانے والا، محمدی فتح کے پھریرے اڑاتا، اسلامی شان کے نشان چمکاتا۔''

اور پھر ادارت کے تحت استاذ زمن کا اسم گرامی ثبت ہے۔ اور آخر میں مطبع اہل سنت بریلی شریف سے رسالہ کی طباعت واشاعت کا ذکر ہے۔

اس رسالہ کے اجرا کا سبب کیا بنا استاذ زمن کی درج ذیل تحریر سے معلوم کریں:

''اللہ عزوجل اپنے دین کا ناصر، اپنے بندوں کا کفیل، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، رسالہ ماہواری ردّ قادیانی کی ابتدا حکمت الٰہیہ نے اس وقت پر رکھی تھی کہ یہاں دو چار جاہلان محض اس کے مرید ہوآئے، مسلمانوں نے حسب حکم شرع شریف اُن سے میل جول ارتباط اسلام کلام اختلاط یک لخت ترک کر دیا۔ دین میں فساد مسلمانوں میں فتنہ پیدا کرنے والوں نے یہ العذاب الادنی دون العذاب الاکبر چکھا۔

مسلمانوں پر حملے میں اپنی چلتی کوئی کمی نہ کی۔ بس نہ چلا تو متواتر عرضیاں دیں کہ ہمارا پانی بند ہے، ہم پر زندگی تلخ ہے، بیدار مغز حکومت ایسی لغویات کو کب سنتی، ہر بار جواب ملا کہ مذہبی امور میں دست اندازی نہ ہوگی۔ سائلان آپ اپنا انتظام کریں۔ آخر بحکم آں کہ ؏

دست بگیرد سر شمشیر تیز

ایک بے قید پرچے روہیل کھنڈ گزٹ میں اشتہار چھاپا کہ عمائد شہر علمائے طرفین سے مناظرہ کرائیں اور وہ

بھی اس شرط پر کہ دونوں طرف سے وہ خود ہی منتظم رہیں تو ہمیں اطلاع دیں کہ ہم بھی اپنے مرزائی ملانوں کو بلا لیں اور اس میں علماے اہل سنت کی شان میں کوئی دقیقہ بد زبانی واکاذیب بہتانی وکلمات شیطانی کا اٹھا نہ رکھا۔ یہ حرکت نہ فقط ان بے علم، بے فہم مرزائیوں بلکہ بعونہٖ تعالیٰ خود مرزا کے حق میں کالباحث عن حتفہ بظلفہ (اس کی طرح جو اپنی موت اپنے کھر سے کرد یے) سے کم نہ تھی ؎

ست بازو بجہل می فگند
پنجہ با مرد آہنیں چنگال

مگر ازاں جا کہ

عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ۔ ع

خدا شرے بر انگیزد کہ خیر ما دران باشد

یہ ایک غیبی تحریک خیر ہوگئی جس نے اس ارادہ رسالہ کی سلسلہ جنبانی فرمادی۔ اشتہار کا جواب اشتہاروں میں دیا گیا۔ مناظرہ کے لیے ابکار انکار مرزا قادیانی کو پیغام دیا۔ اس کے ہولناک اقوال ادعاے رسالت ونبوت وافضلیت من الانبیاوغیرہا کفر وضلال کا خاکہ اڑایا۔ گالیوں کے جواب میں گالی سے قطعی احتراز کیا۔ صرف اتنا دکھایا کہ تمہاری گالی آج کی نرالی نہیں، قادیانی تو ہمیشہ سے اللہ ورسول وانبیاے سابقین وائمہ دین سب کو گالیاں سناتا رہا ہے۔ ہر عبارت اس کی کتابوں سے بحوالہ صفحہ مذکور ہوئی۔

مضمون کثیر تھا، متعدّد پرچوں میں اشاعت منظور ہوئی۔ ہدایت نوری بجواب اطلاعِ ضروری نام رکھا گیا۔ اس میں دعوتِ مناظرہ، شرائط مناظرہ، طریق مناظرہ، مبادیِ مناظرہ سب کچھ موجود ہے۔ اس مختصر تحریر نے اپنی سلک منیر میں متعدّد سلاسل لیے سلسلہ دشنامہاے قادیانی بر حضرت ربانی ورسولانِ رحمانی ومحبوبان یزدانی، سلسلہ کفریات وضلالاتِ قادیانی، سلسلہ تناقضات وتہافتات قادیانی، سلسلہ دجالی وتلبیساتِ قادیانی، سلسلہ جہالات وبطالات قادیانی، سلسلہ تاصیلاتِ سلسلہ سوالات اور واقعی وقتی ضرورات مختلف مضامین پر کلام کی مقتضی ہوتی ہیں۔ اور اس کے اکثر رسائل الٹ پھر کر انہیں ڈھاک کے تین پات کے حامل؛ لہٰذا ہر رسالے کے جداگانہ رد سے انہیں سلاسل کا انتظام احسن واولیٰ، اب بعونہٖ تعالیٰ سی ہدایت نوری سے ابتداے رسالہ ہے اور مولیٰ تعالیٰ مدد فرمانے والا ہے۔

اس کے بعد وقتاً فوقتاً رسائل ومضامین حسب حاجت اندراج گزیں مناسب کہ جو کلام جس سلسلے کے متعلق آتا جائے بہ شمار سلسلہ اسی کی سلک میں انسلاک پائے، جو نیا کلام ان سلاسل سے جدا شروع ہو اس کے لیے تازہ سلسلہ موضوع ہو۔ اعتراضات کے تازیانے جن کا شمار خدا جانے اول تا آخر ایک سلسلے میں منضود اور ہر

اعتراض حاشیہ پر تازیانہ یا اس کی علامت، ت، لکھ کر جدا معدود مسلمانوں سے توبفضلہٖ تعالیٰ یقینی امید مدد و موافقت ہے۔ مرزائی بھی اگر تعصب چھوڑ کر خوفِ خدا اور روزِ جزا سامنے رکھ کر دیکھیں توبعونہٖ تعالیٰ امید ہدایت ہے۔" [قہر الدیان: ص ۱ تا ۳]

رسالہ کے آخری صفحہ پر قواعد وضوابط بھی بیان کیے گئے جنہیں ہم من وعن یہاں نقل کر دیتے ہیں:

(۱) یہ رسالہ باذنہٖ تعالیٰ ہر قمری مہینے میں ایک بار شائع ہو گا۔

(۲) اس کی امداد کے لیے صرف ایک روپیہ سالانہ پیشگی عام اشخاص سے مطلوب ہے۔ محصولی ڈاک بھی اپنے ہی پاس سے دیا جائے گا، اور دو روپے سال سے اعانت فرمانے والے معاون رسالہ پانچ روپے سالانہ عطا فرمانے والے معاون کبیر دس روپے سال سے کرم فرمانے والے حضرات معاون اکبر لکھے جائیں گے۔

(۳) جو صاحب دس حضرات سے سالانہ اِمداد کی رقم پیشگی بھجوائیں گے وہ خود بلا امداد مالی سال بھر تک رسالہ پائیں گے اور جتنی برس وہ زر امداد آتا رہے گا انہیں بلا شرط امداد ذاتی رسالہ پہنچا کرے گا۔

(۴) فی الحال حجم رسالہ اوراق حول کے علاوہ صفحہ رکھا گیا ہے۔ آئندہ اگر برادرانِ دینی دو چند حجم کر دینے کی خواہش فرمائیں گے ہر قسم امداد میں صرف ایک روپیہ سالانہ کا اضافہ ہو گا۔

(۵) اس رسالہ کا مقصد صرف مرزا و مرزائیان کا رد اور ان کے ان ناجائز حملوں کا دفاع ہو گا، جو انہوں نے عقائد اسلام و انبیاے کرام خصوصًا سیدنا عیسیٰ و حضرت مریم و خود حضور سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام حتی کہ رب العزۃ ذو الجلال والاکرام پر کیے ہیں۔ دوسرے فرقوں کا رد اس کا موضوع نہیں، اس کے لیے بعونہٖ تعالیٰ مبارک رسالہ تحفہ حنفیہ عظیم آباد نیز اہل سنت کی اور کتب کافی و وافی ہیں۔

(۶) یہ رسالہ کہ بطور بیع وشرا شائع ہی نہ ہوا بلکہ اپنے بھائیوں سے محض بہ قصد نصرتِ دین، امدادِ رسالہ واعانت طبع کے لیے وہ رقوم مطلوب ہیں، اور رسالہ بھی اسی نیت اور دین کی حمایت کے لیے انہیں نذر ہے۔ جن صاحبوں کے پاس بلا طلب جائے اوّل پرچہ پر انہیں اطلاع فرما دینی چاہیے کہ امداد منظور ہے یا نہیں، بحالت سکوت قبول امداد متصور ہو گا۔

(۷) اس کا آغاز سال رجب ۱۳۲۳ھ سے ہوا جو حضرات وسط سال میں شرکاے امداد واعانت ہوں گے؛ حتی الامکان شروع سال سے پرچے ان کی خدمت میں حاضر کیے جائیں گے کہ کلام اپنے سلسلے سے انہیں پہنچے۔

(۸) اہل علم جو مضمون عطا فرمائیں گے بحال معمولی امداد رسالہ ضرور ان کے نام سے درج ہوگا اور بلا امداد اندراج کا اختیار رہے گا؛ مگر بہر حال لازم ہوگا کہ مضمون حدود مقصود رسالہ کے اندر اور مخالفت مذہب و شرع سے باہر ہو، یا ہم اجازت دی جائے کہ جو لفظ یا مضمون ہم ایسا پائیں حذف یا تبدیل کر دیں مضمون صاف لکھا ہوا مع نام و نشان صاحب مضمون ہونا ضرور ہے۔

(۹) مضمونِ طویل متفرق پرچوں میں پورا ہوگا۔ اگر کوئی صاحب دفعتاً اس کی اشاعت چاہیں تو رسالے کے معمولی حجم سے جس قدر بڑھے گا اس کی اجرت بحساب فی جز عطا کرنی ہوگی اور جتنا بشرط گنجائش حجم معمولی کے ضمن میں آسکے گا اس کی کچھ اجرت نہیں۔ جس مہینے میں کوئی مضمون آئے اگر اس کے پرچہ میں گنجائش نہ ہو پرچہ آئندہ سے اندراج پائے گا۔

(۱۰) خط کتابت بصیغہ پیڈ اور جواب طلب امر کے لیے ٹکٹ یا کارڈ جوابی ہو۔

اور آخر میں استاد زمن کی طرف سے یہ لکھا گیا ہے:

"تمام مراسلات وارسال زر اس نشان سے ہوں۔

بریلی روہیل کھنڈ مطبع اہل سنت و جماعت بنام فقیر مشتہر۔

المشتہر: محمد حسن رضا خان قادری برکاتی کان اللہ لہ فی الحاضر والآتی - آمین۔"

رسالہ کا فقط پہلا شمارہ ہی دستیاب ہے۔ باقی کی تلاش جاری ہے۔

ہفتہ وار، روز افزوں:۔

بریلی شریف سے ۱۹۰۲ء میں استاد زمن کے زیر نگرانی اور آپ کے تلمیذ رشید سید محمد محمود علی متخلص بہ عاشق بریلوی کے زیر ادارت ایک ہفتہ وار اخبار "روز افزوں" جاری ہوا۔ ماہنامہ بہار بے خزاں میں اخبار کی تفصیل اس طرح درج ہے۔ ملاحظہ ہو:

"اخبار "روز افزوں" نے ملک میں اپنی روز افزوں ترقی ۱۹۰۲ء سے نہایت مستعدی کے ساتھ حمایت مذہب اور پولیٹکل معاملات پر اپنی آزادانہ ظاہر کرکے بڑا نام پیدا کیا ہے۔ ہم اس کی نسبت ناظرین والا تمکین کی خدمت میں ایسا اخبار دیکھنے کا شوق ہے جو سچوں کا دوست، جھوٹوں کا دشمن، قوم کا خیر خواہ، گورنمنٹ کا مشیر، رعایا کے حقوق کا دستگیر ہو تو شہر بریلی کا مشہور اخبار 'روز افزوں' ہفتہ وار دیکھیے جس میں ہر شخص کی طبیعت کا عمدہ سامان موجود ہے۔ اگر آپ کو فاضلانہ مضامین پڑھنے سے شوق ہے تو ایڈیٹوریل مضامین ملاحظہ فرمائیں۔ اور اگر آپ کو علم دین اور مسائل شرعیہ سے دلچسپی ہے تو مذاکرہ علمیہ سے آپ کی پوری تسکین ہو سکتی ہے۔ اگر آپ خبروں کے شائق ہیں تو عطر مجموعہ اور جام جہاں نما کی سیر کیجیے۔ اگر آپ کو شعر و سخن سے دل بستگی ہے تو نامی گرامی

شعرائے زمانہ کا کلام جو نہایت حسن انتظام سے شائع کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیے۔"

[چند شعرائے بریلی: ص۱۴۴، ۱۴۵]

بریلی کے نامور ادیب ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیبؔ، اخبار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اس زمانہ میں یہ اخبار بہت ہی دلچسپ ہوگا۔ کیوں کہ میں ہر شخص کی طبیعت کا عمدہ سامان موجود تھا۔ اس اشتہار سے حسن رضا خاں حسنؔ اور ان کے شاگرد و مہتم اور اڈیٹر محمود علی عاشق کی ذہانت و وسیع النظری کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ گویا وہ صرف شاعر و عالم دین ہی نہ تھے دنیا کا پختہ تجربہ رکھنے والے ایک صحافی بھی تھے۔"

[مرجع سابق: ص۱۴۵]

رسالہ کی بابت یہی تفصیل مل سکی مزید کی تلاش ہے۔

ماہوار، بہارِ بے خزاں:۔

ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ مطابق فروری ۱۹۰۲ء بریلی شریف سے استاذ زمن کی نگرانی میں مدیر اخبار روز افزوں کی ادارت میں جاری ہوا۔ رسالہ کا نام بابائے شعر و سخن داغ دہلوی نے تجویز کیا۔

رسالہ کے سن اجرا کے تعلق سے محترم احمد خاں آثمؔ بریلوی نے درج ذیل تاریخی شعر لکھا ؎

لکھی تاریخ آثمؔ نے یہ اس کی
بہت زیبا بہار بے خزاں ہے

شعر کے دوسرے مصرعہ سے رسالہ کا سال اجرا یعنی ۱۳۲۰ھ برآمد ہوتا ہے۔

بریلی کے نامور ادیب ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیبؔ، اپنی کتاب "چند شعرائے بریلی" میں رسالہ کے سن اجرا اور

مدیر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

بہار بے خزاں کا فروری ۱۹۰۲ء میں اجرا ہوا۔ حضور احمد آثم خاں بریلوی نے تاریخ لکھی تھی ؎

لکھی تاریخ آثمؔ نے یہ اس کی
بہت زیبا بہار بے خزاں ہے

گلدستہ، کا نام مرزا داغ نے عطا فرمایا تھا اور وہ اس کے سرپرست بھی تھے اس کے سرورق پر یہ تحریر موجود ہے "ہم بہت فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمیں گلدستہ کے لیے یہ مبارک نام جہاں استاد ناظم یار جنگ بلبل ہندوستان عالی جناب حضرت نواب مرزا خاں صاحب داغؔ مد ظلہ نے عطا فرمایا تھا۔...... میر محمود علی نام عاشقؔ تخلص تھا۔ بریلی کے باشندے تھے۔ حسنؔ سے تلمذ تھا۔ اور ان کے چہیتے شاگرد تھے۔ ان کے ساتھ حسنؔ

کاسلوک اپنے بیٹوں جیسا تھا۔پیشہ تجارت تھاان کے والدٹوپیوں کی دکان رکھتے تھے۔بہ حیثیت مجموعی مالدار آدمی تھی۔حسن کے مطبع اہل سنت،روزافزوں اور بہار بے خزاں کے متعلق جملہ امور ان سے متعلق تھے،خوش گو شاعر تھے۔ایک شعر بطور نمونہ یہ ہے ؎

مزا جینے کا کچھ مل جائے دل کو عشق مژگاں میں
الٰہی ٹوٹ کر رہ جائیں یہ پھانسیں اگر جاں میں

[مرجع سابق،ص ۱۴۴،۱۴۵]

رسالہ کے تعلق سے مزید تفصیل دستیاب نہیں۔

ماہنامہ،یادگاررضا:۔

ماہوار رسالہ یادگاررضا،ربیع النور ۱۳۴۵ہجری مطابق ستمبر۱۹۲۶ء کو جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف سے حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ کی سرپرستی ،مفسر اعظم علامہ ابراہیم رضاخاں جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے زیراہتمام قاضی احسان الحق نعیمی علیہ الرحمہ کی ادارت میں شروع ہوا۔

رسالہ کے اجرا کی اطلاع دیتے ہوئے اخبارالفقیہ لکھتا ہے:

’’اہل سنت کا مذہبی اخلاقی معاشرتی تمدنی تاریخی ماہوار یادگاررضا رسالہ ہر قمری ماہ کی پہلی تاریخ کو ماہ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ سے جاری ہوکر دفتر جماعت رضائے مصطفیٰ سے زیرادارت جناب مولانا قاضی احسان الحق صاحب نعیمی معتمد عمومی جماعت مبارکہ شائع ہوگا۔حجم دوجز تقطیع ،۲۶ + ۲۰۔چندہ سالانہ مع محصول ڈاک چار روپے۔ممبران جماعت سے خاص رعایت۔جملہ درخواستیں بنام ناظم جماعت مبارکہ آنی چاہیے۔‘‘

[اخبارالفقیہ:۲۸؍اگست ۱۹۲۶ء ص ۱۱]

تین ماہ تک رسالہ قاضی احسان الحق نعیمی کے زیرادارت نکلا۔اور پھر جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ سے مولانا ابو المعانی محمد ابرار حسن صدیقی تلہری اس کے مدیر ہوگئے۔اور مولانا ابوالفرح محمد علی حامدی رسالہ کے نائب مدیر مقرر ہوئے۔مدیر رسالہ مولانا ابوالمعانی نے جب ادارت کی ذمہ داری سنبھالی تو قاضی صاحب کی ادارت اور ان کی خدمات کا ذکر جمیل کرتے ہوئے اپنے مدیر ہونے کی اطلاع کچھ اس تفصیل سے پیش کی۔ملاحظہ ہو:

ودیعت ادارت اور میں ؎

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

مجھ سے پیشتر یادگاررضا کی قلمی خدمات کے لیے محترمی حضرت مولانا قاضی احسان الحق صاحب نعیمی مدظلہ

کا انتخاب ہوا تھا۔ بلکہ یادگار رضا کی افتتاح ان کے دست ادارت ہی سے ہوئی۔ قاضی صاحب کے عہد میں یادگار رضا نے اپنی جو حیثیت قائم کی اور انہوں نے یادگار رضا کو جس سطح تک پہنچادیا اور اپنا دورہ ادارت جس خوش اسلوبی سے پورا کیا یہ جملہ امورار باب نظر پر مخفی نہیں۔ میرے نزدیک قاضی صاحب کا یہ کمال ہی قابل تحسین ہے کہ وہ گو یادگار رضا کو اوج کمال تک اس زمانہ قلیل میں نہ پہنچا سکے مگر یہ بھی کیا کم ہے کہ انہوں نے اس کی فضائے ارتقا کو زوال پذیر نہ ہونے دیا۔ اس حقیقت کا اقرار قرین انصاف ہے کہ قاضی صاحب کو یادگار رضا سے خلوص اور اس کی خدمات کی انجام دہی میں گونہ دل چسپی تھی۔ ان کی دلی تمنا تھی کہ وہ جلد از جلد یادگار رضا کو معراج ارتقا پر گامزن دیکھتے۔ مگر افسوس کہ ان کی یہ آرزو دائرہ تمنا سے نکل کر سرگرم عمل نہ ہونے پائی تھی کہ دفعتًا ان کے ذاتی اور خاندانی علائق نیز ان کی علالت نے ان کو مجبور کر دیا۔ ان میں اس ودیعت کی باربرداری کی تاب نہ رہی۔ ادھر تو ان کی مجبوریوں نے ان کو اس اہم اور ضروری خدمت سے بے نیاز کیا۔ اور اُدھر کاتب قضا وقدر نے ان کی حکم معذوری نافذ فرمادیا۔ یہ زمانہ یادگار رضا کے لیے نہایت ہی نازک اور پر آشوب تھا۔ اور اُس کو خدمات قلمی کی سخت احتیاج۔

بالآخر ارباب حل وعقد نے مجھ کم مایہ اور قلیل البضاعت کو اس گنجینہ علم وخرد کا کلید بردار بنایا اور یہ ودیعت ادارت میرے سپرد کر دی۔ گو اس تفویض خدمت اور تحویل ودیعت پر مجھ کو اپنی کم بضاعتی اور انہماک تعلمی کا خیال کرتے ہوئے صدائے لبیک لب پر لانے کی جرأت نہ ہوتی تھی مگر میرے وہ خالص جذبات جو دامن یادگار رضا سے وابستہ تھے میری اس معمولی سی رکاوٹ پر مچل گئے۔ میں نے بھی دیکھا اور غور کیا کہ یادگار رضا کو قلمی خدمات کی ضرورت ہے، باوجود اس کے کہ میں مدعی خلوص ہوا گر اس وقت میں نے یادگار رضا کی خدمات کے لیے اپنی جبین نیاز کو نہ جھکایا اور ان کو اپنا فرض نہ سمجھ کر ان کی انجام دہی کی خاطر قدم ہمت آگے نہ بڑھایا تو یہ میری انتہائی جبانت اور کم ہمتی ہے۔ بہر حال اس ودیعت کے بارگراں کو میرے ناتواں بازؤں نے ہمت کے سہارے اٹھالیا۔ اور میں نے اللہ عزوجل کا نام لے کر خدمت ادارت کو قبول کر لیا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ رب کریم مجھے ان ناگوار ناہمواریوں سے بچائے کہ جن کی سنگ لاخ روشوں نے میرے ایک مستقل مزاج پیشرو کو پسپا کر دیا ہے۔ آمین۔

ابوالمعانی محمد ابرار حسن صدیقی مدیر رسالہ۔"

[یادگار رضا: جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ جلد انمبر ۴ ص ۳ تا ۵]

رسالہ کے سات نمبر مکمل ہو گئے تو اخبار الفقیہ میں درج ذیل خبر شائع ہوئی جس میں رسالہ کے سرپرست ومدیر ومقام اشاعت کے ذکر کے ساتھ ساتھ رسالہ کی خصوصیات اور مندرجات کا بیان نیز رسالہ کی قیمت

کا بھی ذکر کیا گیا۔ ملاحظہ ہو:

"یاد گار رضا: اہل سنت کا علمی، مذہبی، اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، تاریخی ماہوار رسالہ زیر ادارت ابو المعانی محمد ابرار حسن صدیقی تلہری وزیر ہدایت حجۃ الاسلام امام العلما حضرت مولانا مولوی مفتی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب مدظلہم الاقدس، جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی سے شائع ہونا شروع ہوا ہے، اس وقت تک سات (۷) نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ رسالہ کی نمایاں خصوصیت سنت کی حمایت، مذہب اہل سنت کی نصرت، مسلمانوں کی مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اصلاح ہے۔ رسالہ میں اکابر علمائے اہل سنت و نامور اہل قلم کے نادر اور کیف آگیں مضامین درج ہوتے ہیں۔ رسالہ کے متعدّد صفحات گرمذہبیات واخلاقیات کے لیے وقف ہوتے ہیں تو بعض اجزا میں ادبیات کی بھی کافی چاشنی مہیا کی جاتی ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ اہل سنت کا یہ واحد رسالہ اپنی ہر خصوصیات کے اعتبار سے شان ندرت ہے۔ رسالہ کی ندرت اور بے مثالی ایک روشن دلیل یہ ہے کہ رسالہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی سے (جو اہل اسلام کا مرکز ہے) شائع ہوتا ہے۔ اگر آپ کو ہندوستان کے اکابر علما اور نامور اہل قلم کے مضامین سے مستفیض ہونا ہے تو یاد گار رضا ضرور منگائیے۔ قمیت سالانہ عوام سے تین روپیہ ممبران جماعت سے ــــــ۔ ملنے کا پتہ:

دفتر جماعت رضائے مصطفیٰ محلہ سوداگران بریلی۔" [اخبار الفقیہ: ۲۱/مارچ ۱۹۲۷ء ص ۱۱]

یاد گار رضا کے کئی خصوصی نمبر بھی شائع ہوئے جن میں سے عید میلاد نمبر، مومن نمبر اور کانگریس نمبر کو خاصی مقبولیت حاصل ہوئی۔

عید میلاد نمبر

ماہ ربیع النور شریف ۱۳۴۸ھ میں یاد گار رضا کا خاص نمبر عید میلاد کے نام سے شائع ہوا۔

مدیر رسالہ اس خصوصی نمبر کے حوالے سے جرعات کے عنوان سے رقم طراز ہیں:

"ربیع الاول شریف کا مہینہ جو یاد گار رضا کے آغاز کا پہلا مہینہ ہے اسی مبارک مہینہ کی بارہویں تاریخ کو شہنشاہ کونین آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی جان بخش اور روح پرور یاد کو تازہ کرنے کے لیے دنیائے اسلام میں عید میلاد منائی جاتی ہے ہر مسلم کے دل میں جذبات مسرت کا سمندر موجیں مارا کرتا ہے۔

اور ہر اسلامی گھر سے شادیانوں کی مسرور کن آوازیں فضا میں گونجتی ہوئی نظر آیا کرتی ہیں۔ اس مہتم بالشان واقعہ کی یاد تازہ رکھنے اور سرکار مدینہ کی سیرت اور اسوہ حسنہ سے دنیائے اسلام کی بصیرت افروزی کے لیے ملک کے اخبارات ورسائل خاص نمبر نکالا کرتے ہیں، جنہیں میلاد نمبر رحمۃ للعلمین نمبر وغیرہ وغیرہ عنوانات سے

معنون کیا جاتا ہے۔

اس مرتبہ ہماری بھی یہ تمنا تھی کہ ہم بھی اپنے آقا کی ولادت باسعادت اور اپنے مولیٰ کی عید میلاد کی مسرت اور خوشی میں یادگار رضا کا خاص نمبر نکالتے، جس میں سرکار کی سیرت اور اسوہ حسنہ کو مسلمانان عالم کے سامنے پیش کیا جاتا۔ مگر افسوس ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

یادگار رضا کی مالی واقتصادی حالتوں کی کمزوریوں نے ہماری اس تمنا کو پورا نہ ہونے دیا۔ مجبوراً ہمیں یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ اگر خاص نمبر نہ سہی تو کم از کم اسی خصوصیت کو ملحوظ رکھا جائے کہ اس نمبر میں وہی مضامین نثر و نظم درج کیے جائیں کہ جن کا تعلق تاجدار مدینہ کی سیرت، اسوہ حسنہ اور اخلاق و خصائل سے ہو۔ اسی خصوصیت کی بنا پر جو مضامین مسلسل چھپ رہے تھے وہ بھی نہیں درج کیے جاسکے۔ ہمیں اس امر کا اقرار ہے کہ یہ نمبر اگرچہ خصوصی نمبر نہیں، لیکن اس نمبر کا عید میلاد رسول کے عنوان سے معنون کیا جانا محض حصول برکت کے لیے ہے۔" [یادگار رضا: ربیع الاول، ۱۳۴۸ھ ص ۳،۴]

نمبر مجموعی اعتبار سے معیاری ہے۔ عمدہ مضامین اور منظومات نمبر کا خاص حصہ ہیں۔

مومن نمبر

یہ نمبر دراصل مسئلہ کفو کی الجھی گتھی کو سلجھانے اور اہل اسلام کے مابین برادری کے نام پر فتنہ پروری اور معرکہ خیزی کو ختم کرنے کی ایک سعی جمیل اور مبارک کوشش تھی۔

مومن نمبر کے حوالے سے اخبار الفقیہ میں درج ذیل خبر دلچسپی سے تعلق رکھتی ہے پیش ہے ملاحظہ فرمائیں:

"مومن نمبر یادگار رضا کا خاص نمبر ہے۔ مومن نمبر کے مفید اور کارآمد مضامین قابل دید ہیں۔ ان دنوں مسئلہ کفو کی نہایت شدومد کے ساتھ مخالفت کی جارہی ہے۔ شریعت نے اس مسئلہ کو نکاح بیاہ میں جس قدر ضروری اور قابل لحاظ سمجھا اسی قدر اس مسئلہ کو غیر ضروری، بے اصل اور ناقابل اعتبار قرار دیا جارہا ہے۔ سارے مومن بھائی یعنی جامہ باف حضرات سے بعض ناعاقبت اندیش لوگ اس مسئلہ کی مخالفت میں بہت زیادہ حصہ لے رہے ہیں۔ جو فی الحقیقت اس مسئلہ کی نہیں بلکہ شریعت کی مخالفت کررہے ہیں۔ مومن نمبر میں اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ملک کے علمائے اسلام نے اس مسئلہ پر زبردست تبصرہ فرمایا ہے۔ اور قابل قدر مضامین تحریر فرمائے ہیں۔ وہ سب مومن نمبر میں شائع کیے گئے ہیں۔ اپنی کفو میں شادی بیاہ کرنے میں حکمتیں اور مصلحتیں ظاہر کی گئی ہیں اور غیر کفو میں جو نکاح کرنے سے برے نتائج پیدا ہوتے ہیں ان کا ثبوت دیا گیا ہے۔

مومن نمبر میں مولوی سید سلیمان صاحب ندوی کے رسالہ کفو کا جس میں انہوں نے اس مسئلہ کو شرعًا بے اصل بتایا ہے، زبردست رد ہے۔ پنچایتی اقوام کو اس مسئلہ میں علماے حقانی کی جانب سے جو غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں ان کا تسلی بخش جواب دیا گیا ہے۔ مومن نمبر کا کاغذ، کتابت، طباعت عمدہ ہے اور قیمت رعائتی صرف چھ روپے ہے۔
پتہ جماعت رضاے مصطفیٰ بریلی۔" [الفقیہ:۲۱/ فروری ۱۹۲۹ء ص ۱۰]

اخبار کی درج ذیل خبر بھی ملاحظہ ہو:

"مومن نمبر یادگار رضا کا خصوصی نمبر ہے۔ یہ نمبر علمی وفقہی معلومات کا گنجینہ ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی ہر طرح دیدہ وزیب بنانے کی کوشش بلیغ کی گئی ہے۔ مومن نمبر کے اوراق کو اکابر علماے اسلام کے دل چسپ مفید اور کارآمد مضامین سے مزین کیا گیا ہے۔ مومن نمبر میں مسئلہ کفو پر خصوصیت سے قلم اٹھایا گیا ہے، اس میں مسئلہ کفایت پر جس دل نشیں اور دل چسپ پیرایہ وانداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ قابل دید ہے۔

جامہ باف اصحاب میں مسئلہ کفایت کے ضمن میں وغلط فہمیاں شریعت وعلما کی طرف سے پیدا کردی گئی ہیں مومن نمبر میں سب کا بالکلیہ ازالہ کردیا گیا ہے۔ مومن نمبر میں حالات افغانستان پر شرعی نقطہ نظر سے زبردست تبصرہ کیا گیا ہے۔ امان اللہ خاں اور بچہ سقہ کا حکم بتایا گیا ہے۔ امان اللہ خاں پر الزام کفر اور بچہ سقہ کی بغاوت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تیار ہونے سے پہلے ہی دفتر میں کثرت سے درخواستیں موصول ہورہی تھیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ اب مومن نمبر تیار ہوگیا خریداری کی درخواستیں جلد آنی چاہیے۔ ضخامت ۱۳۰، صفحات ٹائٹل خوب صورت اور رنگین سائز تیس بائی چالیس۔ کاغذ سفید، چکنا۔ مومن نمبر مفت حاصل کرنے کے لیے یادگار رضا کے خریدار ہوجائیں چندہ سالانہ تین روپے بھیج دیں۔ ایجنٹوں کی ہر جگہ ضرورت ہے۔
ملنے کا پتہ دفتر جماعت رضاے مصطفیٰ بریلی۔" [مرجع سابق: ۷/ اپریل ۱۹۲۹ء ص ۱۰]

کانگریس نمبر

یادگار رضا کے شمارہ بابت رجب وشعبان ۱۳۴۹ھ کو کانگریس نمبر سے معنون کیا گیا۔ اس نمبر کے مندرجات اور خصوصیات اخبار الفقیہ کی درج ذیل تحریر سے معلوم کریں۔:

"شورش حاضرہ نے ہندوستان میں جو تہلکہ مچادیا ہے۔ اس کا اقتضا تھا کہ مسئلہ کانگریس اور حالات حاضرہ پر ایک مدلل ومفصل بحث کی جائے، جس سے ملک وقوم کو اس نازک زمانہ میں کافی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے۔ کارکنان یادگار رضا نے اس ضرورت کو محسوس کرکے کانگریس نمبر کو نہایت آب وتاب کے ساتھ شائع کیا۔ الحمدللہ کہ کافی جانکاہی کے بعد کانگریس نمبر چھپ کر تیار ہوگیا۔ کانگریس نمبر میں جس قدر مضامین ہیں وہ حالات حاضرہ ہیں۔

کانگریس نمبر میں قانون شکنی، ولایتی اشیا کا بائیکاٹ، اسکولوں اور کالجوں کا بائیکاٹ، ولایتی کپڑے کی فروخت یا اس کا بائیکاٹ، کھدر کی تحریک، مسلمانوں کو ولائتی کپڑا استعمال کرنا چاہیے یا سودیشی، دکانوں اسکولوں، کالجوں پر..... اس شورش میں جو مسلمان مارے جاتے ہیں ان کا حکم ؟

کانگریس نمبر میں ان باتوں پر شرعی وعقلی ہر حیثیت سے ایسی جامع مفصل اور غیر جانبدارانہ بحث کی گئی ہے جو اس وقت آپ کی نظر سے نہ گزری ہوگی۔ کانگریس نمبر ایک ایسا نادر اور بیش قیمت مجموعہ ہے، جس کی ہر ہر سطر پر اس زمانہ میں نظر ہونا جب کہ ملک حکومت سے آزادی کی جنگ کر رہا ہے۔ ہر مسلمان کے لیے ایک لازمی امر ہے۔ جلد طلب فرمائیے۔ ورنہ طبع ثانی کا انتظار کرنا ہوگا۔ قیمت ۸ روپے۔

نوٹ: وہ لوگ یاد گار رضا کے اس وقت سے مستقل خریدار ہو جائیں گے انہیں کانگریس نمبر مفت ملے گا۔

اخبارات ورسائل کے ایجنٹوں کو معقول کمیشن ملے گا۔ ملنے کا پتہ: دفتر جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی۔

(منیجر یاد گار رضا بریلی)

[مرجع سابق: ۱۴؍ جنوری ۱۹۳۱ء ص ۱۲]

یقین ہے ان نمبروں کے علاوہ بھی نمبر شائع ہوئے ہوں گے مگر وہ دستیاب نہیں۔ تلاش جاری ہے۔ ابتدا میں رسالہ کی قیمت سالانہ چار روپے رکھی گئی۔ اور پھر عوام وخواص، امیر وغریب، سب تک بآسانی رسالہ پہنچ سکے، سبھی اس سے مستفید ہو سکیں اس غرض سے جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ سے رسالہ کی قیمت تین روپے کردی گئی۔ اور جب احباب نے مشورہ دیا کہ بہت سے غریب باذوق حضرات اپنی غربت ومفلسی کے سبب رسالہ خریدنے سے قاصر ہیں تو ان کے استفادے کے لیے رسالہ کی قیمت ربیع الاول ۱۳۴۷ھ سے بجائے تین روپے کے دو روپے کردی گئی۔ اور چوں کہ رسالہ کی طباعت واشاعت جماعت رضائے مصطفیٰ کے زیر اہتمام تھی اس لیے چندہ کی کمی اور رسالہ کے عدم تعاون اور زر سالانہ کم کرنے کی وجہ سے جماعت کا مالی نقصان لازمی تھا۔ اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ اہل خیر حضرات کو اس کی اطلاع دی جائے اور ان سے دینی تعاون کی درخواست کی جائے تاکہ رسالہ بھی جاری رہے اور جماعت کا نقصان بھی نہ ہو۔ اور اس طرح جو بھی توجہ دلاتا اس کی آواز معتبر ومسموع ہونا بھی ضروری تھی، اس لیے رسالہ اور جماعت کی خاطر شہزادگان اعلیٰ حضرت یعنی حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہما کی ایک تحریر منیر بعنوان فرمان، رسالہ میں شائع ہوئی جسے ہم یہاں من وعن نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

مبسملاو مصلیاو مسلما!

ہمیں یہ معلوم کرکے کہ گزشتہ تین سال میں جماعت مبارکہ کو "رسالہ یاد گار رضا" کی بدولت شدید مالی

نقصان برداشت کرنا پڑا، سخت افسوس ہوا۔ یہ جماعت مبارکہ کا ایثار اور اس کا اعانت دین کا صادق جذبہ ہے کہ وہ اس قدر شدید مالی نقصان اٹھانے کے بعد انتہائی اولوالعزمی کے ساتھ یادگار رضا کو جاری رکھنے کے لیے تیار ہے۔ ہم یہ ظاہر کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ یادگار رضا کے جاری رکھنے کا واحد مقصد یہ ہے کہ یہ رسالہ جملہ اہل سنت کا ترجمان ہو کر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت اور مذہب و مذہبیات کی نشر و اشاعت کرتا رہے۔ اور اس کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کو عمدہ پیرایے میں مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جاتا رہے۔ ہمارے خیال میں کوئی مسلمان جماعت مبارکہ کے اس مبارک اور زریں مقصد سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ ہم نے کارکنان یادگار رضا کو اس جانب توجہ دلائی ہے، کہ وہ رسالہ کی موجودہ ترتیب کو بدل کر رسالہ کو اس ڈھنگ پر لائیں کہ وہ عورتوں، بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کے لیے یکساں مفید ثابت ہو۔ مسلمانوں کے اخلاق اور معاشرت کی اصلاح کی جانب یادگار رضا میں خصوصیت کے ساتھ لحاظ ضروری اور مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب بھی بوقت ضرورت ہونا لازمی ہے۔

ہم جملہ اہل سنت کو عموماً اور رضوی حضرات کو خصوصاً اس جانب توجہ دلاتے ہیں کہ وہ یادگار رضا کی ہر ممکن اعانت کے لیے تیار ہو جائیں۔ اس کی اشاعت بڑھانے کی کوشش کریں۔ کیا رضوی حضرات اسے گوارا کریں گے کہ یادگار رضا جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی یادگار ہے وہ بند ہو جائے؟ اگر رضوی چاہتے ہیں کہ حضرت کی یہ یادگار قائم رہے اور اس سے مسلمان دین و دنیا فائدہ حاصل کریں، تو ان کا پہلا فرض ہے کہ ہر رضوی رسالہ یادگار رضا اپنے اور اپنے دوست احباب کے نام جاری کرائے اور اپنے اپنے حلقہ اثر میں اس کی کافی اشاعت کی کوشش کرے۔ اور یادگار رضا کی ہر ممکن اعانت کو اپنا فرض جانے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ یادگار رضا کو جو ملت حقہ کا سچا حامی و ناصر ہے قائم دائم رکھے اور مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اس سے فائدہ حاصل کریں۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

گدائے آستانہ وخادم سجادہ۔ فقیر حامد رضا قادری غفرلہ۔ فقیر مصطفی رضا قادری عفی عنہ

[یادگار رضا: محرم الحرام، ۱۳۴۸ھ ص ۲]

مختصر یہ کہ رسالہ اپنے دور میں دیگر رسائل و جرائد میں نمایاں و ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ اور کیوں نہ رکھتا جب اس کی سرپرستی شہزادگان اعلیٰ حضرت قدس سرہما فرماتے ہوں۔ اور حضور حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم ہند، تاج العلما، صدر الافاضل، اہل سنت کے مشاہیر علما و مشائخ کی مقدس تحریریں اس کی زینت بنتی ہوں۔

وقت اجرا سے شوال ۱۳۵۰ھ تک کے اکثر شمارے فقیر کے پاس موجود ہیں۔ اس کے بعد رسالہ کی تفصیل فقیر کی نظر سے نہیں گزری۔ تلاش جاری ہے۔

ماہنامہ نوری کرن:۔

شعبان ۱۳۷۸ھ مطابق مارچ ۱۹۵۹ء میں بریلی شریف سے نوری کرن ماہوار جاری ہوا۔ صوفی عزیز احمد رضوی بریلوی سرپرست وبانی تھے ۔اور مرتب کتاب شمع شبستان رضا، صوفی مولانا اقبال احمد نوری صاحب ایڈیٹر ہوئے۔

رسالہ میں کئی اہم نمبر شائع ہوئے۔ جنوری، فروری ۱۹۶۱ء کا شمارہ خاص نمبر بنام ''خیر البشر'' پر مشتمل تھا۔ صفرو ربیع الاول ۱۳۸۱ھ مطابق جولائی، اگست ۱۹۶۱ء کا شمارہ افضل البشر نمبر کی شکل میں شائع ہوا۔ نومبر و دسمبر ۱۹۶۴ء میں مودودی مذہب نمبر شائع ہوا۔ علاوہ ازیں کئی اور نمبرات کا ذکر دستیاب رسائل میں ملا جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

امام احمد رضا نمبر، مفتی اعظم نمبر، محدث اعظم پاکستان نمبر، تنظیم نمبر۔

حضور مفتی اعظم ہند، برہان ملت، پاسبان ملت، شیر بیشہ اہل سنت، مفتی افضل حسین، فقیہ ملت امجدی، تاج الشریعہ قدست اسرارھم اور دیگر مشاہیر اہل علم وقلم، مفتیان کرام اور قدآور شخصیات کے مبارک مضامین وفتاویٰ رسالہ میں شائع ہوتے تھے۔

خانقاہ رضویہ اور مشائخ خانقاہ کے معمولات وسرگرمیوں کا تفصیلی ذکر ہوتا تھا۔

جولائی، اگست ر۱۹۶۱ء کے شمارہ زیر نظر ہے جس کے حساب سے رسالہ کی قیمت فی پرچہ ۷۵ نئے پیسے، اور زرسالانہ ۴ر روپے تھی۔ رسالہ شاہی پریس سے طبع ہوکر نوری کرن کے دفتر بازار صندل خاں سے شائع ہوتا تھا۔

رسالہ معیاری، مضامین کا انتخاب عمدہ، اور کتابت وطباعت دیدہ زیب ہوتی تھی۔

فقیر کے پاس جولائی، اگست، ۱۹۶۱ء سے اپریل ر۱۹۷۵ تک کے متفرق شمارے موجود ہیں۔ مزید تلاش جاری ہے۔ اندازے کے مطابق رسالہ ۱۹۷۵ء تک ہی جاری رہا۔

اس رسالے سے متعلق پیر سید غلام محی الدین صاحب سلیمانی کشمیری صاحب نے نوری کرن کے حوالے سے زبردست کلام لکھا ہے باذوق قارئین کے لیے ہم اسے یہاں پیش کیے دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو

مشعل پر نور ہے نوری کرن ؎

دین حق کا نور ہے نوری کرن | نوریوں کا نور ہے نوری کرن
حق پرست علما ہیں اس کے سرپرست | عدل کا دستور ہے نوری کرن
دین کا اخبار ہے یہ بے ریا | دلربا منظور ہے نوری کرن

دین حق کرتا ہے ظاہر برملا	مشعل پر نور ہے نوری کرن
ناریوں باطل پرستوں پر ہے موت	شعلہ زن مشہور ہے نوری کرن
حق و باطل میں یہی کرتا ہے فرق	حبذا غیور ہے نوری کرن
فرحت قلب سلیمانی ہوا	راحت رنجور ہے نوری کرن

[ماہنامہ نوری کرن: جولائی، اگست ۱۹۶۱ء ص ۶۹]

ماہنامہ تحفہ رضویہ:۔

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی سرپرستی اور حضرت حافظ افتخار ولی خاں صاحب پیلی بھیتی کی ادارت میں بریلی شریف سے یہ ماہنامہ اندازے کے مطابق ۱۹۵۵ء میں جاری ہوا۔ لگ بھگ ایک سال درمیان میں بند رہا اور پھر ۱۹۵۷ء کے اواخر میں اس کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔ درمیان رسالہ کے جاری نہ ہونے کے اسباب مدیر رسالہ نے کچھ یوں درج کیے ہیں ملاحظہ کریں:

تحفہ رضویہ کا یہ گیارہواں نمبر ہے جو قریب قریب ڈیڑھ سال کے بعد شائع ہوا ہے۔ اپنی مجبوریاں تحریر کروں تو پرچہ اسی سے پر ہو جائے۔ مختصر یہ کہ آخر نومبر ۵۵ء میں آپ کا مشہور و معروف رضوی کتب خانہ قائم کردہ جناب حاجی سید ابو علی صاحب جو تقریباً دو سال سے بند پڑا ہوا تھا۔ فقیر نے اپنے قبضہ میں کیا اور ایک ملازم کے سپرد کر کے زیر مسجد بی بی جی دکان نمبر ۷ر میں قائم کیا گیا۔ جس کا اعلان فقیر نے اپنے ضمیمہ و فہرست ماہ دسمبر ۵۵ء میں شائع کر دیا تھا۔ فقیر اچانک بیمار پڑ گیا۔ کچھ طبیعت ٹھیک ہوئی اور کبھی کبھی بریلی جا کر سرسری نظر ڈالتا رہا۔ اب میں اپنی شامت اعمال کہوں یا کیا کہوں ؟ دکان کا کرایہ اور ملازم کی تنخواہ چڑھتی رہی۔ کتابوں کی فروخت ہوتی رہی لیکن روپیہ کا پتہ نہیں۔ مجبوراً ملازم کو علاحدہ کر کے خود اکتوبر تا دسمبر ۵۶ء تک بریلی میں رہ سب حساب کتاب کرتا رہا۔ ایک سال ایک ماہ تک تقریباً ڈیڑھ ہزار کا نقصان ہوا۔ اس نقصان کا صدمہ ایسا ہوا کہ دوبارہ پھر بیمار ہو گیا۔ تقریباً ۸ر ماہ تک طبیعت بہت خراب رہی۔ یہ نقصان کا روپیہ بھی ادا کرنا پڑھ رہا ہے جو اس نقصان کے قرضہ میں اس وقت ....ادا کرنا ابھی باقی ہیں۔"

[تحفہ رضویہ: جنوری، ۱۹۵۸ء ص ۳]

اس رسالہ کی قدر معیار کو جاننے کے لیے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی درج ذیل تحریر منیر کافی ہوگی ملاحظہ فرمائیں:

ضروری التماس:

بخدمات جملہ سنی اصحاب خصوصاً رضوی حضرات!

عزیز سعید برادر دینی و یقینی حافظ افتخار ولی خاں صاحب رضوی سلمہ کو جو جذبہ خدمت مذہب وملت وحمایت سنت واہل سنت ونکایت بدعت واہل بدعت حاصل ہے، اس سے وہ نہایت قابل مبارک باد لائق ہزار تحسین وآفرین ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں زیادہ سے زیادہ توفیق خدمت دین ومتین حمایت مذہب متین ونکایت مفسدین عطا فرمائے، ان کی خدمتوں کو شرف قبول بخشے، ان کی خدمات سے اسلام وسنت ومسلمین کو نفع تام دے۔ سنی صاحبان کی بے احساسی دینی ومذہبی رسالوں سے کم رغبتی اوراس نازک ترین دور کی دقتوں کو دیکھتے ہوئے پھراس دینی رسالہ تحفہ رضویہ کا اجرا بڑی جرات کا کام ہے۔ جو غلبہ جذبہ حمایت وسنت ہی کا اثر ہے۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں بہتر سے بہتر جزائے خیر دے۔ اور ہزاراں ہزار برکات دارین سے انہیں مالا مال فرمائے۔

سنی مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اس رسالہ کو ہاتھوں ہاتھ لیں اور برغبت پڑھیں پڑھائیں خود خریدیں اوروں کو اس کی توجہ دلائیں۔ اس کی اشاعت اتنی بڑھائیں کہ ہر مسلمان گھر میں یہ رسالہ پہنچے۔ مسلمان کا ہر ہر فرد بچہ بوڑھا عورت مرد اس کے مضامین سے بہرہ مند ہو۔ نفع اٹھائے اوراس کے سبب ہر ضرر فتنہ وفساد وشر سے محفوظ رہے۔ علما ورؤسا وعمائد اہل سنت اس کی سرپرستی فرمائیں۔ حافظ افتخار ولی خاں کے اس تحفہ رضویہ کو ہر طرح دل چسپ اور دیدہ زیب کرکے سرمایہ افتخار بنائیں۔ اس خدمت دینی سے رضائے خداوندی رضائے احمدی حاصل فرمائیں۔ فقط۔

فقیر مصطفیٰ رضا غفرلہ

[مرجع سابق]

پرچہ کے سرورق پر یہ قطعہ درج ہوتا تھا ؎

ہے تحفہ ایمان سنت	عیاں ہیں اس سے انوار شریعت
الٰہی یہ رسالہ تا قیامت	رہے جاری بصد عز و کرامت

مجموعی طور رسالہ علمی وتحقیقی مضامین، فتاوی نادرہ اور منظومات پر مشتمل ہوتا تھا۔ رسالہ کی سالانہ قیمت اولاً تین روپیہ رکھی گئی اور دوبارہ اجرا ہونے پر چار روپے کردی گئی تھی۔

یہ رسالہ غالباً پہلے بریلی اور پھر ۱۹۵۷ء کے اواخر میں پیلی بھیت سے شائع ہوتا تھا۔ بریلی الیکٹرک پریس بریلی، سے چھپ کر شائع ہوتا تھا۔ کب تک جاری رہا اس سلسلے میں کہیں تفصیل نہیں ملی۔

ماہنامہ اعلیٰ حضرت:۔

جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ مطابق، دسمبر ۱۹۶۰ء کو بریلی شریف خانقاہ رضویہ سے حضور مفسر اعظم ہند علامہ ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں قدس سرہ کی سرپرستی میں رسالہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت جاری ہوا۔ محترم عبدالمجید قادری

صاحب مدیر مقرر ہوئے۔ ماہنامہ کی اشاعت کے اسباب سے متعلق حضور مفسر اعظم ہند کا درج ذیل تاثر قابل مطالعہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

''عرصہ سے ایک ماہنامہ رسالہ کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی اہل سنت کے پاس نہ رسائل ہیں نہ اخبارات، خصوصاً ہندوستان میں اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ہر طرف باطل کی سیاہ کالی گھٹائیں چھاتی چلی جا رہی ہیں۔ اور اس کا کوئی مداوا نہیں ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں کرنے کی ضروری چیز روزانہ اخبار ماہنامہ رسائل اور مدارس اہل سنت کی بڑے پیمانے پر امداد ہے۔

اس سے بھی زیادہ باہمی تعاون، اعتماد اور کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی مگر جو ہو رہا ہے اور انداز یہ ہے کہ ہوتا رہے گا وہ ہے جمود، تعطل، بے حسی، افراتفری، مخلصوں اور محنت کشوں اور کارکنوں کو تنگ کرنا ان پر بے جا نکتہ چینیاں، گروپ بندیاں اور اس ٹائپ کی اور بہت کچھ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس ضرورت کے پیش نظر یہ رسالہ شائع ہو رہا ہے خدا کرے اس کی اشاعت میں کوئی رکاوٹ نہ پڑے۔ اس عزم پر شائع کیا جا رہا ہے۔ بہرحال ضرور شائع ہونا ہے۔ خدا نے چاہا مستقبل شائع ہوگا۔ یہ رسالہ ایسا ہی چلے گا جیسا دار العلوم۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت ان شاء اللہ قمر نامہ ہی ہوگا۔ اور یہ ہو کر رہے گا۔''

[ماہنامہ اعلیٰ حضرت: دسمبر ۱۹۶۰ء ص ۲/۳۲، بحوالہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا جشن زریں نمبر۔ ص ۱۳۵]

رسالہ کے پہلے منیجر حافظ انعام اللہ صاحب تسنیم بریلوی نے رسالہ کے اجرا کے موقع پر فارسی منظوم کلام رقم فرمایا جو پہلے شمارے ہی میں شائع ہوا اصحاب ذوق کے لیے پیش ہے ملاحظہ ہو: ؎

چراغ اعلیٰ حضرت جلوہ گر شد | چو مہر و ماہ بر چرخ صحافت
تعالیٰ اللہ از تابانی او | بود روشن دل ہر اہل سنت
بہ کشت نجدیت چوں برق خاطف | چو بارانِ کرم بر اہل سنت
بہ مدحِ مصطفیٰ رطب اللساں ہست | چہ شیریں ہست نامِ اعلیٰ حضرت
بہ زیرِ سرپرستی براہیم | رخِ تاباں نمود ست اعلیٰ حضرت
براہیم آں مفسر آں محدث | کہ چوں او نیست کس در اہل سنت
عرب ہم پیشوائے خویش خوانند | زہے ایں عز و شانِ اعلیٰ حضرت
طفیلِ ساقیِ تسنیم و کوثر | منم تسنیم مست اعلیٰ حضرت

[مرجع سابق: ص ۳۱۳]

رسالہ کے پہلے مدیر حضرت عبد المجید قادری صاحب تھے۔ اور پھر اس کے بعد ۱۹۶۴ء میں حضور ریحان

ملت علامہ ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ مدیر ہوئے۔ اور آپ کے وصال کے بعد حضرت علامہ سبحان رضا خاں سبحانی میاں دامت معالیہم عہدہ ادارت پر فائز ہوئے۔ ان حضرات کے علاوہ کئی اصحاب علم وفکر معاون مدیر، کی حیثیت سے رسالہ کی ترویج میں کوشاں رہے۔

۱۹۶۲ء مئی سے ستمبر ۲۰۱۸ء تک مختلف شمارے ہمارے پیش نظر ہیں۔ مئی ۱۹۶۲ء کے شمارہ کے سرورق پر جلد کی جگہ قمر اور نمبر کی جگہ طلوع لکھا ہوا۔ اور یہ انداز بالکل منفرد ہے۔ رسالہ کی قیمت چھ آنے اور زرسالانہ چار روپے لکھی ہوئی ہے۔ اور جولائی واگست ۱۹۶۴ء کے سرورق پر قیمت فی کاپی سات آنے اور سالانہ پانچ روپے لکھی ہے۔ مارچ ۱۹۷۰ء کے سرورق پر فی پرچہ ۶۰ پیسے، اور سالانہ قیمت چھ روپے لکھی ہے۔

رسالہ کی خصوصیات میں سے ہے کہ رسالے میں علمی، تحقیقی، معیاری مضامین ہی شائع ہوئے۔ نام ور مشاہیر اصحاب علم وقلم کی علمی وقلمی نوازشات رسالہ کی زینت بنی۔ حضور مفسر اعظم ہند، حضور ریحان ملت، حضور مجاہد ملت، حضور پاسبان ملت، حضور شمس الدین جونپوری، حضور تاج الشریعہ قدس سرھم جیسی قدآور شخصیات کی مبارک تحریریں رسالہ کی زینت رہیں۔

المختصر رسالہ اپنے معرض وجود میں آنے سے تاہنوز مذہبی ومسلکی ضیاپاشیوں سے قوم کو منور ومشرف کرنے میں مصروف ہے۔

دامن مصطفیٰ:۔

جنوری ۱۹۸۲ء سے پندرہ روزہ دامن مصطفیٰ بریلی شریف سے جاری ہوا۔ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے حکم پر یہ جاری ہوا جیساکہ سرورق کی صدر السطور سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے:

"بحکم شہزادہ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت آفتاب شریعت ماہتاب طریقت حضرت علامہ الحاج شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب..... مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا" [دامن مصطفی بریلی: یکم ستمبر ۱۹۸۲ء]

یہ رسالہ نواسہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت خالد ملت علامہ خالد علی خاں علیہما الرحمہ کی سرپرستی اور خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمد اعظم علیہ الرحمہ کی ادارت میں ناظم پریس رامپور سے چھپ کر دفتر دامن مصطفیٰ دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی بہاری پور بریلی شریف، سے شائع ہوتا تھا۔

رسالہ کی قیمت فی پرچہ ۷۵ ر پیسے اور سالانہ پندرہ ۱۵ ر روپے رکھی گئی تھی۔

رسالہ سیرت، سوانحات، فتاوی، منظومات اشتہارات وغیرہ مذہبی مضامین پر مشتمل ہوتا تھا۔ مجموعی طور پر رسالہ بہت ہی معیاری ہوتا تھا۔ رسالہ کب تک جاری رہا اس سلسلے میں کچھ تحقیق نہیں۔ البتہ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ھ مطابق فروری ۱۹۸۶ء کے ایک رسالہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آگے چل کر یہ رسالہ پندرہ روزہ سے ماہنامہ

میں تبدیل ہوگیا تھا۔اوراس کی قیمت فی پرچہ ڈھائی روپے اور سالانہ ۲۵؍روپے ہوگئی تھی۔

سالنامہ تجلیات رضا:۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصانیف اور نادر مخطوطات کی تحقیق، طباعت اوراشاعت کی غرض سے ۲۲؍ ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ مطابق مارچ ۲۰۰۱ء بروز اتوار اہل سنت کے جلیل القدر علماو مشائخ خصوصاً تحسین ملت حضور علامہ تحسین رضا خاں بریلوی اور بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی قدست اسرارھم کے ہاتھوں امام احمد رضا اکیڈمی کا افتتاح ہوا۔اور پھر ایک سال بعد یعنی مئی ۲۰۰۲ء میں امام احمد رضا اکیڈمی کے زیر اہتمام حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی بریلوی دامت معالیھم کی ادارت میں یوم مفتی اعظم ہند کے مبارک موقع پر رضا اکیڈمی کے اغراض ومقاصد، سرگرمیوں کی تفصیل اوراہل سنت خاص کر رضویت کے فروغ کے لیے سالنامہ ’’تجلیات رضا‘‘ کا اجرا ہوا۔جس کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ تجلیات رضا میں کئی خصوصی نمبر بھی شائع ہوئے۔ فی الحال ہمارے پیش نظر صرف تین خصوصی نمبر ہیں۔

صدرالعلماء محدث بریلوی نمبر

یہ خصوصی نمبر حضور صدرالعلماعلامہ تحسین رضا خاں رضوی بریلوی قدس سرہ کے عرس چہلم کے موقع پر شائع ہوا۔ حضرت کا وصال ۱۸؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ بروز جمعہ ہوا۔عرس چہلم رمضان المبارک کی آمد کے سبب چارروز قبل ہی منایا گیا۔لگ بھگ ۲۳، ۲۴؍دن میں ۶۴۰؍صفحات پر مشتمل نمبر تیار ہوا۔اکابر علما ومشائخ کے تعزیتی خطوط، تاثرات اور سوانحات پر مشتمل مضامین نمبر کی زینت ہیں۔نمبر مجموعی طور پر بہت ہی معیاری ہے۔دیدہ زیب سرورق، عمدہ طباعت اور حسن ترتیب نے نمبر کا وزن مزید بڑھادیا ہے۔

بحرالعلوم نمبر

بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ کی شخصیت سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔۷؍ربیع الآخر ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۶؍نومبر ۱۹۲۵ء مبارک پوراعظم گڑھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔اور ۱۴؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۹؍نومبر ۲۰۱۲ء شب جمعہ آپ کا وصال ہوا۔ایک سال کے بعد یعنی ۲۰۱۳ء میں آپ کی مذہبی ومسلکی خدمات اور علمی سرگرمیوں کے حوالے سے تجلیات رضا کا خصوصی شمارہ بعنوان ’’بحر العلوم نمبر‘‘ شائع ہوا۔یہ نمبر بارہ سو(۱۲۰۰)صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں اکابر علماو مشائخ کے تاثرات، تعزیتی خطوط، بحر العلوم کی علمی وعملی سرگرمیوں اور حیات مبارکہ کے اکثر گوشوں پر اہل قلم کے مضامین شامل ہیں۔مختصر یہ کہ نمبر بحر العلوم کے تعارف میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔طباعت، ترتیب مضامین، عناوین کا حسن انتخاب خوبصورت سرورق نے کتاب کی زینت میں چار چاند لگادیے ہیں۔

جہان تاج الشریعہ

نبیرہ اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضاخان ازہری قادری نوراللہ مرقدہ، ۲۰؍جولائی ۱۹۴۲ء مطابق ۱۴؍ذی قعدہ ۱۳۶۱ھ منگل کے دن محلہ سوداگران بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ اور ۶؍ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰؍جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ بوقت مغرب آپ کا وصال ہوا۔ ۳۰؍اگست ۲۰۱۸ء بروز جمعرات عرس چہلم کی تقریب عمل میں آئی۔ آپ کے وصال کا غم ابھی بھی تازہ ہے۔ آنکھیں ابھی تک نم ہیں۔ تاج الشریعہ خود میں ایک انجمن تھے۔ ایک ادارہ تھے۔ ایک خاندان تھے۔ ان کے وصال سے اہل سنت پر سکتہ کی کیفیت طاری ہے۔ ہندو پاک بلکہ پورے عالم اسلام میں ان کے وصال پر رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔ تحریری وتقریری اپنے اپنے طور پر لوگوں نے خراج پیش کیا۔ حضرت کے عرس چہلم کے موقع پر حضرت کی سیرت وسوانح پر مشتمل بہت سی کتابیں اور آپ کی علمی وعملی خدمات، مبلغانہ ومجاہدانہ سرگرمیوں، دینی ودنیاوی مصروفیات اور مذہبی ومسلکی کارکردگیوں پر مشتمل بہت سے نمبر شائع ہوئے۔ انہیں میں ایک نمبر تجلیات رضا کا ''جہان تاج الشریعہ'' ہے۔ ۱۳۴۴، صفحات کا یہ ضخیم نمبر تاج الشریعہ کی حیات طیبہ پر دیگر نمبروں، سے نمایاں ومنفرد حیثیت کا حامل ہے۔

تاج الشریعہ کے حوالے سے اہل علم وتحقیق کے نزدیک بلاشبہہ یہ ایک بڑا ماخذ ہے۔ نمبر میں عالم اسلام کی معروف ومعتبر شخصیات، ذمہ داران مدارس، مشائخ خانقاہ، علماوفضلا، دانشوران سیاست، اصحاب قلم، ارباب قوم وملت کے معرکۃ الآرا مضامین، تعزیتی خطوط، دردمندانہ تاثرات اور وصال وبعد وصال تقریبات وغیرہ پر مشتمل اخبارات ہندو بیرون ہند کی خبریں، شامل ہیں۔ المختصر مجموعی اعتبار سے جہان تاج الشریعہ ''ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت سے بہت ہی قیمتی نمبر ہے۔

سنی دنیا:-

۱۳؍محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۱؍نومبر ۱۹۸۱ء میں حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کا وصال ہوا۔ آپ کی یاد میں ایک سال کے بعد حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کی سرپرستی اور آپ کے برادر صغیر حضرت منان رضاخاں منانی میاں کی نگرانی میں بریلی شریف سے صفر المظفر ۱۴۰۳ھ مطابق دسمبر ۱۹۸۲ء کو ماہوار رسالہ ''سنی دنیا'' کا اجرا ہوا۔ رسالہ کے مدیر مولانا عبدالنعیم عزیزی بلرام پوری مقرر ہوئے۔ ان کے بعد مفتی یونس مونس اویسی صاحب اور مولانا عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب بھی مدیر ہوئے۔ آخر الذکر تاحال منصب ادارت پر فائز ہیں۔

اور شہزادہ تاج الشریعہ علامہ عسجد رضاخاں صاحب دام ظلہ نگراں ومدیر اعلیٰ ہیں۔ پہلی جلد کا دوسرا شمارہ یعنی ربیع الاول ۱۴۰۳ھ مطابق جنوری ۱۹۸۳ء اور اس کے بعد سے اب تک کے مختلف سالوں کے متفرق شمارے ہمارے سامنے ہیں، جن کی روشنی میں یہ تفصیل پیش کی جارہی ہے۔

رسالہ دینی، مذہبی، مسلکی، مشربی، علمی، تحقیقی، تمدنی، روحانی اور اصلاحی ہر اعتبار سے قابل مطالعہ ہے۔ رسالہ میں عمدہ مضامین کا انتخاب خوب سے خوب تر ہوتا ہے۔ اسلامیات، فقہیات، رضویات رسالہ کا خاص حصہ ہیں۔ مشاہیر اہل علم وقلم کی نگارشات، اعلیٰ حضرت کی نادر مطبوعات، اور خانوادہ رضا خاص کر تاج الشریعہ کی مذہبی ومسلکی خدمات و مصروفیات، نگارشات، فتاوی جات کا وافر حصہ رسالہ میں پایا جاتا ہے۔

رسالہ کے اب تک کئی خصوصی نمبر بھی منظر عام پر آچکے ہیں۔ جن میں سے ''مولانا حسن بریلوی نمبر'' کو زیادہ مقبولیت وشہرت حاصل ہوئی۔ علاوہ ازیں صدرالعلما نمبر اور ۱۱۷۶ر صفحات پر مشتمل حضور تاج الشریعہ کے حوالے سے خصوصی نمبر بنام ''نقوش تاج الشریعہ'' جو تاج الشریعہ قدس سرہ کے عرس چہلم کے موقع پر شائع ہوا، خاص کر قابل ذکر ہے۔ مجموعی طور پر سنی رسائل میں سنی دنیا کو انفرادی حیثیت حاصل ہوئی۔ عوام کے استفادے کی غرض سے اب یہ رسالہ اردو کے ساتھ ہندی میں بھی شائع ہوتا ہے۔

سہ ماہی امین شریعت:۔

حضور علامہ سبطین رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی یاد میں آپ کے شہزادے گرامی وقار حضرت علامہ مفتی سلمان رضا خاں صاحب دام ظلہ کی سرپرستی ونگرانی میں مولانا مفتی محمد اشرف رضا خاں صاحب قادری کی ادارت میں بریلی شریف سے جون ۲۰۱۶ء کو علما و مشائخ خاص کر حضور محدث کبیر دامت معالیھم کے دست حق پرست سے سہ ماہی ''امین شریعت'' کا اجرا ہوا۔ رسالہ میں معیاری مضامین، رسالہ کے معیار کا پتہ دیتے ہیں۔ مشاہیر اہل قلم کی علمی وتحقیقی نگارشات، رسالہ کا خاص حصہ ہیں۔ رسالہ کے اجرا کو دو سال ہوئے اور اس قدر قلیل مدت میں رسالہ کے اب تک دو نمبر منظر عام پر آچکے ہیں۔

امین شریعت نمبر

۷۰۴ر صفحات پر مشتمل حضور امین شریعت قدس سرہ کی سوانح واحوال زندگی، مذہبی ومسلکی خدمات، اور مبلغانہ ومجاہدانہ سرگرمیوں اور مخلصانہ کارکردگیوں کے حوالے سے ایک ضخیم نمبر بنام ''امین شریعت نمبر'' شائع ہوا جس کی رسم اجرا حضور تاج الشریعہ کے مقدس ہاتھوں عمل میں آئی۔ اس نمبر کے مستند ومعتبر ہونے کے لیے نمبر میں شامل حضور تاج الشریعہ کے دعائیہ کلمات کافی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ عزیز القدر مولانا اشرف رضا قادری زید مجدہ امین شریعت حضرت مولانا سبطین رضا قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات وخدمات پر مشتمل مقالات کا مجموعہ منظر عام پر لا رہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور انہیں دین متین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق رفیق

عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔‘‘[امین شریعت نمبر]

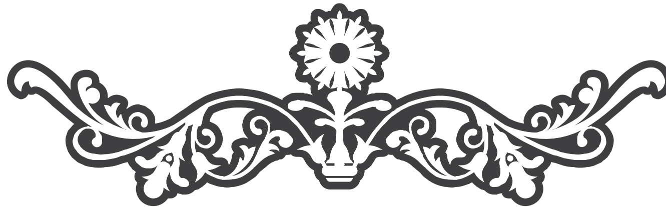
تصانیف تاج الشریعہ نمبر

یہ بھی عجب اتفاق ہے کہ جس رسالہ کا پہلا نمبر تاج الشریعہ قدس سرہ کے دست حق پرست سے جاری ہوا۔دوسرا نمبر انہیں کی حالات وخدمات کے حوالے سے شائع ہوا۔حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کے عرس چہلم کے موقع پر سہ ماہی امین شریعت کا ’تصانیف تاج الشریعہ‘ شائع ہوا،جس کی رسم اجرا حضور محدث کبیر دامت معالیھم کے مبارک ہاتھوں ہوئی۔یہ نمبر اپنے عنوان کے اعتبار سے جملہ رسائل سے جداگانہ اورانفرادی حیثیت کا حامل ہے۔اس میں شامل مقالات ومضامین تاج الشریعہ کی قلمی خدمات پر مشتمل ہیں۔مختصر یہ کہ یہ نمبر علمی وتحقیقی مضامین ومقالات کا بہترین مجموعہ ہے۔رسالہ کے اردوایڈیشن کی مقبولیت کے بعد ہندی ایڈیشن بھی منظر عام پر آگیا ہے۔

الغرض:۔ مرکز اہل سنت بریلی شریف کی صحافتی خدمات کا یہ ایک مختصر ساخاکہ ہے،جو سرسری طور پر عجلت کے ساتھ پیش کیا گیا۔اگر مرکزکی صحافتی خدمات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جائے تو مجلد کے مجلد تیار ہوجائیں۔مگر ارباب نظر واصحاب ذوق کے لیے یہ بھی کم نہیں ہے۔اگر تعصب کی عینک ہٹاکر مذکورہ اوراق پڑھے جائیں تو قاری یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مرکز اہل سنت بریلی شریف صحافتی خدمات کے حوالے سے بھی مرکزیت کا حق رکھتا ہے۔اللہ پاک اہل سنت کے اس مرکز کو سلامت رکھے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

[سالنامہ تجلیات اسمٰعیلی کا دوسرا خصوصی شمارہ:بنام مرکز اہل سنت نمبر۔
بموقع عرس صد سالہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ۔ص ۲۱۲ تا ۲۳۷۔۔۔
دوماہی الرضا پٹنہ:نومبر،دسمبر ۲۰۱۹ء۔پہلی قسط۔
ص ۲۹ تا ۴۰۔جنوری،فروری ۲۰۲۰ء۔قسط دوم ص ۳۴ تا ۴۱]



رَشحات رضویہ بحوالہ، ماہنامہ تحفہ حنفیہ

ماہنامہ تحفہ حنفیہ، چودھویں صدی میں اہل سنت وجماعت کا مشہور ماہوار رسالہ تھا۔

یہ رسالہ خلیفہ اعلیٰ حضرت، مولانا مفتی قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی تغمدہ اللہ الھادی، کے زیر اہتمام وادارت عظیم آباد پٹنہ سے جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ سے جاری ہوا اور ۱۳۲۷ھ تک تسلسل کے ساتھ جاری رہا۔ رسالہ کے سرپرستوں میں خاص کر دو نام اہمیت کے حامل ہیں۔

حضور شیخ المشائخ، تاج الفحول علامہ شاہ عبدالقادر عثمانی بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ الرحمٰن رسالہ کی اشاعت کا بنیادی مقصد اہل سنت کے عقائد ونظریات کی تبلیغ وتشہیر اور بدمذہبوں کی تردید خاص کر ندوہ کی ریشہ دوانیوں وفتنہ انگیزیوں کا سدباب تھا۔

رسالہ کی ادارت قاضی عبدالوحید فردوسی نے فرمائی ان کے بعد چند ماہ مولانا حکیم یوسف حسن صاحب رسالہ کے مدیر مقرر ہوئے اور پھر صفر ۱۳۱۹ھ سے مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی مدیر ہوئے۔ اور وہ آخر تک مدیر رہے۔

رسالے میں ملک بھر کے مشاہیر علما ومشائخ کی تحریریں شائع ہوتی تھیں۔ اور خالص علمی وتحقیقی مضامین ہی شامل اشاعت ہوتے تھے۔ اس رسالہ میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کے بہت سے فتاوی ورسائل اور تحریریں شائع ہوئی ہیں۔ ہم اپنے عنوان کے مطابق یہاں آپ کی تحریرات کی تفصیل پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

نگارشاتِ اعلیٰ حضرت:۔

فتوی (شیعہ عورت سے نکاح کا حکم)

شیعہ عورت سے سنی کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ حضرت مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی مدیر ماہنامہ تحفہ حنفیہ، نے یہ استفتا اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں کیا تو جواب میں دو صفحات پر مشتمل فتوی اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا جو ماہنامہ تحفہ حنفیہ کے شمارے بابت ذوالقعدہ وذوالحجہ ۱۳۱۵ھ کے صفحہ ۲۹۔۳۰، میں شائع ہوا۔ اس فتوے کے اخیر میں غالباً مدیر تحفہ کی طرف سے اعلیٰ حضرت کو مجدد عصر بھی لکھا گیا۔

سل السیوف الھندیہ علی کفریات بابا النجدیۃ

امام الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی اور اس کے مقلدین وہابیہ وندویہ کے عقائد ونظریات کی تردید میں اعلیٰ حضرت کا بہت ہی معرکۃ الآرا اور علمی وتحقیقی رسالہ ہے۔ نام تاریخی ہے، جس سے سن تصنیف ۱۳۱۲ھ برآمد ہوتا

ہے۔ رسالہ پہلی بار ماہنامہ تحفہ حنفیہ کے شمارہ بابت صفر۱۳۱۶ھ میں بائیس صفحات پر مشتمل مطبع تحفہ حنفیہ پٹنہ کے اہتمام سے طبع ہو کر شائع ہوا۔

مدیر ماہنامہ تحفہ قاضی صاحب نے اس رسالہ سے پہلے پانچ صفحات پر مشتمل زبردست تمہید بنام ''تمہید سدید بتفہیم ندوہ پلید'' لکھی ہے جس میں رسالہ کا تعارف اور وہابیہ وندویہ کے خلاف سرگرمیوں اور کارروائیوں کی تفصیل بیان کی ہے۔

ایک عربی شعر سے متعلق فتوی

لی خمسة اطفی بها حر الوباء الحاطمه

المصطفیٰ والمرتضیٰ وابناهما والفاطمه

درج بالا شعر کے صحیح ہونے سے متعلق فتوی ہے۔ [رمضان المبارک:۱۳۱۶ھ ص۲۱]

رضاعی ساس ورضاعی سالی سے زنا پر مصاہرت سے متعلق فتوی

رضاعی ساس اور رضاعی سالی سے زنا کرنے پر حکم مصاہرت ہوگا یا نہیں اس تعلق سے حکم شرعی بیان کیا گیا ہے۔ فتوی ذوالحجہ ۱۳۱۶ھ کے ابتدائی دو صفحات میں ہے۔

بعد نماز عیدین وغیرہ مصافحہ اور علما کے ہاتھ چومنے کا حکم (فتوی)

نماز عید، نماز جمعہ، نماز فجر اور نماز عصر کے بعد جو اہل سنت میں مصافحہ رائج ہے اس کو وہابیہ بدعت کہتے ہیں اس تعلق سے نیز علمائے کرام کے ہاتھوں کو چومنے کی شرعی حیثیت سے متعلق مدلل فتوی۔

[محرم الحرام ۱۳۱۷ھ: ص۳۴ تا ۳۶]

رسالہ وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید

نماز عید کے بعد گلے ملنے سے متعلق مدلل ومفصل معرکۃ الآرا رسالہ مبارکہ۔ سن تصنیف کتاب کے نام سے ۱۳۱۲ھ برآمد ہوتی ہے۔ ہمیں ماہنامہ میں ایک قسط ہی دستیاب ہوئی۔ [صفر المظفر ۱۳۱۷ھ: ص۳۳ تا ۳۶]

ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار۔ (۱۳۱۶ھ)

بدمذہبوں سے نکاح ورشتہ داری کے حوالے سے عمدہ رسالہ۔ اس کی دو قسطیں ماہنامہ میں ملیں۔

[صفر المظفر ۱۳۱۷ھ۔ ص۴۱ تا ۴۴۔ ربیع الاول ۱۳۱۷ھ۔ ص۱۳ تا ۱۶]

فتوی (امام کے سجدہ سہو کے سلام میں مسبوق کی شرکت وعدم شرکت)

مسبوق نمازی کا امام کے سجدہ سہو کے سلام میں شرکت کرنے نہ کرنے سے متعلق تفصیلی فتوی ہے۔

[ربیع الآخر: ۱۳۱۸ھ ص۹ تا ۱۲]

فتویٰ (وکالت نکاح)

نکاح میں وکالت کے حوالے سے ایک تحقیقی فتویٰ ہے۔[مرجع سابق:ص ۳۰تا۳۳]

فتویٰ (در جواز جماعت ثانیہ)

دوسری جماعت کے جواز پر تحقیقی و تفصیلی بحث پر مشتمل فتویٰ ہے۔جمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ میں صفحہ ۲۱ سے ۲۸ صفحہ تک فتویٰ ہے۔

فتویٰ (در تحقیق تاریخ ولادت ووفات نبوی)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت ووفات سے متعلق تفصیلی فتویٰ ہے۔[مرجع سابق:ص ۲۹ تا ۳۶]

رسالہ الزہر الباسم فی حرمۃ الزکوٰۃ بنی ہاشم

بنی ہاشم کے لیے زکاۃ جائز نہیں اس تعلق سے معرکۃ الآرا بحث ہے اس رسالے میں رسالہ کا نام تاریخی ہے۔اس سے سن تاریخ ۱۳۰۷ھ برآمد ہوتی ہے۔رسالہ ۱۶/ر صفحات پر مشتمل ہے۔

مدیر تحفہ قاضی عبدالوحید فردوسی کے اہتمام سے مطبع حنفیہ سے طبع ہوکر ماہنامہ تحفہ حنفیہ کے شمارہ بابت جمادی الآخری ۱۳۱۸ھ میں شائع ہوا۔

(فتویٰ) گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین

گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین کے ممنوع ہونے کے حوالے سے فتویٰ ہے۔[رجب ۱۳۱۸ھ:ص ۱۱، ۱۲]

شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیل وغیرہ کی تصویر اور روضہ انور، نعلین پاک وغیرہ کی تمثیل وطغروں کے جواز وعدم جواز کے حوالے سے بہت ہی زبردست رسالہ ہے۔رسالہ کے نام سے سن تصنیف ۱۳۱۵ھ برآمد ہوتا ہے۔قاضی صاحب کے اہتمام سے مطبع حنفیہ پٹنہ سے طبع ہوکر ماہنامہ تحفہ حنفیہ کے شمارے شعبان ۱۳۱۸ھ میں شائع ہوا۔رسالہ، ماہنامہ کے ابتدائی ۲۸/ر صفحات پر مشتمل ہے۔

فتویٰ دبارہ عشر

عشری وخراجی زمینوں کی زکاۃ کے حوالے سے بارہ (۱۲) صفحات پر مشتمل تحقیقی فتویٰ ہے۔

[رمضان وشوال ۱۳۱۸ھ:ص ۱۷تا۲۸]

قصیدہ مدحیہ در شان تاج الفحول (چراغ انس)

یہ قصیدہ اعلیٰ حضرت نے محب رسول علامہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ کی شان میں تحریر فرمایا۔اس کا تاریخی نام چراغ انس ہے جس سے سن ۱۳۱۵ھ برآمد ہوتی ہے۔اس کا کچھ حصہ رمضان وشوال ۱۳۱۸ھ میں

شائع ہوا۔ اور ذی القعدہ وذی الحجہ ۱۳۱۸ھ میں صفحہ ۱۳ تا ۱۶۔ علامہ حسن رضا بریلوی کے مقدمہ کے ساتھ مکمل شائع ہوا۔

عقائد اہل سنت وجماعت

مولانا شاہ احمد علی نقشبندی مرزاپوری کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی کیا راے ہے اس حوالے سے اعلیٰ حضرت سے جب سوال کیا گیا تو آپ نے مولانا احمد علی صاحب کے پاس وہابیہ، دیابنہ، نجدیہ، نیاچرہ، ندویہ وغیرہ فرقہاے باطلہ کی بابت امور عشرین کے عنوان سے بیس سوالات بھیجے تاکہ شاہ صاحب کے نظریات واضح ہوجائیں۔ جواب مبنی بر حق موصول ہونے پر اعلیٰ حضرت نے ان کی تائید فرمائی۔ یہ آٹھ صفحات پر مشتمل روداد ماہنامہ کے شمارے بابت صفر ۱۳۱۹ھ میں صفحہ ۴۱ سے ۴۸ پر شائع ہوئی۔

ائمہ اربعہ کی تقلید کے منکر سے متعلق فتوی

سولہ صفحات پر مشتمل تحقیقی فتوی ہے۔ اس میں ائمہ اربعہ کی تقلید کے وجوب اور اس کے انکار کی شناعت وضلالت اور منکر کی گمراہی پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ [ربیع الآخر وجمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ: ص ۱ تا ۱۶]

عید گاہ جدید سے متعلق فتوی

پرتکیز کے علاقہ دمن خرد میں ۱۲۲۶ھ میں ایک عید گاہ تعمیر کی گئی تھی۔ اور پھر لگ بھگ ۱۳۱۸ھ میں چند مفسدین نے نفس پرستی کی زد میں آکر ایک اور عید گاہ تعمیر کرنے کی کوشش کی جس سے دمن کے علاقہ میں فتنہ وفساد پیدا ہوگیا۔ دانش ور طبقہ نے شریعت کا سہارا لیتے ہوئے علماے کرام خاص کر حضور اعلیٰ حضرت سے عید گاہ جدید سے متعلق فتاویٰ حاصل کیے۔ فتاویٰ میں عید گاہ جدید جو خاص نفس پرستی کے نتیجے میں تعمیر ہوئی تھی، سے باز رہنے اور عید گاہ قدیم ہی کو باقی رکھتے ہوئے اسی میں نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ اعلیٰ حضرت کا یہ فتوی مع تصدیقات علماے اہل سنت جمادی الاخریٰ ورجب ۱۳۱۹ھ کے صفحہ ۵ سے صفحہ ۸ تک شائع ہوا اور مابقی، اگلے شمارے بابت شعبان ورمضان ۱۳۱۹ھ کے ص ۹ سے ۳۰۔ تک شائع ہوا۔

نعت شریف، دشمن احمد پہ شدت کیجیے

یہ نعت شریف جمادی الاخریٰ ۱۳۲۰ھ کے پشت ورق پر شائع ہوئی۔ اس نعت شریف پر مہتمم تحفہ مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی نے درج ذیل تبصرہ فرمایا ہے:

سبحان اللہ کیا نظم عالی شان ہے کہ جس میں نعت کی نعت اور بدعات مروجہ کا کامل رد اور ہر مصرعہ وہابیوں ودیگر بدعتیوں کے لیے قیامت برپا کرنے والا ان کی جانوں پر تیر وسنان کا کام دینے والا۔ ”(مہتمم تحفہ)

فتویٰ، مشروط نکاح میں تین طلاق، اور مال حرام سے مسجد کی تعمیر

مشروط نکاح میں طلاق اور رشوت کی رقم تعمیر مسجد میں لگانے سے متعلق آٹھ (۸) صفحات پر مشتمل فتوی ہے۔ ذوالقعدہ ۱۳۲۰ھ کے شمارے میں صفحہ ایک سے آٹھ تک مسطور ہے۔

فتویٰ، حوض کوثر اور خلفاے اربعہ

حوض کوثر پر جام پلانے کے لیے کیا خلفاے اربعہ مقرر رہوں گے، اس تعلق سے ایمان افروز جوابی فتوی ہے۔ [محرم ۱۳۲۱ھ: ص۵ تا ۶]

پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری سے نکاح کرنے پر طلاق کو معلق کرنا، فتوی، مع تصدیقات

اس فتوے میں نکاح کے وقت شوہر سے پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری عورت سے نکاح نہ ہونے کی شرط لگانا نیز دوسری عورت سے نکاح کرنے پر طلاق ہوجانے پر بھی دستخط لینے کا حکم شرعی بیان کیا گیا ہے۔
[محرم ۱۳۲۱ھ ص۶ تا ۸]

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا

یہ آپ کی لکھی ہوئی مشہور زمانہ نعت پاک ہے۔ شمارہ بابت ربیع الاول ۱۳۲۱ھ کے پہلے صفحہ پر موجود ہے۔

چلتی ریل پر نماز کا حکم

چلتی ٹرین پر نماز ادا کرنے نہ کرنے کے سلسلے میں فتوی ہے۔ [ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ ص ۴]

خطبہ جمعہ و عیدین منظوم اور عجمی زبان میں پڑھنے کا حکم، فتوی

اس فتوی میں جمعہ اور عیدین کے خطبوں کو غیر عربی زبان میں پڑھنے کی کراہت بیان کی گئی ہے۔
[جمادی الاولی ۱۳۲۱ھ: ص۶ تا ۸]

رسالہ ردالرفضہ

رافضیوں کے عقائد و نظریات کی تردید میں بہت ہی معرکۃ الآرار سالہ ہے۔ اس رسالہ کا تاریخی نام "ردالرفضہ" ہے، نام سے سن تصنیف ۱۳۲۰ھ برآمد ہوتا ہے۔ یہ رسالہ جمادی الآخری ۱۳۲۱ھ میں ابتدا سے اٹھارہ صفحات تک ہے۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں

یہ نعت شریف محرم ۱۳۲۲ھ کے صفحہ ایک پر ہے۔

اذان خطبہ کا خارج مسجد ہونا

جمعہ کی اذان ثانی خارج مسجد ہونا چاہیے اس سلسلے میں تفصیلی و تحقیقی فتوی ہے۔ [محرم ۱۳۲۲ھ: ص۲ تا ۸]

نعتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا، اہل صراط روح امیں کو خبر کریں

یہ نعت شریف ۱۳۲۲ھ صفر کے پہلے صفحہ پر ہے۔

مسئلہ فرائض میں مولوی عبدالحی لکھنوی کا تعاقب، فتوی

مولوی عبدالحی لکھنوی کے میراث کے ایک فتوے سے متعلق اعلیٰ حضرت کا علمی و تحقیقی مدلل ومفصل جواب۔[صفر۱۳۲۲ھ:ص۲تا۷]

وضو وغسل کے اہم مقامات جن کا دھونا فرض ہے، فتوی

وضواورغسل میں جن مقامات کا دھونا فرض ہے ان کی تفصیل پر مشتمل فتوی۔[جمادی الاخری۱۳۲۲ھ:ص۱تا۸]

السوء والعقاب علی المسیح الکذاب

قادیانی اور قادیانیت کی تردید میں نہایت ہی عمدہ رسالہ ہے۔رسالے کے نام سے سن تصنیف ۱۳۲۰ھ برآمد ہوتا ہے۔پورا رسالہ تین شماروں میں شائع ہوا۔رجب ۱۳۲۲ھ میں صفحہ ایک سے ۱۲/تک شعبان میں صفحہ ایک سے ۴تک اور رمضان میں ۳سے صفحہ ۶تک۔

تقلید، قربانی، تاڑی، خندق میں ٹھہرے پانی سے متعلق حکم شرعی

تقلید وغیرہ مختلف مسائل پر مشتمل فتوی ہے۔[رمضان ۱۳۲۲ھ:ص۱۔۲]

(فتوی) تار وخط کے ذریعہ رویت ہلال

خط کے ذریعہ رویت ہلال کی شرعی حیثیت سے متعلق تفصیلی فتوی ہے۔ساتھ ہی علمائے کرام کی تصدیقات بھی ہیں۔یہ فتوی رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ کے صفحہ ۱۳سے ۲۰، تک آٹھ (۸) صفحات پر مشتمل ہے۔

فتوی متعلق خطبہ مختلطہ جمعہ وسادات کرام

عربی اور عجمی دونوں زبانوں میں خطبہ کا حکم اور سادات کرام کے حوالے سے ایک تحقیقی فتوی ہے۔شوال ۱۳۲۲ھ ص۳تا۷ تک شامل ہے۔

نماز کے بعد قبلہ رو بیٹھے رہنے کا حکم، فتوی

نماز کے بعد امام کا قبلہ رو بیٹھے رہنے کی کراہت کا حکم۔[ذوالحجہ ۱۳۲۲ھ ص۵]

دعاے دفع وباے طاعون

طاعون سے بچنے کے لیے بہت سی دعائیں عام ہوئیں۔ماہنامہ تحفہ حنفیہ میں اعلیٰ حضرت کی تصحیح سے ایک دعا شائع ہوئی، جو ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ کے صفحہ ۱۱سے ۱۶تک چھ صفحات پر مشتمل ہے۔

عصمت انبیا سے متعلق احناف پر غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ جملہ انبیائے کرام ورسلان عظام معصوم عن الخاط ہیں۔لیکن وہابیہ انبیائے کرام کو غیر معصوم مانتے ہیں، انہیں کی تردید میں آٹھ صفحات پر مشتمل تفصیلی وتحقیقی فتویٰ ہے۔صفر ۱۳۲۳ھ میں صفحہ ایک سے آٹھ تک موجود ہے۔

یہ فتویٰ چند سال قبل فقیر کے حاشیہ وغیرہ کے ساتھ (انبیائے کرام گناہ سے پاک) کے نام سے ہندوپاک سے متعدّد بار چھپ چکا ہے۔اس وقت تک یہ فتویٰ فتاویٰ رضویہ میں شامل نہیں تھا۔

شہادت نامہ اور تعزیہ وغیرہ کا حکم، فتویٰ

مروجہ شہادت ناموں اور تعزیہ وغیرہ خلاف شرع رسموں کے حوالے سے فتویٰ ہے۔[ربیع الاول ۱۳۲۳ھ: ص ۱تا۴]

امامت میں وراثت سے متعلق مسائل اور مال کفار کا مسجد میں استعمال، فتویٰ

امامت میں وراثت نہیں چلتی اور کفار کا مال مسجد میں نہیں لگانا چاہیے، یہ فتویٰ انہیں مسائل پر مشتمل ہے۔
[ربیع الآخر ۱۳۲۳ھ: ص ۱تا۸]

رسالہ سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح

وہابیہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بوسکتا ہے معاذاللہ تعالیٰ۔یہ رسالہ اسی باطل، فاسد اور کفریہ عقیدہ کی تردید میں اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا۔ماہنامہ تحفہ حنفیہ میں اس رسالہ کا پہلا حصہ درج ذیل شماروں میں قسط وار شائع ہوا۔

ربیع الآخر ۱۳۲۳ھ ص ۳۳تا۴۰۔جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ ص ۱تا۸۔جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ ص ۱تا۱۰۔
رجب، شعبان، رمضان، شوال ۱۳۲۳ھ ص ۱تا۸۔ صفر ۱۳۲۴ھ ص ۵تا۱۲، ربیع الاول و ربیع الآخر، جمادی الاولیٰ، الاخریٰ، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ ص ۱تا۸۔

محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد جیسے نام رکھنے کا حکم، فتویٰ

محمد نبی، ہدایت علی وغیرہ نام رکھنے کے حوالے سے تفصیلی وتحقیقی فتویٰ خاص کر علامہ عبدالحی لکھنوی کے ایک فتوے کی تردید جس میں ہدایت علی وغیرہ نام رکھنے کو ناجائز لکھا گیا ہے۔ماہنامہ کے شمارے بابت شوال ۱۳۲۳ھ میں صفحہ ۹ سے ۳۲۔تک یہ فتویٰ موجود ہے۔

چند اہم مسائل

تارک سنت مؤکدہ، دخلاف شرع داڑھی والے، عورتوں کے پردہ نہ کرانے والے، پانی سے استنجا کرنے والے کی اقتدا کا حکم، اور مصارف زکاۃ سے متعلق فتویٰ۔[ذی القعدہ ۱۳۲۳ھ: ص ۷تا۱۶]

چند ضروری مسائل

گوبر والی مٹی کی دیوار اور اس کے اوپر پلاستر والی مسجد میں نماز کا حکم، مکان موقوف کو بیچنا، اور مرض الموت میں ہبہ یا وصیت، نابالغوں کے لیے حد بلوغ کیا ہے؟ شی موہوبہ کے ایک جزپر استحقاق ہو تو اس کا حکم، مرض الموت کی تعریف، مرض الموت میں ہبہ کی گئی چیز کا حکم اور میراث کے چند اہم مسائل پر مشتمل فتوی۔

[محرم ۱۳۲۴ھ: ص ۱ تا ۲۴]

حالت احرام میں سلے ہوئے لنگوٹ وغیرہ پہننے کا حکم

احرام میں سلے ہوئے لنگوٹ پہننے سے متعلق فتوی۔ [صفر ۱۳۲۴ھ ص ۱ تا ۳]

اولیاء اللہ کے نام پالے ہوئے جانوروں کا ذبیحہ، فتوی

اللہ والوں کے نام پر جو جانور پالے جائیں ان کو اگر بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا گیا تو جائز ہے۔ مفصل و مدلل فتوی۔

[مرجع سابق: ۱۳ تا ۲۴]

دو فتاوی

امتناع نظیر اور مزارات پر عورتوں کے جانے سے متعلق فتاویٰ۔ [رجب ۱۳۲۴ھ: ص ۹ تا ۱۲]

نعت پاک

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے۔

۱۳۲۴ھ میں حج کے دوران لکھا گیا کلام بنام تاریخی "حضور جان نور" (۱۳۲۴ھ) دوسرا تاریخی نام "حاضری بارگاہ بہیں جاہ" بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے، یہ کلام بھی اسی موقع پر لکھا گیا۔ اس کو بھی تاریخی نام دیا گیا۔ "حاضری درگاہ ابدی پناہ" [۱۳۲۴ھ] [محرم ۱۳۲۵ھ ص ۱ تا ۱۲]

رسالہ الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر، ۱۳۰۳ھ

روسر کی شکر، کفار کی بنائی ہوئی مٹھائیاں، بسکٹ، نان پاؤ، صابون وغیرہم مستور الحال اشیاے ماکولات و مشروبات کی حلت و حرمت کے حوالے سے بہترین رسالہ ہے۔ اس رسالے کے نام سے سن تالیف ۱۳۰۳ھ برآمد ہوتی ہے۔ یہ ماہنامہ تحفہ حنفیہ ۱۳۲۵ھ کے درج ذیل مختلف شماروں میں قسط وار شائع ہوا۔

محرم، ص ۱۳ تا ۲۴۔ صفر، ص ۱ تا ۱۲۔ ربیع الاول، ص ۱ تا ۸۔ ربیع الآخر، ص ۱ تا ۸۔ جمادی الاولی، ص ۱ تا ۸۔ جمادی الاخریٰ، ص ۱ تا ۴۔

مسائل شتی

گیارہ اہم مسائل پر مشتمل فتوی۔ [ربیع الآخر ۱۳۲۵ھ: ص ۹ تا ۱۲]

اجارہ، قرض، بیع وغیرہ کے مسائل

اجارہ، وغیرہ سے متعلق چند اہم مسائل پر مشتمل فتویٰ ہے۔[مرجع سابق:۲۵تا۲۶]

نظم مبارک در حلیہ مبارک غوث اعظم

سرکار غوث پاک قدس سرہ کے حلیہ مبارکہ کے حوالے سے منظوم کلام۔[ربیع الآخر۱۳۲۵ھ:ص۳۱۔۳۲]

غوث پاک کے حسنی حسینی پر فتویٰ

غوث پاک حسنی اور حسینی ہیں، اس حوالے سے تحقیقی بحث پر مشتمل فتویٰ۔[جمادی الاخریٰ۱۳۲۵ھ ص۵ تا۷]

نمازی کے آگے سے گزرنے کا حکم

نمازی کے آگے سے گزرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے اس حوالے سے جواب۔[مرجع سابق:ص۷تا۸]

مسئلہ تقدیر

تقدیر کے حوالے سے علمی و تحقیقی بحث پر مشتمل فتویٰ ہے۔ رجب، ص۱تا۸اور شعبان۱۳۲۵ھ ص۱تا۱۱، پر دو قسطوں میں شائع ہوا۔

دو فتاویٰ

ادائے نماز جنازہ کے بعد دوبارہ نماز ادا کرنا اور غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کا حکم شرعی، نیز آستین چڑھا کر نماز ادا کرنے کے حوالے سے دو فتوے۔[مرجع سابق:۲۱تا۲۸]

حدائق بخشش

اعلیٰ حضرت کا نعتیہ دیوان ہے۔ نام سے تاریخ ترتیب ۱۳۲۵ھ برآمد ہوتی ہے۔ علامہ حسن رضا خاں علیہ الرحمہ نے اسے ترتیب دیا ہے۔ ماہنامہ کے درج ذیل شماروں میں قسط وار شائع ہوا۔

۱۳۲۵ھ کے رجب، شعبان ص۳۷تا۴۴۔ رمضان ص۱تا۱۶۔ ذیقعدہ ص۱۱تا۱۸۔ ذی الحجہ ص۱تا۸۔ اور ربیع الآخر۱۳۲۶ھ ص۴۱۔

زیور وغیرہ پر زکاۃ

زیور وغیرہ پر زکاۃ اور سادات کو زکاۃ دینے سے متعلق تفصیلی و تحقیقی فتویٰ۔ یہ فتویٰ ماہنامہ کے درج ذیل مختلف شماروں میں شائع ہوا۔ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ ص۹تا۱۶۔ ربیع الآخر۱۳۲۶ھ ص۲تا۱۶۔ جمادی الاولیٰ، ص۹تا۱۶۔ جمادی الاخریٰ، ص۹تا۱۶۔ رجب، ص۹تا۱۶۔ شعبان، ص۱تا۴۔

در میں نماز کا حکم

مسجد کے در میں نماز پڑھنے سے متعلق فتویٰ۔[ربیع الاول۱۳۲۶:ص۱۷تا۱۸]

رسالہ البلاغ المبین کی تحقیق

محدث دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ سے منسوب رسالہ البلاغ المبین اور اس کے مندرجات سے متعلق تحقیقی فتوی۔[جمادی الاولی ۱۳۲۶ھ ص ۳۳تا۳۶]

بارش کے پانی سے وضو

بارش کے پانی وضو وغسل کرنے سے متعلق فتوی۔[مرجع سابق:ص۳۶]

سماع وغیرہ کا حکم

سماع اور اس سے ملحق مسائل پر شرعی تفصیلی بحث پر مشتمل فتوی۔

[رجب ۱۳۲۶ھ ص ۲۱تا۲۹۔رمضان ۱۳۲۶ھ ص ۱تا۸]

طاعون سے متعلق فتوی

طاعون میں مسلمان کیا کریں اس پر تفصیلی و تحقیقی بحث ہے۔[ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ:ص۱۵تا۱۶]

رسالہ مقال عرفا باعزاز شرع وعلما

یہ اعلیٰ حضرت کی مایہ ناز تصنیف ہے۔اس میں شریعت اصل ہے طریقت اس کی فرع ہے، اس عنوان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔یہ کتاب مطبع تحفہ حنفیہ سے چھپ کر ماہنامہ تحفہ حنفیہ کے شمارے بابت ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ ص ۱۵تا۲۸۔ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ ص ۱۱۔۱۲۔میں شائع ہوئی۔اس کتاب کے نام سے سن تصنیف ۱۳۲۵ھ برآمد ہوتا ہے۔

فقہ شہنشاہ بان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ

اس رسالہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے لفظ شہنشاہ کے اطلاق پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے۔ رسالے کے نام سے سن تصنیف ۱۳۲۶ھ برآمد ہوتا ہے۔مطبع حنفیہ پٹنہ سے مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی مہتمم تحفہ حنفیہ کے اہتمام سے چھپ کر ماہنامہ تحفہ حنفیہ کے شمارے بابت محرم ۱۳۲۷ھ ص ۱تا۸۔میں شائع ہوا۔ اس کی فقط ایک قسط ہی دستیاب ہوئی۔

خاتمہ:۔ ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ کے لگ بھگ بارہ سال کے شماروں میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی شائع شدہ تحریرات منیرہ کی یہ فہرست اس لیے پیش کی گئی تاکہ قارئین امام اہل سنت اور آپ کی مبارک تحریروں کی شہرت و مقبولیت اور انفرادیت کا بخوبی اندازہ کر سکیں، نیز محققین حضرات اس فہرست سے استفادہ کر سکیں۔اللہ پاک ہمیں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم۔

رسائل حسن پر ایک نظر

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ! ؎

تاج بن کر تیرے سر پر جو سدا چمکا کیے
تو نے اے دنیا وہ سورج چاند تارے کیا کیے

امام شعروسخن، شہنشاہِ فکروفن، ذوالمجدوالمنن، استاد زمن حضرت علامہ حسن رضاخان حسنؔ بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی وقار کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ استادِ زمن کی عظمتوں، رفعتوں میں بھلا کیا شبہہ ہوسکتا ہے۔ انجمن شعروسخن ہو یا میدان علم وفن ہر جگہ آپ کی ذات بابرکات نمایاں حیثیت کی حامل نظر آتی ہے۔ زیر نظر مجموعہ رسائل آپ ہی کے قلم کا شاہکار ہے جس کی تعریف میں کچھ کہنا چھوٹا منہ بڑی بات کے مترادف ہے۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے: قدر المؤلَّف بقدر المؤلِّف، یعنی کتاب کی قدروقیمت مصنف کتاب کی عظمتوں پر منحصر ہے۔ اگر مصنف کتاب عظیم وباوقار ہو تو یقیناً کتاب بھی لائق صد افتخار ہوا کرتی ہے۔

حضرت موصوف نے بہت سارا علمی سرمایا قوم کو عطا فرمایا؛ لیکن اپنوں کی بے توجہی کہی جائے یا ماحول کی ستم ظریفی کہ اب تک عوام تو عوام خواص بھی حضرت کے اس علمی سرمایے سے من کل الوجوہ مستفید ہونے سے قاصر ہیں۔ مزید برآں اکابر کا علمی سرمایا صرف لائبریریوں میں سجانے، یا تہ خانوں میں دیمک کی خوراک بنانے کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ عوام وخواص سب کے استفادہ کے لیے ہے۔ آج ضرورت ہے کہ اکابر کا گراں مایہ علمی سرمایا منظرعام پر لایا جائے اور عوام وخواص کو استفادہ کا موقع دیا جائے۔

''رسائل حسن''اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو جناب ثاقب رضا قادری صاحب (پاکستان) اور پیکر خلوص حضرت علامہ محمد افروز قادری چریاکوٹی (انڈیا) بارک اللہ فیہما کی اجتماعی کوششوں اور کاوشوں سے عن قریب منصہ شہود پر جلوہ فگن ہونے والی ہے۔ ان دونوں حضرات نے ان قدیم ونایاب رسائل کی بازیابی سے اشاعت تک کا جو طویل سفر طے کیا اس میں انہیں کیا کیا دشواریاں اور پریشانیاں پیش آئی ہوں گی اس کا اندازہ وہی لگا سکتے ہیں جو اس راہ کے مسافر ہیں، جو صرف کتب بینی ہی نہیں قلم رانی کا بھی شوق رکھتے ہیں۔ جن کا منشا اپنے بزرگوں کے اثاثہ کو بہر استفادہ واستفاضہ ہر قاری تک پہنچانا ہے۔

یہ امر نہایت خوش کن ہے کہ مرتبین نے تقریباً ایک سال قبل استاد زمن علامہ حسن رضا خان کی جملہ تصنیفات وتالیفات کا مجموعہ تشکیل دینے کا خواب دیکھا، اور نہایت تندہی سے اس مختصر مدت میں مولانا کے نایاب رسائل کو نہ صرف تلاش کیا بلکہ ان کی جمع وتدوین اور ترتیب وتخریج کا کام بھی مکمل کرلیا۔ قدیم نسخہ

جات کو جدید پیراہن پہناتے ہوئے اس بات کا بھی التزام رکھا کہ متن کو حرف بہ حرف برقرار رکھا جائے۔ تاہم جہاں کہیں قدیم رسم الخط پایا گیا اس کو جدید رسم الخط میں تبدیل کر دیا ہے۔

آمدم برسر مطلب: جناب ثاقب رضا صاحب نے اپنی اس کاوش کو منظر عام پر لانے سے قبل احقر سے اس کے تعارف کو بطور تبصرہ پیش کرنے کو کہا، میں گرچہ اس کا اہل نہیں؛ لیکن تعمیل حکم مقصود ہے؛ اس لیے بسبب شرف سعادت چند سطور قلم بند کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

''رسائل حسن'' استاد زمن حضرت علامہ حسن علیہ الرحمہ کے قیمتی علمی و تحقیقی و تنقیدی مضامین سے مزین ادبی و فنی محاسن سے مملو رسائل کا مجموعہ ہے۔ کتاب کا سرورق خوب صورت و دل آویز ہے۔ یہ امر باعث مسرت ہے کہ پاکستان اور ہندوستان میں اس کتاب کی بیک وقت اشاعت عرس رضوی کے موقع پر ہو رہی ہے۔ پاکستان میں اکبر بک سیلر (اردو بازار لاہور) اور انڈیا میں رضا اکیڈمی (ممبئی) اس کی اشاعت کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔

کتاب کے سرورق پر مرتبین میں 'محمد ثاقب رضا قادری پاکستان، اور محمد افروز قادری چریاکوٹی کے اسما کا اندارج بڑی ہی سادگی کے پیرایے میں رکھا گیا ہے، سرورق پر لمبے چوڑے القاب و خطابات سے گریز کیا گیا ہے، مصنّفین، مرتبین و مؤلفین کے لیے یہ بات لائق تقلید ہے۔

کتاب کھولنے کے بعد پہلے صفحہ پر رسائل حسن کا قدرے تعارف ہے۔ دوسرے صفحہ پر کتاب سے متعلق تفصیلات درج ہیں، جس میں غرض و غایت کے حوالے سے یہ سطر تحریر ہے:

''تحفظ و ترویج اثاثہ علماے اہل سنّت و جماعت''

نیز اس کا بھی خلاصہ کر دیا گیا ہے کہ یہ کتاب ۶۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

صفحہ ۴ پر مرتبین کی جانب سے اس کتاب کا انتساب دو عظیم بارگاہوں کی طرف کیا گیا ہے:

مولانا حسن رضا کے مرشد گرامی سلطان العارفین سید نوری میاں قدس سرہ اور مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت قدس سرہ۔ انتساب میں ان دونوں حضرات کا انتخاب بلاشبہ حسن انتخاب ہے۔

صفحہ ۵ پر خضر راہ کے عنوان سے رسائل حسن کے صفحات کی نشاندہی کی گئی ہے تاکہ قاری حسب منشا رسالہ کا مطالعہ کر سکے۔

صفحہ ۶ سے ۱۷ تک مرتبین کی جانب سے حرف آغاز کے عنوان سے ایک طویل مضمون ہے، جس میں دیگر باتوں سے قطع نظر رسائل حسن کا اجمالی تعارف بھی درج ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۳۸ تک ذکر حسن کے عنوان سے استاد زمن علامہ حسن کی سوانح کا قدرے تفصیلی خاکہ پیش کیا گیا ہے، جو یقیناً قابل مطالعہ ہے۔

صفحہ ۳۹ سے رسائل حسن کا سلسلہ شروع ہے، اس سلسلے کی پہلی کڑی رسالہ دین حسن ہے۔

دین حسن:

یہ رسالہ ۳۹ سے ۸۴ تک ۴۵ صفحات پر منتشر ہے، اس رسالہ کی پہلی اشاعت سے متعلق احقر کو علم نہیں۔

احقر کے پاس یہ رسالہ کتابی شکل میں موجود نہیں ہے البتہ خانوادہ رضویہ کے یادگار رسالہ الرضا کے جمادی الاخریٰ ۱۳۳۹ھ کے شمارے میں اس رسالہ کو شامل کیا گیا تھا وہ احقر کے پاس موجود ہے۔ احقر نے اسے سرسری نظر سے پڑھا اور اسے اپنے موضوع کی ایک بے مثال کتاب پایا۔ رسالہ الرضا میں اس کتاب کا تعارف درج ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے:

"یہ نادر و نایاب کتاب ہے جس میں مصنف اعلام نے اپنے زور قلم سے اسلام کی حقانیت اور دین مبین کی صداقت کا ثبوت دیا ہے۔ ابتدائی صفحات میں صحابہ کرام کے بعض اہم واقعات ذکر کیے ہیں جن میں کا ہر ایک واقعہ تاریخی واقعہ ہونے کے علاوہ بطور خود ایک مستقل دلیل ہے۔ اس کے بعد دنیا کے ان مشہور فلاسفروں اور سرزمین ہند کے ان نام آور پنڈتوں کی تحریریں نقل کی ہیں جن سے اِس مقدس دین کی سچائی نے اپنی تعریف کے خطبے پڑھوا لیے، تو یہ کتاب اسلام کی مختصر تاریخ اور ہنود و نصاریٰ کی ان عقلی دلائل و مدائح کا مجموعہ ہے جو انہوں نے اپنے ادراک واحساس کے موافق اپنے الفاظ میں لکھے ہیں پھر ان سب پر سلیس عبارت اور نفیس زبان نے لطف بیان اور بھی دوبالا کر دیا ہے، اور کیوں نہ ہو جب کہ ہندوستان کے مشہور اُردو نگار حضرت مولانا مولوی محمد حسن رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کی اعلیٰ تصنیف ہے۔"

نگارستانِ لطافت:

صفحہ ۸۵ سے دوسرا رسالہ مسمی بہ نگارستان لطافت شروع ہوتا ہے۔ یہ رسالہ ۶۹ صفحات کو محیط ہے۔ اس رسالہ کا موضوع میلاد رسول ہے۔ علامہ نے اس میں نظم و نثر دونوں انداز میں خامہ فرسائی کی ہے۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے ایک طرف ادبی و شعری گل ریزی سے قاری کا ذہن و دماغ معطر ہو گا تو دوسری طرف نثری اسلوب بیان کی چاشنی سے قاری کی زبان لطف اندوز ہو گی۔

اس رسالہ کی پہلی طباعت ۱۳۰۲ھ میں ہوئی جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا درج ذیل تاریخی قطعہ اس کا صاف پتہ دے رہا ہے ؎

یافت حسنؔ حُسنِ تحسیں || از حسان در ذکرِ حسیں
گفت رضاؔ تاریخ چنیں || نعت اشرف قبلہ دیں
۱۳۰۲ھ

تزکِ مرتضوی :

صفحہ ۱۵۵ سے رسالہ 'الرائحۃ العنبریہ من المجمرۃ الحیدریۃ' معروف بہ 'تُزک مرتضوی' کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ رسالہ صفحہ ۱۹۱ تک ہے؛ یعنی یہ رسالہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ میں مصنف موصوف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت و عظمت و رفعت پر تفصیلی کلام فرمایا ہے، نیز اہل سنت کے حوالے سے فرقہ تفضیلیہ کی طرف سے شیخین پر کیے جانے والے اعتراضات والزامات کے دنداں شکن جوابات بھی قلم بند فرمائے ہیں۔ یہ رسالہ اپنی نظیر آپ ہے۔

اس رسالہ کی پہلی طباعت مطبع جماعت تجارت میرٹھ سے ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء میں ہوئی۔ 'الرائحۃ العنبریہ من المجمرۃ الحیدریۃ' سن ہجری ۱۳۰۰ھ، اور 'تُزک مرتضوی' سے سن عیسوی ۱۸۸۳ء برآمد ہوتی ہے۔ مزید برآں مدتِ مدیدہ کے بعد گزشتہ برس یہ کتاب محترم افروز قادری صاحب چریاکوٹی کے تحشیہ وتخریج و ترتیب جدید سے مزین ہوکر محترم ثاقب صاحب کی مدد سے منظرِ عام پر آچکی ہے۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ اب تک اس کتاب کو تصانیف اعلیٰ حضرت کے خانہ میں رکھا جاتا تھا مگر اس مجموعہ کے مرتب جناب محترم ثاقب صاحب نے اس حقیقت کا انکشاف جام نور میں اپنے ایک مضمون میں کیا وہ لکھتے ہیں:

"ردِ تفضیل پر مولانا حسن رضا کی ایک نادر و نایاب تالیف ہے........ سرورق پر یہ عبارت تحریر ہے:

"الحمد للہ کہ در فضائل علیہ جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ مع بعض دلائل مختصر و عام فہم مسئلہ تفضیل حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایں رسالہ سیف قاطع و برق لامع مسمّٰی بنام تاریخی 'الرائحۃ العنبریۃ من المجمرۃ الحیدریۃ'، ۱۳۰۰ھ، ملقب بلقب مشعر سال عیسوی اعنی 'تزک مرتضوی' ۱۸۸۳ء۔

از تالیف لطیف: جناب مولوی حسن رضا خان صاحب حسنؔ قادری برکاتی ابوالحسینی بریلوی بفرمائش جناب مولوی غلام شبر صاحب قادری برکاتی ابوالحسینی بدایونی۔

حیات اعلیٰ حضرت جلد دوم صفحہ ۴۴ پر اس کتاب کو اعلیٰ حضرت کی تصنیف شمار کیا ہے۔ تصانیف اعلیٰ حضرت میں اس کا نمبر شمار ۳۰۵ درج ہے۔ مزید صفحہ نمبر ۱۴۸ پر ردنواصب کے عنوان کے تحت اعلیٰ حضرت کی تصنیف کے طور پر بیان کیا ہے۔ مزید صفحہ نمبر ۲۰۶ پر 'رد تفضیلیہ' کے عنوان سے سات تصانیف کے نام لکھے، جن میں سے ایک 'الرائحۃ العنبریۃ من المجمرۃ الحیدریۃ المعروف بہ تزک مرتضوی' ہے۔

آئینۂ قیامت:

اس کے بعد صفحہ ۲۹۳ سے رسالہ آئینۂ قیامت کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ رسالہ خاص طور پر کربلا کے معرکۃ الآرا

واقعہ پر مشتمل ہے۔ ابتدا میں حسنین کریمین کی فضیلت پر مشتمل احادیث کریمہ بھی نقل کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت سارا علمی و تحقیقی مواد اس رسالہ میں موجود ہے۔ رسالہ ہٰذا میں روایات صحیحہ کو بیان کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔ واقعہ کربلا سے متعلق اس کتاب کو استناد کا درجہ حاصل ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ 'حسن میاں مرحوم میرے بھائی کی کتاب آئینہ قیامت میں صحیح روایات ہیں اسے سننا چاہیے'۔ یہ رسالہ ۶۵ صفحات کو محیط ہے۔

بے موقع فریاد کے مہذب جواب :

اس کے بعد رسالہ 'بے موقع فریاد کے مہذب جواب' کی ابتدا ہوتی ہے۔ یہ رسالہ ۵۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ کے نام کے حروف سے عدد ۱۳۱۲ھ برآمد ہے، جو اس رسالہ کی طباعت کا پتہ دے رہا ہے۔ یہ رسالہ دراصل پنڈت بشن نرائن کی کتاب 'انگریزوں سے ہندوستانیوں کی فریاد' جو گاؤکشی کی مذمت پر مبنی ہے جس میں گائے کی حلت سے متعلق اسلامی نظریہ کی تردید کی گئی ہے، کا جواب لاجواب ہے۔

سوالات حقائق نما برؤس ندوۃ العلماء:

صفحہ ۳۳۵ سے رسالہ 'سوالات حقائق نما برؤس ندوۃ العلماء' (۱۳۱۳ھ) شروع ہوتا ہے۔ یہ ۱۳۱۳ ہجری میں نادری پریس، بریلی سے پہلی بار طبع ہوا۔ ۲۵ صفحات پر مشتمل اس رسالہ میں ندوہ کے مفاسد اور خامیوں کی نشاندہی پر مبنی ستر سوالات ہیں، جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے خود ندوہ کی درخواست پر تحریر فرمائے تھے، جس کے جواب سے اہل ندوہ آج تک قاصر ہیں۔ جس کا ذکر خود سیدی اعلیٰ حضرت نے چراغِ انس میں اس طرح فرمایا: ؎

میرے ستر سوال کا قرضہ
نہ ادا ہو سکا محب رسول

فتاوی القدوۃ لکشف دفین الندوہ:

اس کے بعد رسالہ 'فتاوی القدوۃ لکشف دفین الندوہ' کی اِبتدا ہوتی ہے۔ رسالہ کا یہ تاریخی نام ہے، سن ۱۳۱۳ ہجری اس سے برآمد ہوتی ہے جو اس کی طباعت کی تاریخ ہے۔

اس رسالہ میں اعلیٰ حضرت نے دس فتاوی تحریر فرمائے ہیں، جن میں ندوہ کے اقوالِ قبیحہ اسی کی کتابوں سے درج فرما کر سوالات بھی قائم کیے ہیں، اور جوابات کا مطالبہ فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے ان فتاویٰ پر ہندوستان کے مشاہیر علما کی تصدیقات بھی درج ہیں۔ علامہ حسن رضا علیہ الرحمہ نے ان فتاوی کو ترتیب دے کر کتابی شکل میں منظر عام پر پیش فرمایا۔ بایں سبب سرورق پر تالیف کے حوالے سے آپ کا اسم گرامی مندرج ہے۔ علامہ ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ نے حیات اعلیٰ حضرت اور المجمل المعدد لتالیفات المجدد میں اس رسالے کو اعلیٰ

حضرت سے منسوب فرمایا ہے۔ یہ رسالہ ۳۶۳ سے ۳۸۹ تک صفحات پر بکھرا ہوا ہے۔

ندوہ کا تیجہ رُودادِ سوم کا نتیجہ :

صفحہ ۳۹۰ سے رسالہ 'ندوہ کا تیجہ رُودادِ سوم کا نتیجہ' کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ اس رسالہ کا تاریخی نام ہے جس کے عدد ۱۳۱۴ھ نکلتے ہیں جس سے اس کی سن طباعت کا پتہ چلتا ہے۔ یہ رسالہ ندوۃ العلما کی دعوت اتحاد واتفاق کے در پردہ مضمر مقصود اصلی کے انکشاف نیز اہل ندوہ کی اوہام پرستی، چیرہ دستی کے سدباب اور اتہامات والزامات واعتراضات کے معقول جوابات پر مبنی ہے۔ یہ رسالہ ۸۰ صفحات کی ضخامت پر مشتمل ہے۔

مرتب رسائل ہٰذا نے اس کتاب سے متعلق بھی ایک حقیقت کا اِنکشاف کیا ہے۔ انہوں نے اپنے مضمون میں اس کتاب کو علامہ حسن رضا کی تصنیف شمار کیا ہے، حالاں کہ حضرت علامہ ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ نے اس کتاب کو اعلیٰ حضرت کی تصنیف قرار دیا ہے۔ محترم موصوف ثاقب قادری صاحب لکھتے ہیں:

یہ کتاب مشتملہ ۶۱ صفحات مطبع اہل سنت وجماعت، بریلی سے ۱۳۱۴ھ میں طبع ہوئی۔ سرورق پر یہ عبارت تحریر ہے:

"الحمدللہ یہ مبارک رسالہ جس میں بہت روشن ودل پسند وعام فہم وسود مند بیان سے ظاہر کیا ہے کہ ندوہ کا اصل مقصد کیا ہے اور اس دعوت اتحاد واتفاق کی کس خیال پر بِنا ہے، اس ندوہ اخیر کو ندوہ سابقہ دارالندوہ سے علاقہ کتنا ہے۔ آخر میں ندوہ کی مختصر رُودادِ سوم کی نامہذب دشناموں باطل اتہاموں کے معقول جواب مظہر صواب، تحریر ہیں"

سرورق پر مولانا حسن رضا کا نام یوں تحریر ہے:

"مداحِ مصطفیٰ خادم الاولیا صاحب طبع نقاد و ذہن وقاد جناب مولانا مولوی محمد حسن رضا خان صاحب حسنؔ قادری برکاتی ابوالحسینی سلمہم اللہ عن الافات والمحن"

حیات اعلیٰ حضرت جلد دوم صفحہ ۴۵ اور ص ۲۰۲ پر اس کتاب کو اعلیٰ حضرت کی تصانیف میں شمار کیا ہے۔ تصانیف اعلیٰ حضرت میں اس کا نمبر شمار ۳۱۸ درج ہے۔

ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری:

اس کے بعد رسالہ 'ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری' شروع ہوتا ہے۔ اس کی سن اشاعت ۱۳۳۲ہجری ہے۔ یہ رسالہ محترم ثاقب رضا قادری صاحب کی تحقیق کے مطابق علامہ حسن رضا علیہ الرحمہ کی جانب سے جاری کردہ ماہنامہ 'قہر الدیّان علی مرتدٍ بقادیان' میں قسط وار شائع ہوا؛ البتہ دوسرا شمارہ دستیاب نہ ہونے کے سبب پہلی قسط ہی کو شائع کر دیا گیا ہے۔

یہ رسالہ رد قادیانیت پر جاری ہونے والا پہلا ماہنامہ ہے مگر افسوس رد قادیانیت کی تاریخ میں اس سے صرف نظر کیا گیا ہے۔ مولانا حسن رضا کی زیرادارت جاری ہونے والے اس رسالہ میں آپ کو تقریباً ۸۵ احباب کا تعاون حاصل تھا لہذا یہ گمان کرنا نہایت دشوار ہے کہ اس قدر کثیر احباب کے تعاون کے ساتھ جاری ہونے والے ماہنامے کا ایک ہی شمارہ شائع ہوا ہو۔ بہرکیف مولانا حسن رضا کی کتاب ''ہدایت نوری'' کی قسط وار اشاعت سے اس رسالہ کا آغاز ہوا، اس میں قادیانی کفریات و خرافات و مغلظات بیان کیے گئے ہیں نیز ان کے دنداں شکن جوابات بھی دیے گئے ہیں۔ یہ رسالہ ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

اظہار رُوداد:

صفحہ ۴۸۳ سے ''اظہار رُوداد'' کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ اس روداد کا تاریخی نام ہے، جس سے سن ۱۳۲۲ ہجری برآمد ہوتی ہے۔ یہ مدرسہ منظر الاسلام کے سال اوّل یعنی ۱۳۲۲ھ کی روداد ہے۔ ۷۴ صفحات پر مشتمل اس روداد میں مدرسہ کے معاونین و چندہ دہندگان کے اسمائے گرامی درج ہیں۔ نیز مدرسہ سے جاری شدہ آٹھ فتاویٰ بھی اس میں شامل ہیں۔ علامہ حسن رضا علیہ الرحمہ نے ۱۳۲۲ھ میں اسے ترتیب دے کر شائع فرمایا۔

کوائف اخراجات:

اس کے بعد 'کوائف اخراجات' کی ابتدا ہوتی ہے۔ یہ رسالہ کا تاریخی نام ہے۔ رسالہ کے نام سے ۱۳۲۳ کا عدد نکلتا ہے، جو اس روداد کی سن طباعت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ علامہ حسن رضا نے اسے مرتب فرمایا، اور مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی سے اس کی طباعت و اشاعت ہوئی۔ ۱۲ صفحات پر مشتمل یہ روداد منظر اسلام کے سال دوم کی روداد ہے۔ اس میں سال بھر کی آمدنی و اخراجات کی تفصیل، طلبا کی تعداد، داخل نصاب کتب کی فہرست، اور اساتذہ و ممتحن حضرات کے اَسما کا ذکر کیا گیا ہے۔ نیز علامہ حسن رضا علیہ الرحمہ کی مدرسہ سے متعلق کارکردگی پر حضرت شاہ سلامت اللہ رامپوری علیہ الرحمہ کا درج ذیل تاثر بھی شامل کیا گیا ہے:

''ہمت عالی اور توجہ خاص منتظم دفتر جناب مولانا حسن رضا خان صاحب دام مجدہم سے اُمید کامل ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ہے، ایسے برکات فائض ہوں جو تمام اطراف و جوانب کی ظلمات اور کدُورات کو مٹائیں اور ترویج عقائد حقہ مُنیفہ اور ملت بیضاے شریفہ حنیفہ کے لیے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے تمام عالم منور ہو''

فاضل مرتبین کو اس رسالہ کے صرف ۱۶ صفحات ہی دستیاب ہوئے۔

آخر میں صفحہ ۵۴۳ سے ۶۲۳ تک 'باقیات حسن' کے نام سے علامہ حسن رضا علیہ الرحمہ کے گراں مایہ مضامین و مقالات اشتہارات و مکتوبات اور دیگر متفرق تحریریں شامل کی گئی ہیں۔ اشتہارات و مکتوبات عام

طور پرندوہ سے متعلق ہیں۔مضامین ومقالات میں غزوہ تبوک ویرموک وغیرہ عناوین شامل ہیں۔اس کے علاوہ بھی بہت سی علمی تحریریں ہیں جو قاری کے لیے خالی ازفائدہ نہیں۔

اورآخر میں بیرونی صفحہ پرعلامہ حسن رضاعلیہ الرحمہ اوررسائل حسن کاذکرجمیل کیاگیاہے، نیزرسائل کی اشاعت سے متعلق قلبی فرحت اور مسرت کااظہارکیاگیاہے۔اس طرح یہ مجموعہ رسائل بحسن وخوبی کوتکمیل کوپہنچتاہے۔

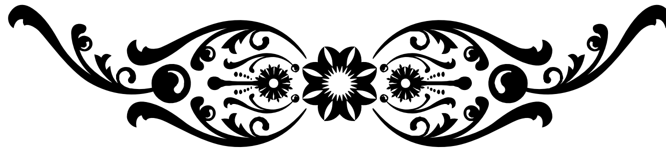
علاوہ ازیں رسالہ کی اس خوبصورت انداز میں ترتیب،رسائل میں موجودہ عربی وفارسی عبارات کی عام فہم ترجمانی، آیات کریمہ واحادیث نبویہ کی ترجمانی کے ساتھ ساتھ تخریج اور پیچیدہ عبارات کی حاشیہ میں وضاحت جیسی خوبیوں سے اس مجموعہ کومزین کیاگیاہے۔یہ ساراکمال مرتبین مجموعہ جناب محترم ثاقب رضا قادری اور محترم علامہ محمدافروز قادری صاحب چریاکوٹی کاہے، جنہوں نے اپنی انتھک محنت وجدوجہد سے اس مجموعہ رسائل حسن کوشکل حسن دینے کی کوشش کی ہے۔مرتبین کی یہ کاوش یقیناًانہیں سربلندکرے گی،اور ممتازومنفرد افرادکی صف میں انہیں انفرادی وامتیازی شان عطاکرے گی۔

دعاہے مولیٰ تعالیٰ ان دونوں محترم حضرات کوبطفیل علامہ حسن ورسائل حسن دینی ودنیاوی ترقیاں وکامیابیاں وکامرانیاں عطافرمائے۔ان کی اس کاوش کوشرف قبولیت سے نوازے،مزیدعلم وعمل کی توفیق بخشے، دارین کی نعمتوں،برکتوں سے سرفرازفرمائے۔اوران کی اس کاوش کومقبول انام بنائے۔اور مزیدخدمت دین اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کی توفیق عطافرمائے۔

آمین بحق النبی الامین المتین۔

مؤرخہ:۱۴؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

[سنی دنیابریلی شریف، جنوری ۲۰۱۳، ص ۱۵ تا ۲۱،
ماہنامہ سنی دعوت اسلامی، ممبئی، اپریل ۲۰۱۳ء ص ۴۵ تا ۴۷]



رسالہ السوادالاعظم ایک جائزہ

ماہنامہ السوادالاعظم:۔ آج سے تقریباً ایک صدی پیشتر حضور صدرالافاضل کی سرپرستی اور مفتی محمد عمر نعیمی کی ادارت میں شہر مرادآباد کے عظیم ادارہ جامعہ نعیمیہ سے نکلنے والا رسالہ ''ماہنامہ السوادالاعظم'' مذہبی صحافت میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ یہ رسالہ اپنے عصر میں شہرت و پذیرائی کی جن بلندیوں سے ہم کنار ہوا ہے اور جس شان امتیازی اور نمایاں حیثیت کا متحمل رہا ہے تاریخ سے ذرا سی بھی واقفیت رکھنے والے شخص پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔ احقر اس رسالہ کا قدرے تفصیلی جائزہ ہدیہ قارئین کرنے کی جسارت کر رہا ہے۔

سن اجرا:۔ یہ رسالہ منیفہ ماہ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۹ء میں مطبع نعیمی مرادآباد سے اشاعت پذیر ہوا۔ رامپور کے مشہور ہفت روزہ اخبار دبدبہ سکندری میں مطبوعات جدیدہ کے کالم میں السوادالاعظم کی اشاعت سے متعلق طویل خبر شائع ہوئی، جس میں سن اشاعت کے علاوہ رسالہ کے اغراض و مقاصد کو بھی بیان کیا گیا ہے یہاں اس کا من وعن نقل کردینا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

السوادالاعظم:۔

مکرمی جناب مولانا مولوی محمد عمر نعیمی مرادآبادی نے مطبع نعیمی مرادآباد سے اس نام کا ایک ماہواری رسالہ ماہ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ سے چھاپنا شروع کیا ہے، جس کا پہلا نمبر ہمارے پیش نظر جتنا بیان کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ رسالہ ہٰذا دین کی خدمت، سنت کی حمایت مخالفین مذہب سے سینہ سپر ہونے متانت و سنجیدگی کے ساتھ دشمنان دین وملت کے ہر حملے کو دفع کرنے اور ان کی خفیہ تدابیر پر اہل مذہب کو متنبہ کرنے، مسلمانوں کا اخلاق معاشرت سکھانے، قوم کی شیرازہ بندی کرنے وجوہ تفریق واختلاف پر عمیق نظر ڈال کر اتفاق واتحاد کی تدابیر پیدا کرنے، کھوئی ہوئی دولت کا پتہ چلانے، گزرے ہوئے زمانہ کو واپس لانے، سوتوں کو جگانے، مُردوں کو جِلانے، یعنی مسلمانوں کی اصلاح کرکے ان کو ان کی سابقہ حالت پر لانے کے مفید اغراض و مقاصد کے لحاظ سے اشاعت پذیر ہوا ہے۔ پہلے نمبر کے مضامین خاص محنت سے مرتب کیے گئے ہیں۔ علمائے اہل سنت کے مقالات سے آپ کے کان آشنا ہوں گے۔ رسالہ کی زبان فصیح اور شستہ ہے۔ علمی مباحث اور تحقیقات مسائل و مناظرات میں عدل وانصاف کے ساتھ حکم اس نمبر میں بھی لگائے گئے اور آئندہ بھی لگائے جائیں گے۔ رد و جواب میں تفہیم مد نظر ہوگی تجہیل و تحمیق منظور نہیں۔ اگر ان تمام مقاصد پر احتیاط سے عمل کیا گیا تو بلاشبہ رسالہ ہٰذا قوم اور ملک کو عظیم فوائد پہنچا سکتا ہے۔ ایسے عظیم المفاد رسالہ کی خریداری کے لیے جس مسلمان کے دل میں اسلام کا درد موجود ہو اسے جلد سے جلد توجہ کرنا چاہیے اور اس مقدس رسالہ کو صرف تین روپے سالانہ پر خریدنا

چاہیے۔"[۱۹ جنوری ۱۹۲۰ء: نمبر ۱۷، جلد ۵۶، صفحہ ۵]

اخبار کی مذکورہ بالا خبر سے معلوم ہوا کہ رسالہ السوادالاعظم ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۹ء میں جاری ہوا۔ نیز مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ کی اعتذار کے عنوان سے چند سطور پر مشتمل درج ذیل تحریر جو ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ کے شمارہ کے شروع میں شائع ہوئی اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہی پہلا شمارہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"مقاصد کی اہمیت پر نظر کرتے ہوئے رسالہ کی اشاعت کا عزم ایک مدت سے نہایت مستقل اور مستحکم تھا، لیکن جس طرح وہ شخص جس کو ضرورتوں کے مجبور کرنے سے دریا کا عبور ناگزیر ہے مگر کشتی میں قدم رکھنا آج اس کے لیے پہلا ہی اتفاق ہوگا، عجب کشمکش میں ہوتا ہے ضرورتوں کی زنجیریں اس کے پاؤں کھینچتی ہیں اور وہ قدم بڑھاتا ہے۔ بحر مواج کا خوفناک طلاطم اور کشتی کا ڈگمگانا اس کے بدن پر لرزہ کی کیفیت طاری کرتا ہے۔ اور وہ پیچھے ہٹنے پر مضطر ہوتا ہے۔ اسی طرح اس رسالہ کے اجرا میں میرے عزم واستقلال کے قدم خدمت ملت ومذہب کی زبردست قیدوں سے کھینچے جاتے تھے۔ اور میں مردانہ آگے بڑھنے کے لیے تیار ہوتا تھا۔ زمانہ کی ناہمواری اور وقت کی نامساعدت مشکلات کے سمندروں کی طوفانی حالت اور ناموافق ہواؤں کے دل لرزا دینے والے مناظر کی تصویریں پیش کرتی تھیں تو ناتجربہ کار دل گھبرا اٹھتا تھا اور ارادے کے قدم پیچھے ہٹنے لگتے تھے۔ اس پس وپیش میں طویل عرصہ گزرا۔ آخر کار اللہ کے کرم پر نظر کر کے رسالہ جاری کر دیا۔ اب حامیان سنت اور دردمندان مذہب کی اولوالعزمی اس رسالہ کو قدر کے ہاتھوں سے اٹھائے تو یہ زندہ اور باقی رہ سکتا ہے۔

واللہ سبحانہ ھوالمعین نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

خاکسار عمر نعیمی مدیر، السوادالاعظم

علاوہ ازیں ربیع الآخر کے اس شمارہ کے بعد جمادی الاولی کے شمارہ کے سرورق میں "جلد (۱) نمبر (۲) سے بھی یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ ہی میں اس رسالہ کا اجرا ہوا۔ اتنی وضاحت ہم نے اس لیے کی کہ ماہنامہ السوادالاعظم کے سن اجرا سے متعلق درج ذیل تاریخیں بھی بیان کی جاتی ہیں:

۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۱۸ء اور ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء تحریک آزادی ہند از ڈاکٹر مسعود (صفحہ ۵۳، ۴۱)

۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء ماہنامہ النعیمیہ پاکستان (ص ۱۳۷)

نشأۃ ثانیہ:۔ رسالہ ہٰذا فقیر کے مطالعہ کے مطابق ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۹ء سے صفر ۱۳۴۰ھ مطابق اکتوبر ۱۹۲۱ء۔ تک قوم کی بے لوث خدمت میں مصروف رہا۔ اور اس کے بعد ربیع الآخر ۱۳۴۵ھ مطابق نومبر ۱۹۲۶ء تک مسلمانان اہل سنت کو بے چین وبیقرار چھوڑ کر داغ مفارقت دے گیا۔ (یہ فقیر کی ذاتی تحقیق ہے اس کا تفصیلی ذکر فقیر کی کتاب "سوانح صدرالافاضل" میں ملاحظہ فرمائیں۔ اگر کسی کو اس میں اختلاف ہو تو

مع حوالجات اصلاح فرمائیں) لیکن قارئین رسالہ کے پیہم اصرار، رسالہ کے دوبارہ اجرا کی درخواستوں پر مشتمل دفتر میں آنے والے بے شمار مکتوبات، مسلمانان اہل سنت کے دینی جمود و تعطل اور مذہب کے خلاف مخالفین کی ریشہ دوانیوں کے پیش نظر پانچ سال ایک ماہ کی طویل مدت کے بعد جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ مطابق نومبر ۱۹۲۶ء میں پھر یہ رسالہ منیفہ اپنی اسی شان بان آن کے ساتھ منظر عام پر جلوہ گر ہوا۔ لیکن اس بار اس کا حجم ایک جزو اور تقطیع پہلے سی بڑی بجائے ۲۲+۱۸ کے ۳۰+۲۰ اور قیمت نہایت کم یعنی سالانہ تین روپے کے بجائے ایک روپیہ کر دی گئی۔ [سوانح صدرالافاضل از راقم السطور]

اغراض ومقاصد:۔ دبدبہ سکندری کی مذکورۃ الصدر خبر سے رسالہ کی سن اشاعت اوراس کے اغراض ومقاصد معلوم ہوئے۔ رسالہ السواد الاعظم میں یہی اغراض ومقاصد بیان کیے گئے ہیں اس لیے رسالہ کے حوالہ سے اب یہاں ان کا بیان کرنا تحصیل حاصل ہوگا۔ البتہ ان مقاصد کو بیان کرتے ہوئے مسلمانان اہل سنت سے رسالہ نے خود اپنی زبان میں جس طرح امداد و معاونت کی درخواست کی ہے اس کا یہاں بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔

میرا نام السواد الاعظم ہے:

(مذکورۃ الصدر مقاصد کے بعد) یہ میرا فرض ہے اوراس کو انجام دینے کے لیے بے دست و پائی کی حالت میں میں نے ہمت کی ہے اگر آپ نے دست و بازو بن کر میری مدد کی اور مقاصد کی اہمیت کو نظر انداز نہ کیا تو ان شاء اللہ میدان میرے ہاتھ ہے اور کامیابی میرے قدم کے ساتھ ہے اگر آپ نے اس کمزوری و ناتوانی میں میری دستگیری نہ کی تو پاشکستہ کب تک نہ تھکے گا۔ مگر یہ آپ انصاف کرلیں گے کہ ان مقاصد کا خون کس کی گردن پر رہے گا میرا نام ''السواد الاعظم'' ہے اور میں ماہ بماہ آپ کی خدمت میں پہنچا کروں گا میں اپنے سالانہ مصارف کے لیے آپ کی عالی ہمتی سے صرف ۳ روپے کی درخواست کرتا ہوں اس سے زیادہ ہمت فرمائیے تو آپ کی اولوالعزمی۔ بہر حال فکر کر رکھیے! خادم ملت ماہ آئندہ میں دیلیو پر سوار ہوکر آپ کے پاس پہنچے گا۔ میری مہمان داری کے متعلق جو کچھ خط وکتابت کرنا ہو وہ میرے خادم عمر نعیمی (مدیر ''السواد الاعظم'' مرادآباد) سے کرنا چاہیے۔

[سوانح صدرالافاضل از راقم السطور]

شہرت ومقبولیت:۔ رسالہ ہٰذا کو چوں کہ حضور صدرالافاضل کی سرپرستی حاصل تھی نیز آپ کے قیمتی معرکۃ الآرا مضامین بھی رسالہ کی زینت ہوتے تھے اس لیے رسالہ کو بہت جلد ہی ہندو بیرون ہند شہرت و پذیرائی حاصل ہوگئی۔

مدیر رسالہ فرماتے ہیں:

"اس رسالے کو یہ فخر حاصل ہے اوراسی لیے دنیامیں یہ قدر کے ساتھ دیکھاجاتا ہے کہ اس کی سرپرستی حضرت صدرالافاضل مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔ اور مخصوص یہی رسالہ ہے جو بکثرت حضرت صدرالافاضل مدظلہ العالی کے مضامین کا بے بہا خزانہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے"

یہی وجہ تھی کہ ہندوستانی دیگر رسائل کے مقابلے میں اس رسالہ کی اشاعت زیادہ تھی۔ مدیر رسالہ فرماتے ہیں:

"یہ عرض کرنا غالباً مبالغہ سے خالی ہوگا کہ ہندوستان بھر میں اتنا کثیرالاشاعت اس قدر مقبول و محبوب اور کارآمد رسالہ کوئی بھی نہیں ہے"

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"بفضلہٖ تعالیٰ اس وقت السوادالاعظم کی اشاعت ڈیڑھ ہزار سے زائد ہے اور ملک میں نہایت قدر کے ساتھ پڑھاجاتا ہے۔ بہت حضرات خریداروں سے دیکھنے کے لیے مانگ کرلے جاتے ہیں، اس لیے کم ازکم تین ہزار نگاہیں اس پر پڑتی ہیں"[سوانح صدرالافاضل ازراقم السطور]

تاثرات:۔ کسی بھی رسالے کی مقبولیت کا دارومدار قارئین پر ہوتا ہے۔ اگر قارئین اس سے متعلق اچھا تاثر پیش کرتے ہیں تو رسالہ مقبول ماناجاتا ہے ورنہ نہیں۔ رسالہ سے متعلق یوں تو بے شمار قارئین کے گراں مایہ تاثرات رسالہ ہٰذا کے شماروں میں محفوظ ہیں مگر یہاں ہم چند تاثرات کے اقتباسات ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

رسالہ ہٰذا کے متعلق حامی سنت مولانا شاہ رکن الدین صاحب قبلہ اپنے تاثرات کا اس طرح اظہار فرماتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ آپ کا پرچہ السوادالاعظم بلحاظ مضامین نہایت مفید ثابت ہوا اور بنظر قیمت بھی نہایت ہمدردی مسلمانوں کی پائی گئی اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر جزیل عطافرمائے۔ ہر اہل سنت پر لازم ہے کہ اس پرچہ کو اہل سنت کا خیال کریں اور اس کی اشاعت میں بدل وجان سعی وافر کام میں لائیں۔۔۔الخ"

مولانا غلام مصطفی رضوی بن مولانا مولوی محمود جان صاحب رسالہ سے متعلق اپنے تاثرات اس طرح پیش فرماتے ہیں:

"بفضلہٖ تعالیٰ سواداعظم ہر ماہ مثل ہلال منور و جلوہ گر ہوکر ہم تیرہ کاروں کے قلوب کو روشنی سے بھرپور کرتا ہے... سبحان اللہ سواداعظم نے تو اسلامی دنیا کو رہین منت بنایا، بدمذہبوں کی خبر لینے میں تیغ براں شیر میداں بلکہ برق سوزاں کا کام دے رہا ہے ماشاء اللہ۔ چشم بد دور و خوبی قسمت سنیان ہے کہ اس کے سرپرست...... صدرالافاضل.... قبلہ ہیں۔ الخ"

جناب محمد یوسف فیروز پوری کچھ اس طرح اپنے تاثرات پیش کرتے ہیں:

پیارے حنفی بھائیو! میری التماس یہ ہے کہ میں نے اخبار "السواد الاعظم" پڑھا میں ایسے اسلامی اخبار کا ہر ایک حنفی بھائی کو منگانا فرض سمجھتا ہوں ایک عمدہ اخبار جس کی قیمت صرف ایک روپیہ ہے اور جس میں ایک ایک لفظ ایک ایک لاکھ روپے کا چھپتا ہے ......الخ" [سوانح صدرالافاضل ازراقم السطور]

نشأۃ ثالثہ ورابعہ:۔ قارئین رسالہ کے رسالہ کی ممبری فیس کی ادائیگی میں غفلت و بے اعتنائی کی شکایت تو مدیر کو اکثر و بیشتر رہتی تھی۔ بار بار مطالبے کے باوجود بھی قارئین فیس جمع کرنے پر آمادہ نہ ہوتے تھے اور سال بھر میں کافی اصرار کے بعد کبھی پچیس تیس حضرات سے پچیس تیس روپے یا زیادہ سے زیادہ ستر حضرات سے ستر روپے کے قریب وصول ہو بھی جاتے تھے تو وہ رقم رسالہ کے خرچ کے لیے ناکافی ہوتی تھی کیوں کہ رسالہ کا ماہانہ خرچ قریب سو روپے تھا۔ اس کے باوجود بھی حتی الامکان قرض سے رسالہ شائع ہوتا رہتا، البتہ اس وجہ سے رسالہ کی اشاعت میں تاخیر ہو جاتی تھی۔ کبھی دس پندرہ دن کبھی ایک یا دو مہینہ لیکن جب بار قرض حد سے تجاوز کر جاتا تو رسالہ بند کر دیا جاتا۔

چناں چہ ۱۳۵۱ھ میں جب کہ بار قرض برداشت سے زیادہ ہو گیا تو جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ سے ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ تک آٹھ مہینے رسالہ بند رہا، لیکن السواد الاعظم کے حامیان حضرات کے اصرار اور رسالہ کے قارئین و شائقین و طلب گار حضرات کے دفتر السواد الاعظم میں بکثرت موصول ہونے والے خطوط اور مفسدین و حاسدین و معاندین کی مذہب کے خلاف چیرہ دستیوں کے پیش نظر محرم ۱۳۵۲ھ سے رسالہ پھر جاری کر دیا گیا، لیکن قارئین زر خریداری کے معاملہ میں اپنی روش پر قائم رہے، جس کی وجہ سے السواد الاعظم ایک بار پھر بار قرض میں ڈوب گیا۔ محرم ۱۳۵۲ھ سے جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ء تک آٹھ مہینے قرض کے سہارے شائع ہونے کے بعد جمادی الاخریٰ ۱۳۵۲ھ سے جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ تک ایک سال کے لیے رسالہ کی اشاعت روک دی گئی، لیکن جمادی الاخری ۱۳۵۳ھ سے پھر رسالہ جاری ہو گیا۔ لیکن فقیر کے اندازے کے مطابق شوال ۱۳۵۳ھ تک جاری رہا۔ اور اس کے بعد پھر بند ہو گیا۔

نشأۃ خامسہ:۔ قریب ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۸ء میں چوبیس سال کی طویل مدت گزر جانے کے بعد پھر ایک بار السواد الاعظم منظر عام پر جلوہ بار ہوا لیکن اس بار کافی کچھ تبدیلیاں ہو چکی تھیں۔ اب السواد الاعظم ماہنامہ رسالہ سے ہفت روزہ اخبار میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اس کی جائے اشاعت بجائے ہندوستانی شہر مرادآباد پاکستانی شہر لاہور ہو چکی تھی۔ اس کی عنان ادارت مفتی محمد عمر نعیمی قدس سرہ سے مفتی حکیم سید غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمہ کے ہاتھوں میں پہنچ چکی تھی۔ اور اس کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے ایک روپیہ دو آنہ ہو گئی تھی۔ اور پھر کچھ دنوں

کے بعد اخبار پندرہ روزہ کردیا گیا اور قیمت تین روپیہ شش ماہی کردی گئی۔ یہ اخبار مدیر موصوف علیہ الرحمہ کے وقت وصال تک شائع ہوتا رہا بلکہ اس کے بعد بھی چند سالوں شائع ہوا پھر بند ہو گیا۔

نشأۃ سادسہ:۔ آج جب کہ السواد الاعظم کی بشکل رسالہ اشاعت ختم ہوئے قریب ۷۸ سال کا عرصہ گزر چکا ہے اس دوران شدت سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جاتی رہی کہ پھر اس رسالہ کو منظر عام پر لایا جائے لیکن اس پر خار وادی میں قدم رکھنا چوں کہ جوئے شیر لانے جیسا ہے اسی لیے اب تک کوئی صاحب اس رسالہ کے از سر نو اجرا کی ہمت نہ کر سکے۔ لیکن لائق مبارکباد ہیں محب گرامی وقار جناب حضرت مولانا محمد غلام مصطفی صاحب نعیمی جنہوں نے اس پر فتن دور میں صحافت کی اس سنگلاخ زمین پر قدم رکھا اور حضور صدر الافاضل کے یادگار رسالہ السواد الاعظم کو سہ ماہی سواد اعظم بنا کر منظر عام پر لانے کی سعی جمیل فرمائی ہے۔

اللہ ان کے علم و عمل و عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے۔ انہیں کامیابیوں و کامرانیوں سے ہم کنار فرمائے، اور ان کی اس مبارک کاوش کو مقبول و منظور عوام و خواص بنائے۔

آمین بحق سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

[سہ ماہی رسالہ سواد اعظم دہلی: مئی تا جولائی ۲۰۱۱ء ص ۱۰ تا ۱۳]



ماہنامہ الرضا بریلی شریف تعارف واشاریہ

مرکز اہل سنت بریلی شریف تعلیمات اسلامیہ کی ترویج واشاعت اور مذہبی صحافتی خدمات کے حوالے سے ہندوستان کا ممتاز شہر ہے۔اس مقدس شہر سے بکثرت دینی کتابیں، رسائل وجرائد شائع ہوئے اورآج بھی ہورہے ہیں۔ ہم یہاں امام اہل سنت کی سرپرستی میں نکلنے والے رسالے ماہنامہ "الرضا" بریلی شریف کی بات کریں گے۔

ماہنامہ الرضا تعارف:

ماہنامہ الرضا بریلی شریف، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قدس سرہ الرحمٰن کی سرپرستی میں صدرالشریعہ علامہ حکیم امجد علی علیہ الرحمہ کے زیراہتمام مطبع اہل سنت بریلی شریف سے طبع ہوکر دفترالرضا خانقاہ رضویہ محلہ سوداگران سے شائع ہوتا تھا۔

ماہنامہ کا اجرا:

محرم ۱۳۳۸ھ میں پہلا شمارہ منظر عام پر آیا۔دو ماہ تک ماہ وسن کی تعیین کے بغیر ہی رسالہ شائع ہوا۔ ناظرین رسالہ نے شکایت کی کہ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ رسالہ پر سن وماہ درج نہیں ہوتا۔ جواباً مدیر رسالہ نے درج ذیل معقول وجہ بیان کی۔ لکھتے ہیں:

"معذرت: بعض احباب کو یہ شکایت ہے کہ پرچہ بقید تعیین کیوں نہیں چھپتا؟ ان سے مؤدبانہ التماس ہے کہ جو پرچے بقید تعیین چھاپے جاتے ہیں ان کے لیے مجسٹریٹ ضلع کی اجازت درکار ہوتی ہے۔ چناں چہ الرضا کے متعلق بھی درخواست گزاری جاچکی ہے، اجازت ملنے پر ان شاء اللہ العزیز آپ کے حسب منشا پرچہ کی اشاعت ہوگی۔" [ماہنامہ الرضا صفر المظفر ۱۳۳۸ھ ص۱۰]

البتہ تیسرے ماہ یعنی ربیع الاول ۱۳۳۸ھ سے تعین تاریخ کی قانونی اجازت بھی مل گئی اوراس پر عمل درآمد بھی ہوا،کہ تیسرے پرچہ سے جلد نمبر، شمارہ نمبر، ماہ وسال بھی لکھا جانے لگا۔ مدیر موصوف اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

مژدہ: خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ پرچہ کو مجسٹریٹ ضلع نے موقت الشیوع ہونے کی اجازت دے دی ہے اس مرتبہ اس میں زیادہ انہماک رہا تاخیر معاف فرمائی جائے آئندہ سے ان شاء اللہ کسی خاص وقت کی پابندی کی جائے گی۔ والسلام۔ خاکسار مدیر"

[ماہنامہ الرضا: ربیع الاول،۱۳۳۸ھ ص۲]

رسالہ کی تاریخ اجرا پر مشتمل پندرہ (۱۵) عربی اشعار کا ایک تاریخی منظوم کلام جو مولانا محمد عبداللہ سرندپپی نے تحریر فرمایا جسے الرضا کے دوسرے شمارے یعنی صفر المظفر ۱۳۳۸ھ میں شامل اشاعت کیا گیا۔ یہاں اس تاریخی کلام کا پیش کرنا دل چسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ ارباب ذوق کے لیے پیش ہے ملاحظہ ہو:

وَجَعَلَهُ رَبِّیْ رَضِیًّا

۱۳۳۸ھ

اَبَدْرٌ بَدَا فِیْ اَرْضِنَا وَهِیَ ظَلْمَاءُ	اَمُ اِطَّعَتْ مِنْ جَنَّةِ الْخُلْدِ حَوْرَاءُ
اَمِ انْصَبَّ فِیْهَا اَبْحُرُ النُّوْرِ مِثْلِ مَا	یَصُوْبُ مِنَ السُّحْبِ الْمُكَلَّلَةِ الْمَاءُ
اَمِ انْشَقَّ اَطْبَاقُ السَّمٰوَات فَانْجَلَّتْ	جِنَانُ فَضَاءَتْ مِنْ لَدُنْهُنَّ اَضْوَاءُ
بَلٰی طَلَعَتْ شَمْسُ الرَّضَا مُسْتَنِیْرَةً	فَضَاءَتْ ضَوَاحِیْ اَرْضِنَا وَهِیَ خَضْرَاءُ
سَلَامٌ عَلَیْكَ سَرْمَدًا اَیُّهَا الرَّضَا	سَلَامٌ عَلَیْكَ دَائِمًا وَهْنَاءُ
هَنِیْئًا هَنِیْئًا مَرْحَبًا ثُمَّ مَرْحَبًا	لِحَضْرَتِكَ الْعَلْیَاءِ ذٰلِكَ اِهْدَاءُ
وَاَهْلًا وَ سَهْلًا قَد اَتَیْتَ بَشِیْرِنَا	بِخَیْرٍ وَمَنْ نَالُوْهُ مِنْكَ اَعِزَّاءُ
وَبُشْرٰی فَبُشْرٰی ثُمَّ بُشْرَاكَ اِنَّهُ	یُحِبُّكَ مَنْ هُمْ لِلرَّشَادِ اَحِبَّاءُ
اَدامَ مُحَیَّاكَ الْمُضِیْئَ اِلٰهُنَا	وَاَوْلَى الَّذِیْ(☆)وَالُوْكَ فِی الْخَیْرِ مَا شَاءُوْا
اَرْقِقَتَنَا بُشْرٰی لَكُمْ قَدْ اَتَاكُمْ	مُنَاكُمْ بِفَضْلِ اللهِ فِیْكُمْ وَنَعْمَاءُ
جَرِیْدَةُ دِیْنٍ كُلُّ حَرْفٍ فَرِیْدَةٍ	بِعِقْدٍ بِهٖ اِذْ دَانَتْ خَرِیْدَةُ حَسْنَاءُ
وَفِیْهَا بَیَانُ الدِّیْنِ اَوْ فِیْ وَوُضِّحَتْ	مَسَائِلُهُ مِنْ حَیْثُ یَسْهَلُ الْاِبْدَاءُ
یُسَمَّی الرَّضَا نِعْمَ الرَّضَا لِمَشِیْعِهَا	مِنَ الْحَسْنَیْنِ الْمُجْتَبَیْنِ رَضَاءُ
عَلَیْكُمْ بِهَا مُذَّكِّرِیْنَ لِتَهْتَدُوْا	وَنَحْمَدُ مَنْ مِنْهُ الرَّشَادُ وَالْآلَاءُ
وَفِیْ قَوْلِنَا وَجَعَلَهُ رَبِّیْ رَضِیًّا	نِ الدُّعَاءُ لِمُنْشِیْهَا وَاَرِّخْ وَاِیْمَاءُ

(☆) (الذی بمعنی الذین مستعمل ہے۔ منہ)

[ماہنامہ الرضا: صفر ۱۳۳۸ھ ص ۲]

اس مضمون کلام کا اردو ترجمہ مدیر رسالہ حضرت علامہ حسنین رضا خاں بریلوی نے تحریر فرمایا ہے۔ وہ بھی پیش خدمت ہے ملاحظہ کریں:

(۱) کیا ہماری سرزمین میں ماہ کامل نکلا دراں حالاں کہ وہ تاریک تھی یا برآمد ہوئیں فردوس بریں سے حوریں

(۲) کیا بہے ہیں اسی سرزمین سے سمندر نور کے جیسے ابر محیط سے پانی بہتا ہے۔
(۳) کیا پھٹ گئے طبق آسمانوں کے پس روشن ہوگئیں جنتیں پس چمکے ان جنتوں سے انوار۔
(۴) کیوں نہیں چمکتا ہوا آفتاب 'الرضا' کا طالع ہوا تو روشن ہو گئے ہماری سرسبز و شاداب زمین کے تمام کنارے۔
(۵) تو ہمیشہ سلامت رہے اے الرضا تجھے ہمیشہ سلام و ثنا ہو۔
(۶) پیہم مبارک باد تیری بارگاہ عالی کا نذرانہ ہے۔
(۷) تو اہل وسہل میں آیا ہم کو بشارت دیتا ہوا خیر کی اور جنہوں نے تجھ سے بھلائی پائی وہ عزت والے ہیں۔
(۸) تجھے پے در پے بشارت ہو کہ تجھے وہ ہی پسند کرتا ہے جو راستی کو دوست رکھتا ہے۔
(۹) تیری نورانی ذات کو خداوند عالم ہمیشہ قائم رکھے اور تیرے چاہنے والوں کو وہ خیر عطا کرے جس کی وہ خواہش کریں۔
(۱۰) اے رفیقو! تمہیں خوش خبری کہ خدا کے فضل سے تمہاری امید بر آئی اور نعمتیں ملیں۔
(۱۱) یہ وہ دینی رسالہ ہے جس کا ہر حرف دریکتا ہے ایسی لڑی میں ہے جس سے پردہ نشین حسینہ کا سنگار کیا گیا۔
(۱۲) اس میں پورا پورا دین مبین کا بیان ہے۔ اور کھول دیے گئے ہیں مسائل دین کے اس طور پر کہ ان کا ظہور آسان ہو گیا۔
(۱۳) اس دینی رسالہ کا الرضا نام رکھا گیا ہے اور الرضا کیا ہی اچھا ہے اس کے شائع کرنے والے کے لیے دونوں برگزیدہ حضرات حسنین سے رضا ہے۔
(۱۴) تم پر اس کا یاد کرنا لازم تا کہ راہ پاؤ اور ہم اس ذات کی حمد و ثنا کرتے ہیں جس کی طرف سے راستی اور نعمتیں ہیں۔
(۱۵) اور ہمارے قول ''واجعلہ ربی رضیا'' میں اس کے لیے دعا ہے اور تاریخ اور اس کے نام کی طرف اشارہ ہے۔

(خاکسار مدیر)

[ماہنامہ الرضا: صفر ۱۳۳۸ھ ص ۳]

منتہائے اشاعت:

یہ رسالہ کب تک شائع ہوا یہ بتانا تو مشکل ہے البتہ ہمارے پاس اس کے صرف سولہ (۱۶) شمارے ہیں

یعنی وقت اجرا محرم الحرم ۱۳۳۸ھ سے ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ تک۔

اس کے بعد رسالہ کی اشاعت کا نہ کہیں ذکر ملا نہ کوئی حوالہ۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ آخری شمارہ ہو یا اس کے بعد مزید ایک دو شمارے اور رہے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشمولات واصحاب نگارش:

الرضا کے مشمولات مذہبی، علمی، تحقیقی، تاریخی، اخلاقی اور ادبی ہوتے تھے۔ الرضا میں عقائد و نظریات، تاریخ وسیر، فضائل ومناقب اور فقہیات پر مشتمل مضامین اور منظومات کے علاوہ خصوصاً امام اہل سنت کے فتاویٰ، رسائل اور ملفوظات شامل رسالہ ہوتے تھے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت، تاج العلما محمد میاں مارہروی، استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں بریلوی، مفتی اعظم ہند، صدر الافاضل، صدر الشریعہ، ملک العلما، برہان ملت، علامہ حسنین رضا خاں اور دیگر اکابر علما و مشائخ کی مقدس تحریریں رسالہ کی زینت ہوتی تھیں۔

رسالہ کا سرورق:

رسالہ کے سرورق پر رسالہ کے نام کے ساتھ درج ذیل تحریر بھی ہوتی تھی ملاحظہ ہو:

''شریعت نبوی کا حامی، طریقت مصطفوی کا مددگار، اخلاق محمد سکھانے والا، کفر و شرک سے بچانے والا، اصول معاشرت بتانے والا، اسلام کا سچا ہمدرد، مسلمانوں کا بہترین رہنما، تمدنی، اخلاقی، تاریخی مضامین کا دلکش مجموعہ جو بلا تعین تاریخ ووقت اپنے دار الاشاعت بریلی محلہ سوداگران سے بادارت خادم الطلبا محمد حسنین رضا خان شائع ہوتا ہے۔

مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں باہتمام مولوی امجد علی صاحب چھپا۔''

[ماہنامہ الرضا: محرم الحرام ۱۳۳۸ھ سرورق]

الرضا کے اغراض ومقاصد:

الرضا کی اشاعت کے چند اہم اغراض ومقاصد تھے جو مدیر رسالہ کی جانب سے پشت رسالہ پر ''الرضا کی دلی تمنا'' کے عنوان سے شائع کیا جاتا تھا۔ یہاں ان کا نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں۔ ملاحظہ کریں:

''الرضا کی دلی تمنا یہ ہے کہ مسلمان سچے مسلمان بنیں۔ ان کے اقوال ان کے افعال قرآن عظیم اور حدیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے موافق ہوں۔ خداوند عالم کا خوف اور اس کے حبیب لبیب کی سچی محبت ان کے دلوں میں پیدا ہو۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے صحیح واقعات ان پر پیش کیے جائیں تاکہ وہ اس مقدس ذات کی معاشرت واپنار ہنما بنائیں۔ اولیاے کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کے نصائح اور وصایا انہیں یاد دلائے جائیں تاکہ یہ ان کی انمول نصیحتوں اور اعلیٰ ترین وصیتوں کو اپنا دستور العمل ٹھہرائیں۔ علم دین

کے برکات اور علمائے امت کے کارناموں پر انہیں مطلع کیا جائے، تاکہ یہ ان کو پتہ چلے کہ اسلاف کرام نے اکتساب علوم و معارف میں کیسی کچھ جدوجہد کی ہے۔امام غزالی اور امام رازی جیسے ہمدان عالم اور مصر و شام جیسی عظیم الشان درسگاہیں دنیا آج تک پیش نہ کرسکی۔اسلاف کرام کا عروج اور ان کی شان و شوکت نہیں دکھائی جائے تاکہ وہ موجودہ تنزل کی پگڈنڈی کو چھوڑ کر ترقی کی شاہراہ پر پڑ جائیں۔

اسلام کی اخلاقی تعلیم سے ان کے کان آشنا کیے جائیں تاکہ کبر و نخوت ان کے دماغ میں نہ رہے۔نفاق سے ان کا سینہ صاف ہو جائے بغض و حسد ان تک راہ نہ پائے۔ریا کے پاس نہ پھٹکیں۔اتحاد و خلوص ہمدردی اور صلہ رحم ان میں پیدا ہو۔اسلامی اخوت کے قابل قدر رشتہ کو مضبوط کریں۔دین کو دنیا پر قربان نہ کریں۔بلکہ دین ہی کے مبارک سایہ میں دنیاوی ترقیاں حاصل کریں۔اپنے ہر کام میں افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال پر آجائیں۔زمانہ کی ان بے جا رسموں سے (جو قانون شریعت کے بالکل خلاف ہیں) پرہیز کریں۔

چوں کہ دنیا میں قدم رکھنے کے بعد ہر مسلمان کا پہلا فرض یہ ہے کہ اپنے عقائد و اعمال عادات و معاملات کو جادہ اعتدال پر لے آئے۔لہٰذا پرچہ کی ترتیب میں بھی اس امر کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

یعنی ابتدائی صفحات میں دین مبین کی سچی تعلیم اور پھر مخالفین کے بے جا حملوں کے جوابات دیے جائیں تاکہ مخالفین کے ان بے سود حملوں سے بھولے بھالے مسلمانوں کے عقائد میں کسی طرح کا تزلزل نہ واقع ہو۔اس کے بعد علمی مباحث اور تاریخی حالات بھی زیب و زینت صفحات بنتے رہیں گے۔(خاکسار مدیر)"

الرضا کے صفحات اور قیمت:

رسالہ کی قیمت تین آنے علاوہ محصول ڈاک رکھی گئی تھی۔سالانہ دو(۲) روپیے مع محصول ڈاک، ششماہی سوا روپیہ، سہ ماہی دس آنہ تھی۔رسالہ عموماً بتیس صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔ضرورتاً صفحات کا اضافہ بھی ہوجاتا تھا۔

اشاعتی دشواریاں:

رسالہ کی اشاعت میں اکثر کچھ نا کچھ تاخیر ہوجاتی تھی، جس کے کئی اسباب تھے، ان میں سے ایک اہم سبب طباعت تھا۔مگر سال مکمل ہونے تک رسالہ کی طباعت کی غرض سے 'حسنی 'مطبع قائم ہوگیا جس سے رسالہ کی بہت سی دقتیں ختم ہوگئیں۔البتہ کاغذ کی کمی سے رسالہ دو رنگ کے کاغذ میں چھپتا تھا۔اس کی تفصیل مدیر موصوف نے یوں تحریر فرمائی ہے ملاحظہ کریں:

"ناظرین کرام! آپ کا الرضا دس ماہ کا ہو کر خدا کے فضل و کرم سے گیارہویں مہینے میں قدم رکھتا ہے مگر گلزار مصطفوی کے اس نوخیز پودے کو اس نوعمری میں متعدّد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔پہلے پرچہ کی اجازت کی

دشواریاں، پھر لکھائی چھپائی کے دقتیں اس کے بعد سفید کاغذ کی کمیابی وغیرہ وغیرہ ایسے امور تھے کہ جنہوں نے اس وقت تک پرچہ کو بہت سی خوبیوں سے محروم رکھا۔ خدا نے فضل کیا کہ لکھائی چھپائی کی طرف سے بحمد اللہ قدرے اطمینان ہو گیا ہے۔ وہ یوں کہ مطبع حسنی محض الرضا کی طبع کی غرض سے قائم کر لیا گیا ہے۔ اب پرچہ ان شاء اللہ العزیز اپنے مجوزہ وقت پر حاضر ہوا کرے گا اس وقت تک جس قدر خلاف وقت اشاعت ہوئی وہ محض انہیں دشواریوں کے سبب سے تھی اب صرف کاغذ کی کمیابی محسوس ہو رہی ہے جس کی فکر میں ہوں۔ کاغذ کی کمیابی کا یہ عالم ہے کہ ایک پرچہ کے لیے اچھا سفید کاغذ اتنا نہیں ملتا کہ پورے پرچہ کی ضروریات کو کفایت کرے۔ اسی معذوری کے سبب سے ہر پرچہ میں دو رنگا کاغذ لگانا پڑتا ہے اس کی تصدیق آپ کو ان موجودہ نمبروں سے بھی ہو گی۔" [ماہنامہ الرضا، شوال المکرم، ۱۳۳۸ھ ص ۸]

رسالہ کے ایک سال مکمل ہونے پر مدیر رسالہ نے پرچہ کی قیمت میں اضافہ کر دیا اور فی پرچہ ساڑھے چار آنہ علاوہ محصول ڈاک اور سالانہ دو روپے کے بجائے تین روپے تین آنہ، مع محصول ڈاک مقرر کر دیا۔ اور اس کی اصل وجہ کاغذ کی گرانی اور کتابت و مطبع کا خرچ زائد ہو جانا تھا۔

مدیر موصوف نے رسالہ کی اشاعت جن جذبات کے زیر اثر اور جن مقاصد کے تحت کی تھی یہ گرانی و مہنگائی اس کے مانع تھی۔ اس دکھ درد اور تکلیف کی تفصیل مدیر موصوف نے کچھ اس طرح سپرد قرطاس کی ہے ملاحظہ ہو:

"معزز ناظرین! آج آپ کے پرچے کو جاری ہوئے پورا ایک سال ہوا۔ میں نے اسے مذہب حق کی اشاعت اور دین متین کی حمایت کی نیت سے جاری کیا ہے۔ میرا اس سے شہرت طلبی یا فقط کسب معاش کا ہر گز ارادہ تھا اور نہ ہے، مگر اس کے اجرا کے لیے ابتدائی ایک کافی رقم درکار تھی جبھی اس کا تخمینہ کیا گیا تھا جو تخمینہ اس کی یک سالہ ضرورتوں کو کافی سمجھا گیا تھا۔ اسی کی مناسبت سے اس کی سالانہ قیمت رکھی گئی تھی۔ کاغذ کے نرخ کی نسبت میں صحیح رائے قائم نہیں کر سکتا کہ کیوں بڑھا؟ جو کاغذ اس وقت سات روپیہ رم پر بکثرت مل رہا تھا کچھ روز بعد اس کی قیمت میں اضافہ ہونا شروع ہوا اور سات روپیہ سے چل کر آج تیرہ روپیہ بارہ آنے تک اس کی قیمت پہنچ چکی ہے۔ اور ملتا اس پر بھی نہیں۔

رہی لکھائی چھپائی وہ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ تک ابتدائی نرخ پر رہی، مگر شوال ۱۳۳۸ھ میں کاتبوں نے ہڑتال شروع کی اور اس کے دوسرے یا تیسرے جلسے میں ایک نرخ نامہ شائع کر دیا جو سابقہ نرخ سے پورا دونا تھا۔ ان کی دیکھا دیکھی پریس مینوں نے پیر پھیلائے اور گزشتہ جارت کو ڈیوڑھا کرا چھوڑا۔ غرض کہ رسالہ کے لیے جتنے ضروری سامان تھے سال گزشتہ کی پچھلی ششماہی ہی میں یکے بعد دیگرے سب گراں

ہو گئے۔ چوں کہ وہ درمیان سال تھا مجھے آپ صاحبان سے گزارش کرنے کا موقع نہ تھا۔ خصوصاً جب کہ میں سالانہ قیمت آپ سے پہلے ہی وصول کر چکا تھا۔ اب یہ ابتدائے سال ہے آپ کا پرچہ پورے ایک سال کا ہو کر دوسرے سال میں قدم رکھتا ہے آپ کے پچھلے حقوق سے سبک دوش ہو چکا ہے۔ اب اس کو اپنی سالانہ بقا کے لیے آپ کی گاڑھی کمائی کے کچھ سہام پھر درکار ہیں، مگر وہ نہ صرف اس قدر کافی ہوں گے جو سال گزشتہ میں لیے تھے بلکہ اب بجائے دو روپیہ سالانہ کے تین روپے سالانہ علاوہ ایک آنہ فیس منی آرڈر اور دو آنے فیس رجسٹری کے (یکم ستمبر ۱۹۲۰ء سے گورنمنٹ نے بلا رجسٹری شدہ وی وی پی لینا چھوڑ دیا ہے، لہٰذا ہر وی پی پر محکمہ ڈاک کی طرف سے دو آنے اور اضافہ ہو گئے جو آپ ہی کے ذمہ رہیں گے۔) اس طرح آپ کو پرچہ کی ایک سال کی خریداری میں اپنی جیب خاص سے تین روپے تین آنے صرف کرنا ہوں گے۔ اور اگر آپ کی خریداری کا آغاز اسی ۱۳۳۹ھ سے ہے تو آپ کو تین جز فوز مبین کے خریدنا ہوں گے، جن کی قیمت صرف دو آنہ وصول کی جائے گی۔ ورنہ بغیر اس کے آپ کی کتاب نامکمل رہے گی۔ سال گزشتہ میں الرضا ناوقت پہنچنے سے جو کچھ آپ کو انتظار کی تکلیف گوارا کرنا پڑی اس کی وجوہ اگر آپ سنیں گے تو آپ نے جو اس تکلیف سے اثر لیا ہے وہ ان شاء العزیز یقیناً زائل ہو جائے گا۔

ابتداءً رسالہ غیر موقت الشیوع بلا اجازت گورنمنٹ چھپنا شروع ہوا۔ کئی مہینہ کی مسلسل کوششوں کے بعد موقت الشیوع کرنے کی اجازت ملی، اس کے بعد شہر میں اسکیم اصطلاحات کا کام شروع ہو گیا، جس کی صرف بریلی کے کاتبوں میں سات سو کاپیاں تقسیم کی گئیں۔ اس وقت کتابت کی جن دشواریوں سے مجھے سابقہ پڑا اس کا لطف کچھ میں ہی جانتا ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ اسی کام میں پریسوں کی مصروفیت سونے پر سہاگا تھی۔ ان وجوہ نے مجھے اس پر مجبور کر دیا کہ پرچہ کی غرض ایک پریس کی اپنے نام سے اجازت لوں۔ بنابریں میں نے خدا کا نام لے کے ایک درخواست دے دی اور کچھ دوڑ دھوپ کے بعد اس کی بھی اجازت مل گئی۔

میں بہت پہلے سے جانتا تھا کہ پریس کا کام ایک بڑی دردسری ہے، مگر میں نے پرچے کی ضرورتوں کے لحاظ سے اسے بھی برداشت کر لیا۔ درس تدریس کا مجھے ایک زمانہ سے شوق ہے مجھے اپنے اس شوق میں اپنے قدیمی محسن مدرسہ اہل سنت سے بڑی مدد ملتی رہتی ہے۔ اس متبرک دارالعلوم نے اپنی ضرورت سے پچھلے دنوں مجھے دو درجے کا مدرس کر دیا تھا جس سے بظاہر بار بڑھنا سمجھا جاتا ہے مگر حقیقتاً میرے شوق کی تکمیل ہوتی تھی۔ اب جب میں نے پرچے کے کاموں میں الجھن دیکھی تو میں ایک درجے کے درس سے ابھی اسی ذی الحجہ ۳۸ھ میں دست کش ہو گیا۔ میں نے جب محض اس پرچہ کو جاری رکھنے کے لیے اپنے شوق کا خون کیا ہے اور پریس کے دردسر کو اپنے سر لیا ہے تو آپ بھی کچھ تکلیف گوارا فرمائیں۔ اور اس کی اشاعت میں سرگرمی

دکھائیں۔ آپ کا یا آپ کے احباب کا جو روپیہ اس پرچہ کی خریداری میں صرف ہوا ہے یا ہو گا وہ نہ صرف اس کی خریداری میں صرف ہوا ہے یا ہو گا بلکہ وہ دین کی حمایت اور ملت بیضا کی اشاعت میں صرف ہوا ہے اور ہو گا، جو مسلمانوں کی دولت کا بہترین مصرف ہے۔" [ماہنامہ الرضا: ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ ص ۷، ۸]

مدیر "الرضا" علامہ حسنین رضا خان بریلوی:

اس مبارک ماہنامہ کی ادارت کی ذمہ داری امام اہل سنت کے پیارے، چہیتے برادر زادے شہزادہ استاد زمن، حضرت علامہ حسنین رضا خان قدس سرہ الرحمٰن کے ہاتھوں میں تھی۔ آپ نے اس ماہنامہ کو جاری کیا اور بحسن و خوبی اس کی ادارت کی ذمہ داریاں پوری فرمائیں۔ ماہنامہ کی ادارت کے علاوہ اس کی ترتیب و طباعت اور اشاعتی ذمہ داریاں بھی آپ ہی پر تھیں۔ چند شمارے چھوڑ کر اکثر میں آپ کی علمی و تاریخی تحریریں شائع ہوئیں، جن کا اجمالی خاکہ ہم آپ کے تعارف کے ضمن میں پیش کریں گے۔ آپ کا سوانحی تعارف ملاحظہ ہو:

تعارف:

حضرت علامہ محمد حسنین رضا خاں بن استاد زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں قدس سرہما کی ولادت باسعادت بریلی شریف محلہ سوداگران میں سن ۱۳۱۰ ہجری مطابق ۱۸۹۳ عیسوی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد اور والدہ ماجدہ سے گھر ہی میں حاصل کی۔ بعد میں اپنے تایا جان حضور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے قائم کردہ مدرسہ منظر اسلام میں داخلہ لیا، جس کے ناظم اعلیٰ خود آپ کے والد ماجد استاد زمن تھے۔ آپ نے اپنے تایا گرامی اعلیٰ حضرت اور والد گرامی استاد زمن کے علاوہ درج ذیل علمائے کرام سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

حضرت علامہ رحم الٰہی منگوری
بحر العلوم حضرت علامہ مفتی ارشاد حسین مجددی رامپوری
حضرت علامہ حکیم ہدایت اللہ خاں جونپوری ثم رامپوری
علامہ ظہور الحسین فاروقی رامپوری
تلمیذ رشید حضرت علامہ عبد الحق خیر آبادی حضرت علامہ عبد العزیز انبیٹھوی
حضرت علامہ نور الحسین مجددی فاروقی رامپوری

آپ نے منظر اسلام کے علاوہ مدرسہ ارشاد العلوم رامپور میں بھی تعلیم حاصل کی ہے۔ البتہ درس نظامی کی تکمیل اور دستار فضیلت وافتا وغیرہ مدرسہ منظر اسلام ہی میں ہوئی۔

دور طالب علمی میں بھی آپ کی علمی لیاقت وصلاحیت خوب تھی۔ جس کی بڑی شہادت حضرت علامہ مفتی

عبدالسلام جبل پوری کا وہ خط ہے جو انہوں نے آپ کے والد ماجد استاذ زمن کے نام تحریر فرمایا۔ چوں کہ علامہ جبل پوری نے آپ کی کتابوں کا امتحان لیا تھا، اس لیے خط میں آپ کے والد ماجد کو آپ کی علمی لیاقت و صلاحیت کی خوش خبری سناتے ہوئے تحریر فرمایا:

''بعد حمد و سلام!

طلبہ نے جو امتحان بہتر عمدہ واعلیٰ درجہ کا دیا، کل نظم ونسق اور طرز تعلیم وطریقہ تدریس نہایت فائق و شائستہ ہے۔ اور مدرسین وطلبہ ہر طرح پر قابل آفریں وتحسین ہیں۔ فارسی کتب درسیہ، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی، ایساغوجی، شرح تہذیب، قطبی، ملاحسن، حمد اللہ، شرح وقایہ، ہدایہ، نورالانوار اور شفا شریف وغیرہا، کتب درس، جو مقام طلبہ کے سامنے امتحاناً پیش کیے گئے، عبارتیں صحیح پڑھ کر مقاصد کتاب و مطالب عبارت کو بعض طلبہ نے معاً، بعض نے تاملاً معقول طور پر اچھی طرح بیان کیا۔ خصوصاً میاں مولوی مصطفیٰ رضا، میاں مولوی حسنین رضا خاں نے جس عمدگی اور خوش اسلوبی وخوبی کے ساتھ نہایت بلند مرتبہ کا شاید و باید محققانہ دیا۔ حق تو یہ ہے کہ وہ انہیں کا حصہ ہے۔ بارك الله في علمهما وفهمهما''

[ماخوذ حیات علامہ حسنین رضا خاں بریلوی: مرتبہ مفتی محمد اشرف رضا قادری]

۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء ۱۸/ سال کی عمر شریف میں آپ نے علوم مروجہ سے فراغت پائی۔ دارالعلوم منظر اسلام میں آپ کی دستار فضیلت ہوئی۔ اور بعد فراغت منظر اسلام ہی میں رونق مسند تدریس ہو گئے اور لگ بھگ ۱۰/ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔

حضرت علامہ مفتی اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی
حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں بریلوی
شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں پیلی بھیتی
حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی اعظمی
حضرت علامہ مولانا حامد علی فاروقی
حضرت مفتی ابرار حسن حامدی تلہری
داماد مفتی اعظم ہند حضرت مولانا ادریس رضا خاں عرف لالہ میاں
شہزادہ حجۃ الاسلام حضرت مفسر اعظم ہند علامہ ابراہیم رضا خاں بریلوی
آپ کے تین شہزادگان
حضرت علامہ سبطین رضا خاں بریلوی

حضرت علامہ تحسین رضا خاں بریلوی

حضرت علامہ صوفی حبیب رضا خاں بریلوی

اور ان کے علاوہ بہت سے نامور و قابل فخر علماے کرام کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

تدریس سے آپ کو بے حد لگاؤ تھا۔ لیکن ضروریات زمانہ کے پیش نظر آپ نے اپنے اس شوق کا خون کر کے ماہنامہ ''الرضا'' جاری فرمایا۔ جس کا اقرار خود آپ کے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں:

''درس و تدریس کا مجھے ایک زمانہ سے شوق ہے۔ مجھے اپنے اس شوق میں اپنے قدیمی محسن مدرسہ اہل سنت (منظر اسلام) سے بڑی مدد ملتی رہتی ہے۔ اس متبرک دارالعلوم نے اپنی ضرورت سے پچھلے دنوں مجھے دو درجے کا مدرس کر دیا تھا، جس سے بظاہر بار بڑھنا سمجھا جاتا ہے، مگر حقیقتاً میرے شوق کی تکمیل ہوتی تھی۔ اب جب میں نے پرچے (ماہنامہ الرضا) کے کاموں میں الجھن دیکھی تو میں ایک درجہ کے درس سے ابھی اس ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ میں دست کش ہو گیا۔ میں نے اس پرچہ کو جاری رکھنے کے لیے اپنے شوق کا خون کیا ہے۔''

[ماہنامہ الرضا: ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ ص ۸]

آپ نے مختلف موضوعات پر درجن بھر کتابیں تحریر فرمائیں۔ بہت سے مضامین و مقالات تحریر فرمائے۔ ماہنامہ الرضا میں آپ نے مختلف موضوعات پر قلم فرسائی فرمائی۔ الرضا کے جو شمارے ہمیں دست یاب ہوئے ان میں درج نگارشات، درج ذیل ہیں۔

محرم ۱۳۳۸ھ کے شمارے میں

''سیدنا حضرت آدم علیہ السلام اور نبی کریم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' کے عنوان سے ایک تحریر اور ''قیامت صغریٰ'' کے عنوان سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دیگر شہداے کربلا کی قربانیوں اور شہادتوں کے ذکر پر مشتمل مضمون اور الرضا کے اغراض و مقاصد کے حوالے سے ''الرضا کی دلی تمنا'' کے عنوان پر ایک تحریر شامل ہے۔

صفر ۱۳۳۸ھ

ماہنامہ الرضا کے حوالے سے مولانا محمد عبداللہ سرندیپی کے تاریخی عربی کلام کا اردو ترجمہ۔

حضرت ادریس علیہ السلام کی سوانح کا اجمالی خاکہ اور ان کے اہم واقعات سے ملتے جلتے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے چند واقعات پر مشتمل مضمون بعنوان

''نبی اللہ جناب ادریس و رسول اللہ جناب محمد علیہما الصلاۃ والسلام'' ص ۳ تا ۸۔

رسالہ کے حوالے سے قارئین کی شکایت پر معذرت نامہ، اور ''الرضا کی دلی تمنا'' مضمون شامل ہے۔

ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔
علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔
نجی اللہ حضرت نوح وحبیب اللہ حضرت محمد علیہما الصلاۃ والسلام، کے عنوان سے مضمون۔ ص۵ تا ص۸۔
نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ اور محفل میلاد کے حوالے سے ''عید میلاد'' کے عنوان سے مضمون۔ ص۱۷ تا ص۲۱۔
پروفیسر البرٹ کی پیش گوئی ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کے حوالے سے تھی جس کی مکمل تردید امام اہل سنت نے فرمائی تھی اور ثابت کیا تھا کہ یہ سب اوہام باطلہ وہوسات عاطلہ ہیں۔ پروفیسر کی بتائی ہوئی تاریخ میں ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ الحمد للہ امام اہل سنت کی تحقیق کی صداقت ظاہر ہوئی اور پروفیسر کی مقررہ تاریخ میں کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔ آپ نے اس کی تفصیل ''حق کا بول بالا'' کی سرخی سے تحریر فرمائی۔ ص۲۴۔
رسالہ میں درآئیں اغلاط کی نشاندہی اور کتابت کی خرابی کا معقول عذر۔
شمارے کے آخری صفحہ پر ''الرضا کی دلی تمنا'' کے عنوان سے مضمون۔

ربیع الآخر وجمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔
علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔
حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے پچھلے مضمون کی دوسری اورآخری قسط۔ ص۴ سے ص۸ تک۔
اعلیٰ حضرت کی اپنی بارگاہ سے وابستہ علماو خلفا سے متعلق اطلاع پر مشتمل وضاحتی وواجبی تحریر اور ساتھ ہی آپ کی طرف سے وضاحتی اعلان اور چند مشہور خلفاے اعلیٰ حضرت کی بترتیب حروف ابجد مختصر فہرست۔ ص۹ تا۱۲۔
حضرت ہود علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت وکمالات کے حوالے سے ''نبینا حضرت ہودو شفیعنا حضرت محمد علیہما الصلاۃ والسلام'' کے عنوان سے مضمون۔ ص۳ تا ص۶۔

جمادی الاخریٰ ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔
علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔
حضرت صالح علیہ السلام اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر پر مشتمل بعنوان ''نبینا حضرت

صالح وشفیعنا حضرت محمد علیہما الصلاۃ والسلام"ص ۳ تا ۵۔

رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔
علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفر معراج کے حوالے سے "معراج جسمانی" کے عنوان سے مضمون۔ ص ۲ تا ۴۔

رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔
علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔
حضرت صالح علیہ السلام اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر پر مشتمل مضمون بعنوان "نبینا حضرت صالح وشفیعنا حضرت محمد علیہما الصلاۃ والسلام"
جس کی پہلی قسط جمادی الاخریٰ کے شمارے میں شائع ہوئی اور اس شمارے میں دوسری قسط ہے۔ ص ۳ تا ۵۔
ص ۸ پر مفتی شفیع خان بیسل پوری کی وفات پر آپ کی تعزیتی تحریر۔

شوال المکرم ۱۳۳۸ھ

حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تذکرہ خیر کے حوالے سے آپ کے گزشتہ مضمون کی تیسری قسط۔ ص ۲ تا ۴۔
رسالہ کی اشاعتی دشواریوں کا ذکر۔ ص ۸۔

ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔
علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔

ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

رسالہ الرضا کی طباعتی، اشاعتی اور خریداری سے متعلق ناظرین سے گزارشات بعنوان "معزز ناظرین"ص ۷، ۸۔

محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔

علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔
نماز کی اہمیت وافادیت کے حوالے سے آپ کا تحریر کردہ مضمون بعنوان "نماز" ص۲ تا۶۔

صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔
علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔

الغرض آپ نے مذہبی، مشربی، علمی، تحقیقی، سیاسی، سماجی اور صحافتی بہت سی نمایاں خدمات انجام دیں۔ ۵؍صفر المظفر ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۴؍دسمبر ۱۹۸۱ء اتوار کے دن آپ نے وصال فرمایا۔ امام اہل سنت کے احاطہ مزار میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ پاک ہمیں حضرت کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

اشاریہ:۔

اب ہم یہاں ماہنامہ الرضا کے مشمولات کا اشاریہ بقید سن، ماہ، جلد، نمبر اور صفحات پیش کررہے ہیں تاکہ قارئین اگر ماہنامہ الرضا تک رسائی حاصل نہ کرسکیں تو کم از کم مشمولات سے رسالہ کی اہمیت وحیثیت کا اندازہ لگالیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

جلد(۱) نمبر۱۔ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

سرورق وفہرست مضامین کے بعد:

مستزاد۔ امام اہل سنت کا تازہ لکھا ہوا حمدیہ کلام "وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہم تن کرم بنایا۔ ص۔۲

ابوالبشر سیدنا آدم وفخر بنی آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے عنوان سے مدیر رسالہ علامہ حسنین رضا خاں کا تحریر کردہ مضمون۔ ص۲ تا۵۔

مدیر رسالہ کا لکھا مضمون بعنوان قیامت صغریٰ۔ جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے اہل خانہ اور جانثاران اہل بیت اطہار کی قربانیوں اور شہادتوں کے قیامت آمیز واقعات پر مشتمل ہے۔ ص۵ تا۲۲۔

مولانا حکیم عبدالرحیم مذاق جبل پوری کی تصنیف کردہ نظم بحوالہ کربلا۔ جس کا مطلع یہ ہے ؎

یہ دشت کرب و بلا اور مرے رسول کے پھول
پڑے ہیں خاک پہ بکھرے ہوئے بتول کے پھول

[ص۲۲]

تعزیہ رکھنے کے حوالے سے فتاوی رضویہ شریف سے منقول امام اہل سنت کا فتوی مبارکہ۔ ص۲۳، ۲۴۔

اتحاد واتفاق کی اہمیت وافادیت کے حوالے سے خلیفہ اعلیٰ حضرت ملک العلماعلامہ ظفرالدین بہاری علیہ الرحمۃ کا لکھا مختصر مگر جامع مضمون۔ ص ۲۴۔

رسالہ کے آخر میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے مبارک ملفوظات جنہیں حضور مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں نے مرتب فرمایا۔ اس کا پہلا حصہ آٹھ (۸) صفحات پر مشتمل مطبع اہل سنت کا مطبوعہ، شامل کیا گیا ہے۔

مزید اس کی قسطیں اگلے شماروں میں شامل ہیں۔

شمارے کے آخری صفحہ پر الرضا کی دلی تمنا کے عنوان سے مدیر رسالہ نے رسالہ کا بنیادی مقصد اور اس کی ترتیب وغیرہ کو بیان کیا ہے۔

جلد(۱) نمبر ۲۔ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ

ص ۲۔ ماہنامہ الرضا کی تاریخ طباعت اور مبارک بادی پر مشتمل مولانا محمد عبداللہ سرندپی کا لکھا ہوا تاریخی منظوم عربی کلام۔ بعنوان تاریخی "وَجَعَلَهُ رَبِّ رَضِيًّا" ۱۳۳۸۔ درج ہے۔ صفحہ ۳ پر اس عربی منظوم کا اردو ترجمہ بھی موجود ہے جس کو مدیر رسالہ نے تحریر فرمایا ہے۔

فہرست مضامین کے بعد۔ امام اہل سنت کی لکھی ہوئی غزلیہ نعت پاک، زمین وزماں تمہارے لیے مکین ومکاں تمہارے لیے۔ ص ۲۔

حضرت ادریس علیہ السلام کی سوانح کا اجمالی خاکہ اور ان کے اہم واقعات سے ملتے جلتے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے چند واقعات پر مشتمل مدیر رسالہ کا لکھا ہوا مضمون بعنوان "نبی اللہ جناب ادریس ورسول اللہ جناب محمد علیہما الصلاۃ والسلام" ص ۳ تا ۸۔

پھانس کی نصیحت کے عنوان سے ص ۸ سے ۱۰، تک مولانا عرفان علی بیسل پوری کا عمدہ ونصیحت آمیز مضمون درج ہے، جس کے zulfi۱۹۸۶ آخر میں آپ نے چند اشعار بھی تحریر فرمائے ہیں جن کا یہاں نقل کرنا دل چسپی سے خالی نہ ہوگا ؎

کوئی شدت جوع سے مر رہا ہے | کوئی رات بھر تاپ کر کاٹتا ہے
کوئی سخت امراض میں مبتلا ہے | نہیں پاس کوڑی پڑا بے دوا ہے
ہیں بہتیرے وہ جن کا گھر ہے نہ در ہے | کچھ ان کی بھی حالت کی تجھ کو خبر ہے
مسلمان آپس میں بھائی اگر ہیں | تو کیوں سیکڑوں خوار ہیں در بدر ہیں
اگر ان کی حالت سے یوں بے خبر ہیں | خدا کی قسم ان سے بہتر حجر ہیں

خدا کے لیے اپنی حالت سنبھالو	غریبوں کو رنج و محن سے نکالو
خدا کو ہے عرفاںؔ گر منہ دکھانا	سخی بن کے دربار میں اس کے جانا
بخیلوں کا نار سقر ہے ٹھکانا	الٰہی بچانا الٰہی بچانا
ہے کنجوس دشمن سخی اس کا پیارا	سنا ہے نہیں تو نے ارشاد مولا

رسالہ کی رجسٹری نہ ہونے کے سبب رسالہ بغیر تاریخ چھپ رہا تھا جس پر کچھ قارئین نے شکایت کی۔ مدیر رسالہ نے اس کے جواب میں معذرت پیش کرتے ہوئے رسالہ سے متعلق درخواست گزاری کا ذکر کیا اور لکھا کہ بقید تعیین چھاپنے کے لیے مجسٹریٹ ضلع کی اجازت درکار ہوتی ہے جو فی الحال حاصل نہ ہو سکی ہے۔ اجازت ملنے پر اس کا التزام کیا جائے گا۔ (ص۱۰)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے حوالے سے حضور مفتی اعظم ہند کی مدلل و مفصل تحریر بعنوان "تصحیح یقین برختم نبیین" دو قسطوں میں شائع ہوا۔ پہلی قسط اسی شمارے میں ص۱۱ سے ۲۳۔ تک شائع ہوئی۔ دوسری اگلے شمارے میں۔

سیاروں کے اجتماع سے آفتاب میں سوراخ کا ہونا اور اس کے نتیجہ میں طوفان، بجلیاں سخت بارش وغیرہ کا ہونا، اس حوالے سے امریکہ کے منجم پروفیسر البرٹ کی ہولناک پیش گوئی انگریزی اخبارات میں شائع ہوئی۔ اس سے متعلق ملک العلما علامہ ظفرالدین بہاری نے استفسار کیا تو جواب میں آپ نے اس بے اصل و بیہودہ پیش گوئی کی مکمل، مدلل و مفصل تردید فرمائی اور پروفیسر کی اس پیش گوئی کے دارومدار دلائل کا تانا بانا بکھیر کر رکھ دیا۔ یہ مضمون ص۲۳ سے ۲۸ تک چھ صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۹ر صفر ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۴ر نومبر ۱۹۱۹ء کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے بے حد معتقد مرید، بہترین عالم دین جنٹ مجسٹریٹ اردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبان میں خوب مہارت رکھنے والے دینی و دنیاوی تعلیم یافتہ حضرت مولانا حشمت اللہ صاحب کا وصال ہوا۔ ص۲۸۔ پر ان کا وصال نامہ درج ہے

ملفوظات اعلیٰ حضرت کے پہلے حصے کی دوسری قسط۔ آٹھ صفحات۔

شمارے کے آخری صفحہ پر الرضا کی دلی تمنا کے عنوان سے مدیر رسالہ کی تحریر جس کا گزشتہ شمارے میں ذکر گزرا۔

جلد(۱) نمبر۳۔ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔ علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔

پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور مولانا محمد عرفان علی بیسل پوری کا نعتیہ کلام جس کا مطلع یہ ہے ؎

پیدا ہوئے ہیں فخر رسل سید الوری ، کر ذکر مصطفیٰ
نور خدا ہے جن کا لقب ہیں وہ مہ لقا ، کر ذکر مصطفیٰ

ص ۲ سے ۴۔ تک امام اہل سنت کا رقم فرمودہ منظوم درود نامہ

کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروروں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود

نجی اللہ حضرت نوح وحبیب اللہ حضرت محمد علیہما الصلاۃ والسلام ، کے عنوان سے مدیر رسالہ کا مضمون۔ ص ۵ تا ص ۸۔

حضور مفتی اعظم ہند کے مضمون ''''تصحیح یقین بر ختم نبیین'' کی دوسری اور آخری قسط۔ ص ۹ سے ۱۲۔

پروفیسر البرٹ کی پیش گوئی کے رد کا بچا ہوا حصہ۔ ص ۱۲ تا ۱۶۔

نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ اور محفل میلاد کے حوالے سے ''عید میلاد'' کے عنوان سے مدیر رسالہ کا مضمون۔ ص ۱۷ تا ص ۲۱۔

اسی حوالے سے ''محفل میلاد کا قرآن عظیم سے ثبوت'' کے عنوان پر دارالافتاء بریلی شریف کے مفتی محمد شفیع خان صاحب کا مضمون۔ ص ۲۱ تا ۲۴۔

پروفیسر البرٹ کی پیش گوئی ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کے حوالے سے تھی جس کی مکمل تردید امام اہل سنت نے فرمائی تھی اور ثابت کیا تھا کہ یہ سب اوہام باطلہ وہوسات عاطلہ ہیں۔ پروفیسر کی بتائی ہوئی تاریخ میں ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ الحمدللہ امام اہل سنت کی تحقیق کی صداقت ظاہر ہوئی اور پروفیسر کی مقررہ تاریخ میں کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔ مدیر رسالہ نے یہ خبر ''حق کا بول بالا'' کی سرخی سے تحریر فرمایا۔ ص ۲۴۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت کے پہلے حصہ کی تیسری قسط۔ آٹھ صفحات پر مشتمل۔

رسالہ میں درآئیں اغلاط کی نشاندہی اور کتابت کی خرابی کا معقول عذر۔

شمارے کے آخری صفحہ پر الرضا کی دلی تمنا کے عنوان سے مدیر رسالہ کی تحریر۔

جلد (۱) نمبر ۴ و ۵۔ ربیع الآخر و جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔

علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔

پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور خلیفہ اعلیٰ حضرت برہان ملت علامہ برہان الحق جبل پوری کی لکھی ہوئی

نعت پاک جس کا مطلع یہ ہے ؎

تمہارا کرم ہے عنایت تمہاری
دو عالم میں بالا ہے امت تمہاری

سرکار غوثیت میں امام اہل سنت کی لکھی ہوئی منقبت شریف۔ ص۲و۳۔ جس کا مطلع یہ ہے ؎

ترا ذرہ مہ کامل ہے یا غوث
ترا قطرہ یم سائل ہے یاغوث

مولانا حکیم عبدالرحیم مذاق جبل پوری کا نعتیہ کلام۔ جس کا مطلع یہ ہے ؎

سران کے در پہ ہم اے دل جھکائے دیتے ہیں
ترے نصیب کی بگڑی بنائے دیتے ہیں

[ص۳]

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے مدیر رسالہ کے پچھلے مضمون کی دوسری اورآخری قسط۔ ص۴ سے ص۸ تک۔

اعلیٰ حضرت کی اپنی بارگاہ سے وابستہ علما وخلفا سے متعلق اطلاع پر مشتمل وضاحتی وواجبی تحریر اور ساتھ ہی مدیر رسالہ کا اعلان اور چند مشہور خلفاے اعلیٰ حضرت کی بترتیب حروف ابجد مختصر فہرست۔ ص۹ تا۱۲۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات کے حوالے سے استاد زمن علامہ حسن رضاخاں بریلوی کا عمدہ مضمون بعنوان ''غزوہ''ص۱۲ تا۱۶۔

مذہب اسلام کی حقانیت پر استاد زمن علامہ حسن رضاخاں بریلوی کی تصنیف کردہ کتاب ''دین حسن''،جو مطبع اہل سنت وجماعت بریلی'' سے شائع ہوئی۔اسے قسط وار رسالہ میں شائع کیا گیاہے۔پہلی قسط میں آٹھ صفحات شامل ہیں۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول کی چوتھی قسط۔آٹھ صفحات۔

جمادی الاولیٰ ۔ابتدائی صفحہ۔فہرست مضامن ۔اوراستاذ زمن کی لکھی ہوئی نعتیہ غزل جس کا مطلع یہ ہے ؎

عام ہمہ صورت ہے گر جان ہے تو تو ہے
سب ذرے ہیں گر مہر درخشاں ہے تو تو ہے

ص۲و۳پر امام اہل سنت کا کلام ؎

نظر اک چمن سے دوچار ہے نہ چمن چمن بھی نثار ہے
عجب اس کے گل کی بہار ہے کہ بہار بلبل زار ہے

حضرت ہود علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت وکمالات کے حوالے سے ''نبینا حضرت ہود وشفیعنا حضرت محمد علیہما الصلاۃ والسلام'' کے عنوان سے مدیر رسالہ کا مضمون۔ ص ۳ تا ص ۶۔

استاد زمن کے پچھلے مضمون سے پیوستہ مضمون بعنوان ''غزوہ یرموک'' ص ۶ تا ۱۲۔

امام اہل سنت کا گائے کی قربانی سے متعلق فتاوی رضویہ شریف سے منقول مدلل ومفصل فتوی۔ ص ۱۳ تا ۱۶۔

استاد زمن کے رسالہ دین حسن کی دوسری قسط۔ آٹھ صفحات۔

حصہ اول ملفوظات اعلیٰ حضرت پانچویں قسط۔ آٹھ صفحات۔

الرضا کے دفتر کی خاص مطبوعہ کتابوں کی فہرست۔ آخری دو صفحات۔

جلد (۱) نمبر ۶۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔

علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔

پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور مولوی سید محمد عزیز حسین متخلص احقرؔ متعلم مدرسہ عالیہ شہسرام کی لکھی ہوئی منقبت در شان پنجتن پاک علی سیدھم وسائرھم الصلاۃ والسلام۔

صفحہ ۲و۳ پر امام اہل سنت کی بارگاہ غوثیت میں لکھی ہوئی منقبت۔

حضرت صالح علیہ السلام اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر پر مشتمل مدیر رسالہ کا مضمون بعنوان ''نبینا حضرت صالح وشفیعنا حضرت محمد علیہما الصلاۃ والسلام'' ص ۳ تا ۵۔

استاد زمن کے پچھلے مضمون سے پیوستہ مضمون بعنوان ''غزوہ تبوک'' ص ۵ تا ۷۔

شاہ غلام مخدوم صاحب فردوسی مدرس مدرسہ عالیہ خانقاہ شہسرام، کا لکھا ہوا کلام بعنوان ''چائے نامہ'' ص ۷ و ۸۔ رسالہ کی خریداری سے متعلق ضروری اعلان۔ ص ۸۔

استاد زمن کے رسالہ ''دین حسن'' کی آخری قسط۔ سولہ صفحات۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت پہلے حصہ کی چھٹی قسط۔ آٹھ صفحات۔

الرضا کے دفتر کی خاص مطبوعہ کتابوں کی فہرست۔ آخری دو صفحات۔

جلد (۱) نمبر ۷۔ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔

علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔

پہلے صفحہ پر فہرست مضامین۔اور حضرت مولانا سید شاہ عبدالواحد شاہدی بلگرامی قدس سرہ کا لکھا ہوا متفرق فارسی کلام۔ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

مرد بجنگ چو اول بصلح آمدہ
دمے بلطف نشیں تا ز خویش برخیزم

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفر معراج کے حوالے سے ''معراج جسمانی'' کے عنوان سے مدیر رسالہ کا مضمون۔ص ۲تا۴۔

چاند کے دو ٹکرے کرنے کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزہ مبارکہ کے خلاف سائنسی ہفوات ومزخرفات کی تردید میں مولانا عرفان علی صاحب بیسل پوری کا معرکۃ الآرا مضمون۔بعنوان ''شق القمر کا بیان اور سائنس کے ہذیان''ص ۴تا۸۔

غیر مقلدین کے عقائد و نظریات کے بیان اور ان کے پیچھے نماز کے عدم جواز کے حوالے سے امام اہل سنت کی تصنیف لطیف ''النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید''(۱۳۰۵ھ)ملقب بلقب تاریخی ''کاشف مکائد لامذہباں''(۱۳۰۵ھ) مطبوعہ مطبع حسنی۔اس رسالہ میں قسط وار شامل ہے۔پہلی قسط اسی شمارے میں آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔

حرکت زمین سے متعلق سائنسی نظریات کے خلاف امام اہل سنت کی مشہور زمانہ کتاب ''فوز مبین در حرکت زمین''(۱۳۳۸ھ)جو علامہ حسنین رضا خاں کے اہتمام سے مطبع حسنی بریلی سے طبع ہوئی۔اس کتاب کو بھی قسط وار اس رسالہ میں شائع کیا گیا۔پہلی قسط اسی شمارے میں آٹھ صفحات پر مشتمل درج ہے۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت کے پہلے حصہ کی ساتویں قسط۔آٹھ صفحات۔

جلد(۱)نمبر۸۔شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ

پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور اس کے بعد مولوی سید محمد عزیز حسین متخلص احقرؔ متعلم مدرسہ عالیہ شہسرام کی لکھی ہوئی نعت پاک جس کا مطلع یہ ہے ؎

کس کو ہے معلوم یار و عز و شان مصطفیٰ
دو جہاں کے کلمہ گو ہیں خادمان مصطفیٰ

بارگاہ غوثیت میں امام اہل سنت کی رقم فرمودہ منقبت۔ص ۲و۳۔

غیب داں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ سے متعلق امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے

سے وہابیہ کی بہتان تراشی وغلط بیانی کے جواب میں ''محمدی نشان اوراس کی تین جنبشیں والا شان'' کے عنوان سے مولانا حافظ محمد عبدالحلیم محلہ جالی بمبئی کا لکھا مدلل مضمون۔ ص۳تا۵۔

فتاویٰ رضویہ شریف سے منقول رمضان شریف کے ضروری مسائل بعنوان ''مسائل ضروریہ''ص۵،۶۔

نقشہ اوقات روزہ ونماز برائے بریلی شریف ودیگر بلاد ہند مطابق مضان المبارک ۱۳۳۸ھ۔ ص۷،۸۔

رسالہ النھی الاکید''کی دوسری قسط۔آٹھ صفحات۔

رسالہ فوز مبین در حرکت زمین''کی دوسری قسط۔آٹھ صفحات۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت کے پہلے حصہ کی آٹھویں قسط۔آٹھ صفحات۔

الرضا کے دفتر کی خاص مطبوعہ کتابوں کی فہرست۔آخری دو صفحات۔

جلد(۱)نمبر۹۔رمضان المبارک۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔

علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔

پہلے صفحہ پر فہرست مضامین ساتھ ہی مولانا شفیع احمد خان رضوی بیسل پوری مفتی دار الافتاء بریلی شریف، کی وفات حسرت آیات پر امام اہل سنت کا لکھا ہوا تاریخ وفات پر مشتمل تعزیتی کلام۔چوں کہ یہ کلام نایاب ہے ہم افادہ عام کی غرض سے یہاں نقل کیے دیتے ہیں۔ملاحظہ کریں ؎

اہل الفتوی شفیع احمد	اہل التقوی شفیع احمد
سنی وحنفی و قادری تھا	سچا پکا شفیع احمد
تھا مفتی و واعظ و مدرس	فضلوں والا شفیع احمد
ہے چار شہادتوں کا جامع	گر چاہے خدا شفیع احمد
جمعہ، رمضان، تپ، تعلم	طوبیٰ لک یا شفیع احمد
مجھ کو کوئی امین فتوی	تجھ سا نہ ملا شفیع احمد
مرگ صدہا سے سخت تر ہے	تیرا مرنا شفیع احمد
امید ہے نزع و قبر میں ہو	شافع میرا شفیع احمد
تاریخ لکھی رضاؔ نے فوراً	یا رب تیرا شفیع احمد

۱۳۳۸ھ

حضرت صالح علیہ السلام اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر پر مشتمل مدیر رسالہ کا مضمون

بعنوان ''نبینا حضرت صالح و شفیعنا حضرت محمد علیھما الصلاۃ والسلام'' جس کی پہلی قسط جمادی الاخریٰ کے شمارے میں شائع ہوئی اور اس شمارے میں دوسری قسط ہے۔ ص ۳تا۵۔

بندہ کا اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجاآوری سے غافل ہونا اور پھر بھی رب تبارک وتعالیٰ کا اپنے بندے پر مہربان ہونا بلاشبہہ اللہ پاک بڑا فضل والا ہے۔ اسی حوالے سے مولانا عرفان علی بیسل پوری کا مضمون بعنوان ''آبخورے کی نصیحت'' عمدہ مضمون ہے۔ ص ۵و۶۔

اس مضمون کے آخر میں آپ نے نصیحت آمیز منظوم کلام بھی تحریر کیا ہے جو پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے ملاحظہ کریں ؎

شب و روز فکر شکم پروری ہے	کبھی یاد حق بھی ارے تو نے کی ہے
اگر تاش سے تجھ کو فرصت ملی ہے	تو چوسر میں شطرنج میں تیرا جی ہے
نماز اور روزے قضا ہو رہے ہیں	یہ سامان روز جزا ہو رہے ہیں
اگر کوئی نیکی کی جانب بلائے	برا تو کہے اس کو سو سو سنائے
مزے سے شب و روز کھائے اڑائے	مگر شکر مولی زباں پر نہ آئے
یہ کفران نعمت خدا تجھ کو سمجھے	یہ دوزخ میں جھونکیں گے افعال گندے
مسلم ہے یہ بات سب کو فنا ہے	یہ ہے خواب غفلت تو حافظ خدا ہے
جو عرفاںؔ پاس شہ دوسرا ہے	ذرا بھی اگر خوف روز جزا ہے۔
خدا کے لیے تو فرائض ادا کر	کچھ اب جمع سامان روز جزا کر

غفلت کے سبب پتے یا درخت کا گر جانا یا جانور کا ذبح کیا جانا اور پھر بعد میں ان کا تسبیح میں مشغول ہوجانا ثابت ہے یا نہیں نیز اللہ پاک کے لیے ضمیر جمع استعمال ہو یا ضمیر مفرد کا؟ اس سوال کے جواب میں امام اہل سنت کا فتوی مبارکہ جو فتاوی رضویہ سے نقل کیا گیا ہے۔ فقہیات کے عنوان سے ص ۷و۸ پر درج ہے۔

ص ۸ پر مفتی شفیع خان بیسل پوری کی وفات سے متعلق مدیر رسالہ کی جانب سے تعزیتی تحریر درج ہے۔

رسالہ ''فوز مبین'' کی تیسری قسط۔ آٹھ صفحات۔

رسالہ ''النھی الاکید'' کی تیسری قسط۔ آٹھ صفحات۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت کے پہلے حصہ کی نویں قسط۔ آٹھ صفحات۔

جلد(۱) نمبر ۱۰۔ شوال المکرم ۱۳۳۸ھ

پہلے صفحہ پر فہرست مضامین۔ اور سید شبیر حسن عارف بریلوی کی لکھی ہوئی نعت پاک جس کا مطلع درج

ذیل ہے ؎

جو مصطفیٰ کے ہاتھ ہیں وہ کبریا کے ہاتھ
جو کبریا کے ہاتھ ہیں وہ مصطفیٰ کے ہاتھ

حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تذکرہ خیر کے حوالے سے مدیر رسالہ کے گزشتہ مضمون تیسری قسط۔ ص۲ تا۴۔

کچھ لوگوں کی جانب سے مولوی محمود الحسن دیوبندی کو شیخ الہند کا لقب دیے جانے اور مذہبی پیشوا بتائے جانے پر تاج العلما محمد میاں مارہروی نے تردیدی مضمون 'کیا مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی مسلمانوں کے مذہبی پیشوا ہیں' کے عنوان سے تحریر فرمایا، جو اخبار الفقیہ امرت سر کے حوالے سے رسالہ ہٰذا میں شائع کیا گیا۔ ص۵ تا۸۔

مدیر اخبار کی طرف سے رسالہ کی اشاعتی دشواریوں کا ذکر۔ ص۸۔

رسالہ "فوز مبین" کی چوتھی قسط۔ آٹھ صفحات۔

رسالہ "النھی الاکید" کی چوتھی قسط۔ آٹھ صفحات۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت کے پہلے حصہ کی دسویں قسط۔ آٹھ صفحات۔

الرضا کے دفتر کی خاص مطبوعہ کتابوں کی فہرست۔ آخری دو صفحات۔

جلد(۱) نمبر۱۱۔ ذیقعدہ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔ علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔

پہلے صفحہ پر فہرست مضامین ساتھ ہی امام اہل سنت کا نعتیہ فارسی کلام جس کا مطلع درج ذیل ہے ؎

ز عکست ماہ تاباں آفریدند
ز بوے تو گلستاں آفریدند

۱۴؍ شوال المکرم کو مولانا پیر محمد عبد الغنی علیہ الرحمۃ کی رحلت ہوئی جس پر مولانا محمد عبد السلام ہمدانی صاحب نے تاریخی قطعات کی فرمائش کی۔ ۱۹؍ ذی القعدہ کو خط موصول ہوا، مگر امام اہل سنت کی طبیعت ناساز تھی نصف شب میں جب قدرے افاقہ ہوا تو آپ نے بزبان عربی تعزیتی تاریخی دس اشعار تحریر فرمائیں جو صبح روانہ کر دیے گئے۔

یہ اشعار چوں کہ نایاب ہیں اس لیے یہاں ان کا نقل کرنا بے محل وفائدہ نہ ہوگا۔ ہم یہاں طلب تاریخ

وفات کا خط جو شمارے کے دوسرے صفحہ پر اور امام کے تاریخی اشعار جو تیسرے صفحہ پر درج ہیں نقل کر رہے ہیں۔

نقل کارڈ بطلب تاریخ وفات

بحضور فیض گنج سراپا رحمت یزدانی رئیس العلماو الفضلا مجدد مأۃ حاضرہ دام ظلکم وفیوضکم علی رؤس المسلمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پیشتر ازیں عالی جاہامیں نے اطلاع دی تھی کہ جناب حضرت حامی سنت حاجی الحرمین الشریفین حافظ مولانا مولوی پیر محمد عبد الغنی صاحب بدار البقار حلت فرما ہوئے۔ ۱۴/ر شوال کو۔

اب ثانیاً نہایت ادب احترام کے ساتھ آپ سے میں عرض کرتا ہوں کہ آپ ایک تاریخ جناب مولانا کے لیے تصنیف فرما کر برائے عنایت و مہربانی میرے نام روانہ فرمادیں۔ کہ وہی قطعہ تاریخ آپ کے مقبرہ شریف پر چسپاں کیا جائے گا، تبرکاً۔ میں امید کرتا ہوں کہ حضور انور ضروری میری عرض کو قبول فرما کر مجھ عاجز خاطی کو ممنون فرمائیں گے۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست۔

بہت سے شعراو علمانے آپ کی تاریخی لکھ کر بھیجی ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ اگر آں جناب قطعہ تاریخ تحریر فرما کر روانہ فرمادیں تو وہی آپ کے مرقد پر تبرکاً چسپاں کیا جائے۔ خدا وند احکم الحاکمین آپ کا سایہ عاطفت ہم گنہگاروں کے سروں پر قائم دائم رکھے۔ اور میری مراد قلبی برلائے۔ آمین ثم آمین۔

امرت سر، از کٹرہ گربا سنگھ ہمدانی منزل۔ فقیر حقیر خاک پائے آنجناب، محمد عبد السلام ہمدانی

یازدہم مبارک ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ یوم چہار شنبہ

تاریخ وفات از امام اہل سنت

اَلْمَوْتُ حَقٌّ یَا لَہٗ مِنْ جَاءٍ | مُتَیَقَّنٍ وَ النَّاسُ فِی اِنْسَاءٍ

اَنْسَاھُمُ الْاِنْسَاءُ فِی اٰجَالِھِمْ | مَعْ مَایَرَوْنَ مِنْ اٰیِہٖ بِوِلَاءٍ

اَلنَّقْصُ مِنْ اَمْوَالِھِمْ وَثِمَارِھِمْ | وَ الْاَخْذُ بِالْبَاسَاءِ وَ الضَّرَّاءِ

عَجَبًا لِّخَافِیَۃٍ غَدَتْ مَخْفِیَّۃً | وَ بَدَتْ مِنَ الْخَضْرَاءِ وَالْغَبْرَاءِ

اَلطِّفْلُ شَبَّ وَ شَابَ وَ ھُوَ کَمَا بَدَا | یَلْھُوْ وَ یَلْعَبُ نَاسِیًا لِقَضَاءٍ

عَبْدُ الْغَنِیِّ مَضَیْتَ حِیْنَ قَضَیْتَ | اٰلْخَبْکَ مِنْ نِکَایَۃِ فِتْنَۃِ الْخُبْثَاءِ

قَدْ کُنْتَ صَاعِقَۃً عَلٰی نَجْدِیِّھِمْ | وَرَزِیَّۃَ الْمِرْزَا مَعَ الْمِرْزَائِی

بِنِدَا رَسُوْلِ اللہِ فُزْ بِشَفَاعَۃٍ | وَ جَزَاءُ رَبِّ الْعَرْشِ خَیْرُ جَزَاءٍ

يَا مَالِكَ النَّاسِ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰی | اِشْفَعْ لِعَبْدِكَ دَافِعًا لِبَلَاءٍ
رَقَمَ الرِّضَا تَارِيْخَهٗ مُتَفَاءِلًا | عَبْدُ الْغَنِيِّ بِجَنَّةٍ عَلْيَاءٍ
۱۳۳۸ھ

(۱) موت حق ہے عجب اس آنے والے سے۔ جو یقینی ہے اور لوگ اس سے بھلاوے میں ہیں۔
(۲) اُن کی موت میں ڈھیل نے اُنہیں بھلایا۔ حالاں کہ پے در پے اُس کی نشانیاں دیکھ رہے ہیں۔
(۳) اُن کے مالوں اور پھلوں میں کمی اور سختی وآزار کی گرفت۔
(۴) عجب اُس نہاں یا عیاں سے کہ پوشیدہ رہی، حالاں کہ آسمان وزمین سے ظاہر ہورہی ہے۔
(۵) بچہ جوان ہوا بوڑھا اور وہ روزِ اول کی طرح، کھیل کود میں ہے قضا کو بھولا ہوا۔
(۶) اے عبدالغنی! تم اُس وقت گئے جب اپنی منت فتنہ خبیثاں کو زخم پہنچانے کی پوری کر چکے۔
(۷) تم وہابیوں پر بجلی تھے اور مرزا اور مرزائی پر مصیبت۔
(۸) رسول اللہ کے فضل سے شفاعت پاؤ اور مالک عرش کی جزا سب سے بہتر ہے۔
(۹) اے تمام آدمیوں کے مالک نبی مصطفیٰ ﷺ اپنے بندے کی شفاعت فرمائیے دفع بلا کرتے ہوئے۔
(۱۰) رضا نے فال کے طور پر اس کی تاریخ لکھی، عبدالغنی بہشت بریں میں ہیں۔

اسلامی تعلیمات اور مذہبی درسگاہوں کے حوالے سے صدرالافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین قادری محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ کا تحریر کردہ فکر انگیز اور نصیحت آمیز مضمون بنام ”مدارس اسلامیہ“ ص۴ تا ۸۔

رسالہ ”فوز مبین“ کی پانچویں قسط۔ آٹھ صفحات۔

رسالہ ”النھی الاکید“ کی پانچویں قسط۔ آٹھ صفحات۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت کے پہلے حصہ کی گیارہویں قسط۔ آٹھ صفحات۔ دو صفحات غائب ہیں۔

الرضا کے دفتر کی خاص مطبوعہ کتابوں کی فہرست۔ آخری دو صفحات۔

جلد(۱) نمبر ۱۲۔ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر امام اہل سنت کے رسالہ منیرہ ”النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید“ اور استاد زمن کی کتاب ”دین حسن“ کا اشتہار۔

پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور مولانا عرفان علی بیسل پوری کا لکھا ہوا نعتیہ کلام۔ جس کا مطلع یہ ہے ؎

نام اقدس جو لیا کر تو مطہر ہو کر
بخشوائے گا تجھے شافع محشر ہو کر

صدرالافاضل کے مضمون سابق سے پیوستہ مضمون بعنوان ”مدارس اسلامیہ کے دردناک نظارے“ص ۲ تا۴۔
فقہیات کے عنوان سے خلافت اسلامیہ اور ہجرت سے متعلق فتاوی رضویہ شریف سے منقول امام اہل سنت کے دو فتوے۔ ص ۴ تا ۶۔
امام اہل سنت کے در دولت پر ۱۶ر سے ۱۸ر ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ تک ہونے والے مرشد اعلیٰ حضرت سیدنا مولانا شاہ آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ کی تقریبات کی اجمالی روداد۔ جسے مولانا نور محمد صاحب رضوی نے ترتیب دیا ہے۔ اس میں امام اہل سنت کے خطاب نایاب کا ذکر بھی ہے۔ ص ۶،۷۔
رسالہ الرضا کی طباعتی، اشاعتی اور خریداری سے متعلق ناظرین سے گزارشات بعنوان ”معزز ناظرین“ص ۷،۸۔
رسالہ ”فوز مبین“ کی چھٹی قسط۔ آٹھ صفحات۔
رسالہ ”النھی الاکید“ کی چھٹی قسط اور آخری قسط۔ ۱۲۔ صفحات۔
ملفوظات اعلیٰ حضرت کے پہلے حصہ کی بارہویں اور آخری قسط۔ آٹھ صفحات۔
الرضا کے دفتر کی خاص مطبوعہ کتابوں کی فہرست۔ آخری دو صفحات۔

جلد (۲) نمبر ا۔ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔
علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔
پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور سیدنا شاہ آل احمد عرف اچھے میاں مارہروی متخلص فقیر علیہ الرحمۃ کا نعتیہ فارسی کلام۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

اے در طلب نام تو آور انشانہا
گم کردہ رہ معنی وصف تو بیانہا

نماز کی اہمیت وافادیت کے حوالے سے مدیر رسالہ کا تحریر کردہ مضمون بعنوان ”نماز“ص ۲ تا ۶۔
مولانا ابوالحسن سلیمانی نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنی اور رافضی کی محبت کا تقابل پیش کیا ہے۔ مضمون کا عنوان یہ ہے۔
”سنی بھائی اور مظلوم کربلا“ اور روافض اور امام مظلوم۔ ص ۶ تا ۸۔
ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم کی پہلی قسط۔ سولہ صفحات پر مشتمل۔
رسالہ ”فوز مبین“ کی ساتویں قسط۔ آٹھ صفحات۔
ماہ صفر ۱۳۳۹ھ کی نمازوں کے اوقات کا نقشہ۔ آخری صفحہ

پشت رسالہ پر امام اہل سنت کے رسالہ منیرہ النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید اور استاد زمن کی کتاب ''دین حسن'' کا اشتہار۔

جلد(۲) نمبر۲۔ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔
علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔
پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور جناب ہدایت یار خاں متخلص قیسؔ کا نعتیہ کلام بعنوان ''ترانہ قیس''جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

بحمد اللہ کتاب اللہ کی بھی ابتدا تم ہو
کہ اسم اللہ تم الصاق با نام خدا تم ہو

مسلمانوں کی زبوں حالی و بربادی کے اسباب اور اس کا علاج اس حوالے سے تاج العلماء محمد میاں مارہروی نے ''مسلمانوں کی تنزلی کا اصلی سبب اور اس کا کارگر علاج'' کے عنوان سے فکر انگیز و نصیحت آمیز مضمون۔ ص۲ تا۴۔
''گھن کی نصیحت'' کے عنوان سے مولانا عرفان علی بیسل پوری کا اصلاح کن مضمون۔ ص۴ تا۶۔
آخر میں آپ نے اصلاح آمیز چند اشعار لکھے ہیں ان کا یہاں نقل کرنا بے فائدہ نہ ہوگا ؎

حذر آپ اسراف بے جا سے کرتے
اگر پیر چادر کے اندر ہی دھرتے
جو قرضے سے ہر وقت ہر آن ڈرتے
تو کڑھ کڑھ کے رنج و الم میں نہ مرتے
تمہاری مشیخت نے تم کو ڈبویا
بلا شک تمہیں دین و دنیا سے کھویا

مگر حالت تو یہ ہے ؎

اگر آپ شادی کے کرنے پہ آئیں
تو بنیے کے گھر بیسوں چکر لگائیں
گرو گاؤں رکھ کر جو قرضہ نہ لائیں
تو مشہور رنڈی کہاں سے نچائیں

چلی جائے جانے دو ساری کمائی
رہے دوستوں میں مگر نام باقی

میری نصیحت ؎

سنبھل جاؤ اب بھی نہیں کچھ گیا ہے
کہ لا تسرفوا صاف حکم خدا ہے
ہر اک سمت سے آ رہی یہ صدا ہے
وہ مٹ کر رہا ہے جو حد سے بڑھا ہے
جو اسراف بے جا یوں ہی تم کروگے
پڑے قعر پستی میں عرفاںؔ رہو گے

۱۳۳۸ھ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ سے صدرالشریعہ نے حضور اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں نیاز نامہ ارسال فرمایا جسے یہاں نقل کرنا بے محل نہیں ہوگا۔ غالبًا یہ نایاب خط ہے۔ اس خط کے بریلی شریف پہنچنے کی خوشی میں مدرسہ منظر اسلام کے طلبہ نے مجلس میلاد شریف منعقد کی۔ خط ملاحظہ کریں:

”مخدومنا و مولانا الحاج مولوی محمد امجد علی صاحب کا وہ گرامی نامہ جو مکہ مکرمہ سے تشریف لایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضور پر نور دامت برکاتہم العالیہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضور کا خادم مع الخیر ہے۔ البتہ جدہ میں طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ اور بہت زیادہ خراب تھی مگر بہت جلد افاقہ بھی ہوگیا۔ بعض ضرورت کی چیزیں بھی جدہ میں گم ہوگئیں۔ مکہ معظمہ میں ایک سال سے بالکل بارش نہیں ہوئی تھی جس کی وجہ سے گرمی کی نہایت شدت تھی۔ مگر اس ہفتہ میں ایک دن خوب بارش ہوئی جس کی وجہ سے اب گرمی کم ہوگئی، بلکہ قبل حج اس قدر گرمی پڑی کہ پچھلا قافلہ جو جدہ سے چلا اس میں سے تقریبًا دو سو حجاج کا راستہ میں انتقال ہوگیا۔ غالبًا کل پرسوں تک مدینہ طیبہ کا قافلہ روانہ ہوگا۔ کرایہ بہت زیادہ ہوگیا۔ یعنی اٹھارہ گنی۔ یہاں کے علما کی خدمت میں حاضر ہوا سب حضرات نہایت اخلاق سے پیش آئے۔ جس نے سنا کہ یہ حضور کا کفش بردار ہے اس نے نہایت عزت کی اور سب کو حضور کی دیدار کا نہایت مشتاق پایا۔ خصوصًا قاضی القضاۃ و شیخ علی مالکی و شیخ مرزوقی قاضی القضاۃ کی خدمت میں چند بار دار الحکومت میں حاضر ہوا نہایت خلیق و بامروت اور ذی علم شخص ہیں۔ جب میں حاضر ہوتا کھڑے ہوجاتے اور اعزاز کے ساتھ بٹھاتے۔ اور حضور کا تذکرہ کرتے اور شوق زیارت ظاہر فرماتے۔ پہلی ہی بار کی حاضری میں بواب سے فرمادیا کہ جب یہ شخص آئے

مجھے فوراً اطلاع دو! خلیل احمد یہاں اب تک ہے مگر نہایت گمنامی کی حالت میں نہ کچھ خباثت اس نے ظاہر کی نہ ظاہر کر سکتا ہے ۔ یہاں کے اکابر علما سے ایسا ہی سنا۔ والعلم عند اللہ ۔ رسالہ مبارکہ ''الدولۃ المکیۃ'' علما کی خدمت میں پیش کر دیا۔

قاضی القضاۃ نے ایک نسخہ اور طلب فرمایا تھا کہ مصر بھیجنے کا انہوں نے ارادہ ظاہر فرمایا۔ کل وہ دوسرا نسخہ بھی دے آیا۔ کل براہین قاطعہ طلب فرمایا تھا مگر وہابیہ کی تمام کتابیں جدہ میں رہ گئیں اس واسطے کہ سامان کے لیے میں نے الگ اونٹ کیا تھا مگر آتے وقت سامان کے لیے اونٹ نہ ملا مجبوراً تمام سامان جدہ میں چھوڑنا پڑا۔ رسالہ مبارکہ ''شمائم العنبر'' پر بفضلہ تعالیٰ پندرہ علمائے کرام نے مہر فرمادی ہے ۔ مفتی شافعیہ جنھوں نے سال گزشتہ میں خلاف کیا تھا انہوں نے بھی مہر کر دی ۔ آج تک برابر اسی کوشش میں رہا۔ اور تمام علما کے پاس جاتا رہا بلکہ اس کام کو عمرہ پر میں نے مقدم سمجھا کہ اس درمیان میں صرف چار عمرے کیے اور صبح سے شام تک دوڑتا پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ اب کافی ووافی تصدیقات حاصل ہوگئیں۔ مولوی عبدالکریم صاحب بخیریت ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔ اور طالب دعا ہیں ۔ ان کی وجہ سے فقیر کو بہت آرام ملا۔ کسی بات میں انہوں نے تکلیف نہ ہونے دی۔ ورنہ دیکھا جاتا ہے کہ اس سفر میں کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہوتا۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ '' ص ۷، ۸۔

عربی و فارسی زبان میں اعلیٰ حضرت کی لکھی ہوئی نعتیہ غزل، ص ۸۔ مطلع یہ ہے ؎

الا یا ایھا الساقی ادر کاسا وناولھا
کہ بر یاد شہ کوثر بنا سازیم محفلہا

ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم کی دوسری قسط۔ سولہ صفحات پر مشتمل۔

رسالہ ''فوز مبین'' کی آٹھویں قسط۔ آٹھ صفحات۔

ماہ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کی نمازوں کے اوقات کا نقشہ۔ آخری صفحہ

پشت رسالہ پر امام اہل سنت کے رسالہ منیرہ ''النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید'' اور استاد زمن کی کتاب ''دین حسن'' کا اشتہار۔

جلد (۲) نمبر ۳۔ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

ابتدائی صفحہ پر ''جواب فغان فرجاد'' کے عنوان سے منظوم کلام جس میں گاندھوی ملاؤں کی خوب خبر گیری ہوئی ہے۔ لکھنے والے کا نام درج نہیں ہے۔

پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور امام اہل سنت کا نعتیہ کلام، جس کا مطلع درج ذیل ہے ؎

تاج جتنے ہیں جہاں داروں کے
کاسے ہیں ان کے الش خواروں کے

دوسرے صفحہ پر حضرت سیدنا مولانا سید شاہ اسمٰعیل حسن قادری مارہروی قدس سرہ کا لکھا ہوا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں منظوم فارسی استغاثہ جس کا مطلع درج ذیل ہے ؎

ما فقیریم شہا کن بفقیراں مددے
ملجا و شاہ و گدا فخر سلیماں مددے

اللہ کی تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت اور اس کے محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت ومعرفت کے حوالے سے امام اہل سنت کی ایک خالص علمی وتحقیقی تقریر منیر۔ ص۳تا۸۔ پہلی قسط۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کی حیات طیبہ اورآپ کے آسمان پر ہونے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج جسمانی نیز میلاد شریف اور ذکر شہادت کے حوالے سے خلیفہ اعلیٰ حضرت برہان ملت علامہ برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمۃ کے چار فتاوی، اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم ہند کی تصدیقات کے ساتھ۔ ص۹تا۱۸۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم کی تیسری قسط۔ سولہ صفحات۔

جلد(۲) نمبر ۴۔ ربیع الاخر ۱۳۳۹ھ

پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور غوث پاک قدس سرہ کی منقبت ہے۔ جسے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مرید حضرت جمیل قادری نے لکھا ہے۔ منقبت کا مصرع ہے ع

المدد یا قطب عالم شاہ جیلاں غوث پاک

دوسرے صفحہ پر بارگاہ غوثیت میں حضرت سید شاہ حمزہ عینی مارہروی قدس سرہ کا لکھا ہوا فارسی کلام ہے جس کا مطلع ومقطع درج ذیل ہے ؎

غوث اعظم بمن بے سر وساماں مددے
قبلہ دیں مددے قبلہ ایماں مددے
انتظار کرم تست من عینی را
اے خدا جوے وخدا دیں وخدا داں مددے

اللہ کی تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت اور اس کے محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت ومعرفت کے حوالے سے امام اہل سنت کی ایک خالص علمی وتحقیقی تقریر منیر۔ ص۳تا۱۲۔ دوسری اور آخری قسط۔

گئور کھشا کے حوالے سے مسٹر غلام حیدر انجم کا لکھا مسدس اور مولانا عرفان بیسلپوری کی طرف سے تردیدی جواب۔ ص ۱۳، ۱۴۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے متعلق معزز ناظرین کے عنوان سے علامہ علامہ مختار احمد میرٹھی علیہ الرحمہ کا لکھا ہوا ایک دفاعیہ مضمون، ص ۱۵، ۱۶، اور آخری صفحہ۔ مضمون نامکمل دستیاب ہوا۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم کی چوتھی قسط۔ سولہ صفحات۔ ص ۱۷ تا ۳۲۔

[ماہنامہ سنی دنیا: مارچ ۲۰۲۱ء۔ ص ۳۸ تا ۴۱۔ اپریل ۲۰۲۱ء۔ ۴۱ تا ۴۵۔ جون، جولائی ۲۰۲۱ء۔ ص ۶۵ تا ۶۷۔ اگست ۲۰۲۱ء۔ ص ۳۴ تا ۳۷۔ ۴۳۔ ستمبر ۲۰۲۱ء۔ ص ۴۸ تا ۵۰۔]



کتابوں، رسالوں، پر تبصرے، تقریظات، مقدمات، تاثرات

دور حاضر اور فتوی نویسی

اسلام میں فقہ وفتاوی کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ فتوی نویسی کا فن جتنا اہم ہے اتنا ہی مشکل اور دشوار ترین بھی ہے۔ البتہ اس سوشل میڈیائی دور میں اس مقدس فن کے ساتھ کچھ نااہل عالموں اور کچھ غیر عالم نام نہاد مفتیوں نے ناحق ظلم کیا ہے، اس کے تقدس کی پامالی میں حد بھر حصہ لیا ہے اور اس مقدس وپاکیزہ فن کی بے وقعتی وبے حرمتی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اللہ پاک انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

جب نااہل فتوے بازی کریں گے تو فتنوں کی گرم بازاری میں کیا کلام؟ جب نام نہاد مفتی تحقیق کے نام پر مسائل حقہ مسلمہ پر ضرب کاری کریں گے تو اسلام کو سوائے نقصان کیا ملے گا؟ صدیوں سے مسلمہ، متفقہ اجماعی مسائل میں تحقیق موجب تضلیل تو ہوسکتی ہے موجب ہدایت نہیں۔ فتوی نویسی کے لیے انٹرنیٹ، گوگل سرچ بار، فیس بک، وہاٹس ایپ، ٹویٹر، وغیرہ سوشل میڈیائی جدید آلات نہیں بلکہ فقہ، اصول فقہ، حدیث وتفسیر اور بہت سے اہم علوم وفنون کی تعلیم ضروری ہے۔ ایک مفتی کے لیے کیا کیا ضروری ہے فقیہ اسلام امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ المنان کے الفاظ منیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ رقم طراز ہیں:

”حدیث وتفسیر واصول وادب وقدر حاجت ہیأت وہندسہ وتوقیت اور ان میں مہارت کافی اور ذہن صافی اور نظر وافی اور فقہ کا کثیر مشغلہ اور اشغال دنیویہ سے فراغ قلب اور توجہ الی اللہ اور نیت لوجہ اللہ اور ان سب کے ساتھ شرط اعظم توفیق من اللہ، جو ان شروط کا جامع وہ اس بحر ذخار میں شناوری کر سکتا ہے مہارت اتنی ہو کہ اس کی اصابت اس کی خطا پر غالب ہو اور جب خطا واقع ہو رجوع سے عار نہ رکھے ورنہ اگر خواہی سلامت بر کنار است۔“ [فتاوی رضویہ جدید: ج۱۸ص۵۹۰]

ان علوم کو حاصل کرنے بعد بھی فتوی نویسی کا کام آسان نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے مزید کسی صاحب فن کی بارگاہ میں رہ کر مشاقی بھی لازمی امر ہے۔ اس کے بغیر لکھے گئے فتاویٰ اور بیان کردہ مسائل پایہ اعتبار کو نہیں پہنچتے۔ امام اہل سنت فرماتے ہیں:

”علم الفتویٰ پڑھنے سے نہیں آتا جب تک مُدّتہا کسی طبیبِ حاذق کا مطب نہ کیا۔ مفتیان کامل کے بعض صحبت یافتہ کہ ظاہری درس وتدریس میں پورے نہ تھے، مگر خدمت علمائے کرام میں اکثر حاضر رہتے اور تحقیق مسائل کا شغل ان کا وظیفہ تھا، فقیر نے دیکھا ہے کہ وہ مسائل میں آج کل کے صدہا فارغ التحصیلوں بلکہ مدرسوں بلکہ نام کے مفتیوں سے بدرجہا زائد تھے، پس اگر شخص مذکور فی السوال خواہ بذات خود خواہ بفیض صحبت علمائے کاملین علم کافی رکھتا ہے جو بیان کرتا ہے غالباً صحیح ہوتا ہے اس کی خطا سے اس کا صواب زیادہ ہے تو

حرج نہیں اور اگر دونوں وجوہِ علم سے عاری ہے صرف بطور خود اردو فارسی کتابیں دیکھ کر مسائل بتائے اور قرآن وحدیث کا مطلب بیان کرنے پر جرأت کرتا ہے تو یہ سخت اشد کبیرہ ہے اور اس کے فتوے پر عمل جائز نہیں اور نہ اس کا بیان حدیث وقرآن سننے کی اجازت۔" [مرجع سابق: ج۲۳ ص۶۸۳، ۶۸۴]

اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ فتوی اپنے امام مجہتد کی تقلید کرتے ہوئے لکھا جائے۔ مسائل منصوصہ میں بس نقل پر اکتفا کیا جائے۔ ائمہ مجتہدین، مفتیان متقدمین ومتاخرین، کے بیان کردہ مسلمہ ومتفقہ مسائل میں تحقیق کے نام پر چھیڑ چھاڑ ہرگز ہرگز نہ کی جائے۔ نوپید وجدید مسائل میں بھی حد بھر اپنے امام کے اقوال ونصوص تلاش کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور یہ بات ذہن میں بٹھالی جائے کہ یہ دور حقیقی فتوی نویسی کا نہیں بلکہ عرفی فتوی نویسی کا ہے، جیساکہ امام اہل سنت فرماتے ہیں:

"الفتوی حقیقۃ وعرفیۃ فالحقیقۃ ھو الافتاء عن معرفۃ الدلیل التفصیلی واولئٰک الذین یقال لھم اصحاب الفتوی ویقال بھذا افتی الفقیہ ابو جعفر والفقیہ ابو اللیث واضرابھما رحمھم اللہ تعالی والعرفیۃ اخبار العالم باقوال الامام جاھلا عنھا تقلیدا لہ من دون تلک المعرفۃ کما یقال فتاوی ابن نجیم والغزی والطوری والفتاوی الخیریۃ وھلم تنزلا زمانا ورتبۃ الی الفتاوی الرضویۃ جعلھا اللہ تعالی مُرضیۃ مرضیۃ اٰمین۔

ایک حقیقی فتوٰی ہوتا ہے، ایک عرفی۔ فتوی حقیقی یہ ہے کہ دلیل تفصیلی کی آشنائی کے ساتھ فتوٰی دیا جائے۔ ایسے ہی حضرات کو اصحاب فتوٰی کہا جاتا ہے اور اسی معنی میں یہ بولا جاتا ہے کہ فقیہ ابو جعفر، فقیہ ابواللیث اور ان جیسے حضرات رحمہم اللہ تعالی نے فتوٰی دیا، اور فتوی عرفی یہ ہے کہ اقوال امام کا علم رکھنے والا اس تفصیلی آشنائی کے بغیر ان کی تقلید کے طور پر کسی نہ جاننے والے کو بتائے۔ جیسے کہا جاتا ہے فتاوی ابن نجیم، فتاوی غزی، فتاوی طوری، فتاوی خیریہ، اسی طرح زمانہ ورتبہ میں ان سے فروتر فتاوٰی رضویہ تک چلے آیئے، اللہ تعالی اسے اپنی رضا کا باعث اور اپنا پسندیدہ بنائے، آمین۔" [مرجع سابق: ج ا ص ۱۲۴، ۱۲۵]

الحاصل دور حاضر میں وہی مفتی اور عالم لائق اتباع ہے جو اپنے امام، اسلاف کرام اور جمہور علمائے اہل سنت کے اصول ونصوص، اقوال وفتاوٰی اور مسائل کے مطابق فتوی نویسی اور مسائل بیانی کی خدمت انجام دے۔ اور وہی فتاوٰی پڑھے جانے کے لائق اور موجب عمل ہیں جو اسلاف کرام کی تعلیمات کے مطابق ہوں۔

زیر نظر مجموعہ "فتاوٰی مسعودیہ" بھی انہیں میں سے ایک ہے۔ فقیر نے جگہ جگہ سے پڑھا ماشاء اللہ بہت عمدہ اور احسن انداز میں دائرہ تقلید میں رہتے ہوئے مفتیان متقدمین ومتاخرین کے بیان کردہ اصول اور جزئیات

کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے۔

اس مجموعہ کے مؤلف فاضل گرامی حضرت مولانا انیس الرحمٰن حنفی رضوی صاحب قبلہ جن کا تعلق حضرت سید سالار مسعود غازی قدس سرہ کے مقدس شہر بہرائچ شریف کی مشہور بستی ''مولوی گاؤں'' سے ہے۔فاضل موصوف نے ان فتاویٰ کے لکھنے میں خوب محنت سے کام کیا ہے۔قرآن و حدیث فقہ و فتاویٰ خاص کر فقیہ اسلام امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مجموعہ فتاویٰ ''فتاویٰ رضویہ شریف'' سے خوب استفادہ کیا ہے۔جیسا کہ قارئین جگہ جگہ محسوس کریں گے اور محظوظ ہوں گے۔

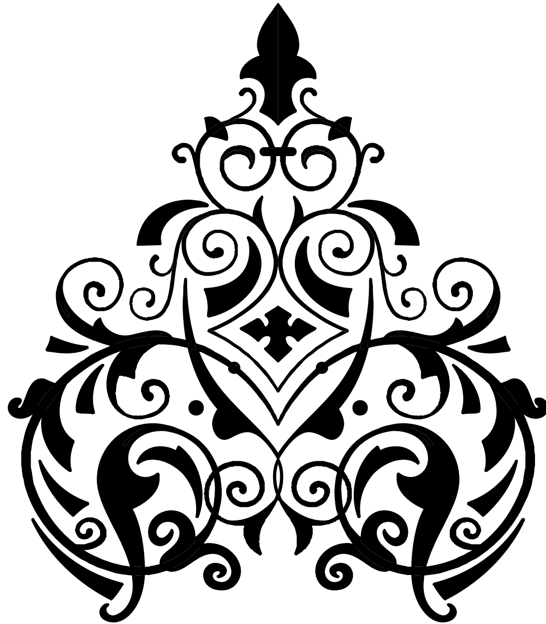
مختلف ابواب پر مشتمل یہ مجموعہ فتاویٰ پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے۔دعا ہے اللہ پاک موصوف کی اس مبارک کاوش کو قبول تام فرمائے اور مقبول خاص و عام فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

مورخہ:۲۲/ذی الحجہ/۱۴۴۱ھ





فتاوی ایوبیہ پر تاثرات

الحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ الہ واصحابہ وازواجہ واولیائہ وعلمائہ اجمعین۔

امابعد!

فتوی نویسی و کار افتادین کی ضرورتوں میں سے ایک اہم ضرورت ہے۔شریعت کی زبان میں سائل کو حکم شرعی سے آگاہ کرنا افتا کہلاتا ہے۔یعنی اگر کوئی شخص کسی شرعی مسئلہ سے متعلق سوال کرے تو مکمل اعتماد کے ساتھ سائل کے جواب میں شرعی حکم بیان کردینے کا نام افتاہے۔قرآن پاک میں متعدّد مقامات پر استفتاوافتا کاذکر کیا گیاہے۔امام العلماء حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''افتا کالغوی معنی، مطلقاجواب دینایاکسی مشکل حکم کا جواب دینا۔اوراصطلاح شرع میں افتا کے معنی حکم شرعی بیان کرنااور فیصلہ سنانا ہے۔علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۵۲ھ)فرماتے ہیں:

''الافتاء فانه افادة الحکم الشرعی ''فتوی دینے کا مطلب حکم شرعی سے آگاہ کرنا ہے۔

علامت سنیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخاں قادری علیہ رحمۃ الباری (۱۲۷۲ھ۔۱۳۴۰ھ)فرماتے ہیں:

''انما الافتاء ان تعتمد علی شیء وتبین لسائلک ان ھٰذا الحکم شرعی ''(فتاوی رضویہ جلداول، ص۱۰۲)

یعنی فتوی دینے کا معنی پورے اعتماد کے ساتھ سائل کواس کے سوال کا حکم شرعی بتانا ہے۔

قرآن حکیم میں لفظ افتااوراستفتامختلف معانی میں استعمال ہواہے جیساکہ درج ذیل آیات سے معلوم ہوتاہے:

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِى النِّسَآءِ، قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ۔

اورتم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں ان کا فتویٰ دیتاہے۔

[ترجمہ قرآن کنزالایمان: سورہ نساء آیت ۱۲۷]

يَسْتَفْتُوْنَكَ، قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلٰلَةِ۔

اے محبوب تم سے فتوی پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتوی دیتاہے۔

[ترجمہ قرآن کنزالایمان: سورہ نساء آیت ۱۷۶]

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِىْ فِىْۤ اَمْرِىْ۔

بولی اے سردارو! میرے اس معاملہ میں مجھے رائے دو۔[مرجع سابق: سورہ نمل آیت ۳۲]



يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا۔ اے یوسف اے صدیق ہمیں تعبیر دیجیے۔[مرجع سابق:سورہ یوسف آیت ۴۶]
ان آیات میں لفظ افتا اور استفتا حکم دینے، تحقیق چاہنے، خواب کی تعبیر بتانے، جواب مانگنے اور مشورہ دینے کے معنی میں آیا ہے۔ اوپر کی دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فتوے کی نسبت اپنی طرف فرمائی، جس سے افتا کی عظمت ورفعت کا پتہ چلتا ہے کہ یہ بڑا عظیم و بابرکت کام ہے۔" [فتاوی اتراکھنڈ، جلد دوم: ص ۲۰، ۲۱]

الغرض فتویٰ نویسی و کار افتا نہایت ہی اہم اور بابرکت کام ہے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ یہ جتنا اہم و مبارک ہے اتنا ہی دشوار و مشکل بھی۔ اس کے لیے صرف عربی خوانی اور چند درسی کتابیں پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ عند الفقہاء فقہی مشکل ترین لوازمات پر کماحقہ عبور بھی ضروری ہے۔ ساتھ ہی کسی معتمد و مستند ماہر مفتی کی بارگاہ میں رہ کر مشق افتا بھی لازمی ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

"آج کل درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازے میں داخل نہیں ہوتا"

[فتاوی رضویہ جدید: ج ۱۰ص ۴۴۲]

اور فرماتے ہیں:

"علم الفتوی پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ مدتہا طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو"

[مرجع سابق: ج ۲۳ ص ۶۸۳]

مزید فرماتے ہیں:

"فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے۔ یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے۔ بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ و ضوابط محررہ و وجوہ تکلم و طرق تفاہم و تنقیح مناط و لحاظ انضباط و مواضع یسر و احتیاط و تجنب تفریط و افراط و فرق روایات ظاہرہ و نادرہ و تمیز درآیات غامضہ و ظاہر و منطوق و مفہوم و صریح و محتمل و قول بعض و جمہور و مرسل و معلل و وزن الفاظ مفتین و سیر مراتب ناقلین و عرف عام و خاص و عادات بلاد و اشخاص و حال زمان و مکان و احوال رعایا و سلطان و حفظ مصالح دین و دفع مفاسدین و علم وجوہ تجریح و اسباب ترجیح و مناہج توفیق و مدارک تطبیق و مسالک تخصیص و مناسک تقیید و مشارع قیود و شوارع مقصود و جمع کلام و نقد مرام فہم مراد کا نام ہے، کہ تطلع تام و اطلاع عام و نظر دقیق و فکر عمیق و طول خدمت علم و ممارست فن و تیقظ وافی و ذہن صافی معتاد تحقیق مؤید بتوفیق کا کام ہے"

[مرجع سابق: ج ۱۶ص ۳۷۷۔۳۷۸]

مفتی کے لیے جہاں علوم ضروریہ کا سیکھنا لازم اور مشاقی ضروری ہے وہیں کچھ اور بھی چیزیں ہیں جو فتوی لکھنے کے لیے درکار ہیں۔ شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ نے جن کا خلاصہ اس طرح بیان کیا

ہے لکھتے ہیں:

(۱) سوال کا کماحقہ سمجھنا۔

(۲) سوال کے لب ولہجہ سیاق وسباق سے یہ پہچان لیناکہ سائل کا منشاکیاہے یہ سب سے اہم کام ہے جو شخص بہت دقیق تنقیدی نظر نہ رکھتاہووہ اس کوشاید یہ جان سکے یہ بہت ماہر حاذق کا کام ہے۔

(۳) مفتی مخلص ہو۔

(۴) انتہائی ذہین وفطین ہو۔

(۵) زبان عربی کا پوراپوراماہر ہو۔عبارت النص،دلالت النص،اشارۃالنص،اقتضاءالنص وغیرہ کے ذریعہ فقہی عبارتوں کے جملہ معانی سمجھنے کا ملکہ رکھتاہو۔

(۶) متداول کتب فقہ کا کامل مطالعہ کیے ہوئے ہو۔اوراس کے حافظہ میں فقہ کے اکثرکلیات وجزئیات محفوظ ہوں۔

(۷) کسی سے مرعوب نہ ہو۔

(۸) اتنا جری ہوکہ بلاخوف لومۃ لائم حق بات کہنے کی جرأت رکھتاہو،مزاج پر غصہ غالب ہواور نہ لینت(نرمی)

(۹) سوال کے بارے میں جب تک پورااطمینان خاطر نہ ہوجائے حکم صادر نہ کرے۔

(۱۰) جوبھی حکم دے اس کی قوی دلیل پہلے ذہن نشین کرلے۔

(۱۱) متشابہ مسائل میں امتیاز پر قادر ہو وغیرہ وغیرہ"[فتاوی برکاتیہ:ص ۱۳۔۱۴]

بالجملہ فتوی نویسی وکارافتانہایت ہی اہم اور دشوار ترین دینی کاموں میں سے ایک کام ہے۔اس کے لیے علمی وفنی صلاحیت ولیاقت،کے ساتھ فقیہانہ بصیرت،ادیبانہ مہارت،حالات زمانہ سے واقفیت،دینی ودنیاوی تقاضوں کی رعایت،اور تقوی وطہارت بھی چاہیے۔

زیر نظرمجموعہ فتاویٰ بنام"فتاوی ایوبیہ"

مقدام العلماء،استادالافاضل،یادگاراسلاف،ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ،حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ایوب خان صاحب نعیمی نوری،شیخ الحدیث وصدرالمدرسین جامعہ نعیمیہ،ومفتی اعظم مرادآباد،دام ظلہ العالی۔کے علمی،تحقیقی اور معیاری،فتاویٰ پر مشتمل ہے۔

نصوص شرعیہ،آیات قرآنیہ،احادیث نبویہ،عبارات فقہا سے مزین،مدلل،مفصل،تحقیقی اور تنقیدی فتاوی کا یہ مجموعہ مسائل عقائدونظریات الہیات ونبوات کے اہم ومفید ابواب پر مشتمل ہے۔

اس فتاویٰ کی ترتیب کا سہرا

محب گرامی قدر فاضل نوجوان حضرت مولانا مفتی محمد معروف رضا خان نعیمی صاحب فاضل جامعہ نعیمیہ مراد آباد زید حبہ کے سر جاتا ہے۔

مرتب موصوف نے اس فتاویٰ کی ترتیب میں خوب محنت سے کام لیا ہے۔ ابواب کے مطابق فتاویٰ کی ترتیب، عربی وفارسی عبارات کا ترجمہ، تخریج، اور حسب ضرورت حواشی کے اندراج، نے کتاب کے حسن میں مزید نکھار پیدا کر دیا ہے۔

دعا ہے اللہ پاک موصوف کی اس علمی کاوش، مخلصانہ محنت اور بے لوث جد وجہد کو قبول فرمائے۔ اور اس مجموعہ فتاویٰ کو مقبول خاص وعام فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ: ۲۶/ جمادی الآخرۃ ۱۴۴۲ھ



فتاوی الماس ملت کتب فتاوی میں ایک قیمتی اضافہ

مفتی اعظم کرناٹک، الماس ملت، خلیفہ حضور تاج الشریعہ و حضور محدث کبیر، محب گرامی و قار، حضرت علامہ و مولانا مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی دام ظلہ النورانی کی ذات گرامی علمی حلقے میں تعارف کی محتاج نہیں ہے۔

جس طرح ہیروں میں الماس ایک قیمتی، نایاب اور خوش نما ہیرا ہے۔ یوں ہی مفتی صاحب بھی قوم کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ نیز الماس میں دوسرے ہیروں کے مقابل قدرے زیادہ سختی پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے تلوار و خنجر کو الماس بھی کہا جاتا ہے، بلاشبہ مفتی صاحب دشمنان مذہب اسلام کے حق میں شمشیر برہنہ اور مخالفین و باغیان مسلک اعلیٰ حضرت کے حق میں خنجر خونخوار کی حیثیت رکھتے ہیں اور یقیناً اسی وجہ سے اہل علم میں آپ کو "الماس ملت" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

آپ اپنی مذہبی حیثیت، دینی حمیت، پاسداری شریعت، مسلکی تصلب و شدت، علمی لیاقت، فقاہت، ثقاہت، درس گاہی صلاحیت، قلمی قابلیت، مناظرانہ مہارت، مصلحانہ خطابت اور اخلاقی مروت، جیسی خوبیوں کے سبب ارباب علم و دانش میں حامل انفرادیت اور صاحب اہمیت ہیں۔

زیر نظر مجموعہ فتاویٰ "فتاویٰ الماس ملت" آپ کی علمی، فقہی خدمات کا ایک ادنیٰ سا نمونہ ہے۔ فقیر نے سرسری طور پر مکمل مجموعہ اور چند فتاویٰ بنظر غائر مطالعہ کیے اور خوب محظوظ ہوا۔

فتاویٰ مفصل ہونے کے ساتھ مدلل اور مذہب امام اعظم اور مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق ہیں۔

فتاویٰ میں آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، آثار صحابہ، اقوال ائمہ و فقہا اور نصوص فقہیہ، سے نہایت ہی سلیقہ سے التزام کیا ہے۔ امید ہے مجموعہ فتاویٰ کو عوام و خواص میں یکساں مقبولیت حاصل ہوگی۔

دعا ہے اللہ پاک مجموعہ فتاویٰ کو مقبول عام و خاص فرمائے۔ اور مفتی صاحب قبلہ کو دنیا و آخرت میں بہتر اجر عطا فرمائے۔ اور اہل سنت پر مفتی صاحب کا سایہ عاطفت دراز فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ افضل الصلوات و التسلیم۔

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ

خادم نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

جس کا کام اسی کو ساجھے (فتاویٰ ماہ رمضان)

نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہٖ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ مہینہ خوب برکتیں نعمتیں لے کر آتا ہے۔ عموماً مسلمان روزے رکھتے ہیں، پابندی اور شوق سے نماز پنج گانہ ادا کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی برکتوں سے مستفیض ہوتے ہیں۔

صدقات وخیرات اور بہت سی نفلی عبادتیں کرتے ہیں۔ اس مہینے میں خاص کر دینی علوم کی تحصیل کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ مسائل شرعیہ جاننے کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ علمائے کرام ومفتیان کرام کی بارگاہوں سے مستفیض ومستفید ہونے کا موقع میسر آتا ہے۔ اس لیے علمائے کرام ومفتیان کرام بھی خاص کر اس ماہ میں مسلمانوں کی خدمت پر خاص کر کمربستہ نظر آتے ہیں۔ عوامی مسائل کے حل کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اور اپنے علوم سے عوام کو فیض یاب کرنے میں خاصی دل چسپی لیتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ''فتاویٰ رمضان'' بھی اسی سلسلے کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس مجموعے میں ماہ رمضان المبارک اور روزوں سے متعلق سوالات کے جوابات میں تحریر کردہ فتاویٰ جمع ہیں۔

فقیر نے بالاستیعاب تمام فتاویٰ پڑھے ہیں۔ ماشاء اللہ تمام فتاویٰ دلائل شرعیہ کی روشنی میں بہت عمدہ اور احسن انداز میں لکھے گئے ہیں اور دور جدید کے تقاضوں کے مطابق ہیں۔

یہ تمام فتاویٰ محب گرامی قدر حضرت مولانا مفتی محمد قیصر رضا صاحب قبلہ دام ظلہ امام وخطیب مسجد خالد و مفتی امجدی دار الافتاء چیٹسورتھ ڈربن ساؤتھ افریقہ کے نور پاش قلم سے معرض وجود میں آئے ہیں۔

محترم موصوف اہل علم میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ اردو عربی کے ساتھ انگلش میں بھی فتوے تحریر فرماتے ہیں۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ آج جب کہ نام نہاد مفتیوں کی کثرت ہے، ہر گلی کوچے میں مفتی بیٹھے ہوئے ہیں، جبہ پوش، مقرر، امام، اور مجاور مفتی کہلوانے پر فخر محسوس کر رہے ہیں۔ ہر کس وناکس دار الافتاء کھولے بیٹھا ہے۔ (الا ماشاء اللہ)

ایسے نازک دور میں آپ جیسے مستند، لائق، فائق، قابل اور مخلص مفتیان کرام کا وجود قوم مسلم کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں ہے۔

علاوہ ازیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ افتا بہت ہی اہم ترین منصب ہے۔ اس میں جہاں علم کی ضرورت ہے وہیں حلم کی بھی۔ ایک مفتی کے پاس تفقہ کے ساتھ تورع، تقویٰ، حزم واحتیاط جیسے اوصاف کا ہونا ضروری

ہے وہیں دوربینی ودور اندیشی لازمی عنصر ہے۔ یہ مبارک کاوش دیکھنے کے بعد یہ کہنا بالکل بھی غلط نہ ہوگا کہ آپ اس کام کے اصل اہل ہیں اور محاورے کے مطابق

''جس کا کام اسی کو ساجھے'' کے صحیح مصداق۔

دعا ہے کہ اللہ پاک مفتی موصوف کے علم وعمل اور عمر میں خوب برکتیں عطا فرمائے۔ آپ کی خدمات دینیہ کو قبول فرمائے اور آپ کی اس مبارک کاوش کو مقبول خاص وعام فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولابویہ

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ: ۲۴؍ شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ

[فتاوی ماہ رمضان: ص ۱۱، ۱۲]

فتاویٰ ماہِ رجب

الحمد للہ الذی اسریٰ بحبیبہ من المسجد الحرام الی العرش وو راء العرش فی لیلۃ شہر رجب، والصلاۃ والسلام علیٰ رسولہ الذی رأی الحق، فی لیلۃ رجب المرجب، وعلیٰ آلہ خصوصاً الامام جعفر الصادق عالی النسب، واصحابہ، خصوصاً حضرۃ الامیر معاویۃ کاتب الوحی وامیر العرب۔ وعلیٰ جمیع الائمۃ والاولیاء والعلماء ذوی المجد والکرم والادب، خصوصاً الامام احمد رضا البریلوی الذی کانت نسبتہ ومسلکہ فی ھذا الزمان واقیۃ من الکفر والضلالۃ ومن کل مذھب مقشب۔ وضمانۃ للبقاء علی المذھب المھذب۔

امابعد! دنیائے اسلام وسنیت میں ماہ رجب المرجب کی اہمیت وفضیلت مسلم ہے۔ یہ مقدس مہینہ جہاں رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفر معراج کی وجہ سے مشہور ہے وہیں، صحابی رسول کاتب وحی حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے یوم وصال، شہزادہ مصطفیٰ سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کونڈوں اور سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی چھٹی شریف کے حوالے سے بھی جانا جاتا ہے۔

ماہ رجب کی فضیلت اور ان میں کیے جانے والے اعمال صالحہ سے متعلق بہت سی احادیث نبویہ، آثار صحابہ واقوال فقہا موجود ہیں۔ اوران پر بہت سی مدلل، مفصل ومبسوط کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ نیز اس ماہ میں ہونے والے مراسم ومعمولات اہل سنت پر بھی کافی کچھ لکھا جا چکا ہے۔ مگر اختصار وجامعیت کے ساتھ چند مفید

بحثوں پر مشتمل زیر نظر کتاب "فتاوی ماہ رجب" نہایت ہی عمدہ پیرائے میں ترتیب دی گئی ہے۔ کتاب دراصل رجب کی فضیلت، رجب میں رکھے جانے والے روزے، سفر معراج، وغیرہ واقعات و معمولات رجب سے متعلقہ چودہ (۱۴) فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔

مکمل مجموعہ علمی، تحقیقاتی، معلوماتی، بحثوں سے مزین ہے۔ قرآن و حدیث آثار صحابہ، اقوال اولیا وعلما، نصوص فقہا سے کتاب کو مبرہن کیا گیا۔ باذوق قارئین کے لیے نہایت ہی قیمتی اور خوبصورت سوغات ہے۔ ہم مبارک باد پیش کرتے ہیں کتاب کے مرتب و مصنف، مبلغ مسلک اعلیٰ حضرت، محب گرامی قدر، حضرت مولانا مفتی **محمد قیصر علی رضوی مصباحی زید اقبالہ،** خطیب و امام مسجد خالد، بانی دارالعلوم اعلیٰ حضرت و امجدی دارالافتاء، چیٹسورتھ ڈربن ساؤتھ افریقہ، کو جنھوں نے اس قیمتی مجموعہ فتاویٰ کی تصنیف و ترتیب فرما کر اہل سنت کو روحانی غذا فراہم فرمائی ہے۔ اس سے پیشتر بھی موصوف محترم کی کئی اہم تحقیقی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور ارباب علم سے داد وتحسین وصول کر چکی ہیں۔ اسی سال رمضان المبارک میں ماہ رمضان المبارک سے متعلقہ چند ضروری مسائل پر مشتمل مجموعہ فتاوی بنام "فتاویٰ ماہ رمضان" کی اشاعت ہو چکی ہے۔ زیر نظر مجموعہ فتاویٰ بھی اسی طرز پر ترتیب دیا گیا ہے۔

محترم موصوف ایک باکمال و باصلاحیت عالم دین، ایک منجھے ہوئے مفتی، مخلص مبلغ وناشر، قابل ادیب و شاعر ہونے کے ساتھ ایک ماہر قلم کار بھی ہیں۔ لکھنے پڑھنے کا خوب ذوق رکھتے ہیں، جب بھی لکھتے ہیں اچھا لکھتے ہیں، عمدہ انداز میں لکھتے ہیں، جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں حق ادا کر دیتے ہیں۔

موصوف محترم نے اس تصنیف و ترتیب میں بھی خوب محنت فرمائی ہے۔ فقیر نے کتاب میں موجود تمام فتاویٰ کو بنظر غائر دیکھا اور خوب سے خوب تر پایا۔ مجموعہ مختصر ہے مگر جامع و مدلل ہے۔

مسلمات علما و فقہا کے مطابق و موافق ہے۔ فقیر تمام فتاوی کی تائید و تصدیق کرتا ہے۔

اور دعا کرتا ہے کہ اللہ پاک اپنے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے موصوف محترم کے قلم میں مزید برکتیں عطا فرمائے، اور تمام کاوشات خصوصاً زیر نظر کتاب کو مقبول خاص و عام فرمائے۔ اور مزید خدمات کا مخلصانہ جذبہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیاز کیش: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اترا کھنڈ

مورخہ ۲۶/ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۵ھ

[فتاوی ماہ رجب: ص ۱۰، ۱۱]

فتاوی رضوی دار الافتاء

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے تلمیذ خاص حضرت مفتی نواب مرزا علیہ الرحمہ کے وہ فتاوی جو امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کی زیر نگرانی لکھے گئے اور رامپور کے مشہور اخبار دبدبہ سکندری میں چشمہ دار الافتاء بریلی کے عنوان سے شائع ہوئے ان فتاوی کا مجموعہ بنام "فتاوی رضوی دار الافتاء" منظر عام پر آچکا ہے۔ نبیرہ اعلیٰ حضرت حضرت مفتی محمد ارسلان رضا خان صاحب قبلہ دام ظلہ صدر مفتی رضوی دار الافتاء بریلی شریف، نے فتاویٰ کی تصحیح و ترتیب کا کام سر انجام دیا ہے۔ نیز اس مجموعہ میں اپنے زمانہ تربیت و مشق افتا کے فتاوی بھی بنام "تربیت فقہ وافتا" جمع فرما دیے ہیں۔ مجموعہ فتاوی مجموعی اعتبار سے خصوصیت کا حامل ہے۔

رات بیس دسمبر کاشی پور شہر کے ایک جلسہ میں حضرت مرتب محترم نے کتاب فقیر کو عنایت فرمائی۔ فقیر نے کتاب کو سرسری طور پر دیکھا تو محسوس ہوا کہ مجموعہ علمی و تحقیقی فتاوی پر مشتمل ہے۔ احباب کرام کو چاہیے کہ کتاب حاصل کر کے مطالعہ ضرور فرمائیں۔

نیاز کیش:۔ محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی۔ نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

فتاوی ازہری دار الافتاء

محب گرامی قدر، فاضل جلیل، حضرت علامہ مولانا مفتی مشتاق احمد امجدی زید اقبالہ، صدر مفتی ازہری دارالافتاء ناسک۔ کا شمار ممتاز علما میں ہوتا ہے۔ اپنے علمی و قلمی کارناموں سے مذہب و مسلک کی نمایاں خدمات میں مصروف ہیں۔ نہایت ہی مخلص، اور دین کا سچا درد رکھتے ہیں۔ آپ کے علمی و تحقیقی فتاوی کا قیمتی مجموعہ بنام "فتاوی ازہری دار الافتاء" نظر نواز ہوا. فی الحال بالاستیعاب دیکھنے کی مہلت نہ ملی سرسری نظر سے پورا مجموعہ دیکھا تو پتہ چلا کہ فتاوی کی ترتیب. انداز استدلال خوب سے خوب تر ہے۔ آیات قرآنیہ. احادیث نبویہ، آثارِ صحابہ، نصوص فقہیہ سے فتاوی کی تذئین و ترتیب سے فتاوی کے حسن میں خوب اضافہ ہوا ہے. نیز اس سے فتاویٰ کا وزن بھی کافی بڑھ گیا ہے۔ مجموعہ فتاوی کے علاوہ بھی مفتی صاحب موصوف کی کئی اہم علمی و تحقیقی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور خواص و عوام میں مقبولیت پا چکی ہیں۔ دعا ہے اللہ پاک مفتی صاحب کے اس مبارک مجموعہ فتاوی کو بھی شرف قبول عطا فرمائے اور مفتی صاحب زید علمہ واقبالہ. کو خوب ترقیاں عطا فرمائے اور مزید خدمت علم دین اور مذہب اہل سنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ وعلی آلہ و اصحابہ افضل الصلاۃ و التسلیم۔

مجموعہ فتاوی ”داڑھی و مونچھوں کے احکام“

الحمد للہ لولیہ والصلاۃ والسلام علیٰ نبیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین، اما بعد!

داڑھی بڑھانا اور مونچھ پست کرنا اصل فطرت اور انبیاے کرام خصوصًا پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔ صحابی رسول حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”خالفوا المشرکین: وفروا اللحی، وأحفوا الشوارب۔

یعنی مشرکین کی مخالفت کرو! داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو!

[صحیح بخاری: ج ۷ ص ۱۶۰۔ باب تعلیم الاظفار۔ رقم الحدیث ۵۸۹۲]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”عشر من الفطرۃ: قص الشارب، وإعفاء اللحیۃ الیٰ اٰخر الحدیث۔

یعنی دس چیزیں فطرت سے ہیں، مونچھ تراشنا اور داڑھی بڑھانا۔ الخ

[صحیح مسلم: ج ۱ ص ۲۲۳۔ باب خصال الفطرۃ۔ رقم الحدیث ۲۶۱]

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے رسالہ منیفہ ”لمعۃ الضحی فی اعفاء اللحی“ داڑھی بڑھانے اور مونچھیں پست رکھنے سے متعلق بہت ہی عمدہ بحث فرمائی ہے، اسے ہر عام و خاص کو پڑھ لینا چاہیے۔ ہم بس ایک عبارت نقل کر رہے ہیں ملاحظہ کریں۔ فرماتے ہیں:

اصل حدیث حسن متّصل مسند کہ نہ صرف سنن ابی داؤد بلکہ صحیح مسلم و سنن نسائی و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ و مسند احمد وغیرہا اجلہ کتب مشہورہ میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی کہ خود حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فرماتے ہیں:

”دس چیزیں اصل فطرت و شرائع قدیمہ مستمرہ انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والتحیۃ سے ہیں از اں جملہ لبیں کتروانی داڑھی بڑھانی۔“ [فتاوی رضویہ جدید: ج ۲۲ ص ۶۱۱]

الغرض اسلام میں حد شرع کے اندر داڑھی بڑھانے اور مونچھیں پست رکھنے کا حکم ہوا ہے۔ لیکن افسوس دور حاضر میں مسلمانوں کی روش اس کے برخلاف ہے۔ خلاف شرع، انگریزی داڑھیاں اور فیشن ایبل مونچھیں اس قدر عام ہیں کہ انہیں دیکھ کر یہ کہنا درست لگتا ہے کہ ؎

وضع میں تم ہو نصاری تو تمدن میں ہنود

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ضرورت تھی کہ دور حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر داڑھی اور مونچھوں کے احکام شرعیہ کے حوالے سے فتاویٰ اسلامیہ کا ایسا کوئی مجموعہ شائع ہو جو عام وخاص سب کے لیے مفید ہو۔ جس میں داڑھی اور مونچھوں سے متعلق شرعی احکام تفصیل سے بیان کیے گئے ہوں۔

خوشی کی بات ہے کہ زیر نظر کتاب ''داڑھی و مونچھوں کے احکام'' جو داڑھی مونچھوں کے بہت سے ضروری واہم سوالات کے جوابات پر مشتمل فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ منظر عام پر آنے کو تیار ہے۔

اس مجموعے میں داڑھی اور مونچھوں کے حوالے سے بہت سے اہم سوالات اور ان کے علمی وتحقیقی جوابات موجود ہیں۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اردو فتاویٰ کی شکل میں اس قدر مدلل ومفصل بحث دوسرے کسی مجموعہ فتاویٰ میں موجود نہیں ہے۔

فقیر نے مجموعے سے چند فتاویٰ کا مطالعہ کیا ماشاء اللہ عمدہ پایا۔

مبارک باد کے مستحق ہیں صاحب فتاوی حضرت مولانا مفتی محمد جلال الدین احمد رضوی زید حبہ کہ انہوں نے داڑھی اور مونچھوں سے متعلق نہایت ہی عمدہ پیرایے میں فتاوی تیار کیے ہیں۔ اور اکثر ضروری سوالات کے جوابات لکھ کر موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔

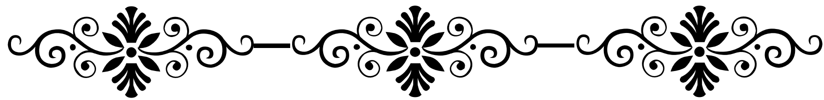
دعا ہے کہ اللہ پاک مفتی موصوف کو اس مبارک کاوش پر اجر عظیم عطا فرمائے اور انہیں خوب خوب مذہب ومسلک کی خدمت اور ترویج و اشاعت کی توفیق بخشے۔ اور ان کے اس مجموعہ فتاویٰ کو مقبول خاص وعام فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

مورخہ: ۲۴ صفر المظفر ۱۴۴۴ھ



فتویٰ دیہات میں نماز جمعہ پر نعیمی تاثر

باسمہٖ تبارک وتعالیٰ! نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم!

دیہات میں نماز جمعہ مشروع نہیں اہل سنت کے یہاں یہ مسئلہ مسلمہ ہے۔ اور جس جگہ دیہات میں نماز جمعہ قائم ہو تو وہاں نماز ظہر ساقط نہیں ہوگی بلکہ نماز ظہر با جماعت ادا کرنے کا حکم ہوگا۔

۲۳؍ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۶؍ جولائی ۲۰۰۱ء بروز دوشنبہ مبارکہ مرکز اہل سنت بریلی شریف میں مرکزی دار الافتاء محلہ سوداگران میں مجلس شرعی مبارک پور کے فیصل بورڈ کے زیر اہتمام فقہی سیمینار میں مرشد برحق حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان، حضور محدث کبیر دامت معالیہم، فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی، صدر العلماء علامہ تحسین رضا بریلوی، قاضی عبد الرحیم بستوی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم، اور دیگر اکابر علمائے اہل سنت نے اسی پر جزم فرمایا۔

کچھ سالوں سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ دیہات میں جہاں باقاعدہ نماز جمعہ کے بعد نماز ظہر کا اہتمام ہوتا ہے اور برسوں سے لوگ بغیر اختلاف نماز جمعہ کے ساتھ نماز ظہر پڑھتے آرہے ہیں وہاں امام ابو یوسف کی روایت نادرہ کو بیان کر کے متفق علیہ مسئلہ کو اختلافی بنانے کی کوشش بے کار کی جارہی ہے۔

اگر اسی طرح شاذ و نادر روایات و نصوص کو مستدل بنایا جانے لگا تو شریعت کا مذاق بن کے رہ جائے گا کیوں کہ شریعت کے بہت سے مسائل میں شاذ و نادر اقوال اور روایات مرجوحہ مہمورہ بھی پائی جاتی ہیں، تو جس کے جو من میں آئے گا اسی پر عمل کی ضد پر اڑ جائے گا۔ فقہ حنفی میں امام ابو یوسف وغیرہ ائمہ احناف کی بہت سی ایسی روایات ہیں (تفصیل کا مقام نہیں ورنہ بیان کی جاتیں) جو ظاہر مذہب کے خلاف ہیں اب اگر انہیں روایات نادرہ شاذہ پر فتوے دیے جانے لگے تو پھر دین کا خدا ہی حافظ ہے۔

آمدم برسر مطلب:

ہمارے سامنے اسی حوالے سے ایک فتویٰ اور اس فتوے پر بے جا اعتراضات و شبہات پر مشتمل ایک عالم صاحب کی تحریر اور پھر اس تحریر کے جواب میں شہزادہ خاندان اعلیٰ حضرت، نبیرہ مفسر اعظم، خلیفہ تاج الشریعہ، حضرت علامہ مفتی محمد ارسلان رضا خان حفظہ اللہ الرحمٰن، سرپرست اعلیٰ رضوی دار الافتاء بریلی شریف، کا ایک مفصل و مدلل مضمون ہے۔

فقیر راقم الحروف تینوں تحریریں بغور مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ مفتی صاحب قبلہ کے مضمون، کا اسلوب تحریر، اور طرز استدلال، بہت ہی عمدہ اور اپنے جد کریم کی تحریروں کا عکس جمیل ہے۔

موصوف محترم نے اصل مسئلہ سے متعلق شکوک وشبہات کا ازالہ اور استحالات وبے جا اعتراضات کا مسکت واطمینان بخش جواب دیتے ہوئے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی روایت نادرہ، ضعیفہ، شاذہ، مرجوحہ، مہجورہ کے اصل مذہب اور ظاہر الروایۃ کے خلاف ہونے پر جس طرح کلام کیا ہے اور اصل مسئلہ پر جس طرح دلائل وبراہین کا سہارا لیتے ہوئے توضیح وتشریح پیش کی ہے یقیناً وہ انہیں کا حصہ ہے۔

فقیر راقم الحروف، موصوف محترم کی تحریر مستنیر سے متفق اور اصل مسئلہ کا مصدق ومؤید ہے۔ اور ان کے حق میں دعا گو ہے کہ اللہ پاک انہیں اپنے جد کریم کی علمی وراثت عام سے عام تر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو دنیا وآخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائے اور ان کے ذریعے مذہب ومسلک کو خوب فروغ عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

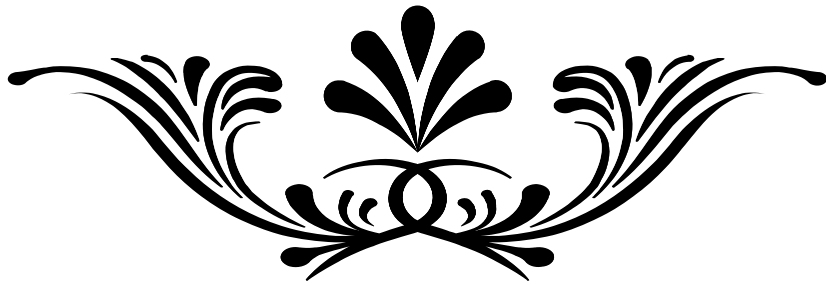
یکے از گدایان خاندان اعلیٰ حضرت:

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

مورخہ: ۱۳؍ رجب المرجب ۱۴۴۳ھ

[فتاویٰ رضوی دار الافتاء وتربیت فقہ وافتا: ص ۲۶۳، ۲۶۴]



بغیر اضافت طلاق

مسئولہ صورت میں سائل کا انداز سوال تو وقوع طلاق کی طرف قرینہ ہے۔اس لیے طلاق کا حکم دیا جانا چاہیے۔لیکن چوں کہ وقوع طلاق کے لیے اضافت لفظی واضافت قلبی میں سے کسی ایک اضافت کا ہونا شرط ہے،اب چوں کہ مسئولہ صورت میں اضافت لفظی تو ہے نہیں لہٰذا اضافت قلبی کی ضرورت ہوگی اب اضافت قلبی کا حال تو خود سائل ہی بتا سکے گا اس لیے سائل سے پوچھا جائے کہ اس نے طلاق کی ریکارڈنگ میں اپنی بیوی کی نیت کی یا نہیں ؟اگر سائل اقرار کرے تو طلاق واقع مانی جائے گی اور اگر نیت وارادہ سے انکار کرے تو پھر اس سے شرعی حلف لے کر عدم وقوع طلاق کا حکم دیا جائے گا۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ان الاضافة لابد منها امافی اللفظ و امافی النية اذلاطلاق الابالايقاع ولاايقاع الاباحداث تعلق الطلاق بالمرأة وليس ذٰلك الابالاضافة وهذا ضروری لاشك فيه اذلولاه لزم الطلاق علی كل من تلفظ بلفظ طلاق او طالق ونحوهما وان لم يردعلی هذا شيئًا اولم يرد طلاق امرأته وهو باطل قطعًا فاشتراط الاضافة حق لامرية فيه، نعم قد توجد الاضافة فی اللفظ فلايحتاج فی الحكم الی النية وقد لاتوجد فی اللفظ فيحتاج الیٰ ظهور النية۔

"بیوی کو طلاق دینے میں اضافت ضروری ہے لفظوں میں ہو خواہ وُہ نیت میں ہو،کیوں کہ طلاق کا وقوع، ایقاع پر موقوف ہے۔اور ایقاع کا وجود نہیں ہوتا تاوقتیکہ طلاق کو عورت سے متعلق نہ کیا جائے،اور یہ چیز ہے جس میں شک نہیں ہوسکتا،کیوں کہ اگر طلاق کو عورت کی طرف منسوب کرنا اور اس کی طرف اضافت کرنا ضروری نہ ہو تو پھر طلاق یا طالق کا تلفظ کرنے والے ہر شخص کی بیوی کو طلاق لازم ہوجائے اگرچہ وُہ اس پر کسی چیز کا ارادہ نہ کرے یا اپنی بیوی کو طلاق دینے کا لہٰذا طلاق کے وقوع کے لیے نسبت اور اضافت کے شرط ہونے میں کوئی شک نہیں ،ہاں اضافت کبھی لفظوں میں موجود ہوتی ہے تو اس وقت حکم کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہوتی اور کبھی لفظوں میں اضافت نہیں ہوتی اس وقت نیت کو ظاہر کی حاجت ہوتی ہے۔"

[فتاوی رضویہ جدید: جلد ۱۲، ص ۳۴۴۔۳۵۸]

مزید فرماتے ہیں:

"حکم ہر دو گونہ است حکم دیانت وحکم قضاء،دیانت آنکہ فیما بین العبد وربہ باشد ایں جا دیگراں را دخل نیست او داند وخدائے او۔ دریں سخن اضافت بسوئے زن نیست،اگر در دل ہم قصد اضافت نہ کردہ باشد قطعًا طلاق نیست۔وذٰلك لان الطلاق لاوقوع له الابالايقاع ولاايقاع الاباحداث تعلق الطلاق بالمرأة ولايتاتی ذلك

الا بالاضافة ولو فی النیۃ، فاذا خلیا عنه لم یکن احداث تعلق اذلا تعلق الا بمتعلق فلم یکن ایقاعا فلم یورث وقوعا وھذا ضروری لا یرتاب فیه۔

حکم دو ۲ طرح ہوتا ہے ایک دیانۃً اور دوسرا قضاءً۔ دیانۃً حکم کا معنٰی یہ ہے کہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملہ ہے یہاں کسی دوسرے کا کوئی دخل نہیں، بندہ جانے اور اس کا خدا جانے اور مسئولہ صورت میں بیوی کی طرف طلاق کی اضافت کا قصد نہ کیا ہو تو قطعاً طلاق نہ ہوئی، کیوں کہ طلاق کا وقوع بغیر واقع کرنے (ایقاع) کے نہیں ہوتا اور ایقاع اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک طلاق کا تعلق بیوی سے نہ کیا جائے اور یہ اضافت کے بغیر ممکن نہیں اس لیے اضافت ضروری ہے خواہ نیت میں ہو، تو طلاق جب اضافت لفظی یا قلبی سے خالی ہو تو طلاق کا تعلق پیدا نہ ہوگا کیوں کہ تعلق بغیر متعلق نہیں ہو سکتا، اس لیے ایقاع نہ ہوگا، تو وقوع بھی نہ ہوگا، اتنی بات واضح ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔........... واما حکم قضا کہ قاضی وزن بآں کار بندند پس تحقیق آں ست کہ قضاءً نیز حکم بوقوع طلاق را از تحقق اضافت باگزیر ست، کما فی کتب المذھب لا یحصی عددھا ولا ینقطع مددھا۔

حکم قضا میں قاضی اور عورت عمل پیرا ہوں گے، لہٰذا تحقیق یہ ہے کہ قضاءً بھی وقوع طلاق کے حکم کے لیے اضافت کا تحقق ضروری ہے، جیسا کہ مذہب کی کتب میں بے شمار مرتبہ مذکور ہے۔“

[مرجع سابق: ج۱۳ص۳۳۶، ۳۳۷]

بالجملہ مسئولہ صورت کا جو جواب فاضل گرامی قدر حضرت مفتی محمد منظر ناز صدیقی اشرفی زید اقبالہ نے دیا ہے وہ درست وصحیح ہے۔ فقیر نعیمی اس کی تصدیق وتائید کرتا ہے۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

احقر العباد: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولابویہ

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ ۴/ رجب المرجب ۱۴۴۵ھ



الکلمۃ العلیاء کی اشاعت

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم!

امابعد! اللہ پاک نے کل کائنات اپنے حبیب محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تخلیق فرمائی تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حبیب کے لیے کائنات کو پیدا کیا جائے اور حبیب ہی سے اسے چھپایا جائے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اللہ پاک نے اپنے حبیب سے کچھ بھی نہیں چھپایا بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم اپنے حبیب کو عطافرمادیا۔ سب کچھ اپنے حبیب پر ظاہر فرمادیا۔ کائنات کا ہر غیب ظاہر ومنکشف کردیا۔ بلکہ رب جو کہ خود سب سے بڑا غیب ہے اپنے حبیب کے لیے چھپا نہ رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک 'رایت ربی' جس پر شاہد عدل ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

الغرض اللہ علام الغیوب نے اپنے حبیب محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جملہ علوم غیبیہ عطافرمائے ہیں، اہل سنت وجماعت کا جس پر کامل اتفاق ہے۔ البتہ باطل جماعتیں، جن کا بنیادی مقصد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمتوں، رفعتوں کی تنقیص، عظمت شان وقدر ومنزلت کی توہین اور پروقار بارگاہ کے تقدس کو پامال کرنا ہے، انہوں نے یہاں بھی اپنی منافقانہ روش اور کمینہ پن کا کھل کر مظاہرہ کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو بہانہ بناکر نبی کی بارگاہ کی توہین وتذلیل کی ناپاک کوشش کی ہے۔ اپنے اس محاذ کی کامیابی کے لیے وہ اس حد تک چلے گئے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو جانوروں، پاگلوں جیسا لکھ دیا ہے۔ (معاذاللہ رب العٰلمین) حوالہ کے لیے دیوبندی جماعت کے پیشوا وسرغنہ مولوی اشرفعلی تھانوی کی کتاب حفظ الایمان دیکھی جاسکتی ہے۔

مگر بھلا ہو اہل سنت وجماعت کے ان مشائخ وعلما کا جنہوں نے بروقت بدمذہبوں کی گرفت فرمائی اور علم غیب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف زہر افشانی، ومغلظات بکنے والوں کی بہتر انداز میں خبر گیری فرمائی اوران کی ریشہ دوانیوں کا زبردست سدباب فرمایا ہے۔ خاص کر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی اوران کے معتمد خاص قائد اعظم، بطل جلیل، فخر الاماثل، صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی تغمدہ اللہ الھادی، قدس سرھما۔

اعلیٰ حضرت نے علم غیب نبوی کا ایک زبردست انسائیکلوپیڈیا "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" کی شکل

میں قوم کوعطاکیا تودوسری طرف صدرالافاضل نے "الکلمۃ العلیالاعلاء علم المصطفیٰ" کی شکل میں علم غیب نبوی کے حوالے سے علمی و تحقیقی خزانہ قوم کوعطافرمایا۔ علم غیب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے علمائے اہل سنت وجماعت نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اب تک کئی ہزار کتابیں منظرعام پرآچکی ہیں۔ لیکن اس سے شاید ہی کسی کوانکار ہوکہ ہندوپاک میں خاص کرعلم غیب نبوی کے حوالے سے دوکتابیں ایک اعلیٰ حضرت کی "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" اوردوسری صدرالافاضل کی "الکلمۃ العلیالاعلاء علم المصطفیٰ" بہت ہی معتبر مانی گئیں، بہت مشہور ہوئیں اور مقبول عوام وخواص بھی ہوئیں۔

زیر نظر کتاب "الکلمۃ العلیالاعلاء علم المصطفیٰ" صدرالافاضل کی پہلی تصنیف ہے۔ بعض قرائن سے پہلی کتاب "فیضان رحمت بعدازدعاے برکت" معلوم ہوتی ہے۔ مگر مشہور یہی ہے کہ صدرالافاضل کی سب سے پہلی تصنیف "الکلمۃ العلیالاعلاء علم المصطفیٰ" ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۳۲۰ھ میں شائع ہوئی۔ اوراس کے بعداس کی اشاعت ہندوپاک سے بکثرت ہوچکی ہے۔ اس کتاب میں قاری کوعلم غیب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے بے شماردلائل پڑھنے کوملیں گے۔ علم غیب کے ثبوت میں قرآن کی آیتوں، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ، اقوال اسلاف، نصوص مفسرین، محدثین، متکلمین، عبارات ائمہ مجتہدین، علماے ربانیین، فقہاے دین سے یہ کتاب مزین ہے۔ علمی، مذہبی، شرعی، نظری، فقہی، نقلی وعقلی ہر طرح کے دلائل وبراہین اس کتاب میں موجود ہیں۔ نیز منکرین علم غیب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناپاک اعتراضات اورعلم غیب کے خلاف ان کی مزخرفات ومغلطات کابھی مہذب اندازاورعلمی پیرایے میں دلائل نقلیہ وعقلیہ کے ساتھ جواب دیا گیا ہے۔ اسلوب بیان علمی ہونے کے ساتھ بہت ہی ساداوشستہ ہے۔ پڑھنے والے کوکتاب پڑھنے میں بوریت محسوس نہیں ہوتی۔

بالجملہ علم غیب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ کتاب بہت ہی معرکۃ الآرا ہے۔ اور یہ کہاجائے توغلط نہ ہوگا کہ صدرالافاضل کی تمام تصانیف میں سب سے زیادہ مقبولیت اوراہل سنت کااعتمادواعتبار اسی کتاب کے حصہ میں آیاہے۔ اہل سنت وجماعت کواس کتاب کامطالعہ ضرور بالضرور کرناچاہیے۔

مبارک بادکے مستحق ہیں صدرالافاضل کے مشہورادارہ جامعہ نعیمیہ مرادآبادکے فضیلت کے طلبہ جنہوں نے اپنی رسم دستار فضیلت کے موقع پراس کتاب کی اشاعت کاارادہ کیاہے۔ اللہ پاک تمام طلبہ خاص کرفضیلت کے جملہ طلبہ کوصدرالافاضل کے فیوض وبرکات سے مالامال فرمائے۔ اورمادرعلمی جامعہ نعیمیہ مرادآباد کانام روشن کرنے کی توفیق بخشے۔ مذہب ومسلک کی خوب ترویج واشاعت کی توفیق عطافرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔۔۔ نیازمند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

انوار الایمان کی ایمان افروزی

الحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین!

امابعد! ایمان انسان کی زندگی کا ایک اہم جز ہے۔ ایمان کے بغیر انسان نامکمل ہے۔ ایمان کے بغیر انسان کے جسمانی اجزا کا وجود تو ممکن ہے، مگر روح میں تازگی وبالیدگی ایمان کے بغیر ناممکن ہے۔ یوں کہا جائے کہ ایمان کے بغیر انسان صرف گوشت کے لوتھڑے سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔ وہ زندہ رہ کر بھی مردہ کہلاتا ہے۔

اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى، جس پر شاہد۔

اس کا دل بیمار، دل کی دھڑکنیں بے کار، کانوں کی سماعت کمزور، بصارت بے نور ہو جاتی ہے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ وَعَلٰى سَمۡعِهِمۡ ؕ وَعَلٰٓى اَبۡصَارِهِمۡ غِشَاوَةٌ ۔

اور، فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ، سے یہی مستفاد۔

وہ آنکھ، کان ناک رکھتے ہوئے بھی، گونگے بہرے اور اندھے کہلاتے ہیں۔

صُمٌّ بُكۡمٌ عُمۡىٌ فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ، جس پر گواہ۔

اسی لیے ایک انسان کے لیے صرف انسان ہو جانا کافی نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے لیے صاحب ایمان ہونا بھی لازمی وضروری ہوتا ہے۔ ایمان کی نعمت ایسی دولت ہے کہ یہ جس انسان کے پاس ہوتی ہے اسے مزید کسی دولت کی ضرورت نہیں رہتی۔ ایمانی حرارت سے جسم کو گرمی ملتی ہے تو ایمانی حلاوت سے قلب وذہن کو سکون واطمینان اور روح کو تروتازگی میسر آتی ہے۔ انوار وتجلیات ایمانی سے جہاں قلب صیقل ہو کر بصیرت پاتا ہے وہیں بے نور آنکھوں کو بصارت کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ ایمان ہی ہے جس کی وجہ سے سماعتیں معتبر، اور زبان بااثر ہو جاتی ہے۔ یہی ہے جو فکری آوارگی ختم کر کے خوش عقیدگی کی دولت عطا کرتا ہے۔ اسی ایمان کی بدولت زندگی بامقصد وبامراد ہوتی ہے اور موت حیات ابدی سے بدل جاتی ہے۔ اسی لیے ایمانیات کو اسلامی تعلیمات میں بنیادی مقام حاصل ہے۔

زیر نظر کتاب ''انوار الایمان'' اسی ایمان کے ضروری اجزا کے بیان پر مشتمل ہے۔ ایمان کیا ہے؟ ایمان کے لازمی عناصر کون کون سے ہیں؟ کن چیزوں سے محبت ایمان ہے؟ کن چیزوں سے نفرت ایمان ہے؟ وہ کون سی باتیں ہیں جو ایمان دار کے لیے فرض کی حیثیت رکھتی ہیں؟ وہ کون سی ہستی ہے جسے جاننا، ماننا، چاہنا، ایمان کا اصل مغز اور مسلمان ہونے کے لیے تمغہ امتیازی ہے۔ وہ کون سی ذات ہے جس سے محبت اور جس

کے دشمنوں سے نفرت ایمان کا بنیادی ولازمی جزاوران پر اپنی ماں، باپ بھائی، بہن، اولاد، مال قربان کردینے کا جذبہ ایمان کی بقاوسلامتی کا ذریعہ ہے؟

وہ کون ہیں کہ فرمایا ؎

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

ان تمام سوالات کے جوابات زیر نظر کتاب میں موجود ہیں۔

کتاب کے مصنف محترم مکرم حضرت علامہ مولانا محمد اسلم رضا قادری اشفاقی صاحب قبلہ شہزادہ حضور علامہ مفتی ولی محمد صاحب مفتی اعظم باسنی، دام ظلہ ورکن سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور شریف، دور حاضر کے اصحاب قلم میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ پدرم سلطان بود کے سہارے نا اہل اصحاب منصب ومسند حضرات کے لیے محترم موصوف کی ذات نشان عبرت ہے۔ موصوف نے اپنے والد گرامی کے مذہبی ومسلکی تشخص کے سہارے خود کو منوانے سے زیادہ اس پر زور دیا کہ والد گرامی دام ظلہ کی جانشینی کا صحیح طور پر حق ادا کرنے کے لیے خود کو اہل بنایا جائے، علمی وعملی صلاحیت ولیاقت حاصل کی جائے اور پھر ان کے علمی ورثہ کو عام کیا جائے۔ ان کے افکار ونظریات، ان کی تعلیمات پر خود عمل کرکے اوروں کو اس کی ترغیب دی جائے۔ بلا شبہہ یہ ایک بڑا کام اور لائق تحسین عمل ہے جس کے لیے محترم بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔

زیر نظر کتاب کے علاوہ بھی مصنف کی کئی اہم موضوعات پر کتابیں منظر عام پر آکر داد وتحسین وصول کرچکی ہیں۔

دعا ہے اللہ پاک محترم موصوف کی اس مبارک نورانی کاوش کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے اور محترم کو اس مبارک کام پر جزائے خیر عطا کرے۔ اورانہیں اپنے والد گرامی دام ظلہ کا سچا جانشین بنائے۔ اوران سے مذہب ومسلک کی خوب خوب خدمت لے۔ اور دینی ودنیاوی ترقیاں نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی
نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ: ۱۸؍ربیع الغوث ۱۴۴۲ھ

[انوار الایمان جلد دوم: ص ۳۱ تا ۳۳]

اے عشق ترے صدقے

پاکیزہ تخیلات، جذبات اور محسوسات کو عشق مصطفیٰ سے ہم آہنگ کر کے، دائرہ شرع میں رہ کر بشکل نظم میٹھے بول اور مبارک الفاظ کا جامہ پہنا دینا "نعتیہ شاعری" کہلاتا ہے۔

یہ شاعری کی سب سے اعلیٰ صنف ہے۔ نعتیہ شاعری بہت مشکل اور سخت ترین صنف سخن ہے۔ یہاں شاعر پر اعتدال فرض قرار دیا گیا ہے۔ یہاں شعریت اور شریعت کا امتزاج بھی لازم ہے۔ افراط و تفریط اور غلو اس صنف سے خارج ہے۔ نعت گوئی میں جہاں فنی، لسانی، روایتی قیود کی پابندی لازم ہے وہیں شریعت کے قوانین پر عمل پیرا ہونا بھی لازم و ضروری ہے۔ نعت گوئی میں شاعری کے لوازمات ہی کافی نہیں بلکہ عشق مصطفیٰ کا مبارک عنصر، آداب بارگاہ مصطفیٰ سے واقفیت، قلبی پاکیزگی، خلوص کی مقدس دولت اور حدود شرع کی معلومات کے ساتھ حد درجہ احتیاط بھی ضروری ہے۔ الغرض نعتیہ شاعری کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ بہت ہی مشکل اور اس قدر مشکل کہ جس قدر لوازمات اس میں ضروری ہیں وہ کسی اور صنف سخن میں نہیں، خواہ وہ حمد الٰہی ہو یا غزلیہ شاعری۔ ایسی سخت ترین اور سنگلاخ زمین پر قدم رکھنا اور میدان نعت گوئی میں طبع آزمائی ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس میں علمی قابلیت، لیاقت و صلاحیت سے کہیں زیادہ فضل الٰہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بغیر فضل خداوندی اس میدان میں کامیابی ناممکن ہے۔

آمدم برسر مطلب:

نعتیہ مجموعہ "اے عشق ترے صدقے" نظر نواز ہوا۔ اس مجموعہ کے تخلیق کار حضرت مولانا مفتی محمد اشرف رضا خاں سبطینی زید مجدہ، ایک منجھے ہوئے قادر الکلام شاعر، قابل ادیب، ماہر صحافی اور ممتاز مصنف ہونے کے ساتھ ایک باوقار و ذمہ دار عالم دین و مفتی متین ہیں۔

نعتیہ شاعری کی جن قیود کا ذکر اوپر ہوا ان قیود کی پابندی ان کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ بس فضل خداوندی درکار تھا وہ بھی انہیں حاصل ہوا۔ اور اس طرح یہ نعتیہ مجموعہ منصہ شہود پر اپنی مکمل شان سے جلوہ بار ہوا۔ مجموعہ کو پڑھنے سے ایک خصوصی کیفیت محسوس ہوئی جو کہیں کہیں محسوس ہوتی ہے۔ کلام میں غنائیت کا حال یہ ہے کہ پڑھنے والا مسحور ہو جائے۔

سلاست، فصاحت، بلاغت، تراکیب جمیلہ، مجموعہ کا خاص حصہ ہے۔ مفہوم کلام کی ادائیگی میں جدت اور ندرت طرازی اس پر مستزاد۔ چھوٹی بڑی مختلف بحریں، اور دل چسپ، دل نشیں، دل آویز اور خوبصورت ردیف و قافیے مجموعہ کی شان۔ کہیں کہیں تغزل کا رنگ بھی دکھائی پڑا جس نے مجموعہ میں مزید نکھار پیدا کر دیا

ہے۔ ہر مصرعہ، ہر لفظ میں شریعت کا پاس ولحاظ مجموعہ کی مقبولیت کا ضامن ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ جب کہ شاعر موصوف نے ملک سخن کے سلطان، حسانِ ہندوستان امام اہل سنت امام احمد رضا خان قدس سرہ کے فکری طرز کی مکمل پیروی کرنے کی کوشش جو کی ہے۔ اس کا بڑا ثبوت مجموعہ کا نام ہی ہے جو اعلیٰ حضرت کے درج ذیل شعر کا پہلا جز ہے ؎

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

بالجملہ احقر نے اسے جس قدر پڑھا خوب لطف پایا اور یہ نتیجہ بر آمد کیا کہ جو بھی اسے خالی الذہن ہو کر پڑھے گا یقیناً محظوظ اور عشق مصطفیٰ کی لذتوں سے لطف اندوز ہوگا، روح کو سکون اور تاریک و بوجھل دل کو تازگی میسر آئے گی، زندگی کو اک نئی زندگی کا احساس ہوگا، غم دور ہوں گے خوشی کی کیفیت حاصل ہوگی۔

خود شاعر نے ان باتوں کا ذکر اپنے اس مجموعہ میں درج ایک نعت شریف میں کیا ہے اور خوب کہا ہے ؎

زندگی کو بخشتی ہے زندگی نعت نبی | فن کو دیتی ہے مکمل روشنی نعت نبی
مدحت سرکار طیبہ کی تجلی ہے عجب | ختم کر دیتی ہے دل کی تیرگی نعت نبی
اہل ایماں کا وظیفہ ہے یہی اے دوستو | پڑھتے رہتے ہیں ہمیشہ سب ولی نعت نبی
بالیقیں آسودگی کا یہ حسیں سامان ہے | سن کے دیکھو تو محبت سے کبھی نعت نبی
حضرت جبریل اپنا پر عطا کر دیں اگر | خوب تر میں بھی لکھوں وصف نبی نعت نبی
گر یقیں آتا نہیں تو آپ پڑھ کر دیکھیے | بخش دیتی ہے دلوں کو تازگی نعت نبی
حضرت حسان کا فیضان ہے اشرف رضا | ہے ہمارے واسطے وجہ خوشی نعت نبی

دعا ہے اللہ پاک اپنے محبوب بندوں کے طفیل مجموعہ کو مقبول خاص وعام فرمائے۔ اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مجموعہ کے تخلیق کار مفتی اشرف رضا خاں سبطینی صاحب زید مجدہ کو مزید ترقیوں سے ہم کنار فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی
نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور



تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم!

زندہ دل اہل سنت وجماعت کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ جملہ انبیاے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات اپنے مزارات مبارکہ میں زندہ وحیات ہیں اورانہیں ان کی شان کے مطابق بارگاہ الٰہی سے رزق عطا کیا جاتا ہے۔کتب معتبرہ ومستندہ کے حوالے سے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان رقم طراز ہیں:

''ھو حی یرزق ویتنعم لسائر الملاذ والعبادات وکذا سائر الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام وقد اجتمعت الامۃ علی ترکھا۔

یعنی وہ زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں اور تمام لذتوں اور عبادتوں کے ناز ونعم میں ہیں اور ایسے ہی باقی انبیا علیہم الصلوٰۃ والثناء'' [فتاوی رضویہ جدید: ج۹ص ۴۳۹،۴۳۸]

علاوہ ازیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وصال زندہ ہیں اس تعلق سے امام اہل سنت کا حلفیہ بیان بھی ملاحظہ فرمائیں فرماتے ہیں ؎

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

اورایک مقام پر جملہ انبیاے کرام علیہم السلام کے وصال وحیات کے حوالے سے اسلامی عقیدے کی ترجمانی فرماتے ہوئے یوں رطب اللسان ہیں ؎

انبیا کو بھی اجل آنی ہے | مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اُسی آن کے بعد اُن کی حیات | مثلِ سابق وہی جسمانی ہے
یہ ہیں حی ابدی ان کو رضاؔ | صدق وعدہ کی قضا مانی ہے

الحاصل بعد وصال حیات انبیاے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کا پاکیزہ عقیدہ اہل سنت وجماعت کے مسلمہ عقائد میں سے ایک ہے۔اس کا منکر یقیناً بلاشبہ گمراہ وبددین اور مستحق عذاب مہین ہے۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ کچھ نام نہاد مسلم جماعتیں، جیسے دیابنہ، نجدیہ وغیرہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاے کرام علیہم السلام کو بعد وصال زندہ نہیں مانتی بلکہ معاذاللہ صد بار معاذاللہ انہیں مردہ تسلیم کرتی ہیں۔اورانہیں مرکر مٹی میں ملنے والا بتاتی ہیں، بلکہ اپنی کتابوں میں لکھتی بھی ہیں ۔جیساکہ دیوبندی ونجدی

جماعت کے سرغنہ وپیشوامولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا ہے۔

معاذاللہ رب العلمین۔

بالجملہ حیات انبیاے کرام علیھم السلام کے حوالے سے زندہ دل اہل سنت وجماعت کا عقیدہ و نظریہ اسلامی تعلیمات سے ماخوذ ہے۔اور مردہ دل، ایمان فروش، نام نہاد مسلمانوں، منافقوں، بدمذہبوں، نجدیوں، وہابیوں، دیوبندیوں کا نظریہ سراسر اسلام مخالف ہے۔

پیش نظر کتاب ”کنزالبراہین علی حیات سیدا لعلمین“ بعد وصال انبیاے کرام علیھم السلام کی حیات طیبہ کے حوالے سے مستند ومعتبر مآخذکی روشنی میں لکھی جانے والی ایک اہم ، مدلل ومفصل کتاب ہے جس میں مصنف موصوف حضرت علامہ مولاناابوذہیب محمد ظفرعلی سیالوی زید علمہ و مجدہ ، نے قرآن واحادیث، آثار صحابہ، اقوال اسلاف، نصوص علماوفقہا، نقول مفسرین ومحدثین کی روشنی میں اپنے موضوع پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔یہ کتاب آٹھ مختلف ابواب پر مشتمل ہے۔مزے کی بات یہ کہ اس کتاب میں اسلامی دلائل وشواہد کے علاوہ منکرین حیات انبیا علیھم السلام کی کتابوں کے حوالے بھی جمع کیے گئے ہیں جوالفضل ماشھدت بہ الاعداء،

کی منہ بولتی مثال ہے۔

کتاب بلاشبہ بڑی اہمیت کی حامل اور قابل مطالعہ ہے۔قاری کو یقیناً سطر سطر سے ایمان کی حلاوت وچاشنی اور لفظ لفظ سے ایمانی حرارت حاصل ہوگی۔اوروہ دوران مطالعہ لحہ بہ لحہ خوب محظوظ ہوگا۔

دعاہے اللہ پاک مصنف علام کوان کی اس مبارک ومقدس کاوش کا بہتراجرعطافرمائے۔اوران کی اس کاوش کومقبول خاص وعام فرمائے۔اوران کی اس مقدس کاوش کے صدقہ فقیر کوبھی اہل سنت وجماعت کے متفقہ ومسلمہ عقائدونظریات کی ترویج واشاعت اور مذہب ومسلک کی خدمت کی توفیق بخشے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

نیازمند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولابویہ

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پوراتراکھنڈ انڈیا

[ہمارے نبی زندہ ہیں:ص۲۷تا۲۹]

سورج پھرا الٹے قدم

نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم!

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ القوی نے خوب فرمایا ؎

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

اور فرمایا ؎

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

مصطفیٰ پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام صہبا میں مولیٰ کے علی زانو پر سرانور رکھ کر آرام فرمانا، جس کے سبب مولیٰ علی کی نماز عصر قضا ہونا اور پھر مولیٰ علی کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈوبے سورج کو انگلی کے اشارے سے پلٹانا، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک بہت ہی مشہور و معروف معجزہ ہے۔ اس کا انکار دھوپ دیکھنے کے بعد سورج کے انکار کی طرح ہے۔

اس مشہور معجزہ سے متعلق روایات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ جس کا انکار سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں۔ بعض باطل فرقے اس معجزہ کا سرے سے انکار کرتے ہیں اور بعض اس کا صراحتاً انکار تو نہیں کرتے البتہ روایت کو ضعیف بتا کر پہلوتہی کر جاتے ہیں۔ علمائے اہل سنت نے اس پر کافی کچھ لکھا ہے۔ روایت ودرایت دونوں پہلوؤں سے کلام کیا ہے۔ منکرین کے شبہات واشکالات کے مدلل ومبرہن جوابات تحریر فرمائے ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ بلاشبہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ اس کا انکار موجب ضلالت وگمراہی ہے۔

پیش نظر مجموعہ بنام ”سورج پھرا الٹے قدم“

جسے ناشر مذہب امام اعظم ومسلک اعلیٰ حضرت، ہمدرد قوم وملت، پیکر خلوص، محب گرامی قدر، محترم مکرم، عالی جناب محمد میثم عباس قادری ازہری زید مجدہ نے ترتیب دیا ہے۔

اس میں علمائے اہل سنت کے معجزہ رد شمس کے حوالے سے گیارہ (۱۱) علمی رسائل جمع کیے گئے ہیں۔ تخریج وتذہیب کا مکمل کام محترم میثم صاحب نے خود انجام دیا ہے۔ اور ایک طویل معرکۃ الآراء مقدمہ بھی شروع میں لکھا ہے۔ مبارک باد کے مستحق ہیں جناب موصوف جنہوں نے یہ ایک بہت ہی اہم کام سرانجام دیا ہے۔ نادر وقیع علمی وقیمتی رسائل کی حصول یابی سے لے کر طباعت تک کے سارے مراحل کی ذمہ داری از خود اٹھا کر یہ عظیم

تحفہ نذر قارئین کرنے کی سعی جمیل فرمائی ہے۔
اس سے پیشتر بھی موصوف کئی اہم علمی و تاریخی کام سرانجام دے چکے ہیں۔قریب ہی میں ایک مجموعہ بنام ”چانداشارے سے ہوچاک“ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ منظر عام پر جلوہ فگن ہوچکا ہے اور باذوق قارئین نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ان شاء اللہ یہ مجموعہ بھی مقبول عام ہوگا۔
اللہ پاک موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اوران کی اس کاوش کو قبولیت عامہ عطا فرمائے۔اور موصوف اوران کے اہل خانہ کے لیے اس مجموعہ کو سرمایہ آخرت بنائے۔
آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

مورخہ ۲۴/ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ

اہل سنت کی حقانیت کا غیر مقلدین سے ثبوت

الحمد للہ کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!!!
امابعد!
محب گرامی وقار محترم میثم عباس قادری صاحب کی زیر نظر کتاب بنام ”اہل سنت کی حقانیت کا غیر مقلدین سے ثبوت“ کو طائرانہ نظر سے دیکھا ماشاء اللہ اپنے موضوع پر منفرد کتاب ہے۔ موصوف محترم نے کافی محنت وجدو جہد سے اس کتاب پر کام کیا ہے۔
حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین دیوبندی مکتبہ فکر کے اکابر علما کی کفریات ومزخرفات پر مشتمل حرکات پر علمائے حرمین شریفین کی جانب سے جاری کردہ حکم کفر کا مضبوط اور معتبر و مستند دستاویز ہے۔۱۳۲۴ ہجری میں حسام الحرمین کی اشاعت ہوئی۔ آج اس کی اشاعت کو ایک سو گیارہ سال کا عرصہ گزر گیا۔اس کی حقانیت وصداقت پر اہل سنت کا بالکلیہ اتفاق ہے۔ موصوف نے نئی جہت اور نئے انداز سے حسام الحرمین کی تائید میں دیوبندی مکتبہ کی ہم فکر وہم عقیدہ وہابی جماعت کے علما کی کتب سے عبارات پیش کر کے جو سعی فرمائی ہے اوراس کی صداقت پر وہابی جماعت کے نام ور علما کی تائیدی مہر لگانے کا جو کام سرانجام دیا ہے وہ یقیناً قابل تعریف ہے۔ موصوف اس پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ مولیٰ پاک سے دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک کے طفیل موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائے اور کتاب کو قبول عام سے مشرف فرمائے۔
خاکسار: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی۔خادم نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ انڈیا
[اہل سنت کی حقانیت کا غیر مقلدین سے ثبوت: ص ۱۲]

میلادالنبی منانا امت محمدیہ کا متفقہ عمل

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولی کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

اس خوشی کا عالم کیا ہو گا کہ جب غمزدہ کو، خوشی مل جائے، ظلمت زدہ کو چاند کی چاندنی اور سورج کی روشنی مل جائے، نیم مردہ کو زندگی مل جائے، بے سہاروں کو سہارا مل جائے، بے چاروں کو چارہ مل جائے، ڈوبتے کو کنارہ مل جائے گم گشتہ راہ کو راستہ مل جائے، بھٹکے ہوئے کو پتہ مل جائے، بیماروں کو علاج مل جائے، فقیروں، کو تاج مل جائے، غریبوں کو راج مل جائے، بے قراروں، کو قرار مل جائے، غم کے ماروں کو غم خوار مل جائے، خزاں کو فصل بہار مل جائے، تاروں کو چمک مل جائے، پھولوں کو مہک مل جائے، زمیں والوں کو فلک مل جائے، یتیموں کو چارہ گر مل جائے، قافلہ والوں کو رہبر مل جائے، بروں کو بہتر مل جائے، پکارنے والوں فریادرس مل جائے، مانگنے والوں کو دادرس مل جائے، گلِ بے رنگ کو رنگ مل جائے، کانٹوں کو پھولوں کا سنگ مل جائے، غلام کو غلامی سے آزادی مل جائے، ویرانوں کو آبادی مل جائے، بھٹکے کو ہادی مل جائے، اس سے بڑھ کر بھلا خوشی کیا ہو سکتی ہے کہیے شعوروں کو شعور مل جائے، چشمہائے بے نور کو نور مل جائے، خادم کو مخدوم مل جائے، الفاظ کو مفہوم مل جائے، غریبوں کو دولت مل جائے، گمناموں کو شہرت مل جائے، ذلیلوں کو عزت مل جائے،

ہاں ہاں اس سے بڑھ کر کوئی خوشی ہو ہی نہیں سکتی کہ نبیوں کو سردار مل جائے، رسولوں کو تاجدار مل جائے، فرشتوں کو عقیدتوں کا محور مل جائے، مخلوق کو پیمبر مل جائے، امت کو نبی مل جائے اور خود ولادت نبی پر خوشی کو خوشی مل جائے۔ یقیناً نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ کائنات کی سب سے بڑی خوشی ہے جو نبی کے چاہنے والوں کا حق ہے۔ ہر خوشی کی ایک میعاد متعیّن ہے مگر بس ایک یہی خوشی ہے کہ جس کی کوئی میعاد نہیں۔ وجود کے بعد عدم خوشی کا اختتام کر دیتا ہے مگر میلادِ مصطفیٰ کی خوشی اس وجود سے شروع ہے جس کا عدم ہی نہیں۔ اور جب اس خوشی کا عدم نہیں اور اس کی کوئی میعاد نہیں تو پھر اس پر پابندی لگانے کا حق کس کو ہے۔ پھر بھی اگر کوئی پابندی لگانے کی کوشش کرے، خوشی کی میعاد متعیّن کرنا چاہے، اس پر دلیل جواز کا مطالبہ کرے، اہل محبت سے خوشیوں کو چھیننے کی ناپاک سعی کرے اور اس خوشی کے موقع پر صف ماتم بچھا کر اپنی بربادی کا سوگ منائے تو منایا کرے، ہم تو بس اعلیٰ حضرت کی زبان میں اس کے بارے میں اتنا ہی کہیں گے ؎

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

میلادِ مصطفیٰ پر چاہنے والوں نے اپنے اپنے طور پر خوشی منائی ہے، سنانے والوں نے سنایا، سننے والوں نے سنا اور لکھنے والوں نے میلاد پر دل کھول کر لکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ سے اب تک نہ جانے کتنی زبانیں رطب اللسان ہوئیں اور نہ جانے کتنے کان لطف اندوز ہوئے اور نہ جانے کتنے ہاتھوں نے قلم کے سہارے خراج عقیدت پیش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، مگر آخر کو میلادِ مصطفیٰ کے اس سنہرے باب سے متعلق یہی کہنا پڑا ؎

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے اور ان شاء اللہ تا قیام قیامت جاری رہے گا۔

اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی زیر نظر مجموعہ بنام ”میلاد النبی منانا امت محمدیہ کا متفقہ عمل“ ہے جس میں میلاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر گوشہ، ہر زاویہ پر سیر حاصل بحث موجود ہے۔

جام ہائے نور سے لبالب، دلائل و براہین سے مزین یہ دس نایاب و کمیاب رسائل منیفہ عتیقہ کا مجموعہ یقیناً تشنہ لب اہل محبت کی تشنگی بجھانے میں کافی مددگار ثابت ہوگا۔ اس مجموعہ کی وصول یابی سے لے کر ترتیب، تحقیق، تخریج، تحشیہ، تذہیب، اور طباعت واشاعت تک کی ساری ذمہ داریاں، محترم مکرم ناشر مسلک اعلیٰ حضرت پیکر خلوص و محبت حضرت جناب میثم عباس قادری ازہری صاحب نے اٹھائی ہیں۔

موصوف محترم اس اہم کام کے لیے بہت بہت مبارک باد کے مستحق ہیں۔ فقیر دعاگو ہے کہ مولیٰ پاک جل جلالہ اپنے فضل و کرم سے موصوف محترم کو مزید کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے، دین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق بخشے، اور موصوف کے علم، عمل، عمر، اور رزق میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے۔ حوادث زمانہ سے، دشمنوں کے شر سے، حاسدین کے حسد سے محفوظ فرمائے، مسلک اعلیٰ حضرت پر زندگی اور اسی مسلک پر خاتمہ عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

احقر العباد محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ

مورخہ: ۲۰/ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ بروز دوشنبہ مبارکہ



[میلاد النبی منانا امت محمدیہ کا متفقہ عمل: ص ۳۴ تا ۳۶]

المہند کا علمی محاسبہ

الحمد للّٰہ فی کل حین واوقات والصلاۃ والسلام علیٰ رسولہٖ افضل الخلق واشرف البریات، وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ الطیبات۔

امابعد! چودھویں صدی ہجری میں سرزمین ہند میں کئی بدمذہب فرقے پیدا ہوئے۔ جن میں سے ایک فرقہ دیوبندیت بھی ہے، جس کے بانیوں میں خصوصاً مولوی اسماعیل دہلوی، عبدالرشید گنگوہی، قاسم نانوتوی، خلیل انبیٹھوی اور اشرف علی تھانوی کے نام نمایاں ہیں۔ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ دیوبندی جماعت کی داغ بیل انہیں دیابنہ خمسہ نے ڈالی اور اس بدمذہب جماعت کے فروغ وترقی میں انہیں کا ہاتھ رہا ہے۔

ابتدا میں تو اس جماعت کے عقائد ونظریات اور مراسم ومعمولات اسلامی اور موافق شرع تھے، لیکن جوں جوں حالات سازگار ہوتے گئے بانیان جماعت اپنے اصلی روپ میں آتے گئے اور اپنے فاسد، باطل گمراہ کن اور کفریہ عقائد ونظریات کی اشاعت وترویج شروع کردی۔ اہل سنت پر جب ان کی حقیقت منکشف ہوئی تب تک بہت دور ہو چکی تھی اور جماعت اہل سنت کا کافی حد تک نقصان ہو چکا تھا۔ ملک میں ایک ہنگامی صورت پیدا ہوگئی۔ علمائے اہل سنت کی طرف سے ان کی کتابوں میں درج غیر اسلامی وکفریہ عقائد کی تحقیق شروع کردی گئی۔ اور ان کے باطل عقائد ونظریات کے خلاف تقریری وتحریری کام شروع کردیا گیا۔

چودھویں صدی کے مجدد، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ الرحمٰن نے اس جماعت کے بانیوں سے رابطہ شروع کیا، خط وکتابت کے ذریعہ ان کی ایمان سوز کفریہ عبارات کی تاویل وتشریح کا مطالبہ فرمایا۔ اور جب بانیان دیوبندیت کی طرف سے اور ان کے کسی وکیل ماذون کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو ۱۳۲۰ھ میں آپ نے ان عبارات کفریہ سے متعلق کتاب ''المعتمد المستند'' میں شرعی حکم بیان فرماتے ہوئے قائلین ومصدقین پر حکم کفر صادر فرمادیا۔ اس کے بعد ۱۳۲۳ھ میں حرمین شریفین کے باوقار وذمہ دار علمائے کرام سے رابطہ کیا اور ان عبارات سے متعلق فتاوی اور فتاوی پر تقریظات وتائیدات حاصل کیں۔ بعدہ علمائے حرمین شریفین کے تمام فتاوی، تقریظات، تصدیقات اور تائیدات کو مرتب فرما کر کتابی شکل میں بنام تاریخی ''حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین'' (۱۳۲۴ھ) شائع فرمادیا۔

کتاب کی اشاعت ہوتے ہی دیوبندی خیمے میں قیامت کا ماحول پیدا ہوگیا۔ پوری جماعت مفلوج ہوگئی۔ ہر طرف سکتہ وسناٹا چھا گیا۔ جماعت کے ہر چھوٹے بڑے کے حواس باختہ ہوگئے۔ اور اسی حواس باختگی وسکتے میں اکیس سال گزر گئے، پوری جماعت حسام الحرمین کا جواب پیش کرنے سے عاجز رہی۔

اسی درمیان ۱۳۴۰ھ میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا وصال ہو گیا۔ امام اہل سنت کے وصال کے پانچ سال بعد یعنی حسام الحرمین کی اشاعت کے اکیس سال بعد دیوبندی جماعت نے اپنی خفت و شرمندگی مٹانے اور اپنی جماعت کی بقا کی خاطر حسام الحرمین کا جواب بنام "المہند علی المفند" معروف بہ "التصدیقات لدفع التلبیسات" شائع کیا۔ جواب کیا تھا خود ساختہ سوالات و جوابات اور تلبیسات پر مشتمل علماے حرمین کی جعلی تصدیقات کا مجموعہ، جھوٹ و فریب کا پلندہ۔ اس کذب و فریب نامے کی تردید میں اہل سنت و جماعت کے کئی مشاہیر علما نے کتابیں تصنیف فرمائیں۔ خصوصاً خلیفہ اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین قادری محدث مرادآبادی تغمدہ اللہ الہادی نے "التحقیقات لدفع التلبیسات" کے نام سے اس کا مسکت و دنداں شکن لاجواب، جواب تحریر فرمایا۔

زیر نظر مجموعہ میں دیوبندی جماعت کی اس کذب، فریب، مزخرفات و تلبیسات پر مبنی کتاب کی تردید میں لکھی گئی کتابیں جمع کی گئی ہیں۔ ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر اب تک یہ کتابیں معقول جوابات کی منتظر ہیں۔ پوری جماعت مل کر بھی ان کتابوں میں سے کسی ایک کتاب کا معقول جواب دینے سے عاجز رہی ہے۔

مبارک باد کے مستحق ہیں مجاہد اہل سنت، شمشیر رضویت، پیکر اخلاص و محبت حضرت محترم جناب میثم عباس رضوی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ، جنھوں نے المہند کے رد میں لکھی جانے والی اکثر کتابوں کو یکجا فرمایا، ترتیب دیا، ان پر حواشی تحریر کیے اور قیمتی مقدمہ لکھ کر طباعت و اشاعت کے لیے تیار کیا۔ پورا مجموعہ پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے۔

مرتب موصوف جماعت اہل سنت میں ممتاز و نمایاں حیثیت کے مالک ہیں۔ رد بدمذہبیت خاص کر رد دیوبندیت و وہابیت میں خوب ملکہ حاصل ہے۔ موصوف کے پاس قدیم و نایاب کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ محفوظ ہے۔ محققین علما وقت ضرورت موصوف سے رجوع کرتے ہیں اور نادر و نایاب کتب بآسانی حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ کہنا بالکل غلط نہ ہوگا کہ محققین علما کے لیے مرتب موصوف گوگل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

دعا ہے اللہ پاک موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس مجموعہ کو مقبول خاص و عام فرمائے۔ اور مرتب موصوف کو اس کا بہتر اجر عطا کرے، دین و دنیا کی بھلائیاں بخشے، علم، عمل، رزق اور عمر میں خوب برکتیں عطا فرمائے اور مذہب و مسلک کی مزید خدمت کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی۔ مورخہ: ۱۷ر شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ

[المہند کا علمی محاسبہ: ص۸۹، ۹۰]

چاند اشارے سے ہو چاک

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم!

یوں تو خلاق کائنات کی جملہ تخلیقات لائق تحسین ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، نباتات، جمادات اور حیوانات، لیکن ان سب میں انسان کو شرف وبزرگی کا تمغہ عطا گیا اور انسانوں میں ہمارے پیغمبر محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدرت کا سب سے بہتر اور سب سے عظیم شاہکار بن کر تشریف لائے۔

اور اس بات سے کسی کو مجال انکار نہیں کہ خداوند قدوس نے جملہ مخلوقات اپنے حبیب محترم کے لیے اور انہیں کے صدقہ میں تخلیق فرمائی ہے۔ اور جب مخلوقات کے معرض وجود میں آنے کا سبب خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں تو ظاہر ہے کہ مخلوقات پر مکمل قدرت واختیار بھی انہیں حاصل ہوگا۔ اب خواہ وہ آسمان ہو یا زمین سورج ہو یا چاند انسان ہو یا جانور جہاں جہاں خلقت پائی جائے گی وہاں وہاں رسول کی قدرت پائی جائے گی۔ اسی لیے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا ؎

خالق کل نے انہیں مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں ان کے قبضہ و اختیار میں

جس کی ہزاروں مثالیں قرآن وحدیث کتب سیر و تاریخ میں موجود ہیں۔

انہیں میں سے ایک مثال شق القمر کی ہے۔

آج کی ترقی یافتہ سائنس لاکھوں لاکھ کوششیں کر کے بے شمار ذرائع کے سہارے صرف چاند پر پہنچی ہے لیکن چاند پر کسی طرح ان کی مرضی نہیں چل سکتی ہے کوئی مشین چاند کا نقصان نہیں کر سکتی مگر چودہ سو سال پہلے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمین پر بیٹھے بیٹھے بس ایک انگلی کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے فرما کر دنیا والوں کو اپنی قدرت واختیار کا پتہ دے دیا تھا۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نے خوب فرمایا ؎

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

علامہ حسن رضا فرماتے ہیں ؎

تیری طلعت سے زمیں کے ذرے مہ پارے بنے
تیری ہیبت سے فلک کا مہ دو پارا ہو گیا

مزہ کی بات یہ کہ سائنس چاند تک اس لیے پہنچی ہے کہ چاند آسمان سے نیچے ہے مگر سائنس کبھی سورج تک



نہیں پہنچ سکتی کیوں کہ سورج چوتھے آسمان پر ہے۔اورآسمان پر کسی طرح کا دخل اس کے پیاروں کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے۔

سائنس کا کوئی دعوی اب تک ایسا سننے میں نہیں آیا جس سے سورج پر پہنچنے کی کوئی بات کی گئی ہو۔سورج ان کی دسترس سے بہت دور ہے اس تک ان کی رسائی ناممکن ومحال ہے۔لیکن نبی محترم کے اختیار وتصرفات،اور خداداد قدرت کا کیا کہنا بس ایک اشارے سے مولیٰ علی کے واسطے سورج کو پلٹا دیا۔

حضور اعلیٰ حضرت نے فرمایا ؎

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

آمدم برسر مطلب:۔

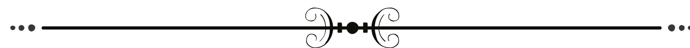
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصرفات واختیارات کا ایک نمونہ معجزہ شق القمر کی شکل میں پایا گیا،جس پر اہل اسلام کامل ایمان رکھتے ہیں۔جس کی شہرت حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے جس پر ارباب فکر و نظر اور اصحاب قلم نے اپنے اپنے طور پر حصہ لیا ہے۔بولنے والے بولتے رہے اور بول رہے ہیں۔اور لکھنے والوں نے خوب لکھا اور لکھ رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب ''چاند اشارے سے ہو چاک'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔جس میں چاند کے دو ٹکڑے ہونے پر چھ علمی و تحقیقی رسالے شامل ہیں۔اس کتاب کی ترتیب وتذہیب کا سہرا،ناشر مذہب امام اعظم ومسلک اعلیٰ حضرت ہمدرد قوم وملت پیکر خلوص محب گرامی قدر محترم مکرم عالی جناب محمد میثم عباس قادری ازہری زید مجدہ کے سر جاتا ہے۔جنہوں نے ان نایاب وکم یاب رسائل کو تلاش کرکے ان پر حسب حیثیت کام کیا ہے۔اللہ پاک موصوف کی اس کاوش کو قبولیت عام عطا فرمائے۔ اور اس نورانی کاوش کو موصوف اوران کے اہل خانہ کے لیے ذریعہ مغفرت بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

مورخہ ۲/رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

[چاند اشارے سے ہو چاک:صفحہ ۲۱ تا ۲۳،مطبوعہ اکبر بک سیلرز،زبیدہ سنٹر،اردو بازار،لاہور]





راہ ہدایت کے درخشاں ستارے

الحمد لله رب البيت العتيق والصلاة والسلام على خاتم الانبياء افضل الخلق واول التخليق وعلى اله واصحابه اجمعين اصحاب التوثيق خصوصاعلى اميرالمؤمنين ابى بكر الصديق افضل الخلق بعد النبيين والمرسلين بالتحقيق والتصديق وعلى التابعين والائمة المجتهدين والاولياء الكاملين والعلماء الربانين اصحاب السلوك والتحقيق والتدقيق خصوصاعلى صاحب الرسالة المنيفة الشيخ العلامة المحدث المفتى محمد اختر رضاخان القادرى البريلوى الازهرى المعروف بتاج الشريعة العالم الرشيق الرفيق اللبيق۔

امابعد! یوں توصدیوں سے رافضی ٹولہ صحابہ کرام پر تبرا اوران کی مقدس بارگاہوں میں توہین وتنقیص کرتا رہا ہے مگر دور حاضر میں رافضیوں کا یہ ناپاک عمل اور گستاخانہ رویہ بہت تیز ہوگیا ہے۔ سرعام کبھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ہرزہ سرائی کبھی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق بیہودہ گوئی کبھی عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بکواس کبھی کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف زہرافشانی ومغلظات بیانی ان خبثا کا معمول ہوگیا ہے۔ کیا انہیں خبر نہیں؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: ”اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اهتديتم۔

یعنی میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جن کی بھی اقتدا کروگے ہدایت پاجاؤگے۔“

[کشف الخفاء للہنداوی: ج۱ص۱۵۰۔ رقم الحدیث۳۸۱]

کیا وہ نہیں جانتے؟ کہ رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إن أصحابي بمنزلة النجوم في السماء فأيما أخذتم به اهتديتم، واختلاف أصحابي لكم رحمة۔

یعنی میرے صحابہ آسمان پر ستاروں کے مانند ہیں، ان میں سے جس کا دامن پکڑلوگے ہدایت پاجاؤگے۔ اور میرے صحابہ کا اختلاف بھی تمہارے لیے رحمت ہے۔“

[المدخل إلى السنن الكبرى للبيهقي: ج۱ص۱۶۲۔ رقم الحدیث ۱۵۲]

کیا صحیح مسلم میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان پاک انہیں نظر نہیں آیا جسے ابوہریرہ نے یوں روایت کیا: ”لا تسبوا أصحابي لا تسبوا أصحابي فوى الذى نفسى بيده لوأن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً ما أدرك مُد أحدهم ولا نصيفه۔

یعنی میرے صحابہ کو گالیاں مت دو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے گا تو وہ کسی ایک صحابی کے ایک مُد بلکہ نصف مُد ثواب کو

بھی حاصل نہیں کر سکے گا۔" [صحیح بخاری: رقم الحدیث۔ ۳۶۷۳۔ صحیح مسلم: رقم الحدیث ۲۵۴۰]

یقیناً انہیں معلوم ہے!!! مگر بدبختی سے ان کی ناپاک عقلیں صحابہ کرام کی عظمتوں کے تصور سے محروم ہیں، ان کے اذہان وقلوب اصحاب رسول اللہ کی رفعتوں وبرکتوں سے محظوظ ہونے کے قابل نہیں۔ ان کی بوسیدہ وغلیظ فکر اور گندی سوچ، صحابہ کرام کی شان جلالت وقدر ومنزلت کے پاکیزہ تصوات وتخیلات کے لائق نہیں۔ یہ رات ودن صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں بکواس کرتے ہیں بھونکتے رہتے ہیں اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے ہیں وہ اپنی عادت سے مجبور ہیں ؎

مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند

مہ را چہ جرم خاصیت سگ ہمیں بود

زیر نظر رسالہ **"راہ ہدایت کے درخشاں ستارے"** تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری بریلوی ازہری نوراللہ مرقدہ کے عربی رسالہ منیفہ **"الصحابۃ نجوم الاھتداء"** کا اردو ترجمہ ہے۔

لائق مبارک باد ہیں فاضل نوجوان حضرت مولانا محمد معراج علی خان مرکزی خطیب وامام نورانی مسجد سنجے نگر کرلا ممبئی، جنھوں نے اس مبارک رسالہ کا اردو ترجمہ کیا اور اس میں درج عربی وفارسی عبارات کی تخریج فرمائی۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ انہوں نے اس رسالہ کے ترجمہ میں خوب محنت کی ہے اور عمدہ انداز ترجمانی اختیار کیا ہے۔

علاوہ ازیں اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ کتابیں لکھنا اور شائع کرنا اچھا کام ہے اور کمال کی بات ہے مگر وقت پر لکھ کر شائع کرنا یہ اس سے بھی بڑے کمال کی بات ہے۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ نے جب ضرورت تھی تب اس کتاب مستطاب کو تحریر فرمایا تھا۔ البتہ آج جب کہ رافضیت کے ناپاک جراثیم پھیل کر سنی خانقاہوں اور مدرسوں میں پہنچ رہے ہیں اس کا اردو ترجمہ وقت کی ضرورت کے مطابق ہے۔ مترجم موصوف کا بروقت اس قیمتی رسالہ کا اردو ترجمہ کرنا لائق تحسین عمل ہے۔ دعا ہے اللہ پاک اس مبارک رسالہ کو قبول فرما کر مقبول خاص وعام فرمائے، مترجم موصوف کو اس بہتر جزا دے، علم وعمل اور عمر میں بے پناہ برکتیں عطا کرے، دین ودنیا کی بھلائیوں سے نوازے، مصنف علام علیہ الرحمۃ کے فیوض وبرکات سے ان کے ساتھ اس حقیر فقیر کو بھی حصہ نصیب فرمائے اور رافضیت وناصبیت وخارجیت سے ہم سب اہل سنت کو محفوظ ومامون فرمائے۔ آمین بجاہ خاتم النبین والمرسلین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی۔ مورخہ: ۲۷ر محرم الحرام ۱۴۴۲ھ

[راہ ہدایت کے درخشاں ستارے: ص ۱۸ تا ۲۱]

التحقیق المتین فی ترتیب الخلفاء الراشدین المعروف بہ ترتیب الخلفاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم!
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء
یعنی میرے اور میرے خلفا کے طریقہ کو لازم پکڑو۔

دور حاضر میں اہل سنت و جماعت کی ایک بڑی پہچان یہی ہے کہ وہ نبی کونین علیہ الصلاۃ والسلام کے حکم کے مطابق خلفاے راشدین بلکہ جملہ صحابہ کرام سے محبت کرتے اوران کی اتباع و پیروی میں کوشاں رہتے ہیں۔اور نواصب، خوارج، اور روافض وغیرہ فرقہاے باطلہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ خلفاے راشدین خاص کر شیخین کریمین اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مخالفت اوران کی تقدس مآب بارگاہوں میں دریدہ دہنی اور سب و شتم کو دین سمجھتے ہیں۔اور آئے دن کھل کر تبرابازی، دشنام طرازی سے ان مقدس و پاکباز خلفا کی توہین و تنقیص کرتے رہتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ”التحقیق المتین فی ترتیب الخلفاء الراشدین المعروف بہ ترتیب الخلفاء“
وقت کی ضرورت کے حساب سے لکھی گئی ہے۔کتاب میں خلفاے راشدین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک خلفاے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تاریخی تذکرہ،ان کے محاسن و مناقب،اور مخالف جماعت کے بے ہودہ ولایعنی اعتراضات اور جھوٹے اور بے جاالزامات کے مدلل ومفصل اور مسکت جوابات تحریر کیے گئے ہیں۔کتاب کی ابواب بندی کچھ اس طرح ہے:

باب اول: آیات قرآن مبین اور ترتیب خلفاے راشدین۔۴۰ آیات سے۔
باب دوم: احادیث سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ترتیب خلفاے راشدین۔۱۹۲احادیث سے۔
باب سوم: اقوال اصحاب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ترتیب خلفاے راشدین۔۱۱۳اقوال صحابہ کرام سے۔
باب چہارم: اقوال تابعین اور ترتیب خلفاے راشدین ۱۱۶اقوال تابعین سے۔
باب پنجم: اقوال ائمہ مجتہدین اور ترتیب خلفاے راشدین۔ائمہ اربعہ کے اقوال سے۔
باب ششم: اقوال ائمہ و محدثین اور ترتیب خلفاے راشدین۔۱۱۳۵ائمہ و محدثین کے اقوال سے۔

باب ہفتم: اقوال اولیاے کاملین اور ترتیب خلفاے راشدین۔ ۵۰ اولیاے کاملین کے اقوال سے۔
باب ہشتم: اقوال علماے ربانیین اور ترتیب خلفاے راشدین۔ ۱۵ اقوال علماے ربانیین سے۔
باب نہم: رویاے صالحین اور ترتیب خلفاے راشدین۔ ۱۵ رویاے صالحین سے۔
باب دہم: اشعار شعراے مسلمین اور ترتیب خلفاءے راشدین۔

اس میں ۵ عربی اشعار۔ ۱۰ فارسی اشعار۔ دس مختلف شعرا کے ٹوٹل مختلف ۱۳۵ اشعار۔ ۳ پنجابی اشعار اور ۵ سرائیکی اشعار ہیں۔

کتاب کے مصنف مشہور صاحب قلم، ذوالمجد والکرم بلند اقبال حضرت علامہ مولانا افضال حسین نقشبندی زید مجدہ ہیں جن کا تعلق پڑوسی ملک پاک سے ہے۔

موصوف محترم کی اس سے پیشتر بھی کئی کتابیں منصہ شہود پر جلوہ فگن ہو کر ارباب علم ودانش سے داد وتحسین وصول کر چکی ہیں۔ موصوف بہت اچھے اور منجھے ہوئے قلم کار ہیں۔ قلم میں روانی ہے۔ انداز تحریر شستہ ودل چسپ، بات مدلل ومبرہن اور بحث معقولات ومنقولات کے جوہر خاص سے مرصع ہوتی ہے۔

امید ہے کہ گزشتہ کاوشوں کی طرح موصوف محترم کی یہ کاوش بھی خواص وعوام کو پسند آئے گی۔ دعا ہے اللہ پاک موصوف کی اس کتاب کو مقبول انام فرمائے۔ اور اس سے سب کو مستفیض فرمائے۔ اور موصوف کو دنیا وآخرت میں اس کا بہتر اجر عطا فرمائے۔

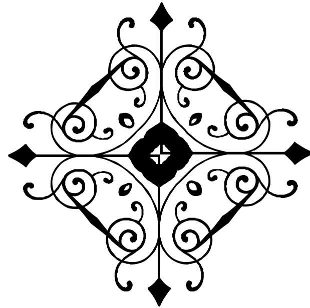
آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

خاکسار: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتر کھنڈ

مورخہ: یکم رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ۔ بروز سہ شنبہ

[ترتیب الخلفاء: ص ۳۲، ۳۳]



مسئلہ فدک اور خطاے اجتہادی

نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم!

امابعد!

چندماہ سے پوری دنیا کرونا وائرس کی زد میں ہے۔ لاتعداد اموات واقع ہو چکی ہیں، مزید سلسلہ جاری ہے۔ دنیا بھر کے انسان اس کرونا وائرس سے اپنی جان بچانے کی احتیاطی تدابیر میں مصروف ہیں۔ وہیں بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑھ رہا ہے کہ مسلمانان اہل سنت اس وبال جان کرونا وائرس کے ساتھ ایک اور مہلک ایمان ومضر اعمال وائرس بنام رافضیت سے نبرد آزما ہیں۔ یہ وائرس اہل سنت میں بڑی تیزی سے پھیلتا جارہا ہے۔ جاہل گدی نشینوں کے یہاں نشو ونما پاکر مال وز کے حریص وخدانا ترس گندم نما جو فروش، نام نہاد سنی علما کے ذریعہ اس وائرس کو فروغ مل رہا ہے۔ اس کی ایک بڑی مثال موجودہ مسئلہ فدک ہے جس کے ذریعہ چند نام نہاد سنی علما نے اہل سنت میں انتشار پیدا کر دیا ہے۔ رافضیت نواز علما مسئلہ فدک میں اس قدر پھدک رہے ہیں کہ سیدہ کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو معصومہ عن الخطا قرار دینے پر تلے ہیں۔ حالاں کہ یہ صرف انبیاے کرام اور فرشتوں کا خاصہ ہے غیر انبیاو رسل وملائک کوئی بھی معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ لہٰذا معاملہ فدک میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے خطاے اجتہادی کا صدور ہوا جو کوئی برائی وعیب کی بات نہیں۔

اہل سنت وجماعت کے معتقدات ونظریات میں سے ایک عقیدہ ونظریہ یہ بھی ہے کہ انبیاے کرام وفرشتگان عظام کے سوا کوئی معصوم عن الخطا نہیں۔ اہل بیت اطہار وصحابہ کرام محفوظ عن الخطا ہیں لیکن انبیاے کرام اور اصحاب وآل نبی سے خطاے اجتہادی کا وقوع ممکن ہے۔ اور خطاے اجتہادی موجب عذاب وعتاب نہیں بلکہ مورث اجر وثواب ہوتی ہے۔ اور یہ اہل سنت کا متفقہ نظریہ ہے۔

زیر نظر کتاب ”خطاے اجتہادی صفت مدح ہے صفت عیب نہیں“

اسی مسئلہ کی تفصیل پر مشتمل ہے۔ کتاب کی تصنیف محب گرامی قدر عالی وقار محترم حضرت مولانا مفتی محمد راحت خان صاحب قبلہ دام ظلہ نے فرمائی ہے۔

کتاب کے مندرجات پڑھ کر قلب لطف اندوز ہوا۔ اور طبیعت محظوظ ہوئی۔ موصوف نے اپنی تحریر منیر سے احقاق حق کا فریضہ بخوبی انجام دیا ہے۔ خطاے اجتہادی کو خطاے معصیت قرار دینے والوں کے لیے یہ کتاب درس عبرت ہے۔

موصوف نے اپنے استدلال میں آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، آثار صحابہ، اقوال محدثین وفقہا اور افادات رضویہ پیش کر کے مسئلہ کی خوب تر وضاحت پیش کر دی ہے۔ اور اہل سنت و جماعت کے متفقہ نظریہ عصمت وحفاظت کی بروقت حفاظت فرما کر ایک غیرت مند سنی عالم دین ہونے کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ موصوف اس سے پیشتر بھی کئی اہم اور حساس موضوعات پر خامہ طرازی فرما چکے ہیں۔ موصوف کی کئی اہم علمی و تحقیقی کتابیں منظر عام پر آکر خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔

دعا ہے اللہ پاک اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب و عترت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صدقے موصوف کی اس مبارک کاوش کو بھی اپنی بارگاہ میں مقبول تام فرما کر مقبول خاص وعام فرمائے۔

اور اہل سنت و جماعت کو مہلک ایمان وائرس رافضیت سے محفوظ و مامون فرمائے۔ مذہب اہل سنت و جماعت مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رکھے اور مذہب و مسلک کی خوب خدمت و ترویج کی توفیق بخشے۔

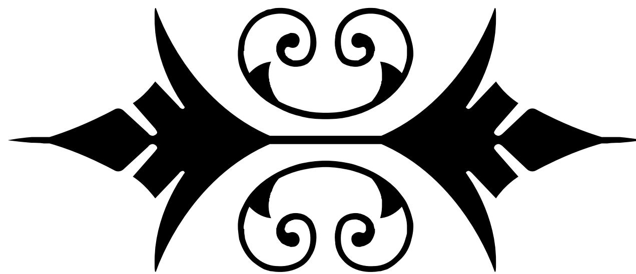
آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

یکے از غلامان اہل بیت واصحاب کرام:

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

[خطائے اجتہادی صفت مدح ہے صفت عیب نہیں: ص۶،۷]



تذکرہ علما و محدثین

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم!

قرآن پاک میں اللہ نے جگہ جگہ اپنے نیک بندوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ نبی کونین صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان اکثر نیک بندوں کا ذکر فرماتے رہتے تھے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اسلامی تاریخ جو آج زندہ ہے وہ اسی رسم قرآنی وعادت محبوب ربانی کی تعمیل کے سبب زندہ ہے۔

ہمارے یہاں آج بھی انبیاے کرام وفرشتگان عظام نیز نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک پانے والے صحابہ، ناموس رسالت پر جانیں قربان کرنے والے شہدا، عشق مصطفیٰ کے جام پلانے والے اولیا، تزکیہ قلب کرنے والے صوفیا، شریعت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاسداری کرنے والے علما، قرآن پاک کی تفسیر وتشریح کرنے والے مفسرین، حدیث کی شرح ووضاحت کرنے والے محدثین، بلکہ روایت کرنے والے ثقہ وضعیف رواۃ تک، فقہ کی تدوین وترویج کرنے والے فقہا، فقہ وفتاوی کے ذریعہ خدمت دین کرنے والے مفتیان کرام، علم دین کی نشرواشاعت کرنے والے علما وفضلا اور علم وعلما کی قدر اور خدمت کرنے والے صالحین بھی اچھائی سے یاد کیے جاتے ہیں۔ کتابوں میں ان کے تذکرے،

ان کی محفلیں، عرس جلسے، حتی کہ ان کی خدمات کو اجاگر کرنے والے تمام تر جائز کام کیے جاتے ہیں۔ اور ان کی بارگاہ میں خوب سے خوب تر عقیدتوں کے نذرانے پیش کیے جاتے ہیں۔

الغرض علما وصلحا کو یاد کرنا ان کا ذکر ان کی خوبیوں کو بیان کرنا خواہ قلمی طور پر ہو یا لسانی وزبانی طور پر ہمیشہ سے اسلام میں چلا آتا رہا ہے۔ اسی رسم مقدس کی پیروی کرتے ہوئے صاحب کتاب اخی المعظم، حضرت ذوالمجد والکرم اخی المعظم الخالی عن شین ومین حضرت مولانا محمد افضال حسین، نقشبندی زیدت افضالھم واقبالھم، نے زیر نظر کتاب (تذکرہ علما و محدثین) تحریر فرمائی۔

پاکان امت میں سے ۱۲ر مقدس وبرگزیدہ ہستیوں کو منتخب کیا اور ان کے تذکار، خیر کا ایک اہم فریضہ انجام دیا۔ وہ ۱۲ر علما و محدثین یہ ہیں:

(۱) امام قاضی اسماعیل بن اسحاق الجہضمی الازدی المالکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۲۸۲ ھجری)

(۲) امام حافظ ابی بکر احمد بن ابی عاصم النبیل رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۲۸۷ ھجری)

(۳) امام ابی حفص عمر بن احمد بن عثمان ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۳۸۵ ھجری)

(۴) امام ابوبکر محمد بن الولید الفہری الاندلسی الطرطوشی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۵۲۰ ھجری)

(۵) حافظ ابوالعباس احمد بن عیسی بن معد الاقلیشی الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:۵۵۰ ھجری)

(۶) امام ابوالفرج عبد الرحمن ابن الجوزی القرشی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:۵۹۷ ھجری)

(۷) امام ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:۱۰۱۴ ھجری)

(۸) حجۃ الاسلام، حضرت مولانا مفتی محمد حامد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:۱۳۶۲ ھجری)

(۹) شیر اھل سنت، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عنایت اللہ قادری رضوی حامدی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:۱۴۰۲ ھجری)

(۱۰) تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری الازہری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:۱۴۳۹ ھجری)

(۱۱) فقیہ العصر، حضرت علامہ مفتی محمد امین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:۱۴۳۹ ھجری)

(۱۲) حضرت قاری محمد حبیب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:۱۴۳۸ ھجری)

موصوف کی اس سے پیشتر بھی کئی کتابیں منظر عام پر آکر داد و تحسین وصول کر چکی ہیں۔ موصوف دور حاضر کے اصحاب قلم میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ فقیر سے کئی سال سے رابطہ ہے۔ عمدہ اخلاق اور بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں۔ جو لکھتے ہیں عمدہ لکھتے ہیں۔ اہم و نادر عناوین کا انتخاب کرتے ہیں۔ یہ انتخاب بھی ان کی عمدہ کارکردگی کی طرف عکاس ہے۔

دعا ہے اللہ پاک مصنف موصوف کو اس مبارک کاوش کا بہترین صلہ دنیا و آخرت میں نصیب فرمائے۔ اوران کے ساتھ ہمیں بھی بزرگوں کے فیضان سے مستفیض فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

خاکسار: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتر کھنڈ

مورخہ:۲۱ / رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ بروز جمعہ مبارکہ

[تذکرۃ العلماء والمحدثین: ص۲۸،۲۹]

شیخ الملائکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم!

امابعد:۔کچھ دنوں سے معتزلی فکر کے حاملین، اہل سنت وجماعت کے مخالفین،اولیاے کاملین کے معاندین خصوصاًسرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاسدین حضور سیدنا سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ کے فرمان عالی شان:

''الانس لھم مشائخ والجن لھم مشائخ والملئکۃ لھم مشائخ وانا شیخ الکل لاتقیسونی باحد لاتقیسوا علیٰ احدًا۔ رواہ الامام الاوحد ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی نور الملۃ لدین ابوالحسن قدس سرہٗ فی بھجۃ الاسرار قال اخبرنا ابوعلی الحسن بن نجم الدین الحور انی قال خبرنا الشیخ العارف ابو محمد علی بن ادریس الیعقوبی قال سمعت الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فذکرہ۔

آدمیوں کے لیے شیخ ہیں اور جن کے لیے شیخ ہیں اور فرشتوں کے لیے شیخ ہیں اور میں ان سب کا شیخ ہوں، مجھے کسی پر نہ قیاس کرو نہ کسی کو مجھ پر قیاس کرو(اس کو روایت کیا امام یکتا ابوالحسن علی بن یوسف بن حریر لخمی طنوفی نورالملۃ والدین قدس سرہٗ نے بہجۃ الاسرار میں ، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ابوعلی حسن بن نجم الدین حورانی نے،انہوں نے کہا ہمیں خبر دی شیخ عارف ابو محمد علی بن ادریس یعقوبی نے ، انہوں نے کہا میں نے شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا(آگے وہی حدیث ذکر کی)''[فتاوی رضویہ جدید:ج۲۸ص۳۶۴]

سے متعلق عام نوجوانوں کو ذہنی خلجان میں مبتلا کر رہے ہیں ،انہیں بہکا رہے ہیں کہ فرشتوں سے افضل کون ہوسکتا ہے ؟اور کس طرح ایک انسان فرشتوں کا شیخ ہوسکتا ہے ؟وغیرہ وغیرہ۔

حالاں کہ ان کو بخوبی معلوم ہے کہ جمہور مفسرین ومحدثین ،فقہاوعلماے ربانیین اولیاے کاملین اور صالحین یعنی امت کی اکثریت اس پر متفق ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انسانوں،فرشتوں بلکہ جملہ مخلوقات میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں۔ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ان کے بعد تمام مخلوقات میں انبیاے کرام کا مرتبہ ہے وہ تمام فرشتوں سے افضل واعلیٰ ہیں۔

اور پھر وہ فرشتے جو رسول ہیں وہ غیر انبیا انسانوں اور غیر رسل فرشتوں سے افضل ہیں۔

اور اولیاے کرام غیر رسل فرشتوں اور عام انسانوں سے افضل ہیں۔

اس تعلق سے محدثین و مفسرین اولیا و علماے ربانین نے بہت کچھ لکھا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مستطاب "الحبائک فی اخبار الملائک" میں اس تعلق سے سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ قطع نظر مکمل بحث سے بس ایک دو اقتباسات پیش ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ امام سیوطی علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں:

"اعلم أن هنا ثلاث صور أ، الأول: التفضيل بين الأنبياء والملائكة، وفي هذه ثلاثة أقوال: أحدها: أن الأنبياء أفضل وعليه جمهور أهل السنة واختاره الإمام فخر الدين في الأربعين وفي المحصل......الصورة الثانية: التفضيل بين خواص الملائكة، وأولياء البشر، وهم من عدا الأنبياء وهذه الصورة لا نعلم فيها خلافا أن خواص الملائكة أفضل، وقد نقل الشيخ سعد الدين التفتازاني في شرح العقائد الإجماع على ذلك۔"

یعنی اس بحث میں تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت انبیاے کرام اور فرشتگان عظام کے درمیان تفضیل۔ اور اس سلسلے میں تین اقوال ہیں۔

پہلا قول: انبیاے کرام افضل ہیں جمہور اہل سنت کا یہی موقف ہے اور امام فخر الدین رازی نے اربعین اور محصل میں اسی کو پسند فرمایا ہے۔.....الخ۔

دوسری صورت:۔ خواص ملائکہ اور انبیاے کرام کے علاوہ اولیاے کرام کے درمیان تفضیل، تو اس سلسلے میں ہمیں نہیں معلوم کہ کسی نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ خواص ملائکہ افضل ہیں۔ شیخ سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔"

کچھ بحث کے بعد مزید تحریر فرماتے ہیں:

"نبينا محمد صلى الله عليه وسلم خير الخلائق أجمعين من ملك وبشر، فهذا ينبغي أن يطلق إطلاقا ويصمم عليه اعتقادا، .....وخير الناس بعد الأنبياء والملائكة أبوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي، وهذا مقرر في كتب الكلام وكتب الحديث بما لا يحتاج معه إلى إعادة، وقال في منظومته النونية:

ملاحظہ کریں ؎

ونبينا خير الخلائق أحمد	ذو الجاه عند الله والسلطان
لا خلق أفضل منه ولا بشر	ولا ملك ولا كون من الأكون
والرسل بعد محمد درجاتهم	ثم الملائك عابدو الرحمن
ثم الصحابة مثل ما قد رتبوا	فالأفضل الصديق ذو العرفان

یعنی ہمارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم، علی الاطلاق، بطور اعتقاد انسانوں اور فرشتوں بلکہ تمام مخلوقات سے بہتر ہیں اور انبیا و ملائکہ کے بعد حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان پھر حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

بہتر ہیں۔اور یہ کلام وحدیث کی کتابوں میں مقرر ہے، یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ منظومہ نونیہ میں کہا:

ہمارے نبی احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مخلوقات میں سب سے بہتر ہیں اور اللہ کے یہاں صاحب مرتبہ اور سلطان ہیں۔انسان وفرشتہ مخلوقات میں کوئی بھی ان سے افضل پیدا نہیں ہوا۔اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بعد انبیاو رسل کا مقام ہے۔پھر اللہ کی عبادت کرنے والے فرشتے۔پھر حسب مراتب صحابہ کرام ان میں صاحب عرفان صدیق اکبر افضل ہیں۔"

مزید فرماتے ہیں:

"وفی أسئلة الصفار من أئمة الحنفية: سئل عن تفضيل الملائكة والبشر أيهما أفضل فقال: خواص بني آدم وهم الأنبياء أفضل من خواص الملائكة وخواص الملائكة أفضل من عوام بني آدم، وعوام بني آدم أفضل من عوام الملائكة.وكذا في عقيدة الإمام أبي منصور الماتريدي۔

یعنی ائمہ احناف میں سے امام صفار کی کتاب اسئلۃ میں ہے کہ سوال کیا گیا کہ انسان اور فرشتوں میں کون افضل ہے؟تو فرمایا کہ انسانوں کے خواص یعنی انبیاے کرام فرشتوں کے خواص سے افضل اور خواص ملائکہ عام انسانوں سے افضل اور عوام بنی آدم (یعنی اولیاے کرام وغیرہم) عوام فرشتوں سے افضل ہے۔امام ابو منصور ماتریدی علیہ الرحمۃ کی کتاب "العقیدۃ الماتریدیۃ" میں بھی ایسا ہی ہے۔"

[الحبائک فی اخبار الملائک:ص ۲۰۳۔۲۰۴۔۲۴۲۔۲۴۵]

شارح بخاری شیخ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اپنی کتاب شرح بخاری میں رقم طراز ہیں:

"وأصحابنا الحنفية فصلوا في هذا تفصيلاً حسناً وهو أن خواص بني آدم أفضل من خواص الملائكة، وعوام بني آدم أفضل من عوامهم، وخواص الملائكة أفضل من عوام بني آدم۔

یعنی ہمارے اصحاب احناف نے اس مسئلہ کی نہایت ہی عمدہ تفصیل بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ خواص بنی آدم خاص فرشتوں سے اور عوام بنی آدم عام فرشتوں سے اور خواص ملائکہ عام انسانوں سے افضل ہیں۔"

[عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: کتاب التوحید۔ج۲۵ص۱۰۱۔رقم الحدیث،۷۴۰۵]

فقہ حنفی کی معتبر کتاب البحر الرائق شرح کنز الدقائق کی عبارت بھی ملاحظہ ہو:

"والمختار عندنا أن خواص بني آدم وهم الأنبياء والمرسلون أفضل من جملة الملائكة وعوام بني آدم من الأتقياء أفضل من عوام الملائكة وخواص الملائكة أفضل من عوام بني آدم، ونص قاضي خان على أن هذا هو المذهب المرضي۔

ہم احناف کے نزدیک مختار یہ ہے کہ مخصوص انسان یعنی انبیا اور مرسلین تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔ اور متقی و پرہیزگار انسان عام فرشتوں سے افضل ہیں اور خاص فرشتے عام انسانوں سے افضل ہیں۔اسی پر قاضی خاں نے جزم فرمایا۔اور یہی مذہب مختار ہے۔"[البحر الرائق شرح کنز الدقائق:ج۱ص ۳۵۳۔آداب الصلاۃ]

امام اہل سنت، مجدد دین وملت، حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کا بیان کردہ خلاصہ بھی ملاحظہ فرمائیں !آپ رقم طراز ہیں:

"حدیث میں ہے رب العزۃ جل وعلا فرماتا ہے: عبدی المؤمن احب الیّ من بعض ملٰئکتی۔ میرا مسلمان بندہ مجھے میرے بعض فرشتوں سے زیادہ پیارا ہے۔ ہمارے رسول ملائکہ کے رسولوں سے افضل ہیں، اور ملائکہ کے رسول ہمارے اولیا سے افضل ہیں، اور ہمارے اولیا عوام ملائکہ یعنی غیر رسل سے افضل ہیں اور یہاں عوام مومنین سے یہی مراد ہے، نہ فسّاق وفجار کہ ملائکہ سے کسی طرح افضل نہیں ہوسکتے۔ انسان صفت ملکوتی و بہیمی و سبعی و شیطانی سب کا جامع ہے جو صفت اس پر غلبہ کرے گی اس کے منسوب الیہ سے زائد ہوجائے گا کہ اگر ملکوتی صفت غالب ہوئی کروڑوں ملائکہ سے افضل ہوگا۔اور بہیمی غالب ہوئی تو بہائم سے بدتر اولٰئك کالانعام بل ھم اضل۔(جو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ ہیں۔) یونہی سبعی وشیطانی وہابیہ کو دیکھو، شیطان کہ ان سے سبق لیتا ہے، ابلیس کو ہزاروں برس کی عمر میں نہ سوجھی تھیں جو انہیں سوجھتی ہیں۔"[فتاویٰ رضویہ جدید:ج۲۹۔ص۳۹۱،۳۹۲]

الحاصل انسانوں میں انبیاے کرام ورسلان عظام علیہم الصلوات والتسلیمات تمام فرشتوں سے افضل ہیں اور اولیاے کرام عام فرشتوں سے افضل ہیں۔اور یہ جمہور امت کا نظریہ ہے۔اور جب یہ واضح ہوگیا کہ اولیاے کرام کو عام فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے تو پھر مخالفین کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ایک ہزار سال سے امت کی اکثریت اس پر بھی متفق ہے کہ غوث الثقلین، نجیب الطرفین، غوث الاغواث، حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر محی الدین جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سرآمد اولیا، سید الاولیا، سلطان الاولیا ہیں۔

ان کے مقام ومرتبہ سے دنیا میں کون سا مسلمان ہے جو واقف نہیں۔اہل محبت میں کون بچا جو ان کے فیضان کرم سے محظوظ نہ ہوا ہو۔کون سا ولی، قطب، غوث ہے جو آپ کا رہین منت نہیں۔امام عشق ومحبت حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ نے کیا ہی خوب ارشاد فرمایا: ؎

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے والا تیرا	اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا	اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا
بحر وبر شہر وقریٰ سہل وحزن دشت وچمن	کون سے چک پہ پہنچتا نہیں دعویٰ تیرا

مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر	کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
تیری سرکار میں لاتا ہے رضاؔ اس کو شفیع	جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

آٹھ سو سال کا طویل عرصہ بیت گیا مگر آپ کی عظمت شان و رفعت مکان میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔ یہ الگ بات کہ ہر دور میں آپ کے مخالف و حاسدین آپ کی عظمت شان گھٹانے اور آپ کا ذکر خیر مٹانے میں لگے رہے ہیں مگر بقول امام عشق و محبت ، حاسدین و مخالفین و معاندین خود ہی مٹ گئے بے نام و نشان ہو گئے۔ امام فرماتے ہیں: ؎

اس پہ یہ قہر کہ چند مخالف تیرے	چاہتے ہیں کہ گھٹادیں کہیں پایہ تیرا
عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے	یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا
ورفعنا لک ذکر کا ہے سایہ تجھ پر	بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے	نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے	جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
دل اعدا کو رضاؔ تیز نمک کی دھن ہے	اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا
اے رضاؔ چیست غم از جملہ جہاں دشمن تست	کردہ ام ما من خود قبلہ حاجاتے را

بالجملہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عام فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے اور وہ ان کے شیخ ہیں۔

آمدم برسر مطلب:۔ زیر نظر کتاب "شیخ الملائکہ" اسی اہم بحث پر مشتمل ہے۔ ضروری تھا کہ معتزلی فکر کے حاملین اور گمراہ کن فرقوں کے مبلغین یعنی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین، معاندین و حاسدین کی دسیسہ کاریوں و ریشہ دوانیوں کا سدباب کیا جائے اور ان کے بے جا اعتراضات و مزخرفات کا جواب دیا جائے، جس کی طرف عزیز گرامی قدر، فاضل نوجوان، صاحب قلم، حضرت مولانا محمد فہیم جیلانی احسن مصباحی معصوم پوری مرادآبادی حفظہ اللہ الھادی، نے توجہ فرمائی۔

موصوف گرامی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس اہم عنوان کو منتخب کر کے نہایت ہی احسن انداز میں موضوع کا حق ادا کرتے ہوئے مدلل و مفصل مسکت و دنداں شکن جواب تحریر فرمایا ہے۔ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، آثار صحابہ، نصوص فقہا اور اقوال اولیا و علما سے کتاب کو مزین کیا ہے، جس سے کتاب کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

دعا ہے اللہ پاک اپنے حبیب پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے صدقے اس کتاب کو مقبول خاص و عام فرمائے،

صاحب کتاب کو بہتر اجر عطا فرمائے اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں کامیابیاں عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیاز کیش:۔ محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی۔ خادم نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

مورخہ: ۱۵/ صفرالمظفر ۱۴۴۵ھ

[شیخ الملائکۃ: ص ۱۱ تا ۱۷]

کتاب "تذکرہ غوث الوریٰ بافادات امام احمد رضا" عمدہ کاوش

باسمہ تعالیٰ!

محبوب سبحانی، مقبول یزدانی، قطب ربانی، غوث صمدانی، شہباز لامکانی، پیر لاثانی، سیدنا شیخ شاہ عبد القادر جیلانی حسنی حسینی علیہ الرحمۃ والرضوان، کی مبارک ذات، منبع برکات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔

آپ کے وصال کو لگ بھگ نو سو سال کا طویل عرصہ گزر گیا مگر آج بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ یہیں کہیں ہمارے آس پاس جلوہ فرما ہیں۔ مساجد، مدارس، خانقاہوں، جلسوں، کانفرنسوں میں جس کثرت سے آپ کا ذکر جمیل ہوتا ہے، کرامات سنائی جاتی ہیں، منقبت آمیز نغمے و ترانے گنگنائے جاتے ہیں، نیازیں پیش کی جاتی ہیں، لنگر تقسیم کیے جاتے ہیں، اور آپ کی مبارک سوانح، پر مفصل و مدلل مضامین تحریر کیے جاتے ہیں، کتابیں لکھی جاتی ہیں، یہ خصوصیت اولیاے کرام علیہم الرحمۃ میں سوائے آپ کے کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔

یوں ہی یہ بات بھی مبالغہ سے بالکل خالی ہے کہ نو سو سال میں آپ کی ذات بابرکات پر لکھنے والوں نے خوب لکھا لیکن قصیدہ خوانی و مدح سرائی کے حوالے سے جو شہرت و مقبولیت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے حصے میں آئی وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔

اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو یہ تمغہ امتیاز کیوں حاصل نہ ہو جب کہ آپ پر سرکار غوث اعظم کا سایہ رحمت سائبان بن کر چھایا رہتا ہے۔ خود فرماتے ہیں ؎

رضا کے سامنے کی تاب کس میں
فلک وار اس پہ تیرا ظل ہے یا غوث

بارگاہ غوثیت میں آپ کی منقبت خوانی کیوں نہ مقبول ہو کر زبان زد عام و خاص ہوتی کہ غوث اعظم کے مدح سراؤں اور ثنا خوانوں میں شامل ہونے کی شدید ترین خواہش و تمنا اور مخلصانہ تڑپ جو آپ اپنے دل میں رکھتے تھے، فرماتے ہیں ؎

فخر آقا میں رضؔا اور بھی اک نظم رفیع
چل لکھا لائیں ثنا خوانوں میں چہرا تیرا

یوں ہی جب سرکار غوث اعظم ہی کو مانگ لیا تو پھر امتیازی شان تو حاصل ہونا ہی تھی ؎

کہا تو نے کہ جو مانگو ملے گا
رضؔا تجھ سے ترا سائل ہے یا غوث

آمدم بر سر مطلب:۔ زیر نظر کتاب **"التذکرۃ الغوثیۃ من الافادات الرضویۃ" (تذکرہ غوث الوریٰ بافادات امام احمد رضا)** سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی شان بابرکات میں رقم کردہ، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی متفرق تحریروں کا مجموعہ ہے۔

امام اہل سنت کی فتاوی رضویہ شریف، کی تیس جلدوں اور چند دیگر تصانیف میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے مختلف موضوعات پر علمی و تحقیقی بحثوں پر مشتمل مفصل و مدلل تحریریں اگر کہیں یکجا پڑھنے کو مل جائیں تو بلا شبہ باذوق قارئین کے لیے یہ بہت بڑی اور خوشی کی بات ہوگی اور وہ ان علمی و قیمتی جواہر پاروں سے بخوبی لطف اندوز و محظوظ ہو سکیں گے۔

مؤلف کتاب، محب گرامی وقار، حضرت مولانا مفتی محمد قیصر رضا رضوی زید مجدہ، نے قادریوں، رضویوں کو یہ عمدہ سوغات، اور بیش قیمتی تحفہ پیش کر کے بلا شبہ اہم خدمت سرانجام دی ہے۔ اس سے پیشتر بھی محترم موصوف کی چند کتابیں منظر عام پر آکر عوام و خواص سے داد و تحسین وصول کر چکی ہیں۔ نیز جلد ہی اردو اور انگلش کے علمی و تحقیقی فتاوی کا مجموعہ منصہ شہود پر جلوہ فگن ہونے کو ہے۔

مؤلف موصوف ستھری فکر رکھنے والے عالم دین، مذہب و مسلک کا درد رکھنے والے مخلص مبلغ، ماہر و قابل، زمانہ شناس مفتی، مختلف زبانوں کے عمدہ خطیب قادر الکلام شاعر اور اردو و عربی کے بہترین ادیب ہونے کے ساتھ ایک منجھے ہوئے صاحب قلم بھی ہیں، درج ذیل کتاب جس پر شاہد ہے۔

دعا ہے اللہ پاک موصوف کا اقبال بلند فرمائے، خوب ترقیاں بخشے، خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے، خاص کر زیر نظر مبارک کاوش کو مقبول خاص و عام فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

غلام غلامان غوث و خواجہ، رضا: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ۔

۵/ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ

[تذکرہ غوث الوریٰ بافادات امام احمد رضا: ص۱۶ تا ۱۸]

وہی احمد رضا جن پر تصوف ناز کرتی ہے

مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کے ان کے دیوانے گئے

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ جہاں ایک باکمال فقیہ، شاندار مفتی، عظیم محدث، ممتاز مفسر، یکتاے روزگار منطقی وفلسفی، بہترین خطیب، ماہر مدرس، بے مثال مصنف، مخلص مفکر ومدبر، علم کلام، معانی، نحو، صرف، توقیت، ہیئت الغرض مروجہ وغیر مروجہ قدیم وجدید سیکڑوں علوم وفنون کے ماہر تھے وہیں ایک منفرد المثال صوفی بھی تھے۔ آپ امام اعظم، غوث اعظم، غزالی، رازی، سعدی، شیرازی، شعرانی، جنید، بایزید، سری سقطی، حلاج، شبلی، عطار، تبریز، مولاے روم، امیر خسرو، جیسے تصوف کے مایہ ناز صوفیاے کرام کی صوفیانہ زندگی کا عکس جمیل تھے۔

آج کے دور پر فتن میں جہاں تصوف ایک مذاق بن کے رہ گیا ہے۔ کالا پیلا، کپڑا لپیٹ لیا اور تصوف کے امام بن بیٹھے، نماز روزوں سے دور، علم سے کورے، قوانین شریعت کی خلاف ورزی کرنے والے، کفر واسلام کی سرحد سے الگ دور دنیا بسانے والے خود کو صوفی کہلانے لگے، علما کو حقارت کی نظروں سے دیکھنے والے، مسجدوں مدرسوں سے دور خانقاہ کے نام پر چرس گانجے، گانے باجے عورت ومرد کی مخلوط بھیڑ، میلے ٹھیلے لگا کر بیٹھ گئے اور تصوف کے نام پر شیطانی چال بازیوں، فریب کاریوں سے عوام بلکہ بعضے خواص تک کو شریعت سے دور کرنے کا ناپاک کام کرنے میں مصروف ہیں۔ اپنی خلاف شرع ہفوات وخرافات اور مزخرفات کو تصوف کا نام دے کر قوم کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ایسے ہی نام نہاد خود ساختہ تصوف کے ٹھیکیداروں، خود کو جنید وبایزید، شبلی ورازی غزالی وسعدی سمجھنے والوں، تصوف کی آڑ میں شریعت کی خلاف ورزی کرنے والوں، مغلظات وہفوات کو حق اور تصوف سے تعبیر کرنے والوں، اپنی غلط بات کو منوانے کے لیے اسلاف اصفیاے کرام کو سب وشتم کرنے والوں، شریعت وطریقت کو الگ بتا کر اپنی من مانی کرنے والوں کے حوالے سے مولاے روم نے فرمایا تھا ؎

حرف درویشاں بدزدیدہ بسے | تا گماں آید کہ ہست او خود کسے
خردہ گیرد در سخن بر بایزید | ننگ دارد از درون او یزید
ہرکہ داند مر را چوں بایزید | روز محشر حشر گردد با یزید

''یعنی گندم نما جو فروش صوفی بزرگوں کے الفاظ چرا لیتے ہیں تا کہ لوگ انہیں بھی صوفی سمجھنے لگیں یہ لوگ اپنی باتوں میں بایزید بسطامی پر بھی نکتہ چینی کرتے ہیں حالاں کہ ان کا باطن اس قدر کالا ہوتا ہے کہ یزید بھی دیکھ کر شرما جائے۔ جو شخص بھی ایسے صوفیوں کو بایزید کی طرح سمجھے گا اس کا حشر قیامت کے دن یزید کے ساتھ ہوگا۔'' [مثنوی مولانا روم، دفتر اول، حصہ دوم، ص۲۴۶]

شیخ محقق علی الاطلاق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''حشویہ روز گار میگویند ما نیستم ہمہ اوست وایں ہمہ را توحید نام کنند وبایں بہانہ ازدائرہ امرونہی بیرون آیند وہر چہ خواہند بگویند وہر چہ خواہند بکنند وخود را درویش وصوفی نام نہنند ؏

بد نام کنندہ نکو نامی چند

اعاذنا اللہ من ذلك۔

یعنی آج کل بے دین لوگ کہتے ہیں سب کچھ وہی ہے اور اس کا نام انہوں نے توحید رکھا ہے۔ اور اسی بہانہ سے وہ اوامر ونواہی شرع سے باہر نکل جاتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں کہتے ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ خود کو درویش وصوفی کہلاتے ہیں۔ اور اس طرح یہ چند بدنام زمانہ صوفی نیکوکار حضرات کو بدنام کرتے ہیں ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔'' [فارسی مکتوبات شیخ عبد الحق: ص۳۳۸]

حضور اعلیٰ حضرت نے مقال عرفا باعزاز شرع وعلما میں ایسے ہی نام نہاد صوفیوں کا ذکر کرتے ہوئے امام عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کی حدیقہ ندیہ کے حوالے سے بڑی زبردست بات بیان فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو:

''اے عاقل! اے حق کے طالب! ...... تجھے حد سے گزرے ہوئے ان جاہلوں کی باتیں دھوکے میں نہ ڈالیں جو اپنی طرف سے صوفی بنتے ہیں لیکن وہ خود بگڑے ہوئے اور دوسروں کو بگاڑنے والے ہیں۔ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ وہ شریعت کے راستے سے ٹیڑھے ہو کر جہنم کے راستے پر چلتے ہیں جو شخص علمائے شریعت کی راہ سے باہر ہے وہ طریقت کے بزرگوں کے مسلک سے خارج ہے۔

کیوں کہ ایسے لوگ شریعت کے آداب سے منہ پھیرنے کو اختیار کیے ہوئے ہیں اور اس کے مضبوط قلعوں میں پناہ لینے کو چھوڑے بیٹھے ہیں، تو ایسے لوگ شریعت کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہیں۔ اگر چہ ان لوگوں کا دعوی یہ ہے کہ یہ لوگ انوار سے روشن ہیں۔ طریقت کے جملہ جلیل القدر بزرگ تو شریعت کے آداب پر قائم ہیں۔ اور احکام الٰہی کی تعظیم کے معتقد ہیں۔

اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں کمالات کا تحفہ دیا اور طریقت سے بے خبر اپنی خرافات پر دھوکے کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور ظاہر میں مسلمان لیکن حقیقت میں کافر ہیں۔ ایسے لوگ ہمیشہ اپنے وہموں کے بتوں کے

سامنے ادب سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ شیطان جو وسوسے ان کے ذہن میں ڈالتا ہے یہ انہیں وسوسوں اور فتنوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور یہ مکمل بربادی ہے ان کے لیے جوان کا پیرو کار ہو یا ایسوں کے کاموں کو اچھا جانے اور یہ بربادی اس لیے ہے کہ وہ راہ خدا کے ڈاکو ہیں" [مقال عرفا باعزاز شرع وعلما: ص ۳۲، ۳۳]

بالجملہ ایسے نازک دور میں جہاں تصوف کے نام پر ہوس پرستی، نفس پرستی اور شکم پرستی عام ہے، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ کی ذات بابرکات مشعل راہ ہے۔ اگر تصوف کے اصلی ذائقہ سے محظوظ ہونا چاہتے ہیں تو اعلیٰ حضرت کی بارگاہ سے وابستہ ہو جائیں۔ آپ کی تصوف آمیز کتابیں مطالعہ کریں، صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے کلام ملاحظہ کریں، آپ کی سوانح و سیرت پر لکھی گئی کتابوں سے تصوف کے سبق اخذ کر کے ان پر عمل پیرا ہوں۔

یوں تو اعلیٰ حضرت کی تصوفانہ زندگی پر ان سو سالوں میں کافی کچھ لکھا گیا ہے، مگر کہیں کہیں ایسا لکھا گیا ہے کہ پڑھنے میں قاری کو تصوف کا مزہ اور صوفیانہ لطف حاصل ہوتا ہے۔ زیر نظر کتاب "صوفی باصفا امام احمد رضا" ہی دیکھیں کتاب کو پڑھتے ہوئے ایک عجیب سی روحانی کیفیت حاصل ہوتی ہے، اعلیٰ حضرت کی صوفیانہ زندگی کے منفرد المثال زاویے ہمیں غزالی و رازی سعدی و شیرازی جنید و شبلی مولائے روم اور امیر خسرو کی یاد دلا دیتے ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی صوفیانہ زندگی پر لکھنے والا بھی کوئی عام فرد نہیں ہے بلکہ تصوف سے اس ذات کا بھی گہرا رشتہ ہے، صوفیانہ مزاج جس کی شناخت ہے، صوفی جس کا لقب ہے، زمانہ جسے صوفی ملت، ناشر مذہب امام اعظم و مسلک اعلیٰ حضرت، مفکر قوم وملت، خلیفہ حضور تاج الشریعہ، حضرت علامہ مولانا قادر ولی محمد قادری رضوی حبیبی دامت معالیہم کے حوالے سے جانتا ہے۔

محترم موصوف نے اس کتاب کی ترتیب میں خاصہ محنت سے کام لیا ہے۔ کتاب کے اکثر حصے مطالعہ کیے خوب لطف حاصل ہوا۔ چند مقامات تو واقعی بار بار پڑھنے کے لائق تھے قارئین بھی محظوظ ہوں۔ محترم موصوف رقم طراز ہیں:

"صوفی کا عمل بھی اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اس کے عمل کا آپ جائزہ لیں اور اس سے متعلق جو بھی نظریہ آپ قائم کریں اور اس کی وضاحت جیسا آپ چاہیں کریں پھر بھی آپ یہی محسوس کریں گے کہ اس کے اعمال کا یہ بھی تو ایک پہلو ہو سکتا ہے۔ غرض صوفی کے تعلق سے اس قسم کے خیال کا پیدا ہونا اس کے صوفی دراصل ولی کامل ہونے کی دوسری دلیل ہے۔ آپ اعلیٰ حضرت کے ایک ایک عمل کا مطالعہ کریں اور اس کی تعبیر وتشریح کرنے کی سعی فرمائیں تو آپ بھی ایسا ہی محسوس کریں گے کہ آپ نے اعلیٰ حضرت کے جس عمل کی توضیح کی ہے اس

کا دوسرا رخ بھی ہو سکتا ہے۔"

مزید تحریر فرماتے ہیں:

"انسانی فطرت یہ ہے کہ وہ اپنی تعریف سے خوش ہوتا ہے، لیکن بات صرف خوش ہونے تک ہی نہیں رہتی بلکہ خود بینی، غروراور تکبر تک پہنچ جاتی ہے۔اور جب اس کی مذمت کی جاتی ہے تو وہ ناخوش ہوتا ہے اور پھر یہی جذبہ غم وغصہ میں تبدیل ہوکر انتقام اور لڑائی جھگڑے کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔لیکن وہ افراد جو تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی منزل سے گزر چکے ہوتے ہیں وہ ان ہر دو جذبوں سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ وہ نہ اپنی تعریف وتوصیف سے خوش ہوتے ہیں اور نہ تذلیل وتنقیص سے غم وغصہ کا اظہار کرتے ہیں۔اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ان کے علم اور قلمی مجاہدے کے سبب حرمین طیبین کے اکابر علمانے بے شمار تعریفی اور توصیفی خطوط لکھے مگر کبھی آپ کو اپنی مدح سن کر خود بینی کا احساس پیدا ہوا نہ کبھی غرور سے سر اونچا کیا"

[صوفی باصفاامام احمد رضا:ص۱۸۶]

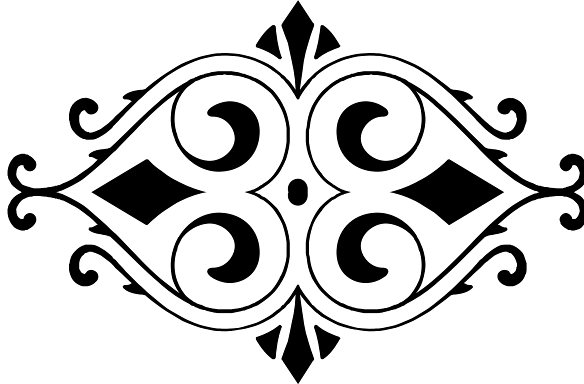
الحاصل: زیر نظر کتاب "صوفی باصفاامام احمد رضا" واقعی لائق مطالعہ کتاب ہے۔محترم صوفی ملت دام ظلہ نے اس کتاب میں اعلیٰ حضرت کے تصوف آمیز افعال واعمال اور اقوال کو جمع کرنے کی سعی جمیل فرمائی ہے۔اللہ پاک موصوف محترم کو اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے اور ان کے ساتھ ہمیں بھی امام اہل سنت کے تصوفانہ رنگ ڈھنگ کا صدقہ عطا فرمائے۔اور دور حاضر کے نام نہاد صوفیوں سے محفوظ فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

۲۳ر شوال المکرم ۱۴۴۰ھ



تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

یہ دور پر فتن مسلمانوں کے لیے امتحان کا دور ہے۔ مسلمان ہر روز نت نئے فتنوں سے دوچار ہو رہے ہیں۔ الحاد ولادینیت وگمراہیت کے پروردہ، اسلام دشمن عناصر، اسلام کے لبادے میں مسلمانوں کے ایمان واعمال پر شب خون مارنے پر تلے ہیں، بداعتقادی و بداعمالی کا زور ہے۔ قرآن و حدیث کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ کرنے والی جماعتیں آئے دن جنم لے رہی ہیں۔ معمولات و نظریات اسلام میں تبدیلیوں کی ناپاک سازشیں کی جارہی ہیں۔

ناموس رسالت پر مرمٹنے والے مسلمانوں کے دلوں سے محبت رسول ختم کرنے کی تدبیریں عمل میں لائی جارہی ہیں۔ تاریخ اسلام کو مسخ کرنے کی ناکام کوششیں کی جارہی ہیں۔ اہل بیت اطہار کی جھوٹی محبت کے مدعی لوگ صحابہ کرام پر تبرا و سب وشتم کو ذریعہ نجات سمجھ بیٹھے ہیں، سستی شہرت کے متمنّی، دولت کے حریص، بدباطن وبددل تصوف کے ٹھیکیدار ہو رہے ہیں، تزکیہ و تصفیہ قلب کے نام پر سادہ لوح مسلمانوں کی جیبیں صاف کرنے کے کاروبار نے زور پکڑا ہوا ہے۔ ریاکاری کو خلوص تصور کیا جارہا ہے، اور خلوص کو مکاری وفریب دہی سے تعبیر کیا جارہا ہے۔ تحریر وتقریر کی تاثیر کم ہوتی جارہی ہے۔ بہت سی خانقاہوں کی پاکیزہ مسندوں پر جھوٹے مکار، شریعت سے بیزار، بدعمل، بدکردار، نفس پرست وبوالہوس شیطان صفت نام نہاد صوفی، پیر، مجاور براجمان ہیں جو تصوف کے نام پر کھلے عام صبح سے شام تک بے ایمانی کررہے ہیں۔ اور سیدھے سادے مسلمانوں کے ایمان واعمال کی ڈکیتی کر کے خود کو اپنی خام خیالی سے غوث وقطب وابدال اور نہ جانے کیا کیا سمجھ بیٹھے ہیں۔ جاہل پیروں کو علمائے حقہ پر برتری دی جارہی ہے۔ جعلی سادات میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔

ایسے ناگفتہ بہ حالات میں ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو ان کے اصل دین سے روشناس کرایا جائے۔ قرآن وحدیث کے مسلمہ اصول پڑھائے جائیں۔ دین داری وپرہیزگاری کے اسباق یاد کرائے جائیں۔ اسلاف کی تعلیمات عام کی جائے۔ مذہب ومسلک میں داخل غیر شرعی امور کی کٹائی چھٹائی کی جائے۔ مسلمانوں میں افتراق وانتشار کے اسباب تلاش کر کے ان کے دفعیہ کی آسان صورتیں نکالی جائیں۔ تصوف کے اصل خدوخال دکھائے جائیں۔ شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کے باہمی ربط وتعلق سے ہر عام وخاص کو آگاہی بخشی جائے۔ طریقت وولایت کو شریعت سے جدا سمجھنے والے، شریعت کے بغیر غوث وقطب بن جانے والے پاکھنڈیوں کی خبر گیری کی جائے۔ صوفیائے کرام اور علمائے کرام کے باطل سوز، ضلالت شکن نظریات، ایمان افروز معمولات اور روح پرور تعلیمات کی تشہیر کی جائے۔ مسلمانوں کو شریعت مصطفیٰ کے سانچے میں ڈھالنے کی ہر ممکن تدبیر

عمل میں لانے کی سعی کی جائے۔ مخلصانہ اور بے لوث خدمات کے ذریعہ مذہب و مسلک کی ترویج اشاعت کی جائے۔ لوجہ اللہ خدمت خلق کا فریضہ انجام دیا جائے۔ الغرض حق و باطل میں امتیاز اور دین اسلام و شریعت مصطفیٰ کے فروغ میں مجاہدانہ، منصفانہ کردار ادا کر کے اپنے مسلمان ہونے کا حق ادا کیا جائے۔

دور حاضر میں بہت سے جہلا مرید اپنے پیروں کی تصویریں، دکانوں مکانوں میں آویزاں کر کے تصویر پر ہار پھول چڑھا کر، اس کے پاس اگربتی ولوبان سلگا کر صبح و شام اس تصویر کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر عقیدت مندی کے طور پر مشرکانہ عمل کو تقویت دے رہے ہیں۔ ایسے ماحول میں ''تصور شیخ'' کا پاکیزہ عمل انہیں ہر ایمان شکن، باطل آمیز کام سے محفوظ رکھے گا۔

تصور شیخ در حقیقت بارگاہ مصطفیٰ تک پہنچنے کا مقدس ترین راستہ اور پاکیزہ ذریعہ ہے۔ ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ نبوت، رسالت، شہادت، شریعت، ولایت، طریقت، معرفت، حقیقت، طہارت سب کا تعلق مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ ان کے بغیر ان میں سے کسی چیز کا وجود متصور نہیں۔

خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ ہدایت رسول رامپوری قدس سرہ القوی نے کیا ہی خوب فرمایا تھا ؎

تری الفت میں مر مٹنا شہادت اس کو کہتے ہیں
ترے کوچے میں ہونا دفن جنت اس کو کہتے ہیں
تجھی کو دیکھنا تیری ہی سننا تجھ میں گم ہونا
حقیقت، معرفت اہل طریقت اس کو کہتے ہیں
ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں
تمہارے غیر کے خطرے سے کرنا پاک باطن کو
صنم پیر مغاں غسل طہارت اس کو کہتے ہیں
ولایت امتحان دوست میں ثابت قدم رہنا
بلاؤں سے نہ گھبرانا کرامت اس کو کہتے ہیں

اور امام اہل سنت نے دو مصرعوں میں خلاصہ یوں پیش کیا ؎

انہیں مانا انہیں جانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

زیر نظر کتاب ''امام احمد رضا اور تصور شیخ'' اسی پاکیزہ سلسلے کی ایک مقدس کڑی ہے۔ دور حاضر کے

پاکھنڈیوں کے اختراعی تصوف اور فریب کاریوں پر مبنی غیر شرعی و غیر معقول تصوف کُش معمولات سے خود کو بچانے کے لیے اصل تصوف و صوفیانہ تعلیمات سے آشنا ہونا بہت ضروری ہے، جس کے لیے امام اہل سنت کی منصفانہ کردار ادا کرنے والی صوفیانہ تحریریں بہت معاون و مدد گار ثابت ہوتی ہیں۔

زیر نظر کتاب کے مندرجات پڑھنے سے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قدس سرہ الرحمن نے تصوف کے میدان میں بھی امتیازی شان حاصل کی ہے۔ تصوف کا اصل رنگ دیکھنا ہے، صوفیہ کا مبارک کردار پڑھنا ہے، اولیاے کرام کی تعلیمات سے محظوظ ہونا ہے، شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کی ان سلجھی گتھیاں سلجھانی ہیں، تو امام اہل سنت کی مبارک تحریریں ضرور پڑھی جائیں۔ امام اہل سنت کی تعلیمات قرآن وحدیث اور اسلاف کی تعلیمات سے ماخوذ ہیں۔

یقیناً امام اہل سنت کی تحریروں میں تصوف کے دقیق مباحث کی تسہیل اور عقدہاے لاینحل کی عقدہ کشائی اور معرفت وطریقت کے اسرار ورموز کا انکشاف جس طور پر کیا گیا ہے، وہ کہیں اور نہیں پایا جاتا۔ امام نے تصور شیخ کے اس دقیق مسئلہ کو بھی شرعی دائرے میں بہت ہی سہل انداز میں بیان کیا ہے۔

لائق مبارکباد ہیں کتاب کے مؤلف، عمدۃ الاصفیا، پیر طریقت، خلیفہ تاج شریعت، حضرت علامہ صوفی قادر ولی محمد صاحب دامت معالیھم، جنھوں نے مسئلہ تصور شیخ کے حوالے سے امام اہل سنت کی مبارک ومستنیر تحریریں اپنی کتاب میں جمع کی ہیں۔

مؤلف موصوف کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ فقیر کو موصوف کی کئی کتابیں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ کتابوں میں تصوف کا رنگ غالب رہتا ہے۔ عمدہ مضامین، آسان وشستہ انداز تحریر اور مدلل ومبرہن مبحث کتاب کی عمدگی واہمیت کا پتہ دیتے ہیں۔ زیر نظر کتاب پڑھے جانے سے تعلق رکھتی ہے۔ موصوف نے اس کتاب کی ترتیب و تالیف میں بہت محنت سے کام لیا ہے۔ اللہ پاک موصوف گرامی کی اس مبارک کاوش کو قبول فرما کر مقبول خاص وعام فرمائے۔ اور مصنف موصوف کے ساتھ فقیر ودیگر قارئین کتاب کے لیے یہ کتاب ذریعہ نجات بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیاز کیش: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

۳؍ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ بروز دوشنبہ مبارکہ

امام احمد رضا بحیثیت مجتہد

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العلمین و الصلاۃ و السلام علیٰ حبیبہ سید المرسلین و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین!

اجتہاد ایک ایسا اعزازی و امتیازی وصف ہے جو اللہ پاک نے اپنے مخصوص بندوں کے لیے خاص کر دیا ہے۔ مجتہد ایک الگ نرالی شان کا مالک ہوتا ہے۔ اللہ کی عطا کردہ توفیق سے قرآن و احادیث سے متعلقہ علوم پر کامل دسترس رکھتا ہے۔ احکام الٰہیہ کی معرفت رکھتا ہے۔ خاص عام، مجمل و مبین ناسخ و منسوخ کے درمیان تمیز کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حدیث کے مراتب سمجھتا ہے اور اسماے رجال پر گہری نظر رکھتا ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت، فقیہ اسلام، محدث بریلوی قدس سرہ القوی مجتہد کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"جو آیات و احکام و اصابت احکام و طرقِ حدیث و شذوذ و نکارت و نقدِ رجال، اسباب جرح و تعدیل و عللِ غامضہ و وجوہ نظم و صنوحِ معنٰی و جمیع مبادیِ ادبیہ و اصولیہ و ناسخ و منسوخ و مناہجِ ترجیح و تطبیق و مناشئ حکم و مقاصدِ شرح و مصالحِ زمن و عوائدِ اُمم و مضانِ حکم و اقاویل صحابہ و مواضعِ اجماع و مشارعِ خلاف و عللِ مؤثرہ و جوامعِ مُغیرہ و مساعہ تعدیہ و مواردِ قصر و غیرہا و جمع مواردِ حصر کی معرفت میں دریائے ذخار، ناپیدا کنار ہو اور اس کے ساتھ ذہنِ ثاقب و فکر صائب و طبعِ نقاد، عقل و مقادو توفیقِ خداداد رکھتا ہو کہ جملہ مالہ، وماعلیہ کے لحاظ سے منصوص سے مسکوت کا حکم اپنی رائے سے قائم کر سکے۔" [اظہار الحق الجلی: ص ۲۷، ۲۸]

فقہی کتابوں میں عموماً فقہاے کرام کے سات طبقات بیان کیے گئے ہیں، جیسا کہ استاد گرامی وقار، امام العلماء، جامع معقول و منقول، استاد الاساتذہ، حضرت مفتی محمد شبیر حسن رضوی قدس سرہ القوی بیان فرماتے ہیں:

"ماہرین فقہ نے فقہاے کرام کے سات طبقات بیان فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) مجتہد فی الشرع (۲) مجتہد فی المذہب (۳) مجتہد فی المسائل (۴) اصحاب تخریج (۵) اصحاب ترجیح (۶) اصحاب تمیز (۷) مقلد محض۔

(۱) مجتہد فی الشرع:

اس طبقہ میں سب سے اعلیٰ درجہ کے فقہا آتے ہیں جو مجتہد مطلق کہلاتے ہیں جیسے:

امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام محمد بن ادریس شافعی، حضرت امام مالک بن انس، حضرت امام احمد بن حنبل،

حضرت امام سفیان ثوری، حضرت امام لیث، حضرت اماابوثور (متوفی ۲۴۰ھ) حضرت امام عبدالرحمن بن عمر دمشقی اوزاعی (۸۸ھ۔۱۵۷ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۲) مجتہد فی المذہب:

اس طبقہ میں بھی مجتہدین آتے ہیں مگر یہ مجتہدین درجے میں مجتہد فی الشرع سے کم ہوتے ہیں۔ اصول فقہ میں یہ مجتہد فی الشرع کے تابع ہوتے ہیں اوران کے بنائے ہوئے اصول کی روشنی میں مسائل کا استنباط کرتے ہیں گویاکہ یہ اصول میں مقلد اور فروع میں مجتہدانہ شان کے مالک ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری، حضرت امام محمد بن فرقد شیبانی، حضرت مام زفر بن زہل بن قیس کوفی، حضرت حسن بن لؤلوی، حضرت امام عبداللہ بن مبارک (متوفی ۱۸۱ھ) وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

یہاں یہ ذکر کردینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ علمائے احناف روایات ظاہرہ میں جن مسائل میں متفق ہیں فتویٰ یقیناً انہیں پر ہوگا، لیکن اگر روایات ظاہرہ میں ہمارے علما کا اتفاق نہیں تواصح یہ ہے کہ فتوی علی الاطلاق امام اعظم کے قول پر دیا جائے گا۔ اوراگر اس مسئلہ میں کوئی روایت آپ سے نہ ملے، توپھر فتوی امام ابویوسف کے قول پر دیا جائے گا۔ اوراگر اس مسئلہ میں امام ابویوسف کا بھی قول نہ ملے توپھر امام محمد کے قول پر فتوی دیا جائے گا۔

اوراگر ان تینوں میں سے کسی سے بھی کوئی روایت منقول نہیں توپھر امام زفر کے قول پراور پھر حسن بن زیاد کے قول پر فتوی دیا جائے گا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں علمائے کرام نے بیان کیاہے کہ عبادات میں مطلقاً فتوی قول امام اعظم پر ہے مسائل ذوی الارحام میں فتوی قول امام محمد پر ہے۔ اور مسائل قضا میں فتوی امام ابویوسف پر ہے۔

(۳) مجتہد فی المسائل:

یہ فقہائے کرام اصول وفروع دونوں میں مجتہد مطلق کے تابع وپیروکار ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ایسے مسائل کا استنباط، جن کے بارے میں کوئی روایت صاحب مذہب سے نہیں ملتی اپنے ائمہ کرام کے وضع کردہ اصول وقواعد کے مطابق کرتے ہیں۔ جیسے:

حضرت امام ابوبکر خصاف (متوفی ۲۶۱ھ) حضرت امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) حضرت امام ابوالحسن کرخی (متوفی ۳۴۰ھ) حضرت امام شمس الائمہ حلوانی (متوفی ۴۵۶ھ) حضرت امام شمس الائمہ سرخسی (متوفی ۵۰۰ھ) حضرت فخرالاسلام بزدوی (متوفی ۴۸۲ھ) حضرت امام فخرالدین قاضی خاں (متوفی ۵۹۳ھ) رضی اللہ عنہم۔

(۴) اصحاب تخریج

اس طبقہ میں وہ فقہائے کرام آتے ہیں جواجتہاد توبالکل نہیں کرسکتے ہاں ائمہ کرام میں سے کسی کے مجمل

قول کی تفصیل کرنے کی ضرور صلاحیت رکھتے ہیں جیسے:

حضرت امام ابوبکر احمد بن علی رازی (متوفی ۳۷۰ھ) ہیں۔ جو اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۵) اصحاب ترجیح:

وہ فقہائے کرام کہلاتے ہیں جو امام اعظم علیہ الرحمہ کی چند روایات میں سے بعض کو ترجیح دے سکتے ہیں یعنی اگر کسی مسئلہ میں امام سے چند قول مروی ہیں ان میں سے کس کو ترجیح دیں وہ یہ حضرات کر سکتے ہیں۔ اسی طرح جہاں امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف واقع ہے، تو یہ ان میں سے ھٰذا اولیٰ، ھٰذا اصح، ھٰذا اوضح اور ھٰذا اوفق للقیاس جیسے صیغے استعمال کرکے ایک کو ترجیح دے سکتے ہیں۔ اس گروہ میں صاحب قدوری علامہ ابوالحسین قدوری (متوفی ۴۲۸ھ) صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علی ابن ابی بکر فرغینانی مرغینانی (متوفی ۵۹۳ھ) شمار ہوتے ہیں۔

(۶) اصحاب تمیز:

یہ وہ فقہائے کرام ہیں جو ظاہر مذہب اور روایات نادرہ اسی طرح قول ضعیف اور قوی اور اقوی میں فرق کر سکتے ہیں کہ اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو ترک کرکے صحیح روایت اور قول معتبر کو لے لیں۔ اصحاب تمیز میں صاحب کنز الدقائق علامہ حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی (متوفی ۷۱۰ھ) اور دیگر اصحاب المتون ہیں۔

(۷) مقلد محض:

جن علمائے کرام میں ان مذکورہ اوصاف میں سے کوئی بھی وصف نہ ہو جیسے ہمارے زمانے کے فقہائے کرام ان کا صرف یہی کام ہے کہ یہ کتب متداولہ و معتبرہ سے مسائل دیکھ کر مستفتی کو بتادیں۔"

[فتاوی اتراکھنڈ جلد دوم: ص ۲۵ تا ۲۷]

مذکورہ بالا طبقات فقہا میں صرف تین طبقات کا تعلق اجتہاد سے ہے۔

(۱) مجتہد فی الشرع (۲) مجتہد فی المذہب (۳) مجتہد فی المسائل۔

غالباً اسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان، نے مجتہدین کے تین طبقات بیان کیے ہیں۔ مجتہد مطلق مستقل۔ مجتہد مطلق منتسب۔ مجتہد فی المذہب۔ تفصیل کے لیے آپ کی تصنیف لطیف "الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف" ملاحظہ کی جائے۔

آمدم بر سر مطلب:

زیر نظر کتاب "امام احمد رضا بحیثیت مجتہد" جس میں مجدد دین وملت، فقیہ اسلام، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ کی اجتہادی شان سے متعلق ملک و بیرون ملک کے معتمد و معتبر علمائے کرام و مفتیان عظام کے علمی و تحقیقی مضامین و تاثرات شامل ہیں۔

کتاب کے مرتب محترم ومکرم جناب مولانا غلام احمد رضا شریفی حفظہ اللہ تعالیٰ، ہیں۔

مرتب موصوف نے اس کتاب کی ترتیب میں بہت ہی محنت وعرق ریزی سے کام لیا ہے۔

فقیر، موصوف گرامی وقار کو ان کے اس علمی وتحقیقی کارنامے پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے کہ اللہ پاک ان کی اس کاوش کو مقبول خاص وعام فرمائے اور انہیں دنیا وآخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

موصوف نے فقیر سے فرمایا کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجتہدین کے کس درجے میں آتے ہیں اس حوالے سے اپنا تاثر پیش کریں۔ تو فقیر عرض کردے کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے لیے کسی درجہ کا انتخاب وتعیین فقیر کے بس سے باہر ہے۔ فقیر کی علمی حیثیت اتنی نہیں کہ امام جیسی قد آور شخصیت کے علمی قد وقامت کا اندازہ لگا سکے۔ یہ کام بڑوں کا ہے جنہوں نے مدتوں، شب وروز امام اہل سنت کی تصانیف منیفہ کو پڑھا اور آپ کی علمی تحقیقات میں غور وخوض کیا ہے۔

ہم جیسے کم علموں وناقص فہموں کے بس میں کہاں کہ امام کے لیے اجتہاد بلکہ کسی بھی درجے وطبقے میں حد بندی کریں۔ ہاں البتہ موجودہ معتبر ومشاہیر علمائے کرام اور ماضی قریب کی چند مقرب ومعتمد ہستیوں خصوصًا مرشد برحق حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان اور امام العلماء حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی قدست اسرارہم سے سنا اور پڑھا کہ امام اہل سنت مجتہد فی المسائل ہیں۔

فقیر اپنی ذاتی رائے دینے سے قاصر، البتہ اکابر علما ومشائخ کے مجتہد فی المسائل والے قول کا صدفی صد مؤید ہے۔ خلاصہ یہ کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ مجتہد فی المسائل ہیں۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے بیان کردہ طبقات کے اعتبار سے مجتہد فی المذہب ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یکے از گدایان اعلیٰ حضرت:۔۔۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ: ۲۱ر محرم الحرام ۱۴۴۴ھ۔ بروز شنبہ

[امام احمد رضا بحیثیت مجتہد: ص ۵۵۵ تا ۵۵۷]

خانقاہ رضویہ اور تربیت لوح و قلم (مقدمہ)

دور حاضر میں اگر ملکی سطح پر بات کی جائے تو ہمارے ملک بھارت میں بے شمار خانقاہیں اور ان گنت پیر حضرات موجود ہیں۔ لیکن افسوس کہ اکثر خانقاہوں میں نظام محمدی شامل نہیں ہے۔ اور اکثر پیر حضرات غیر شرعی امور کے مرتکب، علوم شرعیہ سے ناواقف اور بے راہ روی کا شکار ہیں۔

مزارات تجارت کے اڈے بنادیے گئے ہیں۔ غیر شرعی اعمال و حرکات کی بھرمار ہے۔ عرس کے نام پر میلے لگائے جاتے ہیں جہاں فلمیں، ڈانس پارٹیاں، موت کے کنویں، کھلونوں کی دکانیں سجائی جاتی ہیں۔ بیرون واندرون خانقاہ مرد وزن کا غیر شرعی اختلاط، پیر صاحب کے پاس عورتوں کی بھیڑ، عورتیں پیر صاحب کے ہاتھ پیر چوم رہی ہیں۔ اور پیر صاحب غیر محرم عورتوں کے جسم پر دعا کے نام پر ہاتھ پھیرتے نظر آتے ہیں۔ اور مردوں کے درمیان، بے ریش وفساق قوالوں کی ساز پر تھرکتے اور ناچتے دکھائی دیتے ہیں۔ صاحب مزار سے منسوب فرضی تبرکات اور جھوٹی کرامات دکھا، سنا کر قوم کی جیبیں صاف کی جاتی ہیں۔ ملاؤں اور فقیروں میں کبھی نہیں بنتی کہ کر غیر شرعی حرکتوں پر پردا ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ علم تو شیطان کے پاس بھی تھا علم سے کیا ہوتا ہے کہ کر اپنی بے علمی و جہالت چھپائی جاتی ہے۔ نہیں نہیں بلکہ مریدوں کو اسلام کی سرحد سے الگ دور محبت کی دنیا بسانے کی ترغیب و تعلیم دی جاتی ہے۔ تعلیمات قرآنی کے خلاف کفار ومرتدین سے اتحاد کے نعرے بلند کیے جاتے ہیں اور اہل سنت پر متشدد دین کا الزام لگا کر انہیں سب وشتم سے یاد کیا جاتا ہے۔ صوفیت کا لبادہ اوڑھ کر سب سے محبت، نفرت کسی سے نہیں کا نعرہ لگایا جاتا ہے مگر اس کے برخلاف اپنے ہم مزاجوں وہم نواؤں کے سوا کسی سے بھی اتحاد واتفاق نہیں کیا جاتا ہے۔

الغرض بھارت کی اکثر خانقاہوں میں غیر شرعی نظام پایا جاتا ہے۔ بس چند خانقاہیں پورے بھارت میں دیکھنے کو ملتی ہیں جہاں شریعت کی پاسداری، دین داری، پرہیز گاری کے جلوے نظر آتے ہیں۔ جہاں عشق وتصلب اور علم وعمل آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے۔ جہاں لمبی چوٹی والے، ہاتھ بھر کر انگھوٹی پہننے والے، غیر شرعی لباس والے، چمٹے والے، نشہ خور، بے نمازی، جاہل وبے عمل پیر وفقیر نہیں بلکہ قرآن پڑھنے والے حافظ وقاری، حدیث پڑھنے والے عالم وفاضل، شرعی احکام بیان کرنے والے فقیہ ومفتی، مخلوق کی شرعی تربیت کرنے والے مبلغ وداعی اسلام اور شرعی دائرے میں رہتے ہوئے، قوانین شرعیہ کا پاس ولحاظ رکھنے والے، پابند شرع پیر وفقیر نظر آتے ہیں۔

بھارت کی انہیں مبارک چنندہ خانقاہوں میں ایک نمایاں نام مرکز اہل سنت خانقاہ رضویہ بریلی شریف کا

بھی ہے۔خانقاہ رضویہ کو دنیاے سنیت میں عشق و تصلب اور علم و عمل کے حوالے سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ اپنے ہوں یا بیگانے ہر کسی کو اعتراف ہے کہ خانقاہ رضویہ میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایسا جام پلایا جاتا ہے جس کا نشہ تا حیات باقی رہتا ہے۔ ع

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

اب سے ایک صدی پہلے اس خانقاہ کو اللہ پاک نے ایسی جلیل القدر، رفیع المرتبت، شخصیت عطا کی جسے آج دنیاے سنیت، امام اہل سنت، امام عشق و محبت، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام نامی اسم گرامی سے جانتی ہے۔

آپ سے قبل بھی آپ کے آبا و اجداد نے علمی کارناموں کے ذریعے دین و مذہب کی خدمات انجام دیں مگر آپ کے حصے میں جو آیا وہ ان سب سے سوا تھا۔

آپ نے اپنی پشتینی شہرت کو غنیمت جان کر پدرم سلطان بود، کے سہارے گدی نشینی و پیری مریدی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے اجداد کرام کی پیروی میں دینی علوم حاصل کر کے زمانے کو اپنے علمی فیضان سے مستفیض و مستنیر فرمایا۔ یوں ہی آپ نے مخلوق کو اپنے آبا و اجداد کی فرضی کرامات سنا کر یا ان کے تبرکات دکھا کر دولت اکھٹا نہیں کی بلکہ مخلوق کو ؎

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھادے گی وہ آگ لگائی ہے

اور ؎

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

نیز ؎

جان ہے عشقِ مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

مزید ؎

کروں ترے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروروں جہاں نہیں

کے ذریعے عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دولت تقسیم فرمائی۔

المختصر آپ پوری زندگی شریعت مصطفیٰ کی پاس داری اور خدمت دین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے رہے۔ اور چادر، گھاگھر، اگربتی، لوبان، جھاڑو، چمٹے، پھول، مالاؤں، اور حسیناؤں سے الگ دینی و علمی ماحول میں زندگی بسر فرما کر دنیاے فانی سے رخصت ہوئے۔ خود آپ کے لکھے ہوئے یہ آٹھ مصرعے اس پر شاہد ہیں ملاحظہ کریں ؎

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ	بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی	یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ
نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش ز طعن	نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد درو ے	جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

آپ کے اسی جذبہ دینی و حمیت مذہبی اور عشق رسول کا اثر تھا کہ آپ کے پردا فرمانے کے بعد بھی آپ کی خانقاہ سے برابر اور مسلسل عشق مصطفیٰ کی شیرینی تقسیم ہوتی رہی اور علوم دینیہ کی خیرات بٹتی رہی۔ اور الحمدللہ یہ سلسلہ آج بھی جاری و ساری ہے۔ خانقاہ رضویہ میں اس وقت امام اہل سنت کے علوم کے وارثین کم نہیں ہیں۔ ہم یہاں سب کے نام نہیں گنا سکتے اس لیے بس دو نام ذکر کرتے ہیں جو اس وقت علمی دنیا میں ممتاز مقام کے حامل ہیں۔

ایک حضور قائد ملت، شہزادہ تاج شریعت حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان دامت معالیہم کی ذات گرامی ہے۔

اور دوسری وارث علوم اعلیٰ حضرت، نبیرہ ریحان ملت، خلیفہ تاج شریعت، حضرت علامہ مفتی محمد ارسلان رضا خان حفظہ اللہ الرحمٰن، کی ذات ہے۔

ہم یہاں اپنے موضوع کی مناسبت سے آخرالذکر شخصیت کے حوالے سے بات کریں گے۔

حضور علامہ ارسلان رضا خان صاحب قبلہ کی ذات گرامی علمی حلقے میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ اپنی عمر کی تیسری دہائی طے کر رہے ہیں لیکن علمی مجال دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ چھ سات دہائیاں پوری کر چکے ہوں گے۔ تعلیم و تعلم آپ کی طبیعت پر غالب ہے۔ اپنے اجداد کرام کی پیروی میں کتاب و قلم سے رشتہ جوڑ رکھا ہے۔

یوں تو آپ کا علمی وقار خوب سے خوب تر ہے لیکن آپ کی سادہ مزاجی، سنجیدہ طبیعت، کم گوئی اور لکھنے پڑھنے کے ذوق و شوق نے آپ کے علمی معیار کو مزید بلند کر دیا ہے۔ دور طالب علمی سے ہی آپ کو لکھنے کا ذوق و شوق رہا ہے۔

زیر نظر کتاب **"تربیت لوح وقلم"** جس پر شاہد ہے۔ یہ کتاب دوران طالب علمی آپ کے لکھے گئے چند علمی وتحقیقی مقالات ومضامین، اور دو اہم تقریروں کا مجموعہ ہے۔ ہمیں حکم ہوا ہے کہ ہم کتاب کے مندرجات کا خلاصہ پیش کردیں حالاں کہ ہم قطعی اس کے اہل نہیں ہیں مگر حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں اس لیے کتاب میں درج مضامین کا خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

اسلام اور سائنس ایک معروضی مطالعہ فوز مبین کے تناظر میں

اسلام اور دنیاوی سائنس کا حقیقتاً کوئی موازنہ نہیں ہے۔ اسلام کے اصول مسلمہ اور متفقہ ہیں لیکن سائنسی نظریات غیر مسلمہ اور اختلاف وتنازع کا شکار ہیں۔ زمین وآسمان کی گردش کا مسئلہ ہی لے لیں اس میں زمین وآسمان کی گردش وسکون کے بارے میں سائنس داں حضرات کا بالکلیہ اتفاق نہیں ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔ لیکن اسلام کا نظریہ زمین وآسمان کے ساکن ہونے سے متعلق واضح اور متفقہ ہے۔ جس پر بہت سی قرآنی آیات، احادیث نبویہ، آثار صحابہ، نصوص فقہا اور عبارات علما شاہد ہیں۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد اب تک کسی نے اس قدر تفصیل اور تحقیق سے اس مسئلہ پر نہیں لکھا ہے۔ اس حوالے سے آپ کی درج ذیل کتابیں کافی مشہور ہیں۔

فوز مبین در رد حرکت زمین "۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں تحریر فرمائی۔ اس کتاب میں حرکت زمین کے رد میں ۱۰۵۔ عقلی ونقلی دلائل موجود ہیں۔ مشہور ونامور سائنس دانوں کی تحقیق بھی خوب تحقیق فرمائی ہے۔

"معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین" یہ کتاب بھی ۱۳۳۸ھ میں لکھی گئی ہے۔ اور اس میں عقلی ونقلی دلائل کے سہارے گردش زمین وآسمان کا بطلان ثابت کیا گیا ہے۔

"نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان" اس کتاب میں بھی آسمان وزمین کے سکون اور حرکت زمین وآسمان کے باطل ہونے پر قرآنی آیات اور احادیث آثار سے ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

محترم مضمون نگار نے اپنے مضمون میں اسی نظریہ پر کلام کیا ہے۔ اور سائنسی نظریات کی تردید میں امام اہل سنت کے رسالہ "فوز مبین در رد حرکت زمین" کو پیش کرکے اسلامی نظریہ کو واضح کیا ہے۔ مضمون پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے۔

ظاہر مذہب سے عدول کی بے اعتدالیاں

احناف کے نزدیک گاؤں میں نماز جمعہ کے عدم جواز پر اتفاق ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور دیگر علمائے اہل سنت یہی حکم دیتے آئے ہیں کہ گاؤں میں نماز جمعہ نہیں لیکن جہاں پڑھا جاتا ہو وہاں روکا نہ

جائے۔البتہ ظہربھی باجماعت اداکی جائے۔جب کہ فتنہ وغیرہ کاظن غالب نہ ہو۔اگرایسا ہوتوتنہاتنہا پڑھی جائے۔

ابھی حال ہی میں ایم پی کے ایک گاؤں میں اس مسئلہ کولے کراختلاف رونماہوا۔وہاں برسوں سے حضور تاج الشریعہ اور دیگر علماے اہل سنت کے حکم سے نماز جمعہ کے بعدباجماعت نمازظہراداکی جارہی تھی اور اس میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔لیکن ایک عالم صاحب نے حضرت امام ابویوسف کی روایت نادرہ کودلیل بناکرنماز ظہربندکرنے کاغیرشرعی حکم صادرفرمادیا۔جس سے عوام میں انتشار پیداہونے لگا۔

چند احباب اہل سنت نے رضوی دار الافتاء بریلی شریف،کے صدر مفتی حضرت مفتی محمد ارسلان رضا خان دام ظلہ سے رجوع کیاآپ نے نمازظہرسے متعلق اصل مسئلہ جوظاہرالروایہ کے مطابق تھافتوے کی شکل میں لکھ کردے دیا۔مگرعالم صاحب نے اسے تسلیم نہیں کیابلکہ جواب میں فتوے پرغیرمہذب انداز میں کچھ معروضات پیش کیے۔جس کے جواب میں حضرت مفتی صاحب نے ”ظاہر مذہب سے عدول کی بے اعتدالیاں“کے عنوان سے مدلل ومفصل،علمی وتحقیقی مضمون تحریرفرمایا۔جس میں آپ نے معترض کے جملہ اعتراضات،شکوک وشبہات کاعلمی انداز میں دنداں شکن جواب تحریرفرمایا۔قارئین پڑھیں گے توضرور محظوظ ہوں گے اور محسوس کریں گے کہ بلاشبہ حضرت مضمون نگاراپنے اجدادکرام کے سچے جانشین اوراچھے وارث ہیں۔یہ مضمون فتوے کے ساتھ نقل کردیاگیاتاکہ قارئین کومسئلہ سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

مرتبہ اجتہاد کاتعین اوراس کی مشکلات

فقہاکے درج ذیل سات طبقات مشہورہیں۔

(۱)مجتہدفی الشرع۔(۲)مجتہدفی المذہب۔(۳)مجتہدالمسائل۔(۴)اصحاب تخریج۔(۵)اصحاب ترجیح۔
(۶)اصحاب تمیز۔(۷)مقلدمحض۔

مذکورہ بالاطبقات فقہامیں صرف تین طبقات کاتعلق اجتہادسے ہے۔وہ یہ ہیں:

(۱)مجتہدفی الشرع(۲)مجتہدفی المذہب(۳)مجتہدفی المسائل۔

غالباًاسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی کتاب ”الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف“میں مجتہدین کے تین طبقات بیان کیے ہیں۔مجتہد مطلق مستقل۔مجتہد مطلق منتسب۔مجتہد فی المذہب۔

اب ان درج بالاطبقات میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کس درجے میں شامل ہیں یہ ایک تحقیقی موضوع ہے۔اوراس پرمستقل بحث کی ضرورت ہے۔ہرکس وناکس کے بس میں نہیں کہ وہ امام اہل سنت کی شخصیت کو

سمجھ سکے اور ان درجات میں سے کوئی ایک درجہ آپ کے لیے متعیّن کرسکے۔ یہ الگ بات کہ چند اکابر علماو مشائخ کے حوالے سے آپ کا مجتہد فی المسائل ہونا مشہور ہے، لیکن یہ فیصلہ حتمی نہیں ہے۔ ذمہ داران اہل سنت کو چاہیے کہ اس پر ایک سیمینار طے کریں جس میں ملک و بیرون ملک کے نامور، مشاہیر جید علماو فقہاے کرام کے قلمی و لسانی تاثرات حاصل کریں اور کوئی مستقل فیصلہ صادر فرمائیں۔

حضرت مضمون نگار نے بھی اپنے مضمون میں اسی طرح کا تاثر پیش کیا ہے۔ اور باور کرایا ہے کہ اجتہادی درجات کے تعیین کا مسئلہ بہت نازک و حساس ہے، یہ کام ہر کس و ناکس کا نہیں ہے بلکہ یہ کام اہل سنت کی قدآور شخصیات کا ہے جنھوں نے بہت ہی گہرائی و گیرائی سے تصانیف امام کا مطالعہ کیا ہے وہ اگر درجہ بندی کے حوالے سے اپنا نظریہ و تاثر پیش کریں تو وہ ضرور قابل اثر و مقبول ہو گا۔

اعلیٰ حضرت اور علم جفر

علوم اسرار میں سے ایک علم "جفر" بھی ہے۔ یہ علم، علم لدنی کے قبیل سے ہے، جو فضل و رحمت الٰہی سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے پیر خانے کے ایک عظیم بزرگ حضور نوری میاں قدس سرہ نے آپ کو اس علم کا ایک قاعدہ املا کرایا تھا جس کی برکت کا یہ اثر ہوا کہ آپ اس علم میں ایسے ماہر ہوئے کہ آپ کے زمانے سے اب تک کوئی اس علم میں آپ کا مقابل نظر نہیں آتا ہے۔ اس علم کے ذریعہ رحمت الٰہی کی جو بارش آپ پر ہوئی تو بے شمار اسرار و رموز آپ پر منکشف ہوتے چلے گئے۔

آپ کو اس فن پر خوب عبور حاصل تھا۔ آپ کی ایک کتاب عربی زبان میں "الوسائل الرضویة للمسائل الجفریة" کے نام سے دست یاب ہے۔ جو آپ نے ۱۳۲۲ھ میں تحریر فرمائی۔

حضرت مضمون نگار نے اپنی تقریر میں علم جفر میں اعلیٰ حضرت کی کمال مہارت کا ذکر کیا ہے۔ نہایت ہی عمدہ پیرائے اور آسان انداز میں آپ نے اس دقیق بحث کو سمجھایا ہے ایک عامی بھی اسے بآسانی سمجھ سکے گا۔

مغربی تہذیب اور مومن کامل

یہ مضمون دراصل حضرت مفتی محمد ارسلان رضا خان دام ظلہ کی ایک تقریر کا خلاصہ ہے جو آپ نے عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر بریلی شریف کے اسٹیج سے فرمائی تھی۔

مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے قلبی وابستگی اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا دور حاضر میں مغربی تہذیب سے بچنے کا مجرب نسخہ ہے۔

الحاصل یہ تمام مضامین علمی، تحقیقی اور معلوماتی ہیں اور پڑھے جانے سے تعلق رکھتے ہیں۔

امید ہے کہ قارئین ان مضامین کے مطالعے کے دوران اکتاہٹ محسوس نہیں کریں گے۔

تذکرہ تاج الشریعہ

اسلام کی مشہور و عبقری شخصیات میں ایک نمایاں نام حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کا بھی شامل ہے۔آپ کی ذات گرامی وقار اہل سنت میں پیشوا کی حیثیت سے جانی جاتی ہے۔آپ کی شہرت میں خاص کر یہ امور کارفرما رہے۔عشق رسول، تصلب فی الدین، تفقہ فی الدین، تقوی وطہارت، علمی قابلیت، خداداد شوکت ووجاہت، خطابت، خودداری، توکل علی اللہ، اور نسبت اعلیٰ حضرت۔وغیرہا۔

آپ کی مذہبی، علمی وملی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔اللہ پاک نے آپ کو بہت سے اوصاف حمیدہ جلیلہ عطا فرمائے تھے۔

حضرت مفتی ارسلان رضاخان دام ظلہ نے اپنی ایک تقریر میں آپ کی ہمہ جہت شخصیت کو موضوع سخن بنا کر بہت ہی عمدہ انداز میں آپ کے حالات وخدمات کا ذکر جمیل فرمایا ہے۔مرتب نے تقریر کو تحریر کے قالب میں ڈھال کر پیش کیا ہے۔تحریر عمدہ اور پڑھے جانے کے لائق ہے۔

یہاں یہ بات بھی جان لینا چاہیے کہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ، سے حضرت مفتی ارسلان رضاخان دام ظلہ کو نسبی نسبت بھی حاصل ہے اور روحانی بھی۔ حضرت تاج الشریعہ قدس سرہ آپ کے دادا، شہزادہ مفسر اعظم ہند حضرت علامہ ریحان رضاخاں کے چھوٹے بھائی تھے۔تو اس طرح آپ مفتی صاحب موصوف کے دادا ہوئے۔

اور روحانی نسبت یوں ہے کہ آپ قدس سرہ مضمون نگار کے مرشد بیعت بھی ہیں اور مرشد مجازی بھی۔

حضور تاج الشریعہ اور شرح قصیدہ بردہ

ساتویں صدی ہجری کے ایک عظیم بزرگ حضرت امام شیخ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا عربی قصیدہ ”البردہ“ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مقبول اور دنیاے اسلام میں خوب مشہور ہے۔ عرب وعجم میں خوب پڑھا جاتا ہے۔

مرشد برحق، مرشد مجازی، حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قدس سرہ نے عربی زبان ہی میں اس کی بہترین شرح تحریر فرمائی جو ”فردہ“ کے نام سے دستیاب ہے۔

حضرت مضمون نگار نے اس قصیدہ بردہ اور حضور تاج الشریعہ کی شرح کے حوالے سے معلوماتی مضمون قلم بند فرمایا ہے جو باذوق قارئین کو مطالعہ کی دعوت دیتا ہے۔

ہم یہاں یہ بھی بتادیں کہ حضور تاج الشریعہ کی شرح ”فردہ“ چوں کہ عربی میں تھی کم پڑھا لکھا طبقہ اس سے فیض یاب نہیں ہو پا رہا ہے، ضرورت تھی کہ اس عربی شرح کو کوئی بندہ اردو قالب میں ڈھال دے تاکہ ہر عام

وخاص مستفیض ہوسکے۔ حضرت مضمون نگار نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور کتابی شکل میں ۶۰۰۔ صفحات پر مشتمل بڑے سائز میں ''الوردہ'' کے نام سے اس کا اردو ترجمہ مع تشریح لکھ کر شائع فرمایا۔ جو ایک اہم کارنامہ ہے جس کے لیے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ فقیر کی خوش نصیبی کہ ''الوردہ شرح فردہ'' میں فقیر نے چند صفحات بطور مقدمہ لکھ کر انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھوالیا ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔

بشر اختر ہو جائے تو ہر گز مرتا نہیں

تاج الشریعہ کا وصال عالم سنیت کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ لاکھ کوششوں کے باوجود آپ کے شیدائی آپ کو بھلا نہیں پا رہے ہیں۔ اہل سنت میں شدت سے آپ کی کمی محسوس کی جا رہی ہے۔ آپ کے عرس پاک کے موقع پر حضرت مفتی محمد ارسلان رضا خان دام ظلہ نے وفات حسرت آیات کے حوالے سے پر مغز تقریر فرمائی یہ تحریر اسی تقریر کا خلاصہ ہے۔

میرا تعلیمی سفر بریلی سے براؤں تک

آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

''اطلبو العلم و الصین'' یعنی علم دین حاصل کرو اگرچہ تمہیں چین جانا پڑے۔

حضرت مضمون نگار نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے تعلیمی سفر طے فرمایا۔ بریلی شریف میں تعلیم حاصل کی اور پھر مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف تشریف لے گئے۔ فضیلت کی تعلیم یہیں سے مکمل فرمائی۔

اس مضمون میں صاحب مضمون نے بریلی شریف سے براؤں شریف تک اپنے تعلیمی سفر کی تفصیلی روداد بیان فرمائی ہے۔ نیز بریلی و براؤں کے روحانی تعلقات اور نورانی روابط کا تذکرہ بھی کیا ہے جو خاصا دل چسپ ہے۔ امید ہے قارئین پڑھ کر محظوظ ہوں گے۔

استخدام مصطلح مسلک الامام احمد رضا للدعوۃ فی شبہ القارۃ الھندیۃ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ میری امت تہتر فرقے ہوں گے بہتر جہنمی اور ایک جنتی ہوگا۔ دور حاضر میں بہتر جہنمی فرقوں اور ایک جنتی فرقے کے مابین خط امتیاز اگر کوئی مسلک ہے تو وہ مذہب اہل سنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ برصغیر میں باطل فرقوں اور اہل سنت کے درمیان امام اہل سنت کی ذات گرامی خط فارق کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لیے برصغیر خاص کر ہندو پاک میں مذہب اہل سنت کے مترادف مسلک اعلیٰ حضرت کی اصطلاح رائج ہے۔

مضمون میں اسی حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ مضمون چوں کہ عربی میں ہے اس لیے صرف ارباب علم ہی اس سے استفادہ کر سکیں گے۔

التحذیر من اتباع عادات الغرب

مغربی تہذیب دراصل مادیت پرستی و دین بیزاری سے تعبیر ہے۔ مغربی تہذیب و تمدن کے حوالے سے ڈاکٹر اقبال کے یہ اشعار پڑھے جانے سے تعلق رکھتے ہیں ؎

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا
نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب مغرب کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

دور حاضر میں یورپی و مغربی تہذیب کا جو اثر مشرق میں پایا جا رہا ہے وہ یقیناً قابل تشویش ہے۔ وہ ممالک جو جمہوری ہیں جہاں اسلامی نظام دخل انداز نہیں وہاں مغربی تہذیب و تمدن کا پایا جانا موجب حیرت نہیں۔ حیرت تو اس وقت ہوتی ہے کہ جب اسلامی ممالک میں جہاں اسلامی نظام شامل دستور حیات ہے وہاں کے لوگ بھی مغربیت کے دلدادہ اور اس کی مادہ پرستی تہذیب کی کورانہ تقلید میں گرفتار ہوں۔

مصر جو اہل علم کی عظیم آماجگاہ ہے۔ پوری دنیا سے لوگ وہاں دینی علوم کے حصول کے لیے حاضر ہوتے ہیں لیکن وہاں کی فکری آوارگی، آزاد خیالی، مغربی روش، کے بارے میں سن کر اس کے اسلامی ملک ہونے پر شبہ ہونے لگتا ہے۔

صاحب مضمون نے مصر کے اندر پائے جانے والے مغربی ماحول کی مذمت میں یہ مضمون تحریر فرمایا ہے۔ مضمون سے جہاں مصر کا مذہبی ماحول معلوم ہوتا ہے، وہیں مغربی تہذیب کی پائداری اور اثراندازی کا پتہ بھی چلتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اسلامی ماحول میں خود کو ڈھالیں۔ اس دین بیزار مغربی تہذیب سے دور و نفور ہوں۔

مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ کا یہ پیغام عام کریں ؎

طوق تہذیب فرنگی توڑ ڈالو مومنو!
تیرگی انجام ہے یہ روشنی اچھی نہیں

اللہ پاک ہمیں مغربی تہذیب سے محفوظ فرمائے۔

آخر میں فقیر مرتب مضامین، فاضل نوجوان، حضرت مولانا عبد القادر رضوی مصباحی، رضوی دار لافتاء

بریلی شریف، کو مبارک باد پیش کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ موصوف کی یہ کاوش بہت عمدہ اور مبارک ہے۔ اللہ پاک موصوف کو اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے اور مزید خدمات کی توفیق بخشے۔ اور ان کی اس کاوش کو مقبول عام وخاص فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

یکے از خادمان خانوادہ رضویہ:۔۔۔۔۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ: ۷/ صفر المظفر ۱۴۴۴ھ۔ ۵/ ستمبر ۲۰۲۲ء۔ بروز دوشنبہ مبارکہ

[تربیت لوح وقلم: ص۹ تا ۲۰]



امام احمد رضا کے ممتاز معاصرین

عربی کا مشہور مقولہ ہے ”المعاصرۃ سبب المنافرۃ“ ہم عصر ہونا نفرت کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ اصول حدیث نے بغیر دلیل کسی معاصر کی معاصر کے خلاف جرح کو قابل قبول نہیں مانا ہے۔ علامہ عبدالحی لکھنوی نے الرفع والتکمیل میں لکھا ہے:

”جرح المعاصر علی المعاصر ای اذا کان بلا حجۃ لان المعاصرۃ تفضی غالباً الی المنافرۃ۔
یعنی معاصر کی معاصر پر بلا دلیل جرح قابل قبول نہیں کیوں کہ اکثر معاصرت نفرت کی طرف داعی ہوتی ہے۔“

لیکن اس کے برخلاف کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اچھی خصلت، نیک طبیعت کے مالک، منصف مزاج، حق پسند گوہر شناس، قدرداں، ہوتے ہیں۔ جب ان کے سامنے کوئی قابل قدر ہستی ہوتی ہے تو ان کے یہ اوصاف حمیدہ معاصرت کے اس ایک وصف پر بھاری پڑ جاتے ہیں۔ اور وہ اس قابل قدر شخصیت کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے کسی ہچکچاہٹ کا شکار نہیں ہوتے۔ قابل قدر ہستی کے تفوق کو معاصرت کی زنگ سے وہ میلا نہیں ہونے دیتے۔ اور وہ عمر، حسب، نسب، وضع، قطع، معاصرت وغیرہ کا لحاظ کیے بغیر اپنے ممدوح کی مدح سرائی کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ اور اس قدر دانی سے ان کا قد گھٹتا نہیں ہے بلکہ مزید بڑھ جاتا ہے۔

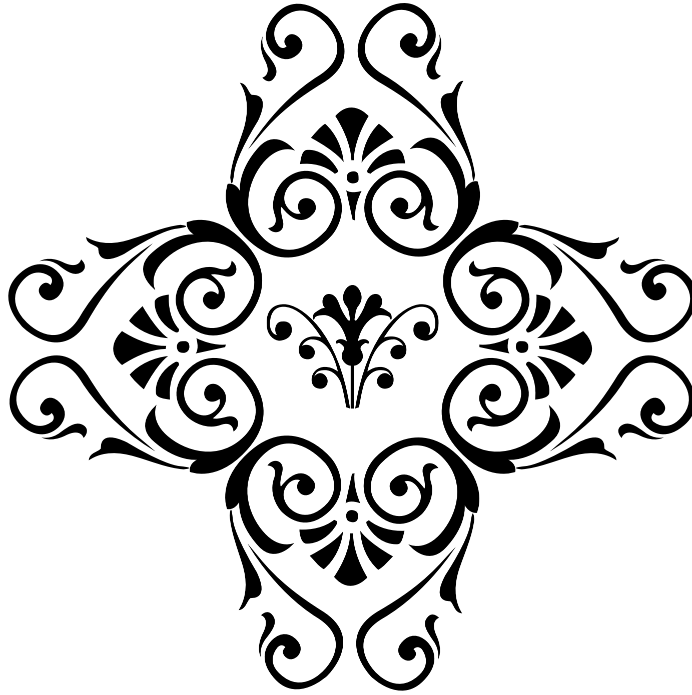
انہیں مقتدر اشخاص میں چودہویں صدی کے چند ایسے ممتاز، نامور، مشاہیر علمائے کرام بھی ہیں جنہوں نے اپنے اخلاقی اقدار اور بلند کردار کا مظاہرہ کرتے ہوئے، اپنے ہم عصر، لیکن چودہویں صدی کے مجدد، صاحب قدر، صاحب علم وفن، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رفیع الدرجت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی، کی علمی قدر وقیمت کو پہچانا۔ اور ان کی خوبیوں کو اجاگر کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ زمانے کو ان کی خوبیوں سے روشناس کراتے ہوئے انہوں نے ہم عصر ہونے کا بالکل لحاظ نہیں کیا۔ اور اپنی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے۔ حضور اعلیٰ حضرت کے علم وفضل کا کھلے دل اعتراف کیا۔

زیر نظر کتاب ”امام احمد رضا کے ممتاز معاصرین“ جس میں انہیں ممتاز علمائے کرام کا مختصر سوانحی خاکہ پیش کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ان کی نگاہ میں حضور اعلیٰ حضرت کی کیا قدر وقیمت تھی اس کی تفصیل بھی بیان کی گئی ہے۔ یہ کتاب نامور قلم کار، مشہور مضمون نگار، بیس سے زائد کتابوں کے مصنف ومرتب، مختلف علمی اداروں سے انعام وایوارڈ یافتہ، متعدّد خانقاہوں سے تمغہائے اجازت وخلافت سے سرفراز، مذہب ومسلک کا درد رکھنے والے، ناشر رضویات، حضرت علامہ مولانا شاہد صاحب کلکتوی، کے ہاتھوں کا ایک بہترین شاہکار ہے۔

مصنف موصوف نے اس کتاب میں تحقیق کے جوہر کچھ اس انداز میں دکھائے ہیں کہ قارئین کی طبیعت مچل جائے گی اور عش عش کر اٹھیں گے۔اللہ پاک مصنف موصوف کی اس عظیم کاوش کو مقبول عام وخاص فرمائے۔اوراس کتاب کو مصنف اوران کے اہل خانہ کے ساتھ ہمارے لیے بھی ذریعہ نجات بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی خلیفہ تاج الشریعہ
نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ



صدر الافاضل نمبر پر نظرے خوش گزرے

صدر الافاضل!

منہ سے پڑھا جائے، آنکھ سے دیکھا جائے یا کان سے سنا جائے تبادر ذہنی بلا تامل شہر مرادآباد پہنچ جاتا ہے۔ علامہ گل خاں کابلی کی بارگاہ کے تربیت یافتہ، ان کے شاگرد، مرید، خلیفہ اور ان کے روحانی عظیم الشان فرزند، حضور اشرفی میاں کے چہیتے خلیفہ اور معتمد خاص اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے خلیفہ و منظور نظر، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند، محدث اعظم ہند، صدر الشریعہ، ملک العلما، برہان ملت، علامہ سید سلیمان اشرف بہاری جیسے مقتدر علمائے کرام و مشائخ عظام کے محبوب و معتبر رفیق و ہم سفر۔

حضور مفتی محمد عمر نعیمی، شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی خان، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، علامہ غلام جیلانی محدث میرٹھی، شیخ المنطق والادب علامہ عبد العزیز خان نعیمی فتحپوری، فقیہ اعظم مفتی عبد الرشید نعیمی، حافظ ملت علامہ عبد العزیز بانی اشرفیہ مبارکپور، قاضی شمس الدین جونپوری، سرکار کلاں سید مختار اشرف کچھوچھوی، فخر ملت مفتی نذیر الاکرم نعیمی، محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد خان، مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد نعیمی، اجمل العلما مفتی اجمل حسین نعیمی سنبھلی، مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن نعیمی، مفتی اعظم کانپور مفتی رفاقت حسین، جیسے بیسویں صدی کے سیکڑوں مشاہیر و ممتاز علمائے کرام و مشائخ عظام کے معزز استاد و شیخ اور باوقار رہنما و رہبر۔

حضرت حافظ، قاری، مولانا، مفتی، محدث، مفسر، حاوی فروع و اصول، جامع معقول و منقول، عمدہ خطیب وادیب، بے مثال مناظر، ماہر درسیات، حامی دینیات، ماحی بدعات، صاحب قیادت، حامل تقوی وطہارت حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین قادری محدث مرادآبادی تغمدہ اللہ الھادی۔

کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ اپنے ہوں یا بیگانے جب مبارک لقب ''صدر الافاضل'' پڑھتے یا سنتے ہیں تو ذہن مذکورہ تمام خوبیوں کی جامع شخصیت کی طرف منعطف ہو جاتا ہے۔

صدر الافاضل نے ۶۷ر سال کی عمر پائی، جس میں سے بیس سال تحصیل علم میں گزارے باقی مذہب و ملت کی خدمات میں۔ آپ کی قائدانہ خدمات اور مجاہدانہ کارگزاریوں کے سبھی معترف ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بیسویں صدی کی ہندو پاک کی لگ بھگ تمام تحریکات میں صدر الافاضل کا اہم کردار رہا ہے۔ یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ بیسوی صدی میں مذہبی، مسلکی، مشربی، قومی، سماجی اور سیاسی ہر شعبے میں صدر الافاضل نے امتیازی و انفرادی طور پر حصہ لیا ہے۔ فقیر کی کتاب سوانح صدر الافاضل (بڑے سائز میں دو جلدیں ۱۴۳۲) میں

آپ کی خدمات کی تفصیل پڑھی جاسکتی ہے۔ یہ مقام تفصیل کا نہیں، یہاں توبس یہ عرض کرنا مقصد ہے کہ صدر الافاضل اپنی بے لوث خدمات اور زریں کارناموں کی وجہ سے آج بھی ہمارے درمیان زندہ وجاوید ہیں۔ یہ الگ بات کہ ان کے معتقدین، محبین، تلامذہ اور خلفا کی بے اعتنائی، اپنوں اور بیگانوں تک خاطر خواہ ان کی حیات وخدمات پہنچانے سے مانع رہی۔

اب ایک دو دہائی سے ان کے معتقدین نے اس جمود وتعطل کو توڑنے کی حد بھر کوشش کی ہے۔ انہیں کوششوں میں ایک مبارک کوشش صدر الافاضل نمبر کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔

یہ نمبر در اصل ۱۹۹۲ء میں تلسی پور میں منعقدہ سیمینار میں ارباب علم ودانش کے پیش کردہ علمی، تحقیقی اور بیش قیمتی مقالات ومضامین کا خوبصورت، دل کش ودل آویز مجموعہ ہے۔

صدر الافاضل کی حیات وخدمات کے حوالے سے اس نمبر کی جمع وترتیب میں تمام ترکاوشیں حضرت علامہ حیدر علی نعیمی علیہ الرحمۃ اور حضرت علامہ نور الحسن نعیمی حفظہ اللہ تعالی، کی ہیں۔ یقیناً ان دونوں حضرات نے اس نمبر کے ذریعے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔

دعا ہے اللہ پاک دونوں حضرات کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور ان کی اس مبارک کاوش کو مقبول خاص وعام فرمائے۔ حضرت علامہ حیدر علی نعیمی علیہ الرحمۃ کو غریق رحمت فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے پسماندگان کو دین ودنیا کی بھلائیاں نصیب کرے۔ اور علامہ نور الحسن خان نعیمی دام ظلہ کو دینی ودنیوی خوب ترقیاں عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

اسیر صدر الافاضل:

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولابویہ

خادم نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ: ۱۵/ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۴ھ، بروز اتوار



مقالات تاج العلما پر نعیمی تاثر

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

دبستان علم وحکمت جامعہ نعیمیہ مرادآباد نے یوں تو روزاول سے اب تک بے شمار علما وفضلا قوم کوعطا کیے لیکن ان میں سے چندوہ ہیں جن کو رہتی دنیا تک یاد کیا جاتا رہے گا انہیں میں سے ایک نام تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ کا ہے ،جو صدرالافاضل کی نگاہ ناز کا بہترین انتخاب ،جامعہ نعیمیہ کا قیمتی سرمایہ،اوراہل سنت کے انمول رتن کی حیثیت سے دنیاے سنیت میں جانے جاتے ہیں۔

آپ نے دین کی خدمت میں جہاں زبان وقلم کا استعمال کیا وہیں اپنے علم وعمل سے مخلوق کی رہنمائی کی خدمت بھی سرانجام دی۔

صدرالافاضل کی آغوش محبت میں تعلیم کی تکمیل فرمائی اورانہیں کی صحبت میں رہ کرایک طویل مدت تک اپنی مادر علمی کی خدمت کرتے رہے۔درس وتدریس تصنیف وتالیف کے ساتھ مذہبی،، ملی،سیاسی وسماجی معاملات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

الغرض شعبہ نشرواشاعت ، صحافت، مناظرہ، خطابت، کوئی شعبہ ایسانہیں جوتاج العلماء کی خدمات سے خالی ہو۔

مبارکباد کے مستحق ہیں محب گرامی وقار محترم مولاناغلام مصطفی نعیمی صاحب قبلہ زید مجدہ جنہوں نے حضور تاج العلماء کے چند قلمی جواہرپاروں کوتاج العلماء ہی کے زیرادارت نکلنے والے عظیم المفاد،علمی وقیمتی رسالہ السواداالاعظم سے منتخب کرکے ان پر ترتیب وتحقیق کا کام سرانجام دیا ہے۔مولی تعالی موصوف کی اس کاوش وکوشش کوقبول بارگاہ فرمائے اور موصوف کومزید کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

نیاز کیش محمد ذوالفقار خان نعیمی
نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور



بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

عصر حاضر میں جہاں ہر گاؤں ہر قصبہ ہر شہر بلکہ بلا مبالغہ ہر محلہ میں نااہل عالم، مفتی، مناظر، خطیب، فقیہ، صوفی اور پیر پائے جا رہے ہوں۔ کفر واسلام کی سرحد سے الگ دنیا بسانے کی دعوت دینے والوں کو داعی اسلام کہا جا رہا ہو۔

ایسے نازک ماحول میں اصلی وجعلی، حق وباطل اور صحیح وغلط کے مابین خط امتیاز کھینچنے والی کسی ایسی شخصیت کی زمانہ ضرورت محسوس کرتا ہے، جسے دیکھ کر پڑھ کر سن کر آئینہ قلب صیقل ہو جائے۔ اور بے ساختہ زبان پر نکلے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جس کی پاکیزہ فکر کی خوشبو سے باطل کی مسموم ہوائیں معطر فضاؤں میں تبدیل ہو جائیں۔
جس کی مدبرانہ کارگزاریوں سے گم گشتہ راہ متاثر ہو کر راہ ہدایت پاتے نظر آئیں۔
جس کے مزاج میں اپنوں کے لیے نرمی اور دشمنان خدا اور سول کے لیے شدت کا عنصر وافر مقدار میں پایا جاتا ہو۔
جس کی زبان اپنوں کے لیے دعائیں کرتی ہو اور گستاخان رسالت کے لیے سزاؤں کی طلب گار ہو۔
جس کی گفتگو سے بگڑے ہوئے قلوب میں انقلاب پیدا ہو جائے۔
جس کے قلم کی سیاہی سیاہ قلوب کو سفیدی میں بدل دے۔
جس کے قلم کی نوک، دشمنان دین کے لیے خنجر خونخوار کا کام کرے۔
جس کی تحریر اپنوں کی تسکین قلب کا سامان بنے اور گم راہوں کے لیے نشان منزل قرار پائے۔
جس کی سیرت مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کی آئینہ دار ہو۔
جو شریعت کی پاسداری میں گھر، خاندان، اعزہ، اقربا، احباب، رشتہ دار، تلامذہ، خلفا، کسی کا لحاظ ملحوظ نہ رکھے۔
جو خلاف شرع امور کے مرتکبین کے ساتھ کسی طرح کی رواداری کا روادار نہ ہو۔
جو اغیار کی دشنام طرازیوں، اپنوں کی طعنہ انگیزیوں، حاسدین کی الزام تراشیوں اور دنیاوی، سیاسی، سماجی، بلاؤں سے بے پروا اور بے فکر ہو کر بس یہی کہتا ہو ؎

مجھے کیا فکر ہو اختر مرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو جو خود میری گرفتار بلا کردیں

موجودہ دور میں ان صفات محمودہ کی حامل شخصیت کو زمانہ،

وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ، مفتی اختر رضا خان ازہری دامت معالیھم کے حوالے سے جانتا ہے۔

جو ناموس رسالت کا سچا محافظ ہے۔ جو مذہب و مسلک کا بے لوث ناشر ہے۔ جو حق و صداقت کا بے باک علم بردار ہے۔ جو اپنوں کے لیے اخلاق و اخلاص کا پیکر اور دشمنان خدا اور سول کے لیے شمشیر برہنہ ہے۔

جس نے اپنا ایک ایک لمحہ خدمت دین مصطفیٰ کے لیے وقف کر رکھا ہے۔

جس نے اپنی مکمل زندگی ذات مصطفیٰ کے نام وقف کردی ہو۔ اور زمانے کو بتادیا ہو کہ ؎

زندگی ہے نبی کی نبی کے لیے
جینا مرنا ہے سب کچھ انہیں کے لیے

جس نے زمانہ بھر حضور اعلیٰ حضرت کے مشن پاک ؏

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام

پر خوب عمل کیا ہو۔

جس نے اپنے جد کریم کے پڑھائے ہوئے سبق "گستاخ رسول کوئی بھی خواہ کتنا بھی قریبی ہو اسے اپنی زندگی سے اس طرح نکال پھینک دے جیسے مکھی کو دودھ سے نکالا جاتا ہے۔ پر خود بھی عمل کیا اور اپنے معتقدین کو بھی حکم دیا ہو کہ ؎

نبی سے جو ہو بے گانہ اسے دل سے جدا کردے
پدر مادر برادر جان و مال ان پر فدا کردے

زیر نظر کتاب "سوانح تاج الشریعہ" انہیں کے پاکیزہ احوال، پر مشتمل ہے۔ کتاب کیا ہے بلکہ حضرت کی سیرت پاک کا ایک مصطفیٰ مجلی آئینہ ہے۔ جس میں قاری کو حضرت کا عکس نظر آئے گا۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ قاری پڑھتے ہوئے یہ محسوس کرے گا وہ کتاب نہیں پڑھ رہا ہے بلکہ حضرت کی بارگاہ میں موجود رہ کر حضرت کو بذات خود ملاحظہ کر رہا ہے۔

کتاب میں تاج الشریعہ دام ظلہ کی سیرت کے مبارک گوشوں، اور ان کی خدمات کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے دفتر کے دفتر ناکافی ہیں۔ مرتب موصوف حضرت مفتی یونس صاحب دام ظلہ ایک

نامور، قدآور شخصیت ہیں ان کے تعارف کے لیے نام کے علاوہ مزید کسی حوالے کی ضرورت نہیں ہے۔
موصوف نے حضور تاج الشریعہ کی حیات مبارکہ کے سلسلے میں جو سعی فرمائی ہے، اس پر موصوف یقیناً لائق مبارکباد ہیں۔ اللہ پاک موصوف کی اس تحقیقی قیمتی کاوش کو مقبول انام فرمائے۔ اور حضرت موصوف کو اس کا بہتر اجر عطا فرمائے۔ اور حضور تاج الشریعہ کے فیوض و برکات سے موصوف کو بھی اور ہم غلاموں کو بھی مستفیض فرمائے۔ اور حضرت کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم فرمائے۔
آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

[سوانح تاج الشریعہ: ص۲۴۵ تا ۲۴۸]

ہم بہر حال کتابوں میں ملیں گے تم کو

ابھی کچھ ماہ گزرے کہ تاج شریعت، غواص بحر طریقت، چشم و چراغ خاندان اعلیٰ حضرت، پیشوائے اہل سنت حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری قدس سرہ ہماری ظاہری نگاہوں سے روپوش ہو گئے۔ جن آنکھوں نے انہیں دیکھا ہے وہ ان کے رخ زیبا کے نور سے منور ہیں۔ اور جو آنکھیں ان کے دیدار پر انوار سے محروم رہیں وہ یہی کہہ رہی ہیں کہ ؎

انہیں نہ دیکھا تو کس کام کی ہیں یہ آنکھیں
کہ دیکھنے کی ہے ساری بہار آنکھوں میں

حضرت کے وصال کے بعد دیوانوں کی دیوانگی حد سے بڑھ گئی ہے۔ حضرت سے شرف ملاقات حاصل کرنے کی تمنا ہے۔ کہاں ملیں گے حضرت؟ سوداگران میں ہیں، تو مسجد میں یا گھر میں؟ یا مدرسہ جامعۃ الرضا میں جلوہ فرما ہیں؟ یا کہیں جلسہ میں؟ کسی کانفرنس میں؟ تبلیغی دورے پر ہیں؟ تو کس ملک، کس شہر، کس گاؤں میں ہیں؟

فرط محبت میں دیوانے پوچھ رہے ہیں کوئی جواب دینے والا نہیں۔ اسی تحیّر کے عالم میں محسوسات کا دائرہ وسیع ہوتا ہے۔ دل کے کان وا ہو جاتے ہیں۔ تصورات کی بزم سج جاتی ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ سوداگران کی مقدس وادی سے گویا آواز آ رہی ہو، مرقد اقدس حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ سے رہبری کے نغمے بلند ہو رہے ہوں کہ مجھے تلاش کرنے والو! مجھ سے ملاقات کرنے والو! میرے دیدار سے آنکھوں کو ٹھنڈی کرنے والو!
میں دنیا میں رہا تو ظاہری جسم کے ساتھ تم سے ملتا رہا، ملاقات کرتا رہا مگر اب وعدہ الٰہیہ کے سبب تمہارے اور میرے درمیان ایک حجاب حائل ہے جس کے سبب تم میرے ظاہری جسم کا دیدار تو نہ کر سکو گے البتہ مجھ

سے ملنے کے چند ایک پتے ہیں جہاں تم مجھ سے ملاقات کرسکتے ہو، میرے فیوض وبرکات حاصل کرسکتے ہو۔کبھی شوق ملاقات بے قرار کرے تو بریلی شریف کا سفر کرکے میرے جد امجد قدس سرہ کے مزار پر انوار پر حاضری دینا! میں اپنے جد امجد کی بارگاہ اقدس میں تمہیں ملوں گا۔یا پھر متھرا پور میرے خون جگر سے سینچے ہوئے چمنستان علم وحکمت ''جامعۃ الرضا'' میں مجھے تلاش کرلینا میں وہاں بھی تمہیں مل جاؤں گا۔اور اگر تم یہاں بھی نہ جاسکو تو مجھ سے ملنے کا ایک آسان پتہ بھی نوٹ کرلو جہاں میں تمہیں ہر وقت ملوں گا۔وہ پتہ یہ ہے ؎

جسم تو خاک ہے اور خاک سے مل جائے گا
ہم بہر حال کتابوں میں ملیں گے تم کو

مجھے میری کتابوں میں تلاش کرنا میں وہیں ملوں گا۔میرے فتاوی ''المواہب الرضویۃ فی الفتاوی الازہریۃ فتاوی تاج الشریعہ'' پڑھ لینا مجھ سے ملاقات اس بہانے بھی ہوجائے گی۔کبھی مجھ سے احادیث کی وضاحت درکار ہو یا میری درسگاہ میں بیٹھ کر درس بخاری سننے کا شوق ہو تو ''تعلیقات الازھری علی صحیح البخاری'' پڑھ لینا۔کبھی قصیدہ بردہ پڑھنے کا من کرے اور اس کی نکتہ سنجیاں سمجھ سے بالاتر ہوں تو ''الفردہ فی شرح البردہ'' کے ذریعہ مجھ سے سمجھ لینا۔

کبھی مجھ سے نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سننے کی چاہت ہو تو میرا نعتیہ دیوان ''سفینہ بخشش'' کھول کر بیٹھ جانا۔کبھی میرے پاس آنے کی نیت ہو تو میری کتاب ''شرح حدیث نیت'' پڑھ لینا۔

کبھی مقدس خانقاہوں کے ناپاک مجاور تقدس صحابہ کو پامال کریں اور میری رہبری کی ضرورت محسوس ہو تو ''الصحابۃ نجوم الاھتداء'' کے ذریعہ مجھے آواز دے لینا۔جب کبھی نجدی، وہابی، دیوبندی یا وہابی نما سنی مسلک اعلیٰ حضرت پر حملہ آور ہوں اور اس کو اہل سنت وجماعت سے خارج تصور کریں تو ''مرآۃ النجدیہ بجواب البریلویۃ'' کے ذریعہ انہیں میری طرف سے چیلنج مناظرہ دے دینا۔جب کبھی علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ کی ''المعتقد المنتقد'' اور میرے جد امجد امام اہل سنت قدس سرہ کی ''المعتمد المستند'' کی باریک گتھیاں تم سے نہ سلجھتی ہوں تو ان کو سلجھانے کے لیے ''شرح معتقد ومعتمد'' کے ذریعہ میری بارگاہ میں زانوئے ادب طے کرلینا۔

کبھی ٹرین میں مسافر ہو اور میرے ساتھ سفر کرنے کا دل کرے تو میری کتاب ''چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم'' پڑھ لینا۔کبھی چاند دیکھ کر میری چاند سی صورت کی رویت کے لیے بے قرار ہو جاؤ تو ''جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت'' پڑھ لینا۔کبھی ٹی وی ویڈیو والے پریشان کرتے ہوں یا سیلفی باز ملاؤں کی سیلفیاں تنگ کرتی ہوں تو میری تصنیف ''ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن وشرعی حکم'' کے ذریعہ ان کے آپریشن کے لیے مجھے بلا لینا۔کبھی حکومت تین طلاق کے عدم نفاذ کا قانون پاس کرکے تمہیں قوانین شرعیہ سے دور

رکھنے کی کوشش کرے تو میرے پاس چلے آنا اور ''تین طلاقوں کا شرعی حکم'' پڑھ کر اپنے ایمان کی حفاظت کر لینا۔ اگر قیامت میں میری رفاقت مقصود ہو ''آثار قیامت'' پڑھ لینا۔

الغرض جب تمہیں مجھ سے ملنے کا من کرے تو میری کتابوں کے ذریعے مجھ سے مل لینا۔ یا میری ان تحریروں کے ذریعہ مجھ سے ملاقات کر لینا جو گاہے بگاہے دعائیہ کلمات، تقریظ، تقدیم، تصدیق کی شکل میں اہل سنت کے نامور و مشاہیر علما و مشائخ کی کتابوں کے لیے میں نے لکھی تھیں۔ مختلف کتابیں اگر خریدنا مشکل ہو اور میری متفرق تقریظات وغیرہا یکجا حاصل کرنا ہو تو میرے مرید صادق، لائق، فائق محمد دانش احمد اختر القادری سلمہ اللہ القوی سے رابطہ کر کے ان کی مرتب کردہ کتاب ''نگارشات تاج الشریعہ'' حاصل کر لینا اور پھر ان متفرق تحریروں کے ذریعہ مجھ سے مختلف انداز میں ملاقات کرتے رہنا۔ اور ان کے لیے دعائیں بھی کرنا کہ اللہ پاک ان کے ذریعہ مذہب و مسلک کو فروغ عطا فرمائے۔

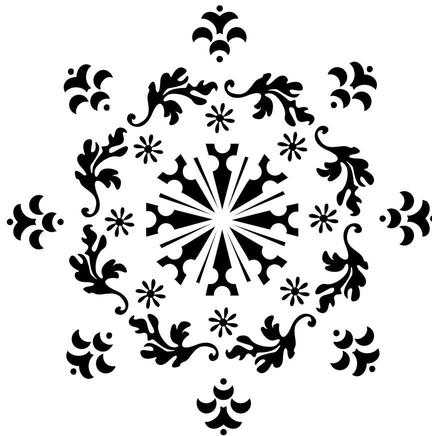
ان کو میری نایاب، علمی، قیمتی، تحریروں کو مرتب کرنے اور انہیں شائع کرنے پر اللہ انہیں دارین کی نعمتوں سے مالامال فرمائے۔ انہیں ہر محاذ پر مولیٰ کامیاب فرمائے۔ اور ان کی کاوشوں کو قبول فرما کر انہیں دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

[نگارشات تاج الشریعہ: ص۲۲ تا ۲۵]



حضور مجاہد ملت حیات، خدمات اور اعترافات

الحمد للہ رب العلمین و الصلاۃ و السلام علی خاتم النبیین و المرسلین و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

صدر الافاضل فخر الاماثل استاد العلماء حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین قادری مرادآبادی تغمدہ اللہ تعالیٰ الھادی کے مخصوص تلامذہ و فیض یافتگان میں ایک بہت ہی مشہور و معروف نام مجاہد ملت، پاسبان جماعت اہل سنت، حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن اڑیسوی قدس سرہ القوی کا بھی آتا ہے۔

جامعہ نعیمیہ میں رہ کر صدر الافاضل کی بارگاہ فیض سے خوب مستفید و مستفیض ہوئے۔ مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں۔ جامعہ نعیمیہ میں علوم مروجہ کی تکمیل فرمائی۔ بعدہ غالباً ۱۳۵۰ھ سے ۱۳۵۳ھ تک صدر الافاضل کے حکم سے جامعہ نعیمیہ میں لوجہ اللہ تدریسی خدمات انجام دیں۔ جامعہ کے غریب و نادار طلبہ کے ساتھ آپ کے فیاضانہ سلوک کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ خود صدر الافاضل آپ کے اس سخاوت آمیز کردار کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔

صدر الافاضل سے غایت محبت و عقیدت کا یہ عالم کہ اکثر و بیشتر مرادآباد بارگاہ میں حاضری دینے تشریف لاتے۔ عموماً محفلوں میں صدر الافاضل کا ذکر خیر کیا کرتے۔ اور یہ محبت و عقیدت یوں ہی نہ تھی صدر الافاضل کی شفقتوں کا نتیجہ تھا۔ صدر الافاضل نے آپ کو اپنا متبنیٰ یعنی منہ بولا بیٹا بنالیا تھا۔ آپ پر اعتماد فرماتے۔ اور اعتماد کی حد تو یہ کہ ایک بار گھوسی میں دیوبندیوں سے مناظرہ کی نوبت آئی تو آپ نے تھانوی کے وکیل مولویوں کے مقابلے میں آپ کو اپنا نائب و وکیل بنا کر بھیجا۔ اور حکم دیا کہ اگر مولوی اشرف علی تھانوی خود آئیں تو مجھے اطلاع دی جائے میں خود پہنچوں گا۔ اور اگر وہ اپنا وکیل بھیجیں تو میری طرف سے مولانا حبیب الرحمٰن اور مولانا عبد الحفیظ مناظرہ کریں گے۔ اور یہ میرے قائم مقام ہوں گے۔ اللہ کے فضل اور استاد محترم کی شفقت آمیز دعاؤں سے آپ کو اس مناظرہ میں فتح نصیب ہوئی۔ اور پھر اس کے بعد فتوحات کا ایسا سلسلہ جاری ہوا کہ تاحیات ختم ہی نہیں ہوا۔

الغرض مجاہد ملت اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی مذہبی و مسلکی بے لوث خدمات، آپ کا قائدانہ و مجاہدانہ کردار اور سیرت نبوی کی آئینہ دار آپ کی حیات طیبہ بلاشبہ بندگان خدا کے لیے نمونہ اور لائق تقلید و اتباع ہے۔

زیر نظر کتاب ''حضور مجاہد ملت حیات، خدمات اور اعترافات'' جس میں آپ کی حیات طیبہ کے کئی اہم

گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے ،آپ کی مذہبی ، مسلکی ، سیاسی خدمات کی قدرے تفصیلی روداد پیش کی گئی ہے ، ارباب علم ودانش کے مدح آمیز تاثرات شامل کیے گئے ہیں۔ اور بھی کافی کچھ ایسا اس کتاب میں موجود ہے ، جو اسیران مجاہد ملت کی دل چسپی کے لیے کافی ہے۔

حضور مجاہد ملت کی خدمات و کارناموں کے حوالے سے یہ کتاب نہایت عمدہ اور مدلل و مفصل ہے۔

لائق مبارک باد ہیں کتاب کے مصنف ، ملک کے مشہور صاحب قلم ، حضرت علامہ مولانا رحمت اللہ صدیقی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی ، جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب میں بڑی محنت و جانفشانی سے کام لیا ہے۔ عمدہ عناوین کا انتخاب کیا اور تاریخی حوالوں سے مفصل لکھا ہے۔

دعا ہے اللہ پاک موصوف محترم کو اس مبارک کاوش کا اچھا اجر عطا فرمائے۔ مجاہد ملت کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمائے۔ اور مزید خوب خوب ترقیاں عطا فرمائے۔ ساتھ ہی اس فقیر کو بھی اپنے فضل اور اپنے مبارک ، پاک باز و مقدس بندے کے فیضان سے مستفیض و مستنیر فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ: ۲۶ / ربیع النور ۱۴۴۲ھ

[حضور مجاہد ملت حیات، خدمات اور اعترافات ۶۰، ۶۱]



”محدث جامعہ نعیمیہ احوال وافکار“ پر نعیمی تاثر

باسمہٖ تعالیٰ! الحمد لولیہ والصلاۃ والسلام علیٰ نبیہ۔ امابعد!

چودہویں صدی میں برصغیر میں بہت سے مدارس کا قیام عمل میں آیا، انہیں میں ایک مشہور ومعروف مدرسہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد بھی ہے۔ چودہویں صدی کے اکثر علما وفضلا اسی مبارک ومقدس ادارے کے پروردہ اور بانی جامعہ نعیمیہ صدر الافاضل فخر الاماثل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین قادری محدث مرادآبادی تغمد اللہ الھادی کے فیض یافتہ ہیں۔

فرزندان جامعہ نعیمیہ اور صدر الافاضل کے مخصوص فیض یافتگان میں ایک مشہور و معروف اور معتبر ومستند نام جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول، مقدام العلما، ممتاز المناطقہ والفلاسفہ، عمدۃ المحققین، حضرت علامہ مفتی محمد طریق اللہ نعیمی شیخ الجامعہ علیہ الرحمۃ والرضوان، کا بھی آتا ہے۔

آپ نے صدر الافاضل کی بارگاہ فیض سے خوب اکتساب علم وکسب فیض فرمایا۔ جامعہ ہی سے فراغت پائی اور تاحیات اسی ادارے میں درس وتدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ عارف باللہ حضرت شاہ بلاقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قطب مرادآباد کے مزار شریف کے پاس آپ کا مزار پاک واقع ہے۔

برسوں سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ شیخ صاحب کی حیات وخدمات کے حوالے سے مفصل حالات پر مشتمل کوئی کتاب تیار کرکے خواص وعوام کی نذر کی جائے، اللہ جزاعطا فرمائے محب گرامی قدر، پیکر اخلاص، عمدۃ الخطبا، فاضل جامعہ نعیمیہ مرادآباد، حضرت علامہ مولانا محمد رمضان حیدر فردوسی نعیمی زید مجدہ کو جنہوں نے اس طرف توجہ فرمائی اور شیخ صاحب علیہ الرحمۃ کی حیات وخدمات پر مشتمل کتاب بنام ”محدث جامعہ نعیمیہ احوال وافکار“ تیار فرماکر شیخ صاحب علیہ الرحمۃ کے شاگردوں کی طرف سے فرض کفایہ ادا کردیا۔

دعا ہے اللہ پاک مرتب موصوف زید حبہ کی اس کاوش کو مقبول خاص وعام فرمائے۔ اور مرتب موصوف کو اس پر اجر عظیم عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ وعلی آلہ واصحابہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

یکے از گدایان بارگاہ صدر الافاضل:۔۔۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ

خام نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ: ۲۲/ ربیع الغوث ۱۴۴۴ھ بروز جمعہ

علامہ توفیق احمد نعیمی مسلک اعلیٰ حضرت کے بے باک مبلغ

حضور صدر الافاضل فخرالاماثل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین جلالی مرادآبادی تغمدہ اللہ الہادی کے قائم کردہ ادارہ جامعہ نعیمیہ سے اب تک ہزاروں ایسے علما وفقہا پیدا ہوئے جن کی شہرت و مقبولیت نے آسمان سنیت میں چار چاند لگائے۔ جن کے علم وفضل کی روشنی نے نہ جانے کتنے ہی ظلمت کدوں کو منور وروشن فرمایا، جن کی مذہبی و مسلکی خدمات سے اپنوں کے علاوہ بیگانے بھی متاثر ہوئے۔ جن سے عوام وخواص سبھی فیض یاب ہوئے۔ جنہوں نے اپنے زریں کارناموں سے دنیائے سنیت میں اپنی ایک الگ اور منفرد پہچان بنائی۔ جن کے مذہبی، علمی، تحقیقی، سیاسی، قومی اور صحافتی کارناموں نے زمانہ بھر میں شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ انہیں ممتاز و منفرد فرزندان جامعہ نعیمیہ میں ایک نام،

نمونہ اسلاف، ماہر علم وفن، پیکر علم وعمل، حضرت علامہ مفتی محمد توفیق احمد نعیمی شیش گڑھی دامت معالیہ کا بھی ہے۔

آپ کا تعلق قصبہ شیش گڑھ ضلع بریلی شریف سے ہے۔ ۱۴۰۹ھ میں جامعہ نعیمیہ سے سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ فراغت سے اب تک علمی خدمات میں مصروف و مشغول ہیں۔ دو درجن سے زیادہ علمی وتحقیقی کتابیں تصنیف فرما چکے ہیں۔ سیکڑوں مضامین ومقالات رشحات قلمیہ میں شامل ہیں۔ مدرسہ کے قیام کے علاوہ مختلف تنظیمات وتحریکات تشکیل دے چکے ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے بے باک مبلغ ہیں۔ بلا خوف لومۃ لائم احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ بخوبی انجام دے رہے ہیں۔ علاقائی عصبیت سے بے خوف، حساد کے حسد سے بے نیاز ہوکر مخلصانہ انداز میں خدمت دین وخدمت خلق کی ڈیوٹی نبھا رہے ہیں۔

فقیر کی دو تین ملاقاتیں ہیں مگر جب بھی ملے ایسا محسوس ہی نہیں ہوا کہ ہم اجنبی ہیں۔ نعیمی نسبت کا اثر اس قدر غالب ہے کہ ملاقات پر اجنبیت کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ حسن اخلاق کے حامل اور تبسم آمیز تکلم اس پر مستزاد۔

الغرض اپنے معاصرین میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔

زیر نظر کتاب ”سوانح توفیق ملت“ جسے آپ کے خلف ارشد وتلمیذ رشید حضرت مولانا محمد نعمان اشرف نعیمی سلمہ القوی نے ترتیب دیا ہے۔ آپ کی ذات وخدمات کے حوالے سے مختصر سا خاکہ ہے۔ حالاں کہ آپ کی خدمات کا دائرہ خوب وسیع ہے۔ لیکن یہ نقش اول ہے امید ہے نقش ثانی اس سے بہتر اور فزوں تر ہوگا۔

دعا ہے اللہ پاک آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور آپ کی عمر میں خوب برکتیں عطا فرمائے، مزید مذہب

ومسلک کی خدمات کی توفیق بخشے۔اور فیضان صدر الافاضل سے مستفیض فرمائے۔اور مرتب موصوف کو دنیاو آخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

تعمیل حکم میں بعجلت یہ چند سطور ہی لکھ سکا ہوں امید ہے قبول فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

نیاز کیش: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ۔نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اترا کھنڈ

دیوان لوح وقلم

الحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین!

امابعد! آپ (علامہ طارق انور مصباحی صاحب زید اقبالہ) کے مضامین کا مجموعہ بنام ”دیوان لوح وقلم“ باصرہ نواز ہوا۔عناوین کا عمدہ انتخاب،مضامین کی عمدگی،اہمیت،افادیت،علمی وتحقیقی معیار وحیثیت اور جامعیت پر دال ہے۔دور حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر جس طرح عناوین منتخب کیے گئے ہیں بلا شبہہ اس سے اس خوب صورت مجموعہ مضامین کا حسن دوبالا ہو گیا ہے۔

موجودہ دور کے حساس وسلگتے مسائل پر آپ نے جس طرح بے باکی مگر سنجیدگی سے تبصرہ نگاری فرمائی ہے یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔مذہبی،مسلکی،مشربی،قومی،ملی،سماجی،سیاسی،اقتصادی ہر پہلو پر دل کھول کر لکھا ہے۔ حالات زمانہ سے خوب واقف ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ ہر عالم کے لیے حالات زمانہ سے واقف ہونا اور اس کی رعایت کرتے ہوئے مسائل بیانی کا شرعاً حکم ہے۔مضامین کے مطالعہ سے جہاں آپ کے جہاں دیدہ ہونے کا علم ہوتا ہے وہیں آپ کے علمی وتحقیقی مزاج کا پتہ چلتا ہے۔اس سے قبل بھی آپ کی کئی مصنفات ومرتبات پڑھنے کا شرف حاصل کر چکا ہوں۔ماشاء اللہ قلم میں خوب برکت ہے۔اللہ کرے آپ کی زود نویسی وسرعت قلم کو کسی کی نظر نہ لگے۔آپ کی یہ علمی وتحقیقی کاوشیں دیکھ کر آپ پر رشک آتا ہے۔اللہ پاک آپ کی ان مبارک خدمات کو قبول فرمائے۔مزید مذہب ومسلک کی خوب خوب خدمت کی توفیق بخشے۔دین ودنیا کی بھلائیاں اور ترقیاں نصیب کرے اور آپ کی اس مبارک کاوش ”دیوان لوح وقلم“ کو مقبول خاص عام فرمائے۔

آمین بجاہ خاتم النبین والمرسلین صلوات اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی۔نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اترا کھنڈ

مورخہ: ۲۳ر محرم الحرام ۱۴۴۲ھ

[دیوان لوح وقلم،دفتر اول۔ص ۲۹۲]

مقالات مفتی اعظم باسنی علمی لائبریری میں ایک حسین اضافہ

داعی مذہب اسلام، مبلغ مذہب اہل سنت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، صوفی باصفا، نمونہ اسلاف، پیکر علم وعمل، حامل تقوی وطہارت، صاحب حسن اخلاق واخلاص، ماہر علم وفن، تجربہ کار مدرس، بہترین مصنف، منصف مزاج قاضی ومفتی، اعلم علماے بلد، عمدۃ القرا، صوفی باصفا حضرت علامہ مولانا مفتی ولی محمد رضوی، مفتی اعظم باسنی دام بالمفاخر والمعالی، کی ذات گرامی وقار کسی تعارف کی محتاج نہیں!

مفتی اعظم راجستھان حضرت علامہ مفتی اشفاق حسین نعیمی علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات کے بعد آپ ہی ہیں جنھوں نے پورے راجستھان کو اپنی مذہبی تبلیغی خدمات کے ذریعے خوب سے خوب ترفیض یاب ومستفید ومستفیض فرمایا ہے۔ یقیناً راجستھان کے ریتیلے علاقے کو علم وعمل کے پانی سے سیراب کرکے سرسبز وشادابی عطا کرنے میں آپ کا بڑا ہاتھ ہے۔

مذہب اسلام کی حقانیت کا پرچم بلند کرنے، تعلیمات اولیاے کرام وصوفیاے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، عام کرنے، امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان، کے مذہب حق سے ناواقفوں کو روشناس کرانے اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی کے مسلک حق کی نشر واشاعت اور ان کے افکار ونظریات کو پھیلانے میں آپ نے جس مخلصانہ، مجاہدانہ اور قائدانہ کارکردگی کا مظاہرہ فرمایا ہے وہ بلا شبہ لائق تعریف وتحسین اور قابل تقلید ہے۔

آپ کی مذہبی، مشربی، مسلکی، قومی وملی، سیاسی، درسگاہی، خانقاہی، تبلیغی اور قلمی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ہم یہاں آپ کی خدمات اور علمی کارنامے بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ ہاں آپ کے حکم کی تعمیل میں آپ کے لکھے ہوئے مقالات کے دوسرے مجموعہ پر اپنے بے وقعت تاثرات ضرور پیش کرنے کی سعادت حاصل کرسکتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ''مقالات مفتی اعظم باسنی'' حضرت والا درجت کے قیمتی، علمی وتحقیقی مضامین کا ایک حصہ ہے۔ کتاب میں آپ کے مضامین ومقالات، گراں قدر تقریظات وتاثرات اور چند منتشر تحریریں جمع کی گئی ہیں۔ کتاب کے مندرجات پانچ ابواب پر منقسم ہیں۔

① علمی وفکری تحریریں

② اصلاحی تحریریں

③ رضویات

④ شخصیات اسلام

⑤ تاثراتی تحریریں

کتاب میں شامل آپ کی تمام تر تحریریں پڑھے جانے سے تعلق رکھتی ہیں۔

ان تحریروں سے جہاں آپ کا مذہبی و مسلکی جذبہ ترویج واشاعت معلوم ہوگا وہیں قومی وملی خدمات کا پتہ بھی چلے گا۔ ساتھ ہی علمی و تبلیغی ذوق، طباعتی واشاعتی شوق، نیز آپ کی مخلصانہ مذہبی و مسلکی سرگرمیوں کا اندازہ بھی ہوگا۔

اسلاف شناسی، اصاغر نوازی، حق افروزی، باطل سوزی، منصف مزاجی، ادب ونثر نگاری، پڑھنے کو ملے گی تو وہیں مذہبی وقومی حساس مسائل پر آپ کے جذبات بیکراں اور ان کے حل کے لیے آپ کی جان توڑ کوششوں کو بھی پڑھا جاسکے گا۔ یہی نہیں بلکہ مذہب اسلام اور مسلمانوں کے ناگفتہ بہ حالات پر آپ کے درد کو بھی محسوس کیا جاسکے گا۔

الغرض آپ کی ان تحریروں میں آپ کی تبحر علمی، اور کمال تحقیق کے جلوے نظر آئیں گے۔

مضامین کی ترتیب وتذہیب کا کام، آپ کے دو سعادت مند، عقیدت مند، خوش قسمت، شاگردوں کے حصے میں آیا ہے۔

ایک آپ کے سعادت مند، فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد اسلم رضا قادری اشفاقی امام وخطیب جامع مسجد باسنی ناگور۔ دوسرے آپ کے شاگرد ارشد، تلمیذ رشید حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قادری رضوی اشفاقی، باسنی ناگور۔

کتاب کی ترتیب نہایت ہی خوبصورت اور احسن انداز میں کی گئی ہے۔

دعا ہے اللہ پاک کتاب (مقالات مفتی اعظم باسنی) کو مقبول خاص وعام فرمائے۔ اور مفتی اعظم باسنی دامت معالیہم کا سایہ اہل سنت پر دراز فرمائے۔ اور مرتبین حضرات کو ان کی اس کاوش پر دونوں جہان کی بھلائیاں نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولابویہ

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ ۲۲/ رجب المرجب ۱۴۴۳ھ

ایصال ثواب کی شرعی حیثیت

اپنے کسی عمل صالح کے ذریعہ زندہ یا مردہ مومن بندوں کو ثواب پہنچانا شرعًا ثابت ہے۔ اور اس کے مستحسن و کار خیر ہونے پر اہل سنت کا اجماع ہے۔ اصطلاح شرع میں اسی کو ایصال ثواب کہا جاتا ہے۔ احادیث نبویہ وآثار صحابہ، نصوص فقہا اور تعلیمات اسلاف میں اس پر صاف و صریح واضح و ضیح ثبوت موجود ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ:

"انا نتصدق عن موتانا وندعولهم فهل يصل ذالك اليهم فقال نعم انه ليصل ليفرحون به كما يفرح احدكم بالطبق اذا أهدى اليه۔

"یعنی یا رسول اللہ ہم اپنے موتیٰ کی جانب سے صدقہ دیتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور اُن کے لیے دعا مانگتے ہیں تو کیا اس کا ثواب موتیٰ کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ثواب پہنچتا ہے اور موتیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ (جیسا کہ تم میں سے کوئی خوش ہوتا ہے جب اسے کوئی طبق ہدیہ کیا جاتا ہے)" [عمدۃ القاری: کتاب الوضوء، ۲/۵۹۹]

حضرت سعد بن عبادہ سے مروی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا:

"يا رسول الله ان ام سعد ماتت فاى الصدقه افضل قال الماء فحفر بيرا و قال هذه لام سعد۔

یا رسول اللہ! سعد کی ماں مرگئی، کون سا صدقہ بہتر ہے سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، پانی۔ پس انہوں نے کنواں کھودا۔ اور کہا "هذه لام سعد" یعنی یہ صدقہ اُم سعد کے لیے ہے۔"

[سنن ابوداؤد: باب فی فضل سقی الماء، ۱/۲۳۶۔ سنن نسائی، باب فضل الصدقۃ عن المیت، ۲/۱۱۵،]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے "وقال هذه لام سعد" کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

"وگفت ایں چاہ برائے ام سعد ست وبرائے اوست تا ثواب این بروح وے برسد۔"

[اشعۃ اللمعات: باب فضل الصدقۃ، ۲/۵۶،]

سنن ابوداؤد میں ہے:

ابراهيم بن صالح بن درهم قال سمعت ابى يقول انطلقنا حاجين فاذا رجل فقال لنا الى جنبكم قرية يقال لها الابلة قلنا نعم قال من يضمن لى منكم ان يصلى لى فى مسجد العشار ركعتين او اربعا ويقول هٰذه لابى هريرة الخ،۔

یعنی ابراہیم بن صالح بن درہم نے کہا کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا کہ جب وہ وہ حج کے لیے گئے

تھے توانہوں نے وہاں ایک شخص سے ملاقات کی (یعنی حضرت ابوہریرہ سے) انہوں نے ہم سے پوچھا کیا تم ابلہ نامی بستی کے پاس رہتے ہو؟ ہم نے کہا کہ جی۔ توانہوں نے کہا کہ تم میں سے کون میرے لیے ذمّہ لیتا ہے کہ مسجد عشار میں دو یا چار رکعت پڑھے اور کہے ''هذه لابی هریرة'' یعنی اس کا ثواب ابوہریرہ کے لیے ہے۔''

[سنن ابوداؤد:۲/۵۹۲، باب فی ذکر البصرۃ]

چناں چہ ''لمعات ''میں مسطور ہے ''ان معناه ثواب هذه الصلاة لابی هريرة''

[لمعات التنقیح في شرح مشكاة المصابیح: باب الملاحم، الفصل الثانی، ج۸ ص ۶۲۳]

شرح عقائد کی یہ عبارت بھی ملاحظہ کریں:

''وفی دُعا الاحیاء للاموات وصدقتهم ای صدقة الاحیاء عنهم ای عن الاموات نفع لهم ای للاموات خلافا للمعتزلة۔

یعنی زندوں کا مردوں کے لیے دعا مانگنا اور ان کے لیے صدقہ کرنا مردوں کے لیے نفع بخش ہے۔ اور یہ امر مذہب معتزلہ کے خلاف ہے۔''[شرح عقائد نسفی: مبحث دعاء الاحیاء للاموات، ص ۱۷۱]

فقہ حنفی کے مشہور امام قاضی خاں علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''رجل تصدق عن الميت ودعاله قالوا يجوز ذالك ويصل الى الميت لما جاء في الاخبار ان الحی اذا تصدق عن الميت بعث الله تعالى تلك الصدقة اليه على طبق من النور۔

یعنی اگر کسی شخص نے میت کی جانب سے صدقہ دیا اور اُس کے لئے دُعا بھی مانگی تو یہ جائز ہے اور اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ کیوں کہ حدیث میں وارد ہے کہ زندہ اگر میت کی جانب سے صدقہ کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نور کے طبق اُس کے پاس بھیجتا ہے۔''[فتاوی قاضی خاں ملحق بفتاوی عالمگیری: فصل فی الصدقۃ، ۳/۲۸۴]

فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاوی شامی میں ہے:

''(قوله ويقرأ يسٓ) لما ورد من دخل المقابر فقرأ سورة يٰس خفف الله عنهم يومئذ وكان لهٗ بعدد من فيها حسنات، بحر: وفی شرح الباب ويقرأ من القران ما تيسر له من الفاتحة واول البقرة الى المفلحون وآية الكرسی وآمن الرسول وسورة يس وتبارك الملك وسورة التكاثر والاخلاص اثنی عشر مرة او عشر او سبعا او ثلثا ثم يقول اللهم اوصل ثواب ما قرأناه الى فلان او اليهم۔

یعنی الحمد اللہ، اور سورہ بقر مفلحون تک اور آیۃ الکرسی اور آمن الرسول اور سورہ یٰس اور تبارک الملک اور سورہ تکاثر اور اخلاص (میں) سے بارہ یا دس یا سات یا تین مرتبہ پڑھے پھر کہے اے بار خدا! جو میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں کی طرف پہنچا (یعنی ایک شخص کا نام لے) یا ان کی طرف پہنچا (یعنی ایک جماعت کو ثواب پہنچا

دے)" [فتاوی شامی، باب صلاۃ الجنازۃ، ۱۵۱/۳،]

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ الرحمٰن اس تعلق سے رقم طراز ہیں:

"قول فیصل و سخن مجمل درین باب آنست کہ ایصال ثواب وہدیہ اجر باموات مسلمین باجماع کافہ اہلسنت وجماعت امریست مرغوب ودر شرع مندوب۔ احادیث بسیار از حضور سید الابرار علیہ افضل الصلوٰۃ من ملک الجبار ودر ترغیب وتصویب ایں کار وارد شد۔

امام علامہ محقق علی الاطلاق در فتح القدیر وامام علامہ فخر الدین زیلعی در نصب الرایہ وامام علامہ جلا الدین سیوطی در شرح الصدور وفاضل علامہ علی قاری در مسلک متقسط وغیرہم فی غیرہا بذکر برخی ازانہا پرداختہ اند وخود انکار ایں کار نیاید مگر از سفیہ جاہل یا ضال مطلق مبتدعان زمانہ راکہ خون پنہاں معتزلیت بجوش آمدہ است در پردہ ترخیص نیابت وتخصیص وکالت، اہداے ثواب راانکار کنندہ وپیش خویش اجماع قطعی اہلسنت رابرہم زنند باز بشہادت احادیث کثیر وجزم تصحیح جمہور ائمہ وصول ثواب خاص بقربات مالیہ نیست بلکہ مالیہ وبدنیہ ہر دور اعام ہمیں ست مذہب ائمہ حنفیہ وبریں اند بسیارے از محققین شافعیہ وعلیہا الجمھور وھوالصحیح الرجیح المنصور۔ باز اجماع ایں ہر دو کہ ہم قرآن خوانند وہم تصدق کنند وثواب ہر دو بمسلماناں رسانند نیست مگر جمع حسن باحسن ومندوب وزنہار یکے بعد دیگرے منافی نیست کالتلاوۃ من المصحف فی الصلوٰۃ نہ شرعی بانکار ایں جمع وارشد کقراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود پس اورا محذور گفتن از دائرہ عمل بیرون رفتن ست۔.............

امام الطائفہ در صراط مستقیم گوید "ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود ثواب آں بروح کسے از گزشتگان برساند وطریق رسانیدن آں دعائے خیر بجناب الٰہی ست پس ایں خود البتہ بہتر ومستحسن است الخ"

(اس باب میں قول فیصل اور اجماع کلام یہ ہے کہ مسلمان مُردوں کو ثواب اور اجر ہدیہ کرنا ایک پسندیدہ اور شریعت میں مندوب امر ہے، جس پر تمام اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے۔ اس عمل کو درست قرار دینے اور اس کی رغبت دلانے سے متعلق حضور سید الابرار علیہ الصلاۃ والسلام سے بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ جن میں سے کچھ احادیث امام علامہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں امام علامہ فخر الدین زیلعی نے نصب الرایہ میں امام علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں فاضل علامہ علی قاری نے مسلک متقسط میں اور دوسرے حضرات نے دوسری کتابوں میں بیان فرمائی ہیں۔

اس عمل کا انکار وہی کرے گا جو بے وقوف جاہل یا گمراہ صاحب باطل ہو۔ اس زمانہ کے بدمذہبوں میں معتزلیت کا چھپا ہوا خون جوش میں آگیا ہے معتزلہ کی نیابت اور خصوصی وکالت کے پردے میں ایصال ثواب کے منکر ہیں اور خود اہل سنت کے اجماع قطعی کے مخالف ہیں۔ پھر احادیث کثیرہ کی شہادت اور جمہور ائمہ کے

جزم اور تصحیح سے ثابت ہے کہ ثواب پہنچنا قربت مالی سے خاص نہیں بلکہ مالی وبدنی دونوں کو عام ہے۔ یہی ائمہ حنفیہ کا مذہب ہے اور اسی پر بہت سے محققین شافعیہ بھی ہیں اور اسی پر جمہور ہیں۔ اور یہی صحیح، راجح اور نصرت یافتہ مسلک ہے۔

پھر بدنی ومالی دونوں کو جمع کرنا اس طرح کہ قرآن بھی پڑھیں، صدقہ بھی کریں، اور دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچائیں، یہ حسن کو حَسن اور مندوب کو مندوب کے ساتھ یکجا کرنا ہی تو ہے، ہرگز ان دونوں میں کوئی منافات نہیں، جیسے نماز کے اندر مصحف دیکھ کر تلاوت کرنے میں ہے، نہ ہی شریعت میں اس جمع سے منع وارد ہے جیسے رکوع وسجود میں قراءت قرآن سے متعلق ہے، پھر اس کو ممنوع ٹھہرانا عقل کے دائرے سے قدم باہر لانا ہے۔۔.................امام الطائفہ نے صراط مستقیم میں لکھا ہے:

”جو عبادت کسی مسلمان سے ادا ہو اور اس کا ثواب گزرے ہوئے لوگوں میں سے کسی کی روح کو پہنچائے، اور اس کے پہنچانے کا طریقہ جنابِ الٰہی میں دعا ہے تو یہ خود بلا شبہ بہتر اور مستحسن ہے الخ“

[فتاوی رضویہ جدید: ج۹ ص۵۷۰ تا ۵۷۲]

بالجملہ ایصال ثواب عند الشرع مطلوب، محبوب، مرغوب اور مستحسن ومندوب ہے۔ اہل سنت کے یہاں رائج فاتحہ، تیجہ، دسواں بیسواں چالیسواں برسی وغیرہا رسمیں ومعمولات اسی ایصال ثواب کی مبارک شاخیں ہیں۔ جس کا انکار نہیں کر سکتا مگر بد مذہب وبد عقیدہ جس کی فکر میں اعتزال اور ایمان میں زوال اثر انداز ہے۔

آمدم بر سر مطلب:

زیر نظر کتاب **”ایصال ثواب کی شرعی حیثیت“** اسی معمول اہل سنت یعنی ایصال ثواب کی شرعی حیثیت کو اجاگر کرنے والی ایک ضخیم مدلل ومفصل کتاب ہے۔ کتاب میں آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، آثار صحابہ، نصوص ائمہ، تعلیمات اولیا وعلما اور مسلمانان اہل سنت کے توارث سے ایصال ثواب کی شرعی حیثیت اور فاتحہ وغیرہ معمولات اہل سنت جو ایصال ثواب ہی کے قبیل سے ہیں، ان سے متعلق معرکۃ الآرا بحث کی گئی ہے اور ان کے ثبوت میں منصفانہ وغیر جانب دارانہ جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ نیز منکرین کی کتابوں سے بھی ایصال ثواب کے ثبوت میں شواہد پیش کیے گئے ہیں۔

ایصال ثواب کے حوالے سے یہ کتاب نہایت ہی عمدہ اور احسن انداز میں مرتب کی گئی ہے۔ اس کتاب میں عموماً ایصال ثواب کی مشہور ومروجہ تمام تر قسموں اور معمولات پر سیر حاصل مواد جمع کیا گیا ہے۔

کتاب تقریباً ساڑھے چھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب میں دس ابواب اور چھتیس فصلیں ہیں۔ ہر باب کی ہر فصل، ہر فصل کی ہر بحث، ہر بحث کی ہر سطر اور ہر سطر کا ہر لفظ پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے۔ علمی

وتحقیقی مزاج رکھنے والوں کے لیے یہ کتاب نہایت ہی عمدہ اور قابل مطالعہ ہے۔

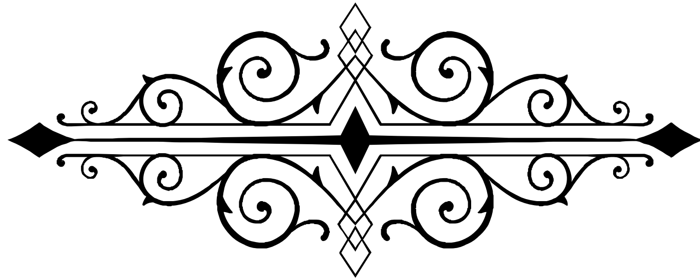
اس کتاب کی ترتیب وتحقیق کا سہرا عزیز گرامی قدر حضرت علامہ مولانا مفتی ابو حذیفہ محمد کاشف اقبال مدنی رضوی فیصل آبادی زید اقبالہ کے سر جاتا ہے۔

محترم موصوف نے اس کتاب میں خوب محنت سے کام لیا ہے۔اور کتاب کو عوام وخواص سب کے لیے یکساں مفید بنانے کی سعی جمیل فرمائی ہے۔فقیر نے محترم موصوف کی اس سے قبل بھی چند تحقیقی کتابیں دیکھی ہیں۔

جناب خوب لکھتے ہیں اور اچھا لکھتے ہیں۔قلم میں روانی اور اسلوب میں علمی وتحقیقی اثر پایا جاتا ہے۔دعا ہے اللہ پاک موصوف کو مزید ترقیاں وکامیابیاں عطا فرمائے اور ان کی تمام کاوشات کو خاص کر اس کتاب کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ
نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ



سوشل میڈیا اور تبلیغی جدوجہد

الحمدللہ رب العٰلمین۔ والصلاۃ والسلام علی سیدو خاتم النبیین المرسلین۔ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ واھل بیتہ اجمعین۔

امابعد!

دور حاضر جسے لوگ دور ترقی سے تعبیر کررہے ہیں، دراصل یہ دور، دور تنزلی ہے۔ اسے لوگ دور ارتقا بتا رہے ہیں لیکن حقیقت میں یہ دورانحطاط ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو نبی کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ظاہری ہی ترقی کا دور تھا۔ اورآپ کے دور ظاہری کے مابعد ادوار تنزلی میں شمار کیے جاتے ہیں۔ خود غیب داں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد مبارک کے ذریعہ اس کی تصریح فرمادی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

”خیرکم قرنی، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم۔
یعنی تم میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر میرے بعد والوں کا پھران کے بعد والوں کا۔“

[صحیح بخاری: ج۳ص۱۷۱۔ رقم الحدیث:۲۶۵۱]

اس حوالے سے بہت سی احادیث کریمہ وارد ہیں، جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سب سے مبارک اور بہتر دور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اس کے بعد صحابہ و تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کا ہے۔ اور پھر اس کے بعد ادوار میں فتنے پیدا ہونے لگیں گے۔ دین داری کم ہوتی چلی جائے گا۔ جہالت وگمراہی پھیلنے لگے گی۔ لوگ علم سے بے بہرہ اور علوم دینیہ سے بیزار ہونے لگیں گے۔ علم والوں سے دوری اختیار کریں گے، اسی وجہ سے فتنوں کا شکار ہوں گے۔ اس حوالے سے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی درج ذیل عبارت قابل ملاحظہ ہے۔ رقم طراز ہیں:

”ارشاد ہوا کہ میرا زمانہ سب سے بہتر ہے۔ پھر دوسرا پھر تیسرا۔ اس کے بعد جھوٹ اور خیانت اور تن پروری اور خواہی نخواہی گواہی دینے کا شوق لوگوں میں شائع ہوجائے گا۔.....

اے عزیز! یہ تو بالبداہتہ باطل کہ زمانہ صحابہ و تابعین میں شر مطلقاً نہ تھا نہ ان کے بعد خیر مطلقاً رہی، ہاں اس قدر میں شک نہیں کہ سلف میں اکثر لوگ خداترس متقی پرہیز گار تھے بعد کو فتنے فساد پھیلتے گئے، پھر یہ کن میں، یہ انہیں لوگوں میں جو علم و محبت اکابر سے بہرہ نہیں رکھتے، ورنہ علمائے دین ہر طبقہ اور ہر زمانہ میں منبع و مجمع خیر رہے ہیں۔ مگر ہوا یہ کہ ان زمانوں میں علم بکثرت تھا، کم لوگ جاہل رہتے تھے اور جو جاہل تھے وہ علما

کے فرماں بردار، اس لیے شر وفساد کو کم دخل ملتا کہ دین متین دامن علم سے وابستہ ہے۔ اس کے بعد علم کم ہوتا گیا، جہل نے فروغ پایا، جاہلوں نے سرکشی و خودسری اختیار کی، لاجرم فتنوں نے سر اٹھایا“

[فتاوی رضویہ جدید: ج۲۶ص۵۳۴]

بالجملہ: اہل اسلام کے لیے یہ دور، تنزلی کا دور ہے، ہر طرف فتنے ہی فتنے دکھائی دے رہے ہیں۔ بے علمی، نااہلی اور گمراہی بڑھتی جارہی ہیں۔ بداعتقادی اور اسلام مخالف سرگرمیاں دن بدن تیز رفتاری پر ہیں۔ باطل و فاسد نظریات اور غیر اسلامی معمولات عام ہوتے جارہے ہیں۔ مصلحین کم ہیں۔ مفسدین کی بھرمار ہے۔

ایسے دور کو بھلا دور ترقی کہا جائے گا۔ ہرگز نہیں!!!

اگر جسمانی آسائشیں ،دنیوی آسانیاں ،اچھی غذاؤں اور عمدہ اشیا کا بآسانی حصول، دنیا بھر میں بآسانی اور بعجلت آمدورفت ،گھر بیٹھے دنیا بھر کی خبروں کی معلومات ،سوشل میڈیائی نمائشوں بغیر محنت سستی شہرتوں، بغیر علم حاصل کیے بڑے بڑے عہدوں کی حصول یابی، کو لوگ ترقی سمجھتے ہیں تو یہ خود فریبی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

مذہب اسلام میں ترقی مذہب اسلام اور مسلمانوں کے فروغ سے تعبیر ہے۔ بے ایمانوں میں ایمان، گمراہوں میں اسلام پھیلانے کو ترقی کہتے ہیں۔ مفسدین تک اصلاح کا پیغام پہنچانے کو ترقی کہتے ہیں۔ غیر مہذب طبقہ کو اسلامی تہذیب سے روشناس کرانے کو ترقی کہتے ہیں۔ باطل و فاسد نظریات رکھنے والوں کو اسلامی نظریات سے آگاہ کرنے کو ترقی کہتے ہیں۔ اصحاب کرام، ائمہ عظام، اولیاے کرام اور علماے کرام کی اتباع و پیروی کو ترقی کہتے ہیں۔

الغرض اسلامی روایات واقدار، احکامات نبی مختار، تعلیمات اسلاف اطہار اور اتباع علماے ذی وقار پر عمل کرنا اور اس کو دنیا بھر میں عام کرنا ہی اصل ترقی ہے۔

اس ترقی پر عمل کرنے والے لوگ ہر دور میں پائے گئے اور پائے جائیں گے۔ دور حاضر میں بھی ایسے بے شمار افراد ہیں جو اسلامی ترقی کے خواہاں اور اس کے لیے حد بھر کوشاں ہیں۔ انہیں میں ایک نام صاحب قلم محترم جناب مولانا شمس تبریز ازہری صاحب سلمہ کا ہے۔

ایسے وقت میں جب کہ سوشل میڈیا کا لوگ بے جا استعمال کرتے نظر آرہے ہیں۔ فوٹو اور ویڈیو کے ذریعہ نمائشوں کا بازار گرم ہے۔ وہاٹس ایپ، ٹیلی گرام، فیس بک وغیرہ سوشل میڈیائی پروگرام کے ذریعہ غیر مہذب، غیر مستند تحریریں اور فتنہ انگیز مضامین کی اشاعت عام ہورہی ہے۔ موصوف کانٹوں میں پھول، کیچڑ میں

کنول، سیپ میں موتی کا نظارہ پیش کررہے ہیں۔

موصوف نے سوشل میڈیا پر اصلاحی مضامین کی نشرواشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔ اور مذہب اہل سنت وجماعت مسلک اعلیٰ حضرت کے دائرے میں مضامین لکھے اور اصحاب قلم سے لکھوا کر عام کرنے کی سعی جمیل کی۔ یہ سلسلہ ارباب علم ودانش میں بے حد مقبول ہوا۔ اب موصوف نے ان تمام مضامین کو اکھٹا کر کے زمینی اشاعت یعنی کتابی شکل میں لانے کا ارادہ کیا ہے۔ فقیر نے کچھ مضامین جستہ جستہ پڑھے بہت لطف حاصل ہوا۔

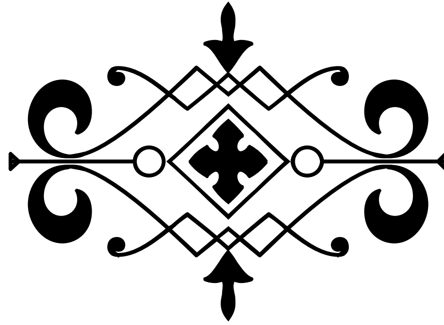
مضامین علمی، معیاری، اصلاحی ہونے کے ساتھ دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق ہیں۔

سوشل میڈیائی دور میں موصوف کی اس پاکیزہ تبلیغی جدوجہد پر فقیر ہدیہ تہنیت پیش کرتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے کہ اللہ پاک اپنے حبیب پاک صاحب لولاک علیہ الصلاۃ والسلام کے طفیل اس مجموعہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا کرے اور قبولیت عوام وخواص بخشے۔

اور موصوف کے ساتھ ان کے تمام رفقا اور معاونین کو بھی مولیٰ تعالیٰ دین ودنیا کی بھلائیاں نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

نیاز مند احقر العباد: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ
خادم نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ



نظرے خوش گزرے (اسلامی تعلیمات تحتانیہ)

اسلام ایک دین فطرت ہے۔اور ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔بعد میں ماحول کے مطابق مذہب میں ڈھل جاتا ہے۔جس مذہب پر بچہ کی نشو ونما ہوتی ہے بچہ عموماً اسی مذہب کی طرف مائل ہوتا ہے۔بچہ کا ذہن ودماغ اس کچی اینٹ کی طرح ہوتا ہے جس پر جو لکھ دیا جاتا ہے وہ پک جانے کے بعد مٹتا نہیں ہے۔بلکہ پائدار ہوجاتا ہے۔بچہ کی پرورش اگر اسلامی ماحول میں کی جائے اور شریعت اسلامیہ کے اصول وقوانین کے مطابق کی جائے تو بچہ اس ماحول سے اس قدر مانوس ہوجاتا ہے کہ خواہ وہ عمر کے کسی پڑھاؤ پر پہنچ جائے اسلامی ماحول سے دوری اس کے لیے باعث تکلیف اور موجب حزن وملال ہوتی ہے۔دور حاضر میں عموماً مسلمانوں کے گھروں میں رسمی طور پر اسلامی ماحول باقی رہ گیا ہے۔مکمل طور پر اسلامی ماحول والے گھر شاذونادر ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ اسلامی ماحول سے خاطر خواہ مانوس ومتاثر نہیں ہوپاتا،بلکہ دنیاوی رنگ،ڈھنگ میں ڈھلتا چلا جاتا ہے اور اسلامی شناخت بس نام بھر باقی رہ جاتی ہے۔ہاں البتہ جن گھروں میں اسلامی ماحول ہوتا ہے،یا بچہ کسی دینی مکتب ومدرسہ میں داخل ہوجاتا ہے،تو کافی حد تک مذہبی اصول سے روشناس اور اسلامی ماحول سے متاثر ہوجاتا ہے۔

لیکن افسوس!کہ دور حاضر میں مسلمانوں نے ترقی کی جو راہ متعیّن کی ہے وہ مدرسہ سے ہوکر نہیں جاتی،بلکہ دنیاوی اسکول،کالج اور یونیورسٹیوں سے ہوکر گزرتی ہے۔جہاں غیر اسلامی ماحول اور مغربی تہذیب کے سانچے میں بچوں کو ڈھالا جاتا ہے۔فکری آورگی کے ناپاک عناصر کے ذریعے ان کو اسلامی تعلیمات سے دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔حمیت اسلامی اور غیرت ایمانی،کو ختم کرنے والے اسباق پڑھائے جاتے ہیں۔اسلامی روش سے ہٹ کر آزادانہ ماحول کا پابند بنایا جاتا ہے۔اسلامی اخلاق وآداب سے متنفر کردینے والے مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔

الغرض دور حاضر کے دنیاوی اسکول کالج وغیرہ میں مغربی کلچر،غیر اسلامی تہذیب کا خاصہ حصہ بچوں کے ذہن نشین کرایا جاتا ہے،جس سے بچہ اسلامی ماحول سے کافی حد تک غیر مانوس ہوجاتا ہے۔عمر بڑھتی جاتی ہے اور اسے اسلامی ماحول میں گھٹن محسوس ہونے لگتی ہے۔اس کی آزادانہ وملحدانہ زندگی میں مذہبی پابندیاں خلل انداز ہوتی ہیں تو وہ ان کے خلاف آواز بلند کرنے کو اپنا جائز حق تصور کرتا ہے۔اور اس طرح وہ اسلام میں داخل ہوکر بھی اسلام سے دور ہوجاتا ہے۔ہاں وہ بچے جو اس طرح کے اسکول،کالج وغیرہ میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ مسجدوں،مدرسوں،علما وحفاظ سے تعلق رکھتے ہیں،یا جن کے گھروں میں اسلامی ماحول پایا

جاتا ہے تو وہ غیر اسلامی تعلیم و تہذیب، فکری آوارگی، آزادانہ وملحدانہ روش سے کافی حد تک محفوظ رہتے ہیں۔

علاوہ ازیں کچھ اسکول، کالج ایسے بھی ہیں، جہاں اس حد تک اسلامی لٹریچر داخل نصاب ہوتا ہے کہ بچہ اس کی برکت سے اسلامی تعلیمات سے وابستہ رہتا ہے، فکری آوارگی، آزادانہ وملحدانہ سوچ اور روش سے دور رہتا ہے۔ اسلامی پابندیوں کو اپنے لیے مفید اور رہنما تصور کرتا ہے، مگر اس طرح کے اسکول کالج بہت کم پائے جاتے ہیں۔

مسلمانوں کو اس پہلو پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے گھر میں اسلامی ماحول پیدا کریں، اپنے ماتحت اسکولوں میں اسلامی تعلیمات پر خاصہ زور دیں۔ اسلامی لٹریچر کو تعلیم کا خاص عنصر تصور کرتے ہوئے ہر بچہ کو تعلیم اسلام کا بنیادی اور ضروری حصہ ذہن نشین کرانے کی حد بھر کوشش کریں۔ معتبر اور مستند اسلامی لٹریچر حسب ضرورت داخل نصاب کریں۔ اسلامی زبان عربی اور مادری زبان اردو اس قدر شامل نصاب کریں، کہ بچہ قرآن پاک تلاوت کر سکے، ماثورہ دعائیں پڑھ سکے، اوراد و وظائف پڑھ سکے، مسائل شرعیہ، تاریخ اسلام اور اسلامی اخلاق پر مبنی کتابیں پڑھ سکے۔ بہت سی کتابیں ہمارے علما نے لکھی ہیں جو داخل نصاب کی جائیں تو یقیناً بچہ اسلامی برکتوں سے محروم نہیں ہوگا۔

زیر نظر کتاب ''اسلامی تعلیمات تحتانیہ'' بھی انہیں کتابوں میں سے ایک ہے۔ فقیر نے کتاب کا چیدہ چیدہ مطالعہ کیا تو یہ پایا کہ کتاب بہت ہی سہل اور سلیس انداز میں لکھی گئی ہے، بچوں کے مزاج کے مطابق مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ احکام قرآنیہ، فرامین مصطفویہ اور اقوال اسلاف سے کتاب مزین ہے۔ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، اقوال صحابہ کے اندراج سے کتاب کا حسن مزید نکھر گیا ہے۔ وہ عقائد و نظریات جن پر ایمان کا دارومدار ہے اور اسلامی اخلاق وآداب جو بچوں اور بڑوں سب کے لیے یکساں مفید ہیں شامل کتاب ہیں۔ رہن سہن، چال چلن، عملی زندگی اور روزمرہ معمولات کو سدھارنے والے اسباق تحریر کیے گئے ہیں۔ عربی ضرب الامثال، اور اردو محاورے بھی کتاب کی زینت ہیں۔ بچوں کے ذوق کے مطابق مفید و کارآمد باتیں، اور نصیحت آمیز کہانیاں بھی شامل کی گئی ہیں۔ کتاب ''اسلامی تعلیمات تحتانیہ'' چھ حصوں پر مشتمل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اگر ترتیب وار سارے حصص بچوں کو پڑھا دیے گیے تو بچے کافی حد تک اسلامی ماحول سے وابستہ ہو جائیں گے۔ اعتقادی و نظریاتی اور عملی اعتبار سے خارجی فاسد مادے ان پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس کتاب کی تصنیف محب گرامی قدر محترم حضرت علامہ مولانا محمد بہاء الدین صاحب مصباحی دام ظلہ کی اہلیہ محترمہ عالمہ فاضلہ نسرین فاطمہ قادریہ رضویہ نے فرمائی ہے۔ اس اہم اور علمی کارنامے پر وہ مبارک باد کی

مستحق ہیں۔

طبقہ نسواں کے ذریعے اس طرح کے افادہ بخش کام سے خواتینِ اسلام کی دین سے متعلق فکر و سوچ کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہ مثالی کام ہے اور بہتر مستقبل کی طرف رہنما بھی۔

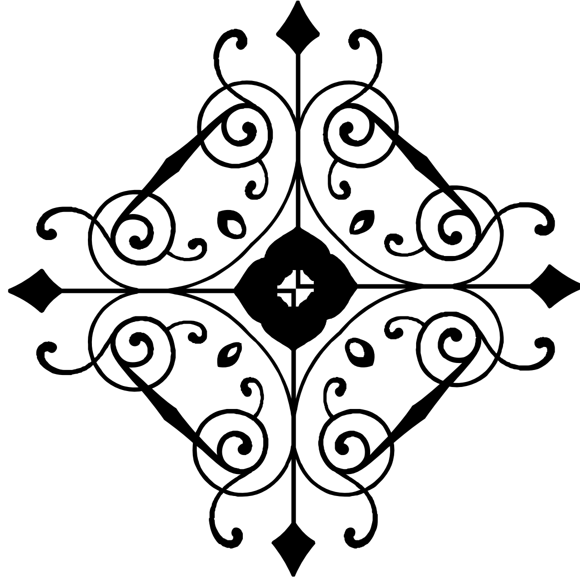
دعا ہے کہ اللہ پاک محترمہ کو اس مبارک کاوش کی تخلیق کا اجرِ بے پایاں عطا فرمائے، دارین کی سعادتیں نصیب کرے، اور اس کتاب کو ان کے لیے اور ان کے اہل خانہ کے لیے ذریعہ مغفرت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ و التسلیم۔

نیاز مند: **محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ**

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

[اسلامی تعلیمات تحتانیہ: ششم، برائے چہارم جماعت: ص ۸، ۹]



اجالوں کی طرف ایک عمدہ کاوش

مذہب اسلام کی ترویج واشاعت اور مسلمانوں کی خدمت کے یوں تو بہت سے ذرائع ہیں لیکن تحریر ایک ایسا ذریعہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے دوام کے ساتھ تمام ذرائع میں موثر ترین بنایا ہے۔ اگر کوئی مذہب اسلام کو اس کے تمام تر زاویوں سے سمجھنا چاہتا ہے تو اس کے لیے قرآن کریم کے ساتھ احادیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آثار صحابہ، نصوص فقہا اور تعلیمات اولیا وعلما پر مبنی تحریریں پڑھنا لازمی ہے ان تحریروں کو پڑھے اور سمجھے بغیر وہ دین اسلام کو مکمل طور پر سمجھنے سے قاصر رہے گا۔ اس میں دورائے نہیں کہ اسلام اپنے تمام تر تشخصات وامتیازات کے ساتھ جو پوری دنیا میں اپنا منفرد مقام رکھتا ہے اس میں اسلامی لٹریچر کا بہت بڑا اور اہم کردار رہا ہے۔

دانشوروں میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ کسی بھی قوم کو زوال آشنا کرنے کے لیے اسے لٹریچر سے دور رکھا جانا ہی کافی ہے۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ قوم مسلم جب تک اپنے مذہبی لٹریچر اور تعلیمات سے قریب رہی عروج وارتقا کی منزلیں طے کرتی رہی اور جب سے اپنی تعلیمات سے دوری اختیار کی ہے تب سے زوال وانحطاط پاؤں کی بیڑی بن کر قوم مسلم کو ترقیوں اور کامیابیوں سے روکے ہوئے ہے۔

یہ ایک المیہ ہے کہ دور حاضر میں مذاہب باطلہ کی تشہیر وترویج کے مقابلے مذہب حق دین اسلام کی ترویج واشاعت اور اس کی نمائندگی کما حقہ ادا نہیں ہو پا رہی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قوم مسلم کے پاس اپنے ایسے ادارے نہیں جو خود مختار ہوں، جہاں بس اسلام ہی اسلام پڑھایا سکھایا جاتا ہو، عموماً مسلم بچے غیروں کی یونیورسٹیوں، کالجوں اسکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ہمارے ملک میں وہ مدارس جو خود مختار مانے جاتے ہیں وہاں بھی باطل حکومت کا مکمل عمل دخل پایا جاتا ہے۔

اس کا علاوہ جتنے بھی پلیٹ فارم مذہب وقوم کی تشہیر کے ممکن تھے، جیسے ہر زبان میں مشہور ومقبول اخبارات ورسائل، سوشل میڈیائی وپرنٹ میڈیائی میدان میں مذہبی تعلیمات کی نشر واشاعت وغیرہ وغیرہ یہ سب غیروں کے ہاتھ میں ہیں۔ اور وہ کھل کا اس کا فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اپنے مذہبی تشخصات کی بقا میں استعمال کر رہے ہیں۔ اور کافی حد تک کامیاب بھی ہیں۔

یہ کون نہیں جانتا کہ کسی بھی تاریخ کو ثابت رکھنے اور مسخ کرنے، سفید کو کالا، کالے کو سفید، جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنے میں جو کام تحریر ولٹریچر سے ہو سکتا ہے وہ کسی ہتھیار سے بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اقوام باطلہ نے اس کا بھر پور فائدہ اٹھایا ہے۔ تاکہ وہ قوم مسلم کی تاریخ کو مسخ کر کے مذہب اسلام کے تشخص

وو قار کو مجروح کر سکیں۔

ایسی صورت حال میں قوم مسلم پر فرض ہے کہ وہ خود بھی اسلام کو پڑھے سمجھے اور دوسری قوموں تک اسلام کی باعظمت تاریخ، پہنچائے، مذہب اسلام کی حقانیت کے نقوش ان کے دلوں پر نقش کرے۔اہل باطل کو ظلمت کدوں سے نکال کر اجالوں کی طرف لانے کی سعی جمیل کرے۔

زیر نظر کتاب ''اجالوں کی طرف'' ایسی ہی ایمان افروز، فتنہ سوز، باطل کُش، تحریرات کا عمدہ و بہترین مجموعہ ہے۔کتاب میں موجود تحریریں علمی، تحقیقی و تاریخی ہیں، مذہبی، سیاسی، سماجی، اقتصادی، عناوین پر مشتمل ہیں نیز عصری تقاضوں کے مطابق ہیں۔

یہ تمام تحریریں محب گرامی قدر، فخر صحافت، نازش قرطاس وقلم، حضرت مولانا غلام مصطفی النعیمی صاحب زید اقبالہ کی قلمی کاوشات ہیں۔محترم موصوف اصحاب قلم میں نمایاں حیثیت کے مالک اور انفرادی شان کے حامل ہیں۔

دعا ہے اللہ پاک موصوف محترم کی جملہ کاوشات خصوصاً زیر نظر علمی و تحقیقی تحریرات پر مشتمل مجموعہ کو شرف قبول فرمائے۔اور موصوف محترم کو مزید ترقیوں و کامیابیوں سے ہم کنار فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مثبت الاقدام فی معرض الحلال او الحرام

دیوبندی مولوی، رشید احمد گنگوہی نے فتاوی رشیدیہ میں زاغ معروفہ (کوا) کھانا ثواب لکھا ہے۔حالاں کہ یہ شرعاً غلط ہے۔از روے شرع زاغ معروفہ یعنی کالا کوا جو ہمارے دیار میں کثرت سے پایا جاتا ہے اس کا کھانا موجب ثواب در کنار، اس کے کھانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔بلکہ عند الشرع اس کا کھانا ناجائز و حرام ہے۔اس تعلق سے اکابر علما نے بہت کچھ لکھا ہے۔زیر نظر کتاب ''مثبت الاقدام فی معرض الحلال او الحرام'' بھی اسی مسئلہ پر عربی زبان میں لکھی گئی علمی و تحقیقی کتاب ہے۔کتاب کے مصنف علامہ فضل محمد کابلی علیہ الرحمہ ہیں۔یہ کتاب ۳۲، صفحات پر مشتمل ہے۔کتاب کے آخر میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ القوی، محدث سورتی، ملک العلما اور کئی علماے اہل سنت علیہم الرحمۃ کی تقریظات و تائیدات شامل ہیں۔

۱۳۲۰ ہجری میں کتاب لکھی گئی اور مطبع اہل سنت و جماعت بریلی شریف سے اس کتاب کی طباعت ہوئی۔

کئی احباب نے فیس بک و ٹیلی گرام پر اس کتاب کا مطالبہ کیا فقیر کے پاس یہ کتاب تھی اس لیے سوچا احباب کو پیش کرنے کے ساتھ اس کتاب کو فیس بک وغیرہ پر بھی شئیر کردوں تاکہ دیگر احباب اہل سنت بھی اس کتاب سے مستفید ہوسکیں۔ٹیلی گرام کے درج ذیل لنک سے کتاب ڈاؤن لوڈ کر کے مطالعہ فرمائیں اور فقیر کو دعاؤں میں یاد فرمائیں۔۔

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولابویہ
نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

تقلید جائز ہے تلفیق حرام ہے!!!

محدث اعظم رامپور، محقق کبیر، حضور سید شاہد میاں حسنی جمالی علیہ الرحمۃ کے لخت جگر، حضرت سید مفتی محمد فیضان رضا حسنی حنفی مفتی اعظم و قاضی شرع ضلع رامپور حفظہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف لطیف

"تقلید جائز ہے تلفیق حرام ہے"

فقیر نے کتاب کا مطالعہ کیا واقعی بہت خوشی ہوئی۔یقیناً اپنے موضوع پر بہت ہی عمدہ اور معلوماتی کتاب ہے۔کتاب میں جہاں تقلید شخصی خصوصاً تقلید امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،کی ضرورت ،اہمیت اور افادیت کے حوالے سے علمی و تحقیقی بحث کی گئی ہے ،وہیں تقلید بیزار غیر مقلدین کی نفس پرستی پر مبنی تلفیق کی حرمت اور مفاسد و مضرات بیان کیے گئے ہیں۔

غیر مقلدین کے عقائد و نظریات کے حوالے سے مدلل و مفصل بحث اور ان کے خود ساختہ و گمراہ کن عقائد و مسائل کی دلائل سے تردید کی گئی ہے،وہیں ان کی فریب کاریوں کا پردہ چاک کرنے والی بحثیں چھیڑیں گئی ہیں۔

الغرض پوری کتاب علمی و تحقیقی ہے اور پڑھے جانے سے تعلق رکھتی ہے۔

احباب کو چاہیے کہ کتاب خریدیں اور مطالعہ کریں۔بلا مبالغہ کتاب پڑھیں گے تو محظوظ ہوئے بغیر نہ رہیں گے،،نہایت ہی معلوماتی کتاب ہے۔دعاے اللہ پاک اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے مفتی موصوف زید مجدہ کم کی اس مبارک کاوش کو شرف قبول بخشے۔اور انہیں دنیا و آخرت کی کامیابیاں و ترقیاں عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولابویہ۔
نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

تین، تاریخی، علمی، تحقیقی معرکۃ الآرا کتابیں

آج کی ڈاک سے فقیر کو شہزادہ حافظ بخاری حضرت علامہ عبدالصمد چشتی سہسوانی قدس سرہ، حضرت علامہ سید شاہ مصباح الحسن چشتی قدس سرہ۔ کی تین تصانیف موصول ہوئیں۔

(۱) بوارق العذاب لاعداء الاصحاب (صحابہ کے گستاخ)

سو سال قبل ہندوستانی بعض سنی خانقاہوں سے جب رافضیت کی تعلیمات و نظریات کو عام کیا جانے لگا، اصحاب کرام خاص کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی تقدس مآب بارگاہوں میں دریدہ دہنی وگستاخیاں کی جانے لگیں، تو علما و صلحا، فقہا و اصفیا نے زبان و قلم کا برمحل استعمال کرتے ہوئے ان سنی نما رافضیوں کی مٹی پلید کر کے رکھ دی۔ انہی مجاہدین علما و اصفیا میں ایک نام حضرت علامہ سید شاہ مصباح الحسن چشتی قدس سرہ، کا ہے، جنہوں نے ”بوارق العذاب لاعداء الاصحاب“ لکھ کر صوفی نما رافضیوں، سنی نما خارجیوں کے سارے کس بل ڈھیلے کر دیے۔

یہ کتاب بلاشبہہ اپنے موضوع پر ایک لاجواب معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ ”بوارق العذاب لاعداء الاصحاب“ اس کتاب کا تاریخی نام ہے، جس سے سن تصنیف ۱۳۵۳ھ برآمد ہوتی ہے۔

(۲) ناسور وہابیت:

تبلیغی جماعت جو دراصل ذیاب فی ثیاب کی مصداق ہے، کی فریب کاریوں، تقیہ بازیوں، کو طشت از بام کرنے والی اور اس جماعت کی اصل حقیقت کو بے نقاب کرنے والی، اپنے موضوع پر منفرد و لاجواب کتاب ہے۔ اس علمی و تحقیقی شاہ کار کی تخلیق کا سہرا بھی، حضرت علامہ سید شاہ مصباح الحسن چشتی قدس سرہ، کے سر جاتا ہے۔ اس کتاب کا تاریخی نام ”الیاسیہ جماعت یا ناسور وہابیت“ ہے، جس سے سال تصنیف ۱۳۷۲ھ برآمد ہوتا ہے۔

(۳) حقائق قرآن:

یہ کتاب نام نہاد مسلمانوں کی خلاف اسلام روش کی تردید میں لکھی گئی اپنے موضوع پر زبردست کتاب ہے۔ اس کی پہلی اشاعت ۱۳۶۰ھ میں ہوئی تھی۔ اس کتاب کا تاریخی نام ”کانگرسی مسلمان اور حقائق قرآن“ ہے۔ اس نام سے سن تصنیف ۱۳۵۹ھ برآمد ہوتا ہے۔ یہ کتاب بھی حضرت علامہ سید شاہ مصباح الحسن چشتی قدس سرہ، کی تصنیف ہے۔

ان تینوں کتابوں کی ترتیب جدید، تذہیب، تقدیم، تخریج، تحشیہ وغیرہ کا کام محترم محب گرامی قدر حضرت

علامہ مولانا محمد عابد چشتی ثقافی زید مجدہ استاد جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف، نے علمی وتحقیقی پیرایے میں بہت ہی دیانت داری وخوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیا ہے۔ یقیناً اس کے لیے مولانا موصوف مدظلہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اور فقیر مولانا موصوف کا شکر گزار وممنون ہے کہ انہوں نے یہ قیمتی تاریخی کتابیں فقیر کو تحفتاً ارسال فرمائیں۔ اور مکتبہ صمدیہ پھپھوند شریف سے اس کی اشاعت ہوئی ہے، فقیر، اہل مکتبہ کو بھی ان تاریخی کتابوں کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔

اللہ پاک ہمیں اپنے اسلاف کے علمی اثاثہ، اوران کی تعلیمات کو عام کرنے اور ان پاکان امت کی پاک تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے اور لادینیت وبدمذہبیت سے محفوظ فرمائے۔ اور مذہب حق مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولابویہ۔

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

سید العلماء نمبر

ماہر درسیات. نازش فکر وفن، حضرت علامہ مفتی سلیم صاحب قبلہ حفظہ اللہ تعالیٰ استاد دار العلوم منظر اسلام، ومدیر اعزازی ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف. کی تازہ ترین پیش کش، ماہ نامہ اعلیٰ حضرت کا "سید العلماء نمبر" احباب ملاحظہ فرمائیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے نگہبان وپاسبان، حضور سید العلماء سید آل مصطفیٰ مارہروی قدس سرہ کی حیات وخدمات، افکار ونظریات. سے محظوظ ہوں۔ مرتب محترم مفتی سلیم صاحب قبلہ نے بہت ہی دل چسپ عناوین کا انتخاب فرمایا ہے۔ فقیر نعیمی اس مبارک نمبر کی ترتیب پر مفتی صاحب کی بارگاہ میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔

اللہ پاک اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے مفتی صاحب قبلہ کو اس نورانی کاوش کا اجر عظیم عطا فرمائے، ان کو ان کے اہل خانہ کو جملہ آفات ارضی وسماوی سے محفوظ فرمائے، ان کا سایہ اہل سنت پر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ وعلی آلہ واصحابہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

یکے از خادمان مسلک اعلیٰ حضرت، نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

سہ ماہی رضا بک ریویو پٹنہ رضویات کا ممتاز ترین مجلہ

فقیہ اسلام، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ کی ذات گرامی اور آپ کی خدمات جلیلہ و تعلیمات نافعہ سے اپنے ہوں یا بیگانے سبھی متاثر اور مستفید و مستفیض ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ دور حاضر میں آپ کی تعلیمات اور آپ کے افکار بلا شبہ مذہب اہل سنت کے صحیح ترجمان اور بہترین ناشر ہیں۔ آپ کے افکار و تعلیمات کی نشر و اشاعت دو صدی سے مسلسل ہو رہی ہے۔ خود آپ کی سیکڑوں تصانیف مبارکہ مزید آپ کے خلفا و تلامذہ و عقیدت مندوں کی کتابیں جو آپ کے افکار و نظریات سے ہم آہنگ ہیں شائع ہو کر مذہب اسلام کی آبیاری شریعت مصطفیٰ کی پاس داری میں خاطر خواہ حصہ لے چکی ہیں۔ ہنوز سلسلہ جاری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ تاقیامت جاری رہے گا۔

آمدم بر سر مطلب: امام اہل سنت کے افکار و نظریات اور ان کی اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے حوالے سے ملک و بیرون ملک بہت سے رسائل و جرائد شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ فی الوقت سہ ماہی رضا بک ریویو پٹنہ کی خدمات امتیازی حیثیت کی حامل ہیں۔ یہ مبارک مجلہ اس وقت علمی حلقے میں پذیرائی کی سرحدیں پار کر چکا ہے۔

بلا مبالغہ اہل علم میں یہ رسالہ خوب مقبول و مشہور ہے اور معتبر و مستند بھی ہے۔ اور اس مجلہ کی ترقی و پذیرائی کا سہرا رسالہ کے مدیر اعلیٰ فقیہ عصر، نازش فکر و فن، ممتاز المصنفین، ماہر رضویات، حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد حفظہ اللہ تعالیٰ زینت مسند تدریس وافتا ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ، کے، سر جاتا ہے۔

یقیناً رضویات کے حوالے سے آپ کی خدمات قابل تعریف اور لائق تقلید ہیں۔ باغیان مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف بھی آپ نے خوب زور آزمائی فرمائی اور حساد امام اہل سنت کے دانت کھٹے کر کے انہیں شکست کے غار عمیق میں دفن کرنے کا نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ دو ماہی الرضا پٹنہ جو آپ کی ادارت میں کئی سالوں سے مسلسل شائع ہو رہا ہے اس کا زندہ ثبوت ہے۔

دعا ہے اللہ پاک آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور مزید خدمات کی توفیق بخشے۔ اور آپ کی تمام تر کاوشات خصوصاً سہ ماہی مجلہ رضا بک ریویو، کو خوب ترقی و مقبولیت عطا فرمائے۔ نیز ہمیں بھی خلوص کے ساتھ مذہب اہل سنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت اور نشر و اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیاز کیش: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی۔ نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

سہ ماہی امین شریعت کا امین شریعت نمبر

محب گرامی قدر مولانا المکرم محمد اشرف رضا صاحب قبلہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مبارک ومقدس مجلہ سہ ماہی امین شریعت فروری تا اپریل ۲۰۱۷ء باصرہ نواز ہوا۔ رسالہ کے مشمولات ومندرجات خوب سے خوب تر، ترتیب وتذہیب کی خوبیاں بیان سے باہر ہیں۔ اور علمی وتحقیقی عناوین ومضامین کا انتخاب لاجواب ہے۔ رسالہ میں شامل ہر تحریر پڑھے جانے سے تعلق رکھتی ہے۔ رسالہ کے مطالعہ سے ایک طرف ایمان کی حلاوت محسوس ہوتی ہے تو دوسری طرف عملی ذوق وشوق کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

رسالہ یقیناً مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب وامین، شریعت کا پاس دار وپاسبان ہے۔

علاوہ ازیں رسالہ کے ساتھ امین شریعت نمبر بھی موصول ہوا زیارت کی تو آنکھوں کو ٹھنڈک محسوس ہوئی۔

حضور امین شریعت کی حیات طیبہ کا یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے، جو اس ضخیم نمبر کی شکل میں کشتے نمونہ از خروارے پیش کیا گیا ہے۔ اگر مکمل زندگی بیان کی جائے تو دفتر کے دفتر کم پڑجائیں۔ آپ کی یہ عظیم کاوش یقیناً سراہے جانے کے قابل ہے۔

اس رسالہ کو حضور امین شریعت کا فیضان اور نمونہ اسلاف شہزادہ حضور امین شریعت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد سلمان رضا خاں صاحب قبلہ دامت معالیہم کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے جو رسالہ کی ضمانت کے لیے کافی ہے۔

وقت کی قلت دامن گیر نہ ہوتی تو جی بھر کے لکھتا۔ لیکن ان شاء اللہ پھر کبھی موقع ملا تو ضرور حسرت پوری کروں گا ان شاء اللہ۔

حضور سلمان میاں صاحب قبلہ کی بارگاہ میں سلام مسنون پیش فرمائیں۔ والسلام مع الاکرام۔

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولابویہ۔

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

[سہ ماہی امین شریعت: مئی تا جولائی ۲۰۱۷ء۔ ص ۱۳،۱۲، ۱۴]

ماہنامہ خاتم کا امیر المجاہدین نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم!

اخلاص کے ساتھ مذہب و مسلک کی خدمت اور ترویج و اشاعت رب کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے۔ یہ جسے میسر آجائے اس بندے کی قسمت کا کیا کہنا! ان خوش قسمت لوگوں میں ایک نام ماہنامہ مجلہ الخاتم انٹر نیشنل، اور ہماری آواز کے سرپرست اعلیٰ "الحقیقۃ" کے مدیر اعلیٰ خلیفہ مجاز بریلی شریف، حضرت علامہ سید صابر حسین شاہ بخاری دام ظلہ کا بھی ہے۔

محترم موصوف کی قلمی خدمات سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ ہند و پاک کے علمی رسائل و جرائد میں آپ کے علمی و تحقیقی مضامین و مقالات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ چالیس کے قریب مقالات کتابی شکل میں چھپ کر عوام و خواص سے داد و تحسین وصول کر چکے ہیں۔ تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے ماہنامہ مجلہ الحقیقۃ، کے ذریعے دو ضخیم جلدوں پر مشتمل نمبر شائع کر چکے ہیں۔ آپ ہی کی کاوش سے ماہنامہ الخاتم انٹر نیشنل کے زیر اشاعت محافظ ناموس رسالت امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ القوی کی حیات و خدمات کے حوالے سے نہایت ہی اہم اور ضخیم مجلد تیار ہو کے پریس کے حوالے ہو چکا ہے۔ اور عن قریب شائع ہو جائے گا۔ اور اب تک سو سے زائد کتابوں پر تقریظات و مقدمات تحریر کر چکے ہیں۔ مزید قلمی تسلسل جاری ہے۔ فروغ رضویات کے حوالے سے خوب متحرک اور حساس ہیں۔ اور وہابیت، رافضیت اور صلح کلیت کے خلاف خوب کوشاں۔

دعا ہے اللہ پاک محترم موصوف کی مذہبی، مسلکی، قلمی و لسانی خدمات قبول فرمائے۔ اور ان کے ذریعے مذہب و مسلک کو خوب ترقی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ افضل الصلاۃ والتسلیم

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولابویہ، خلیفہ تاج الشریعہ و محدث کبیر،

خادم نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ: ۲۲/ ذوالحجہ ۱۴۴۲ھ



ماہنامہ ارشدیہ کا گیارہواں شمارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمدللہ ذی الجلال والاکرام والصلاۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء الکرام وعلیٰ آلہٖ الفخام واصحابہٖ ذوی الاحترام۔

امابعد! ارباب علم ودانش سے یہ بات چھپی نہیں ہے کہ چند سالوں سے اسلام دشمن طاقتوں کی اسلام مخالف سرگرمیاں تیز ہوگئی ہیں۔ یوں کہیں کہ کفار ومشرکین اور بدمذہب مرتدین کی ریشہ دوانی، چیرہ دستی اور فتنہ انگیزی میں ہر دن اضافہ ہورہا ہے۔ ایک طرف مسلمانوں کی جان، مال، عزت وآبرو داؤ پر ہے تو دوسری طرف ان کا سب سے قیمتی سرمایہ ایمان خطرے میں ہے۔ ایسے نازک وناگفتہ بہ حالات میں قوم مسلم کو ایسے مخلص اصحاب فکروتدبیر رہنماؤں کی سخت ضرورت ہے جو ان کی حفاظت کی ذمہ داری کا بار اٹھاسکیں اور ان کی عظمت رفتہ کی بازیابی کے لیے کوشش وجدوجہد کرسکیں۔

الحمدللہ علیٰ فضلہٖ واحسانہٖ، کہ دور حاضر کے اس حساس تقاضے کی تکمیل کے لیے بہت سے مخلص علماومشائخ میدان عمل میں اتر پڑے ہیں، جن میں ایک نمایاں نام

ناشر مذہب امام اعظم، ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت، پیر طریقت، رہبر شریعت، ارشد المشائخ، ارشد ملت، حضرت علامہ پیر ابوالبرکات محمد ارشد سبحانی قادری رضوی خلیفہ مجاز فیض یافتگان خلفاے اعلیٰ حضرت، دامت معالیھم، کا ہے۔

موصوف محترم کی مذہبی، مسلکی، قومی، ملی اور سیاسی سرگرمیاں اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ موصوف محترم کی خدمات جلیلہ میں سے ایک بڑی خدمت علمی وتحقیقی ماہنامہ بنام "ماہنامہ ارشدیہ" کا اجرا ہے۔

موصوف محترم کی سرپرستی میں یہ ماہنامہ چند ماہ قبل آن لائن جاری ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے مقبولیت کے بام عروج پر پہنچ گیا۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کسی رسالہ کو کم وقت میں اتنی شہرت ومقبولیت حاصل ہوجائے۔

گیارہواں شمارہ فقیر کے سامنے ہے۔ شمارے کے مشمولات علمی وتحقیقی ہونے کے ساتھ دل چسپ بھی ہیں۔ درس قرآن، درس حدیث، درس فقہ، درس تصوف، درس طب، درس عملیات، منظومات، وغیرہ کالم کے تحت معیاری مضامین شامل کیے گئے ہیں۔

ماہنامہ کے مدیر اعلیٰ محب گرامی قدر حضرت مولانا مفتی محمد منظور احمد صاحب دام ظلہ اور نائب مدیر حضرت مولانا اسلام الدین احمد فیضی صاحب نے مضامین کا خوب انتخاب کیا ہے۔ مذہبی، مسلکی، فقہی، ادبی، سیاسی اور ملی تقاضوں کو پورا کرنے والے مضامین شامل کیے ہیں۔ سرورق خوب صورت ودیدہ زیب ہے۔

رسالہ کی تزئین وآرائش بھی کمال کی ہے۔ مجموعی اعتبار سے رسالہ باذوق قارئین کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں ہے۔

دعاہے اللہ پاک اس مبارک رسالہ کو مزید ترقیاں بخشے، رسالہ کے سرپرست اعلیٰ، رسالہ کے مدیران حضرات، معاونین اور قارئین کو اللہ تعالیٰ اپنی رضاو خوشنودی عطاکرے۔ اور مذہب ومسلک کی خوب خوب خدمت، ترویج واشاعت اور خدمت خلق کی توفیق عطافرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

نیازمند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولابویہ۔

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

[ماہنامہ ارشدیہ: شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ۔ مارچ، اپریل ۲۰۲۱ء۔ ص ۷۲]

نعتیہ دیوان، حضرت سید ندیم القادری

الحمد للہ فی کل حین واوقات والصلاۃ والسلام علیٰ رسولہ افضل الخلق واشرف البریات وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ الطیبات!

امابعد!

نعت گوئی شاعری کی سب سے اعلیٰ اور مشکل ترین صنف سخن ہے۔ یہاں صرف عروض وبحور، ردیف وقافیے وغیرہ اصولِ فن شاعری پر ہی کمال ومہارت اور دسترس کافی نہیں بلکہ خالق کے ممدوح وحبیب کی مدح سرائی کے لیے فضل الٰہی کے ساتھ خود محبوب الٰہی کی توجہ اور کرم نوائی ضروری ہے۔

غزلیہ شاعری کے لیے ذہن کا آمادہ ہوناضروری ہے وبس لیکن نعتیہ شاعری کے لیے ذہن ودماغ کا پاکیزہ ہونا، قلب کا عشق مصطفیٰ سے معمور ہونا، نفس کا مصفیٰ ومزکیٰ ہونا، زبان کا معطر ہونااور نعت گو کا اصول شرع کا پابند اور آداب نعت گوئی کا واقف وبارگاہ نبوی کا سلیقہ مند ہونالازم وضروری ہے۔

آمدم برسر مطلب:۔

آج صوبہ راجستھان کے ضلع چورو کے مشہور اور مسلم الثبوت بزرگ عارف باللہ حضرت علامہ مفتی سید روشن علی قادری مجددی قدس اللہ سرہ القوی، کے مبارک نبیرہ، اُن کے فیوض وبرکات کے سچے نائب ووارث، عالم شریعت، پیر طریقت، عارف آداب معرفت، حضرت علامہ سید محمد انوار متخلص بہ ندیم القادری حفظہ اللہ تعالیٰ، کے نعتیہ دیوان کا مسودہ باصرہ نواز ہوا۔

یہ مجموعہ حمد الٰہی، مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت و درود و سلام اور مناقب پاکان امت پر مشتمل ہے۔ فقیر بالاستیعاب تو نہ دیکھ سکا البتہ جہاں جہاں دیکھا اور جس جس کلام کو پڑھا عمدہ و خوب پایا۔ نیز منظومات کو پڑھتے ہوئے جہاں محترم موصوف کی علمی صلاحیت، ادبی لیاقت، شعری مہارت، کا بخوبی اندازہ ہوا وہیں منظومات کی ادبی و شعری لطافت و حلاوت سے محظوظ ہونے کا موقع بھی نصیب ہوا۔

دعا ہے اللہ پاک اس مجموعہ کو مقبول خاص و عام فرمائے۔ اور محترم موصوف کو اس کا بہترین اجر و صلہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولابویہ۔

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ: ۲۳؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۴ھ۔ بروز دوشنبہ مبارکہ

دیوان ظفر ایک نظر

نعتیہ شاعری نہایت ہی مشکل ترین صنف سخن ہے۔ بڑے بڑے قادر الکلام شاعر بھی نعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھنے سے تکلف کرتے رہے کیوں کہ اس میں افراط وتفریط کی ذرہ بھر بھی گنجائش نہیں ہے۔ میر سے لے کے غالب تک درد و سودا سے لے اقبال و جگر تک مشہور شعرا کے دیوان کھنگال لیں غزلیہ کلام کے مقابلے نعتیہ کلام بہت ہی کم پڑھنے کو ملے گا۔ اس کی اصل وجہ یہی رہی کہ وہ جانتے تھے کہ غزلیں منقبتیں اور قصائد میں بہت گنجائش ہوتی ہے اس میں مبالغہ آرائی کی بھی خوب چھوٹ ہوتی ہے لیکن نعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھتے وقت قلم کو شریعت کی رسی میں جکڑ کر رکھنا پڑتا ہے، ہاتھ کانپتے ہیں ڈر لگتا ہے کہ کہیں کوئی ایسا لفظ شعر میں نہ در آئے جس سے بارگاہ رسالت کی توہین و تنقیص کا پہلو ظاہر ہوتا ہو یا جس سے مدح و ثنا کے بجائے ذم متصور ہوتا ہو۔ یا یہ لفظ بارگاہ رسالت کے شایان شان نہ ہو۔ ذرا سی کمی بیشی سے ایمان کے زائل ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔

اسی لیے اس میدان میں زبان و قلم چلانے سے پیشتر شرعی حدود سے واقفیت لازمی قرار دی گئی ہے۔ اور حد درجہ ادب واحتیاط کا حکم دیا گیا، تاکہ بارگاہ رسالت کا تقدس پامال نہ ہو۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

”حقیقۃً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے، جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر (نعت لکھنے) میں بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور (نعت لکھنے میں) کمی کرتا ہے تو تنقیص

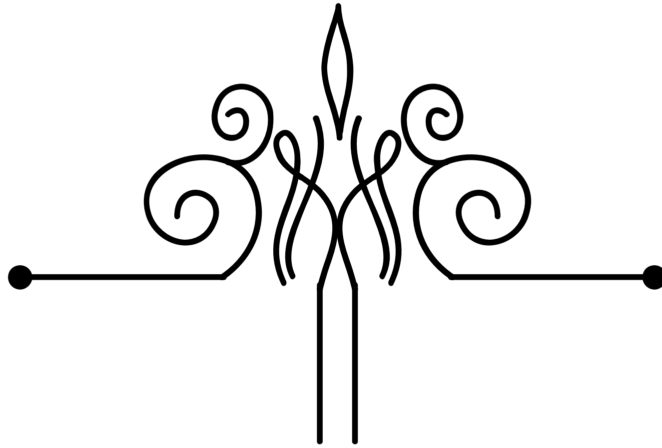
(رسالت) ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔"

[ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم۔ صفحہ ۲۲۷]

زیر نظر کتاب بنام "دیوان ظفر" شاعر اہل سنت جناب محترم حافظ ظفر احمد صاحب کی نعتیہ شاعری کا بہترین مجموعہ ہے۔ الفاظ سہل اور انداز سلیس و شستہ رکھا ہے۔ شرعی حدود کی کافی حد تک پابندی کی ہے۔ فقیر نے عجلت میں پورا دیوان دیکھا جہاں کئی شرعی سقم نظر آیا اسے دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ بحور وغیرہ کے لیے کسی ماہر فن سے رجوع کا مشورہ دے دیا تھا۔

الغرض محترم ظفر صاحب نے اپنے اس نعتیہ دیوان کو خوب صورت بنانے کے لیے خوب محنت سے کام لیا ہے۔ اچھی نعتیں لکھنے کی حد بھر کوشش کی ہے۔ اور کافی حد تک انہیں کامیابی بھی نصیب ہوئی ہے۔ بارگاہ رسالت میں ان کے یہ قلمی نذرانے خوب سے خوب تر ہیں۔ اللہ پاک اس دیوان کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے۔ اور محترم موصوف کو اس مبارک کاوش کا دارین میں بہتر اجر و صلہ عطا کرے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ و التسلیم۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولابویہ
نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ



تعزیتی مضامین وتاثرات

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی

امین شریعت ہم شبیہ مفتی اعظم عالم حضرت العلام مفتی سبطین رضاخاں علیہ الرحمہ کی ذات گرامی و قار کی شناخت کے بہت سے زاویے ہیں۔ ان کے تعارف میں یوں توان کا نام ہی کافی ہے۔ پھر بھی اگر تعارف کی مزید ضرورت پائی جائے تو پھران کی شناخت و تعارف کے بہت سے ایسے زاویے پیش کیے جاسکتے ہیں جس سے ان کے تعارف کے سبھی مبہم پہلواجاگر ہوتے نظر آئیں گے، مثلاً

امین شریعت وہ جن کے والد حسنین رضاخاں خاندان اعلیٰ حضرت کے ایک زبردست عالم وعامل ماہنامہ الرضاکے مدیر درجن بھرکتابوں کے مصنف،

وہ امین شریعت جن کے دادا علامہ حسن رضاخاں اعلی حضرت کے منجھلے بھائی اپنے عہد کے ایک زبردست عالم وفقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ، بین الاقوامی شاعر شہرت کے حامل استاذ زمن اور کئی بڑے القاب کے صحیح مصداق،

وہ امین شریعت جن کے بڑے دادا حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخاں دنیاے سنیت کے امام چودہویں صدی کے مجدداہل سنت کے پیشوااوراہل سنن کی جان اور شان،

وہ امین شریعت جن کے تایاحجۃ الاسلام،

وہ امین شریعت جن کے مرشدومربی اورچچاحضور مفتی اعظم ،جن کے بھائی تحسین ملت حضور تحسین رضاخاں اور حبیب ملت، اورآپ کے بہنوئی دنیاے سنیت کے ناموعالم وفقیہ مقدام العلماوالفقہاتاج الشریعہ مفتی اختر رضاخاں صاحب دامت معالیہم۔

۲؍نومبر ۱۹۲۷ بریلی شریف کے محلہ سوداگران میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ رسم بسملہ چھوٹے دادا حضور محمد رضاخاں صاحب نے کرائی۔ ابتدائی تعلیم اکبری مسجد کے مدرسہ میں کی اورباقی درس نظامی کی تکمیل مدرسہ مظہراسلام میں فرمائی۔ دوسال کے لیے علی گڑھ علم طب کے حصول کے لیے تشریف لے گئے۔

والدگرامی علامہ حسنین رضاخاں کے علاوہ صدرالشریعہ، محدث اعظم پاکستان، قاضی شمس الدین جونپوری کئی اوربڑے علماے کرام آپ کے اساتذہ کی فہرست میں شامل ہیں۔ تیس سال کی عمرشریف میں مفتی عبدالرشیدفتح پوری علیہ الرحمہ کی دخترنیک اختر کے ساتھ سنت نکاح کی ادائیگی ہوئی۔ حضور مفتی اعظم سے شرف بیعت حاصل کیا، چھ بارحج بیت اللہ وزیارت روضہ انور سے شرف یاب ہوئے۔ باکمال اساتذہ کی بارگاہ سے جوعلمی جواہرپارے اکھٹے کیے تھے انہیں لٹانے کے لیے آپ مسندتدریس پرمتمکّن ہوئے۔ چندسال

مظہر اسلام اس کے بعد تین سال ہلدوانی میں مدرسہ اشاعت الحق اور تین سال ناگپور میں جامعہ عربیہ اسلامیہ میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد کانکیر چھتیس گڑھ تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر حضرت نے فرمایا کہ یہ جگہ مجھے خواب میں دکھائی جاچکی ہے۔

الغرض حضرت نے وہاں قیام فرمایا اور وہیں مستقل سکونت اختیار فرمائی اور وہیں وصال پایا۔ چھتیس گڑھ کے علاقے جہالت و تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے آپ نے وہاں تبلیغی مہم چھیڑی اور وہاں علم کی روشنی پھیلائی اوران پس ماندہ علاقوں کو روشن و منور فرمایا۔ آپ کی ذات کے توسط سے بہت سے مساجد و مدارس وجود میں آئے۔ ہزاروں افراد آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہوئے حلقہ ارادت میں ہر کس وناکس شامل ہونے لگے۔

خدمت دین اور خدمت خلق کے جذبہ صادقہ سے سرشار تھے۔ اخلاق نبوی کا پیکر جمیل بن کر ہر اپنے بیگانے پر فیض افشانی طرہ امتیاز بن گیا تھا۔ زبان کے ساتھ قلم سے بھی دین و مسلک کی خدمت میں مصروف کار رہا کرتے تھے۔ حسن ظاہری کے ساتھ حسن سیرت سے بھی نوازے گئے تھے گوناگوں اوصاف حمیدہ خصائص جمیلہ کا مجسمہ تھے سادگی ایسی کہ ع

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

ایک بار آپ کے کپڑوں پر سالن لگنے کے سبب قدرے میلا پن محسوس ہو رہا تھا، جب کہا گیا کہ حضور لباس تبدیل فرمالیں گندہ ہو گیا ہے جواباً فرمایا کہ لباس گندہ ہو یا صاف مگر دل صاف ہونا چاہیے۔

خاکساری اس قدر عظمت آمیز کہ ہر حالت میں اپنے کام خود کرنے کی عادت، بیماری کے عالم میں کھانے کے دوران پانی کی ضرورت محسوس ہونے پر کسی دوسرے کو پانی کا گلاس اٹھانے کا حکم دینے کے بجائے خود اپنے ہاتھوں سے دور رکھے گلاس کو اٹھانا یقیناً خاکساری کی طرف غماز ہے۔ سنت کی ادائیگی کا اس درجہ اہتمام کہ جب کسی عزیز کے بیمار ہونے کی خبر ملتی عیادت کے لیے ضرور تشریف لے جاتے۔

ایک بار مفتی مجیب الرحمن صاحب کا ایکسڈنٹ ہو گیا پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی جب حضرت کو اطلاع ملی حضرت فوراً مفتی مجیب الرحمن کے مکان میں تشریف لے گئے اور مفتی صاحب کے لیے دعاے شفا فرماکر واپس تشریف لائے۔

احباب بزم سے ملاقاتیں ان کے حالات و کوائف سے آگاہ رہنے کی کوششیں پریشان حالوں کی مزاج پرسی و غم گساری آپ کا وطیرہ خاص تھا، استقامت فی الدین اور تصلب فی المسلک کے اعتبار سے آپ کوہ ہمالہ کی حیثیت رکھتے تھے۔

الحاصل آپ کی سیرت پاک کو اگر اجمالاً بیان کیا جائے، تو بس اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ آپ

اپنے دادا حضور استاد زمن کی شاعرانہ عظمتوں کے امین
بڑے دادا حضور اعلیٰ حضرت کی علمی وراثت کے سچے وارث
والد گرامی علامہ حسنین رضا کی دینی سیاست کے بے باک ترجمان
تایا حجۃ الاسلام کی دینی استقامت کے پیکر جمیل
چچا مفتیٔ اعظم کی شکل وشباہت کے آئینہ دار
بلکہ اکابر خاندان اعلیٰ حضرت کے علم وعمل زہد وتقویٰ طہارت وکرامت استقامت اور تصلب فی المسلک جیسی اہم خوبیوں کے حامل تھے، لیکن کل نفس ذائقة الموت، کا وعدہ ان کے لیے بھی تھا، اسی لیے ۲۶؍ محرم ۱۴۳۷ھ ۹؍ نومبر ۲۰۱۵ء دوشنبہ کے دن داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ فرما گئے اور بزبان حال یہی کہتے گئے ؎

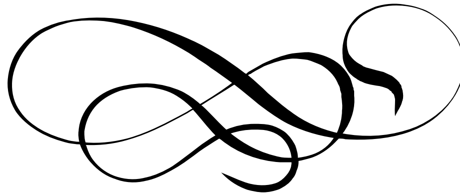
سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

بارگاہ الٰہی میں دعا ہے ؎

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم
نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولابویہ۔
نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

[سہ ماہی امین شریعت بریلی شریف کا ”امین شریعت نمبر“: ص۳۹۲تا۳۹۵]



موت العالم موت العالم

''إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطٰى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ اللهِ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ۔

دنیاے سنیت کی نام ور، قدآور، معتمد و مستند شخصیت، استاد گرامی، استاد العلما، نمونہ اسلاف، جامع معقولات و منقولات، ماہر درسیات، عمدۃ الفقہاوالخطبا، مقدام العلماوالفقہا، حافظ احادیث نبویہ، حاوی اصول وفروع فقہیہ، شریعت وطریقت کے رہبر، مفتی اعظم ہند کے منظور نظر، محافظ مذہب اہل سنت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مولانا

مفتی شاہ محمد شبیر حسن رضوی

سابق شیخ الحدیث وصدر مفتی ''الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد'' قدس اللہ سرہ۔

آج شام اہل سنت سے رخصت ہو کر دار بقا کی طرف کوچ فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

حضرت علیہ الرحمہ کا وصال اہل سنت کے لیے یقیناً بہت ہی تکلیف دہ ہے۔ دعا ہے اللہ پاک حضرت کو غریق رحمت فرمائے۔ اور حضرت کے درجات بلند فرمائے۔ اور اہل سنت کو حضرت علیہ الرحمہ کا بدل عطا فرمائے۔ اور حضرت علیہ الرحمہ کے پس ماندگان اور اہل خانہ خصوصاً صاحب زادہ گرامی قدر مولانا محمد ارشد رضا ازہری جامعی صاحب قبلہ کو صبر جزیل عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

اہل خانہ کے غم میں شریک:۔۔۔۔

احقر العباد: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

مورخہ ۱۳؍ ربیع الغوث ۱۴۴۱ھ

[تابش حیات: ص ۴۹۰]



مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ مجھے

''إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطٰى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ اللهِ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ۔

ابھی ابھی یہ خبر غم اثر موصول ہوئی کہ دنیائے سنیت کے مشہور، معتمد، مستند، عالم دین، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے سرپرست اعلیٰ، سالنامہ ''معارف رضا'' کے مدیر اعلیٰ، مرشد مجازی، پیر طریقت، صوفی باصفا، ترجمان مذہب اہل سنت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، ہمدرد قوم وملت، مفکر اسلام، ادیب بے مثال، نبیرہ خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ ہدایت رسول رامپوری، حضرت علامہ مولانا شاہ صوفی

سید وجاہت رسول قادری قدس سرہ

ہم اہل سنت کو داغ مفارقت دے کر دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ فرما گئے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

اللہ پاک حضرت علیہ الرحمہ کو غریق رحمت فرمائے، درجات بلند فرمائے، کروٹ کروٹ جنتیں نصیب فرمائے، اپنی رضا وخوشنودی کا تمغہ ابدی عطا فرمائے، اور اہل خانہ ودیگر پسماندگان کو صبر کی توفیق بخشے۔

حضرت علیہ الرحمہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔

مذہبی ومسلکی تصلب میں اپنی مثال آپ تھے۔ اصاغر نوازی، کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی یہ ایسا وصف تھا، جس کے سبب آپ اپنے معاصرین میں ممتاز تھے۔ مذہبی، مسلکی، قومی، ملی، ادبی، سیاسی، سماجی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ میں نمایاں کردار ادا فرمایا۔ اللہ پاک ہمیں حضرت علیہ الرحمہ کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

شریک غم: ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

احقر العباد: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

مورخہ ۳۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ

[آئینہ وجاہت: ص ۳۸۳]

ناموس رسالت اور امیر المجاہدین کا مجاہدانہ کردار

مجاہد تحریک ناموس رسالت، ناشر مذہب اہل سنت، پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت، حافظ احادیث نبویہ، ماہر علوم قدیمہ وجدیدہ، حامی سنن نبویہ، ماحی بدعات سیئہ، امیر المجاہدین، **حضرت علامہ مفتی خادم حسین رضوی** قدس سرہ القوی، مجاہدین ناموس رسالت میں ایک نمایاں و ممتاز نام ہے۔ یوں تو آپ نے اپنی عمر کا اکثر حصہ مذہب و مسلک کی خدمت میں صرف فرمایا مگر آپ کی حیات کی آخری دہائی کا نصف حصہ ناموس رسالت کے حوالے سے آپ کی قائدانہ خدمات میں خاصی اہمیت کا حامل ہے۔ وصال سے چند سال قبل ختم نبوت کے عقیدہ حقہ اور ناموس رسالت کی بقا و تحفظ کی خاطر آپ نے ڈاکٹر اقبال کی نصیحت ؎

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دل گیری

کو عملی جامہ پہناتے ہوئے درسگاہ و خانقاہ سے نکل کر اپنے ہزاروں تلامذہ و معتقدین کے ساتھ رسم شبیری ادا کرنے کے لیے میدان کارزار میں قدم رکھ دیا۔ اور آخری دم تک امام اہل سنت کے عطا کردہ اس ایمانی جذبہ کے ساتھ ؎

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروروں جہاں نہیں

عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت واشاعت کرتے رہے۔ ؎

جس نے ختم نبوت پہ پہرا دیا
ایسے خادم کی خدمت پہ لاکھوں سلام

آپ کی مذہبی و مسلکی سرگرمیوں نے جہاں علما و عوام اہل سنت کو متاثر کیا وہیں باطل جماعتیں بھی آپ کے اس مجاہدانہ کردار سے بے حد متاثر نظر آتی تھیں۔ علاوہ ازیں آپ کی قائدانہ کارروائیوں سے سیاسی جماعتوں کی اسلامی نظریات کے خلاف ریشہ دوانیوں اور فتنہ انگیزیوں پر بھی خاصا فرق پڑا تھا۔ آپ کے انقلابی خطابات سے جہاں جماعت اہل سنت میں بیداری پیدا ہوتی جا رہی تھی وہیں صلیبی و صیہونی و دیگر باطل طاقتوں کا زور کم پڑنے لگا تھا۔

الغرض دور حاضر کے مذہبی و مسلکی لازمی تقاضوں کو پورا کرنے میں آپ نے مکمل سعی فرمائی اور کافی حد تک آپ کامیاب بھی رہے۔ آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے بے باک ترجمان اور مخلص مبلغ تھے۔ امام اہل

سنت سے بے پناہ عشق تھا۔ بریلی شریف کی جن گلیوں میں امام نے قدم رکھے ان گلیوں کو چومنا بھی سعادت تصور کرتے تھے۔ اکثر اپنی تقریروں کا آغاز امام اہل سنت کے عربی مشہور خطبہ سے کرتے تھے۔ اور دوران تقریر امام کے لکھے نعتیہ کلام کے ایمان افروز اشعار سے محفل کو زعفران زار بنادیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی تو درمیان خطاب میں امام اہل سنت کے درج شعر ؎

انہیں مانا انہیں جانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

پڑھتے پڑھتے بے خود ہوجاتے اورآپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔

خیر آپ کا اچانک اس طرح دنیا سے رخصت ہوجانا وہ بھی ایسے نازک دور میں کہ امت کو آپ جیسے عظیم قائد، بے باک مجاہد اور دوربین ودوراندیش مفکر ورہنما کی سخت ضرورت تھی، یقیناً ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔

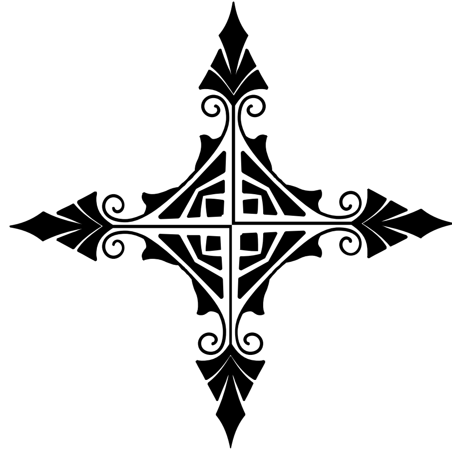
اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ آپ کو اپنے جوار خاص میں جگہ عطا کرے اور امت کو آپ کا متبادل عطا فرمائے۔ اور ہمیں آپ کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

[ماہنامہ الخاتم انٹرنیشنل، امیر المجاہدین نمبر، ص ۴۲، ۴۳]



آہ! اب صدرالافاضل کا وہ مظہر نہ رہا

موت العالِم موت العالَم، آج ۲۳/ مئی بروز دوشنبہ مبارکہ نماز فجر کے وقت اپنے عہد کے ممتاز عالم دین، عمدۃ المناطقہ والفلاسفہ، جامع منقولات و معقولات، ماہر درسیات، مفکر اسلام، استاد گرامی وقار، پروفیسر معقولات جامعہ نعیمیہ مرادآباد

حضرت علامہ مولانا محمد ہاشم صاحب قبلہ نعیمی

علیہ الرحمۃ والرضوان، اس دار فنا سے دار بقا کو کوچ فرماگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرادآباد کے مشہور گاؤں اکبرپور میں ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گاؤں ہی میں حاصل کی۔ بارہ سال کی عمر شریف میں حفظ قرآن کی تکمیل فرمائی۔ بعدہ شوال المکرم ۱۳۶۹ھ مطابق جولائی ۱۹۵۰ء میں درس نظامی کے لیے ملک کے مشہور ادارے جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں داخل ہوئے۔ پانچ سال تک جامعہ میں تعلیم پاتے رہے اور پھر سرکار مفتی اعظم ہند اور شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی اور دیگر اکابر علما علیھم الرحمۃ والرضوان سے اکتساب علم وکسب فیض کی نیت سے مظہر اسلام تشریف لے گئے۔ وہاں مسلسل تین سال علوم مروجہ خاص کر معقولات کی تعلیم حاصل کی اور پھر شوال ۱۳۷۷ھ مطابق مئی ۱۹۵۸ء کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد مراجعت فرمائی۔۔ یہاں دورہ حدیث میں داخلہ لیا اور صحاح ستہ وغیرہ کتابیں پوری کیں۔

شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ۔ فروری ۱۹۵۹ء میں تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی، مجاہد دوراں سید مظفر حسین کچھوچھوی اور دیگر مشاہیر علما واساتذہ کرام کے مبارک ہاتھوں سے سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ اور اسی سال شوال واپریل میں جامعہ نعیمیہ میں تدریسی خدمات پر مامور فرمائے گئے۔ اور تا حیات اپنے اس عہدے پر فائز رہے۔

جامعہ نعیمیہ میں آپ کا تدریسی دورانیہ لگ بھگ ۶۴/ سال کا ہے۔ اس دوران آپ نے ہزاروں نامور تلامذہ یادگار چھوڑے۔ بہت سے علمی وتحقیقی مضامین ومقالات تحریر فرمائے۔ بہت سے فقہی سیمیناروں، کانفرنسوں اور جلسوں میں شرکت کی۔ ملک کے اکثر علاقوں میں تبلیغی دورے کیے۔ بیرون ملک بھی جلسوں اور سیمیناروں میں تشریف لے گئے۔ ذوالقعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق مئی ۱۹۹۱ء میں حج وزیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

حضور مفتی اعظم ہند سے شرف بیعت حاصل کیا، سرکار کلاں سے طالب ہوئے اور دونوں بزرگوں سے تمغہ اجازت وخلافت بھی حاصل کیا۔آپ بہت سے علوم مروجہ وغیر مروجہ میں عبور رکھتے تھے۔البتہ معقولات سے خاص شغف تھا۔اخلاق کریمانہ،لب ولہجہ مہذبانہ،انداز مشفقانہ،کردار منصفانہ رکھتے تھے۔

اللہ پاک کافضل ہے کہ فقیر کو بھی آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔خاص کر تفسیر بیضاوی شریف،تفسیر جلالین اور صحیح مسلم فقیر نے آپ کی بارگاہ میں زانوے ادب طے کرکے پڑھی ہیں۔طرز تدریس اور انداز تفہیم کمال کا تھا۔مسکراتے مسکراتے چند جملوں میں بڑی بڑی مشکل عبارتیں حل فرمادیا کرتے تھے۔

بالجملہ:۔ آپ نے اپنی پوری زندگی مذہب ومسلک کی خدمت میں گزاری۔یہ کہنا بالکل غلط نہ ہوگا کہ آپ کے ارتحال پر ملال سے علمی حلقے کو جونقصان ہوا ہے اس کی بھرپائی اب ناممکن سی ہے۔دعا ہے اللہ پاک اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے حضرت کو غریق رحمت فرمائے،درجات بلند فرمائے،اور حضرت کے جملہ پسماندگان کو صبر کی توفیق بخشے۔اور جملہ اہل سنت کو آپ کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

فقیر حضرت کے اہل خانہ وجملہ پسماندگان سے تعزیت پیش کرتا ہے۔

”إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ اللهِ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ“

حضرت کا کفش بردار،احقر العباد محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور۔

مورخہ ۲۱ر شوال المکرم ۱۴۴۳ھ۔بروز دوشنبہ مبارکہ

حضرت مولانا فریدی مصباحی دام ظلہ کا لکھا ہوا منظوم تعزیتی کلام

عالم فکر و بصیرت کا قلندر نہ رہا	علم و حلم و کرم و فضل کا پیکر نہ رہا
جس کا کردار تھا آئینہ صبر و ایثار	آہ اخلاص و مروت کا وہ خوگر نہ رہا
حکمتِ ہاشمی مدنی کی تجلی ”ہاشم“	آہ سرکار کا وہ نائبِ خوشتر نہ رہا
اُس کی رحلت سے لہو روتی ہے چشمِ عالم	سب یہ کہتے ہیں مرا قائد و رہبر نہ رہا
جلوہ فکر رضا جس کے ہر اک رنگ میں تھا	آہ وہ چرخِ کمالات کا نیّر نہ رہا
بحر ہستی میں اکابر کے ہنر کی موجیں	کئی دریاؤں کا حامل وہ سمندر نہ رہا
جس کے افکار میں روشن تھے نعیمی گوہر	آہ اب صدر افاضل کا وہ مظہر نہ رہا

مہر و مہتاب سے تابندہ سفر ہے اس کا | ظلمتیں جس سے تھیں خائف وہ ضیا گر نہ رہا
حق کی تبلیغ و اشاعت میں کٹی عمر تمام | جس کو سنتا تھا زمانہ وہ سخنور نہ رہا
آسمانوں کی طرح تھا وہ زمیں کے اوپر | دل ہے رنجیدہ کہ وہ شیخ قد آور نہ رہا
سادگی میں بھی بڑا حسن تھا جس کے اندر | گلشنِ اہل سنن کا وہ گُلِ تر نہ رہا
آج بھی ہم پہ نگہبان ہے اس کی شفقت | کون کہتا ہے کہ وہ حامی و یاور نہ رہا
اس کا مرقد رہے انوار کرم سے معمور | بانٹتا تھا جو سدا علم کے گوہر، نہ رہا
اُس کا فیضان ہے تاحشر فریدیؔ ہم پر | گر چہ وہ عالَمِ ظاہر میں میسر نہ رہا

حادثہ جانکاہ

”إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطٰى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ اللّٰهِ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ“

ابھی مرشدی حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں قدس سرہ کے وفات کا غم ہلکا بھی نہ ہو پایا تھا کہ اچانک دنیائے سنیت کی قد آور نامور، مشہور و معروف ذات والا تبار، مرشد مُجازی، جامع معقول و منقول، حاوی فروع واصول، ماہر درسیات، رہبر سیاسیات، مسیحائے قوم وملت، مفکر عظیم، مدبر وزعیم، خطیب بے مثال، ادیب باکمال، ممتاز الفقہا، مقدام العلما، تاج المحدثین، مرجع مسلمین، فقیہ بے بدل، مناظر بے مثال و مثیل، بطل جلیل، عالم نبیل، واقف اسرار و رموز شریعت، غواص بحر طریقت، رہنمائے راہ شریعت، علم بردار سنیت، ناشر و مبلغ مسلک اعلیٰ حضرت خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند، تلمیذ و خلیفہ حضور تاج الشریعہ، مرشد برحق، قاضی شرع رامپور، حضور علامہ مولانا

مفتی سید شاہد حسین نوری رضوی

مصطفیٰ آبادی، تغمدہ اللہ القوی الھادی، بھی ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔

حضرت کا وصال دنیائے سنیت کے لیے ایک بڑا صدمہ ہے۔ اللہ پاک حضرت علیہ الرحمہ کو غریق رحمت فرمائے۔ اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

اہل خانہ کے غم میں شریک:۔۔۔۔۔

احقر العباد: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی۔ نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

مورخہ ۲۱/ رجب المرجب ۱۴۴۰ھ

وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی

بڑی تیزی کے ساتھ یکے بعد دیگرے اکابر علما و مشائخ کا دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کرنا کسی بڑی مصیبت، آفت یا قیام قیامت کی طرف اشارہ ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ قیامت اب آہی چکی ہے، بس غیب داں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیان کردہ قیامت کی بڑی نشانیوں کا وقوع باقی ہے۔

کل ہی تو خبر سنی کہ اہل سنت کے نامور عالم دین حضرت علامہ مفتی عبدالحلیم ناگپوری وصال فرما گئے۔ اور آج جب بستر علالت سے کچھ دیر کے لیے اٹھ کر وہاٹس ایپ میسیج دیکھے تو پھر ایک افسوس ناک، غم ناک، الم ناک، دردناک خبر سامنے آگئی وہ یہ کہ حضور مجاہد ملت کے منظور نظر، علم منطق، فلسفہ، ہیئت و توقیت، اور دیگر علوم مروجہ پر کمال دسترس رکھنے والے مشہور عالم دین، سات زبانوں پر مہارت رکھنے والے ماہر ادیب، فقہ وافتا کی باریکیوں پر گہری نظر رکھنے والے مفتی و فقیہ، بہت سی علمی، تحقیقی اور تاریخی کتابوں کے مصنف، درس نظامی کے قابل مدرس، ہزاروں قابل علما و فضلا و مفتیان کرام کے مشفق استاذ، مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کے بے باک ترجمان، حضرت علامہ مولانا

مفتی عاشق الرحمٰن حبیبی الٰہ آبادی، تغمدہ اللہ الھادی

ہمیں داغ مفارقت دے کر وصال مولیٰ کے جلووں میں گم ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے جانے کا جس قدر افسوس ہے اس سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ فقیر ان کی زیارت سے محروم رہا۔ عزیز گرامی قدر محترم مفتی غلام مصطفی علیمی حبیبی زید حبہ نے چند سال قبل حضرت کے تعلق سے تفصیلی حالات بتائے اور حضرت کی تصنیف کردہ کچھ کتابیں عنایت کیں۔ اس وقت سے دل میں یہ آرزو تھی کہ حضرت سے شرف ملاقات ضرور حاصل کروں گا۔ اور ساتھ ہی کچھ علوم میں استفادہ بھی۔ مگر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ فقیر کو اپنی اس حسرت کی عدم تکمیل کا ہمیشہ افسوس رہے گا۔ خیر حضرت، علمائے اہل سنت میں ممتاز مقام، اور انفرادی حیثیت و شان کے مالک تھے۔ افتخار عارف کی زبان میں یہ کہنا بالکل غلط نہیں ہوگا ؎

وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی
اسی پہ ضرب پڑی جو شجر پرانا تھا

فقیر حضرت کے اہل خانہ و جملہ پسماندگان سے تعزیت پیش کرتا ہے۔

"إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطٰی، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ اللّٰهِ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ"
اور دعا کرتا ہے کہ اللہ پاک اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے حضرت کو غریق رحمت فرمائے، درجات بلند فرمائے، اور حضرت کے جملہ پسماندگان کو صبر کی توفیق بخشے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

شریک غم:۔احقر العباد: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

مورخہ ۱۳؍ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ

موت العالِم موت العالَم (مفتی مالوہ)

"إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطٰی، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ اللّٰهِ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ"
حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کے وصال کے بعد سے متواتر علمائے اہل سنت میں سے کسی نا کسی عالم کا وصال ہو رہا ہے۔ اور آج خبر موصول ہوئی ہے کہ دنیائے سنیت کی نامور وقد آور شخصیت نمونہ اسلاف، خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند مفتی مالوہ حضرت علامہ مولانا

مفتی حبیب یار خان صاحب نور اللہ مرقدہ

بھی اہل سنت کو داغ مفارقت دے کر واصل بحق ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مفتی مالوہ علیہ الرحمہ کا وصال اہل سنت کے لیے گہرا صدمہ ہے۔ دعا ہے اللہ پاک مفتی مالوہ علیہ الرحمہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے، غریق رحمت فرمائے، ان کے مزار پر انوار پر رحمت و نور کی موسلادھار بارش نازل فرمائے۔ اور آپ کو بلندی درجات عطا فرمائے۔

نیز اہل سنت اور اہل خانہ کو صبر کے ساتھ ایصال ثواب کی توفیق بخشے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

اہل خانہ کے غم میں شریک

احقر العباد: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

مورخہ ۲۷؍ شوال المکرم ۱۴۴۰ھ

جانے والے نہیں آنے والے!!!(مہتمم صاحب)

"إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ اللّٰهِ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ"

ابھی ابھی یہ خبر غم اثر موصول ہوئی کہ ہمارے کرم فرما، استاذ الاساتذہ، ہمدرد قوم وملت، پیکر علم وعمل، نمونہ اسلاف، حضرت علامہ

مولانا محمد یامین صاحب نعیمی سنبھلی تغمدہ اللہ القوی

مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد، ۱۱/ اپریل ۲۰۲۱ء بروز اتوار رات ۱۲/ بج کر ۵۴/ منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے دار فنا سے دار بقا کی طرف کوچ فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

۱۹۳۹ء۷ ۲/ جولائی سنبھل میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ ۱۹۶۱ء میں جامعہ نعیمیہ سے فضیلت سے فارغ ہوئے۔ ۱۹۷۳ء میں جامعہ نعیمیہ میں مسند تدریس پر فائز ہوئے۔ ۱۹۷۵ء میں جامعہ کے متولی و نائب مہتمم قرار پائے۔ ۱۹۷۶ء میں مہتمم مقرر ہوئے۔ اور تاحیات آپ اس عہدہ سے وابستہ رہے۔ آپ نے ۸۲/ سال کی عمر پائی۔ اپنی پوری زندگی مذہب و مسلک کی خدمت اور افکار صدرالافاضل کی ترویج و اشاعت میں صرف فرمائی۔ جامعہ نعیمیہ کی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ادارہ کی ترقی اور اس کے تعلیمی عروج کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ اصاغر نوازی میں اپنی مثال آپ تھے۔ طلبا کے ساتھ شفقت آمیز رویہ، اساتذہ کے ساتھ اخلاق و محبت سے پیش آنا، کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی، مسلکی تصلب، نماز و احکام شرع کی پابندی، مخلصانہ کردار، ہ پاکیزہ گفتار، منصفانہ معیار، اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔

دعا ہے اللہ پاک اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے حضرت علیہ الرحمہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، درجات بلند فرمائے، اپنی رضا و خوشنودی کا تمغہ ابدی عطا فرمائے، اور اہل خانہ و دیگر پسماندگان کو صبر کی توفیق بخشے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

شریک غم: -------------

احقر العباد: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

مورخہ ۲۸/ شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ

آہ!!!حضرت نورالحسنین لطیفی ہم سے جدا ہو گئے!!!

ابھی ابھی یہ المناک خبر موصول ہوئی کہ

صوفی باصفا، پابند شرع مصطفیٰ، عمدۃ الاصفیاء، نبیرہ حضرت عبداللطیف صابری نعیمی،

حضرت صوفی نورالحسنین صابری، نعیمی، لطیفی، رحمہ اللہ القوی

سجادہ نشین خانقاہ لطیفیہ سیکری شریف، دنیاے فانی سے رخصت ہو کر خالق حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

حضرت سے کئی ملاقاتیں رہیں، کئی بار فقیر کو جلسوں میں مدعو کیا، فقیر نے جو خوبیاں ان میں دیکھیں وہ عموماً پیروں میں نہیں پائی جاتیں۔ علما سے محبت سے پیش آنا، ان کی دست بوسی کی کوشش کرنا، ان کے لیے محفل میں خصوصی اہتمام، ان پر خصوصی توجہ، دوران گفتگو علما کی باتیں سننا اور مریدوں سے کہنا کہ جو حضرت کہہ رہے ہیں وہ سنو! درمیان میں خود گفتگو نہ کرنا، وقت رخصت تک ان کے ساتھ محبت وشفقت آمیز رویہ، نیز مریدوں کے ساتھ اولاد جیسا سلوک وبرتاو، سب سے محبت وشفقت سے پیش آنا، نمازوں کی پابندی، تلاوت قرآن کا شوق، تسبیح کا ذوق، اہل سنت وجماعت مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کی حد بھر کوششیں، اعلیٰ حضرت کے مسلکی فیضان سے علاقے کو فیضیاب کرنا، سرکار صدرالافاضل قدس سرہ کی تعلیمات کو عام کرنا، اور بزرگوں کے نقوش قدم پر چلتے ہوئے ان کی تعلیمات کے مطابق مذہب ومسلک کی خوب خوب خدمت کرنا آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ الغرض اللہ پاک نے آپ میں بہت سی خوبیاں ودیعت فرمائی تھیں۔

یقیناً آپ کی وفات کا یہ المناک وغم ناک سانحہ اہل سنت کے لیے بہت ہی دکھ آمیز اور ناقابل تلاقی نقصان کا موجب ہے۔ دعا ہے اللہ پاک حضرت کو غریق رحمت فرما کر اپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ فقیر حضرت کے تمام پسماندگان واہل خانہ خصوصاً خانقاہ لطیفیہ کے تمام ارکان وذمہ داران سے سنت تعزیت پیش کرتا ہے۔

”إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ اللّٰهِ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ“

اور دعا کرتا ہے کہ اللہ پاک حضرت کے جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کے ساتھ ایصال ثواب کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

شریک غم: احقر العباد: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی۔ نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

مورخہ ۱۱/ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ

علامہ بدایونی کی علمی سخاوت بے مثال تھی!!!

نیاز نامہ بشکل تعزیت!!!

حضرت شیخ المعظم المحترم زیدبالفضل والکرم زیب سجادہ آستانہ قادریہ بدایوں شریف دامت معالیھم!

آداب غلامانہ معروض!!!معذرت خواہ ہوں وقت کی قلت اورذاتی الجھنوں کے سبب حق تعزیت بھی ادانہ کرپایااور کافی تاخیر سے درج ذیل سطور قلم بند کررہاہوں۔

بلا شبہہ موت سے فرار نہیں ”الموت قدح کل نفس شاربوھا“ مگر شہید بارگاہ غوثیت شیخ بدایوں کی خوش نصیبی ہے کہ موت کا جام شہادت کی شکل میں نوش فرماکرحیات ابدی کے حق دار ہوگئے۔اوروہ بھی غوث پاک رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے قدموں میں جوکہ زندگی اور موت دونوں کی مقبولیت کی ضمانت ہے۔شہید موصوف کا اچانک اس طرح داغ مفارقت دے جانا یقیناً ملت کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ابھی توکچھ کرد کھانے کا دور شروع ہوا تھا،مگر قدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا۔کیاکیاناسوچ رکھاتھایہ کرناہے وہ کرناہے مگر سب کچھ ادھوراچھوڑ چھاڑ کے اچانک ہی رخصت ہوگئے۔

شہید موصوف احقر سے بے حد محبت فرماتے تھے انہیں اپنے بڑے پن کا خوب احساس تھاوہ جانتے تھے کہ خورد نوازی عظیم دولت ہوتی ہے۔۲۰۰۷ءسے میں ان سے مربوط ہوااور پھر کبھی کبھار خانقاہ برائے ملاقات اور کبھی قادری لائبریری سے استفادہ کے لیے حاضر ہوتا رہا۔پہلی بار جب میں نے لائبریری سے استفادہ کیاقدیم اخبارات دوتین دن مسلسل وہیں رک کردیکھے اوراوراق مطلوبہ کی فہرست بناکرحضرت کوپیش کی توفوراًایک طالب علم کے ہاتھوں سارے مطلوبہ اوراق کاپی کراکے مجھے دیے۔اور جب میں نے ان اوراق کی فوٹو کاپی کی رقم اداکرنی چاہی تو یہ کہہ کر”کہ مولاناکیوں شرمندہ کررہے ہیں یہ تو میراکام ہے“رقم لینے سے منع فرمادیا۔

اس کے بعدمیں نے ایک کتاب جس میں مصنف نے عمامہ کی فضیلت پر مشتمل احادیث کی موضوعیت ثابت کرکے ٹوپی اور عمامہ کی مستوی العمل قرار دیاتھا،اس کے جواب میں کتاب لکھنی چاہی تومیں نے لکھنے سے پہلے جہاں اپنے اساتذہ سے مشورہ لیاوہیں حضرت سے بھی اس پر کھل کرخانقاہ میں بات کی۔فرمایاآپ لکھیں اگرکسی بات کی ضرورت پیش آئے تولائبریری آپ کی ہے۔اس کے بعدجب میں نے کتاب کاآغاز کیاتو ایک دن اچانک قریب رات کے ساڑھے گیارہ بجے فون آیادعاسلام کے بعدفرمایاکہ آپ جس کتاب کاجواب لکھ رہے ہیں وہ کتاب چوں کہ پوری کی پوری اعلیٰ حضرت کی فتاوی رضویہ میں درج احادیث کی تردیدمیں ہے

اگر برا نہ مانیں تو میں اس کتاب سے بس ایک عبارت کو لے کر مضمون لکھنے کے موڈ میں ہوں۔ میں نے کہا اس میں برا ماننے والی کون سی بات ہے، میں نے تو ابھی کتاب لکھنے کا آغاز کیا ہے۔ بتائیں کہاں سے لکھ رہے ہیں بولے حدیث مبارک اعتنوا خالفوا علی الامم من قبلکم ،سے ۔ مصنف مذکور نے لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اس کا ترجمہ غلط کیا ہے اور وہ عبارت نہ سمجھ سکے۔ میں اس کا جواب لکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا حضرت لکھیں مجھے بہت خوشی ہوگی۔ خیر اس کے بعد آپ نے ''فتاوی رضویہ کی عبارت پر شبہہ کا ازالہ'' کے عنوان سے ایک معرکۃ الآرا مضمون رقم فرمایا جسے میں نے اپنی کتاب میں شامل کیا اور بہت سے رسائل میں بھی اس کی اشاعت ہوئی۔ اس طرح حضرت سے میرا علمی رابطہ کچھ اس قدر مربوط ہوا کہ گاہے بگاہے فون پر بات ہونے لگی، کبھی وہ فون کردیتے کبھی میں۔ کبھی میں استصواب رائے کے لیے فون کرتا کبھی وہ اظہار خیالات کے لیے فون کرتے۔

بغداد شریف جانے سے قریب پندرہ روز قبل مجھ سے شیر بیشہ اہل سنت علیہ الرحمہ کی کتاب ''دوامغ الحمیر'' کا مطالبہ کیا میرے پاس نہ تھی میں نے میثم عباس قادری صاحب پاکستان سے کہا، انہوں نے وہ مجھے اسکین کرا کے میل کی۔ اور بغداد شریف روانہ ہونے سے دو روز قبل فون پر میں نے موصوف کو بتایا کہ میں نے آپ کو کتاب میل کردی ہے دیکھ لیں۔ شکریہ کے ساتھ فرمایا کہ اب تو بغداد سے آکر دیکھوں گا۔ میں نے کہا کب تشریف لے جارہے ہیں؟ فرمایا پرسوں۔ میں نے کہا کہ اگر وقت مل جائے تو خصوصًا فقیر کے لیے دعا ضرور فرمادیجیے گا کہا ضرور ان شاء اللہ۔

اس کے بعد وہ تو نہ آئے مگر اچانک ایک فون آیا کہ شیخ صاحب کی شہادت ہوگئی بخدا ایسا محسوس ہوا کہ پیروں تلے زمین کھسک گئی ہو۔ یقین نہ آیا سوچا افواہ ہوگی مگر چند منٹوں میں دسیوں فون آگئے، کہ اب اس حادثہ جانکاہ پر یقین کیے بغیر چارہ بھی نہ تھا برجستہ منہ سے کلمہ ترجیع نکلا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور پھر میں نے فوراً اپنے عزیز محترم ثاقب صاحب پاکستان اور فیس بک سے جڑے لوگوں تک یہ افسوسناک خبر پہنچانے کی کوشش کی۔ جہاں تک ثاقب بھائی کا ماننا ہے پاکستان میں اکثر لوگوں کو میرے بتانے پر ہی خبر ہوئی اور پھر نفس اسلام پاکستان۔ اور لاہور کراچی ہندوستان کے اکثر مقامات سے خبر کی تصدیق کے لیے احقر کے پاس فون آئے اور وہ دن اسی مصروفیت میں کٹ گیا۔

رات ہوئی تو ذہن میں رہ رہ کے شیخ صاحب کی باتیں گردش کرنے لگیں۔ وہ مجھ سے کبھی کبھی گھنٹوں باتیں کیا کرتے تھے۔ ابھی کی تو بات ہے، جب میں نے اپنی کتاب فتاوی اتراکھنڈ اور رکعات نماز طباعت سے پہلے ہی نیٹ پر اپلوڈ کردی تو ایک دن فون آیا بہت دیر تک بات ہوتی رہی اور اسی دوران پوچھ لیا کہ کتاب کیوں نہیں

چھپوار ہے ہو میں نے کہا ابھی مکمل رقم کا انتظام نہیں ہوا ہے فتاوی اتراکھنڈ کے لیے رقم ہے مگر رکعات والی کتاب کی گنجائش نہیں نکل پا رہی ہے تو فرمایا کتاب چھپواؤ جو خرچ ہو گا میں دوں گا، مگر بس ایک درخواست ہے میں نے سوچا شاید ٹائٹل پر ناشر کے حوالے سے اپنے مکتبہ کا نام لکھوانے کو کہیں گے مگر حیرت ہوئی مجھے یہ سن کر۔ "میرا نام نہ نوک قلم پر آئے اور نہ نوک زبان پر"۔ میں نے سوچا یا اللہ ایسے لوگ بھی دنیا میں ہیں جو دین کا کام خالص دین کے لیے ہی کرتے ہیں۔ یقیناً اس جملے سے خوشی کی ایک لہر دل میں دوڑ گئی۔ اور اس جملے سے بزرگوں کی یاد تازہ ہو گئی۔

خیر خواجہ بکڈپو سے کتاب چھپی اور عرس اعلیٰ حضرت میں اس کا اجرا بھی ہوا۔ میں نے بریلی پہنچ کر اپنی یہ دونوں کتابیں جو مجھے اسی دن بریلی میں ملی تھیں اپنے بہنوئی صاحب کے ہاتھوں شیخ صاحب کو بھیج دیں۔ میں جامعۃ الرضا میں تھا کہ اچانک فون آیا کہاں ہیں؟ میں نے کہا جامعۃ الرضا میں ہوں کوئی حکم! کہا نہیں بس مبارک باد کے لیے فون کیا تھا، مگر افسوس کہ کتاب شایان شان نہیں چھپی ہماری کتاب اکمل التاریخ کا بھی یہی حال ہوا اور آپ کی اس کتاب کا بھی۔ میں نے کہا حضرت کتاب چھپ گئی یہی بہت ہے، ان شاء اللہ آئندہ شایان شان چھپ جائے گی، دعا میں یاد رکھیں اور آج اس کا اجرا کرانے کا ارادہ ہے حضور تاج الشریعہ کے اسٹیج پر، فرمایا بہت بہتر ہو گا اللہ کرم فرمائے۔ اگر ککرالہ آنا ہو تو ضرور تشریف لائیں! فقیر نے ٹھیک ہے کہ کر اجازت طلب کی اور سلام۔

اور جب عرس اعلیٰ حضرت سے فارغ ہو کر میں ککرالہ پہنچا تو میں نے فون کیا کہ آجاؤں؟ فرمایا آجائیے میں پہنچا نیچے کمرے میں آپ کے ساتھ کچھوچھ شریف کے ایک بزرگ تشریف فرما تھے، ظہر سے عصر تک باتیں ہوئیں، یہاں ان باتوں کا اظہار مناسب نہیں۔ اور پھر اس کے بعد میں گھر آگیا اور پھر کاشی پور۔ اس کے بعد ملاقات نہیں ہوئی ہاں فون پر بات اکثر ہوتی رہی۔

میں نے کبھی کوئی مطالبہ کیا نفی میں جواب نہیں پایا۔ میں نے ایک دن فون کیا کہ مجھے اہل فقہ اخبار درکار ہے فرمایا بتائیں میں کیا کروں میں نے کہا میں کسی بندے کو بھیجتا ہوں کہا بھیج دو۔ میں نے اپنے برادر نسبتی حافظ محمد اوصاف رضا خان سلمہ کو بھیجا اور وہاں سے اخبار کی دس سال کی فائلیں کاشی پور منگوالیں۔ یہ علمی سخاوت کی بہت بڑی مثال ہے۔ ورنہ میں نے ہندوستان میں بہت سے لوگوں کو دیکھا کسی اخبار یا نادر رسالہ کی زیارت بھی نہیں کراتے دینا تو بہت دور کی بات ہے۔ یہ علمی سخاوت انہیں اپنے معاصرین پر فوقیت دیتی ہوئی نظر آئی۔ خیر میں نے ان اخبارات سے استفادہ کیا نئی جلد سازی کرائی۔ اور قریب تین چار ماہ کے بعد بدایوں روانہ کیں اور حضرت کا شکریہ ادا کیا۔

ہاں ایک بات اور میں نے موصوف کو فون کیا کہ اخبار کے کچھ پرچہ تین تین چار چار عدد ہیں تو جواباً فرمایا اگر دو دو بھی ہوں تب بھی آپ کو مکمل اختیار ہے کہ آپ ایک ایک کاپی اپنے لیے ہماری جانب سے رکھ لیں۔ میں نے شکریہ کہا تو بولے اس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔ میری کوئی چیز آپ کے کام آجائے اس سے بڑھ کر بھلا کیا خوشی ہوگی۔

جب میں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ایک نایاب فتوے پر کام کیا، حاشیہ تخریج تقدیم، اور اسے انبیاے کرام گناہ سے پاک ہیں، کے نام سے چھپوایا تو حضرت کو پیش کیا تو فرمایا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بہت سے فتاویٰ ماہنامہ تحفہ حنفیہ میں ہیں آپ ان پر بھی کام کرو! میں نے کہا کہ کیسے ملیں گے تو فرمایا ہم دیں گے تھوڑا وقت دے دو۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر ایک بار میں نے فون کیا بولے کسی کو بھیج دو میں نے اپنے ایک عزیز کو بھیج دیا موصوف نے تحفہ حنفیہ کی ساری فائلیں جس میں اکثر بوسیدہ حالت میں تھیں مجھے روانہ فرمادیں۔ میں نے ان فائلوں سے استفادہ کیا، کاپی کیا اور حسب اجازت ڈبل کاپی سے ایک عدد خود کے لیے رکھی۔ اور سب کو مہینے اور سال کے اعتبار سے ترتیب دے کر جلد سازی کرائی۔ اور پھر واپس بھیج دی۔ بہت خوش ہوئے کہ آپ نے انہیں نئی جان بخشی ہے۔ میں نے کہا نہیں جب میں ان فائلوں سے استفادہ کر ہی رہا تھا تو میرا حق تھا کہ انہیں ترتیب دے کر انہیں محفوظ بھی کروں۔

خیر اس طرح کی دریادلی شاید کہیں نظر آئے۔ میں نے کبھی پانچ سال پہلے لائبریری میں ایک کتاب دافع الفساد عن مرادآباد تلاش کی نہیں ملی۔ میرے ساتھ موصوف نے بھی ڈھونڈی نہیں ملی۔ میں چلا آیا اور بہت سے لوگوں سے معلوم کی ڈھونڈنے کی کافی کوشش کی مگر نہیں ملی آخر مایوس ہوگیا۔ اعلیٰ حضرت اور تھانوی کے درمیان جو مناظرہ ۱۹۱۱ء میں طے پایا اس کی مکمل روداد لکھ رہا تھا، اس لیے وہ رسالہ مجھے درکار تھا۔ خیر نہیں ملا کام وہیں رک گیا۔ ابھی آٹھ دس ماہ قبل دن میں دس بجے فون آیا میں اس وقت سوتا ہوں رات کو جاگنے کے سبب، اسی لیے آواز پہچان نہ سکا۔ تعارف کے بعد میں نے معذرت پیش کی کہ نیند میں تھا پہچان نہ سکا فرمایا کوئی بات نہیں آپ سوجائیں بعد میں بات کرتا ہوں۔ میں نے کہا نہیں فرمائیں! اب جاگ چکا ہوں۔ فرمایا کہ کبھی آپ نے مجھ سے دافع الفساد کا ذکر کیا تھا، کیا آپ کو وہ کتاب مل گئی؟ میں نے کہا ابھی تک نہیں۔ فرمایا مجھے مل گئی ہے اور شام تک اسکین کراکے میل کردوں گا۔ میں نے شکریہ ادا کیا۔ اور شام کو دیکھا تو وہ رسالہ میرے میل ان باکس میں موجود تھا۔ خیر ایسی بے شمار سخاوتیں میرے حافظہ میں محفوظ ہیں۔ کتمان علم کی حرمت سے آگاہ ہونے کے باوجود لوگ کتمان علم سے نہیں چوکتے مگر اللہ درجات بلند فرمائے شیخ موصوف کے کہ کبھی کتمان علم نہیں کیا۔ اگر ہوا تو کبھی نا نہیں کہا۔ کہا کرتے تھے کہ پتہ نہیں لوگ علمی خزانہ کو اپنی میراث کیوں سمجھتے

ہیں۔وہ تو اہل علم کا سرمایہ ہے۔انہیں اس سے استفادہ سے روکنا سراسر ناانصافی ہے۔مولانا کی باتیں آج بھی دل پر نقش ہیں اگر لکھنے پہ آؤں تو اک صدی ہو جائے۔

خانقاہی اختلافات اہل سنت کے مابین ناچاقیاں اکثر ہماری گفتگو کا محور یہی ہوتا تھا۔کہتے تھے یا اللہ کب وہ دن آئے گا جب اہل سنت کے باہمی اختلافات دور ہوں گے۔کہتے کہ اب ہمیں اپنوں کی مخالفت سے زیادہ اپنوں کی دفاع کی کوشش کرنا چاہیے۔ابھی ایران میں ایک صاحب نے بخاری شریف کی مخالفت میں ایک کتاب لکھی ہے آپ کو بھیجتا ہوں فارسی میں ہے آپ اس کا رد خواہ اردو میں لکھو یا فارسی میں جس میں آسان لگے اگر اردو میں لکھو گے تو میں کسی سے فارسی کرادوں گا اور اگر فارسی میں لکھو گے تو یہاں کے لیے اردو کی ضرورت ہے اسی لیے کسی سے اردو کرادوں گا۔میں نے کہا مجھے بھیجیے ممکن ہوا تو اردو و فارسی دونوں میں اس کا جواب لکھنے کی کوشش کروں گا۔

پھر کہتے مولانا یہ دیابنہ وہابیہ ہماری مخالفت میں کھل کر کتابیں لکھنے پر اتر آئے ہیں،اس لیے اب چاہیے کہ علمائے کرام آپس میں عناوین و موضوعات تقسیم کر کے ان کی بخیہ دری شروع فرمائیں،تو ان شاء اللہ اس فرقہ کا خاتمہ ہو جائے گا۔پھر پلٹ کر کہتے کہ "خیر اختلافات تو مولانا ہمیشہ سے رہے ہیں۔اور پھر علما کی بہت ساری مثالیں دے ڈالتے۔کبھی کہا کرتے تھے کہ مولانا مخالفت کو دیکھ کر دل کرتا ہے دنیا چھوڑ دوں میں ہنستا اور کہتا بس تھک گئے حوصلہ رکھیں حضرت! ؎

تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

کہا کرتے تھے میں کسی مخالفت کا جواب دینا نہیں چاہتا،والد محترم مجھے سمجھاتے رہتے ہیں.......

گھنٹوں گھنٹوں باتیں ہوتیں کبھی ککرالہ کبھی بریلی کبھی مارہرہ کبھی اذان ثانی کا مسئلہ کبھی افتراق امت پر گفتگو۔

ایک بار فرمایا کہ مولانا گھر والوں کے علاوہ چند لوگ ہیں جن سے اپنا غم ہلکا کر لیا کرتا ہوں اور وہ میرے راز افشاں نہیں کرتے ان میں سے ایک آپ ہو،جن پر میں ہر طرح سے اعتماد کرتا ہوں۔کیا کیا لکھوں ؎

ایک ہنگامہ محشر ہو تو اس کو بھولوں
سیکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

کافی طویل تحریر ہو گئی۔یہ کوئی مضمون نہیں ہے۔بس چند یادیں تھیں جنہیں تحریراً یاد کر کے دل کے غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کی ہے۔

بالجملہ:شہید موصوف ہمہ جہت شخصیت کے حامل تھے۔انہوں نے اس مختصر سے وقت میں اپنی زبان

اور قلم کے ذریعہ جو کام کیا وہ آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہیں تلاش کرنے والے انہیں کہیں تلاش نہ کریں بلکہ انہیں ان کی کتابوں میں دیکھیں جنہیں لکھ کر گویا دنیا والوں سے وہ یہ کہہ کر رخصت ہو گئے ہیں ع

ہم بہرحال کتابوں میں ملیں گے تم کو

شہید موصوف کی شہادت سے آپ کو جو غم اور صدمہ پہنچا ہے اس غم میں میں آپ کے بلکہ آپ کے گھر کے ہر فرد کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔ میں کسی کام کا تو نہیں پھر بھی اگر کہیں میری ضرورت محسوس ہو تو ضرور یاد فرمائیں۔

بارگاہ مولیٰ میں دعا ہے کہ اللہ خانقاہ قادریہ کو شہید موصوف کا بدل عطا فرمائے۔ آمین۔

آخر میں ہدیہ تعزیت حدیث شریف کے درج ذیل جملوں کے ساتھ پیش ہے

”إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ اللّٰهِ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ“

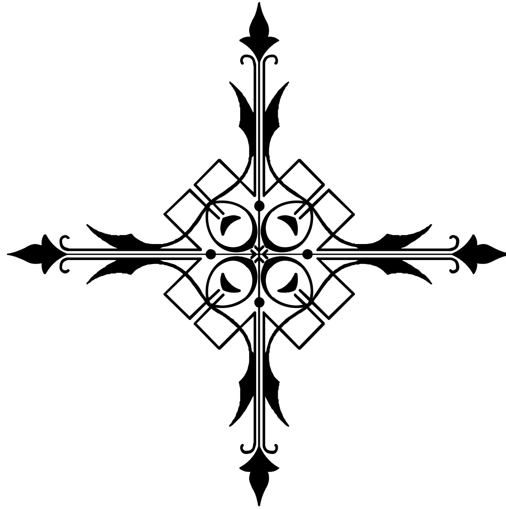
والسلام مع الاکرام۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

خادم نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

مورخہ: ۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

[جام نور دہلی کا عالم ربانی نمبر: اپریل ۲۰۱۴ء۔ ص ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۸]



لیاقت ملت کے نام تعزیت نامہ

خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند، نمونہ اسلاف، مجاہد مسلک اعلیٰ حضرت، لیاقت ملت، حضرت علامہ لیاقت رضاصاحب نوری دام ظلہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ!

آپ کی والدہ صاحبہ مرحومہ کی خبر وحشت اثر سن کر بہت افسوس ہوا۔ گاہے بگاہے آپ کی زبانی والدہ مرحومہ کی علالت کی خبر سنتا رہا اور دعائیں بھی کرتا رہا اس امید کے ساتھ کہ یہ علالت عارضی ہوگی اور وہ جلد روبہ صحت ہوکر آپ کے بے چین دل کو قرار بخشیں گی۔ مگر آپ کے صاحب زادہ گرامی کے ذریعہ جب وصال کی خبر سنی تو بہت افسوس ہوا اور قلب رنجیدہ ہوا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ایسے وقت میں جب کہ آپ کو خود خدمت کی ضرورت تھی آپ نے والدہ مرحومہ کی خدمت کی سعادت حاصل کی یہ بڑی بات ہے۔ فقیر آپ کے اس غم میں شریک ہے اور حدیث پاک کے الفاظ میں ہدیہ تعزیت پیش کرتا ہے۔

"إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطٰى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ اللّٰهِ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ"

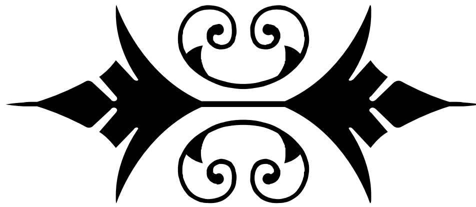
اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہے کہ آپ کی والدہ مرحومہ کو غریق رحمت فرمائے، کروٹ کروٹ جنتیں نصیب فرمائے، اپنی رضا وخوشنودی بخشے، اور آپ کے ساتھ جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ: ۱۳/ جمادی الاولی ۱۴۴۲ھ



مفتی سلیم صاحب بریلوی کے نام تعزیت نامہ

محترم مکرم ذوالمجد والکرم حضرت مولانا مفتی محمد سلیم صاحب قبلہ زادالطافہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کے والد گرامی مرحوم کے وصال کی خبر وحشت اثر سے بے حد تکلیف ہوئی۔ یہ صدمہ جانکاہ آپ کے لیے تو موجب رنج وغم ہے ہی فقیر کو بھی اس کا بے حد غم ہوا ہے۔ لیکن کیا کیا جائے

''للہ ما اخذ ولہ ما اعطی لکل شیء عندہ باجل مسمی''

حکم فیصل ہے۔ اس سے کسی کو راہ فرار نہیں ہے۔

فقیر کثرت کار، ہجوم افکار کے سبب نماز جنازہ وتدفین میں شریک نہ ہوسکا۔ اس کا دکھ ہے۔ جلد ہی ان شاء اللہ فقیر حاضری کا شرف حاصل کرے گا۔ سردست بطور تعزیت یہ چند سطور اور درج ذیل الفاظ حدیث میں ہدیہ تعزیت پیش ہے قبول فرمائیں۔

''إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ اللهِ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ''

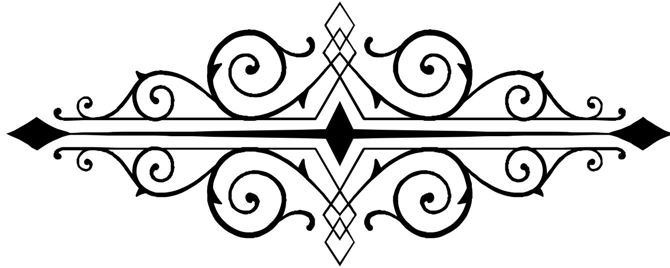
اللہ پاک مرحوم کو غریق رحمت فرمائے۔ اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔

اہل خانہ وپسماندگان کو صبر جمیل کے ساتھ ایصال ثواب کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

نیاز مند:۔ محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور



متفرقات

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

بارہویں شریف کی آمد آمد ہے۔ مسلمانوں میں خوشی کا ماحول گرم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ پر خوشی کا اظہار باعث ثواب و برکت اور ذریعہ نجات ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک پر خوشی منانے کا حکم تو خود رب تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو دیا ہے۔ فرمایا:

قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَ بِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا۔

[القرآن الکریم: پارہ ۱۱ سورہ یونس، آیت ۵۸]

(ترجمہ) تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ میں اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشیاں منانے کا حکم دیا گیا۔ اور یہ بات اکثر مفسرین کرام اور علمائے کرام کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ اس آیت میں رحمت اور فضل سے مراد، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

تو آیت کا مطلب ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پر خوشیاں منائی جائیں۔

لہٰذا اہل سنت و جماعت جائز طریقوں سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ کے موقع پر خوشی کا اظہار کریں۔ گھروں کو سجائیں ۔ جھنڈ لگائیں۔ محفلیں سجائیں۔ درود و سلام کے نذرانے پیش کریں۔ نعتیں پڑھیں۔ غریبوں، فقیروں، محتاجوں، مسکینوں، بیواؤں، یتیموں کی مدد کریں۔ خوب خوب صدقہ و خیرات کریں۔ اور نماز جسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے اس پر پابندی کریں۔ بلاوجہ شرعی کسی وقت کی نماز قضا نہ ہونے دیں۔ اور منکرین میلاد سے بلاوجہ کی بحث سے بچیں۔ کیوں کہ یہ وہ ہیں جو خود تو سر سید خان، ابوالکلام آزاد، اور اپنے پیر، مولانا، شیخ الحدیث، اور اپنے بچوں، باپ، بیوی اور خود بلکہ جواہر لال نہرو، اور گاندھی جی امبیڈکر کا یوم پیدائش منائیں گے، خوب خوشی کریں گے، کیک کاٹیں گے، غبارے چھوڑیں گے اور ان مرنے والوں کی تصویروں پر پھول کی مالائیں چڑھائیں گے، ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں گے اور تصویریں بھی سوشل میڈیا پر وائرل کریں گے۔

لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یوم ولادت کے موقع پر بھولے



بھالے ان پڑھ مسلمانوں سے دلیل مانگیں گے ۔ یقین جانیں جب یہ نام نہاد مسلمان میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خوش ہونے کے بجائے دلیل مانگتے ہیں تو ان کے منہ پر آخ تھو کرنے کا من کرتا ہے ۔

اللہ پاک انہیں ہدایت دے اور میلاد مصطفیٰ کی خوشی میں شامل ہونے کی توفیق بخشے ۔ اور اہل سنت و جماعت کو میلاد پاک کی برکتوں سے مالا مال فرمائے ۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ و التسلیم

؎

ہر ایک جن وملک آدمی کی پیدائش
ہر اک نبی کی ہر اک امتی کی پیدائش
قسم خدا کی نہ ہوتی کسی کی پیدائش
اگر نہ ہوتی ہمارے نبی کی پیدائش

زلفی نعیمی

سال و مہ خوش ہیں روز خوش شب خوش
وحشی دشت خوش مھذب خوش
ہیں غرض آپ کی ولادت سے
مسٹر ابلیس کے سوا سب خوش

اکبر اللہ آبادی

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی
نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ



لاک ڈاؤن میں نماز گھر میں ادا کریں!!!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم!

احباب اہل سنت! ملک بھر میں لاک ڈاؤن نافذ ہے۔ حکومتی آڈر کے تحت مسجد میں صرف پانچ لوگ ہی نماز ادا کر سکتے ہیں پانچ سے زائد ہوجانے کی صورت میں قانونی کارروائی کا اعلان ہے۔ایسی صورت حال میں نماز جمعہ و عید کا مسئلہ تشویش کا باعث بنا ہوا ہے۔ لوگ پریشان ہیں کہ نماز جمعہ و عید کیسے ادا کریں۔ توان سے مؤدبانہ عرض ہے کہ وہ لوگ جو مسجد و عید گاہ کے پانچ نمازیوں میں شامل نہ ہوسکیں وہ اپنے گھروں میں رہ کر نماز جمعہ کے بدلے نماز ظہر تنہا تنہا ادا کریں۔ اور عید کے دن نماز عید ادا ہوجانے کے بعد چار رکعات نماز نفل ادا کرلیں۔ اور گھر میں، کسی حال میں، چھپ چھپا کر جماعت کرنے سے بچیں۔

اس طرح نماز جمعہ و عید کی دو شرطیں (اذن عام اور ماذون امام) نہ پائی جانے کے سبب نماز عید بھی نہیں ہوگی۔ اور قانونی خلاف ورزی کے سبب عزت و جان کا خطرہ بھی رہے گا۔اور اپنی عزت و جان کو خطرے میں ڈالنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے:

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ۔ (اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو)

[ترجمہ قرآن کنزالایمان: پارہ ۲۔ سورہ بقرہ آیت ۱۹۵]

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ لکھتے ہیں:

"کسی جرم قانونی کا ارتکاب کرکے اپنے آپ کو ذلت پر پیش کرنا بھی منع ہے۔ حدیث میں ہے:

من اعطی الذلۃ من نفسہ طائعاً غیر مکرہ فلیس منّا،

جو شخص بغیر کسی مجبوری کے اپنے آپ کو ذلت پر پیش کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

[فتاوی رضویہ شریف: جلد ۲۹ ص ۹۳، ۹۴]

لہٰذا احباب اہل سنت میں سے جو نماز جمعہ و عید مسجد میں یا عید گاہ میں امام ماذون و مقرر کے پیچھے نہ ادا کر سکیں وہ اپنے گھروں میں نماز جمعہ کے بدلے نماز ظہر تنہا تنہا ادا کریں اور نماز عید کے بعد چار رکعات نماز نفل تنہا تنہا ادا کریں۔ یہی حکم شرعی ہے اور اسی پر مسلمانوں کو عمل درآمد لازم ہے۔ اللہ پاک ہمیں اس مصیبت سے چھٹکارا عطا کرے اور مسجدیں آباد فرمائے۔ اور ہم سب کو شریعت مصطفیٰ کی پاسداری۔ دین داری، پرہیزگاری کی توفیق بخشے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

کروناوائرس اور شب برأت کی برکتیں

احباب اہل سنت! ۹/ اپریل بروز جمعرات دن گزار کر آنے والی شب جمعہ، شب برأت ہے۔

احادیث کریمہ، آثار صحابہ، نصوص محدثین وفقہا، اقوال اولیا و علما سے اس کی اہمیت، فضیلت اور افادیت ثابت ہے۔ اس کی فضیلت واہمیت سے سوائے بددین ومرتدین کسی کو انکار نہیں ہے۔ شب برأت میں عبادت، وغیرہ اعمال حسنہ میں خصوصی اہتمام معمولات اہل سنت میں سے ہے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اپنے مولیٰ کو راضی کرنے کے لیے شب بھر سجدہ ریزی، قضا اور نوافل نمازوں کی ادائیگی، تسبیحات، اوراد ووظائف، تلاوت قرآن، فاتحہ نیاز، غریبوں میں صدقہ وخیرات، سنت نبوی کی تعمیل میں قبرستان میں جاکر مسلمانوں کے لیے تلاوت قرآن کے ذریعہ ایصال ثواب، شب بھر نصف شعبان کی مقدس تاریخ کے روزے کے لیے سحری کا اہتمام اور پورے دن روزہ رکھ کر نمازوں کے ساتھ تلاوت قرآن کا لطف اٹھانا اور ان بابرکت اعمال سے محظوظ ہونا، صدیوں سے مسلمانوں کا معمول رہا ہے، مگر احباب اہل سنت کو بخوبی معلوم ہے کہ اس کروناوائرس مہلک وبا کے سبب ملک میں ''لاک ڈاؤن'' ہے۔ اور بطور احتیاط گھروں سے نکلنے پر پابندی عائد ہے۔ ایسی صورت میں ہمیں گھروں میں رہتے ہوئے شب برات کے معمولات پر عمل کرنا چاہیے۔

شب برات کا اصل مقصد گھر میں رہ کر بھی پورا ہو سکتا ہے۔ بس قبرستان میں نہیں جاسکتے اس کے لیے تمام مرحومین کے لیے گھر میں فاتحہ کر کے ایصال ثواب کریں اور کوشش کریں کہ حسب وسعت اپنے مرحومین اعزا، اقربا، رشتہ دراوں کے ایصال ثواب کی نیت سے غریبوں، حاجت مندوں میں غلہ، آٹا، چاول، روزمرہ ضرورت کی چیزیں تقسیم کریں۔ ماں باپ وغیرہ اعزا واقربا اور احباب اہل سنت اگر ناراض ہوں تو انہیں منانے کی کوشش کریں۔

اور اس مہلک وبا ''کروناوائرس'' کے خاتمہ کے لیے خدائے پاک کی بارگاہ میں دعا کریں۔ کثرت سے توبہ واستغفار کریں۔ جو نمازیں ذمہ میں قضا ہوں انہیں پورا کریں۔ جن کے ذمہ زیادہ نمازیں قضا ہوں ان کے لیے امام اہل سنت نے بآسانی نمازیں ادا کرنے کا درج ذیل طریقہ بیان فرمایا ہے۔ احباب اس کو دیکھ کر اپنی ساری قضا نمازیں پوری کر لیں۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ قضا نمازوں کو ادا کرنے کا آسان طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قضا ہر روز کی نماز کی فقط بیس رکعتوں کی ہوتی ہے دو فرض فجر کے، چار ظہر، چار عصر، تین مغرب، چار عشاء کے تین وتر۔ اور قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے کہ نیت کی میں نے پہلی فجر جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی ظہر جو مجھ سے قضا ہوئی، اسی طرح ہمیشہ ہر نماز میں کیا کرے اور جس پر قضا نماز میں بہت کثرت سے ہیں وہ آسانی کے لیے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار سبحان ربی العظیم، سبحان ربی الاعلی کی جگہ صرف ایک بار کہے، مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہیے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اس وقت سبحان کا سین شروع کرے اور جب عظیم کا میم ختم کرے اس وقت رکوع سے سر اٹھائے۔ اسی طرح جب سجدوں میں پورا پہنچ لے اس وقت تسبیح شروع کرے اور جب پوری تسبیح ختم کر لے اس وقت سجدہ سے سر اٹھائے۔ بہت سے لوگ جو رکوع سجدہ میں آتے جاتے یہ تسبیح پڑھتے ہیں بہت غلطی کرتے ہیں۔ ایک تخفیف بکثرت قضا والوں کی یہ ہو سکتی ہے۔

دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی جگہ سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ تین بار کہہ کر رکوع میں چلے جائیں۔ مگر وہی خیال یہاں بھی ضرور ہے کہ سیدھے کھڑے ہو کر سبحان اللہ شروع کریں اور سبحان اللہ پورے کھڑے کھڑے کہہ کر رکوع کے لیے سر جھکائیں۔ یہ تخفیف فقط فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں ہے۔ وتروں کی تینوں رکعتوں میں الحمد اور سورت دونوں ضرور پڑھی جائیں۔

تیسری تخفیف پہلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی جگہ صرف اللھم صلی علی محمد و الہ کہہ کر سلام پھیر دیں۔

چوتھی تخفیف وتروں کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی جگہ اللہ اکبر کہہ کر فقط ایک یا تین بار رب اغفرلی کہے۔" [فتاوی رضویہ جدید: ج۸ ص۱۵۷]

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ: ۱۳۰؍ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ



افسوس ہم مسجد کی حفاظت نہ کر سکے!!!

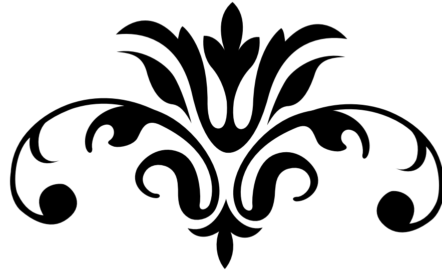
ہمارے ہم وطنوں نے بابری مسجد پر قبضہ کی بنیاد ۱۹۳۴ء میں رکھی۔ فقیر کی معلومات کے مطابق بابری مسجد پہلی بار ۱۹۳۴ء میں شہید کی گئی۔ مسجد کا بیرونی دروازہ توڑا گیا۔ دروازے کے اوپر ایک بڑا پتھر جس پر کلمہ طیبہ تحریر تھا توڑ کر غائب کر دیا گیا۔ اندرون مسجد زینہ، دیوار اور منبر منہدم کیا گیا۔ مسجد کے منبر پر تاریخ تعمیر مسجد کا کتبہ نصب تھا وہ بھی غائب کر دیا گیا۔ گنبد کے مختلف حصے توڑے گئے۔ مسجد میں رکھے ہوئے قرآن پاک میں آگ لگائی گئی۔ اور اس کے بعد مسلسل جدو جہد جاری رہی۔ ۶/ دسمبر ۱۹۹۲ء میں مکمل مستعدی اور بے باکی سے مابقی مسجد بھی منہدم کر ڈالی۔ اور آج ۵/ اگست ۲۰۲۰ء کو وہ اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے میں مکمل کامیاب ہو گئے ہیں۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ مسلمان کل جہاں تھا آج بھی وہیں کھڑا بس ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی تصویر بنا ہوا ہے۔

اے پاک پروردگار! اے رحمت والے رب! اے جبار و قہار اللہ! اپنے حبیب پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے صدقے مسجد کی بازیابی کے لیے کوئی خالد بن ولید، جیسا سیف اللہ پیدا فرما۔ دریاؤں میں گھوڑے دوڑانے والا سعد بن ابی وقاص عطا فرما! صلاح الدین ایوبی جیسا فاتح عطا کر دے! کشتیاں جلانے والا طارق بن زیاد دیدے۔ اہل باطل کی صفوں کو درہم برہم کرنے والا محمد بن قاسم فاتح سندھ بھیج دے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

یکے از سوگواران بابری مسجد: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولابویہ

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ



وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے مدد لینا، منکرین سے ثبوت

علمائے دیوبند کے نزدیک وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے مدد لینا اور ان کا مدد کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے!!

سوانح قاسمی میں ایک دیوبندی امام کا واقعہ درج ہے، جس میں اس امام کا ایک سنی واعظ سے مناظرہ کا ذکر کیا گیا ہے اور لکھا گیا ہے کہ اس امام کے پاس مناظرہ کے دوران ایک اجنبی شخص نمودار ہوئے اور مناظرہ میں امام صاحب کی مدد کرنے لگے۔ اور ان کی مدد سے امام صاحب مناظرہ جیت گئے۔ مدد کرنے والے بزرگ کون تھے یہ امام صاحب کو معلوم نہ تھا۔ لیکن جب دیوبندی شیخ الہند نے حلیہ پوچھا اس امام نے حلیہ بتایا تو دیوبندی شیخ الہند نے کہا یہ تو حضرت الاستاذ (مولوی قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند تھے جو تمہاری امداد کے لیے حق تعالی کی طرف سے ظاہر ہوئے۔

حاشیہ میں سوانح قاسمی کے مؤلف مولوی مناظر حسین گیلانی دیوبندی لکھتے ہیں:

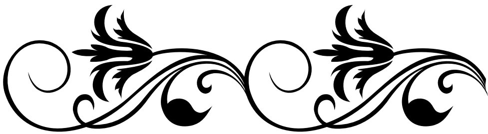
"حقیقت یہ ہے کہ وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے امداد کے مسئلہ میں علمائے دیوبند کا خیال بھی وہی ہے جو عام اہل السنت والجماعت کا ہے۔ آخر جب ملائکہ جیسی روحانی ہستیوں سے خود قرآن ہی میں ہے کہ حق تعالی اپنے بندوں کی امداد کراتے ہیں۔

صحیح حدیثوں میں ہے کہ واقعہ معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسی علیہ السلام سے تخفیف صلوات میں امداد ملی اور دوسرے انبیاعلیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں بشارتیں ملیں تو اسی قسم کی ارواح طیبہ سے کسی مصیبت زدہ مومن کی امداد کا کام قدرت اگر لے تو قرآن کی کس آیت یا کس حدیث سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ بس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں)

(سوانح قاسمی جلد اول صفحہ ۳۳۲ مکتبہ دارالعلوم دیوبند)

خادم مسلک اعلی حضرت:۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی



ولی را ولی می شناسد

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت محدث بریلوی قدس سرہ کا مقام و مرتبہ تو شیخ المشائخ حضور اشرفی میاں قدس سرہ نے جانا۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ کو آج کل کے نام نہاد مولوی، صوفی، کیا سمجھ پائیں گے۔ جن کی فہم کو تعصب و تنگ نظری بغض و حسد عداوت و نفرت کی زنگ لگ گئی ہو۔ اعلیٰ حضرت کو سمجھنے کے لیے حضور اشرفی میاں قدس سرہ جیسی پاکیزہ فہم، اور صوفیانہ سوچ و فکر کی ضرورت ہے۔ اعلیٰ حضرت کو ہم اعلیٰ حضرت کہیں، ہم امام اہل سنت کہیں، ہم مجدد دماۃ حاضرہ کہیں تو اعتراض کیا جاسکتا ہے، مگر جب حضور اشرفی میاں اعلیٰ حضرت کہیں، امام اہل سنت کہیں، مجدد دماۃ حاضرہ کہیں تو کس کی مجال کہ زبان کھولے۔ آئیں ملاحظہ کریں، حضور اعلیٰ حضرت کی عظمت و رفعت کے حوالے سے ۱۹۲۵ء کی آل انڈیا سنی کانفرنس کے لئے حضور اشرفی میاں کے تحریر کردہ خطبہ صدارت کا مطلوبہ حصہ۔ اور محظوظ ہوں۔ حضور اشرفی میاں رقم طراز ہیں۔:

”سرزمین بریلی پر ایک حق گو، حق پرست اور حق شناس ہستی تھی۔ جس نے بلا خوف لومۃ لائم اعلان حق کے لیے میدان جہاد میں قدم رکھ دیا۔ اور قوم کے تفرقوں سے بے پرواہ ہو کر اپنی اس شان امامت و تجدید کو عرب و عجم پر روشن کر دیا، جس کی عظمت کے سامنے اعدائے دین کے کلیجے تھراتے رہتے ہیں۔ میرا اشارہ اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد دماۃ حاضرۃ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی طرف ہے، جن کے فراق نے میرے بازو کو کمزور کر دیا اور مسلمانوں کو جن کی وفات نے بیکس و ناتواں کر دیا۔ (آپ لوگ عقیدت کے پھول اس وقت پیش کریں اور سورہ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب مولانا کی خدمت میں ہدیہ کریں۔ اس امام وقت کی وفات اسلامی ہند میں کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ یہ اس عظیم انقلاب کا پہلا واقعہ تھا جس کی گردش میں آج ہم آپ پریشان ہیں۔“

[ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شریف، بابت شوال المکرم ۱۳۴۳ھ، ص۶،۷]

علما و صوفیہ کے غلاموں میں سے ایک:۔

فقیر محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی، نوری دار الافتاء کاشی پور

حضور صدر الافاضل جلالی، اشرفی، رضوی، محدث مراد آبادی قدس سرہ

ہماری معلومات کے مطابق اہل سنت کے بطل جلیل صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی تغمدہ اللہ الھادی کو علامہ گل خاں کابلی جلال آبادی سے شرف بیعت حاصل تھا۔

حضور اشرفی میاں اور حضور اعلیٰ حضرت قدس سرھما سے شرف اجازت وخلافت حاصل تھی۔ اس کے برعکس کہنے والوں سے التماس ہے کہ وہ دلائل سے اپنی بات پیش کریں۔ صدر الافاضل کو اخبار اہل فقہ، اخبار الفقیہ وغیرہ میں جو کہ آپ کے دور کے اخبارات ہیں جن میں آپ کے مضامین شائع ہوتے تھے ان اخبارات میں جلالی لکھا گیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ شیخ الکل علامہ گل خاں قدس سرہ سے ہی مرید تھے اور انہیں کی نسبت سے مشہور بھی۔

اور حیات صدر الافاضل کے مطالعہ سے بھی یہی بات ثابت ہے کہ صدر الافاضل پیلی بھیت تشریف لے گئے مگر حضور شاہ جی محمد شیر میاں قدس سرہ نے آپ کو شیخ الکل علامہ گل خاں قدس سرہ کی طرف واپس کردیا۔ اور پھر شیخ الکل نے ہی صدر الافاضل کو مرید فرمایا۔ صدر الافاضل کے چہیتے شاگرد مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ سے بہتر کون جاسکتا ہے انہوں نے خود یہی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو:

”حضرت مراد آباد واپس ہوئے تو حضرت مولانا محمد گل صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا شاہ جی میاں صاحب کے ہاں ہو آئے اچھا پرسوں جمعہ ہے نماز فجر کے بعد آئیے تو آپ کا جو حصہ ہے عطا کیا جائے گا، تیسرے روز جمعہ کو بعد نماز فجر حضرت مولانا شاہ محمد گل صاحب نے قادری سلسلہ میں بیعت فرمایا اور جو حصہ تھا عطا کیا۔“

[سواد اعظم لاہور کا حیات صدر الافاضل نمبر: ص ٦۔ ١٢، ١٩ / ذی الحجہ ١٣٧٨ھ]

اور مولانا محمود رفاقتی علیہ الرحمہ نے بھی یہی لکھا ہے:

”حضرت حجۃ الاسلام صدر الافاضل علیہ الرحمہ کو اپنے استاد مکرم سے گہری عقیدت تھی چناں چہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں انہیں سے بیعت وارادت حاصل کی۔“

[حیات مخدوم الاولیا۔ ص ٣٧٨]

اور رہا یہ کہنا کہ علامہ گل قدس سرہ بعد میں حضور اشرفی میاں کے پاس لے گئے اور داخل سلسلہ کرایا یہ بات ثابت نہیں۔ اس کو مولانا محمود رفاقتی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے مگر اس کا کوئی حوالہ نہیں۔

فقیر نے بہت سے موقعوں پر حضرت سے بات کی اور کتاب کے چند مندرجات پر حوالے طلب کیے اس میں سے ایک یہ بھی تھا مگر جواب ندارد۔ حضرت فقیر سے بے پناہ پیار فرماتے تھے۔ اور فقیر قدرے بے

تکلف بھی ہو گیا تھا۔ ایک بار حضرت نے کئی بار فون کیا، مگر میں دن میں سونے کے سبب فون نہ اٹھا سکا تو جب بعد کو میں نے فون کیا تو مسکرا کے فرمایا بڑے مولانا ہو گئے ہو فون بھی نہیں اٹھاتے۔ میں نے عرض کیا جی آپ کی دعائیں رنگ لا رہی ہیں بڑا ہونے لگا ہوں۔ پھر میں نے معذرت پیش کی۔ حضرت نے مفتی یونس صاحب علیہ الرحمہ کے حوالے سے کچھ چیزیں پیش کرنے کو کہا۔ میں نے اسی دن حضرت کو وہ نایاب اوراق پیش کیے میل کے ذریعہ۔

یہ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت فقیر پر شفقت فرماتے تھے اور اسی سبب فقیر ان سے وہ پوچھ لیا کرتا تھا جو جلدی کسی بڑی شخصیت سے نہیں پوچھا جا سکتا۔

حضرت سے جو جوابات ملے ان سے فقیر نے یہی نچوڑ نکالا کہ حضرت نے جو یہ بات لکھی ہے وہ بس سماع پر محمول ہے اس میں حقیقت بس اس قدر ہو سکتی ہے کہ علامہ گل صدرالافاضل کو حضور اشرفی میاں کی بارگاہ میں لے گئے۔ اس سے یہ ثابت کرنا کہ حضرت نے مرید کرایا حقیقت سے دور ہے۔

خیر ضرورت محسوس ہوئی اور وقت میں برکت ہوئی تو ان شاء اللہ مزید حوالجات پیش کیے جائیں گے۔

الحاصل: حضور صدرالافاضل شیخ الکل علامہ گل خاں کابلی جلال آبادی قدس سرہ سے مرید تھے۔ اور حضور اشرفی میاں اور حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہما سے مجاز و ماذون تھے۔ اب یوں کہیں کہ صدرالافاضل نسبت حقیقی کی بنیاد پر جلالی اور نسبت مجازی کی بنیاد پر اشرفی اور رضوی تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

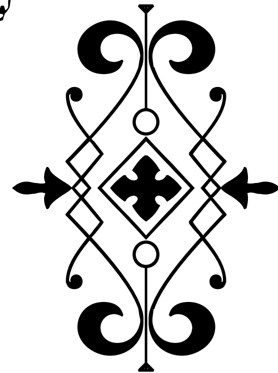
(اس تعلق سے مزید تفصیل فقیر کی کتاب "سوانح صدرالافاضل" میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔)

یہ بات حرف اخیر کی حیثیت نہیں رکھتی تحقیق کے دروازے کھلے ہیں احباب دلائل تلاش کریں تاکہ اصحاب ذوق محظوظ ہو سکیں۔ اللہ پاک ہم سب کو بزرگوں سے خلوص کے ساتھ محبت کی توفیق بخشے۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

۲۵؍ شوال المکرم ۱۴۴۰ھ۔ شنبہ



ایک (نام نہاد) نعیمی۔کی ایک پوسٹ کا پوسٹ مارٹم

صدرالافاضل کے والد گرامی، قاسم نانوتوی کے مرید تھے اور بعد میں اعلیٰ حضرت کے مرید ہوئے۔
یہ واقعہ سب سے پہلے کسی رضوی نے نہیں بلکہ مخلص اشرفی عالم دین نے تحریر فرمایا!!!

اہل سنت و جماعت کے مشہور صاحب قلم، محب گرامی قدر محترم غلام مصطفیٰ رضوی صاحب حفظہ اللہ نے عرس صدرالافاضل کے موقع پر حیات صدرالافاضل کے حوالے سے ایک عمدہ مضمون تحریر فرمایا، جسے ارباب علم نے خوب پسند کیا۔ حال ہی میں اس مضمون کے مندرجات کے خلاف ایک نام نہاد نعیمی، بدنام زمانہ (یہ ہم نے اس لیے لکھا ہے کہ جناب نے اپنی پوسٹ میں کتاب حیات تاج الشریعہ کو بدنام زمانہ کتاب لکھا ہے) ڈاکٹر مبین اشرف نے جھوٹ، فریب، بدتہذیبی اور مغلاطات سے بھری ہوئی ایک پوسٹ کی ہے، جس میں جناب نے بدتمیزی اور بدتہذیبی کا کھل کر مظاہرہ کیا ہے۔ پوسٹ پڑھنے کے بعد یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ کسی نعیمی کی پوسٹ نہیں ہو سکتی ہے۔ نعیمی صدرالافاضل سے بے پناہ محبت کرنے والا ہی ہو سکتا ہے اور صدر الافاضل قدس سرہ نے ہمیں جہاں مشائخ کچھوچھہ مقدسہ کی محبت کا درس دیا، وہیں مشائخ بریلی شریف سے بھی محبت کا سبق پڑھایا ہے۔ ہم ڈاکٹر کی پوری پوسٹ سے قطع نظر بس عنوان کے تحت لکھی گئی پوسٹ کا جواب لکھتے ہیں۔

ڈاکٹر مبین نے لکھا:

”متشدد رضویوں نے اپنے جھوٹے سفر کو برقرار رکھتے ہوئے ایک جھوٹ اور گڑھ مارا جس کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں اور جھوٹوں پر لعنت برسائیں:

”صدرالافاضل کے والد محترم مولانا نزہت علیہ الرحمہ پہلے مولوی قاسم نانوتوی کے مرید تھے، حقیقت آشنا ہوئے تو فاضل بریلوی کے مرید ہوئے۔“ (غلام مصطفیٰ رضوی نوری مشن مالے گاؤں)

یہ اتنا ہی بڑا جھوٹ ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ ہنومان جی مسلمان تھے۔ حضور صدرالافاضل کے والد کی اس سے بڑی اور کیا توہین ہو سکتی ہے کہ آپ کو ایک دیوبندی کا مرید بتا دیا جائے۔“

نعیمی جواب:

ڈاکٹر مبین کے انداز تحریر سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ ڈاکٹر مبین رضویوں کو متشدد لکھتے ہوئے اعتدال و میانہ روی بھول گئے اور خود تشدد مع تعصب کا شکار ہو گئے۔ اگر واقعی سنجیدگی سے غور کرتے اور کتابوں سے رجوع کرتے تو انہیں پتہ چلتا کہ یہ بات محترم غلام مصطفیٰ رضوی نے ہی نہیں لکھی بلکہ ان سے پہلے بہت سے

رضویوں کے ساتھ اشرفیوں نے بھی لکھی ہے۔ہم ایک بھاری ساحوالہ پیش کردیتے ہیں تاکہ ڈاکٹر مبین کو قابلیت کا جو بخار چڑھا ہے وہ اتر جائے۔اور رضویوں کو ناحق گالیاں دینے سے ان کی زبان و قلم باز رہے۔ اور تعصب و تنگ نظری کی مہلک بیماری سے ڈاکٹر مبین کو شفا مل جائے۔

صدرالافاضل کے پہلے شاگرد، جامعہ نعیمیہ سے فارغ ہونے والے پہلے فاضل، جامعہ کے پہلے مہتمم، والد صدرالافاضل علامہ نزہت مرادآبادی قدس سرہ کو بہت قریب سے دیکھنے والے، ان کے خدمت گزار، حضور اشرفی میاں کے بہت ہی مقرب و معتمد، سیکڑوں نعیمیوں کے استاد، ماہنامہ السوادالاعظم مراداباد کے مدیر، حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے محبت و عقیدت رکھنے والے اور حضور اشرفی میاں سے شرف بیعت حاصل کرنے والے مخلص و مشہور اشرفی **تاج العلما حضور علامہ مفتی محمد عمر نعیمی اشرفی قدس سرہ** نے اب سے ساٹھ (۶۰) سال پہلے یہ بات ہفت روزہ سواد اعظم لاہور کے صدرالافاضل نمبر میں پہلے باب کے ضمن میں سوانح صدرالافاضل کی اجمالی سوانح میں تحریر فرمائی۔

ہم یہاں انہیں کے الفاظ میں پورا واقعہ پیش کیے دیتے ہیں۔ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب نے محمد قاسم نانوتوی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اس وقت وہابی اپنی وہابیت کو بہت چھپاتے تھے چناں چہ مولوی محمد قاسم نے حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب کو میلاد شریف پڑھنے، قیام کے ساتھ صلاۃ وسلام پڑھنے کی اجازت دی اور بہت برکت والا عمل بتایا۔ حضرت مولانا معین الدین صاحب سے جب کہا گیا کہ محمد قاسم وہابی تھا، تو انہوں نے فرمایا: میں کس طرح مانوں مجھے خود انہوں نے میلاد شریف پڑھنے قیام کے ساتھ صلاۃ وسلام پڑھنے کی برکت سے خبردار کیا اور اجازت دی ہے۔جب موصوف کو فتاوی حسام الحرمین دکھایا اور تحذیرالناس مصنفہ مولوی قاسم نانوتوی جس میں انہوں نے ختم نبوت کا انکار کیا ہے، دکھائی اور عبارت تحذیرالناس کو فتاوی حسام الحرمین سے مطابق کیا، اس وقت موصوف نے ان کی بیعت فسخ کی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور تحریر فرمایا ہے ؎

پھرا ہوں میں اس گلی سے نزہتؔ ہوں جس میں گمراہ شیخ و قاضی
رضائے احمد اسی میں سمجھوں کہ مجھ سے احمد رضا ہوں راضی

[سواد اعظم لاہور، حیات صدرالافاضل نمبر: ۱۲، ۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ۔ مطابق ۱۹، ۲۶/ جون ۱۹۵۹ء۔ ص۵]

ڈاکٹر مبین! اسے بار بار پڑھیں اور اب بتائیں کہ اگر یہ جھوٹ ہے اور بقول خود
”یہ اتنا ہی بڑا جھوٹ ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ ہنومان جی مسلمان تھے“

توکیا مفتی محمد عمر نعیمی اشرفی قدس سرہ بڑے جھوٹے اور ہنومان جی کو مسلمان کہنے والے ہوئے۔
(معاذاللہ تعالیٰ)

اگر ڈاکٹر مبین واقعی حق پسند اور منصف مزاج ہیں تو جلد ہی کسی رسالے میں مفتی محمد عمر نعیمی اشرفی کے خلاف بھی ایک مضمون شائع کریں گے۔ اور اس میں مفتی محمد عمر نعیمی اشرفی کو ہنومان جی کے مسلمان کہنے کے حوالے سے حکم شرع بیان کریں گے۔ بلکہ مفتی محمد عمر نعیمی اشرفی کے خلاف ہنومان جی کو مسلمان کہنے پر ملک کے معتبر دارالافتاء سے فتویٰ حاصل کر کے جلد ہی کوئی حکم شائع کریں گے۔

علاوہ ازیں اپنے اگلے مضمون میں اس واقعہ کے حوالے سے مفتی محمد عمر نعیمی جیسے متشدد اشرفیوں کے خلاف بھی حق گوئی کا مظاہرہ کریں گے۔ نیز رضویوں پر جھوٹ کا الزام لگانے سے رجوع کریں گے۔ اور آئندہ یہ لکھیں گے کہ یہ جھوٹ سب سے پہلے ایک مشہور اشرفی نے پھیلایا ہے۔ کسی رضوی سے اس سے قبل اس واقعہ کا ثبوت نہیں ملتا۔ ہمیں ڈاکٹر کے اگلے مضمون کا انتظار رہے گا۔!!!!

ڈاکٹر مبین نے لکھا:

''اگر واقعی صدر الافاضل کے والد مولانا نزہت مرادآبادی پہلے مولوی قاسم نانوتوی کے مرید تھے اور حقیقت آشنا ہونے کے بعد توبہ کر فاضل بریلوی کی مریدی اختیار کر اہل سنت میں گھر واپسی کی تھی تو اپنے صاحب زادے کو اس بات پر مطلع کیوں نہیں فرمایا؟''

نعیمی جواب:

ڈاکٹر مبین! کیا تم یہ یقین سے کہہ سکتے ہو کہ صدرالافاضل کے والد نے صدرالافاضل کو یہ بات نہیں بتائی تھی؟

جب یہ بات صدرالافاضل کے مشہور شاگرد کو معلوم ہے تو پھر صدرالافاضل کو کیوں نہیں معلوم ہوگی۔ بلاشبہہ معلوم ہوگی، البتہ اس کا ذکر کتابوں میں نہیں تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ صدرالافاضل کو والد محترم نے کچھ بتایا ہی نہیں۔ ڈاکٹر مبین! یہ بتاؤ کہ صدرالافاضل کی ولادت کے وقت سے اپنے وصال کے وقت تک علامہ نزہت علیہ الرحمہ کا صدرالافاضل سے باتیں کرنے کا کوئی ثبوت ہے کیا؟ کیا امید رکھی جائے کہ ہمیں صدرالافاضل کے والد گرامی علیہ الرحمہ کی اپنے صاحبزادے سے کی ہوئی باتیں ڈاکٹر مبین بتائیں گے۔؟

انتظار رہے گا!!!!

ڈاکٹر مبین نے لکھا:

''بریلویوں کو مولانا قاسم نانوتوی کا شجرہ پیری مریدی کہاں سے اور کب دستیاب ہوگیا؟''

نعیمی جواب:

ڈاکٹر مبین! نانوتوی کے شجرہ پیری مریدی کا ذکر کر کے کیا ثابت کرنے چاہتے ہو اگر یہ کہنا چاہتے ہو کہ نانوتوی کی پیری مریدی کہاں سے ثابت ہے تو اس کے لیے سوانح قاسمی اور نانوتوی کی دوسری سوانحات پر مشتمل کتابیں پڑھ لو۔ مرادآباد کے دیوبندی عالموں سے پوچھ لو، کہ قاسم نانوتوی کا حلقہ ارادت مرادآباد میں تھا یا نہیں؟ وہ پیری مریدی کرتے تھے یا نہیں؟ مرادآباد کے اردو اخبارات اٹھالو اس حوالے سے حوالے مل جائیں گے۔

ڈاکٹر مبین نے لکھا:

"کیوں آپ کو استاذ گرامی علامہ گل محمد صاحب کے دست مبارک پر مرید ہونے دیا؟
بعد ازاں علامہ گل محمد صاحب نے حضور صدر الافاضل کو اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی کی مریدی میں دے دیا؟"

نعیمی جواب:

ڈاکٹر مبین! کیا یہ ضروری ہے کہ باپ جس سے مرید ہو گا بیٹا بھی اسی سے مرید ہو گا؟ اور کیا علامہ گل قدس سرہ اس لائق نہیں تھے کہ صدر الافاضل ان سے مرید ہوتے کہ والد نے انہیں روکا نہیں؟

علاوہ ازیں شاہجی میاں جو کہ ایک مقدس ولی اور پایہ کے بزرگ تھے۔ انہوں نے صدر الافاضل کو جب علامہ گل کے پاس واپس بھیج دیا اور انہوں نے مرید بھی کر لیا تو پھر علامہ گل کا حضور اشرفی میاں سے مرید کرانا چہ معنی دارد؟ شاہجی میاں نے یہ کیوں نہیں کہا کہ تمہارا حصہ دو جگہ ہے، پہلے علامہ گل سے مرید ہو گے پھر حضور اشرفی میاں سے۔

(اس حوالے سے فقیر نے اپنی ایک پوسٹ میں تفصیل سے ذکر کر دیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ صدر الافاضل حضور اشرفی میاں سے مجاز و ماذون تھے، مرید نہیں۔ مزید مکمل و مدلل بحث فقیر کی کتاب سوانح صدر الافاضل میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)

کیا شاہجی میاں کی ولایت مشکوک مانی جائے۔ کہ اگر انہیں معلوم ہوتا تو یہ بتادیتے کہ تمہارا حصہ علامہ گل کے پاس بھی ہے اور اشرفی میاں کے پاس بھی۔

حالاں کہ ایسا کچھ نہیں کہا؟؟؟

ڈاکٹر مبین نے لکھا:

"صدر الافاضل کے والد گرامی فاضل بریلوی کے مرید تھے تو فاضل بریلوی نے "امکان کذب باری

تعالیٰ" کے رد میں اخبار نظام الملک مرادآباد میں لکھے گئے حضور صدرالافاضل کے مقالہ کو پڑھ کر جب دریافت کیا کہ مرادآباد میں سید نعیم الدین کون ہیں؟ تو حاجی محمد اشرف شاذلی مرادآبادی نے جواب میں یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ آپ کے مرید کے صاحب زادے ہیں؟

فاضل بریلوی نے مندر کے پجاری کو تو پہچان لیا تھا، جسے اپنی تحریر میں اس وقت کا قطب لکھا ہے مگر اپنے مرید کے صاحب زادے کو کیوں نہیں پہچانا؟

فاضل بریلوی کے اصرار پر جب حاجی محمد اشرف شاذلی صاحب مرادآباد سے صدر الافاضل کو لے کر دوپہر کے وقت بریلی پہنچے اور دروازے پر ملاقات کی فاضل بریلوی مصافحہ کر واپس اندر چلے گئے جس پر حاجی صاحب نے کہا تھا کہ اچھے عالم ہیں بلایا مگر پوچھا بھی نہیں کہ یہ ساتھ میں کون صاحب ہیں، کھانا کھانے کی بات تو دور رہی۔ جس پر حضور صدرالافاضل نے ارشاد فرمایا کہ "ہم آپ عالم کے پاس آئے ہیں کسی نانبائی کے پاس نہیں آئے ہیں، بھوک لگی ہے تو چلیں سرائے میں، الغرض عصر میں ملاقات پر حاجی صاحب پر تعارف نہ کرانے پر برہم ہوئے جس کی تفصیل فقیر کے مضمون میں ملاحظہ فرمائیں جو اس پوسٹ میں شامل ہے۔"

نعیمی جواب:

ڈاکٹر مبین! لکھنے کے شوقین ہو مگر پڑھنے کے نہیں کچھ مطالعہ بھی کر لیا کرو، معلومات میں اضافہ ہوگا۔

سنو! یہ پورا واقعہ ۱۳۲۰ھ کے آس پاس کا ہے۔ اور علامہ نزہت کا واقعہ ۱۳۲۴ھ کے بعد کا ہے۔ اس لیے دلیل لغو ہو جاتی ہے۔ واقعہ پورا پڑھوگے تو پتہ چلے گا کہ حسام الحرمین دکھائی گئی اور پھر تحذیر الناس کو اس کے مطابق پایا گیا تو یہ واقعہ پیش آیا۔ اور کتاب حسام الحرمین ۱۳۲۴ھ میں لکھی گئی ہے۔ اس لیے اس وقت چوں کہ علامہ نزہت اعلیٰ حضرت سے مرید ہی نہیں تھے تو پھر اس طرح کے سوالات کا کیا مطلب؟

یوں ہی پجاری کو پہچان لینے اور مرید کے بیٹے کو نہ پہچاننے کی بات بھی صرف تعصب و تنگ نظری پر مبنی ہے۔ ورنہ ایسے لاکھوں واقعات ملیں گے بزرگوں کے جن پر یہی سوالیہ نشان لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن ہمیں یہاں تطویل مقصود نہیں۔ اس لیے درگزر کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر مبین کی بدتہذیبی و بدتمیزی کے نمونے:

"ناظرین! کیا مروجہ بریلویت جھوٹ، فراڈ مکاری کا نام ہے؟

ساتھ ہی یہ سمجھنا بھی بہت ضروری ہے کہ بریلوی سفید جھوٹ گڑھ کر تمام چمکتی ہوئی شخصیات کو زبردستی رضوی بنانے میں کیوں کوشاں ہے؟ اکابرین میں فاضل بریلوی کے کثیر تعداد میں مرید و خلیفہ ہوئے ہیں۔ اب اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ آپ کے ہم زمانہ ہر مشہور عالم کو فاضل بریلوی کا مرید لکھنا شروع کر دیا جائے،

اس طرح توفاضل بریلوی کے مرید و خلفا کی فہرست مشکوک ہو جائے گی، کیا فاضل بریلوی کا مرتبہ کچھ کم ہے جو آپ کو صدرالافاضل کے والد محترم کا پیر بنا کر مراتب بلند ہو جائیں گے ؟

آخر رضویوں کو اس طرح کے جھوٹے واقعات گڑھنے کی کیا ضرورت پیش آگئی۔ اس سوال کا جواب بھی بہت ضروری ہے۔ خیر آخر میں یہی کہوں گا کہ یہ سوشل میڈیا کا دور ہے وہ دور ختم ہو گیا ہے جب لوگ اپنے ممدوح کے حوالے سے جھوٹی سچی باتیں کتابوں میں لکھ، چھاپ کر پھیلا دیا کرتے تھے اور عوام اس کو سچ مان لیا کرتی تھی، لہٰذا میں بریلویوں سے گزارش کرتا ہوں کہ خدارا اب تو اپنے حال پر رحم کھاؤ اور اس طرح کی جھوٹی باتیں گڑھنا بند کر دو تا کہ امت مسلمہ مزید تفرقہ بازی سے بچی رہے۔"

نعیمی جواب:

ڈاکٹر مبین یہ لب ولہجہ تمہاری عقلی پس ماندگی، علمی پستی، تعصب و تنگ نظری، فتنہ پروری، فریب دہی، مکر و فراڈ پن پر بڑی دلیل ہے۔

بریلویت اور رضویت کو نشانہ بنانے سے پہلے اکابر علما کو پڑھ لیا ہوتا تو اس طرح کی مغلظات نہ بکتے۔ بریلویت اہل سنت کا مترادف علم ہے، جس کا اعتراف اہل سنت کے جلیل القدیر علما کو ہے۔ تم جیسے ناقص العلم والعقل کے انکار سے بریلویت پر کوئی اثر پڑنے والا نہیں ہے۔ اور سنو! سوشل میڈیائی دور ہے اس لیے بھی اور نہ ہوتا تب بھی تمہارے ان ناپاک حربوں اور منصوبوں سے مذہب اہل سنت و جماعت یعنی بریلویت و مسلک اعلیٰ حضرت پر کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے۔

اور سنو! خوب رضوی رضوی کر کے جہالت کا مظاہرہ کیا ہے دم ہے تو اب پوری کتاب اس حوالے سے لکھ ڈالو کہ ایک اشرفی جن کا نام مفتی محمد عمر نعیمی ہے، انہوں نے صدرالافاضل کے والد کو قاسم نانوتوی کا مرید لکھا ہے۔ اور یہ بڑا جھوٹ ہے گویا انہوں نے ہنومان جی کو مسلمان لکھا ہے۔ اس لیے یہ متشدد اشرفی ہیں اب ان کی اشرفیت چلنے والی نہیں۔ سوشل میڈیائی دور ہے پہلے کی طرح نہیں کہ جو چاہا چھاپ دیا۔ اور یہ بھی لکھنا کہ مفتی محمد عمر نعیمی اشرفی ہوتے ہوئے اس طرح کی جھوٹ بات لکھ گئے آخر انہیں جھوٹ گڑھنے کی کیا ضرورت پیش آگئی۔ کیا انہیں ایسا لگا کہ اعلیٰ حضرت کے مرید کم ہیں اس لیے یہ واقعہ گڑھ لیتا ہوں تا کہ ایک مرید کے بڑھ جانے سے اعلیٰ حضرت کے مریدین میں لاکھوں کا اضافہ ہو جائے۔

خاتمہ بحث:

ڈاکٹر مبین !!! تم نعیمی نہیں ہو کسی بھی لحاظ سے نہ تمہاری فراغت ہے جامعہ نعیمیہ سے اور نہ تمہیں اس خانقاہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔ اس لیے خود کو نعیمی لکھ کر اہل سنت میں فتنہ نہ پھیلاؤ، سنیوں کو آپس میں

لڑانے والے کام نہ کرو، نعیمیت کو بدنام نہ کرو۔ نعیمیوں کے لیے تو رضویت واشرفیت دونوں ہی دو(۲) آنکھوں کی طرح ہیں اور جس طرح ہر انسان کو اپنی دونوں آنکھیں پیاری ہوتیں ہیں، اسی طرح نعیمی دونوں نسبتوں سے محبت وعقیدت رکھتا ہے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے اور بزرگوں کی خاص کر صدرالافاضل کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور ان کی روش پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

یکے از غلامان صدر الافاضل:۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عظمت ورفعت، صدر الافاضل کے قلم سے

آج کل سوشل میڈیا پر کچھ نام نہاد نعیمی مولوی، حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ کی ذات والا صفات سے متعلق توہین آمیز پوسٹس اور غلط پروپیگنڈہ کرنے میں مصروف ہیں۔ اور اس طرح وہ اپنے مادر علمی کے بانی مبانی حضور سیدی صدر الافاضل قدس سرہ کی بھی مخالفت کر رہے ہیں۔ کیوں کہ صدر الافاضل تو اعلیٰ حضرت کی شان بیان کرتے ہوئے انہیں مجدد لکھنے کے ساتھ انہیں اللہ پاک کی ایک شان رحمت اور بے شمار برکات کا مجموعہ بتائیں۔ اور یہ اعلیٰ حضرت کے خلاف تنقیص وتوہین کے نت نئے گندے ہتھکنڈے اپنائیں۔

توبہ کریں! اور اپنے محسن کی مقدس روش کو اپنائیں اور علمائے اہل سنت خصوصاً سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کے تئیں اپنے نظریات پاکیزہ رکھیں۔ اور وہ لوگ بھی جو صدر الافاضل کی عظمت ورفعت کے معترف ومداح ہیں، صدر الافاضل کی درج ذیل تحریر سے درس عبرت اخذ کریں۔ حضور صدر الافاضل قدس سرہ حضور اعلیٰ حضرت کی شان بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"فی الواقع حضرت مجدد صاحب (اعلیٰ حضرت) دامت برکاتہم کی ذاتِ والا صفات حضرت حق کی ایک شانِ رحمت ہے اور بے شمار برکات کا مجموعہ۔ کتنے اندھوں کی آنکھیں کھول دیں اور ہزارہا، نابیناؤں کو بینا بنادیا۔"

جو بندہ خدا کی مضبوط رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھتا ہے خدا اسے علم اور یقین میں اضافہ کرے۔

[اخبار بدبہ سکندری رام پور: ۱۹اگست ۱۹۱۲، صفحہ ۱۰]

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی: نوری دار الافتاء کاشی پور

رضا کا جو ہے دشمن وہ نعیمی ہو نہیں سکتا

حضور اعلیٰ حضرت کی مخالفت میں نعیمی لکھنے والے ایک شخص کی کئی پوسٹس سوشل میڈیا پر نظر سے گزریں۔ تو افسوس ہوا۔ کہ یہ کیسا نعیمی ہے؟ کہ جو حضور اعلیٰ حضرت کی توہین و تنقیص کے گناہ میں ملوث ہے۔ اسے پتہ ہونا چاہیے کہ جن کی نسبت سے یہ خود کو نعیمی لکھتا ہے ان، نعیم الدین صدر الافاضل قدس سرہ نے زندگی بھر اعلیٰ حضرت کے قصیدے پڑھے ہیں۔ **سامان سفر ہمیشہ تیار رہتا تھا کہ کب بریلی سے امام کا بلاوا آجائے۔** جن کے نزدیک امام کی شان کا یہ عالم تھا۔ کہ لکھتے ہیں:

"فی الواقع حضرت مجدد صاحب (اعلیٰ حضرت) دامت برکاتہم کی ذات والا صفات حضرت حق کی ایک شانِ رحمت ہے۔ اور بے شمار برکات کا مجموعہ۔ کتنے اندھوں کی آنکھیں کھول دیں اور ہزار ہا، نابیناؤں کو بینا بنادیا۔"

جو کبھی اعلیٰ حضرت کو خط لکھتے تو آخر میں فقط اس قدر لکھتے تھے:

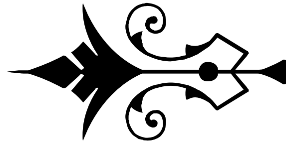
حضور کا حلقہ بگوش نعیم

فقیر نے اس تعلق سے ایک پوسٹ سوشل میڈیا پر عام کر کے ایسے نام نہاد نعیمیوں کو صدر الافاضل کی تعلیمات سے باخبر کیا۔ پوسٹ کے بعد کچھ احباب سے پرسنل میں رابطہ ہوا تو انہوں نے بتایا کہ الحمد للہ نعیمیوں میں کوئی اعلیٰ حضرت کا مخالف نہیں ہے۔ اور جو مخالفت کر رہا ہے وہ نعیمی نہیں ہے۔ چند ماہ جامعہ کی دال روٹی کھانے آیا تھا اور چوں کہ اول دن سے ہی وہ اعلیٰ حضرت کا دشمن تھا اس لیے جامعہ نعیمیہ نے خود اسے قبول نہیں کیا۔ اور کچھ ہی ماہ بعد وہ جامعہ سے چلا گیا۔ مجھے قلبی خوشی محسوس ہوئی۔

اور مجھے فخر ہے نعیمیوں پر جو اپنے محسن کے نظریات کے مخالف نہیں ہیں۔ ایسی تعلیم جو بزرگوں کی محبت اور ان سے عقیدت کو پامال کرے تعلیم نہیں جہالت و شیطانیت ہے۔

یکے از گدایان بارگاہ صدر الافاضل:۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی نوری دار الافتاء کاشی پور







تعزیہ داری اور صدرالافاضل کی تعلیمات

تعزیہ داری کے تعلق سے کچھ لوگ حضور صدرالافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین قادری مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے پیش کر کے سنی عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔ وہ صدرالافاضل کی درج ذیل تحریر پڑھیں اور نصیحت حاصل کریں۔ صدرالافاضل رقم طراز ہیں:

”ان ناعاقبت اندیشوں کی عقل پر افسوس! جوان محترم اوقات کو لہو و لعب اور فسق و فجور میں ضائع کر کے ایسی نعمت سے محروم ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں تعزیہ بنانے اور اس کے گشت کرانے کی بے جا رسم عالم گیر بلا ہوگئی ہے جس کے ساتھ اور بہت سے خرافات و منہیات ہوتے ہیں۔

حوروں اور براقوں کی تصویریں بنائی جاتی ہیں، باجے بجائے جاتے ہیں، ماتم کیے جاتے ہیں، سینے اور سر پیٹے جاتے ہیں۔ سانگ کھیلے جاتے ہیں، روپ بھرے جاتے ہیں، نبیٹیاں گھمائی جاتی ہیں۔ اکھاڑے جمائے جاتے ہیں، نوحے پڑھے جاتے ہیں، ملمع کاری کے سوگ کیے جاتے ہیں۔ اور کیا کیا بلائیں ہوتی ہیں ......یہ سب ناجائز ہیں اور غضب الٰہی کے موجب ہیں۔“

اور فرماتے ہیں:

”محرم کے ایام میں تعزیہ داری کے ساتھ ساتھ لہو و لعب اور تصویر سازی میں بھی بعض لوگ مشغول ہوتے ہیں۔ دلدلیں اور حوریں اور گھوڑے اور آدمی کی تصویریں بناتے ہیں۔ بعض بعض مقامات پر انسان، شیر اور ریچھ کے روپ بھرتے ہیں۔ اور مبارک اوقات کو لہو و لعب اور فسق و فجور میں ضائع کر دیتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں کہ اس وقت میں کسب خیر اور حسن عمل سے محروم رہے، بلکہ کبائر میں غرق ہو کر انھوں نے اپنے نامہ اعمال کو بدیوں سے بھر دیا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان اُمور سے روکنے کی پوری کوشش کریں اور اس قسم کے تماشہ کرنے اور سانگ کھیلنے والوں کو اخلاقی طور پر ایسا عبرت ناک سبق دیں کہ آئندہ وہ ایسے اعمال و افعال کے لیے جرات و ہمت نہ کریں۔

یہ لوگ اپنی جہالت سے وہ اَفعال کرتے ہیں جو دین و ملت کے لیے ننگ و عار ہیں۔ اور اس سے دنیا کے لوگ مسلمانوں کی نسبت بری رائے قائم کرتے اور خراب نتیجہ نکالتے ہیں۔ اور در حقیقت یہ شرم ناک اَفعال جہالت کی دستاویز ہیں جو لوگ ان لغویات میں مبتلا ہیں نہ انہیں اپنے فرائض معلوم ہیں۔ نہ دین و ملت کے احکام سے کچھ خبر رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کرے اور ان اَفعال و کردار سے بچائے۔ آمین۔“

مزید فرماتے ہیں:

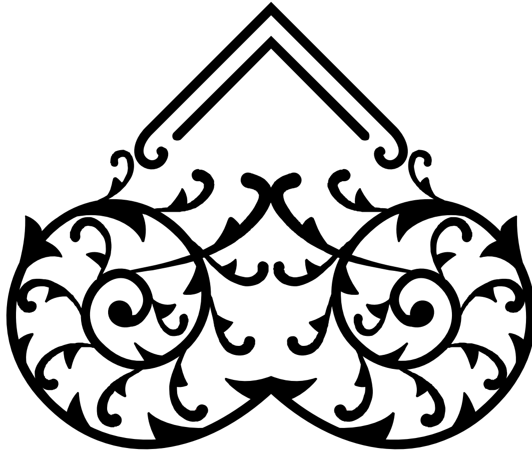
”الحاصل: شیعوں کی مجالس سے احتراز لازم ہے: سنیوں کی مجالس میں بھی بہت سی باتیں قابل لحاظ ہیں۔ اول یہ ہے کہ واقعات شہادت کا صحیح بیان ہو۔ اکثر شہادت ناموں میں کتب شیعہ سے مضامین اخذ کیے گئے ہیں۔ دوئیم یہ کہ مبالغوں سے اجتناب کیا جائے بسا اوقات مبالغہ گناہ میں مبتلا کرتا ہے۔ اہل بیت کی حرمت کے خلاف جو غلط باتیں شیعوں نے گڑھ لیں ہیں، اور رلانے کی نیت سے ان میں رنگ آمیزیاں کیں ہیں، ان سب سے پرہیز ضروری ہے۔ مثلاً اہل بیت کی نسبت جزع و فزع بے صبری ناشکیبی، سر پیٹنے، بال نوچنے، منہ پر طمانچہ مارنے، کپڑے پھاڑنے، کے اتہامات، اسی طرح اپنے ملک کے جاہلانہ رسم ورواج کو ان پاک سرشتوں کی طرف نسبت کرنا یہ سب باتیں قابل ترک ہیں۔ کپڑے رنگ کر امام کا فقیر بننا۔ اور دربدر بھیک مانگتے پھرنا۔ عجب لغویت ہے۔“

[ماخوذ مقالات صدر الافاضل: مرتبہ ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی۔ ص۔ ۲۲۴،۲۲۵،۲۴۹]

یکے از غلامان اہل بیت اطہار:۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی نوری دارالافتاء۔ مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ: یکم محرم الحرام ۱۴۴۲ھ شب جمعۃ المبارکۃ



امام ذہبی کی "طبقات المقرئین" اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ

سیدنا سرکار غوث اعظم قدس سرہ کی سوانح، کرامت اور مناقب پر مشتمل کتاب بہجۃ الاسرار شریف امام شطنوفی علیہ الرحمہ کی مایہ ناز کتاب ہے۔ اہل علم میں بہت ہی مقبول اور معتبر ہے۔ ۲۰۱۲ء میں لاہور کے ایک غیر مقلد عبد الرحمن ضیانامی شخص نے اس کتاب اور مصنف کتاب کے خلاف ایک غیر معیاری و بے سروپا دلائل پر مبنی مضمون لکھا تھا، جو غیر مقلدین کے مدرسہ جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور کے سہ ماہی "نداء الجامعہ" بابت مارچ ۲۰۱۲ء میں شائع ہوا تھا۔ فقیر نے اس کا جواب فتوے کی شکل میں تحریر کیا تھا۔ جو فقیر کی کتاب "فتاویٰ اتراکھنڈ پہلی جلد میں چار سال قبل شائع ہو گیا تھا۔ علاوہ ازیں محترم میثم عباس قادری صاحب کی ادارت میں لاہور سے نکلنے والے رسالہ "کلمہ حق "میں بھی وہ فتویٰ شائع کیا گیا تھا۔ جس کا کوئی جواب غیر مقلدین کی طرف سے اب تک نہیں شائع ہوا۔

آمدم برسر مطلب:۔ اب کچھ دن ہوئے کہ " رضا عسقلانی شافعی نام کے کسی شخص نے بہجۃ الاسرار شریف اور صاحب کتاب کے خلاف اسی غیر مقلد کے مضمون سے ملتا جلتا مضمون لکھ کر فیس بک وغیرہ پر اپلوڈ کیا، جس کے جواب میں کئی احباب نے اپنی تحریریں عام کیں اور کچھ احباب نے فقیر کا مضمون ہی اس کے جواب میں اپلوڈ کر دیا۔ خاص کر جناب مولانا شعیب صاحب نے اس مضمون کے جواب میں ایک مختصر مگر عمدہ مضمون تحریر فرمایا جس کا کوئی معقول جواب جانب مخالف سے دیکھنے کو نہیں ملا۔ ہاں البتہ آج ایک عزیز نے محترم شعیب صاحب کی تحریر کے جواب میں جناب رضا عسقلانی شافعی صاحب کی ایک تحریر وہاٹس ایپ کی، فقیر مصروفیات کے سبب اسے اس وقت دیکھ نہ سکا لیکن ابھی کچھ دیر قبل جب اس تحریر کو پڑھا تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جناب عسقلانی صاحب نے جناب شعیب صاحب کو بار بار کتابیں نہ دیکھنے کا طعنہ دیا ہے مگر افسوس خود کتابیں دیکھنے کی طرف توجہ نہیں کی۔ اگر واقعی بالاستیعاب فقیر کا مضمون ہی پڑھ لیں تو ان شاء اللہ ان کے سارے شبہات کا کافی جواب اس میں مل جائے گا۔ قطع نظر ان کے بے سروپا دلائل سے بس ایک بات کا جواب لکھنے پر اکتفا کر رہا ہوں۔

"پہلے تو جناب نے علامہ احمد رضا خان مرحوم کی تقلید کی ہے خود تحقیق سے کام نہیں لیا کیوں کہ کتاب کے نام کے مسئلہ میں ان سے بھی تسامح ہوا ہے (فتاویٰ رضویہ ج۶ ص ۵۷۴ سوفٹ وئیر) کیوں کہ امام ذہبی کی کتاب کا نام طبقات المقرئین نہیں ہے بلکہ معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار ہے۔"

جناب کی جرات دیکھیں کس طرح ایک امام علم وفن کے تعلق سے گمان بد کا اظہار کر دیا کہ ان سے تسامح

ہوا ہے۔ جناب! اکابر کی شان میں اس طرح کے بے باکانہ جملے کبر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں ہے۔ جناب نے شیخ محقق علی الاطلاق محدث دہلوی قدس سرہ کے حوالے سے بھی بڑی بے باکی سے لکھ دیا کہ ''باقی شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کو رواۃ اور نقد پر مہارت تامہ حاصل نہ تھی اس لیے یہاں ان کا جواب دینا درست نہیں۔''

جناب کی جسارت دیکھیں کس قدر جری پن سے کہہ دیا کہ محقق علی الاطلاق کو رواۃ اور نقد پر مہارت تامہ حاصل نہیں۔ خبر دار! اکابر کے تعلق سے اس قدر جسارت دنیا وآخرت کی تباہی کا سبب ہے۔

خیر اعلیٰ حضرت کے حوالے سے جناب کا یہ کہنا کہ امام ذہبی کی کتاب کے تعلق سے نام میں ان سے تسامح ہوا، جناب کی کوتاہ نظری کا نتیجہ ہے۔ تفصیلی جواب کا وقت نہیں ہے۔ بڑی عجلت میں یہ تحریر ایک عزیز کے کہنے پر لکھ رہا ہوں۔ بس اس قدر لکھنا کافی ہوگا کہ اعلیٰ حضرت کے دور مبارک تک اس کتاب کی طباعت نہیں ہوئی تھی۔ اس کتاب کی پہلی طباعت قاہرہ سے ۱۹۶۸ء میں ہوئی اور اس کے بعد پھر کئی مطابع سے اس کی طباعت ہوتی رہی۔ اس سے ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرت کے دور مبارک میں اس کتاب کے مخطوطات ہی ہوں گے جن سے اعلیٰ حضرت وغیرہ نے استدلال کیا ہے۔ قاہرہ وغیرہ سے چھپی کتابوں میں درج مقدمات سے پتہ چل جائے گا کہ اس کتاب کے مختلف مخطوطات تھے مکہ میں جو مخطوطہ تھا اس میں کتاب کے نام کی جگہ ''طبقات القراء'' لکھا ہوا تھا۔ اسی لیے یہ کتاب ''طبقات القراء'' کے نام سے بھی طبع ہو چکی ہے۔ علامہ ابن حجر، علامہ جلال الدین سیوطی اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں جہاں امام ذہبی کی اس کتاب کا ذکر فرمایا ہے ''طبقات القراء'' سے ہی فرمایا ہے۔ جناب کے پاس شاملہ ہے دیکھ لیں (نہ ملے تو فقیر نشاندہی کردے گا)

اور شیخ محقق علی الاطلاق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''زبدۃ الآثار'' میں کئی مقامات پر امام ذہبی کی اس کتاب کا نام ''طبقات المقرئین'' تحریر فرمایا ہے۔ اس لیے یہ بات کھلے لفظوں کہی جاسکتی ہے کہ شیخ اور اعلیٰ حضرت کے سامنے جو مخطوطہ رہا ہوگا اس میں کتاب کا نام طبقات المقرئین'' ہی رہا ہوگا۔ اسی لیے دونوں بزرگوں نے یہی نام لکھا ہے۔

علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت نے فتاوی رضویہ شریف جلد ۱۳۔ میں ایک مقام پر امام شطنوفی کے حوالے سے امام ذہبی کے تاثر کو امام ذہبی کی اسی کتاب سے نقل فرمایا ہے اور کتاب کا نام ''طبقات القراء'' لکھا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے سامنے دونوں مخطوطے رہے ہوں گے ایک میں نام ''طبقات المقرئین'' اور دوسرے میں ''طبقات القراء'' رہا ہوگا۔ امید ہے جناب رضا عسقلانی صاحب کے سمجھ میں آجائے۔ اللہ پاک ہمیں بزرگوں کے تعلق سے حسن ظن رکھنے کی توفیق بخشے اور ان کی بارگاہ کا مؤدب بنائے۔ آمین۔

ہمارا نتیجہ غور و فکر!

برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے سب سے زیادہ ذمہ دار وہ لوگ ہیں جو صحیح طور پر صغری، کبری سے نتیجہ برآمد کرنا نہیں جانتے لیکن حسام الحرمین کے تعلق سے درج ذیل نتیجہ نکال رہے ہیں:

برصغیر میں افتراق بین المسلمین کی دو سب سے زیادہ ذمہ دار کتابیں "تقویت الایمان اور حسام الحرمین"

ایسے لوگ تقویۃ الایمان اور حسام الحرمین کو ایک ہی خانہ میں رکھ کر اپنی جہالت اور بدمذہبیت کا برملا اعلان کر رہے ہیں۔ یہ ایسے جاہل مطلق ہیں جنہیں کبھی اپنی سند تک نہ پڑھ ملی، اگر سند ہی پڑھ لیتے تو حسام الحرمین کے بارے میں یہ نتیجہ نہ نکالتے بلکہ یہ نتیجہ نکالتے کہ حسام الحرمین اتحاد بین المسلمین کی موجب ہے۔ افتراق بین المسلمین کی نہیں۔

اور اگر حسام الحرمین سے اتفاق نہیں ہے، تو اپنی سند میں درج معاہدہ کی رو سے سند کو منسوخ مان کر مصباحی کا لاحقہ نام سے ختم کر کے قوم کو دھوکا میں نہ ڈالتے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ حسام الحرمین کی تائید اہل سنت کے اکابر علما و فقہا کر چکے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں اور انہوں نے اس کو اہل سنت کے ایمان کی حفاظت کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ برصغیر کے مدارس اسلامیہ سنیہ اور علمائے اہل سنت آج بھی اس پر اتفاق کیے ہوئے ہیں۔ اب اس کے بعد کسی ایرے غیرے، دو ٹکے کے مولوی کے نتیجہ کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔

حسام الحرمین کے خلاف اس طرح بکواس کرنے کا اصل مقصد امام عشق و محبت کنزالکرامت، مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت کے تقدس کو پامال کرنا ہے۔ دراصل ان دیوبندی ایجنٹ ضمیر فروشوں کو اعلیٰ حضرت اور خانوادہ اعلیٰ حضرت کی شہرت، عزت، عظمت، بلندی، قدر و منزلت، سے تکلیف ہو رہی ہے۔ اور یہ دیوبندی چمگاڈر، حضور اعلیٰ حضرت کی چمک دمک سے پریشان ہیں ان کی آنکھیں نہیں کھل رہی ہیں۔

جس طرح رات کو بڑی گاڑی دیکھ کر کتے بھونکنا شروع کر دیتے ہیں کچھ یہی حال ان کا ہے۔ حضور اعلیٰ حضرت کے خلاف بھونکنا ان کی عادت میں شامل ہو گیا ہے۔ ان کے لیے تو بس یہی کہنا کافی ہوگا۔ ؎

مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند
مہ را چہ جرم خاصیت سگ ہمیں بود

اللہ پاک ہمیں اپنے بزرگوں کی روش پر قائم رکھے۔ مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد!!!

غلام تاج الشریعہ: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی
نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

لمحہ فکریہ!!!

قادیانی، رافضی، وہابی دیوبندی، اور چند سنی علما کے تذکروں پر مشتمل کتاب بنام "تذکرہ علماے ہندوستان" جس کے مصنف مولوی محمد حسین سید پوری بدایونی ہیں۔ اس وقت سوشل میڈیا پر بحث کا موضوع بنی ہوئی ہے۔ ایسے نازک وقت میں جب کہ لبرل طبقہ قادیانیت کو اسلام میں داخل کرنے کی ہر ممکن کوشش میں ہے۔ علماے اہل سنت تمام تر طاقتیں اس کے خارج از اسلام ہونے پر صرف کر رہے ہیں۔ ہندو پاک کے مسلمان قادیانیت کے زور سے پریشان ہیں۔ رد قادیانیت کے ہی سبب پڑوسی ملک کے خواص و عوام جیلوں میں ہیں۔ ہندوپاک سے ایسی کتاب کی اشاعت جس میں قادیانی گروہ کے نامور شر پسندوں کو علما کے زمرے میں شامل کیا گیا ہے۔ ان کے کارنامے بیان کیے گئے ہیں۔ ان کے مفاسد سے زیادہ ان کے محامد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور افسوس ناک پہلو یہ کہ بہت سے اہل سنت کے سر خیل علما کا نام تک درج نہیں کیا گیا۔ اور کچھ علما کا تذکرہ بھی ہے تو سرسری یا پھر تعصب و تنگ نظری پر مشتمل۔ اب ان علما کے لیے جو قادیانیت کو اسلام میں داخل نہ ہونے دینے کی جنگ لڑ رہے ہیں مزید پریشانیوں کا سامنا ہے۔ کیوں کہ انہیں کی جماعت کے لوگ اس کتاب کے ذریعہ حامیان قادیانیت کو یہ ثبوت فراہم کر رہے ہیں کہ قادیانی ہند کے مشہور علما میں شامل ہیں۔ ظاہر ہے اگر مسلمان نہیں ہیں تو پھر ان کو علما کے زمرے میں شامل کرنے کا مقصد کیا؟

اگر مذہب و مسلک کی قید سے بالاتر ہو کر یہ کتاب لکھی گئی ہے تو اس میں ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی، اہل علم اور ارباب دانش کا تذکرہ کیوں ترک کیا گیا؟ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ قادیانی، وہابی شر پسندوں کے تذکرہ میں ان کے ساتھ خوب القاب و خطابات اور ان کے مدح آمیز کارناموں کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ مگر علماے اہل سنت خاص کر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ساتھ تعصب آمیز رویہ برتا گیا ہے۔ ان کا ذکر بطور ذم کیا گیا ہے۔ ان کے کارنامے بیان کرتے ہوئے کیا تحقیق مر گئی تھی؟ یقیناً مر گئی ہوگی ورنہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کارنمہاے نمایاں منصف مزاج محققین سے پوشیدہ نہیں۔ اس کتاب کی تحقیق جس نے کی ہے اس سے اس سے کم کی امید بھی نہیں کی جا سکتی۔ اور اس پر کوئی افسوس بھی نہیں ہے کیوں کہ جس کا جو کام ہے وہ نہ کرے گا تو کون کرے گا۔ محقق بننے کے چکر میں اپنے اور بے گانے کی تمیز کھو دینے والے لوگ اگر محقق ہوں تو اللہ ہمیں ایسے محققین سے محفوظ فرمائے۔ اور جن کو ہم مسلمان ہی نہیں مانتے ان کو علما کے زمرے میں شامل کرنا ہی تحقیق ہے تو ایسی تحقیق پر لاکھوں بار لعنت لعنت لعنت۔

آخر میں درد کا اظہار کر دوں۔ افسوس اور بہت افسوس تو اس بات پر ہے۔ اور درد اس بات کا ہے کہ جس

خانقاہ کے اکابر نے پوری زندگی باطل طاقتوں سے نبرد آزمائی میں گزار دی، جس نے قادیانیت کی کمر توڑ کر رکھ دی، جس نے وہابیت کو جوتے بھگو بھگو کر مارا ہو، رافضیت جس کے مقابلہ کی تاب نہ رکھتی ہو اس خانقاہ قادریہ بدایوں شریف سے اس کتاب کا اجراء و رونمائی ہوئی ہے۔ یقیناً یہ بات قابل تشویش ہے۔

ابھی تو کتاب کے قریب چنیدہ پچاس صفحات پڑھ کر یہ تحریر پیش کی ہے۔ پوری کتاب پڑھ کر ضرورت محسوس کی تو ان شاء اللہ مزید لکھوں گا۔ اللہ پاک ہمیں اسلامی دائرے میں رہتے ہوئے تصنیف، تالیف، تحقیق، تقریر، تدریس اور تبلیغ کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین علیہ الصلاۃ و التسلیم۔

قادیانیوں کے دشمنوں میں سے ایک:۔ محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

اجمیر شریف سے متعلق بریلی شریف سے حضور امین ملت کا تاریخی اعلان کیا صحیح کیا غلط!

حضور اعلی حضرت قدس سرہ کے صد سالہ عرس پاک میں قل شریف کے موقع پر حضور امین ملت امین میاں دام ظلہ علینا سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف نے اجمیر معلیٰ کے حوالے سے ایک اہم و تاریخی اعلان فرمایا، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ موجودہ وقت میں مزار شریف کے مجاورین اور خانقاہی نظام پر مسلط افراد اہل سنت و جماعت کو کافر و گم راہ قرار دے رہے ہیں۔ نیاز مندوں کے ساتھ تشدد برت رہے ہیں۔ لوگوں کو دھکے دیتے ہیں۔ پریشان کرتے ہیں۔ اس لیے لوگ اپنے گھر پر ہی نیاز وغیرہ کا اہتمام کریں اور بارگاہ خواجہ سے کرم کی امید رکھیں۔ اور اجمیر شریف دھکے کھانے نہ جائیں۔

اس اعلان کے بعد سے بہت سے فتنہ پرور عناصر نے سوشل میڈیا پر بریلی شریف کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا ہے۔ ہم یہاں ان کے جواب میں تفصیل سے گریز کرتے ہوئے ایک بہت ہی اہم تاریخی حوالہ پیش کرتے ہیں اور اسی تناظر میں چند جواب طلب سوالات بھی پیش کرتے ہیں۔

حج فرض ہے اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن چودہ سو سالوں میں متعدّد بار علمائے یمن، عراق، مصر، ایران، ترکی، ایشیا خاص کر ہند و پاک نے حج جیسے فرض اہم سے منع کیا۔ مکہ معظمہ مدینہ منورہ جیسی مقدس سرزمین پر جانے سے لوگوں کو روکا۔ ایک دو عالم نہیں بلکہ جماعت کی جماعت نے التوائے حج کے فتوے دیے۔ بلکہ بعض علمائے کرام نے اپنے دور کے تقاضوں کے پیش نظر مکہ معظمہ مدینہ منورہ جانے کو ناجائز بھی قرار دیا۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ بس اس قدر کہ حرمین شریفین پر مسلط ارباب اقتدار و اصحاب نظام مسلمانوں کی ہتک عزت کرتے، مال لوٹتے بلکہ جان سے مارنے سے بھی گریز نہ کرتے۔ بلکہ ان سب سے بڑھ کر ان کے

ایمانی خزانے میں نقب زنی کرتے۔ اپنے مذہب کی ترغیب کیوں دیتے تھے۔ اہل سنت وجماعت سے منحرف کرنے کی کوششیں کرتے تھے۔ صحابہ کے مزارات ڈھاتے، مآثر مقدسہ حتی کے گنبد خضری پر بھی دست درازی کرتے تھے۔ اہل سنت کو کافر ومشرک کہہ کر پکارتے تھے۔ الغرض مسلمانوں کے مذہب ومسلک ان کے عقائد ونظریات پر شب خون مارتے تھے۔ اس لیے علمائے کرام کی مقدس جماعت نے التوائے حج کا فیصلہ لیا اور عوامی سطح پر اعلان کر دیا گیا کہ لوگ حج پر نہ جائیں۔ اور یہ حکم اس لیے تھا کہ جب لوگوں کی آمد ورفت وہاں ختم ہوگی تو آمدنی پر اثر پڑے گا۔ انہیں لوٹنے کھسوٹنے کا موقع نہ مل سکے گا۔ اور اس طرح حجاز پر مسلط ناپاک عناصر حرمین شریفین پر قابض ڈکیت، اپنی ان حرکات شنیعہ سے باز آجائیں گے، یا اگر احتجاج کی صورت یہی رہی تو حجاز پر ناجائز قبضہ دور ہوجائے گا۔ اور نااہل نجدی وہاں سے بھاگ جائیں گے، یا بھگا دیے جائیں گے۔ اور اہل حضرات کو حجاز مقدس کے نظام میں دخل اندازی کا موقع میسر آجائے گا۔ اور مسلمانوں کے لیے حالات سازگار ہوجائیں گے۔ اس کی مکمل تفصیل کے لیے فقیر کی کتاب ''حجاز مقدس پر نجدی تسلط اسباب ونتائج'' کا مطالعہ کریں۔

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں اجمیر شریف کے موجودہ حالات کے تناظر میں حضور امین ملت کے پیغام (جو سیاق وسباق کے ساتھ ہر اعتراض سے پاک ہے) کے منصفانہ جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ حضور امین ملت نے بہت ہی مناسب اور تاریخی اعلان فرمایا ہے۔ اجمیر شریف جانے سے روکا نہیں ہے۔ بلکہ دھکے کھانے سے روکا ہے۔ اور لوگوں کو یہ باور کرایا ہے کہ جنہیں تم خوب رقمیں دے کر آتے ہو یہ تمہیں مسلمان نہیں سمجھتے، تمہاری ہتک عزت کرتے ہیں، تو جب تک دھکے کھانے کے حالات رہیں اور نااہل مجاور خانقاہ پر مسلط رہیں، مسلمان تب تک گھر پر ہی فاتحہ خوانی کرو! دھکے کھانے اجمیر شریف مت جاؤ! اگر عوام وخواص نے اس پر عمل کر لیا تو مجاورین کی دن دھاڑے لوٹا ماری اور کفر وضلالت پر مبنی زبان درازیاں خود بخود ختم ہوجائیں گی۔

اس مختصر سی تفصیل کے بعد ہم بریلی شریف کے خلاف سوشل میڈیا پر بلاوجہ کا پروپیگنڈہ کرنے والوں سے چند سوالات کرتے ہیں اس امید کے ساتھ کہ جواب شرعی دائرے میں رہ کر دیا جائے گا۔

(۱) کیا اجمیر شریف جانا فرض ہے؟

(۲) کیا اجمیر شریف کا مقام حرمین شریفین سے زیادہ ہے؟

(۳) کیا اجمیر شریف جانے سے اگر کوئی روکے تو کافر یا گمراہ ہوجائے گا؟

(۴) اگر اجمیر شریف جانے سے روکے تو مجرم قرار پائے تو حرمین شریفین سے روکنے والے بلکہ حج فرض سے روکنے والے علمائے کرام پر کیا حکم لگے گا؟

(۵) اجمیر شریف جانے سے روکنے کا حکم مشائخ بریلی شریف کا ہے؟

(۶) اگر کسی اور کا بھی ہے تو اسے بریلی پر تھوپنا جرم ہے یا نہیں؟

(۷) کیا خواجہ غریب نواز کی مقدس خانقاہ پر کچھ ایسے مجاور مسلط نہیں ہیں جو صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے گستاخ ہیں؟ رافضیت کے فروغ میں کوشاں ہیں؟ اہل سنت کے عقائد و نظریات کے مخالف ہیں؟

(۸) اگر ہیں تو کیا ان کے خلاف کوئی ایکشن لیا گیا؟ اگر نہیں تو کیوں؟

(۹) الثوائے حج جیسی صورت حال کے مطابق اگر حضور امین ملت نے ان مجاوروں کے خلاف ایکشن لیا اور وہ اس طرح کہ عوام کو ان کے دھکے کھانے سے روکنے کا حکم دیا ہے تو کیا یہ حکم غلط ہے۔

(۱۰) اگر غلط ہے تو حضور امین ملت شرعی عدالت میں کس دفعہ کے تحت مجرم قرار پائیں گے اور ان پر کون سی شرعی دھارا لاگو ہوگی؟

(۱۱) اور پھر اسی کے ساتھ یہ بھی بتائیں کہ خانقاہ پر مسلط مجاورین جو خانقاہ شریف میں مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام نہیں پڑھنے دیتے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گستاخی کرتے ہیں، اہل سنت و جماعت کے عقائد و نظریات کی خلاف ورزی کرتے ہیں، وہابیہ سے میل جول کرتے ہیں، امیروں کو بڑے آرام سے زیارت کراتے ہیں اور غریبوں کو دھکا دیتے ہیں، مال داروں کی خوب خاطر تواضع کرتے ہیں اور مفلسوں کو کھانا تک نہیں دیتے بلکہ انہیں دھکے دیتے ہیں، اور بھی بہت ہی شرعی خامیوں کے مرتکب ہیں ان پر کیا شرعی دفعہ نافذ ہوگی؟

الحاصل: حضور امین ملت کا پیغام اگر سیاق وسباق کے ساتھ سنا جائے گا تو یقیناً یہ ایک تاریخی پیغام قرار پائے گا۔ اسے حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی توہین شان، یا اجمیر شریف کے خلاف قرار دینا، تعصب و تنگ نظری کا نتیجہ ہے۔ حضور امین ملت یا مشائخ مارہرہ مقدسہ یا مشائخ بریلی شریف بلکہ بریلی و مارہرہ سے وابستہ کوئی بھی فرد اجمیر شریف کا ہرگز ہرگز مخالف نہیں ہو سکتا ہے۔ بلکہ ان کی نظروں میں اجمیر معلی نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصی توجہات کا مرکز ہے۔ اور اسی لیے وہ ہر سنی بریلوی کو جان سے زیادہ پیارا ہے۔

اللہ پاک اجمیر معلیٰ کو مخالفین صحابہ و اہل سنت سے پاک فرمائے۔ اور خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی مقدس خانقاہ کی خدمت محافظ شرع، غریب پرور، منصف مزاج اہل سنت کو عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

یکے از فدایان اجمیر معلیٰ: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

لو ایک اور میاں جی کی سنو!!!

فقیر نے چند روز قبل، حضور امین ملت دام ظلہ کے بیان کا سہارا لے کر بریلی شریف کو نشانہ بنانے والے، اور صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرنے والے مجاوروں کی بے جا حمایت کرنے والوں کی مختلف پوسٹس کے رد میں ایک مختصر سی تحریر سوشل میڈیا پر اپلوڈ کی تھی۔ جس میں حضور امین ملت دام ظلہ کے اعلان کا اصل منشا بیان کیا گیا تھا۔ اور اعلان کے سیاق و سباق کو سمجھے بغیر الٹی سیدھی افواہوں کو پھیلانے والوں اور بریلی شریف کو بدنام کرنے والوں کو الزامی جواب دیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں چند سوالات بھی اس میں پیش کیے گئے، مقصد بس اس قدر تھا کہ اصل معاملے سے لوگ آگاہ ہوجائیں۔ اور بریلی شریف یا حضور امین ملت پر بارگاہ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی بغاوت یا مخالفت کا الزام نہ لگائیں۔ مگر کیا کریں کچھ لوگ سمجھے بغیر پڑھ کر ہی جواب لکھنے میں کمال مجاوری سمجھتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک بہار کی ایک خانقاہ کے مجاور سلمان چشتی بھی ہیں۔

جناب نے میری تحریر کے جواب میں بے سر پیر کی ہانکی ہے۔ میری باتوں کو دیوبندی اعتراضات کے مترادف قرار دیا ہے۔ مجھے جیب گرم کرنے والا مولوی بتایا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت کے ایک شعر کو جو نجدیوں کے لیے تھا اسے مولوی حضرات پر یوں چسپاں کیا ہے ؎

اور تم پر میرے خواجہ کی عنایت نہ سہی
مولویو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

اور وہ میرے ساتھ بھلا کیا رعایت برتتے، حضور امین ملت جیسی عظیم شخصیت کو بھی طعن و تشنیع اور تبر اسے تکلیف دی ہے۔ ایک عزیز نے جواب کے لیے تحریر بھیجی تو میں سمجھ نہیں پایا کہ کس بات کا جواب لکھوں۔ جس شخص کو مذکر و مونث کی تمیز نہیں، مضمون بالکل بے ربط اور بھونڈے الفاظ کا استعمال اس پر مستزاد۔ صحابہ کرام کے گستاخ کو کامران بھائی لکھنا، اور نام نہاد دشمن صحابہ واہل سنت کے خلاف محاذ آرائی کرنے والوں کے لیے غیر مہذب الفاظ کا استعمال۔

اور ہاں میرے گیارہ سوالات میں سے بس دو سوالات جن سے عظمت خواجہ کی کمی نہیں بلکہ ان کی عظمت شان اجاگر تھی اور وہ سوالات نہیں بلکہ وہ الزامی جوابات تھے جو اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں، کے بزعم خود جوابات دیے ہیں جو بالکل "مارے گھٹنا پھوٹے سر" کے مصداق ہیں۔ جواب لکھنے سے زیادہ کمال سوال سمجھنا ہے، جس کے لیے علم کی ضرورت ہے، نذرانوں کی نہیں۔ چراغی کے نام پر چڑھاوا کھانے سے علم نہیں ملتا، مزارات پر پیش ہوئیں چادریں بیچ بیچ کر گزارا کرنے والے ہی علما کے مخالف ہوتے ہیں۔ ورنہ مجاور تو اور بھی

ہیں، جو علما کی عظمتوں کو سلام پیش کرتے نہیں تھکتے۔ جو خود بھی علم والے ہیں اور علم والوں سے محبت بھی کرتے ہیں۔ جن کے یہاں کسی نبی، کسی صحابی، کسی ولی کسی عالم کی گستاخی کرنے والے کو پناہ نہیں ملتی۔

جو ولی اللہ کے مزار پاک کا مجاور ہوتے ہوئے صحابہ کی گستاخی کرے، علما کا معاند ہو، وہ مجاور کہاں وہ تو بہروپیا ہے۔ جس نے مطلب کے لیے مجاوری کا روپ دھارن کر لیا ہے۔

علاوہ ازیں سلمان چشتی نے مولویوں کے خلاف یہ شعر تو لکھ دیا، لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ذوات علیا پر حملہ کرنے والوں، اہل تشیع کے باطل عقائد و نظریات کو فروغ دینے والوں، انبیاے کرام، اصحاب عظام، اولیاے ذوی الاحترام کے گستاخوں جیسے وہابیہ دیابنہ سے میل جول رکھنے والوں کے خلاف نہ کوئی مضمون لکھا نہ کوئی شعر۔ ان کے لیے میں لکھ دیتا ہوں ؎

اور تم پر صحابہ کی عنایت نہ سہی
مجاورو ! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا؟

اور ہاں میاں جی نے ایک بات بڑے مزے کی لکھی کہ ”مولوی ذوالفقار رضوی یہی سب اعتراضات کا جواب دے کر ہی تو اپنا جیب گرم کرتے ہیں“ یہ جملہ پڑھنے کے بعد مجھے اردو کی بے بسی پر افسوس ہوا۔ وہیں جیب کے بارے میں خیال آیا کہ جیب مجاور کے پاس پہنچی تو اپنی سے اپنا ہو گئی۔ پھر پوری قمیص کا عالم کیا ہوگا؟

خیر یہ تو بات رہی اردو اور جیب کی۔

اب فقیر کی بھی سنیں۔ حضرت امین ملت دام ظلہ سے فقیر کو شرف ملاقات حاصل نہیں یہ بڑی محرومی کی بات ہے۔ کبھی بات نہیں ہوئی، تو بھلا وہ کیوں میری جیب گرم کرنے لگے۔ اور اگر وہ نہیں تو کون کرے گا جیب گرم۔

ملا بے چارہ اگر جیب ہی گرم کرنے کا ہنر جانتا ہوتا تو پھر مسجد در مسجد دوڑ بھاگ کیوں کرتا، مدرسہ کا دال نما پانی، بغیر چھنے آٹے کی روٹی، جس میں ہر لقمہ پر کئی کئی تنکے ساتھ جائیں، کنکروں سے بھرے چاول کیوں کھاتا، گرمی کے موسم میں گرم کمروں میں پسینہ کیوں بہاتا، چند ہزار روپے کے لیے مولوی امام کمیٹی کے جاہل لوگوں کے طعنے کیوں برداشت کرتا، مدرسے میں تھوڑی سی کوتاہی پر منیجر کی ڈانٹ کیوں کھاتا، چھٹی سے لیٹ آنے پر مسجد و مدرسہ کی تنخواہ سے پیسہ کیوں کٹواتا۔

ارے میاں جیب تو (فرضی) میاں لوگوں کی گرم ہوتی ہے تبھی تو ٹھاٹ باٹھ سے رہتے ہیں، زرق برق لباس، ہر لباس کے ساتھ اسی رنگ کا عمامہ، اسی رنگ کا رومال، اسی رنگ کی چادر، اسی رنگ کا جوتا، ہاتھوں میں بیش قیمتی گھڑی، دسوں انگلیوں میں رنگ برنگی، قیمتی نگوں والی انگوٹھیاں، قیمتی سے قیمتی گاڑیاں، رہنے کو عالی

شان محل، موسم کے مطابق ہر کمرے بلکہ گاڑیوں میں بھی ٹھنڈی، گرم ایسیاں، ہاتھ پیر دبانے کے لیے خدام، ہمہ وقت جی حضوری کرنے والے نوکر، چیلے، اور خلاف شرع حرکات پر ٹوکنے والوں کی ٹھکائی کرنے والے بے کرایے کے غنڈے۔ اس کے پاس ہوتے ہیں جس کی جیب گرم ہوتی ہو۔

مولوی دس بارہ سال ایک طالب علم کو خون جگر پلا پلا کر پڑھاتا ہے اسے عوض میں کیا ملتا ہے بس ایک جوڑی کپڑے اور حد سے حد ایک دو ہزار روپے، خون پسینہ بہا کر، رات دن عرق ریزی کر کے، کھانے، سونے سے بے پرواہو کر کتاب یا مضمون لکھنے والے کو کیا ملتا ہے، بس ناشر کی طرف سے سو دو سو کتابیں وہ بھی علما کو فری میں تقسیم کر دی جائیں۔ لیکن مجاور تو ایک جھاڑو مار دیتا ہے تو سیکنڈوں میں سیکڑوں، ہزاروں بلکہ لاکھوں کما لیتا ہے۔

اس لیے میاں جی جیب گرم کرنے والی بات کسی کو بھی مولوی کے لیے ہضم نہیں ہوگی۔ اس لیے آئندہ اس طرح کی باتیں لکھنے سے گریز کریں۔ اور ہاں ہم جیسوں کے خلاف لکھنے سے کوئی ثواب نہیں ملنے والا، اور جواب دینا کوئی واجب و ضروری بھی نہیں ہے۔

اگر لکھنا ہے تو انبیاے کرام، صحابہ عظام، اولیاو علماے ذوی الاحترام کے گستاخوں کے خلاف لکھو، خلاف شرع حرکات کرنے والے مجاوروں کے خلاف لکھو، باطل فرقوں کے باطل نظریات کو فروغ دینے والوں کے خلاف لکھو۔ چراغی کے نام پر، چادر کے نام پر، لنگر کے نام پر، ناجائز لوٹ مار کرنے والوں کے خلاف لکھو۔ مگر میاں جی ہم جانتے ہیں کہ اسے لکھنے کے لیے مولوی کا کلیجہ چاہیے ہوگا وہ آپ کے پاس ہے نہیں۔ اور ہاں آخر میں میاں جی یہ بات بھی یاد رکھیں کہ ہمیں خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی عظمت و رفعت کے بارے میں سبق نہ پڑھائیں۔ ہم امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے مسلک حق سے وابستہ ہیں۔ حضور خواجہ خواجگان ہند الولی سرکار غریب نواز قدس سرہ اور دیگر اولیاء اللہ علیہم الرحمہ کی عظمت شان، ان کا مقام ہم (مولویوں) سے زیادہ کون سمجھے گا۔ میاں جی آپ کے مضمون میں کچھ ایسا نہیں تھا جس کا جواب لکھا جاتا دو چار باتیں ایسی تھیں کہ جواب لکھنا پڑا، ورنہ اس طرح کی تحریروں کے جواب لکھنا ہمارے مزاج کے خلاف ہے۔ اور آئندہ جواب دیا بھی نہ جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

اور ایک بات بطور مشورہ کہے دیتا ہوں وہ یہ کہ میاں مجاور صاحب اپنی اردو پر تھوڑی بہت محنت کر لیں۔ فقط۔ اللہ بس باقی ہوس۔

بارگاہ خواجہ غریب نواز کا ادنی سا غلام:۔

احقر العباد: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

طرز رضا کی پیروی عاصم یہ تیری شاعری

آج سے چند سال قبل ماہنامہ جام نور میں **جناب احسان اللہ صفوی علیگ صاحب** کے درج ذیل شعر ؎

کفر و اسلام کی سرحد سے الگ دور کہیں
اک نئی دنیا محبت کی بسائے کوئی

کے دفاع میں صوفیاے کرام کے شطحیات کے حوالے سے جناب ذیشان مصباحی ثم سعیدی صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا تھا، جس کا فقیر نے ''کارپاکاں راقیاس از خود مگیر'' کے عنوان سے مضمون ہی کی شکل میں تفصیلی جواب لکھا تھا جو الحمدللہ علمی حلقے میں بہت مقبول ہوا۔ اور اس مضمون کو بعد میں کتابی شکل میں ''تصوف کے بدلتے رنگ'' کے نام سے شائع کیا گیا تھا۔ جواب کا کافی دنوں تک انتظار رہا مگر جواب ہوتا تو لکھا جاتا۔

خیر اس کے بعد ان کی تحریروں کے جواب لکھنا وقت کو ضائع کرنا سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ مگر کافی عرصے بعد آج اچانک ان کی ایک تحریر نظر سے گزری جس میں انہوں نے **شیخ بدایوں مولانا اسید الحق بدایونی** (اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے) کے حوالے سے کچھ عجیب سی باتیں تحریر کی ہیں۔ تحریر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے تو ایک حصہ افتراق امت کی بحث پر مشتمل ہے اور دوسرا **امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ** سے شیخ صاحب کے بغض و عداوت کے اظہار پر مشتمل ہے۔

پہلا حصہ چوں کہ تفصیل طلب ہے اس لیے ہم اس سے بس اس لیے صرف نظر کر رہے ہیں کہ یہ مقام تفصیل کا نہیں۔ نیز اس پر بہت کچھ اب تک لکھا جا چکا ہے اور آگے بھی لکھا جاتا رہے گا، لیکن ہم دوسرے حصے پر کلام کرنا ضروری سمجھتے ہیں تا کہ امام اہل سنت کے حوالے سے شیخ صاحب پر لگائے گئے الزام کی حقیقت سے اہل علم اور دانش ور طبقہ آگاہ ہو جائے اور جان لے کہ یہ اہل سنت کے درمیان آگ بھڑکانے کی نئی کوشش ہے۔

آمدم برسر مطلب! جناب ذیشان سعیدی صاحب، شیخ صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''مولانا فرمایا کرتے تھے کہ بریلویوں کا دعویٰ ہے کہ اعلیٰ حضرت کا نام لیے بغیر کوئی بھی تحقیق مکمل نہیں ہوتی، اس لیے میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ مجھے کسی بھی تحقیق کے لیے فاضل بریلوی کے حوالے کی محتاجی نہیں ہے۔ جو محتاج ہوں وہ ان کا حوالہ ضرور دیں، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ متقدمین علما نے مجھے اس احتیاج سے بے نیاز کر دیا ہے۔''

اولاً تو اہل علم بریلویوں کا ایسا کوئی دعوی نہیں اور اگر ہوتا بھی تو یہ عقیدت پر محمول کیا جاتا ہے اور اس طرح کے دعوے ہر عقیدت منداپنے ممدوح کے حوالے سے دینے کا مجاز ہوتا ہے جس پر بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

دوسری بات شیخ صاحب کے حوالے سے اس قدر گھٹیا نظریہ پیش کرنا وہ بھی ان کی شہادت کے بعد یقیناً ان کی روح کو اذیت وتکلیف میں مبتلا کرنا ہے۔

اس پوری عبارت سے جو خلاصہ نکل کر سامنے آتا ہے وہ بس اسی قدر ہے کہ شیخ صاحب فاضل بریلوی اور بریلویت سے بیزار تھے اور ان سے عداوت رکھتے تھے۔ ہمیں ہرگز ہرگز ان سے اس طرح کے کسی نظریہ کی امید نہیں ہے۔

اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ ان کے اساتذہ میں ایک خصوصی نام امام علم وفن خواجہ مظفرحسین رضوی علیہ الرحمہ کا بھی ہے، جو خالص بریلوی اور کٹر رضوی تھے۔ درس نظامی کے علاوہ بہت سی علمی وفنی کتابیں خواجہ صاحب سے ہی آپ نے پڑھی ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ آپ کی علمی صلاحیت ولیاقت اور علوم وفنون میں مہارت میں خواجہ صاحب کا سب سے بڑا ہاتھ رہا ہے تو غلط نہیں ہوگا۔ اور خواجہ صاحب کے پاس جو کچھ تھا جس کا وہ اپنی حیات میں اظہار کرتے تھے وہ سب فاضل بریلوی کا فیضان تھا۔ امام اہل سنت کی کتابوں کے مطالعے سے خواجہ صاحب کو علمی عروج عطا ہوا، تو یہ بالواسطہ فاضل بریلوی سے ہی استفادہ ہوا۔ اس کے علاوہ کتاب افتراق امت میں شیخ صاحب نے اپنے موقف کے ثبوت میں حضرت مدنی میاں دامت معالیہم کا حوالہ بھی پیش کیا ہے جو ایک صفحہ پر محیط ہے۔ اور اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ شیخ الاسلام بریلوی ہیں۔ اور ایسے بریلوی کہ خود لکھا ہے کہ میں اپنے بریلوی ہونے پر فخر محسوس کرتا ہوں۔

ملاحظہ کریں وہ لکھتے ہیں:

”امام احمد رضا قادری بریلوی کی عظمت وشان اور بارگاہ خدا اور رسول میں ان کی مقبولیت کو سمجھنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کی ذات گرامی تو بڑی چیز ان کی شہر کی طرف نسبت اہل ایمان اور اس کے عاشق رسول ہونے کی دلیل بن گئی ہے۔ **اب میں الحمد للہ مسلکاً حنفی نسبتاً جیلانی مشرباً اشرفی اور وطناً کچھوچھوی ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بریلوی کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔**“

[ماہنامہ حجاز جدید دہلی؛ امام اہل سنت نمبر، ستمبر واکتوبر ۱۹۸۹ء صفحہ ۹۴،۹۵]

جناب ذیشان سعیدی صاحب کے بیان کردہ دعوے میں متقدمین علما کے حوالے سے جو بات کہی ہے اس کی، کتاب کے مندرجات سے بھی تکذیب ہورہی ہے۔ کیوں کہ کتاب میں علمائے متاخرین، معاصرین

بشمول بریلوی حوالے موجود ہیں۔اگرچہ بالواسطہ ہی ہیں۔کیوں کہ اگر بریلویوں کا دعوی ہے تو پھر بریلوی یہ کہنے کے بھی مجاز ہیں کہ بھلے ہی اس میں اعلیٰ حضرت کا نام نہیں ہے مگر بریلوی شیخ وعالم کا حوالہ اس میں درج ہے یہ بھی اعلیٰ حضرت ہی کا فیضان ہے۔

علاوہ ازیں اگر یہ بات درست مان لی جائے تو پھر وہ حدیث پاک کے مطابق **ذوالوجہین** کے مصداق ہوں گے جن کے بارے میں بہت سی وعیدیں احادیث نبویہ میں موجود ہیں، کیوں کہ انہوں نے مجھ فقیر سے اور بہت سے اہل علم حضرات سے امام اہل سنت کے حوالے سے اپنی عقیدتوں اور محبتوں کا خوب اظہار کیا ہے اوران کی کتابوں سے استفادے کی تفصیل سنائی ہے۔تو یہ دو منہ والی بات ہوگئی جس کا فقیر کو بالکل یقین نہیں ہے۔اور شیخ صاحب ہرگز اس حدیث کے مصداق نہیں ہیں!!!

مولانا موصوف سے امام اہل سنت کے حوالے سے فقیر نے بارہا گفتگو کی، فون پر بھی اور ان کی خانقاہ میں بیٹھ کر بھی۔ہمیشہ انہوں نے امام اہل سنت کی خدمات جلیلہ اوران کے نظریات دینیہ کے حوالے سے مثبت اور مدح آمیز انداز میں ہی بات کی۔امام اہل سنت کے حوالے سے شیخ صاحب سے جوکچھ بھی تبادلہ خیال ہوا وہ لفظ بہ لفظ تو یاد نہیں ہاں البتہ ؏

کچھ کچھ تو ہمیں یاد ہے سب یاد نہیں ہے

جس قدر یاد ہے اسے یہاں لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ملاحظہ کریں:

فقیر نے پہلی بار ان سے ۲۰۰۷ میں فون پر بات کی تھی اور پھر غالباً اسی سال بدایوں شریف خانقاہ میں حاضری ہوئی اور پہلی بالمشافہ ملاقات مسجد میں نماز ظہر کے بعد ہوئی۔نماز کے بعد دفتر میں بیٹھے چائے وغیرہ آئی اور اسی دوران گفتگو چل پڑی۔اس وقت چاروں طرف سناٹا تھا میں اور شیخ صاحب وبس!

فقیر: آپ کے تعلق سے کچھ عجیب سی باتیں گردش کررہی ہیں۔

شیخ صاحب: کیا؟مسکراتے ہوئے!

فقیر: آپ ایک مشت داڑھی کے وجوب کے قائل نہیں ہیں!

شیخ صاحب: قہقہہ مار کر ہنسے اور منہ میں پڑیا ڈالتے ہوئے بولے جھوٹ سراسر جھوٹ۔میں وجوب کا قائل ہوں ورنہ میری داڑھی چھوٹی ہوتی آپ دیکھ سکتے ہیں۔

فقیر: آپ چاروں اماموں پر تقلید سے بیزار ہیں۔

شیخ صاحب: استغفر اللہ توبہ!میں حنفی ہوں، قادری ہوں۔اب پوری دنیا میں ڈھنڈورا پیٹتا نہیں پھروں گا۔ قدرے غصہ وغضب میں......میں اپنے آباواجداد کی فکر کا غلام ہوں مولانا!میں ان سے ہٹ کر اپنی عاقبت

خراب کروں گا؟

فقیر: اچھا حضرت! بریلی شریف سے آپ کے خانقاہی اختلاف کے سبب آپ اعلیٰ حضرت کی مخالفت کرتے ہیں ایسا اگر کوئی کہتا ہے تو؟

شیخ صاحب: ثابت کرے! زندگی بھر کوئی ثابت نہیں کر پائے گا۔ میرے اجداد نے جنہیں عزت دی میں انہیں ذلیل کر کے ان کی ذات پر کیچڑ اچھال کر اپنے اجداد کی پگڑیاں اچھالوں گا؟ ہرگز ہرگز نہیں؟ فاضل بریلوی سے ہمارے خانقاہی اختلافات کے چند سال دیکھنے والوں کو پچھلی پوری صدی بھی دیکھنا چاہیے۔ اور پھر قدرے مسکراتے ہوئے بولے مولانا! یہ دیکھیں (میز پر دائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے) فتاوی رضویہ رکھی ہوئی ہے۔ میں اسے پڑھتا ہوں روز پڑھتا ہوں اور بہت کچھ حاصل کرتا ہوں اگر مجھے فاضل بریلوی سے عداوت ہوتی تو میں فتاوی رضویہ پڑھتا ہی نہیں۔ پڑھتا بھی تو دکھانے کے لیے میز پر نہیں رکھتا۔ میرے یہاں فتوے بھی اسی کی روشنی میں دیے جاتے ہیں۔ پہلے فتاوی رضویہ دیکھی جاتی ہے تاکہ کوئی مسئلہ دارالافتاء سے ایسا نہ جائے جو اس سے مختلف ہو اور مزید اختلاف کو ہوا ملے۔ اور سنیں مولانا!

ابھی جلدی کی بات ہے میں ردولی شریف حاضر ہوا تھا۔ عمار میاں نے دوران گفتگو کسی بات پر کہا کہ ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے فتاوی رضویہ کے حوالے کی؟ تو میں نے انہیں صاف جواب دیا مولانا! کوئی اور ہوتا تو شاید خوش ہوتا۔

میں نے کہا کہ اگر فتاوی رضویہ، بہار شریعت، قانون شریعت کا بدل ہو تو اس کی بات نہ کی جائے اور جب بدل نہیں ہے تو پھر اس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔ جس پر وہ خاموش ہو گئے۔

اور ہاں مولانا ایک بات اور بتادوں: فاضل بریلوی کی جو خدمات ہیں ان سے کسی متعصب ہی کو اختلاف ہو سکتا ہے۔ ہمیں تو بہر حال نہ ان کی خدمات سے اختلاف ہے نہ ان کی تعلیمات و نظریات سے الحمدللہ۔

ایک دن میں اور مولانا ڈاکٹر...... مولانا عبدالحی لکھنوی کی حدیث دانی پر بات کر رہے تھے ان کا ماننا تھا کہ علم حدیث میں علامہ لکھنوی کو فاضل بریلوی سے زیادہ عبور حاصل تھا۔ میں اگر عداوت رکھتا تو حامی بھر تا مگر میں نے وہیں جواب دیا، نہیں بالکل نہیں فاضل بریلوی کی حدیث و اصول حدیث کے حوالے سے تین کتابیں، حاجزالبحرین، منیرالعین، اورالھادی الکاف کو ایک پلڑے میں رکھ دیں اور علامہ لکھنوی کی ساری کتابیں اس فن کی ایک پلڑے میں، تو فاضل بریلوی کی یہ تین کتابیں بھاری پڑیں گی۔

(اسی دوران کہنے لگے یار! حاجزالبحرین پڑھتے وقت سمجھ میں نہیں آتا کہ بندے کے پاس کتابیں کہاں سے آتی تھیں۔ دھڑادھڑ حوالے دینا اور وہ بھی نایاب کتابوں کے حوالے جو اس دور میں بہت مشکل تھا۔ اس دور

میں تو بہت آسان ہے۔ سیڈیوں میں کتابیں موجود ہیں۔ کوریر سے منگالیں، کسی کو میل کردیں وہ تلاش کر کے اسکین کرا کے بھیج دے گا مگر اس دور میں تو یہ کام بہت ہی مشکل بالکل ناممکن سا تھا۔ یہ سب اللہ کی دین ہے)

اچھا ایک مزے کی بات سناؤں۔

میں ابا حضور کے ساتھ بسولی (یا شیخوپور۔ فقیر کو اچھے سے مقام کا نام یاد نہیں) گیا تھا۔ وہاں جس کمرے میں میری رہائش تھی وہاں بھی لوگ ملنے آرہے تھے۔ ایک مشہور شاعر بھی پہنچ گئے۔ دعا سلام کے بعد انہوں نے اپنی شاعری سنانا شروع کی اور پھر باتیں ہونے لگیں۔ اسی دوران وہ تڑک کر بولے کہ حضور میں نے اعلیٰ حضرت کے دیوان حدائق بخشش میں دس غلطیاں نکالی ہیں۔ ان کو مجھ سے امید تھی کہ میں انہیں سراہوں گا، مگر میں نے برجستہ ان سے کہا اس کا مطلب **ہندوستان میں اعلیٰ حضرت سے بڑا کوئی شاعر نہیں وہ ایک نمبر کے شاعر ہیں۔** وہ حیرت سے بولے کیوں حضور؟ تو میں نے کہا لوگوں کا دعوی ہے کہ داغ، غالب وغیرہ مشہور شاعروں کے دیوان میں سیکڑوں غلطیاں ہیں اور اعلیٰ حضرت کے دیوان میں دس۔ تو پھر اس سے تو یہی پتہ چلا کہ وہ بڑے شاعر تھے۔ وہ وہیں خاموش ہوگئے اور پھر آخر تک نہیں بولے۔

اور ہاں مولانا ہماری لائبریری میں اعلیٰ حضرت کے نایاب مخطوطات ہیں کئی اہم نادر تحریریں اور فتاوی ہم نے محفوظ رکھے ہیں کچھ آپ ان شیشوں کی الماری میں دیکھ سکتے ہیں۔ فقیر نے دیکھا بھی۔

ہم اعلیٰ حضرت سے بغض کیوں رکھیں گے؟ اگر بغض ہوتا تو پھر ان کی تحریریں جس قدر ہوتیں ہمارے پاس ہم سب ضائع کردیتے مگر نہیں۔ ابھی چند دنوں قبل ہم نے اشرفیہ والوں کو اعلیٰ حضرت کے عربی قصائد کا مجموعہ دیا ہے مخطوطہ کی شکل میں۔ اور ہم سے جو ہو سکے گا وہ ہم شائع کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور پھر کہیں گے لو ہمیں فاضل بریلوی سے بغض ہے۔۔۔۔۔ آپ نے میرا مقدمہ پڑھا؟

فقیر: کون سا؟

شیخ صاحب: قصیدتان رائعتان پر۔

فقیر: نہیں۔

شیخ صاحب: پڑھیں! تو آپ کو پتہ چلے گا کہ میں کس قدر فاضل بریلوی سے بغض رکھتا ہوں، شرم نہیں آتی لوگوں کو اس قدر بے کار کی باتیں کرتے۔

فقیر نے واپسی پر مقدمہ پڑھا اور پڑھتا ہی چلا گیا۔ کس کھلے دل سے شیخ صاحب نے امام اہل سنت کی عظمت و برتری کا اعتراف کیا ہے۔ اور امام اہل سنت کی عربی دانی کے قصیدے رقم کیے ہیں۔ فصاحت و بلاغت، شاعرانہ عظمت، قواعد سخن بحور و عروض، نحو و صرف وغیرہ علوم پر امام اہل سنت کے عبور و مہارت کا بے باکانہ

غیر متعصبانہ اعتراف اور پھر قصائد پر فاضل بغداد ڈاکٹر رشید عبیدی کے ذکر کردہ نقائص و عیوب اور شبہات کا زبردست علمی و تحقیقی انداز میں ازالہ کیا ہے، جسے پڑھنے کے بعد شیخ صاحب کے حوالے سے امام اہل سنت سے بغض و عداوت کی بات بے بنیاد اور جھوٹ ثابت ہو جاتی ہے۔ ہم کچھ اقتباسات مولانا ذیشان صاحب کے لیے بھی نقل کیے دیتے ہیں۔ ملاحظہ کریں۔ شیخ صاحب رقم طراز ہیں:

"یہ قصائد فقیہ اسلام حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ......اور عربی میں فاضل بریلوی کی شاعرانہ عظمت تینوں پہلوا جاگر ہوتے ہیں۔......... **بین السطور اور حاشیے میں مصنف علام نے کہیں فارسی کہیں عربی میں مفردات کی تشریح و توضیح کی خاطر بہت سے لطیف اشارات فرمائے ہیں، اشعار کی تشریح کے وقت ان اشارات سے مکمل استفادہ کیا گیا ہے**........قصائد کے شاعر و ناظم فقیہ اسلام حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا نام کسی تعارف یا تعریف کا محتاج نہیں۔ آپ کی شخصیت، علمی مقام اور دینی خدمات کا ایک زمانہ معترف تھا اور آج بھی ہے۔ چوں کہ ابتدا ہی سے آپ نے بدمذہبیت اور فکری انحراف کے ردوابطال کو اپنا خصوصی موضوع قرار دیا تھا، لہٰذا آپ سے پہلے جو حضرات اس میدان کے شہسوار رہ چکے تھے ان سے متاثر ہونا ایک فطری امر تھا۔......پہلے طریقہ یہ تھا کہ عرس میں جو تازہ نعت و مناقب پیش کی جاتی تھیں وہ ایک مجموعے میں عرس کی مختصر روداد کے ساتھ شائع کر دی جاتی تھیں۔ سن ۱۳۰۰ھ کے عرس کی روداد "ماہ تابان اوج معرفت" کے تاریخی نام سے شائع ہوئی تھی، اس میں قصیدہ، دالیہ کو مندرجہ ذیل عنوان کے تحت شائع کیا گیا:

قصیدہ فریدہ عربیہ بہیہ۔ نتیجہ طبع وقاد و ذہن نقاد جناب مستطاب جامع الکمال قامع بنیان اہل ضلال حامی مراسم دین متین مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی دامت برکاتہم.........اس سے حضرت فاضل بریلوی کی شخصی جامعیت کی ایک نئی جہت سامنے آتی ہے۔.....قصائد کا لسانی، عروضی، فکری، شعری اور موضوعاتی مطالعہ کرنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کسی بہت کہنہ مشق شاعر کی فکر عالی کا نتیجہ ہے مگر آپ کو شاید یہ سن کر حیرت ہو کہ جس وقت یہ قصیدے نظم کیے گئے اس وقت فاضل بریلوی کی عمر محض ۲۷؍ سال پانچ ماہ تھی۔.....

قصید تان رائعتان کا ایک تیسرا پہلو بھی بہت اہم ہے......۳۱۳؍ اشعار کے ان دونوں قصیدوں میں کہیں پر قافیہ کی تکرار نہیں ہوئی ہے۔.....جب ہم ان کے شعری محاسن اور لسانی خصوصیات کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات بہت نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ ان میں فکر و فن اور زبان و بیان کی وہ خوبیاں اور محاسن موجود ہیں جو کسی بھی فن پارے کو اہمیت و وقعت عطا کرتے ہیں۔.....بلاغت اپنی تینوں اقسام معانی، بیان، بدیع کے

ساتھ زیر نظر قصائد میں جلوہ ریز ہے۔..... عربی نحو و صرف اور لغت پر گہری نظر اور مضبوط گرفت کے بغیر اس پائے کے قصیدے نظم کرنا ممکن نہیں ہے۔ قصیدوں کے حواشی اور بین السطور میں مصنف علامہ نے اسرار نحویہ اور لغویہ کی جانب جو اشارات کیے ہیں وہ مفید اور دل چسپ بھی ہیں اور قواعد و لغت پر دسترس کی دلیل بھی۔" [مقدمہ بر قصید تان رائعتان]

ہم پھر اپنی بات کی طرف آتے ہیں۔

فقیر: خیر حضرت میری باتوں کا برا نہ مانیں میں نے جو سنا وہ پوچھ لیا ہے۔

شیخ صاحب: ارے نہیں کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ اچھا شروع کی دو باتیں داڑھی اور تقلید والی فلاں فلاں نے کہی ہیں؟

فقیر: جی میں نے ان کا نام لینا مناسب نہیں سمجھا اس لیے یوں ہی اشاروں میں بات کی تھی۔ اب آپ جان ہی گئے ہیں تو کیا چھپانا۔

شیخ صاحب: مجھے اور بھی لوگوں نے بتایا ہے کہ آج کل وہ میرے تعلق سے اسی طرح افواہ اڑا رہے ہیں۔ خیر میں کس کس کو صفائی دیتا پھروں گا۔ چھوڑیں مولانا ان باتوں کو..... (اس کے بعد کچھ ذاتی باتیں ہوئیں۔ اور پھر نماز عصر کا وقت ہو چلا تھا نماز عصر کے بعد فقیر وہاں سے رخصت ہو کر گھر آ گیا۔)

فون پر بھی اکثر باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ کئی بار ایسا بھی اتفاق ہوا کہ عید وغیرہ پر فون آیا کہ آپ ککرالہ نہیں آئے تو جواباً میں ہاں یا نہ کہتا اگر ہاں میں جواب ہوتا تو کہتے کہ آ جائیں پھر کسی وقت۔ اور فقیر حاضر ہو جاتا۔ اور پھر کھل کر بہت سے موضوعات پر تبادلہ خیالات کا سلسلہ چلتا۔ ایک بار میں نے ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی صاحب کے حوالے سے بھی پوچھا تو انہوں نے صاف طور پر کہا کہ فاضل بریلوی کی مخالفت پر زیادہ زور رہتا ہے ان کا۔ آپ نے میرا تبصرہ نہیں پڑھا جام نور میں؟

میں نے نفی میں جواب دیا تو کہا پڑھ لیں! انہوں نے فاضل بریلوی کے حوالے سے جس طرح کا اسلوب اپنا رکھا ہے اس کے جواب میں اس سے زیادہ لکھنا بے سود ہے۔ (اور بھی بہت سی باتیں جن کا یہاں نقل کرنا ضروری نہیں)

میں نے جام نور سے وہ تبصرہ تلاش کر کے پڑھا جو بعد میں خامہ تلاشی کتاب میں شائع ہوا۔ اس کے چند اقتباسات یہاں نقل کرنا فقیر ضروری سمجھتا ہے تا کہ ڈاکٹر چشتی صاحب کی ذہنیت کے حوالے سے مولانا بدایونی کا نظریہ صاف ہو جائے۔

ہم یہاں یہ بھی بتا دیں کہ بعد میں شیخ صاحب سے خاصے اچھے مراسم چشتی صاحب نے بنا لیے تھے مگر

نظریہ اور مراسم میں خاصا فرق ہوتا ہے جسے اہل علم بخوبی جانتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر نوشاد چشتی صاحب نے ''رضویات'' کے ایک اہم گوشہ پر قلم اٹھایا ہے اور پہلی قسط میں موضوع سے پورا انصاف کیا ہے، جس میں تحقیقی وعلمی اسلوب کے ساتھ لب ولہجہ کی سنجیدگی اور متانت کا بھی خاص خیال رکھا ہے مگر پتا نہیں کیوں دوسری قسط میں وہ تحقیقی اسلوب اور علمی منہج سے دور جا پڑے اور کسی ''معروف قاری صاحب'' کے متعلق عجیب وغریب حقائق کا انکشاف کرتے ہوئے ان کے بعض رازہائے دروں سے پردہ اٹھانے میں مصروف ہوگئے۔ اس کے لیے انہوں نے جام نور کے تین قیمتی صفحات کا استعمال کیا ہے یہ عجیب وغریب حقائق نہ ان کے موضوع سے کوئی خاص واسطہ رکھتے ہیں اور نہ ہی جام نور کے مزاج ومعیار پر پورے اترتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے مفتی اعظم کے خلفا کی جو بحث چھیڑی ہے وہ بھی حب علی میں کم بغض معاویہ میں زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ پہلی قسط میں موصوف نے ایک جگہ ''فاضل بریلوی مرحوم'' تحریر فرمایا ہے، کسی وفات یافتہ شخص کو مرحوم لکھنا کوئی بری بات نہیں ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ

''گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی''

الفاظ کے استعمال میں عرف کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ آج مذہبی اور روحانی اعتبار سے کسی عظیم شخصیت کو مرحوم لکھنا معنوی اعتبار سے کتنا ہی درست کیوں نہ ہو مگر عرف کے خلاف اور ناپسندیدہ ہے۔ اور اگر کسی کی اہمیت کم کرنے کے لیے ہو تو قابل مذمت بھی ہے۔ ممکن ہے کہ چشتی صاحب یہ دلیل دیں کہ خود (ان کے نقل کردہ حوالہ میں) فاضل بریلوی نے شاہ رفیع الدین دہلوی کو مرحوم لکھا ہے تو اگر میں نے فاضل بریلوی کو مرحوم لکھ دیا تو کون سا گناہ کر دیا؟

یہ دلیل بڑی کمزور ہے اس لیے کہ ہر زمانہ کا اپنا الگ عرف ہوتا ہے۔ ایک زمانہ میں بڑے سے بڑے علامہ کو مولوی لکھا اور بولا جاتا تھا جیسے مولوی فضل حق خیرآبادی، مولوی عبدالحی فرنگی محلی وغیرہ۔ مگر آج جماعت سادسہ یا سابعہ کے کسی طالب علم کو مولوی کہہ کر دعوت خطاب دے دی جائے تو وہ چراغ پا ہو جائے گا اور اس کو اپنی توہین تصور کرے گا۔ اور پھر اس بات کو اس زاویہ سے بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ **شاہ رفیع الدین صاحب کے مقابلے میں فاضل بریلوی کی جو علمی حیثیت تھی کیا فاضل بریلوی کے مقابلے میں وہی علمی حیثیت مضمون نگار کی بھی ہے؟**

ہم خوشتر صاحب سے درخواست کریں گے کہ وہ اس قسم کے غیر سنجیدہ اور غیر ذمہ دارانہ مضامین شائع کرنے میں احتیاط برتیں تاکہ جام نور کا ہدف، تشخص، اور معیار متاثر نہ ہو'' [خامہ تلاشی: ص۲۱،۲۲]

شیخ صاحب کے مذکورہ تبصرہ کو پورا پڑھ جائیے تو ایک بات صاف نظر آئے گی کہ ان کی نظر میں امام اہل

سنت کی بڑی قدر تھی کہ لفظ مرحوم لکھے جانے پر چشتی صاحب کے غیر اخلاقی رویہ اور تعصبی ذہنیت کی تردید کے ساتھ امام اہل سنت کی عظمت و رفعت کو بھی بہت ہی اچھے انداز میں بیان فرما گئے ہیں۔ نیز پورے تبصرے میں درج ذیل اقتباسات کافی دل چسپ ہیں۔

''ایک جگہ ''فاضل بریلوی مرحوم'' تحریر فرمایا ہے، کسی وفات یافتہ شخص کو مرحوم لکھنا کوئی بری بات نہیں ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ''گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی'' اور ''شاہ رفیع الدین صاحب کے مقابلہ میں فاضل بریلوی کی جو علمی حیثیت تھی کیا فاضل بریلوی کے مقابلہ میں وہی علمی حیثیت مضمون نگار کی بھی ہے؟

''اور ''اس قسم کے غیر سنجیدہ اور غیر ذمہ دارانہ مضامین''

علاوہ ازیں امام اہل سنت سے شیخ صاحب کی وابستگی کی اسی طرح کی ایک اور مثال یاد آئی جو میں نے آپ کی شہادت کے بعد تعزیت نامہ میں بھی لکھی تھی اور اپنی کتاب دفع الحمامہ میں بھی۔ اس کا خلاصہ یہاں پیش کرتا ہوں۔

مفتی ارشد جمال اشرفی کچھوچھوی صاحب کی ایک کتاب ہے عمامہ اور ٹوپی کے حوالے سے جس میں انہوں نے عمامہ کی فضیلیت پر مشتمل احادیث کی موضوعیت ثابت کر کے ٹوپی اور عمامہ کی مستوی العمل قرار دیا ہے۔ فقیر کی اس حوالے سے شیخ صاحب سے بات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اس کتاب کو میں نے دیکھا ہے مجھے بادی النظر میں ٹھیک معلوم ہوئی مجھے نہیں لگتا کہ اس کا جواب لکھا جائے گا۔ فقیر نے کہا کہ میں ارادہ کر چکا ہوں اس کے جواب کا ان شاء اللہ۔

اور اسی پر فقیر نے اس کتاب کی پہلی حدیث پر پیش کیے گئے استحالہ سے متعلق گفتگو شروع کی اور اس کے جوابات رکھے تو برجستہ کہا کہ واقعی اس کتاب پر تنقیدی نگاہ کی ضرورت ہے۔ جواب بھی معقول دیا آپ نے تحقیقی بھی ہے اور الزامی بھی۔ خیر آپ کتاب لکھیں اس حوالے سے اس فن کی کسی کتاب کی ضرورت ہو تو بتا دینا (چوں کہ اس وقت میرے پاس شاملہ نہیں تھا اور اس فن کی کتابیں بھی نہیں تھیں) خیر میں نے کتاب لکھی۔

اسی دوران ایک دن اچانک قریب رات کے ساڑھے گیارہ بجے فون آیا۔ دعا سلام کے بعد فرمایا کہ آپ جس کتاب کا جواب لکھ رہے ہیں وہ کتاب چوں کہ پوری کی پوری فاضل بریلوی کی فتاوی رضویہ میں درج احادیث کی تردید میں ہے اگر برا نہ مانیں تو میں اس کتاب سے بس ایک عبارت کو لے کر مضمون لکھنے کے موڈ میں ہوں میں نے کہا اس میں برا ماننے والی کون سی بات ہے میں نے تو ابھی کتاب لکھنے کا آغاز کیا ہے بتائیں کہاں سے لکھ رہے ہیں بولے حدیث مبارک: ''اعتموا خالفوا علی الامم من قبلکم'' سے۔

موصوف نے لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اس کا ترجمہ غلط کیا ہے اور وہ عبارت نہ سمجھ سکے۔ میں اس

کا جواب لکھنا چاہتا ہوں میں نے کہا حضرت لکھیں مجھے بہت خوشی ہوگی۔ خیر اس کے بعد آپ نے **"فتاویٰ رضویہ کی عبارت پر شبہہ کا ازالہ"** کے عنوان سے ایک معرکۃ الآرا مضمون رقم فرمایا،
جسے میں نے اپنی کتاب میں شامل کیا اور بہت سے رسائل میں بھی اس کی اشاعت ہوئی۔

یوں ہی جب میں نے اعلیٰ حضرت کے ایک نایاب فتوے پر کام کیا۔ اور اسے کتابی شکل میں **"انبیاے کرام گناہ سے پاک ہیں"** کے نام سے شائع کرایا تو اشاعت کے بعد بدایوں شریف جانے پر دوسری کتابوں کے ساتھ شیخ صاحب کو یہ کتاب بھی پیش کی۔ (یہ فتویٰ چوں کہ میں نے "ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ" سے لیا تھا اسی لیے کہنے لگے کہ اعلیٰ حضرت کے اور بھی بہت سے فتاوی "ماہنامہ تحفہ حنفیہ" میں ہیں آپ ان کو بھی دیکھو اور کام کرو! فقیر نے کہا کہ کیسے ملیں گے تو کہا کہ ہمارے پاس ہیں تھوڑا وقت دو۔ میں نے کہا بہتر۔

پھر ایک بار میں نے اس حوالہ سے بات کی تو کہا کہ کسی کو بھیج دو فائلیں میں نے نکلوادی ہیں۔ میں نے اپنے ایک عزیز کو بھیج دیا۔ موصوف نے تحفہ حنفیہ کی ساری فائلیں جن میں اکثر بوسیدہ حالت میں تھیں انہیں دے دیں اور وہ میرے پاس پہنچ گئیں۔ میں نے ان فائلوں سے استفادہ کیا کاپی کیا اور حسب اجازت ڈبل کاپی سے ایک عدد خود کے لیے رکھی۔ اور سب کو مہینے اور سال کے اعتبار سے ترتیب دیا جلد سازی کرائی اور پھر واپس بھیج دی۔ بہت خوش ہوئے کہ آپ نے انہیں نئی جان بخشی ہے۔ میں نے کہا نہیں جب میں ان فائلوں سے استفادہ کر رہا تھا تو میرا حق تھا کہ انہیں ترتیب دے کر انہیں محفوظ بھی کروں۔

ایک اور بات یاد آئی مجھے اپنی کتاب "فتوحات رضویہ" کے حوالے سے ایک کتاب کی ضرورت تھی مگر وہ لائبریریوں میں نہیں مل رہی تھی۔ جن علما سے اس وقت رابطہ تھا، ان سے بھی معلوم کیا مگر وہ کتاب نہیں ملی۔ جس کی وجہ سے کتاب کا کام ادھورا تھا۔ اسی دوران بدایوں شریف جانا ہوا۔ باتوں باتوں میں اس کا ذکر بھی آگیا کہ ۱۹۱۱ء میں مرادآباد میں امام اہل سنت اور مولوی اشرف علی تھانوی کے درمیان مناظرہ طے پایا تھا جس میں امام اہل سنت اور علماے رامپور وغیرہ شامل ہوئے تھے۔ دیوبندی کوئی بھی عالم میدان مناظرہ میں امام اہل سنت کے مقابلے میں حاضر نہیں ہوا۔ چار روز تک جشن کے جلسے ہوتے رہے۔ اور پانچویں دن آپ نے بریلی شریف مراجعت فرمائی۔ فقیر نے کہا کہ یہ سب تفصیل اخبارات مرادآباد ورامپور کے حوالے سے لکھ دی ہے مگر یہ مناظرہ مرادآباد میں کیوں ہوا اس تعلق سے ایک کتاب **"دافع الفساد عن مرادآباد"** کی تلاش ہے۔ تلاش بسیار کے بعد بھی نہیں ملی ہے۔

دو تین طلبا کو بلایا اور کہا کہ لائبریری کے رجسٹروں میں اس نام کی کتاب تلاش کرو! کافی دیر کے بعد بچوں نے بتایا کہ اس نام کی کوئی کتاب لائبریری کے رجسٹر میں موجود نہیں ہے۔ خیر بات ختم ہوگئی۔ اور اس کتاب کا

کام ملتوی کرکے دوسری کتاب پر کام شروع کردیا۔

پیپل سانہ مرادآباد سے کاشی پور آگیا۔ قریب تین سال کے بعد ایک دن صبح دس بجے فون آیا میں اس وقت سوتا ہوں رات کو جاگنے کے سبب۔ اسی لیے آواز پہچان نہ سکا تعارف کے بعد میں نے معذرت پیش کی کہ نیند میں تھا پہچان نہ سکا۔ فرمایا کوئی بات نہیں آپ سوجائیں بعد میں بات کرتا ہوں میں نے کہا نہیں فرمائیں اب جاگ چکا ہوں فرمایا کہ کبھی آپ نے مجھ سے دافع الفساد کا ذکر کیا تھا کیا آپ کو وہ کتاب مل گئی؟ میں نے کہا ابھی تک نہیں۔ کہا مجھے مل گئی ہے اور شام تک اسکین کراکے میل کردوں گا میں نے شکریہ ادا کیا۔ اور شام کو دیکھا تو وہ رسالہ میرے میل ان باکس میں موجود تھا۔ ظاہر ہے کہ پورے رسالے میں رضویت کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ اگر امام اہل سنت یا بریلویت سے انہیں بغض وعداوت ہوتی تو وہ اس نایاب کتاب کو تین سال یاد کیوں رکھتے اور ملنے پر مجھے کیوں دیتے؟

بالجملہ: فقیر نے جتنا انہیں سنا اور پڑھا اس سے یہی یقین ہوا کہ شیخ صاحب امام اہل سنت کی خدمات کے معترف اور آپ کے مداح تھے اور آپ کی فکری ونظریاتی تعلیمات، مسلکی ومشربی خیالات کے حامی بھی۔ جس پر خود ان کے لکھے ہوئے کلام کے درج ذیل دو اشعار گواہ ہیں۔ ملاحظہ کریں ؎

غرض کہ فرق نہیں کوئی ہم میں بنیادی
نہ فکر میں نہ عقیدے نہ دین ومذہب میں
نہ اختلاف خیالات کا نہ مسلک کا
نہ کوئی فرق ہمارے تمہارے مشرب میں

اور ان کی بارگاہ کے مؤدب ہونے کے ساتھ ان کے عقیدت مند بھی۔ لہٰذا ان کے حوالے سے بے سروپا کی، مکروفریب سے ملمع بیان بازی جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ فاضل بریلوی اور بریلویت سے عداوت رکھتے تھے یقیناً ان پر بہتان اور بے بنیاد الزام تراشی ہے۔ جس سے اہل سنت میں مزید آگ لگانے کی کوشش کے علاوہ شیخ صاحب کی روح کو اذیت وتکلیف میں مبتلا کرنا بھی ہے۔ فقیر اپنی بات شیخ صاحب کے اس شعر پر تمام کررہا ہے جس میں انہوں نے امام اہل سنت کی عقیدت ومحبت پر اپنی جانب سے بڑی دلیل پیش کی ہے۔ ؎

طرزِ رضا کی پیروی عاصمؔ یہ تیری شاعری
حسنِ سخن، فکرِ رَسا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

گدائے مشائخ بدایوں شریف وبریلی شریف:۔
محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی عفی عنہ

مقدمہ بدایوں کا فیصلہ

یار لوگوں کا دعویٰ ہے کہ کسی نواب کی سفارش سے مقدمہ خارج کرایا گیا تھا۔ اور حوالے میں حیات اعلیٰ حضرت پیش کر رہے ہیں، جس میں مقدمہ کے خارج ہونے کا ذکر ہے۔ اتنے بڑے محقق اور حوالے میں حیات اعلیٰ حضرت جس سے وہ متفق بھی نہیں ہیں۔ تعجب ہے!

خیر محقق صاحب! مقدمہ کا نواب رام پور کی سفارش سے خارج ہونا یہ آپ کا دعوی ہے۔ اور حوالے میں مقدمہ کا خارج ہونا پیش کر رہے ہیں۔ لیکن مقدمہ کے خارج ہونے کے سلسلے میں نواب رام پور کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ مقدمہ کے خارج ہونے کی دلیل کچھ اور ہے کیا آپ اس سے متفق ہو؟

اگر نہیں تو خارج ہونے کی جو دلیل آپ نے دی ہے اس پر حوالہ پیش کرو۔

کتاب میں پوری بحث پڑھ لیتے تو مقدمہ میں فیصلہ کا ذکر بھی مل جاتا۔

علاوہ ازیں مقدمہ کا خارج ہونا بایں معنی ہے کہ وہ مقدمہ مدعی حضرات کے حق میں خارج ہوا۔ لیکن مقدمہ کا فیصلہ اعلیٰ حضرت کے حق میں ہوا تھا۔ اسی لیے حیات اعلیٰ حضرت میں مقدمہ میں فتح وغیرہ کی سرخیاں بھی لگی ہوئی ہیں۔ اور جناب! اخبارات قدیمہ اٹھائیں تو تاریخ کا پتہ چلے گا کہ مقدمہ خارج بھی ہوا تھا اور مقدمہ کا فیصلہ اعلیٰ حضرت کے حق میں بھی ہوا تھا۔ یہ سب کیسے ہوا تحقیق کریں۔

ہم محقق صاحب کے علم میں اضافہ کے لیے کچھ عرض کیے دیتے ہیں:

مقدمہ بدایوں کا فیصلہ، مارچ ۱۹۱۷ء میں کنور جگدیش پرشاد آئی سی ایس قائم مقام مجسٹریٹ ضلع بدایوں نے مدعا علیہم (اعلیٰ حضرت وغیرہ) کے حق میں برسر اجلاس سنایا۔"

(حوالہ محققین معترضین تلاش کریں، اتنا کام تو کر ہی سکتے ہیں، آج کل لائبریریوں کے طوفانی دورے بھی چل رہے ہیں۔ اور اگر قدیم اخبارات میں یہ نہ ملے، تو انتظار کریں ان شاء اللہ اس سلسلے میں عرس صد سالہ میں فقیر کی ایک کتاب آنے والی ہے جس میں مقدمہ بدایوں کی تفصیل حوالے کے ساتھ پیش کی جائے گی۔

آخر میں محقق صاحب سے پھر گزارش ہے کہ اپنے دعوی پر صریح دلیل پیش کریں۔ محقق صاحب کا دعوی ہے کہ:

اعلیٰ حضرت، مقدمہ بدایوں کے سلسلے میں نواب رامپور کے پاس گئے۔ اور انہیں کے سفارش سے مقدمہ خارج کروا پائے تھے۔ دلیل دیں۔ دلیل دیں۔ دلیل دیں۔ دلیل دیں۔ دلیل دیں۔

فقیر محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی: نوری دار الافتاء کاشی پور اتراکھنڈ

عجیب روش ہے!

دو روز قبل نوشاد چشتی صاحب نے ایک دعوی کیا تھا کہ

"حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ رام پوری نہیں آئے تھے بلکہ نواب رام پور کی سفارش سے ہی اپنے خلاف مقدمہ خارج کروا پائے تھے"

فقیر نے ان سے پوسٹ کے ذریعہ حوالے کا مطالبہ کیا تھا۔ چشتی صاحب نے اپنی جھوٹی محققانہ شان کو بچانے کے لیے حیات اعلیٰ حضرت کے حوالے سے مقدمہ کے خارج ہونے کا ذکر ہائی لائٹ کر کے پیش کیا۔ ارباب علم و دانش اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مقدمہ کا خارج ہونا اور نواب رام پور کی سفارش سے خارج ہونا دونوں باتیں الگ ہیں۔ ہم نے ان کی اس پوسٹ کا جواب بھی دے دیا تھا۔ ہماری دوسری پوسٹ اس سلسلے میں ایف بی وال پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ اور پھر ہم نے پر زور مطالبہ کیا تھا کہ چشتی صاحب اپنے دعوی پر دلیل پیش کریں۔ آپ کا دعوی ابھی تک بے دلیل ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "البینه علی المدعی" دلیل مدعی پر ہے۔ اس لیے چشتی صاحب اپنے دعوے پر دلیل پیش کریں۔ ان کے دعوے میں نواب رام پور کی سفارش کا ذکر پہلے ہے۔ اور مقدمہ ان کی سفارش سے خارج ہونے کا ذکر بعد میں۔ اس لیے پہلے چشتی صاحب نواب رام پور سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی سفارش پر دلیل دیں۔ اور ہاں عدالت کے لفظ خارج اور فیصلہ سے متعلق بھی ہم سمجھ رہے تھے کہ چشتی صاحب سمجھ گئے ہوں گے مگر افسوس!

چشتی صاحب مقدمہ کے خارج اور فیصلہ سے متعلق بحث ان شاء اللہ دعوی اول کی دلیل موصول ہو جانے کے بعد شروع کریں گے۔ ہم خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ چشتی صاحب کے پاس اپنے دعوے پر بہت سی دلیلیں ہوں گی مگر ایک دلیل لائے وہ بھی اپاہج۔ ہماری خوش فہمی کا جنازہ نکال دیا چشتی صاحب نے۔

اور اس بات پر بھی ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب، چشتی صاحب نے بجائے دلیل دینے کے ہم سے ہی دلیل کا مطالبہ کر دیا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہم نے جو دعوی کیا تھا اس پر دلیل کو ہم نے چشتی صاحب کے اپنے دعوے پر دلیل کے عجز کا علی الاعلان اظہار اور دعوے کے اختراعی ہونے کے اقرار پر منحصر رکھا تھا۔

اب اگر چشتی صاحب اعلان کریں کہ میرا یہ دعوی جھوٹا تھا میں نے از خود اسے گڑھا تھا اور میں توبہ کرتا ہوں۔ تو ان شاء اللہ فقیر اپنے دعوے پر دلیل پیش کرے گا۔ ورنہ عرس رضوی صد سالہ تک منتظر رہیں۔ ان شاء اللہ بغیر مطالبہ دلائل پیش کر دیے جائیں گے۔ کتابی شکل میں۔ فقط چشتی صاحب کے تحقیقی دلائل کا منتظر۔

یکے از غلامان اعلیٰ حضرت محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی، نوری دار الافتاء کاشی پور

بدایوں مقدمہ میں حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حق میں فیصلہ ہوا تھا

مقدمہ کسی نواب کے کہنے پر خارج نہیں ہوا بلکہ باضابطہ دو سال بحثیں ہوئیں اور پھر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حق میں فیصلہ ہوا۔

اذان ثانی کے مسئلہ میں علماے بدایوں کی طرف سے انیس سو پندرہ میں حضور اعلیٰ حضرت پر مقدمہ کیا گیا تھا، جو مسلسل دو سال تک چلا۔ اور آخر میں کچہری میں حضور اعلیٰ حضرت کے حق میں فیصلہ سنایا گیا۔ نوشاد چشتی صاحب نے حسب ذیل پوسٹ میں ایک دعوی کیا ہے۔ کہ اعلیٰ حضرت نے نواب رامپور کی سفارش سے مقدمہ خارج کرایا تھا۔ اور اس پر ان کے ناصر و مددگار جناب ناصر رامپوری صاحب نے چشتی صاحب سے وضاحت اور حوالہ مانگا ہے۔ اس پر ہم ناصر صاحب کے شکر گزار ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ چشتی صاحب اپنے ہمدم ورفیق ناصر صاحب کی بات کا بھرم رکھ لیتے اور اپنے دعوے پر حوالہ بھی پیش کر دیتے۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ کبھی بھی اس کا حوالہ نہیں دے سکتے۔ کیوں کہ سچائی اس کے بر خلاف ہے۔ سچائی یہ ہے کہ مقدمہ خارج نہیں ہوا تھا بلکہ باضابطہ بحثیں ہوئیں۔ اور پھر کچہری ہی میں سب گواہوں کو سن کر اعلیٰ حضرت کے حق میں فیصلہ سنایا گیا تھا۔

بر سبیل تنزل حوالہ دینے پر انہیں ایک برکاتی ٹوپی فقیر کی طرف سے پیش کی جائے گی، تاکہ وہ اسے کھانے کے دوران استعمال کر لیں۔ (کیوں کہ فیس بک پر ناصر رامپوری کے گھر بغیر ٹوپی کے کھانا کھاتے ہوئے فوٹو شیئر کی تھی) اور اگر وہ علی الاعلان کہیں گے کہ میں اپنے بیان میں حوالہ دینے سے قاصر ہوں۔ اور میرا یہ دعوی بس اختراعی تھا۔ تو ان شاء اللہ بہت جلد انہیں تاریخی حوالوں سے یہ دکھا دیا جائے گا کہ مقدمہ خارج نہیں ہوا بلکہ مقدمہ کا باضابطہ فیصلہ ہوا تھا۔ اور وہ بھی حضور اعلیٰ حضرت کے حق میں۔

فقیر: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی نوری دار دالافتاء کاشی پور

نوشاد عالم چشتی صاحب کی پوسٹ کے الفاظ یہ تھے:

(رامپور ہی نہیں آئے تھے بلکہ نواب رامپور کی سفارش سے ہی اپنے خلاف مقدمہ خارج کروا پائے تھے۔)

ناصر رامپوری نے کمینٹ کیا تھا:

(چشتی صاحب وضاحت اور حوالہ؟)



آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے!!!!

فقیر کی آنے والی کتاب ”مقدمہ بدایوں و بریلی تاریخی حقائق کچھ لوگوں کو فتنہ لگ رہی ہے ان کے لیے یہ مختصر سی تحریر ملاحظہ کریں:

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور آپ کے چند احباب کے خلاف مسئلہ اذان ثانی کو لے کر۱۹۱۶ء میں بدایوں کے دو لوگوں نے ہتک عزت کا مقدمہ دائر کیا تھا۔ لوگوں نے اس مقدمہ کو خانقاہ بدایوں شریف و خانقاہ بریلی شریف سے جوڑ دیا۔ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مقدمہ خانقاہ بدایوں شریف کی طرف سے ہوا ہی نہیں تھا، اور اصل یہ کہ خانقاہ کے جن حضرات سے علمائے بریلی کی بحث چل رہی تھی مقدمہ سے پہلے ہی وہ وفات پا چکے تھے۔ جن لوگوں نے مقدمہ کیا وہ خانقاہ سے وابستہ ضرور تھے مگر ان کے اس عمل میں خانقاہ بدایوں و خاندان تاج الفحول علیہ الرحمہ سے کوئی شریک نہیں تھا۔ اور بلا ثبوت شرعی و دلیل قانونی ہمارا انہیں شریک ماننا ہرگز درست نہیں ہوگا۔ یہ مقدمہ جن مفروضات پر قائم ہوا تھا، سب پادر ہوا ثابت ہوئے اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ وغیرہ کے حق میں اس مقدمہ کا فیصلہ ہوا۔

آمدم برسر مطلب: فقیر نے اس مقدمہ کی اصل تاریخ (جو کئی سال سے مخالفین اعلیٰ حضرت اپنے اپنے طور پر بیان کر کے اعلیٰ حضرت کی عظمت شان گھٹانے میں لگے ہوئے ہیں) بدایوں شریف وغیرہ کے اخبارات قدیمہ سے حاصل کی اور اسے مرتب کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا تو کچھ لوگوں کو قطعی پسند نہیں آیا اور اسے وہ فتنہ سے تعبیر کرنے لگے۔ اور مجھے اس فتنہ کا ذمہ دار ٹھہرانے لگے۔ کتاب پڑھے بغیر پیشن گوئی کرنے والے لوگوں کی سوچ و فکر پر ماتم کروں یا یہ سمجھوں کہ فتنہ میری کتاب سے نہیں بلکہ خود ان کی ذات سے پیدا ہونے کے امکانات ہیں۔

انہیں مقدمہ بدایوں سے متعلق میری کتاب کی اشاعت فتنہ لگ رہی ہے، لیکن مقدمہ بدایوں کے نام پر چند سالوں سے فرضی محققین، نام نہاد مولائی، زیدی، برکاتی، مصباحی، چشتی، علیمی، نعیمی، وغیرہ کی فرضی اور خباثت آمیز تحقیقات اور معاندانہ، متعصبانہ، جاہلانہ، غیر جانب دارانہ، غیر منصفانہ، تبصرہ بازی، جن کا محور مکمل طور پر امام اہل سنت کی ذات اور ان کی خدمات و تحقیقات ہیں، انہیں فتنہ معلوم نہ ہوئیں۔ ان پر کبھی کوئی دو حرف لکھنے کی زحمت نہ اٹھائی۔ کیا انہیں معلوم نہیں ہمیں یقین ہے کہ انہیں بخوبی معلوم ہوگا کہ چند سالوں سے کچھ نام نہاد و فتنہ پرور فرضی محققین تحقیق کے نام پر امام اہل سنت قدس سرہ کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش میں مصروف ہیں۔ حالاں کہ وہ جانتے ہیں کہ ع

مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند

ان کی ان ذلیل و ناپاک حرکات سے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی ذات و خدمات پر کوئی اثر نہیں پڑنے والا ہے ؎

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہو گئے چراغ
احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

ایک فرضی محقق کی تحقیق یہ ہے کہ فاضل بریلوی مقدمہ ہار گئے تھے، تو دوسرے فرضی محقق نے اس مقدمہ سے متعلق یہ بکواس کی کہ فاضل بریلوی نے رافضیوں کے ذریعے اس مقدمہ کو خارج کرایا، تو کسی نے یہ لکھ دیا کہ فاضل بریلوی جب مقدمے میں پھنس گئے اور بچنے کی کوئی صورت نہ نظر آئی تو رامپور کے نوابوں سے مدد کی گہار لگائی۔ کسی نے مقدمہ بدایوں پر دوسطری تحقیق اور غیر جانب دارانہ تحریر پیش کر کے امام اہل سنت کو اور ان کے موقف کو غلط و باطل قرار دینے کی ناپاک جسارت کی۔

ابھی ماضی قریب میں ایک محقق صاحب نے ایک قدیم عالم دین کی کتاب شائع کی تو اس میں ان کا حاشیہ بھی درج کیا، جس میں امام اہل سنت کے خلاف خوب زہر افشانی کی گئی ہے۔ قارئین خود ملاحظہ کریں:

”کچھ مدت سے مولوی احمد رضا خان نے ایک فتویٰ جاری کیا ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی جو مسجد کے اندر خطیب کے سامنے منبر کے نزدیک پڑھی جاتی ہے، وہ مسجد سے باہر ہونا چاہیے، اگرچہ مجدد صاحب نے اس بارے میں بہت کوشش کی، مگر رواج بہت ہی کم ہوا۔ لڑائی جھگڑے برپا ہو گئے، گروہ بندی، مقدمہ بازی، فضول خرچی، جہالت، نفسانیت، سب وشتم، بغض وعناد غرض اس فتوی مبارکہ کی بدولت دولت وعزت خاک میں مل رہی ہے۔ مگر ہنوز روز اول ہے۔“

جب یہ سب کچھ بولا لکھا گیا تو یہ امن پسند حضرات کہاں تھے؟ کیا اس وقت ان کی زبان و قلم کو لقوہ مار گیا تھا؟ کہ انہوں نے ان فتنہ بازوں کی فتنہ پروری کے خلاف کچھ لکھا نہ بولا۔ اب جب کہ ہم منصفانہ وغیر جانب دارانہ طور پر محض مقدمہ کی تاریخی روداد، مقدمہ میں پیش آمدہ مباحث اور مقدمہ کی حقیقی تصویر پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، تو انہیں یہ کتاب فتنہ لگ رہی ہے۔ جب کہ اس کتاب میں ہم نے خانقاہ بدایوں شریف کے کسی فرد یا ان کے متعلقین میں سے کسی عالم دین سے متعلق کوئی توہین آمیز بات یا نازیبا جملہ نہیں لکھا ہے۔ بلکہ ہم نے ان پر کسی طرح کی کوئی بحث کتاب میں نہیں چھیڑی ہے۔ صرف اور صرف مقدمہ، اسباب مقدمہ اور مقدمہ کا نتیجہ تاریخی حیثیت سے پیش کرنے کی ایک ادنیٰ سی کوشش کی ہے۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جنہیں فتنہ پروروں کی فتنہ پروری فتنہ نہیں لگتی، بلکہ تحقیق نظر آتی ہے۔ اور تحقیق تو کوئی بھی کر سکتا ہے کہ کر

ایسے لوگ ان کی در پردہ تائید بھی کرتے ہیں۔ مگر جب جواب میں کوئی خلوص نیت کے ساتھ خالص تحقیق پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اسے فتنے سے تعبیر کرتے ہیں۔ ؎

وحشت میں ہر اک نقشہ الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلا نظر آتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ پاک ایسے لوگوں کو سمجھ عطا کرے۔ اور ان کے سینوں کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حسد سے پاک وصاف فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

یکے از خادمان مسلک اعلیٰ حضرت، محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی بدایونی، غفرلہ ولوالدیہ
خادم نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خان کاشی پور اتراکھنڈ

بے مثال نماز جنازہ

الحمدللہ فقیر کل اپنے پیرومرشد حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری نور اللہ مرقدہ کی نماز جنازہ میں شریک ہوا۔ روحانی جو سکون حاصل ہوا اس کو لفظوں میں بتانا محال ہے۔ بریلی شہر دیوانوں کی کثیر تعداد سے بھرا ہوا تھا۔ بریلی شہر کے میدان، روڈ، گلیاں، بس اڈے، اسٹیشن، مدارس، مساجد، ہوٹل کون سی وہ جگہ تھی جہاں تاج الشریعہ کے دیوانوں کی بھیڑ نہ تھی۔ مسلمانوں کے اس غم میں بریلی شہر کے ہندو اور دیگر غیر مذہبی افراد بھی شامل تھے۔ انہوں نے جابجا پانی کا انتظام کیا ہوا تھا۔ اپنے گھروں کے گیٹ کھول دیے تھے اور اپنی دکانیں بند کر رکھی تھیں۔ محتاط اندازے کے مطابق لگ بھگ اسی لاکھ، لوگ جنازے میں شریک تھے۔ کچھ لوگ اس کو مبالغہ اور جھوٹ بتا رہے ہیں تو اس پر بس اتنا عرض کرنا ہے کہ حاسد اگر حقیقت کو مان لے تو حاسد ہی کیا۔ حاسد کا جو کام ہے وہ کر رہا ہے مگر افسوس کچھ اپنے لوگ بھی جو بریلی شریف حاضر نہیں ہو سکے حاسدین کے مغالطہ کا شکار ہو رہے ہیں۔ ان سے بس اتنا کہنا ہے کہ یہ اندازہ بس محتاط اندازہ ہے اگر صحیح طور پر مردم شماری ہو جاتی تو ایک کروڑ سے کہیں زیادہ افراد گنتی میں آتے۔

خیر اس بھیڑ کو دیکھ کر فقیر اپنا تجربہ بیان کرتا ہے کہ اس سے قبل نماز جنازہ میں کہیں اتنی بھیڑ نہیں دیکھی۔ اور کہیں امید بھی نہیں ہے۔ البتہ ناممکن بھی نہیں ہے۔ اللہ والوں کی نماز جنازہ میں بھیڑ ایسی ہی ہوتی ہے۔ اللہ پاک ہمیں حضرت کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے۔ اور حضرت کے درجات بلند فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم
تاج الشریعہ کے غلاموں میں سے ایک:۔ محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی






حضور تاج الشریعہ کی نماز جنازہ میں دیوانوں کی کثیر تعداد سے حاسدین کا جنازہ نکلا جارہا ہے!!!

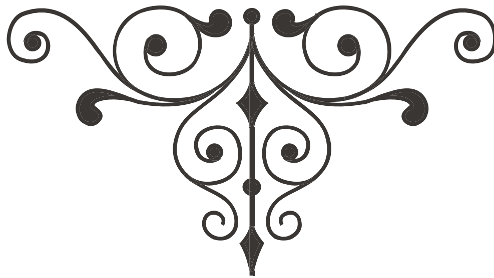
حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کی نمازہ جنازہ میں بے شمار مسلمان شریک ہوئے۔ مجمع اس قدر کثیر تھا کہ صحیح اندازہ لگا پانا مشکل ہے۔ اتنا کہنا مبالغہ نہیں ہو گا کہ اس سے زیادہ بھیڑ کسی نماز جنازہ میں نہیں دیکھی گئی۔ کچھ شر پسند، فتنہ پرور فیس بکی مفکرین کو اس بھیڑ سے بڑی تکلیف ہوئی ہے۔ پرسوں سے حساب جوڑ رہے ہیں کہ اتنا مجمع نہیں تھا اتنا تھا اور اتنا تھا۔ اپنی دماغی مشین کو دو تین دن سے اس کام پر لگا دیا ہے۔ کچھ یار لوگوں نے اس تعداد سے بوکھلا کر الٹے سیدھے سوالات داغنا شروع کر دیے ہیں:

کوئی کہتا ہے کہ یہ جماعت جذباتی ہے، شخصیت پرست اور افواہوں کی رسیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ قومی ملی جماعتی مسائل پر حکومت کے خلاف اس بھیڑ کا عشر عشیر بھی جمع نہیں ہوتا کیوں؟ کوئی کہتا ہے کہ بھیڑ سے کچھ نہیں ہوتا بھیٹر تو سلمان خان کو دیکھنے کے لیے بھی اس سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ اب ان عقل کے ماروں کے کیا جواب دیے جائیں۔ احباب پریشان نہ ہوں اور ان کے جوابات کی زحمت بھی نہ اٹھائیں وہ بے چارے پریشان ہیں۔ درد شدت کا ہے، چیخیں نکل رہی ہیں۔ قوت برداشت جواب دے چکی ہے۔ اب اس طرح کاری ایکشن تو ہونا ہی ہے۔ آپ اور ہم بس ان کے لیے دعا کریں کہ اللہ پاک انہیں عقل سلیم دے۔ ہدایت دے۔ اور حق پسندی کا جذبہ عطا کرے۔ حقیقت کو تسلیم کرنے کی قوت دے۔ اور ہمارے مرشد برحق ولی کامل حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کے درجات بلند کرے۔ اور ان کے فیوض و برکات سے ہمیں مالا مال فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

تاج الشریعہ کے خادموں میں سے ایک:۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی







جلالی صاحب کی گرفتاری کی پرزور مذمت کی جاتی ہے

سننے میں آرہاہے کہ جلالی صاحب دامت معالیھم کی گرفتاری ہوگئی ہے۔اگر یہ سچ ہے تو پھر بہت افسوس کی بات ہے۔اور اگران کی گرفتاری میں اہل سنت میں سے کسی عالم وعام آدمی کا ہاتھ ہے تو یہ اس سے بھی زیادہ افسوس کی بات ہے،بلکہ شرم کی بات ہے۔ڈاکٹر طاہر،حنیف قریشی جنھوں نے اہل سنت وجماعت کے معتقدات ونظریات سے جی بھر کے کھلواڑ کیاہے،صحابہ کرام کی کھلے عام گستاخیاں کیں اور رافضی ووہابی جورات ودن سوشل میڈیا پر انبیاے کرام،صحابہ کرام اوراہل بیت اطہار کی بے باکانہ گستاخیاں کررہے ہیں،ان کے خلاف کوئی احتجاج نہیں،کوئی کانفرنس نہیں ان کا کوئی بائیکاٹ نہیں،ان کے خلاف گرفتاری کی کوئی آواز نہیں۔بلکہ جلالی صاحب کے خلاف نیم رافضیوں،منہاجیوں سے ہاتھ ملاکر یہ شرمناک عمل سرانجام دیا گیاہے۔

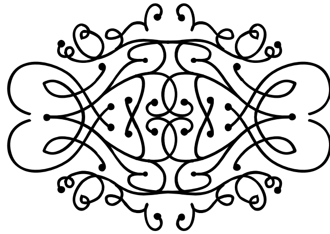
فقیر نعیمی،جلالی صاحب کواہل سنت سے خارج گمراہ اور مرتدو کافر کہنے والے اور ان کی گرفتاری میں حصہ لینے والے،رافضیوں کو تقویت دینے والے،اصحاب کرام کو کھلے گالیاں دینے والے۔روافض وغیرہ کے خلاف منہ میں زبان رکھنے کے باوجود گونگے بن جانے والے مولویوں پیروں،سے بیزار ہے۔اور ان کے اس رافضیت زدہ عمل کا سخت مخالف ہے۔اوراس معاملے میں ان کی سخت مذمت کرتا ہے۔

اوردعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم،اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صدقے،جلالی صاحب کو استقامت عطافرمائے،ان کو باعزت رہائی عطافرمائے،ان کی دشمنوں،حاسدوں سے حفاظت فرمائے اوراہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ میں انہیں مزید خدمات کی توفیق بخشے۔اوررافضیت ومنہاجیت زدہ ملاؤں پیروں سے جماعت اہل سنت کو محفوظ ومامون فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

نوٹ:۔براے مہربانی جلالی صاحب کا کوئی مخالف میری پوسٹ پر قابلیت نہ دکھائے۔

یکے از خدام اہل سنت:محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ



عجیب رنگ تھا محفل کا خوب رونق تھی

سفید پوش اٹھے کائیں کائیں کرنے لگے

آپ کا موقف ٹھیک ہے پھر بھی رجوع کرو!

دلائل نہیں ہیں مگر رجوع کرو!

صحابہ کرام کی گستاخی کرنے والے بولے: رجوع کرو!

تم حلالی نہیں ہو۔ کہنے والے کہہ رہے ہیں، رجوع کرو!

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو گالیاں دی گئیں اور دی جا رہی ہیں لیکن کوئی جلسہ جلوس کوئی احتجاج نہ کرنے والے بولے رجوع کرو!

سیدنا صدیق اکبر، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کھلے عام گستاخی کریں، یا ان گستاخوں سے میل جول رکھیں وہ کہیں کہ رجوع کرو!

وہ ناخواندہ طبقہ جس سے اردو کی کتاب بھی نہ پڑھی جائے یا وہ جس نے کچھ کتابیں تو پڑھ لیں لیکن شرح کے بغیر عربی عبارت کا ترجمہ نہ سمجھ پائے وہ خطاے اجتہادی پر تبصرے بازی کر کے خود کو علامۃ الدہر سمجھے اور کہے کہ رجوع کرو!

گمراہ و گمراہ گر ڈاکٹر طاہر القادری کے پیروکار کہیں رجوع کرو!

اور اب مغلاطات سے بھرے دلائل پیش کرنے والے کہیں رجوع کرو ورنہ اہل سنت سے خارج ہو!!!!

عجیب رنگ تھا محفل کا خوب رونق تھی
سفید پوش اٹھے کائیں کائیں کرنے لگے

یکے از خدام اہل سنت: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

ایک فتنہ پرور کی جاہلانہ پوسٹ کا مختصر سا جواب

چند روز قبل فقیر نے ناصر رامپوری کی چند فتنہ انگیز، مغلظات و خرافات پر مبنی پوسٹس کے رد میں ایک مختصر سی تحریر پوسٹ کی تھی۔ اور ساتھ ہی میں محترم اقبال شیخانی صاحب کی ایک تحریر بھی اس کے ساتھ ضم تھی۔ دونوں تحریروں کے آخر میں لکھنے والے کا نام بھی موجود تھا۔

ابھی کچھ دیر قبل اپنی سابق روش کے مطابق ناصر رامپوری نے ایک بے تکی تحریر پوسٹ کی۔ جس میں اس نے مجھے گلوا اور کافی کچھ لکھا۔ اور حضور اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم ہند قدس سرہما کے حوالے سے کچھ باتیں اِدھر اُدھر کی نقل کر کے مجھے ان سے گالی سیکھنے والا لکھا۔ اور حسام الحرمین کے خلاف زہر افشانی کی۔ جواب میں دو چند سطر لکھنا ضروری سمجھتا ہوں احباب برداشت فرمائیں۔

ناصر رامپوری! میں سمجھتا تھا کہ تم کچھ تو پڑھے لکھے ہوگے، مگر واقعی آج کنفرم ہوگیا ہے کہ پورے کے پورے جاہل ہو۔ تمہاری جہالتوں کا بین ثبوت تمہاری خود کی پوسٹ ہے۔ تم نے لکھا کہ

"ذوالفقار نعیمی جو اتراکھنڈ کے کاشی پور کے بریلویوں کا مفتی ہے بڑا گلوا شخص ہے" "ایک پوسٹ میں مجھے کئی طرح کی گالیاں بک ڈالیں، میرے نام کے ساتھ "خباب" "لکھا" "ہریجن لکھا" "ابلیس لکھا"

ناصر! جب تجھے پوسٹ پڑھنے کے بعد یہ پتہ نہیں چل پایا کہ خباب، ہریجن کس نے لکھا تو بھلا تو حسام الحرمین کو کیا سمجھے گا۔ پوری پوسٹ پڑھ لے۔ جس پوسٹ میں ہریجن اور خباب لکھا گیا ہے وہ میں نے نہیں لکھا بلکہ محترم حاجی اقبال شیخانی صاحب نے لکھا ہے۔ اور وہ بھی تیری پرانی تحریروں اور پوسٹوں کی بنیاد پر۔ ہاں البتہ ابلیس لکھا ہے میں نے وہ بھی اس لیے کہ حسام الحرمین کو تو نے تقویۃ الایمان کے زمرے میں رکھ کر اس کو دوسری فتنہ پرور کتاب لکھا تھا۔ اور تازہ پوسٹ میں بھی تو نے یہی لکھا ہے، جس سے صدی بھر کے سارے علمائے اہل سنت کو فتنہ پرور مانا ہے تو نے۔ اور اہل سنت کو فتنہ پرور کہنے والے کو ابلیس نہ کہا جائے تو پھر اسے کس نام سے پکارا جائے۔

ناصر رامپوری! تجھ سے ہماری پوسٹیں سمجھ نہیں آرہی ہیں تو حسام الحرمین کو خاک سمجھے گا۔ سو سال ہوگئے حسام الحرمین کو حرمین شریفین کے نامور و مشاہیر علما اور ہندوپاک کے کل علمائے اہل سنت نے اسے برحق تسلیم کیا ہے۔ تیرے نزدیک وہ سب غلطی پر تھے تو ہی ایک پڑھا لکھا ہے۔

سن ناصر! تصوف کے ٹھیکیداروں سے بڑے یارانے ہیں، کبھی ان کے یہاں اگر امام غزالی قدس سرہ کی "احیاء العلوم" مل جائے تو اس میں دیکھ لے کہ امام غزالی قدس سرہ نے ایسے شخص کو جو یہ سمجھے کہ وہ اسلاف سے زیادہ سمجھ گیا یا اس نے وہ سمجھ لیا جو اسلاف کے سمجھ میں نہ آیا۔ وہمی اور پاگل بتایا ہے۔

اب امام غزالی قدس سرہ کی مانیں تو یقیناً ناصر رامپوری وہمی اور پاگل ہے۔ کیوں کہ ناصر نے وہ سمجھ لیا جو اعلیٰ حضرت، مشائخ خانوادہ رضویہ، اشرفی میاں، محدث اعظم ہند، صدر الافاضل، صدر الشریعہ، شیر بیشہ اہل سنت، حافظ ملت، مجاہد ملت، بلکہ علمائے ہندوپاک کے علاوہ علمائے حرمین شریفین کے سمجھ میں نہیں آیا۔ یعنی سو سال کے علمائے اہل سنت کے سمجھ نہیں آیا ناصر رامپوری سمجھ گیا۔ یہ وہم اور پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے؟

اور ہاں ناصر رامپوری جو عبارتیں تو نے اکابر کی کتابوں سے نقل کی ہیں، ان کا سیاق وسباق بھی سمجھ لے۔ اور یہ بھی کہ کس تناظر میں لکھی گئیں اور کس کے جواب میں لکھی گئیں۔ مناظرانہ طرز پر جو کتابیں لکھی جاتی ہیں ان میں کس طرح کا انداز تخاطب ہوتا ہے اتنا بھی نہیں معلوم تو پھر تجھے کیا معلوم؟

تھانوی، سے کیا رشتہ داری ہے کبھی اس کی غلیظ و سیکسی باتیں بھی شئیر کر دیا کر۔ دیوبندی جماعت کی فضلہ خوری تجھے دنیا وآخرت میں رسوا کر کے رہے گی۔ توبہ کر لے۔

اعلیٰ حضرت کو متکبر، گھمنڈی لکھنا اور آئے دن علمائے بریلی پر طعن وتشنیع یہ تہذیب ہے تیری۔ تیرا جواب دیا جاتا ہے تو بوکھلا جاتا ہے اور جواب دینے والوں کو گالی باز کہہ کر فرار ہو جاتا ہے۔ اگر واقعی تجھ میں صداقت نام کی کوئی چیز ہے تو بیٹھ کر مباحثہ کر لے۔ سوشل میڈیا پر کئی بار تجھ سے لقمان شاہد صاحب نے اور مفتی نثار صاحب اور کئی علما نے مباحثہ کی شروعات کی مگر تو وہاں سے بھاگ نکلا۔ لقمان شاہد صاحب نے جب علمی اور تحقیقی سوالات تجھ پر داغے تو بھاگ کھڑا ہوا۔ اور پھر جب دیکھا سب اپنے کام پر لگ گئے، (کیوں کہ سب تیری طرح بے کار کے آدمی تو نہیں جو دن بھر سوشل میڈیا پر حاضری دیتے رہیں) تو پھر آ گیا کہ جواب دو۔ بے شرمی کی بھی حد ہوتی ہے۔ اس قدر بے شرم آدمی کہیں نہیں دیکھا۔

ایک بار اور چیلنج!!! مرادآباد شہر میں دن تاریخ مقرر کر لے بیٹھ جا! تو اپنے حواریوں کو بلا لے! جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے علما اور اس کے علاوہ مدارس ومساجد کے علما وائمہ کی ذمے داری میری اور خرچ بھی ان شاء اللہ میں اٹھانے کو تیار۔ تو بس جلدی تاریخ اور دن بتا دے۔ ورنہ اس طرح کی بے بنیاد باتیں، مغلظات، خرافات، مزخرفات، بکواس باتیں پوسٹ کرنے سے گریز کر۔ جو تیرا کام ہے کر مگر ہمارے بزرگوں کو ہماری کتابوں کو کچھ بولے گا تو ظاہر ہے جواب اسی انداز میں دیا جائے گا۔ میری پوسٹ میں لب ولہجہ پڑھنے سے پہلے اپنی پوسٹ بھی پڑھ لینا پھر تہذیب کا رونا، رونے فیس بک پر آنا۔

اور ہاں میرے امام، حضور اعلیٰ حضرت نے تمام برادریوں کے ساتھ حسن سلوک فرمایا ہے۔ خلفا کی فہرست کسی دن دیکھ لے۔ پتہ چل جائے گا۔ اگر میرے امام کو انصاریوں سے نفرت ہوتی تو کبھی حضور علامہ امجد علی انصاری صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کو قریب سے قریب تر نہ فرماتے، نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت نہ فرماتے۔ یہ دراصل دیوبندی فضلہ ہے جو تو کھا رہا ہے۔ کچھ تو بھی کر لے یہ سب پرانے حربے ہیں کچھ نیا لے کر آ مارکیٹ میں، ورنہ شیطان تجھے نوکری سے نہ نکال دے کہیں۔ اللہ تجھے ہدایت نصیب فرمائے۔ اور مذہب ومسلک کی خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

آخر کار ناصر رامپوری نے تھانوی کو "علیہ الرحمہ" لکھ ہی دیا!!!!

احباب اہل سنت! ناصر رامپوری کئی سالوں سے مسلسل اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ اور علمائے اہل سنت (جن میں علمائے دار العلوم اشرفیہ مبارک پور بھی ہیں جو اس کے اساتذہ بھی ہیں) کے خلاف ریشہ دوانی اور فتنہ انگیزی میں مصروف ہے۔ دیوبندی جماعت کی کفریہ و گستاخانہ عبارات کے دفاع میں حسام الحرمین کے خلاف اس نے جہالت آمیز بہت سی پوسٹیں کیں، ارباب اہل سنت نے اور فقیر نے بھی اس کی بہت سی پوسٹوں کے منہ توڑ جوابات دیے۔ اسے کئی بار چیلنج بھی کیا کہ وہ دیوبندی کفریہ عبارتوں کے دفاع میں ہم سے مناظرہ کر لے مگر وہ کبھی سامنے بیٹھنے کی ہمت نہ کر سکا۔

آج اس کی ایک پوسٹ پر نظر پڑی جس میں اس نے ایک ویڈیو میں چند سنی نوجوانوں کی ایک دیوبندی سے بحث وغیرہ کی کلپ ڈالی ہے اس کی کیا حقیقت ہے یہ تو تب پتہ چلے جب یہ معلوم ہو ویڈیو میں کون لوگ ہیں؟ اور کہاں کے ہیں؟ کہیں یہ ناصر رامپوری نے خود اپنے دوستوں سے تو نہیں بنوائی ہے؟ خیر اس ویڈیو سے قطع نظر ہمیں ناصر رامپوری کی تحریر سے متعلق لکھنا ہے، جس میں اس نے ہمت کر کے اپنی ڈھکی چھپی دیوبندیت کا انکشاف کیا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اپنے پیشوا و مرشد اشرف علی تھانوی کو "مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ" لکھا ہے۔

خود کو سنی بتا کر، مصباحی لکھ کر دیوبندیت کا دفاع کرنا، اشرف علی تھانوی کو "علیہ الرحمہ" لکھنا، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو گالیاں دینا، مغلظات بکنا، آئے دن ان کے خلاف بے سر و پا الزامات لگانا، یہ سب دیوبندیت ہی کی کارفرمائی تھی۔

اعلیٰ حضرت سے بغض، عناد، حسد، تعصب اور نفرت بے سبب نہ تھی، اعلیٰ حضرت کو گالیاں دے کر تھانوی کو "علیہ الرحمہ" لکھنا تھا۔ اور مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت کر کے دیوبندیت کو بے داغ اور اسے فرقہ ناجیہ ثابت کرنا تھا۔

اب جب کہ ناصر رامپوری نے اپنے مرشد و پیشوا کو علیہ الرحمہ لکھ ہی دیا ہے تو اب اس سے یہ سوال کرنا ہی غلط ہو گا کہ اس کے نزدیک تھانوی کافر ہے یا نہیں؟ کیوں کہ اس کی پوسٹ سے صاف ظاہر ہے کہ تھانوی اس کے نزدیک ایک، نیک، متقی، پرہیزگار، صالح عالم تھا تب ہی تو اسے "علیہ الرحمہ" لکھا ہے۔

البتہ ناصر کو یہ ضرور بتانا ہو گا کہ تھانوی کو کافر کہنے والے بلکہ اس کے کفریات کو جانتے ہوئے اسے مسلمان

ماننے والے کو کافر کہنے والے کافر ہیں؟ یا مسلمان؟

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، تاج العلما مارہروی، احسن العلما، سید العلما، نظمی میاں، اشرفی میاں، محدث اعظم ہند، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند، صدر الافاضل، صدر الشریعہ، شیر بیشہ اہل سنت، علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی، مجاہد ملت، علامہ غلام جیلانی میرٹھی، حافظ ملت، شارح بخاری، علامہ ارشد القادری، بحر العلوم، علاوہ ازیں ہندو پاک میں اہل سنت کے مدارس جیسے منظر اسلام، جامعہ نعیمیہ، دار العلوم اشرفیہ مبارکپور، وغیرہ کا مشائخ، مدرسین اور مفتیان کرام، سنی خانقاہوں جیسے مارہرہ شریف، بدایوں شریف، کچھوچھہ شریف، بلگرام شریف، کالپی شریف، وغیرہ کے مشائخ و پیران عظام۔ جنہوں نے تھانوی کی تکفیر کی ہے اور اس کے کفریات کو جانتے ہوئے اسے مسلمان ماننے والے کو بھی کافر قرار دیا ہے۔ وہ کافر ہیں یا مسلمان؟

ناصر جس طرح آئے دن اعلیٰ حضرت کے خلاف نام زد پوسٹیں کرتا ہے، اگر واقعی اپنی اصل سے ہے تو صدر الافاضل، محدث اعظم، صدر الشریعہ، حافظ ملت وغیرہم اکابر و مشائخ کے خلاف لکھ کر دکھائے۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ نہ جواب دینے کی طاقت رکھتا ہے اور نا ہی مذکورہ بالا اکابر کے خلاف کچھ لکھنے کی۔

لب لباب یہ کہ ناصر رامپوری کی نسبت اشرفیہ سے ختم ہوئی تو کیا اشرف علی تھانوی سے تو باقی ہے، اس کے لیے یہی کافی ہے!!!!!

احباب عنقریب ناصر رامپوری کے نام کے آگے مصباحی کی جگہ تھانوی لکھا دیکھیں گے۔ ؎

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

احقر العباد: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی عفی عنہ
نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ



ابلیس کی نمائندگی

ہر دور میں ابلیس کی نمائندگی کرنے والے رہے ہیں۔ ڈیڑھ صدی قبل مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ابلیس کی نمائندگی کا فریضہ سر انجام دیا۔ اور پھر یکے بعد دیگرے مولوی اسماعیل کے اتباع واذناب ابلیس کی نمائندگی کا حق ادا کرتے رہے۔ درمیان میں ایک خلیل بجنوری نے بھی حق نمائندگی ادا کرنے کی حد بھر کوشش کی۔ دور حاضر میں تو بہت سے نمائندے میدان عمل میں اتر کر ابلیس کی نمائندگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ جن میں سے کسی ایک کو بھی سر فہرست بتانا، ناانصافی ہوگی، کیوں کہ ہر ایک اعلیٰ نمائندگی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ سر دست ہم ایک نام پر اکتفا کر رہے ہیں۔

ناصر رامپوری:۔ یہ شخص رامپور سے ابلیس کا نمائندہ ہے۔ اہل سنت و جماعت کے خلاف ہمہ وقت کوشاں رہتا ہے۔ مسلک حق مسلک اعلیٰ حضرت سے اسے بلا کا بیر ہے۔ خانوادہ رضویہ چوں کہ ابلیسی کارناموں میں بڑی رکاوٹ ہے اس لیے اس کی حتی المقدور مخالفت کرتا رہتا ہے۔ بلکہ اسی کی مخالفت کرتا رہتا ہے۔ پڑھا لکھا جاہل ہے۔ کتابیں پڑھنے سے پہلے ہی نچوڑ و خلاصہ پیش کر دیتا ہے۔ اتحاد کا داعی ہے مگر اختلاف اس کی رگ رگ میں سمایا ہے۔ شائستگی کا راگ الاپتا ہے مگر گالی گلوچ مغلظات اس کی تحریر کا خاص عنصر ہے۔ چند ماہ قبل احباب اہل سنت نے اس کی سوشل میڈیائی نازیبا حرکتوں پر اسے خوب ذلیل کیا مگر ذلیل کو ذلیل کرنا تحصیل حاصل کے سوا کیا حاصل!

ہاں اس کے بعد چند ماہ تک خاموش رہا مگر سانپ تو سانپ ہے زہر کچھ کم پڑ گیا تھا اس لیے سراواں کا سفر بھی لازمی تھا۔ چند دنوں سے پھر سوشل میڈیا پر اپنے زہریلے قلم کے ذریعہ اہل سنت و جماعت کو ڈسنے کی ناپاک کوشش میں مصروف ہو گیا ہے۔ اور ابلیس کا سونپا ہوا پلان جو ابھی نامکمل ہے (اور ان شاء اللہ قیامت تک نامکمل رہے گا) اسے پورا کرنے کی سعی کرنے لگا ہے۔ اس کی حالیہ پوسٹیں ارباب علم اور منصف مزاج حضرات پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ ناصر کس قدر ضمیر فروش بلکہ ایمان فروش ہے، کہ اسلام کا دعویدار ہو کر ابلیسی خدمات انجام دے رہا ہے۔ بریلویت دراصل سنیت کا ہی دوسرا نام ہے۔ اور حسام الحرمین چودہویں صدی کے ارتداد پر آخری کیل ہے۔ اگر اسے انکار ہے تو اپنے تمام ہم فکر دوستوں کو اکھٹا کر کے ہم سے جہاں چاہے بیٹھ کر مباحثہ کر لے۔ ان شاء اللہ ابلیسی جماعت کے سارے تانے بانے نہ بکھیر دیے تو نام بدل دینا۔

ناصر رامپوری! کچھ اہم کام تھے اس لیے سوشل میڈیا پر وقت نہیں دے پا رہا تھا مگر ان شاء اللہ اب آ گیا ہوں اگر میرے امام کے خلاف یا کسی بھی عالم اہل سنت کے خلاف لکھے گا تو اینٹ کا جواب پتھر سے پانے کے

لیے تیار رہنا۔

نوٹ :۔ ہماری پوسٹ پر منفی تاثر پیش کرنے سے پہلے قارئین اس کی پوسٹیں ضرور پڑھ لیں ہمیں یقین ہے کہ ہمیں غلط ٹھہرانے کی غلطی نہیں کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ علاوہ ازیں ہمیں مشورہ دینے سے بھی گریز کریں۔

ابلیسی جماعت کے خلاف سینہ سپر رہنے والا اہل سنت کا ایک ادنی سا سپاہی
محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی، نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

کیا یہ مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں؟

ایک طرف تو مشرکین مسلمانوں کے پاس گوشت یا جانور بھی دیکھ رہے ہیں تو ماب لنچنگ کر رہے ہیں۔ نہیں نہیں گوشت دیکھنا ہی نہیں سن بھی رہے ہیں، شک بھی ہے تب بھی وہ جان لیوا حملے کر رہے ہیں اور نہ جانے کتنے مسلمانوں کو اب تک جان سے مار چکے ہیں۔

وہیں دوسری طرف کفر و اسلام کی سرحد سے الگ دنیا بسانے والے، پیر کو سجدہ کرنے اور کرانے والے، تقلید سے بیزار، اہل سنت سے متنفر، بدمذہبوں کے ہمدرد، تعلیمات اسلاف کے مخالف، نام نہاد تصوف کے ٹھیکیدار، اغیار کے کفش بردار، بے پینڈی کے لوٹے، نام نہاد مولوی، انہیں قربانی کا گوشت دینا باعث ثواب بتا رہے ہیں۔

دلائل میں شاذ، مرجوح، ناقابل حجت عبارات پیش کر رہے ہیں۔

علاوہ ازیں یوں تو خوب تصوف کا ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے ہیں، مگر کیا صوفیاے کرام کا یہ قول انہیں کہیں کتابوں میں نہیں ملا کہ:

اگر ایک طرف مشرک پیاسا ہو اور دوسری طرف کتا اور دونوں جان سے جانے والے ہوں تو کتے کو پانی پلایا جائے مشرک کو نہیں۔

خیر ایسے نازک وقت میں غیر مسلموں کو گوشت تقسیم کرنا کار ثواب ہے یا اپنی جان، عزت اور مال کو خطرے میں ڈالنے کے سبب حرام۔

کہیں یہ فتوے بازی مسلمانوں کو جانی مالی نقصان پہنچانے اور انہیں آفت میں مبتلا کرنے کی سازش تو نہیں؟ مسلمان ہوشیار رہیں !!!

کار ثواب لکھنے والوں میں دم ہے تو خود گوشت تقسیم کر کے دکھائیں. اور ایسا وہ ہرگز نہیں کریں گے۔ ہمارا

دعویٰ ہے۔ دعا ہے اللہ پاک مسلمانوں کو ایسے شرپسند، شہرت پسند، ہوس پرست، مولویوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیامند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

غیر مقلد کی شکست وفرار

الحمد للہ رب العٰلمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء وخاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین!

جناب نور حسن صاحب! ھداک اللہ تعالیٰ۔

محترم محمد الفاظ رضا ازہری سلمہ القوی کے ذریعے کل رات آپ کا بھیجا ہوا پرچہ موصول ہوا، جس میں آپ نے لکھا ہے کہ آپ ہمارے تمام سوالات کے جوابات دینے کو تیار ہیں جو کئی سال پہلے ایک مباحثے کے دوران آپ نہیں دے سکے تھے اور آپ نے خود ایک پرچے پر لکھ کر اس بات کا اعتراف بھی کیا تھا کہ

”میں مفتی صاحب کے کسی بھی سوال کا جواب نہیں دے پایا“

بہت اچھی بات ہے، کہ کئی سالوں کے بعد آپ جواب دینے کو تیار ہیں۔

آپ نے پرچے میں جو یہ لکھا ہے کہ

”نہ آنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے خود کہہ دیا تھا کہ ہمارے پاس بار بار بیٹھنے کے لیے وقت نہیں ہے“

یہ جناب کی کذب بیانی ہے۔ فقیر راقم الحروف نے جو کہا تھا اس کا مفہوم یہ تھا کہ

آپ جیسے غیر عالم شخص سے بار بار بحث ومباحثے کے لیے فقیر کے پاس وقت نہیں۔ آپ اپنی جماعت کے بڑے عالموں کے ساتھ میدان میں آکر مناظرہ کریں۔ ہاں اگر کچھ سمجھنا، سیکھنا چاہتے ہیں تو بلا تکلف جب چاہیں فقیر کے گھر و دار الافتاء میں آئیں۔ فقیر اب بھی یہی کہتا ہے کہ آپ سے بحث ومباحثہ سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور آپ سے بحث ومباحثے کے لیے فقیر کے پاس اب بھی وقت نہیں ہے، لیکن کئی برسوں بعد آپ جوابات دینے کو تیار ہوئے ہیں تو آپ کو مایوس کرنا بھی اچھی بات نہیں ہے۔ اس لیے یہ سوچ کر ان جوابات کا تعلق گزشتہ بحث سے ہے نیز اس نیت سے بھی کہ شاید آپ کی اور وہ نوجوان جو آپ سے حدیث کے حوالے سن کر اپنے مسلک حق سے منحرف ہو گئے ہیں ان کی اصلاح ہو جائے، فقیر بیٹھنے اور بات کرنے کو تیار ہے۔

آئے دن سننے میں آتا رہتا ہے کہ آپ حدیثوں کے حوالے دے کر نوجوانوں کو بہکا رہے ہیں حالاں کہ آپ کو حدیث کی کتابیں پڑھنا ہی نہیں آتیں! ان حدیثوں کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے اور ان احادیث کے راویوں کی تحقیق کے لیے آپ اصل عربی کتابیں چھوڑ کر اپنی جماعت کے چند مولویوں کی اردو کتابوں کا سہارا لیتے ہیں۔ (کیا

یہ تقلید نہیں ؟)اگر اردو کتابیں نہ ہوں تو آپ بخاری و مسلم ہی کیا کوئی بھی عربی کتاب پڑھ اور سمجھ نہیں سکتے۔اور عربی چھوڑیں آپ کی اردو بھی بالکل غیر معیاری ہے۔کل کا پرچہ ہی دیکھ لیں کئی غلطیاں ہیں اس میں۔ایک ابھی بتادیتا ہوں باقی جب آپ ذمے داروں کے درمیان بیٹھ کر بات کریں گے تب بتاؤں گا۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آپ نے اپنے پرچے میں تیسری سطر میں لکھا ہے:''ہالانکہ''چھوٹی''ہا'' سے۔

افسوس آپ کو یہی نہیں معلوم کہ'' حالاں کہ''بڑی''حا'' سے لکھا جاتا ہے۔چھوٹی ہا سے نہیں۔افسوس اس کو کمپوزنگ مسٹیک بھی نہیں کہہ سکتے کیوں کہ اس کو آپ نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔آپ کا لکھا پورا پرچہ پڑھنے کے بعد کوئی بھی اردوداں پروفیسر دس میں سے دو یا تین نمبروں سے زیادہ نہیں دے گا۔

پہلے مباحثے کے دوران آپ لگ بھگ تین گھنٹے میرے پاس رہے،ہر سوال کا اطمینان بخش جواب آپ کو دیا گیا۔اس وقت بھی آپ سے آپ کے دسیوں معتقدین کے سامنے فقیر نے کہا تھا کہ اصل بخاری و مسلم سامنے رکھ کر بات کریں،اور ہدایہ جو فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہے وہ آپ کے ہاتھ میں دی تھی کہ پڑھیں اور اس پر بحث کریں تو آپ نے صاف کہا تھا کہ مجھے عربی نہیں آتی۔شاید آپ کو یاد ہو سخت سردی کے دن تھے لیکن آپ کو بار بار پسینہ آرہا تھا،دسیوں بار آپ نے پانی پیا اور کئی بار حاجت کے لیے گئے۔

اس مباحثے کے بعد آپ کو چاہیے تھا کہ رجوع الی الحق کرتے اور مسلک حق پر گامزن ہوجاتے ،لیکن افسوس آپ اپنی اسی روش پر قائم رہے۔اور اپنے معتقدین میں یہی جھوٹ پھیلاتے رہے کہ بھیڑ ہوگئی تھی، لوگ زیادہ ہوگئے تھے۔مجھے ڈر تھا وغیرہ وغیرہ۔حالاں کہ یہ سراسر جھوٹ تھا۔لوگوں میں آپ کے معتقدین بھی تھے اور میرے بھی۔اور ڈر ہوتے ہوئے بھی آپ نے ہر طرح کا سوال مجھ سے کیا اور ہر طرح کی بحث کی، کیوں ؟اس وقت بھیڑ اور ڈر کا خیال کیوں نہیں آیا؟جواب دیتے وقت بھیڑ اور ڈر کا بہانہ سنی مومن تو کبھی نہیں کرتا بلکہ وہ تو حق کے لیے ہر جگہ اور ہر طرح تیار رہتا ہے۔

خیر،آپ تقلید کے مخالف ہیں،کیوں ؟کیا تقلید شرک،کفر،ناجائز و حرام،مکروہ تحریمی،تنزیہی،خلاف اولیٰ ہے ؟اگر ہے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا ثبوت پیش کریں۔اور بھی کئی لاجواب سوالات جو گزشتہ بحث کے دوران فقیر نے آپ سے کیے تھے ان سب کے جوابات اگر آپ دینے کو تیار ہیں تو فقیر بیٹھنے کو تیار ہے۔میرے اور آپ کے علاوہ شہر کے کم از کم بیس ذمے دار لوگ دس آپ کی طرف سے اور دس میری طرف سے مجلس میں موجود ہوں گے۔یعنی کل ۲۲،لوگ۔اولاً میرے پچھلے سوالات کے جوابات دینا آپ کی ذمہ داری ہوگی۔پھر میں تقلید شخصی کا ثبوت شرعی پیش کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

امید ہے جلد ہی بیٹھنے کو تیار ہوں گے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو مذہب اہل سنت و جماعت مسلک اعلیٰ

حضرت پر قائم ودائم رکھے۔اور جومذہب حق سے منحرف ہیں انہیں توبہ وہدایت کی توفیق بخشے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

خادم اہل سنت، محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولابویہ

۱۲/ شوال المکرم ۱۴۴۳ھ بروز شنبہ۔۱۴/ مئی ۲۰۲۲ء

مدنی میاں اور انتساب کی خلافت

باسمہٖ تعالیٰ۔ نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم!

دو چار دن پہلے فقیر کو خبر ملی کہ جانشین حضور محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں دامت معالیھم نے مسلک ونظریات مسلک مخالف، امام اہل سنت اور ان سے وابستہ تمام علماو مشائخ کو گمراہ و کافر قرار دینے والے، بدنام زمانہ، ماہر مغلطات انتخاب قدیری کے بیٹے وجانشین انتساب قدیری کو خلافت دی ہے۔ فقیر نے تحقیق کی تو یہ بات سچ ثابت ہوئی۔ بلکہ یہ بھی پتہ چلا کہ اس شرپسند کو خیر الافاضل جیسا پاکیزہ لقب بھی دیا ہے۔افسوس صد افسوس!!!

انتخاب وانتساب کی مسلک مخالف سرگرمیاں جگ ظاہر ہیں۔اہل علم ودانشور طبقہ ان دونوں باپ بیٹوں کی مغلطات، مزخرفات، اور گمراہ کن بلکہ کفر آمیز حرکتوں سے بخوبی واقف ہے۔اس کے باوجود بھی حضرت مدنی میاں دام ظلہ کا اس خبیث النفس، واجب التعزیر کو خلافت دینا اور ''اشر الشرائر'' کے بجائے ''خیر الافاضل'' کا لقب دینا اہل سنت وجماعت خصوصاً اہل علم کے سنجیدہ طبقے کے لیے باعث افسوس بلکہ موجب خفت ہے۔

اور بعض اہل علم کا یہ کہنا کہ انتخاب وانتساب کے تعلق سے حضرت کو علم نہیں ہوگا سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔اس لیے فقیر اعلان کرتا ہے کہ

اگر حضور مدنی میاں دام ظلہ کی جانب سے جلد ہی اس ''اشر الشرائر'' انتساب مستوجب عتاب وعذاب کی خلافت کے منسوخ کرنے کا اعلان نہ ہوا تو فقیر اپنے حق میں ان کی دی ہوئی خلافت کو رد و منسوخ قرار دے گا۔اور ان کی خلافت فقیر کے حق میں کالعدم مانی جائے گی۔

خلیفہ اعلیٰ حضرت حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

شرط یہ ہے کہ روا حد روا ہی میں رہے
کون کہتا ہے نہ لو کام روا داری سے

احقر العباد: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی۔ مورخہ: ۳۰/ ربیع النور ۱۴۴۳ھ

جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت

حالیہ دنوں میں کچھ حاسدین ومخالفین کی طرف سے سوشل میڈیا پر ایک میسیج عام کیا گیا ہے، جس میں یہ لکھا گیا ہے کہ میں نے ایک امام صاحب کو اس لیے مسجد سے نکلوادیا کہ انہوں نے مجھے مفتی نہیں کہا بلکہ مولانا کہا!!! جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔

اصل بات یہ ہے کہ..... کاشی پور کے قریب ایک گاؤں ہے وہاں جامع مسجد کے امام صاحب کی بہت سی شرعی خامیوں، مسائل کے سلسلے میں غلط بیانیوں کے سبب وہاں کے ذمہ داروں نے انہیں عہدہ امامت سے معزول کردیا۔

ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ امام صاحب نماز شروع کرتے وقت اپنے انگوٹھے کان کے سوراخ کے پاس لگاتے تھے اور جب مقتدیوں نے کہا کہ ایسا ہم نے کسی کو کرتے نہیں دیکھا تو بولے میری تحقیق یہی ہے۔ اور یہی ٹھیک ہے۔ اس مسئلہ کے حوالے سے یہ عرض ہے کہ میں چار محرم الحرام کو گاؤں کے جلسہ میں شریک ہوا، تو لوگوں نے تقریر کے بعد مجھ سے سوالات کیے، جن کے جوابات میں دیتا رہا کہ اچانک کسی نے امام صاحب کا نام لے کر مسئلہ پوچھا، تو میں نے تنبیہ کی کہ امام صاحب کے حوالے سے کوئی مسئلہ نہ پوچھیں۔ اور پھر اماموں کی حمایت میں چند منٹ تقریر بھی کی۔ اور پھر میں نے کہا کہ مسئلہ بغیر نام لیے پوچھیں، خیر کان کی لو پر انگوٹھا لگانے کے حوالے سے مسئلہ معلوم کیا گیا تو میں نے کہا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ کان کی لو جو کان کے نیچے لٹکا ہوا حصہ ہے وہاں انگوٹھا لگائیں۔ اسی درمیان میں امام صاحب نے مجھے ٹوک دیا اور بولے کہ یہ کان کی لو نہیں ہوتی، بلکہ کان کے سوراخ کے پاس کا ابھرا ہوا حصہ کان کی لو ہے اور انگوٹھا وہیں لگانا چاہیے۔ میں نے سمجھانے کی قدرے کوشش کی مگر امام صاحب نے فرمایا کہ میری تحقیق یہی ہے۔ میں نے بات وہیں ختم کرتے ہوئے کہا کہ خیر یہ مسئلہ ہم بعد میں دیکھ لیں گے آپ دوسرے مسائل پوچھیں۔

دوسرے روز کمیٹی کے اراکین اور ذمہ داروں نے ان سے بات کی تو اس مسئلہ پر بھی بات ہوئی کہ مفتی صاحب نے بھی وہی مسئلہ بتایا جو آج تک ہم نے سنا اور جس پر عمل کیا تو امام صاحب نے فرمایا کہ وہ مفتی نہیں ہیں انہوں نے غلط مسئلہ بتایا ہے۔ مسئلہ وہی ٹھیک ہے جو میں نے بتایا ہے۔ اور میرے بارے میں جب لوگوں نے مفتی ہونے کے حوالے سے کچھ کہا تو بولے کہ اگر وہ سند دکھادے تو میں چھ ماہ تمہاری غلامی کروں گا اور کبھی مصلی امامت پر نہیں چڑھوں گا۔ خیر بات مجھ تک آئی اور میں نے امام صاحب سے فوراً فون کرکے بات کی تو امام صاحب نے کہا کہ ہاں میں نے کہہ دیا ہے۔ میں نے کہا کیوں اس کی ضرورت پڑی؟ آپ تو اپنے

طور پر بات کرتے اپنے مقتدیوں سے، اس طرح کی بات کرنے کی ضرورت کیوں آئی؟ اور میں رات آپ کی حمایت میں تقریر کر کے آیا ہوں کم از کم اس کو دھیان میں رکھتے، خیر ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ بس اس قدر کہ آپ نے مسئلہ غلط بتایا ہے۔ اور میں بعد میں بات کروں گا ابھی کچھ لوگ میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔

قبل نماز عصر گاؤں کے چند ذمہ دار لوگ خاص کر جامع مسجد گلڑیا کے صدر صاحب میرے پاس آگئے اور میرے لاکھ منع کرنے کے باوجود مجھے جانے پر مجبور کر کے ساتھ لے گئے۔ گاؤں کے لوگوں کی میٹنگ میں شریک ہوا، قریب ایک گھنٹہ اس مسئلہ کو لے کر بات ہوئی مگر جناب نے کان کی لو کے حوالے سے کسی بھی حوالہ کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ یہی کہ فرضی مفتی بہت ہیں، سندوں کا فرضی باڑا چل رہا ہے ...... اور فلاں فلاں مفتی نہیں ہیں مگر خود کو مفتی لکھواتے اور کہلواتے ہیں۔

خیر میں نے کہا کوئی مفتی ہو یا نہ ہو اس سے آپ کو کیا تکلیف؟ آپ مسئلہ پر اس قدر جری کیوں ہیں۔ آپ کی تحقیق ہے تو وہ پیش کریں مگر وہ ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے اور کوئی مستند و معتبر حوالہ نہ پیش کر سکے۔ فقیر نے کافی سمجھایا۔ اور فتاوی عالمگیری، شامی، قاضی خاں وغیرہا کے حوالے دیے، مگر جناب نے ایک نہ سنی۔ گاؤں والوں کی ضد پر فقیر کو سند بھی دکھانی پڑی جس پر لوگوں نے امام صاحب سے کہا کہ اب ہم آپ سے غلامی تو نہیں کرائیں گے البتہ آپ چھ ماہ ہمارے یہاں مؤذن رہیں۔ علاوہ ازیں اور کئی جھوٹ اسی محفل میں ان کے حاضرین نے ثابت کیے۔ اور تعجب کی بات یہ کہ پوری مجلس میں ایک بندہ بھی امام صاحب کی حمایت میں بولتا ہوا نظر نہیں آیا۔ یہ ہے اصل واقعہ، مزید تفصیل کے لیے گاؤں...... کے سنی مسلمانوں، خاص کر جامع مسجد کے اراکین سے رابطہ کریں۔ اور بغیر تحقیق کسی کے تعلق سے بدظن ہونے کے گناہ سے بچیں۔ پورا گاؤں کسی امام کو اس لیے نکال دے گا کہ انہوں نے کسی کو مفتی نہیں کہا کیا یہ تعجب کی بات نہیں؟

فقیر خود چار سال کے بعد گاؤں کے جلسے میں شریک ہوا تھا۔ گاؤں کے چند لوگوں کے سوا ذاتی طور پر فقیر کسی کو نہیں جانتا۔ ارباب علم و دانش اس پر توجہ فرمائیں۔

تنبیہ: فقیر نے امام صاحب کا نام ذکر نہیں کیا (اور گاؤں کا بھی نہیں) کیوں کہ فقیر کو کسی مومن خاص ہو یا عام، کی ہتک عزت پسند نہیں ہے۔ اور احباب سے بھی گزارش ہے کہ اس پوسٹ پر امام صاحب کے حوالے سے کوئی نازیبا جملہ استعمال نہ کریں۔ کچھ بھی ہو وہ ایک حافظ و قاری ہیں اور اہل سنت کے ہر حافظ، قاری، عالم دین کا ادب و احترام ضروری ہے۔

اس مسئلہ کے حوالے سے فقیر کا تفصیلی فتوی اگر احباب ملاحظہ کرنا چاہیں تو واٹس ایپ، پر رابطہ کر لیں۔

احقر العباد: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی عفی عنہ

فقیر نعیمی کے دو یادگار سفر

یکم محرم الحرام ۱۴۴۴ھ سے الحمدللہ مسلسل فقیر جلسوں میں مصروف ہے۔ اتراکھنڈ کے علاوہ مختلف صوبوں کے مختلف شہروں، دیہاتوں کے جلسوں میں شرکت ہوئی۔ کہیں ہم سے لوگ متاثر ہوئے کہیں ہم ان سے۔ ان تین مہینوں میں کئی علاقے زیادہ پسند آئے۔ خاص کر ربیع الاول شریف میں دو علاقوں کا سفر بہت اہم رہا۔

سفر کی قدرے تفصیلی روداد ملاحظہ فرمائیں:

باسنی شریف ضلع ناگور:۔

نمونہ اسلاف، مبلغ اسلام، قاضی ضلع ناگور، حضرت علامہ مفتی ولی محمد صاحب قبلہ دامت معالیہم، موجودہ سرپرست اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت ناگور، نے باسنی شریف کے دو جلسوں منعقدہ ۴،۵/اکتوبر ۲۰۲۲ء میں شرکت کے لیے فقیر کو یاد فرمایا۔ فقیر کی باسنی شریف میں یہ پہلی حاضری تھی۔ بلا مبالغہ مفتی صاحب دام ظلہ اور ان کے مبارک صاحبزادگان محترم مفتی محمد اسلم رضا صاحب زید حبہ اور حضرت مفتی غلام مصطفیٰ صاحب زید مجدہ کی شفقتوں، عنایتوں اور محبتوں کا جواب نہیں!

نیز علاقے میں ان کی خدمات کی بھی کوئی مثال نہیں!

فقیر نے اب تک ملک بھر کے ہزاروں شہروں، قصبوں دیہاتوں کو دیکھا مگر باسنی شریف جیسی کوئی بستی نظر نہیں آئی۔ پوری بستی میں دینی ماحول۔ ہر گھر میں مذہب اہل سنت وجماعت، مسلک اعلیٰ حضرت کے شیدائی ووفادار۔ ایک بھی بدمذہب وبدعقیدہ گستاخ انبیا واولیا نہیں، ہر گلی کوچے میں داڑھی، ٹوپی اور کرتے پاجامے میں ملبوس مسلمان مرد حضرات، برقعہ پوش مستورات، مسجدوں میں پانچوں وقت نمازوں میں باشرع نمازیوں کی بھیڑ، دو درجن مدارس ومکاتب میں مقامی طلبا وطالبات کی کثرت، دینی تعلیم میں ان کا ذوق وشوق، دینی ودنیاوی تعلیم کا ایک ساتھ حصول، کالج کے طلبا کی انگلش کے ساتھ اردو عربی فارسی پڑھنے کی طرف باذوق رغبت، اور بھی بہت سی خوبیوں سے مزین اس مبارک بستی کو دیکھنے کے بعد بخدا جو خوشی محسوس ہوئی اس کو لفظوں میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ اس بستی کی برکتیں قرب وجوار کے قریات وقصبات میں بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ سب سنی تبلیغی جماعت کے سرپرست حضرت مفتی ولی محمد صاحب دام ظلہ اور جماعت کے دیگر منتظمین وخدمات گزار حضرات کی بے لوث خدمات کا ثمرہ ونتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور کو مزید ترقیاں عطا فرمائے اور جماعت کے تمام ذمہ داران ومنسلکین

حضرات اور باسنی کے جملہ سنی مسلمانوں کو سلامت رکھے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

دھارواڑ ضلع کرناٹک:۔

۱۴؍ اکتوبر کو فقیر اپنے شاگرد عزیز مولانا محمد منظم برکاتی زید حبہ کے مدرسے دارالعلوم نظامیہ سنگم وہار دہلی کے جلسے میں شریک ہوا اور صبح بذریعہ فلائٹ بیلگام پہنچا، جہاں فقیر کے عزیز دوست مولانا محمد اقبال نعیمی نے استقبال کیا اور اپنے ساتھ دھارواڑ لے گئے۔ جہاں ان کے مدرسے کی طرف سے ایک عظیم الشان اجلاس ہونا تھا۔ فقیر نے دیکھا کہ وہاں دنیاوی اعتبار سے لوگ تعلیم یافتہ ہیں، البتہ دینی ماحول میں بہت پست۔ ایسے پس ماندہ علاقے میں دینی کام کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ مگر اللہ سلامت رکھے محب گرامی قدر مولانا محمد اقبال نعیمی زید حبہ کو، جنہوں نے اس پس ماندہ و ناخواندہ علاقے میں قرآنی تعلیمات کو عام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ کرایے کے مدرسے میں چھوٹے بچے بچیوں کی تعلیم کا معقول انتظام، دنیادار طبقے سے وابستہ بچوں کو دینیات کے ماحول میں لاکر دین دار بنانے کی حد بھر کوشش، ہفتہ وار عورتوں کا اجتماع، ہر گھر میں اردو عربی پڑھنے والے افراد پیدا کرنے کی انتھک جدوجہد، کالج کے اسٹوڈنٹ اور بزنس مین دنیادار نوجوانوں میں نماز و تلاوت قرآن کا ذوق پیدا کرنے کی مبارک کوشش، اور دیگر خدمات دینیہ دیکھ کر دل کو جو خوشی پہنچی ہے بیان سے باہر ہے۔ یہ سب مولانا اقبال نعیمی زید حبہ کی بے لوث محنتوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ پاک مولانا موصوف کی ان کاوشوں کو قبول فرمائے، انہیں مزید خدمت دین کی توفیق بخشے اور ان کے مدرسے کی زمین و عمارت کے لیے اصحاب خیر حضرات کو توفیق تعاون عطا فرمائے۔ دھارواڑ میں کئی مقتدر علمائے کرام سے ملاقات ہوئی خصوصاً الماس ملت، ناشر و مبلغ مسلک اعلیٰ حضرت خلیفہ تاج شریعت حضرت علامہ مفتی محمد مقصود عالم صاحب فرحت ضیائی دام ظلہ النورانی سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ حضرت خاص کرہاسپیٹ سے فقیر سے ملاقات کے لیے ہی تشریف لائے تھے۔ گھنٹوں حضرت سے مذہبی و مسلکی مختلف معاملات پر گفتگو ہوئی۔ دیر شام حضرت وہاں سے رخصت ہوئے۔ کرم فرما مفتی محمد نعیم الدین صاحب قبلہ دام ظلہ، عزیزم مولانا محمد فیضان رضا اور مولانا محمد قاسم رضا سلمہما سے بھی ملاقات ہوئی۔ دوسرے دن فقیر محب گرامی قدر مولانا محمد سالم القادری صاحب زید حبہ کی دعوت محبت پر ہاویری کے پروگرام میں شریک ہوا۔ وہاں سنیت کا بول بالا ہے۔ علاقائی لوگوں سے پتہ چلا کہ الحمدللہ وہاں کوئی بدمذہب نہیں ہے، سب سنی بریلوی مسلمان ہی وہاں رہتے ہیں۔ ہاویری کے مدرسہ اہل سنت کے ناظم اعلیٰ حضرت مفتی نہال مرکزی صاحب زید مجدہ سے بھی ملاقات ہوئی محترم کی دینی خدمات سے بھی فقیر متاثر ہوا۔

دوسرے دن صبح کو ہبلی سے حیدرآباد پہنچا اور وہاں ایرپورٹ پر محب گرامی وقار حضرت سید مسرور حسین ازہری صاحب زید حبہ نے شفقت آمیز استقبال فرمایا۔ حضرت کے ساتھ شہر کے مختلف مشہور مقامات پر حاضر ہوا اور پھر حضرت نے ایرپورٹ چھوڑا جہاں سے دہلی آنا تھا۔ حضرت سید صاحب بہت ہی مخلص اور مذہب ومسلک کے معاملے میں زبردست متصلب ثابت ہوئے ہیں۔ اللہ پاک حضرت سید صاحب کو دینی ودنیاوی خوب ترقیاں عطافرمائے۔

یہ تاثرات دراصل کچھ احباب کے حکم کی تعمیل میں بعجلت تحریر کیے ہیں۔

اللہ پاک مذہب اہل سنت، مسلک اعلیٰ حضرت کا بول بالا فرمائے۔

خادم خادمان مسلک اعلیٰ حضرت:۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ۔ نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

۲۲/ ربیع النور ۱۴۴۴ھ۔ ۱۹/ اکتوبر ۲۰۲۲ء۔ بروز بدھ

اڑیسہ کا سفر

صدرالافاضل کے منظور نظر حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیوض وبرکات کے مخصوص مرکز اڑیسہ میں کل فقیر کی پہلے حاضری ہوئی۔ بھونیشور ایرپورٹ پر جب فقیر پہنچا تو فقیر کے دیرینہ رفیق وہمدم فاضل نوجوان حضرت مولانا مفتی غلام مصطفیٰ علیمی صاحب زید حبہ احباب کے ساتھ پہلے سے موجود تھے۔ موصوف نے محبت آمیز انداز میں استقبال فرمایا۔ اور اپنے ساتھ گاڑی میں اپنی جاے اقامت شہر کٹک لے گئے۔ وہاں محترم سید... صاحب کے در دولت پر قیام وطعام کا انتظام تھا۔ موصوف نے بخوشی ورغبت ضیافت کے حقوق ادا کیے۔ اور پھر بعد نماز مغرب مفتی صاحب موصوف کے حکم کی تعمیل میں ان کی مسجد میں نماز مغرب پڑھائی۔ بعد مغرب مسجد کی ایک مبارک تجوری جس میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موے مبارک محفوظ تھے چابی سے کھولنے کا شرف حاصل کیا۔ اور موے مبارک کی زیارت سے آنکھوں کو فیض یاب کیا۔

اور چوں کہ مفتی صاحب نے موقع غنیمت جان کر مختصر سا پروگرام طے کر رکھا تھا اس لیے موے مبارک کی فضیلت اور اس کی برکت پر کچھ دیر فقیر نے بیان کیا۔ پروگرام سے نمٹ کر فقیر مفتی صاحب کے ساتھ شہر کیندراپاڑہ، کے لیے روانہ ہوا جہاں جلسے میں فقیر کو خصوصی طور پر یاد فرمایا گیا تھا۔ یہ جلسہ حضرت سید مظفر شاہ علیہ الرحمہ کے عرس پاک کی مناسبت سے رکھا گیا تھا۔ عموماً بزرگوں کے اعراس میں قوالی وغیرہ کا اہتمام

ہوتا ہے لیکن خوشی ہوئی کہ یہاں ایسا کچھ نہیں تھا۔اور یہ سب سنی تنظیم العلما کے ذمے داروں کی کاوشوں اور بے لوث خدمتوں کا نتیجہ تھا۔ جلسہ کی صدارت خلیفہ حضور حبیب ملت، حضرت مفتی مشرف حسین مصباحی صاحب دام ظلہ نے فرمائی۔اور جلسے کی ترتیب واہتمام کی تمام تر ذمے داری محب گرامی قدر حضرت مولانا تبریز عالم مصباحی زید حبہ کے کاندھوں پر تھی۔

فقیر، موصوف محترم اور عزیزم حضرت حافظ و قاری جاوید احمد قادری، باز پوری زید حبہ، کی دعوت محبت پر حاضر ہوا تھا۔ سامعین خصوصاً ارباب منبر نے بہت ہی سنجیدہ ماحول میں فقیر کو سنا اور خوب محبتوں سے نوازا۔ جلسوں میں آج کل نقابت عموماً ایسی ہوتی ہے جس سے علما کے ساتھ عوام بھی اکتاہٹ محسوس کرتے ہیں لیکن خوشی ہوئی کہ نقیب اہل سنت حضرت مولانا اشرف القادری صاحب زید حبہ نے بہت ہی مختصر مگر جامع طور پر نظامت کے فرائض انجام دیے۔ مفتی مشرف صاحب، مولانا تبریز عالم مصباحی صاحب اور قاری جاوید قادری صاحب کی محبتوں اور علاقے میں ان کی دینی کاردگی سے متاثر ہوکر فقیر وہاں سے رخصت ہوا۔ مفتی غلام مصطفیٰ علیمی صاحب نے احباب کے ساتھ مجھے ابھی کچھ دیر قبل بھونیشور ایرپورٹ پہنچایا ہے۔

دعا ہے اللہ پاک ان سب احباب کو سلامت رکھے اور فقیر کے سفر کو آسان فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ وعلی آلہ و اصحابہ افضل الصلاۃ والتسلیم

نیاز کیش: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ

نزیل حال بھونیشور ایرپورٹ۔ مورخہ ۶/نومبر بروز اتوار

شہر ناگپور مہاراشٹر

یہ شہر تاج الاولیاء، قدس سرہ اور صدرالافاضل قدس سرہ کے معتمد شاگرد، فقیہ اعظم مفتی عبد الرشید نعیمی علیہ الرحمۃ کا شہر ہے۔ یوں تو یہاں کے ارباب علم وتحقیق سے فقیر کا کئی سالوں سے رابطہ ہے، مگر اس شہر میں کل پہلی بار حاضری ہوئی۔ محترم مکرم مبلغ مسلک اعلیٰ حضرت جناب حاجی غلام مصطفیٰ صاحب زید حبہ، کے زیر اہتمام عظیم الشان اجلاس بنام شہید اعظم، عرس تاج الاولیاء و عرس سرکار مفتی اعظم ہند و عرس آمین ملت قدست اسرارہم کے موقع پر فقیر کو مدعو کیا گیا۔

رات فلائٹ تاخیر سے ناگپور پہنچی اس لیے بڑی عجلت میں یادگار فقیہ اعظم، جامعہ عربیہ میں حاضری دی۔ شہزادہ فقیہ اعظم حضرت علامہ مولانا مفتی عبد القدیر صاحب قبلہ دامت معالیہم اور نبیرہ فقیہ اعظم حضرت مولانا عبد العزیز صاحب زید حبہ اور اساتذہ جامعہ نے خوب خوب عزت افزائی فرمائی۔ ناشتہ کی میز پر بہت دیر

تک فتاوی فقیہ اعظم (جو عن قریب، مجموعے کی شکل میں منظر عام پر آنے والا ہے) کے حوالے سے تبادلہ خیال ہوا۔ اور بادل ناخواستہ فقیر اجازت لے کر وہاں سے رخصت ہوا۔ قیام گاہ پر علمائے کرام خصوصًا ناشر مسلک اعلیٰ حضرت مولانا مفتی فخر الدین صاحب قبلہ دام ظلہ سے ملاقات ہوئی۔ کھانا وغیرہ سے فارغ ہو کر جلسہ گاہ پہنچا، مجمع شباب پر تھا جلد ہی مائک فقیر کے حوالے کر دیا گیا۔ کچھ منٹ ہی بول سکا تھا کہ نائب قاضی مہاراشٹر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد منصور رضا صاحب قبلہ مد ظلہ النورانی کی آمد ہوگئی۔ حضرت کے حکم پر تقریر جاری رہی۔ لگ بھگ ڈیڑھ، پونے دو گھنٹے بول کر فقیر بیٹھ گیا۔ سلام و فاتحہ خوانی کے بعد مفتی صاحب کے حکم پر فقیر نے دعا کرائی اور فارغ ہو کر فقیر نے مفتی صاحب قبلہ اور دیگر علما سے بہت دیر تک استفادہ کیا۔ کچھ دیر نیند نکالی نماز فجر ادا کی اور وہاں سے بعجلت نکل پڑا.... کئی بزرگوں کی بارگاہ میں حاضری کا ارادہ تھا مگر وقت نے ساتھ نہ دیا۔ محترم حاجی غلام مصطفیٰ صاحب اور عبد الصمد بھائی اور دیگر احباب اہل سنت نے خوب عزت افزائی فرمائی۔

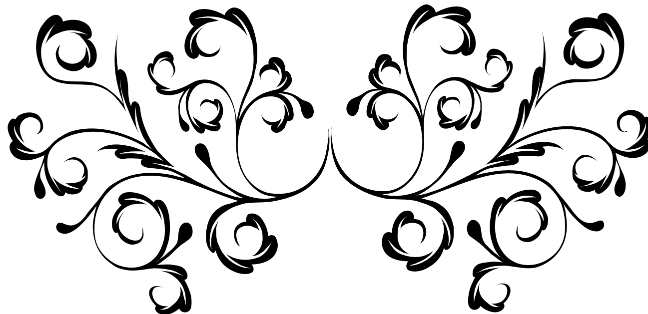
اللہ پاک اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے شہر اور شہر کے جملہ احباب اہل سنت و مسلک اعلیٰ حضرت پر رحمتوں و برکات کی بارش نازل فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ وعلی آلہ و اصحابہ افضل الصلاۃ والتسلیم

ائرپورٹ سے چند سطور.....

نیاز کیش. محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی عفی عنہ

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ۔ نزیل حال ناگپور



بنگلہ دیش کا روحانی سفر

وطن عزیز بھارت کا ایک حصہ بنگلہ دیش بھی ہے۔ جو پہلی بار ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے ساتھ بھارت سے الگ ہوا۔ اور پھر ۱۹۷۱ء میں پاکستان سے بھی الگ ہو کر باضابطہ اسلامی ملک کی حیثیت سے معرض وجود میں آیا۔ معاشی واقتصادی اعتبار سے بھلے ہی ملک نے خاطر خواہ ترقی نہ کی البتہ تعلیمی سطح پر خاصی کامیابی ملی اور مستزاد یہ کہ اسلامی ماحول بھی کافی حد تک اس ملک میں پایا جاتا ہے۔

ہم بات کرتے ہیں اس وقت کی جب یہ ملک ہمارے وطن عزیز بھارت کا حصہ تھا۔ اس وقت ہمارے سنی مدارس میں خاص کر اہل سنت کے مرکزی ادارہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد، میں بنگلہ دیشی طلبہ کی کثرت ہوتی تھی۔

ادارہ کے بانی مبانی خلیفہ اعلیٰ حضرت حضور صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین محدث مرادآبادی تغمدہ اللہ الہادی کے دور مبارک میں ۱۹۱۱ء سے ۱۹۴۸ء تک تین سو چھبیس (۳۲۶) طلبہ نے دستار فضیلت وسند فراغت حاصل کی۔ ان فارغین علما میں تقریباً دو سو علما صرف بنگلہ دیشی تھے۔

یوں تو تمام نعیمی فارغین علما مثالی شخصیت کے حامل رہے، لیکن ان میں ایک مشہور شخصیت اس وقت ہمارے موضوع سے متعلق ہے وہ ہے حضرت علامہ سید محمد نور الصفا نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، کی مثالی شخصیت۔

آپ کی ولادت ۵/ ذوالحجہ ۱۳۲۹ھ نومبر ۱۹۱۱ء کو رنگونیہ ضلع چاٹگام بنگلہ دیش میں ہوئی۔ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے فارغ علما کے اسما پر مشتمل رجسٹر کے مطابق ۲۲/ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ۔ یکم جنوری ۱۹۳۲ء سند فضیلت سے نوازے گئے۔ اور ۲۸/ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ۔ ۷/ مارچ ۱۹۳۲ء کو رسم دستار فضیلت ادا کی گئی۔

صدر الافاضل کے مخصوص تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ صدر الافاضل کی بارگاہ میں رہ کر آپ نے کئی علوم وفنون کی غیر درسی کتابیں بھی پڑھیں۔ آپ کو چوں کو حدیث واصول حدیث سے زیادہ شغف رہا، اس لیے آپ کی فرمائش پر صدر الافاضل نے اصول حدیث کے حوالے سے دو گھنٹے میں ایک رسالہ میزان النفس تحریر فرمایا۔ نیز کتب احادیث وتفاسیر وغیرہ کی اسانید جو صدر الافاضل کو اپنے استاد گرامی کے توسط سے علمائے حرمین شریفین سے حاصل ہوئیں وہ بھی آپ کو عطا فرمائی گئیں۔ صدر الافاضل کی نوازشات وکرام نوازیوں کا ذکر خود آپ سے ملاحظہ فرمائیں۔ آپ لکھتے ہیں:

"انی خدمتہ منذ سنتین لیلاً ونہاراً بہا قال لی ما فعلت لما فعلت ومالم افعل لما ما فعلت وکتب لی رسالۃ فی ساعتین المسمیٰ "بمیزان النفس" مما یری شوقی بحصول علم الحدیث نقش لی اسم الذات وامرنی ان انظرالیہ ومنعنی عن مسیبزمر رحمۃ اللہ علیہ ونفعنا اللہ ببرکاتہ فی الدین والدنیا والآخرۃ۔

یعنی دو سال تک رات و دن میں نے ان کی خدمت کی، کبھی میرے کیے کام پر انہوں نے یہ تک نہیں کہا کہ تونے یہ کیوں کیا؟ اور جو کام میں نہیں کر سکا ان پر کبھی یہ نہیں کہا کہ تونے یہ کام کیوں نہیں کیا؟ علم حدیث کی تحصیل میں میرا شوق دیکھ کر انہوں نے میرے لیے ۲؍ گھنٹے میں ایک رسالہ بنام "میزان النفس" تحریر فرمادیا۔ میرے لیے اسم ذات (اللہ) کا نقش تیار فرمایا اور مجھے اسے دیکھنے کا حکم دیا اور مسمیر زم سے مجھے منع فرمایا: اللہ کی ان پر رحمت ہو اور اللہ عزوجل دین, دنیا اور آخرت میں ان کی برکتوں سے ہمیں نفع اندوز فرمائے"

[نور المغیث فی اصول الحدیث: ص۴۲]

مزید لکھتے ہیں:

"واضح ہو کہ بندہ عبد المصطفیٰ محمد نور الصفا نے ...... کتب ستہ و دیگر تفاسیر و فنونات کی سند **فخر المحدثین، عمدۃ المفسرین، زبدۃ المتکلمین مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی** سے حاصل کی۔ وہ مجاز ہیں اپنے شیخ مولانا محمد گل سے وہ اپنے شیخ خاتم المحققین سید محمد الکتبی الخطیب المدرس فی المسجد الحرام سے وہ اپنے شیخ السید محمد الکتبی سے، وہ اپنے شیخ الخطیب والامام والمدرس بالمسجد الحرام سے وہ اپنے شیخ والد مفتی الاحناف ببلدۃ الحرام السید محمد بن حسین الکتبی سے وہ اپنے شیخ خاتم المحققین مولانا السید احمد الطحطاوی المحشی لدر المختار رحمۃ اللہ تعالیٰ سے،

و سندہ مذکور بالتفصیل فی مسانیدہ المطولۃ المشھورۃ المعروفۃ فی دیار العرب والعجم خصوصاً فی المدرسۃ الأزھر الواقعۃ فی بلدۃ مصر۔" [مرجع سابق: ص۴۶]

آپ کے والد ماجد عارف باللہ، حضرت علامہ مفتی محمد راحت اللہ نقشبندی قدس سرہ (۱۳۰۰ھ۔۱۳۷۲ھ) صدر الافاضل کے مخصوص احباب میں شامل ہیں، خود آپ رقم طراز ہیں:

"قد صحب **قدس سرہ، صدر الافاضل سیدی مولانا محمد نعیم الدین المرادآبادی** فی غفران الشباب فی ایام التحصیل فی المرادآباد دھراً طویلاً یبحثان الاظھار الحق و کان بینھما حبا شدیداً من اللہ تعالیٰ و کثیراً یحضر فی حضرت مولانا محمد گل کابلی ایضایحبہ۔

(یعنی علامہ راحت اللہ قدس سرہ مرادآباد میں دوران طالب علمی صدر الافاضل کے ساتھی رہے۔ دونوں حضرات احقاق حق فرماتے رہتے تھے۔ دونوں کے مابین لوجہ اللہ خوب محبت تھی۔ حضرت مولانا محمد گل کابلی کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ وہ بھی محبت فرماتے تھے۔)" [نور المغیث فی اصول الحدیث: ص۴۵]

آپ کی دینی و ملی خدمات مثالی ہیں۔ آپ نے تاحیات مذہب مسلک کی بھرپور خدمات انجام دیں۔ خواب میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کئی بار زیارت کا شرف حاصل کیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ہی مدرسہ نور العلوم کی بنیاد رکھی۔ جو آج ملک کے مشہور مدارس کی صف میں ممتاز حیثیت سے شامل

ہے۔کئی کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔بہت سے ممتاز و قابل تلامذہ یادگار چھوڑے۔
۷؍ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۳۰؍مئی ۱۹۹۳ء بروز اتوار وصال ہوا۔اپنے آبائی وطن مریم نگر رنگونیہ چاٹگام بنگلہ دیش میں مدفون ہوئے۔

فقیر نعیمی نے اس سال اٹھارہ جنوری ۲۰۲۴ء بروز جمعرات حضرت کے آستانہ مقدسہ پر حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا۔یہ فقیر کی پہلی حاضری تھی۔استاد گرامی وقار حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان نعیمی برکاتی ممتاز المدرسین جامعہ نعیمیہ مرادآباد و نائب مفتی اعظم مرادآباد دامت معالیہم کے حکم سے فقیر اس سفر کی روداد سپرد قرطاس کر رہا ہے۔احباب اس روحانی سفر کی قدرے مفصل روداد ملاحظہ فرمائیں۔

نبیرہ صدر الافاضل حضرت سید نظام الدین نجم میاں حفظہ اللہ تعالی کی محبت آمیز فرمائش اور نبیرہ نائب صدر الافاضل حضرت علامہ نور الصفا نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید محمد عبید المصطفی نعیمی سجادہ نشین خانقاہ راحتیہ و نعیمیہ رنگونیہ چاٹگام کی دعوت محبت پر فقیر نعیمی ۱۷؍جنوری بروز بدھ بنگلہ کے روحانی سفر کے لیے گھر سے روانہ ہوا۔کاشی پور سے بذریعہ ٹرین دہلی پہنچا جہاں پہلے ہی سے فقیر کے دو عزیز شاگرد مولانا منظم خان برکاتی،اور حافظ ارباز خان رضوی سلمہما موجود تھے۔فقیر نے کچھ گھنٹے مارکیٹ میں ان کے ساتھ خرید و فروخت کی اس کے بعد ان کے مدرسہ سنگم بہار پہنچ کر شام کا کھانا کھایا۔بعدہ دو تین گھنٹے کی نیند نکال کر مولانا منظم برکاتی اور مولانا ارباز خان رضوی کے ساتھ ان کے ایک قریبی دوست کی گاڑی سے ایرپورٹ پہنچا۔اور پھر وہاں سے اپنے عزیزوں کو دعاؤں کے ساتھ رخصت کر کے اندر داخل ہوا۔اندر جاکر پتہ چلا کہ سخت کہرے کے سبب فلائٹ تین گھنٹے لیٹ ہے۔صبح کے پانچ چالیس کا وقت تھا مگر اب آٹھ چالیس تک نکلے گی۔فقیر پریشان ہو گیا کہ اب کیا ہوگا گیارہ بج کر دس منٹ پر کلکتہ سے بنگلہ دیش کے لیے فلائٹ ہے اگر پونے نو بجے نکلوں گا تو کسی بھی حال میں کلکتہ سے فلائٹ ملنا مشکل ہے۔خیر بورڈنگ پاس بنوا کر فقیر نے حضرت نجم میاں سے وہاٹس ایپ پر بات کی تو حضرت نے فرمایا کہ آپ آجائیں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

فقیر دہلی سے نکلا تو یقین ہو چلا تھا کہ ہر حال میں فلائٹ نکل جانی ہے۔خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی چھٹی شریف کا دن تھا ذہن فوراً انہیں کی بارگاہ کی طرف مبذول ہوا۔فقیر نے حضرت کی بارگاہ میں استغاثہ کیا اور آپ کے نام سے غریبوں میں کچھ رقم تقسیم کرنے کی منت مانی تو الحمد للہ سرکار خواجہ غریب نواز کے صدقے جب میں کلکتہ پہنچا، تو پتہ چلا کہ فلائٹ ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ ہوگئی ہے۔خیر وہاں حضرت نجم میاں،دام ظلہ، خطیب اہل سنت حضرت مولانا قاری سخاوت حسین صاحب کلکتوی، مداح خیر الانام محترم محمد عمران رضا برکاتی جے پوری، عندلیب گلشن نعیمی مولانا مامون رضا نعیمی دیناجپوری سے ملاقات ہوئی، جو کہ فقیر کے انتظار میں تھے اور جن

کے ساتھ آگے کا سفر طے کرنا تھا۔

دوپہر تقریبًا دو بجے بنگلہ دیش کے شہر چاٹگام ایرپورٹ پہنچے۔ جہاں خانقاہ راحتیہ نعیمیہ کے خدمت گزار حضرات استقبال کے لیے پہلے ہی سے موجود تھے۔ ان سے ملاقات کی اور پھر وہ حضرات ہمیں قریب کے ایک ہوٹل میں لے گئے جہاں ہم سب نے مل کر کھانا کھایا۔ کھانے میں مچھلی، دال، اور مختلف قسم کی سبزیاں روٹی چاول کے ساتھ سامنے رکھی گئیں تو بھوک کی وجہ سے طبیعت بھی بے تکلف ہوگئی اور جی بھر کے کھانا کھایا گیا۔ کھانے سے فارغ ہوکر رنگونیہ کے لیے نکل پڑے۔ ایک ڈیڑھ گھنٹہ کا سفر طے کرکے جب رنگونیہ خانقاہ راحتیہ ونعیمیہ میں داخل ہوئے تو وہاں کا دیدہ زیب، خوب صورت اور روحانی منظر دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ مدرسہ کے طلبہ اور خانقاہ کے خدام حضرات ہاتھوں میں پھولوں کی ڈھلیا لیے ہوئے مؤدب انداز میں قطار بنا کے کھڑے ہوئے تھے اور مرحبا مرحبا کی صدائیں بلند کرتے ہوئے حضرت نجم میاں کی گاڑی پر جو فقیر کی گاڑی سے آگے تھی اور فقیر کی گاڑی پر پھول برسایے جارہے تھے۔

گاڑی سے اترتے ہی نبیرہ حضور علامہ نور الصفا، حضرت علامہ سید عبید المصطفیٰ سجادہ نشین خانقاہ راحتیہ ونعیمیہ سے ملاقات ہوئی، مصافحہ ومعانقہ کے بعد، حضرت مہمان خانہ میں لے گئے۔ جہاں ناشتہ کا انتظام تھا۔ ناشتہ سے فارغ ہوکر، حضرت سید صاحب قبلہ دام ظلہ سے کچھ دیر بات ہوئی فقیر نے اپنی کتاب ''سوانح صدر الافاضل اور مقدمہ بدایوں وبریلی تاریخی حقائق'' حضرت کو پیش کی۔ اور پھر ہم سب لوگوں نے سونے کا فیصلہ کیا۔ وقت پر نمازوں کو ادا کرتے ہوئے نیند پوری کی۔ فقیر چوں کہ گزشتہ رات تھوڑی ہی دیر سو سکا تھا اس لیے نیند کی وجہ سے حضرت کے اصرار کے باوجود رات کے کھانے میں احباب کے ساتھ شریک نہ ہوسکا۔ صبح فجر ادا کی۔ ناشتہ کیا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر نماز جمعہ کے لیے خانقاہ کی ہی مسجد میں حاضری ہوئی۔ سید صاحب قبلہ کے حکم پر خطبہ پڑھا اور حضرت نجم میاں نے فقیر سے فرمایا کہ نماز بھی آپ ہی پڑھائیں مگر فقیر نے مناسب نہ سمجھا اور حضرت ہی سے نماز پڑھانے کے لیے عرض کیا۔ حضرت نے نماز پڑھائی۔

نماز سے فارغ ہوکر ہم سب مل کر حضور علامہ سید راحت اللہ نقشبندی، حضور علامہ نور الصفا نعیمی، حضرت علامہ سید خیر البشر نعیمی علیہم الرحمۃ کے مزارات پر انوار پر حاضر ہوئے۔ خانقاہ کا نظام شریعت کے حدود میں رکھا گیا تھا۔ مزارات پر چادروں کی کثرت نہیں تھی، اسٹیل کے ذریعہ مزار کے چاروں طرف حد بندی کردی گئی تھی۔ اور اس کے اوپر پھولوں کی ایک دو چادریں مزارات کی خوبصورتی میں اضافہ کررہی تھیں۔ احاطہ مزار میں کسی طرح کی کوئی خلاف شرع حرکت نظر نہیں آئی۔ عمران برکاتی صاحب نے پرکیف انداز اور پرسوز آواز میں صلاۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا اور اس کے بعد حضرت سید نجم میاں نے ایک طویل دعا فرمائی۔

صلاۃ وسلام وفاتحہ خوانی سے فارغ ہوکر ہم سب سید صاحب کے ساتھ مزارات سے متّصل ایک ہال میں جاکر بیٹھ گئے۔ جہاں وابستگان خانقاہ کی بھیڑ جمع تھی۔ کچھ دیر سید نجم میاں اور فقیر نے صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے حالات وخدمات سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ اسی دوران سید صاحب قبلہ نے مجھ فقیر کو اس کمرے کی زیارت کرائی جس میں حضرت علامہ نور الصفا نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اجنہ کو پڑھاتے تھے اور جہاں کئی بار آپ صحابی رسول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوئے۔

یہاں سید صاحب قبلہ نے اپنی دو کتابیں بھی عنایت فرمائیں۔ ایک حضرت علامہ سید راحت اللہ نقشبندی اور دوسری حضرت علامہ سید نور الصفا نعیمی علیہما الرحمہ کے حالات وخدمات پر مشتمل ہے۔ دونوں کتابیں بنگلہ زبان میں لکھی گئی ہیں۔

سید صاحب قبلہ نے وہ پتھر بھی دکھایا، جس پر حضرت سر لگا کر طلبہ کو درس دیتے تھے۔ جس کا نشان آج بھی یوں ہی موجود ہے۔ پینٹ کیا جاتا ہے مگر وہ اثر زائل نہیں ہوتا۔ جو بلاشبہ حضرت کی مثالی وزندہ کرامت ہے۔

نیز حضرت علامہ راحت اللہ نقشبندی اور علامہ نور الصفا نعیمی علیہما الرحمۃ کے قائم کردہ ادارے کی خوب صورت عمارت بھی دیکھنے کو ملی۔ ادارہ میں باضابطہ درس گاہی نظام، خوبصورت اہتمام قابل تعریف ہے۔

شعبہ تحفیظ وقراءت، شعبہ حدیث، وغیرہ درس گاہی شعبے بلڈنگ کے حساب سے حد بند کر دیے گئے ہیں جس کی وجہ سے ادارہ کا نظام بہتر اور بہت عمدہ معلوم ہوا۔ اور اس کا سہرا یقیناً نبیرہ نائب صدر الافاضل حضرت سید عبید المصطفیٰ نعیمی صاحب قبلہ دام ظلہ کے سر جاتا ہے۔ اللہ پاک حضرت سید صاحب قبلہ کا سایہ اہل سنت پر دراز فرمائے اور ان کی خانقاہ وادارے کو مزید ترقیاں وکامیابیاں نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

اب مہمان خانہ پہنچے جہاں کھانا تیار تھا۔ مختلف قسم کی مچھلیاں، سبزیاں، گوشت وغیرہ سے دسترخوان سجا ہوا تھا۔ کھانا نہایت ہی لذیذ اور مزیدار تھا۔ جی بھر کے کھایا گیا۔ اور پھر قیام گاہ جاکر کچھ دیر آرام کیا۔ نمازیں وقت پر پڑھی گئیں۔ مدرسہ نور العلوم، نعیمی مہمان خانہ، اور کالج سے متّصل وسیع وعریض میدان ہے جس کے ایک طرف پتھر اور اسٹیل کا ایک خوبصورت مستقل اسٹیج بنا ہوا ہے۔ رات کو اسی میدان میں جلسہ منعقد کیا گیا۔ بنگلہ دیش کے ممتاز علما وخطبا اور بہترین آوازوں کے مالک نعت خواں حضرات کی اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ یکے بعد دیگرے شعرا کے کلام پڑھے گئے، خطبا کی تقریریں ہوئیں۔ گیارہ بجے قریب فقیر جلسہ میں حاضر ہوا۔ آدھے گھنٹے لگ بھگ فقیر نے اولیاے کرام کی ولایت وقرب الٰہی پر گفتگو کی نیز نقشبندی اور نعیمی دونوں نسبتوں کے حوالے سے صوفیانہ تعلیمات کی روشنی میں کلام کیا۔ جلسہ میں ساتھ آٹھ طلبہ کی دستار فضیلت کی رسم بھی ادا کی

گئی۔ جلسہ سے فراغت پاکر مہمان خانہ میں پہنچ کر کھانا کھایا۔ مہمان خانہ میں بنگلہ دیش کے اہل سنت کی مشہور وعبقری شخصیت خلیفہ تاج الشریعہ، خطیب اہل سنت، سیاح مشرق ومغرب، حضرت علامہ مولانا مفتی سید ارشاد بخاری منظری دامت برکاتہم العالیہ، سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ملک وبیرون ملک جن کی شہرت عام ہے۔ جو مذہب اہل سنت ومسلک اعلیٰ حضرت کے بے باک ترجمان اور مخلص مبلغ ہیں، دین کا درد رکھتے ہیں۔ اللہ پاک ان کا سایہ اہل سنت پر تادیر قائم فرمائے۔ اور مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی بخلوص خدمت وترویج واشاعت کی توفیق بخشے۔ آمین۔

حضرت سے صبح فجر تک مذہبی ومسلکی مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ حضرت کے حکم پر فقیر نعیمی نے نماز فجر پڑھائی۔ اور پھر صلاۃ وسلام کے بعد سبھی احباب نیند نکالنے کے لیے اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف چلے گئے۔ دوپہر کو وہاں کی مارکیٹ میں خرید وفروخت کے لیے گئے۔ شام کو حضرت سید صاحب قبلہ کے حکم پر ان کے کاشانہ نور میں حاضری دی۔ حضرت نے ناشتہ کا خاصا اہتمام فرمالیا تھا۔ اور خوبی یہ کہ جس قدر بھی دسترخوان میں اشیاے خورد ونوش کھی ہوئی تھیں حضرت نے فرمایا کہ وہ سب کا سب گھر کی مستورات نے از خود تیار کیا ہے۔ دیکھنے اور کھانے میں بالکل ایسا محسوس ہورہا تھا کہ یہ سب ناشتہ شہر کی کسی بڑی دکان سے منگایا گیا ہے۔ اللہ پاک حضرت کے اہل خانہ پر اپنا خصوصی فضل نازل فرمائے۔ حضرت نے بچوں سے ملاقات کرائی ماشاء اللہ نہایت ہی مؤدب بچے تھے۔ اللہ ان کی عمر واقبال میں خوب برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

رات کو کھانے کے بعد کچھ دیر پھر حضرت بخاری صاحب، سید عبید المصطفیٰ صاحب اور حضرت نجم میاں صاحب کے ساتھ علمی نشست رہی۔ پھر چوں کہ صبح جلدی نکلنا تھا اس لیے سبھی احباب بستر استراحت کی طرف منتقل ہوگئے۔ صبح نماز فجر کے بعد ناشتہ کیا اور پھر رانگونیہ سے چاٹگام ایرپورٹ کی طرف نکل پڑے۔ ہمیں ایرپورٹ تک رخصت کرنے کے لیے سیدین صاحبین بھی ساتھ رہے۔ ایرپورٹ پر وداعیہ مصافحہ ومعانقہ ہوا۔ اور پھر بنگلہ دیش کے اس مبارک سفر سے ہم انڈیا اپنے وطن واپس آگئے۔

دعا ہے اللہ پاک ہمیں اسلاف کرام، علماے ذوی الاحترام، خصوصاً حضور صدر الافاضل اور ان کے مخلص دوست حضرت مفتی راحت اللہ نقشبندی اور صدر الافاضل کے محبوب ومنظور نظر شاگرد رشید نائب صدر الافاضل حضرت علامہ سید نور الصفا نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے فیوض وبرکات سے مالامال فرمائے۔ آمین۔

یکے از فدایان صدر الافاضل

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ، نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

۱۸/ رجب المرجب ۱۴۴۵ھ

سید سبطین حیدر اور مسلک اعلیٰ حضرت

مارہرہ شریف کے سید سبطین حیدر صاحب کچھ دنوں سے مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف کھل کر بیان بازی کر رہے ہیں، کبھی تقریر میں تو کبھی فیس بک پوسٹ کے ذریعہ۔ اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اصطلاح کو غلط ثابت کرنے میں سارا زور صرف کر رہے ہیں۔ اور اس اصطلاح کو درست تسلیم کرنے والوں کو طعن و تشنیع سے یاد کر رہے ہیں۔ حالاں کہ ان کے بہت سے سوالات کے جوابات مع معروضات بڑے ہی ادب آمیز انداز میں فقیر کتابی شکل میں پیش کر چکا ہے۔ اور وہ سید صاحب کو مل بھی چکے ہیں مگر سید صاحب نے اس کا کوئی جواب دیے بغیر فیس بک پر مزید سوالات ڈال کر یہ باور کرا دیا ہے، کہ میرا کام بس سوال کرنا ہے، خواہ اس کا جواب خود میں ہی کیوں نہ لکھ چکا ہوں، میں اس وقت مسلک کے خلاف ہوں اب زد میں میرے آبا و اجداد آئیں یا خود میری سابقہ تحریریں۔

سید صاحب سے مؤدبانہ عرض ہے کہ پہلے فقیر کی کتاب میں موجود معروضات کے جوابات عنایت کریں۔ بعد میں مزید سوالات پوسٹ کریں۔ سید صاحب کے حالیہ سوالات کے جوابات بھی الحمد اللہ فقیر کی کتاب میں موجود ہیں۔ جو جوابات نہ ملیں وہ معروضات کے جوابات موصول ہونے کے بعد ان شاء اللہ پیش کر دیے جائیں گے۔

سوال کرنا بہت آسان ہے جواب دینے کی بھی عادت ڈالیں۔ آپ سے سر دست چند سوالات کے جوابات درکار ہیں۔ آپ نے ۲۰۱۲ء میں اپنی ایک تحریر میں لکھا تھا:

مذہب اہل سنت ہند و پاک میں مسلک اعلیٰ حضرت کی خاص اصطلاح کے ساتھ مشہور ہے۔ جسے مارہرہ مطہرہ کے اکابر و اسلاف کی تائید و حمایت اور مکمل سرپرستی حاصل ہے۔“

اب سید صاحب سے پوچھنا یہ ہے کہ ان پانچ سالوں میں مسلک اعلیٰ حضرت کے مذہب اہل سنت نہ ہونے پر آپ کے اکابر و اسلاف میں سے کس کس نے آپ سے کہا کہ مسلک اعلیٰ حضرت اب مذہب اہل سنت نہیں رہا۔ ؟ جس مسلک کی آپ کے اکابر و اسلاف بقول آپ کے تائید و حمایت کر چکے ہوں اس کو مذہب اہل سنت سے خارج ماننے کی بھی کسی نے تائید کی ہے ؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو وہ کون ہیں ؟ اور اگر جواب نفی میں ہے تو آپ اپنے اسلاف و اکابر کی روش و تعلیمات کے مخالف ہیں یا مسلک اعلیٰ حضرت کے ؟

اگر مسلک اعلیٰ حضرت ادلہ اربعہ کی روشنی میں مذہب اہل سنت نہیں تھا تو آپ کے آبا و اجداد نے ادلہ اربعہ کے خلاف ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈال کر لوگوں کو گمراہ کرنے کا کام کیا یا نہیں ؟

اور کیا آپ کے آبا واجداد، اکابر و اسلاف ادلہ اربعہ کے بارے میں نہیں جانتے تھے جو ایک نیا مسلک ایجاد کرلیا؟

آپ کے اجداد کرام جو مسلک اعلیٰ حضرت کو مذہب اہل سنت تسلیم کرتے رہے اور آپ کے خاندان کے موجودہ اصحاب علم و دانش بھی مسلک اعلیٰ حضرت کو مذہب اہل سنت تسلیم کرتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ پر کرتے ہیں ان کے بارے میں بھی حکم شرعی بیان کریں! کیوں کہ انہوں نے ادلہ اربعہ کی مخالفت کرکے ایک نئے مذہب و مسلک کی تائید و حمایت کی بلکہ بقول آپ کے وہی اس کے موجد ہیں تو ان کے بارے میں شرعًا کیا حکم ہے؟ آیا وہ اہل سنت میں سے ہیں؟

یا مذہب اہل سنت سے ہٹ کر اپنا نیا مسلک بنانے کے سبب سنیت سے خارج ہیں؟

آپ کے والد گرامی علیہ الرحمہ نے جابجا مسلک اعلیٰ حضرت کی حمایت کی اور کھل کر کہا بھی کہ جو مسلک اعلیٰ حضرت کا مخالف ہو نظمی ایسے کے منہ پر آخ تھو کرتا ہے۔

اب اگر مسلک اعلیٰ حضرت مذہب اہل سنت نہیں ہے اور اس کے بر خلاف جو لوگ ہیں وہ اہل سنت میں سے ہیں تو آپ کے والد گرامی نے مسلمانوں کے منہ پر آخ تھو کہہ کر ان کی تذلیل کی ہے یا نہیں؟

کیا وہ حدیث پاک المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، کے دائرہ میں آتے ہیں یا اس سے خارج ہیں؟ اور کیا وہ کسی نئے مذہب کا پرچار اور اس کی حمایت کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے؟

غیر مذہب اہل سنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے کے سبب کیا وہ سنی تھے؟

موجودہ مشائخ مارہرہ مقدسہ جو آپ کے بڑے ہیں وہ اب بھی اپنی تقریروں میں مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کو مانتے ہیں اور نہ ماننے والوں کی کھل کر مخالفت کرتے ہیں تو کیا وہ غلطی پر ہیں؟

ہمارے اکابر اور آپ کے دادا، احسن العلماء اور سید العلماء نے جو کہا تھا کہ جو مسلک اعلیٰ حضرت سے منحرف ہوا وہ میرا مرید نہیں۔ کیوں کہا؟

کیا مسلک اعلیٰ حضرت کو نہ ماننے سے برکاتیت پر کوئی اثر واقع ہوتا؟ یا مرید کے سنی ہونے میں کوئی اثر پڑتا تھا؟

فقیر کی کتاب میں درج معروضات کے جوابات کے ساتھ مذکورہ بالا سوالات کے جوابات بھی عنایت کریں کرم ہو گا۔ جوابات موصول ہونے پر ان شاء اللہ آپ کے مابقی سوالات کے جوابات بھی پیش کیے جائیں گے۔

غلام تاج الشریعہ:۔ محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

سید سبطین حیدر صاحب کی بوکھلاہٹ ایک جائزہ

چند ماہ قبل فقیر نے سید سبطین حیدر صاحب کے بیانات سنے تھے۔ جس میں انہوں نے مسلک اعلیٰ حضرت اور ذات اعلیٰ حضرت پر کھل کر کیچڑ اچھالی تھی اور مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن علمائے کرام کا مذاق اڑایا تھا۔ بلکہ در پردہ خود اپنے خانوادہ کے بزرگوں کا مذاق اڑایا تھا۔ فقیر نے احباب کے حکم پر اس کا جواب لکھا جس میں فقط مشائخ مارہرہ مقدسہ کی تعلیمات کو ہی اپنی بحث کا محور بنایا اور مہذب آمیز انداز میں سید صاحب سے چند معروضات کے جوابات کا مطالبہ کیا۔ اہل علم، منصف مزاج حضرات اس کتاب کو پڑھیں تو یقیناً بغیر محظوظ ہوئے نہ رہ سکیں گے۔ مگر افسوس سید صاحب نے اس کتاب کا کوئی جواب دیے بغیر مزید سوالات فیس بکی پوسٹ کے ذریعہ عام کر دیے۔ فقیر نے اس پر کل دو صفحات پر مشتمل چند معروضات پیش کیے تو جواب میں سید صاحب نے یہ تحریر فرمایا:

موضوع سخن سے ہٹ کر کوئی بات قابل اعتنا نہیں۔ ہر کس و ناکس mileage کمانے کی ہوڑ میں ہے۔ سوالات کا معقول جواب دیں ورنہ بے تکی ہانکی تو سیدھے بلاک ہو جائیں گے۔ میرے والد بزرگ کے اقوال کے ضمن میں پردہ نشین خود ساختہ ''مفتی'' صاحب نے اپنے تئیں میرے سوالات کے جواب دیے ہیں۔ تو صاحب اس سلسلے میں مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ اهل البيت ادری بما فيه... مزید اگر میرے والد بزرگ کے افکار کے بارے میں مفتی صاحب کو معلومات چاہیے تو میں زیادہ زیادہ اس بارگاہ عالی میں انہیں پہنچنے میں تعاون کر سکتا ہوں۔ اس آخری جملہ کے کئی زاویہ ہیں۔ مخالف جس پہلو کو چاہے اس جہت سے سمجھ لے۔ بہت ادب والسلام۔

منصف مزاج حضرات سید صاحب کا انداز تحریر دیکھیں اور اندازہ لگائیں کہ سید صاحب کس طرح حق بیانی سے گریز کرتے نظر آرہے ہیں۔ خود ساختہ مفتی اور پردہ نشین کہہ کر سید صاحب نے تہذیب کا جس انداز میں خون کیا ہے ارباب علم و دانش اس کا خوب اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ان سے معروضات کے جوابات کا مطالبہ کر لیا تو اس کا مطلب ہوا کہ فقیر شہرت کمانا چاہتا ہے کیا ہی خوب جواب ہے۔

سید صاحب! فقیر کسی شہرت کا محتاج نہیں۔ اہل علم الحمد للہ فقیر کو جانتے پہچانتے ہیں اور اپنی دعاؤں میں یاد بھی رکھتے ہیں۔ سید صاحب کے سوالات و اعتراضات کے جوابات میں ان کے اہل خاندان خاص کر ان کے والد گرامی علیہم الرحمۃ کے حوالے پیش کیے تو جواب میں اهل البيت ادری بمافيه، کہہ کر دامن جھاڑ لیا۔

سید صاحب سے عرض ہے کہ فیس بک پر فتوے بازی بہت آسان ہے، کسی دار الافتاء میں بھی بیٹھ کر دیکھیں۔ اور پدرم سلطان بود سے ملی شہرتوں کی خیرات بہت آسان ہے، اپنے دم پر اپنا وجود منوا کر دیکھیں۔

اور آپ کا یہ کہنا کہ میرے گھر کا معاملہ میں جانوں تو اس کا الزامی جواب یہ ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کا معاملہ مسلک اعلیٰ حضرت والے جانیں آپ کیوں آئے دن شہرت کمانے اور مخالفین اعلیٰ حضرت کے ہیرو بننے کے لیے مسلک اعلیٰ حضرت اور علمائے مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت کر رہے ہیں۔

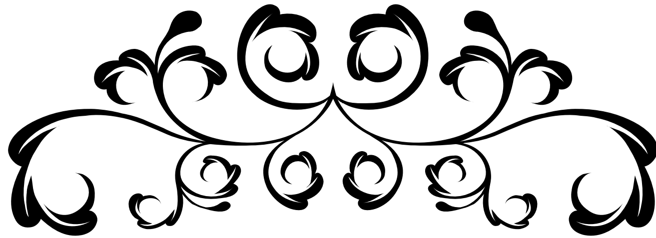
اور سید صاحب آپ نے ہی فیس بک کی کتاب میں لکھا ہے کہ اب نیٹ کا دور ہے اس پر کتابیں عام ہیں کس کس کو کتابیں پڑھنے سے روکیں گے او کما کتب۔

تو آپ اپنی تحریر کے آخری جملہ پر بھی غور فرمالیں اور ہمیں مشورہ نہ دیں کہ ہم آپ کے والد کے افکار و نظریات آپ سے جانیں۔ آپ کے والد گرامی اور دیگر مشائخ مارہرہ مقدسہ علیہم الرحمۃ نے اپنی کتابوں میں اپنے عقائد و نظریات عام سے عام تر کر دیے ہیں۔ جس کی چند جھلکیاں فقیر کی کتاب سبطینی اشکالات پر بر کاتی جوابات "میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ مہذب انداز میں کیے گئے معروضات کے جواب میں آپ نے جس طرح غیر مہذبانہ انداز اختیار کیا ہے اس سے ہی اہل علم اور حق پسند حضرات جان لیں گے، کہ آپ کس جہت میں سفر کر رہے ہیں۔ اور رہا معاملہ کسی کو بلاک کرنے کا تو جی فقیر الحمد للہ آپ کے فرینڈ لسٹ میں نہیں ہے۔

آپ کا خیر خواہ۔ فقیر دربار سادات مارہرہ مقدسہ:۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی کرالوی، خلیفہ حضور تاج الشریعہ

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور



جناب ابوطالب کے عدم ایمان پر سید العلما مارہروی کا جزم

۲۴؍ربیع الاول ۱۳۶۷ھ کو گیارہویں شریف کے ایک جلسہ میں سید العلماء کا خطاب نایاب ہوا جو تاج العلما کی سرپرستی میں مارہرہ شریف سے نکلنے والے معتبر و مستند رسالہ مبارکہ "اہل سنت کی آواز" میں شائع ہوا۔ سید العلما قدس سرہ کی تقریر کا لب لباب یہ ہے کہ روح کے رشتوں کے مقابلے بدنی علاقے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ مطلب یہ کہ بدنی رشتوں کا دارومدار روحانی علاقوں یعنی ایمانی یگانگت اور اتحاد پر ہے۔ جو مومن نہیں ہے خواہ اس سے آپ کا کیسا ہی رشتہ ہو چاہے وہ آپ کا باپ ہو بیٹا ہو کوئی بھی ہو اس سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے وہ آپ کا اپنا نہیں ہے۔ اپنا وہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ سے جان سے زیادہ محبت رکھے۔

سید العلما قدس سرہ نے اس تعلق سے بہت سی ایمان افروز مثالیں بیان فرمائیں۔ سیدنا صدیق اکبر وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے واقعات بیان فرمائے۔ اسی ضمن میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بھی بیان فرمایا۔ کہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابوطالب جب فوت ہو گئے تو مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کا لحاظ کیے بغیر کہ ابوطالب میرے باپ ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: "مات عمك الضال" حضور کے گمراہ چچا کا انتقال ہو گیا۔ پورا واقعہ سید العلما قدس سرہ کی زبانی ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

"جب حضور شیر خدا کے والد ابوطالب نے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مرضی مبارک کے موافق دعوت اسلام کی اجابت نہ کی اور اسی حال میں انتقال ہو گیا۔ تو شیر خدا نے اس کا کوئی لحاظ نہ فرمایا کہ وہ میرے باپ ہیں اور ان کے انتقال کی خبر سرکار میں ان الفاظ میں عرض کیا کہ

"مات عمك الضال" حضور کا وہ گمراہ چچا مر گیا۔" [اہل سنت کی آواز: جلد دوم: حصہ ۱۰، ۱۱۔ ۱۳۶۷ھ۔ ص ۳۱]

سید العلما قدس سرہ نے صاف صاف ایمان ابوطالب کے مومن نہ ہونے اور گمراہی پر انتقال کرنے کو بیان کیا ہے۔ اب سید سبطین حیدر مارہروی اور وہ تمام لوگ جو ابوطالب کے ایمان پر بضد اور مومن نہ ماننے والوں کو مغلظات بکتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اگر ابوطالب مومن نہیں تو کوئی بھی مومن نہیں۔ سید العلما قدس سرہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ہمیں امید ہے کہ تہذیب تہذیب کا راگ الاپنے والے تہذیب کے دائرے میں جواب دینے کی کوشش کریں گے۔ اور انصاف انصاف کی رٹ لگانے والے یہاں انصاف سے کام لیں گے۔

یکے از گدایان مشائخ مارہرہ مقدسہ: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

رافضیوں سے ہمیشہ اسلام کو سخت نقصان پہنچا ہے (سید العلماء)

۲۴؍ربیع الاول ۱۳۶۷ھ کو گیارہویں شریف کے ایک جلسہ میں سید العلما قدس سرہ کا خطاب نایاب ہوا، جس کو حضور تاج العلما قدس سرہ کی سرپرستی میں مارہرہ شریف سے نکلنے والے معتبر و مستند رسالہ مبارکہ "اہل سنت کی آواز" میں شائع کیا گیا۔ اپنے خطاب میں آپ نے بہت سے ایمان افروز نکات و واقعات بیان فرمائے۔ ابوطالب کے عدم ایمان کا ذکر بھی فرمایا جسے ہم اپنی گزشتہ پوسٹ میں شائع کر چکے ہیں۔

علاوہ ازیں وہابیوں ،رافضیوں کارد بھی فرمایا۔اور خاص ان کارد فرمایا جو رافضیوں،وہابیوں دیوبندیوں قادیانیوں،نیچریوں وغیرہا کے رد کو برا جانتے ہیں اور اس وجہ سے علمائے اہل سنت کی توہین و تنقیص کرتے ہیں۔ سید العلما کا یہ بیان، برکاتی رضوی، اشرفی، تمام اہل سنت خاص کر سید سبطین حیدر صاحب کے لیے قابل مطالعہ اور موجب عمل ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، رسالہ مبارکہ میں لکھا ہے:

"آج کل جو بددین و بے دین، علمائے کرام اہل سنت پر اس طرح منہ آتے ہیں اور جہال عوام کو ان کی طرف سے یہ کہہ کر بھڑکاتے ہیں کہ پہلے علما اپنے مواعظ و بیانات میں نماز، روزہ، کے فضائل واحکام بیان فرماتے تھے۔ اب یہ علمائے اہل سنت بار ہا بتکرار واصرار یہی بیان کرتے رہتے ہیں کہ دیکھو اس طرح اپنے عقیدے درست رکھو اور اس طرح اپنے ایمان کی حفاظت کرو اور دین کے ڈاکو اور ایمان کے رہزن کفار و مشرکین مرتدین و مبتدعین وہابیہ وروافض و نیاچرہ و قادیانی وغیرہم سے احتراز واجتناب اور شرعی ،دینی، ایمانی دوری وعلاحدگی کی تاکید کرتے ہیں۔ ان علما کو اس کے سوا کچھ آتا ہی نہیں کہ اس کو اس سے جدا کریں اسے اس سے لڑادیں۔

حضرت......نے بے دینوں بددینوں کے اس اغوا واضلال عوام جہال پر رد بلیغ فرماتے ہوئے بتایا کہ اول تو یہ افترائے محض ہے۔ کہ حضرات علمائے کرام اہل سنت اپنے مواعظ و بیانات مبارکہ میں مسلمانوں کو نماز، روزہ وغیرہا عبادات بدنیہ کی درستی و بجاآوری پر توجہ نہیں دلاتے، اس کی تاکید نہیں کرتے۔ ان کے بیانوں میں عقیدے اور ایمان کی درستی کی تاکید کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کی بھی ترغیب ہوتی ہے۔ پھر حضرات علمائے کرام اہل سنت ہرگز کسی کو کسی سے کسی بے جالڑائی ،دنگے، نارو انفرت وعداوت کی کوئی تحریک و ترغیب نہیں دیتے۔ بلکہ خدا کی مخلوق کو خدا کی زمین میں ہر فساد انگیزی اور بے جا تفرقہ پردازی سے حتی الوسع روکتے ہیں۔ ہاں یہ ان کا فریضہ مذہبی و وظیفہ منصبی ہے کہ ناواقفوں کو دوست دشمن کی تمیز کرادیں، انجانوں کو بتادیں کہ یہ لٹیرا ڈاکو ہے اس سے دور رہو۔ اور یہ تمہارا مخلص دوست ہے اس کی سنو اور مانو! یہ چور ہے... یہ خیر خواہ ہے اور یہ

بد خواہ، یہ رہنما ہے اور یہ گمراہ، یہ تمہیں شہد بتا کر زہر پلائے گا۔ اور وہ تمہیں تریاق دے کر اس زہر کی ہلاکت سے بچائے گا۔ تو یہ عین سنت الٰہی اور سیرت نبوی کی تعمیل ہے۔ خود اللہ رب عزت تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ۔

اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے۔
اور خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے اس فرمان ربانی کی تعمیل اس طرح کر کے دکھائی کہ جمعہ کے اجتماع عام میں عین مسجد میں نام لے لے کر ایک ایک منافق، ظاہر کے جھوٹے دوست حقیقت کے پکے دشمن کو اپنی مسجد کریم سے نکال دیا.........

اب جب کہ ایمان کی جڑ کو مسلمانوں بلکہ علمائے دین کے روپ میں وہابیہ ونیاچرہ لیگیہ و کانگریسیہ دیابنہ وہابیہ وروافض وغیرہم مرتدین و مبتدعین کے فتنوں اور وسوسوں کی دیمک لگ گئی اور اس کا شدید ترین خطرہ ہے، تو اس وقت کے علمائے کرام کا اہم دینی فریضہ اور ضروری منصبی فریضہ انہیں خبثا کا ردو طرد اور بھولے بھالے سیدھے سادے ناواقف اور کم علم عوام اہل اسلام پر ان خبثا کے مکر و کید کھولنا اور فریب کاری کے قال اللہ و قال الرسول اور زور وریا کے جبہ ودستار کے پھیر سے ان ناواقفوں کو بچانا ہے، وہ اسے بعونہٖ تعالیٰ اسے بجالا رہے ہیں۔ اور نصرت حال شامل حال رہی تو ان شاء اللہ الکریم وبفضل رسول الرؤف الرحیم جل وعلا وعلیہ الصلاۃ والتسلیم ہمیشہ بجالاتے رہیں گے وہ خبثا، اہل سنت کے حضرات علمائے کرام سے جہال عوام کو اس طرح بہکا بھڑکا کر دراصل یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ایمان و عمل صالح دونوں سے معاذ اللہ کورا اور نکما بنا کر ان کی دنیا و عقبیٰ سب برباد کر ڈالیں۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ وجمیع المسلمین منه۔..............

اسی سلسلے میں وہابیہ، وغیرہم مبتدعین و مرتدین کا رد بلیغ کیا۔ بالخصوص روافض کی نسبت اگلی اور پچھلی تاریخ کے حوالوں سے بتایا کہ ان سے ہمیشہ اسلام کو خاص اشد نقصان پہنچا۔ اسی سلسلہ میں حضرت ام المومنین صدیقہ طاہرہ حمیرا رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے فضائل کریمہ بیان کیے اور بتایا کہ ان محبوبہ محبوب رب العالمین علیہ وعلیہا الصلاۃ والسلام پر روافض معاذ اللہ، افک ملعون کی تہمت رکھتے اور وہ نجس ناپاک جھوٹا ملعون اتہام رکھتے ہیں۔"

[اہل سنت کی آواز: جلد دوم: حصہ ۱۰، ۱۱، ۷۔۱۳۶۷ھ۔ ص ۲۹ تا ۳۱]

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مذہب اہل سنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان

نوری دارالافتاء کاشی پور






مذہب اہل سنت، مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان "نوری دارالافتاء"

الحمدللہ اس دارالافتاء سے اب تک ہندو بیرون ہند سے آئے سیکڑوں سوالات کے جوابات میں فتاویٰ جاری کیے جا چکے ہیں۔

دارالافتاء سے جاری کردہ فتاویٰ کا مجموعہ دو جلدوں میں (فتاویٰ اتراکھنڈ) کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے اور ارباب علم سے داد وتحسین وصول کر رہا ہے۔ اوران شاءاللہ تیسری جلد بھی عنقریب منظر عام پر ہوگی۔

دارالافتاء کو بریلی شریف اور جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے باوقار و ذمہ دار مفتیان کرام کی سرپرستی حاصل ہے۔

دارالافتاء سے تمام فتاویٰ **خلیفہ حضور تاج الشریعہ و حضور محدث کبیر، حضرت مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ** نے جاری کیے ہیں۔

فتاویٰ اتراکھنڈ کے علاوہ مفتی صاحب کی تیس (۳۰) کتابیں (اردو، عربی) ہندو بیرون ہند میں چھپ کر مقبولیت پا چکی ہیں۔

گوگل پلے اسٹور سے (Noori Darul Ifta) نامی ایپ، یا ویب سائٹ (nooridarulifta.com) سے کتابیں پڑھی جا سکتی ہیں۔

نیز دینی ضروری مسائل کے فوری اور مستند حل کے لیے کسی بھی وقت رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

میل آئی ڈی:۔ nooridarulifta786@gmail.com

ٹیلی گرام، وہاٹس ایپ:۔ 9759522786



مذہبِ اہلِ سنت یعنی مسلکِ اعلیٰ حضرت کا ترجمان

نوری دارالافتاء کاشی پور

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ، سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ يَا مُجِيْرُ يَا مُجِيْرُ يَا مُجِيْرُ

بِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

دعاء افطار

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ

नूरी दारुल इफ्ता मज़हबे अहलेसुन्नत यानी मसलके आला हज़रत का तर्जुमान दारुल इफ्ता है । यहाँ से अल्हम्दुलिल्लाह अब तक मुल्क व बैरूने मुल्क से आए सैकड़ों सवालात के जवाबात में बहुत से फतवे जारी किये जा चुके है । 6 साल के फतवे 2 जिल्दों में किताबी शक्ल में फ़तावा उत्तराखंड के नाम से छप चुके हैं । और बाक़ी इनशा अल्लाह जल्द ही छपने वाले हैं। दारुल इफ्ता को जामिया नईमिया और बरेली शरीफ के ज़िम्मेदार मुफतियान ए किराम की सरपरसती हासिल है। नूरी दारुल इफ्ता से सारे फतवे ख़लीफा ए हुज़ूर ताजुश्शरीआ व मुहद्दिसे कबीर हज़रत मुफ़्ती मुहम्मद ज़ुल्फ़िक़ार खान नईमी ककरालवी साहब द्वारा दिए जाते हैं । मुफ़्ती साहब की फतावा उत्तराखंड के इलावा और भी (30) किताबें उर्दू अरबी में छप कर मंज़रे आम पर आ चुकी हैं । Google Play Store से NOORI DARUL IFTA ऐप या इस NOORIDARULIFTA.COM वैबसाइट से डाउनलोड करके पढ़ी जा सकती हैं। दीनी ज़रूरी समस्याओ के लिए नूरी दारुल इफ्ता में किसी भी समय संपर्क करें ।

Noori Darul Ifta | nooridarulifta | nooridarulifta786@gmail.com | 9759522786

अपील: अहले खैर हज़रात अपने इस अज़ीमुशशान दारुल इफता की तरफ खुसूसी तवज्जुह फरमाऐं

مذہب اہل سنت ،مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان **نوری دارالافتاء** الحمدللہ اس دارالافتاء سے اب تک ہند و بیرون ہند سے آئے سیکڑوں سوالات کے جوابات میں فتاوی جاری کیے جاچکے ہیں ۔دارالافتاء سے جاری کردہ فتاوی کا مجموعہ دو جلدوں میں فتاوی اترا کھنڈ کے نام منظر عام پر آچکا ہے اور ارباب علم سے داد و تحسین وصول کر رہا ہے ۔دارالافتاء کو بریلی شریف اور جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے باوقار و ذمہ دار مفتیان کرام کی سرپرستی حاصل ہے ۔دارالافتاء سے تمام فتاوی خلیفہ تاج الشریعہ و محدث کبیر حضرت مفتی محمد ذو الفقار خان نعیمی ککرالوی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے جاری کیے ہیں ۔فتاوی اترا کھنڈ کے علاوہ مفتی صاحب کی اب تک (۳۰) کتابیں (اردو،عربی) ہند و بیرون ہند میں چھپ کر مقبولیت پا چکی ہیں۔

نقشہ سحر و افطار
رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ سنہ ۲۰۲۴ء

رمضان المبارک	نام ایام	مارچ	ختم سحری گھنٹہ	ختم سحری منٹ	وقت افطار گھنٹہ	وقت افطار منٹ
1	منگل	12	5	04	6	23
2	بدھ	13	5	03	6	24
3	جمعرات	14	5	01	6	25
4	جمعہ	15	5	00	6	25
5	سنیچر	16	4	59	6	26
6	اتوار	17	4	58	6	27
7	پیر	18	4	57	6	27
8	منگل	19	4	56	6	28
9	بدھ	20	4	54	6	28
10	جمعرات	21	4	53	6	29
11	جمعہ	22	4	52	6	29
12	سنیچر	23	4	51	6	30
13	اتوار	24	4	49	6	30
14	پیر	25	4	48	6	31
15	منگل	26	4	47	6	32
16	بدھ	27	4	45	6	32
17	جمعرات	28	4	44	6	33
18	جمعہ	29	4	43	6	33
19	سنیچر	30	4	42	6	34
20	اتوار	31	4	40	6	34
21	پیر	اپریل	4	39	6	35
22	منگل	2	4	38	6	36
23	بدھ	3	4	36	6	36
24	جمعرات	4	4	35	6	37
25	جمعہ	5	4	34	6	37
26	سنیچر	6	4	33	6	38
27	اتوار	7	4	31	6	38
28	پیر	8	4	30	6	39
29	منگل	9	4	29	6	39
30	بدھ	10	4	28	6	40

تسبیح تراویح

سُبْحٰنَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ يَا مُجِيْرُ يَا مُجِيْرُ يَا مُجِيْرُ

NOORI DARUL IFTA
Madina Masjid, Mohalla Ali Khan,Kashipur, U.K.
Contact No.: 9759522786

Printed By # NAIMI PRINT, Moradabad # 9897341244

منجانب اراکین کمیٹی نوری دارالافتاء
مدینہ مسجد، محلہ علی خان، کاشی پور، اتراکھنڈ




مذہب اہل سنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان

نوری دارالافتاء کاشی پور




MAR | مارچ | 3 | شعبان المعظم / رمضان المبارک | 2024 / 1445

Day					
SUN اتوار	31	3	10	17	24
MON پیر		4	11	18	25
TUE منگل		5	12	19	26
WED بدھ		6	13	20	27
THU جمعرات		7	14	21	28
FRI جمعہ	1	8	15	22	29
SAT ہفتہ	2	9	16	23	30

APR | اپریل | 4 | رمضان المبارک / شوال المکرم

Day					
SUN اتوار		7	14	21	28
MON پیر	1	8	15	22	29
TUE منگل	2	9	16	23	30
WED بدھ	3	10	17	24	
THU جمعرات	4	11	18	25	
FRI جمعہ	5	12	19	26	
SAT ہفتہ	6	13	20	27	

MAY | مئی | 5 | شوال المکرم / ذی قعدہ | 2024 / 1445

Day					
SUN اتوار		5	12	19	26
MON پیر		6	13	20	27
TUE منگل		7	14	21	28
WED بدھ	1	8	15	22	29
THU جمعرات	2	9	16	23	30
FRI جمعہ	3	10	17	24	31
SAT ہفتہ	4	11	18	25	

JUN | جون | 6 | ذی قعدہ / ذی الحجہ

Day					
SUN اتوار	30	2	9	16	23
MON پیر		3	10	17	24
TUE منگل		4	11	18	25
WED بدھ		5	12	19	26
THU جمعرات		6	13	20	27
FRI جمعہ	5	7	14	21	28
SAT ہفتہ	1	8	15	22	29

JUL | جولائی | 7 | ذی الحجہ / محرم الحرام | 2024 / 1445-46

Day					
SUN اتوار		7	14	21	28
MON پیر	1	8	15	22	29
TUE منگل	2	9	16	23	30
WED بدھ	3	10	17	24	31
THU جمعرات	4	11	18	25	
FRI جمعہ	5	12	19	26	
SAT ہفتہ	6	13	20	27	

AUG | اگست | 8 | محرم الحرام / صفر المظفر

Day					
SUN اتوار		4	11	18	25
MON پیر		5	12	19	26
TUE منگل		6	13	20	27
WED بدھ		7	14	21	28
THU جمعرات	1	8	15	22	29
FRI جمعہ	2	9	16	23	30
SAT ہفتہ	3	10	17	24	31

SEP | ستمبر | 9 | صفر المظفر / ربیع الاول | 2024 / 1446

Day					
SUN اتوار	1	8	15	22	29
MON پیر	2	9	16	23	30
TUE منگل	3	10	17	24	
WED بدھ	4	11	18	25	
THU جمعرات	5	12	19	26	
FRI جمعہ	6	13	20	27	
SAT ہفتہ	7	14	21	28	

OCT | اکتوبر | 10 | ربیع الاول / ربیع الآخر

Day					
SUN اتوار		6	13	20	27
MON پیر		7	14	21	28
TUE منگل	1	8	15	22	29
WED بدھ	2	9	16	23	30
THU جمعرات	3	10	17	24	31
FRI جمعہ	4	11	18	25	
SAT ہفتہ	5	12	19	26	

NOV | نومبر | 11 | ربیع الآخر / جمادی الاولیٰ | 2024 / 1446

Day					
SUN اتوار		3	10	17	24
MON پیر		4	11	18	35
TUE منگل		5	12	19	26
WED بدھ		6	13	20	27
THU جمعرات		7	14	21	28
FRI جمعہ	1	8	15	22	29
SAT ہفتہ	2	9	16	23	30

DEC | دسمبر | 12 | جمادی الاولیٰ / جمادی الآخری

Day					
SUN اتوار	1	8	15	22	29
MON پیر	2	9	16	23	30
TUE منگل	3	10	17	24	31
WED بدھ	4	11	18	25	
THU جمعرات	5	12	19	26	
FRI جمعہ	6	13	20	27	
SAT ہفتہ	7	14	21	28	

JAN | جنوری | 1 | جمادی الآخری / رجب المرجب | 2025 / 1446

Day					
SUN اتوار		5	12	19	26
MON پیر		6	13	20	27
TUE منگل		7	14	21	28
WED بدھ	1	8	15	22	29
THU جمعرات	2	9	16	23	30
FRI جمعہ	3	10	17	24	31
SAT ہفتہ	4	11	18	25	

FEB | فروری | 2 | رجب المرجب / شعبان المعظم

Day					
SUN اتوار		2	9	16	23
MON پیر		3	10	17	24
TUE منگل		4	11	18	25
WED بدھ		5	12	19	26
THU جمعرات		6	13	20	27
FRI جمعہ		7	14	21	28
SAT ہفتہ	1	8	15	22	

मुफ्ती साहब की हिन्द वगैरह से छप कर मंज़रे आम पर आने वाली किताबों के टाइटल

